الصرف ام العلوم والنحو ابوها
ویطغی فی الروایات عاروها

# لِواءُ الھُدیٰ فی اللیل والدُّجیٰ

## شرح اردو نحو میر

جلد اول و جلد ثانی

مصنف

حضرت مولانا سعید احمد مدظلہ

تصحیح ونظر ثانی

مفتی عبدالمجید صاحب، وِندر
استاذ جامعہ علوم الشرعیہ حب

مفتی محمد بن یار محمد
استاذ جامعہ عثمانیہ گلشن نوید حب

# Maktaba Tul Ishaat

تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

## اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

| | | |
|---|---|---|
| تفاسیر | خطبات | منطق |
| احادیث | سیرت | معانی |
| فقہ | تاریخ | تصوف |
| سوانح حیات | صرف | تقابل ادیان |
| درس نظامی | نحو | تجوید |
| لغت | فلسفہ | نعت |
| فتاوی | حکمت | تراجم |
| اصلاحی | بلاغت | تبلیغ و دعوت |
| آڈیو دروس | مناظرے | تمام فنون |

maktaba.tul.ishaatofficial@gmail.com

۱۵ ص

حافظ جمیل احمد ولد سید محمد

مدرس جامعہ دار شریعہ دری کا تحفہ

(استاد محترم مؤلف ہذا الکتاب)
مولانا سعید احمد صاحب

بروز بدھ ۲-۶-۲۰۲۱

## فہرست مضامین جلد اول لواء الھدیٰ

## فہرست مضامین جلد اول لواء الہدیٰ





## فہرست مضامین جلد اول لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلد اول لواء الہدیٰ





فہرست مضامین جلد اول لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلداول لواءالہدیٰ



الصرف ام العلوم والنحوابوها
ويطغى فى الروايات عرُوُها

# لِواءُ الهُدیٰ فی اللیل والدُّجیٰ

## شرح اردو نحومیر

جلددوم


مصنف

حضرت مولانا سعید احمد مدظلہٗ


تصحیح ونظر ثانی


مفتی عبدالمجید صاحب،وِندر و مفتی محمد بن یار محمد

استاد جامعہ علوم الشرعیہ حب استاذ جامعہ عثمانیہ گلشن نوید حب

## فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ





فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ





فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ





فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ

فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ





فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ

## فہرست مضامین جلد ثانی لواء الہدیٰ



مستثنٰی ٦٦٨

تمت

نام کتاب : لواء الهدیٰ فی اللیل والدُّجیٰ

مصنف : حضرت مولانا سعید احمد مدظلہٗ

اشاعت اول : اگست 2012ء

باہتمام : مفتی انیس الرحمٰن صاحب (خطیب جامع مسجد لیڈا حب)
ومولانا عبدالواسع چمن

طابع : نیومجاز پریس بوہرہ پیر کراچی۔فون:32762319

قیمت : -/600روپے

ناشر

حضرت مولانا سعید احمد مدظلہٗ

رابطہ: 0333-7836652, 0333-2894799

ملنے کے پتے

جامعہ فرقانیہ ولیجیٹ سریاب روڈ کوئٹہ

مدرسہ حرث الآخرۃ تقوی مسجد عقب کوئٹہ شاہ جی آٹو زحب



## تقریظ

عالم ربانی، ولی کامل استاذ العلماء حضرت مولانا حاجی عبدالغنی صاحب زید مجدکم زید مجدھم

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علامہ عبدالغنی ٹاؤن بائی پاس روڈ چمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من العلوم المعيارية الآلية علم الصرف ووسطه رسالة نحومير التى صنفها العلامه مير سيد شريف شرّحها و اضاف نكاتها و لطائفها الشيخ مولانا سعيد احمد اطال الله حياته فصار افيد بعد ما كان مفيداً وانفع بعد ما كان نافعا لطلبة العلم و مدرسيها جزاه الله جلّ و علىٰ جزاءً وافراً .

عبد الغنى عفا الله عنه
الجامعه اسلاميه علامه عبد الغنى ٹاؤن
بائى پاس روڈ چمن پاكستان

# تقریظ

جامع المعقول والمنقول ولی کامل محدث اعظم استاد کل

حضرت علامہ مولانا عبد العزیز صاحب ادام اللہ بقاءہ شیخ الحدیث

جامعہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ

باسمہ تعالیٰ

مولانا سعید احمد دامت برکاتہ کی تصنیف شرح نحو میر کے چند حوالہ جات میرے ذہن ونگاہ سے گذرے، بڑی عرق ریزی سے تصنیف کیا ہے، تمام مدارس کے معلمین ومتعلمین سب کیلئے مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

عبد العزیز عفی اللہ عنہ
خادم العلوم مدرسہ مطلع العلوم



# تقریظ

جامع المنقول والمعقول عمدة المحدثين اسوة الصلحاء حضرت علامہ مولانا سید عبد الستار شاہ صاحب

شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد کوئٹہ

باسمہ تعالی شانہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد النحو فی الکلام کالملح فی الطعام. علم نحو میں ''نحو میر'' کی اہمیت وافادیت اظہر من الشمس محتاج بیان نہیں، اس رسالہ کو علم نحو کے مسائل میں ابتدائی اور انتہائی بیک وقت دونوں کلیدی حیثیت حاصل ہیں۔ نحو میر پر بہت سے علماء فضلاء نے بہتر عمدہ، مفید حواشی وشروحات لکھے ہیں مگر زیر نظر جامع اور پر از فوائد ومعارف شرح'' لواء الهدى'' مؤلفہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب دامت برکاتہم نہایت مفید جامع شرح ہے۔ میں نے چند متفرق مقامات کے مطالعہ کرکے طرز تحریر، حوالہ کتب، حل مشکلات اور کشف موضلات پر اسے نہایت جامع اور عمدہ پایا یہ کتاب محض نحو میر کی شرح نہیں بلکہ فن نحو کے چیدہ اور گران قدر مسائل پر مشتمل ومحیط ہے۔

حضرت المؤلف مدظلہ کو اللہ تعالیٰ مزید علوم پر تحقیق کی توفیق عنایت فرمائے اور زیر نظر شرح سے علماء وطلباء کو استفادہ کی توفیق بخشے

سید عبد الستار شاہ
جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد کوئٹہ
۲۲ شوال ۱۴۳۲ھ

# تقریظ

## استاد العلماء فخر الاماثل حضرت مولانا محمد نور صاحب مدظلہ العالی

## شیخ الحدیث جامعہ عربیہ دار العلوم القاسمیہ ارباب غلام علی روڈ دیبہ کوئٹہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ امابعد: مولانا سعید احمد صاحب کی شرح نحومیر بنام ''لواء الہدیٰ'' مختلف مقامات سے دیکھنے کی سعادت اور استفادہ کا موقع ملا، الحمد للہ شرح کی تقریر اسم بامسمّٰی ہے چونکہ طلبہ عربیہ کیلئے علم نحو جتنا ضروری ہے وہ کسی بھی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں اور یہ بھی ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ کتاب نحومیر اس فن کیلئے خشتِ اول کی حیثیت رکھتی ہے اگرچہ اس کتاب پر شروح کافی لکھی جاچکی ہیں لیکن ''ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است''

لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ متن کی طرح شرح ہذا کو بھی قبولیت عام و تامہ سے نوازے اور مولانا کیلئے ذخیرہ دارین اور ذکرِ خیر کا ذریعہ بنائے اور علماء اور طلباء کو اس سے استفادہ کا شوقِ کامل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین ۔

فقط بندہ دعا گو دعا جو

ابوالخیر محمد نور خادم الحدیث النبوی ﷺ

فی الجامعۃ العربیۃ دار العلوم القاسمیہ دیبہ کوئٹہ بلوچستان



# تقریظ

## جامع المعقول والمنقول محدث اعظم استادنا واستاد العلماء

## حضرت مولانا عبدالباقی صاحب

## مہتمم جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً ومسلماً ۔ النحو فی الکلام کالملح فی الطعام الصرف ام العلوم والنحو ابوها چونکہ تصحیح عبارت کا مدار نحومیر ہے اس لئے نحو کی بڑی اہمیت ہے حدیث کی عبارت کو غلط پڑھنا ایسا گناہ ہے جیسے کہ کذب (جھوٹ کی نسبت) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرنا گناہ ہے۔

نحو کی خدمت ایسا ثواب ہے جس طرح کتاب اللہ سنت رسول ﷺ کی خدمت کا ثواب ہے کیونکہ یہ ذریعہ ہے آلہ ہے جیسے کہ وضوء نماز کیلئے ذریعہ ہے کتاب ''لواء الہدیٰ'' تصنیف سعید لواء سعادۃ ہے۔

مؤلف کتاب مولانا سعید احمد صاحب بڑے عالم اور محقق شخصیت ہے بڑی محنت اور تحقیق سے یہ کتاب لکھی ہے اہل علم اور طلبہ کیلئے نہایت مفید ثابت ہوگی اگرچہ میں بذات خود اپنی مصروفیت کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نہیں کرسکا، جامعہ کے مفتی صاحب کے ذمہ لگایا، انہوں نے گہری مطالعہ کرکے تصحیح تقریظ پر آمادہ کیا، مفتی صاحب کی تحقیق پر مطمئن ہوکر یہ چند کلمات قلمبند کررہا ہوں۔

امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ماہ آفتاب کو صدقہ جاریہ بنائیں گے اور مؤلف اور معلمین اور متعلمین کیلئے ذریعہ نجات ثابت ہوگی وما توفیقی الا باللہ نعم الوکیل ونعم المولیٰ ۔

دعا گو دعا جو

عبدالباقی عفی اللہ عنہ

خادم جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

یکم ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

30-09-2011

## تقریظ

شیخ النحو استاد العلماء محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف مدظلہ العالی

دار العلوم جامعہ عثمانیہ گلشن اقبال رحیم یارخان

بندہ نے حسب ارشاد کتاب ہذا لواء الھدیٰ شرح نحو میر کا مطالعہ کیا لیکن شستہ شستہ مقامات سے بحمد اللہ اچھی محنت ہے لیکن مشورہ طلب ضرور ہے۔

اول: کتاب کی تصحیح کے بعد علماء کو دکھائی جاتی۔

دوم: شرح کو متن کے معیار اور طلاب کی ضرورت پر ہونا چاہئے۔

سوم: نحو میر ابتدائی قاعدہ نحو یہ ہے بڑوں کو پڑھانا ہے تو بھی اسی تصحیح سے

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ابوالفتح محمد یوسف

۱۹ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ



## تقریظ

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا محمد حسن مدرسہ محمدیہ وجامعہ مدینہ جدیدہ لاہور

باسمه تعالیٰ ،نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم

اما بعد : اللہ رب العزت ذوالجلال نے اپنے دین مبین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ جیسے ارشاد ربانی ہے( اِنّا نَحنُ نَزّلنا الذِّکرَ واِنّا لهٗ لحافِظون )اور عالم اسباب میں اسکی حفاظت کا انتظام یوں فرمایا ہے کہ اپنے دین مبین کے تمام شعبوں کی حفاظت کیلئے ایک مبارک جماعت کو چن لیا ہے جو دین مبین کے تمام شعبوں کی حفاظت و خدمت کرتی رہے گی ۔ اسی مبارک جماعت کی خوش نصیب ہستیوں میں سے ایک عظیم نیک ہستی شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ہے جنہوں نے مدارس دینیہ میں مبتدی طلباء کرام کو پڑھائی جانے والی عند اللہ مقبول کتاب نحو میر کی ایک عمدہ شرح لکھی ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ وہ حضرت شیخ صاحب زید مجدھم کو قبول اور اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بناوے۔ آمین

عنہ ھم کی سعی کو قبول

محتاج دعا محمد حسن عفی عنہ

خادم مدرسہ محمدیہ وجامعہ مدینہ جدیدہ لاہور

# تقریظ

استاذ العلماء عالم ربانی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ العالیہ

استاذ حدیث جامعہ عثمانی گلشن نوید حب چوکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلّیاً اما بعد: حضرت مولانا سعید احمد زید علمہٗ کی کتاب جو کہ حضرت مولانا کی نہایت محنت و عرق ریزی کا نتیجہ ہے حضرت کی تدریسی سفر ۳۰ سال کے لگ بھگ ہوگی اور خصوصاً کئی سالوں سے باقاعدگی کے ساتھ صرف ونحو کا دورہ پڑھا رہے ہیں۔

حضرت مولانا کی علمی صلاحیت اور فن تدریس میں مہارت کو دیکھ کر دوست واحباب نے جن میں احقر بھی شامل ہے نحو میر کی شرح لکھنے کی درخواست کی۔

حضرت مولانا کو اللہ عز وجل جزائے جزیل عطا فرمائیں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس کام کیلئے قلم اٹھایا اور بڑی محنت وجد وجہد کے ساتھ یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچا دیا، اللہ رب العزت اس کتاب کو حضرت کیلئے ذخیرہ آخرت بنادے۔

احقر نے اس کتاب کو بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اسے معلمین ومتعلمین کیلئے یکساں مفید پایا۔

امید ہے کہ شائقین علم نحو اس کتاب کو بنظر تحسین دیکھیں گے اور اس سے ضرور استفادہ کریں گے کیونکہ مولانا نے سہل انداز سے علم نحو کے قواعد کی توضیح فرمائی ہے۔ جزاه الله خيراً كثيراً۔

اگرچہ بندہ اس قابل نہیں کہ کسی کتاب کی تقریظ لکھے مگر مولانا کی اخلاص واصرار کی بناء پر چند الفاظ لکھنے پڑے۔

دعاگو ئے ودعاجوئے

ابوعثمان عبدالکریم عفی عنہ

مدرس جامعہ عثمانیہ گلشن نوید حب



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

**الحمد للّٰه الذی جعل العربية مفتاح البيان وصيرها الة يحترز بها عن الخطاء فی اللسان وقوم بسببها المنطق الذی هو مميز الانسان وهيئها سلما يرتقی بها الیٰ زروة حقائق القرآن والصلوٰة علیٰ خير الانام محمد الفرقان وعلیٰ اٰله واصحابه رُءَساء اهل الايمان .**

امابعد!

کہتا ہے بندہ ناچیز سعید بن باز دیوانوی کہ علم نحو ایک ایسا علم ہے کہ بقول سیوطیؒ تمام علوم علم نحو کے محتاج ہیں اور اس فن میں علامہ میر سید شریف کی کتاب نحو میر جو کہ مختصر اور ایک جامع کتاب ہے اور نہایت مفید بھی ہے مگر چونکہ مختصر ہے لہٰذا یہ کتاب وضاحت کی محتاج ہے، بندہ نے یہ ارادہ کیا کہ اس پر ایک ایسی تقریر لکھی جائے کہ جس سے اس کی توضیح ہو اور متن نحو میر بھی حل ہو اور اسی طرح مصنفؒ کے غرض سے واقفیت بھی حاصل ہو اور ساتھ ساتھ ایسے عمدہ فوائد کا بھی اضافہ ہو کہ جن کی وجہ سے مقام واضح ہو تا کہ جہاں اساتذہ کیلئے کتاب کا پڑھانا آسان ہو تو وہاں طلباء کا سمجھنا بھی آسان ہو اور ساتھ میں میری یہ کوشش بھی رہی کہ ایسے ترکیبی فوائد کا اضافہ بھی ہونا چاہئے کہ جو آگے جا کر طلباء کے لئے شرح مأتہ عامل میں کارآمد ہوں۔

لہٰذا اللہ رب العزت کی توفیق طلب کرتے ہوئے اس کارِ خیر کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہٗ نے اپنے فضل وکرم سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور اس تقریر کا نام " لِوَاءُ الْهُدٰی فِی اللَّيْلِ الدُّجٰی" رکھا گیا۔

میں اللہ جل جلالہٗ سے التجاء کرتا ہوں کہ اس تقریر کو پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے راہ نمائی کا ذریعہ بنادے اور اس کو اپنے درِ رحمت میں مقبولیت کا درجہ دیدے اور بندہ کی یہ سعی اور کوشش دنیا و آخرت میں اس کی رضا کا سبب بنے (آمین)۔

بعد از کلمات ادعیہ کے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تقریر مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے (اول) جو بات جس کتاب سے نقل کی گئی حتی الامکان اس کی مأخذ کا حوالہ بھی دیا گیا (دوئم) اس تقریر میں مبتدی اور منتہی دونوں کی رعایت کی گئی کہ جو باتیں مبتدی کے پڑھانے کی ہیں اُن کو " طرز المبتدی " کا عنوان دیا گیا اور جو باتیں مبتدی کے ذہن سے بالاتر ہیں بلکہ اساتذہ یا منتہی طلباء کے لئے مفید ہیں تو ان کو " تشریح " کا عنوان دیا گیا (سوئم) مرورِ کتاب کے ساتھ ساتھ اساتذہ

کے لئے نحومیر کے اجراء کا طریقہ بھی بتلایا گیا کہ وہ اپنے شاگردوں سے کتاب کے مختلف مقامات پر کس ترتیب سے اجراء کریں؟ اب ہم مقصد سے شروع کریں گے۔ بفضل اللہ تعالیٰ وعونہٖ۔

## طرز المبتدی

جان لو کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

(اول تعریف) یعنی یہ کونسا علم ہے؟

(دوئم غرض) یعنی اس علم کے پڑھنے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

(سوئم موضوع) یعنی اس علم میں کس چیز سے بحث ہوتی ہے؟

(چہارم واضع) یعنی اس علم کا بنانے والا کون ہے؟

### (تشریح)

جان لو کہ ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے آٹھ چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے، جن کو رؤسِ ثمانیہ کہتے ہیں جو کہ منطق کی کتابوں میں مذکور ہیں اور مولانا محمد عبد العلیؒ نے اُن کا خلاصہ "التبصرة النظامیه فی الرؤس الثمانیه" میں ذکر کیا ہے لیکن ان آٹھ چیزوں میں سے چار کا جاننا نہایت ضروری ہے (اول تعریف) (دوئم غرض) (سوئم موضوع) (چہارم واضع) مگر واضع کا ذکر التبصرة النظامیه میں نہیں ہے، بہر کیف مذکورہ چار چیزوں کا جاننا شارع علم کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے۔

### (اوّل تعریف)

شارع علم کے لئے قبل از شروع فی العلم اس علم کی تعریف کا جاننا اس لئے ضروری ہے تا کہ طالب مجہول مطلق کا نہ ہو کیونکہ طلب کرنا مجہول مطلق کا محال ہے جیسا کہ رسالہ "شمسیہ" اور "قطبی" میں کہا گیا ہے۔

~~(تشریح)~~

اور مجہول مطلق وہ چیز ہے کہ نہ اس کی ذات معلوم ہو اور نہ صفات، ظاہر بات ہے کہ شارع فی العلم اپنے مطلوب علم کی، نہ کہ ذاتیات سے واقف ہے اور نہ ہی اس کی صفات سے تو وہ علم اس کے سامنے من کل الوجوہ مجہول ہے، لہٰذا طلب اس کا محال ہے، الغرض قبل از شروع فی العلم اس علم کی تعریف اور شناخت فی الجملہ ضروری ہے اور اس شناخت کا طریقہ کیا ہے؟



### (تشریح)

منطق کی کتابوں میں ہے کہ کسی شئی کی شناخت کے مندرجہ ذیل تین طریقے ہیں (اول) کسی شئی کا شناخت یا تو اس کے ذاتیات سے ہوتا ہے (دوئم) یا تو اس چیز کا شناخت ذاتیات مع العرضیات سے ہوتا ہے (سوئم) یا تو اس چیز کا شناخت فقط عرضیات سے ہوتا ہے جیسے کے علم میزان میں تفصیل سے مذکور ہیں تو شارع فی العلم قبل از شروع اگر اس علم کی تعریف جانتا ہے تو تعریف میں شناخت کے ذرائع موجود ہوتے ہیں جس کے باعث اس کا مطلوب من کل الوجوہ مجہول نہ ہوگا لہٰذا اس کا حصول آسان ہوگا۔

### (دوئم غرض)

علم کے شروع کرنے سے پہلے اس علم کی غرض کا جاننا اس لئے ضروری ہے تا کہ شارع فی العلم کا طلب عبث نہ ہو جیسے کے قطبی وغیرہ میں کہا گیا ہے، کیوں کہ شارع فی العلم اپنے مطلوب علم کے فائدے سے جب واقف نہیں ہے کہ اس علم کے پڑھنے پر کونسا فائدہ مرتب ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ایسے آدمی کا طلب عبث ہے۔

### (سوئم موضوع)

قطبی میں ہے کہ شارع فی العلم کے لئے اس علم کے موضوع کا جاننا قبل از شروع اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ تمایزِ علوم کا آپس میں موضوع کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اب اگر شارع فی العلم اپنا مطلوب علم کی موضوع کو جانتا ہے تو اس کا مطلوبِ علم بقیہ علوم سے ممتاز ہوتا ہے، ورنہ ممتاز نہیں ہوگا۔

### (چہارم واضع)

شارع فی العلم کیلئے قبل از شروع اس علم کی واضع کا جاننا اس لئے ضروری ہوتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ واضع کس رتبے کا آدمی ہے؟ اور کس زمانے کا ہے؟ اور کس مذہب سے اس کا تعلق ہے؟ جب یہ چیز معلوم ہوگا تو اس علم کے حصول میں مزید دل لگی ہوتی ہے۔

## طرز المبتدی

### (اول تعریف علم نحو کا)

**النحو علم باصول یعرف بها احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء وکیفیة**

الترکیب بعضها مع بعض۔

یعنی علم نحو ایک علم ہے جس میں چند اصول اور قوانین بیان کئے گئے ہیں جن کے ذریعے تین کلمات یعنی اسم ، فعل ، حرف کا آخری حالت معلوم ہوتا ہے باعتبار معرب و مبنی ہونے کے۔

نیز ان قوانین سے طریقہ ترکیب کا بھی معلوم ہوتا ہے یعنی طریقہ ملانے کا بعض کلمات کی بعض کے ساتھ ، جس کو عرف اور اصطلاح میں ترکیب کہتے ہیں ، یہ بھی معلوم ہوگا۔

## (تشریح)

(النحو) نحو کے دو معنی ہیں ، پہلا لغوی دوسرا اصطلاحی ۔ اصطلاحی معنی اوپر میں ذکر ہوا ہے پہلا جو کہ لغوی معنی ہے تتبع اور تلاش کے بعد ہمیں نو معانی کی اطلاع ملی ہے۔

جن میں سے جامع المقدمات میں شرح مائۃ عامل کے ایک نسخے کے حاشیہ میں مندرجہ ذیل چھ معانی ذکر ہیں۔

(اول قصد) جیسا کہ کہا جاتا ہے نحوت نحوا ای قصدت قصدا

(دوئم مثل) جیسے مررت برجل نحوک ای مررت برجل مثلک

(سوئم جہت) جیسے نحو البیت ای جہت البیت

(چہارم نوع) جیسے هذا الشئی علی انحاء ای نوع

(پنجم مقدار) جیسے نحو الف ای مقدار الف

(ششم موضع) جیسا کہ کہا جاتا ہے بنوا نحو فوه ای موضع فوه

(ساتواں معنی نحو کا) اعراض ہے جیسا کہ فقہ کے کتابوں میں بحث غسل میں فقہاء کا یہ قول ہے ثم ینتحی عن ذالک المکان ای یعرض عن ذالک المکان ۔ (آٹھواں معنی صیانۃ ہے) اس معنی کو صاحب ثمرہ نے ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن ملائکہ سے علماء نحو کی حفاظت کے بارے میں یوں کہا جائے گا!

تنحوهم کما نحوا کلامی عن الخطاء یعنی صونوهم من النار (نواں معنی نحو کا) قبیلہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے نحوک ای قبیلتک۔

نحو کے مذکورہ نو معانی میں سے سات کو ایک فارسی شاعر نے ایک شعر میں یوں ذکر کیا ہے اور وہ شعر لغزک شرح زرادی میں مذکور ہے۔



## (شعر)

ہفت معنی درمیان نحو ای جانم بجوئی

قصد و مقدار و قبیلہ صرف و نوع و شبہ سوئی

اور نحو کے مذکورہ معانی میں سے پانچ کو ایک عربی شاعر نے یوں ذکر کیا ہے اور یہ شعر کتاب حرکات میں مذکور ہے۔

## (شعر)

نحونا نحو دارک یا حبیبی

لقینا نحو الف من رقیبی

وجدناهم سباعا نحو کلب

تمنوا منک نحوا من شرابی

اس مذکورہ شعر میں جو کہ لفظ نحو پانچ مرتبہ ذکر ہے۔

اول قصد کے معنی میں ، دوئم جانب کے معنی میں ، سوئم مقدار کے معنی میں ، چہارم مثل کے معنی میں ، پنجم نوع کے معنی میں

تنبیہ : لفظ علم النحو جو کہ اس علم کا نام ہے اس میں نحو کا لفظ موجود ہے ، علامہ ابی القاسم زجاجیؒ نے علل النحو میں اور علامہ سیوطیؒ نے اقتراح میں کہا ہے کہ یہاں قصد کا معنی متعین ہے۔

## طرز المبتدی

### (دوئم غرض علم نحو کا)

صیانۃ اللسان عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب ۔ مطلب یہ ہے کہ علم نحو کے پڑھنے سے غرض یہ ہے تاکہ زبان الفاظ عربی میں باعتبار لفظ کی غلطی نہ کریں۔

## (تشریح)

(دوئم غرض) یعنی علم نحو کے پڑھنے سے فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی لفظ عربی اپنے عامل کے ساتھ مل جاتا ہے اب علم نحو کے قوانین سے مدد لیا جاتا ہے کیونکہ فقط اسی علم سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکیب کے بعد کونسا لفظ معرب ہے اور کونسا لفظ مبنی ہے ، اگر معرب ہے تو اس لفظ کے آخر میں رفع ، نصب ، جر ، جزم میں سے کونسا اعراب ہے ، اگر وہ لفظ مبنی ہے تو کس

حرکات اور کیفیت پر مبنی ہے، الحاصل یہ سب کچھ اسی علم نحو سے معلوم ہوتے ہیں، اگر کوئی اس علم کے اصول سے کام لیں تو ان شاء اللہ الفاظ عربی میں غلطی نہیں کرے گا۔

## (فائدہ)

عبدالحکیم نے قطبی اور میر قطبی کے حاشیہ میں کہا ہے کہ ہر وہ حکمۃ اور مصلحۃ جو کہ مرتب ہوتا ہے کسی فعل پر اب اس حکمۃ اور مصلحۃ کو اگر یوں اعتبار کیا جائے کہ فعل کے طرف اور انتہاء پر ہے تو اس حکمۃ کو غایہ کہتے ہیں اگر اس مصلحۃ کو یوں اعتبار کیا جائے کہ فعل پر مرتب ہوتا ہے تو اس کو فائدہ کہتے ہیں لہٰذا غایہ اور فائدہ کے بیچ میں فرق اعتباری ہے۔
غایہ اور فائدہ کے علاوہ تیسرا لفظ غرض ہے، غرض وہ ہوتا ہے کہ اس کے خاطر فاعل اقدام کرتا ہے اپنے فعل پر اور اس غرض کو علۃ غایہ کہتے ہیں۔
نیز فاضل عصام نے قطبی کے حاشیہ میں غرض اور غایہ پر تھوڑا سا بحث کیا ہے نیز کلیات ابی البقاء میں اسی موضوع پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے اگر مزید تحقیق و تفتیش کا شوق ہے تو ان کی طرف رجوع کیا جائے۔

**فائدہ** : کلیات ابی البقاء میں ہے کہ مراد اس غایہ سے جو کہ نحاۃ مِنْ کے معنٰی میں ذکر کرتے ہیں اس سے مسافۃ مراد ہے جیسا کہ کہتے ہیں سرت من البصرة الی الکوفة، اس مثال میں بصرہ اور کوفہ کے بیچ میں جو مسافۃ ہوتا ہے اس کو غایہ کہتے ہیں۔

## طرز المبتدی

### (سوئم موضوع علم نحو کا)

**الکلمة والکلام** ۔یعنی علم نحو میں کلمہ اور کلام کے احوال سے بحث ہوتا ہے یا یوں کہو کہ علمِ نحو میں مفرد اور مرکب کے احوال سے بحث ہوتا ہے جیسے کہ ان کا فعل، اسم، حرف ہونا ہے وغیرہ۔

## (تشریح)

(سوئم موضوع) رسالہ شمسیہ میں ہے کہ موضوع ہر علم کا وہ چیز ہوتا ہے کہ اس علم میں اس چیز کے عوارض ذاتی سے بحث ہو، حاصل یہ ہے کہ موضوع کا علامت یہ ہے کہ فن میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوتا ہے لہٰذا جس فن میں جس چیز کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوتا ہو وہی چیز اسی فن کا موضوع ہوگا۔



## (تشریح)

اور قطبی میں ہے کہ عوارض ذاتیہ مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں۔
(۱) وہ کہ شئی کو اپنی ذات کی وجہ سے عارض ہو جیسے ''تعجب'' کہ انسان کو اپنی ذات کی وجہ سے عارض ہوتا ہے۔
(۲) وہ عارض شئی کو اپنے جزء کی وجہ سے عارض ہو جیسے ''حرکت بالارادہ'' جو کہ انسان کو عارض ہوتا ہے حیوان کے سبب سے جو کہ جزء ہے انسان کا، کیوں کہ انسان کا پورا حقیقت حیوانِ ناطق ہے اور حیوان اس کا جزء ہے۔
(۳) یا تو وہ عارض معروض کو امر مساوی کی وجہ سے عارض ہو جیسے کے ''ضحک'' ہے کہ انسان کو عارض ہوتا ہے اس کے امر مساوی کی وجہ سے جو کہ تعجب ہے۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے قطبی کے حاشیہ میں کہا ہے کہ انسان میں کوئی ایسا فرد نہیں کہ متعجب نہ ہو حتٰی کہ بچے بھی اپنے گھوارے میں ہنستے ہیں۔ الحاصل انسان اور متعجب کے درمیان نسبت مساوات کا ہے، حاشیہ دسوقی علی القطبی میں انسان اور متعجب کے درمیان حمل من الجانبین کو یوں پیش کیا گیا ہے۔

كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَعَجِّبٌ وَكُلُّ مُتَعَجِّبٍ اِنْسَانٌ

اور حمل من الجانبین یہ مستلزم ہوتا ہے شیئین کے بیچ میں مساوات کو۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو جو ضحک عارض ہوتا ہے یہ اس کے امر مساوی کی وجہ سے ہے جو کہ تعجب ہے۔
اس تفصیل کے بعد جاننا چاہئے کہ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے تو علم نحو میں انہی دو کے عوارضِ ذاتیہ سے بحث ہوتا ہے جیسے کے ان کا معرب اور مبنی ہونا ہے وغیرہ۔

**فائدہ**: اوپر ذکر ہوا کہ موضوع علم نحو کا کلمہ اور کلام ہے اور یہ دو چیزیں ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک علم کے لئے دو موضوع ہوسکتے ہیں کہ نہیں؟ اس موضوع پر توضیح تلویح میں خوب تفصیل سے بحث ہوا ہے، مگر علم نحو کے تعدد موضوع پر جو سوال ہوتا ہے غایۃ التحقیق میں اس سوال کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ تعدد موضوع ایک فن کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ امور متعددہ جو کہ موضوع واقع ہیں، ایک فن کے لئے کسی امر میں شریک ہوں جیسا کہ کتاب، سنت اجماع، قیاس ہے، کہ یہ امور متعددہ موضوع ہیں علم اصول فقہ کے لئے، مگر اس بات میں شریک ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دلیل شرعی ہے اور مثبت ہے حکم شرعی کے لئے تو یہاں علم نحو میں بھی اگرچہ امور متعددہ موضوع واقع ہیں مگر یہ امور ایک چیز میں شریک ہیں کہ وہ لفظ موضوع ہے کیونکہ کلمہ اور کلام ہر ایک لفظ موضوع ہے جو کہ دلالت کرتا ہے معنٰی پر۔

# طرز المبتدی

## (چہارم واضع علم نحو کا)

علم نحو کا بانی اول خلفاء راشدین میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، کہتے ہیں کہ اس فن کی ایجاد کی طرف توجہ کا باعث یہ ہوا کہ ایک آدمی نے مندرجہ ذیل آیت کو غلط پڑھا یعنی اَنَّ اللّٰہِ بَرِیئٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ ، یہاں آیت کریمہ میں رسولہ کا لام مرفوع ہے مگر اس آدمی نے بجائے رفع کے جر پڑھا جو کہ غلط ہے اس وقت اس کا عطف مشرکین پر ہوتا ہے بوجہ عطف کے، آیت کا معنٰی بھی بلکل غلط ہوتا ہے ۔ معنٰی یہ ہوتا ہے کہ بے شک اللہ پاک مشرکین سے بیزار ہے اور اپنے رسول سے بھی بیزار ہے نعوذ باللہ من ذالک ۔ اور لام کو جب رفع دیا جائے تو یہ صحیح ہے معنٰی یہ ہے کہ بے شک اللہ پاک اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو اس کو فکر لاحق ہوا کہ چند ایسے اصول وقواعد ایجاد ہونی چاہئے کہ ان سے قرآن اور لسانِ عرب کا دفاع ہو کہ ان کو اگر کوئی اپنے عمل میں لائے ۔ اور ان کا رعایت کریں اگر چہ عجمی بھی ہو تو غلطی نہیں کرے گا لسانِ عربی میں ۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود الدؤلی ظالم بن عمرو بن جندل بن سفیان کو (جو کہ جلیل القدر تابعی ہے اور حضرت علیؓ کے شاگرد ہے) مندرجہ ذیل چیزوں کا تعلیم دے دیا۔

(۱) یہ کہ کلمہ تین قسم پر ہے یعنی (اسم ، فعل ، حرف ) نیز ہر ایک کا تعریف بھی بتا دیا۔ نیز (مرفوعات ، منصوبات ، مجرورات ) کا بھی اجمالاً ذکر کیا اور ابوالاسود الدؤلی سے کہا اُنْحُ ھٰذَا النَّحو یا ابا الاسود ۔ یعنی اس مذکورہ مقصد کا قصد کرو اور اس کو ترتیب دے دو چونکہ بوقت ایجادِ قواعد نحو یہ کے حضرت علیؓ نے نحو کا لفظ استعمال کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے تبرکاً بلفظ الواضع علم نحو کو نحو سے موسوم کیا اور اس علم کا نام رکھا گیا۔

## (تشریح)

### (چہارم واضع علم نحو کا)

علم نحو کے واضع میں مندرجہ ذیل تین اقوال ہیں۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ جیسا کہ تبصرۃ الطلاب میں علامہ محمد عبدالعلی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بھی حکایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے سورۃ توبہ کی اس آیت کو غلط پڑھا۔ اَنَّ اللّٰہِ بَرِیئٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ.



## (تشریح)

یہاں اس آدمی نے رسولہ کے لام کو جو کہ مرفوع ہے بجائے رفع کے مجرور پڑھا اس غلطی کی اطلاع حضرت عمر فاروق ؓ کو دی گئی، اس کے بعد اس نے تعلیم عربی کا (جو کہ علم نحو ہے) حکم دے دیا۔

(۲) واضع علم نحو کا اسود الدؤلی ہے جیسے کہ خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے۔

(۳) واضع علم نحو کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جیسے کے سیوطی نے اقتراح کے اندر کہا ہے بحوالہ امام فخر الدین رازیؒ کے کہ حضرت علیؓ نے اپنے شاگرد اسود الدؤلی کے لئے باب اِنَّ ۔ باب اضافۃ ۔ باب اِمَالہ کو لکھ لیا۔

اس کے بعد اسود الدؤلی نے مندرجہ ذیل چیزوں کا اضافہ کیا۔

باب عطف. باب تعجب. باب نعت. باب استفهام.

فائدہ: سورۃ توبہ کے مذکورہ آیت شریف یعنی اَنَّ اللّٰہِ بَرِیئٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ. اس آیت میں ورسولہ کے اعراب کے متعلق زمخشری نے کشاف کے اندر کہا ہے کہ رسولہ مرفوع ہے اس کا عطف بَرِیئٌ میں ضمیر مستتر پر ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ منصوب ہے عطف ہے اسم اَنَّ پر اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رَسُوْلُہٗ کے لام کو اگر مجرور پڑھ لیا جائے، جر جوار کے بنا پر جائز ہے۔

## (فائدہ)

خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ اسود الدؤلی کے بعد مندرجہ ذیل نحاۃ نے اس علم شریف میں حصہ لیا اور یکے بعد از دیگرے آئے، اس علم کو ترقی دیتے رہے اور ان کا تفصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اسود الدؤلی کے بعد یہ حضرات آئے. عنبسة الفيل . ميمون اقرن .يحيٰ بن يعمر العدوانی . عطا.ابو حارث .

(۲) ان حضرات کے بعد مندرجہ ذیل حضرات تشریف لے آئے۔

عبد اللہ بن اسحاق الحضرمی .عیسیٰ بن عمرو الثقفی.ابو عمرو بن العلاء.

(۳) ان حضرات کے بعد مندرجہ ذیل حضرات تشریف لے آئے۔

خلیل جو کہ استاد ہے سیبویہ کا۔

(۴) خلیل کے بعد یہ مندرجہ ذیل حضرات آئے۔ سیبویہ، کسائی۔ ان حضرات کے زمانہ میں چونکہ علم نحو ایک معرکۃ الاراء علم بن گیا۔ لہٰذا لوگ دو گروہ پر منقسم ہوگئے یعنی بصرئین اور کوفیین ۔ اور اسی علم کے خدمت کے لئے کوفہ اور بصرہ میں

(تشریح)

دو مدرسے بھی قائم کئے گئے۔ مثال مشہور یعنی سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوْفَةِ ۔ اس مثال میں ان دو مدرسوں کے طرف اشارہ ہے۔ بصریین کا امام خلیل اور سیبویہ ہیں، کوفیین کا امام کسائی ہے اور ان حضرات کے درمیان مناظرے بھی ہوتے تھے جیسے کہ مسئلہ زنبوریہ میں سیبویہ اور کسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کو ابن الانباری نے "الانصاف فی مسائل الاختلاف" کے اندر خوب تفصیل سے نقل کیا ہے۔

(۵) ان حضرات کے بعد مندرجہ ذیل حضرات آئے۔

ابو الحسن اخفش، فراء۔

(۶) ان حضرات کے بعد یہ حضرات آئے۔ صالح بن اسحاق الجرمی، ابوبکر بن عثمان المازنی۔

(۷) ان حضرات کے بعد یہ مندرجہ ذیل حضرات آئے۔

محمد بن یزید مبرد، ابو اسحاق زجاج، ابوبکر بن سراج، ابن درستویہ۔

(۸) ان حضرات کے بعد مندرجہ ذیل حضرات آئے۔

ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحاق زجاجی جو کہ شاگرد ہے زجاج نحوی کا، ابو علی ابو الحسن بن عبد الغفار الفارسی، ابو سعید الحسن بن عبد اللہ السیرافی، علی بن عیسیٰ رومانی، ابو الفتح ابن جنی، شیخ عبد القاہر جرجانی، جار اللہ زمخشری، ابن حاجب، ابن مالک، ابن ہشام وغیرہ۔

ان کے بعد علماء کرام نے اس علم کی خدمت میں خوب حصہ لیا اور اس علم کے خدام میں سے میر سید شریف جرجانی بھی ہے جو کہ نحو میر کا مصنف ہے۔

## علم نحو کی فضیلت

احمد بن علی بن مسعود نے مراح الارواح کے اندر علم نحو اور علم صرف کی فضیلت کے متعلق فرمایا ہے "الصرف ام العلوم والنحو ابوھا ویطغی فی الروایات عاروھا"

دیکھئے مذکورہ بالا عبارت میں علم صرف کو تمام علوم کا ماں کہا گیا ہے اور علم نحو کو تمام علوم کا باپ کہا گیا ہے، شروح مراح میں شمس الدین احمد اور ابن کمال باشاہ نے کہا ہے کہ علم صرف کو ماں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، ولادت اور تولد میں، یعنی جیسا کہ ماں سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسی طرح علم صرف سے کلمات پیدا ہوتے ہیں جو کہ تمام علوم کے دوال اور قوالب ہیں،



(تشریح)

تو اس تشبیہ میں اشارہ ہے اس طرف کہ تمام علوم نہایت محتاج ہیں علم صرف کے لئے، کیونکہ کوئی اولاد اپنے ماں سے مستغنی نہیں ہوسکتا، اور علم نحو کو باپ سے تشبیہ دیا گیا ہے اصلاح میں جیسا کہ باپ اپنی اولاد کی اصلاح کرتا ہے تو علم نحو بھی کلمات اور الفاظ کی اصلاح کرتا ہے اور یہ الفاظ اور کلمات تمام علوم کے ظرف اور برتن ہیں، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ تمام علوم علم صرف اور علم نحو کے محتاج ہیں۔

نیز کلام اللہ اور دقائق تفسیر اور احادیث نبوی ﷺ بغیر علم نحو کے سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ کوئی آدمی مفسر اور محدث نہیں بن سکتا جب تک اس کو علم صرف اور علم نحو سے واقفیت نہ ہو۔

النحو الوافی میں ہے کہ اجتہاد کا رتبہ موقوف ہے علم نحو پر تو معلوم ہوا کہ کوئی مجتہد بغیر علم نحو کے مجتہد نہیں بن سکتا ہے۔

## الحاصل

علم نحو نہایت ضروری علم ہے، بڑے فقہاء کا بھی اندازِ طرز یہی رہا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ نحوی انداز سے ذکر ہوتا تو عدم فہم کے وقت انہوں نے علماء نحو کے طرف رجوع کیا ہے جیسا کہ ابن ھشام نے مغنی اللبیب کے اندر امام ابو یوسف کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے مندرجہ ذیل اقوال کا حل طلب کیا اور وہ یہ شعر ہے

فَإِنْ تَرْفُقِي يَا هِنْدُ فَالرِّفْقُ أَيْمَنُ ۔۔۔ وَإِنْ تَخْرُقِي يَاهِنْدُ فَالْخُرْقُ أَشْأَمُ

فَأَنْتِ طَلَاقٌ وَالطَّلَاقُ عَزِيْمَةٌ ۔۔۔ ثَلَاثٌ وَمَنْ يَّخْرُقْ أَعَقُّ وَأَظْلَمُ

اس سوال میں ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف سے یہ دریافت کیا تھا کہ لفظ ثلاث کو اگر رفع دیا جائے تو کیا لازم آتا ہے؟ اور اگر اس کو نصب دیا جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

تو امام ابو یوسف نے کہا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کہ نحوی اور فقہی طرز پر شامل ہے، اگر اپنے رائے سے کچھ کہوں تو ممکن ہے کہ جواب میں غلطی ہو۔ امام ابو یوسف نے اس سوال کو کسائی (نحوی) سے دریافت کیا، کسائی نے جواب دیا کہ لفظ ثلاث کو اگر رفع دیا جائے تو ایک طلاق واقع ہوتا ہے کیونکہ اس قائل نے گویا کہ کہا أَنْتِ طَلَاقٌ اس کے بعد قائل نے خبر دیا کہ طلاق تام جو ہے وہ تین ہیں، اور اگر لفظ ثلاث کو نصب دیا جائے تو تین طلاق واقع ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت میں معنی کلام کا یہ ہے کہ أَنْتِ طَلَاقٌ ثَلَاثًا اور درمیان میں جو جملہ واقع ہے وہ جملہ معترضہ ہے۔

## (تشریح)

اس کے بعد قاضی یوسف نے اس جواب کو ہارون رشید کو بھیج دیا اور ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ کو خوب انعام دیا، امام ابو یوسف نے کہا چونکہ اصل جواب دینے والا کسائی تھا،، میں نے اس انعام کو کسائی کو دے دیا۔ دیکھو امام ابو یوسف کون ہے؟ سب اس کے قدر سے واقف ہیں، چونکہ مذکورہ سوال نحوی انداز میں تھا، یہ سوال سمجھ میں نہیں آیا۔ تو معلوم ہوا کہ علم نحو نہایت ضروری ہے؟

## علم نحو کا شرعی حکم

سیوطیؒ نے اقتراح کے اندر بحوالہ امام فخر الدین رازی کے کہا ہے کہ علم نحو کا پڑھنا فرض کفایہ ہے کیونکہ بالاجماع معرفت احکام شرعیہ کا واجب ہے اور معرفت احکام کا بغیر معرفت ادلہ کے محال ہے اور ادلہ جو ہیں وہ راجع ہیں کتاب اللہ اور احادیث نبویؐ کی طرف۔ کتاب اللہ اور احادیث یہ عربی زبان میں ہیں اور عربی زبان موقوف ہے قواعد نحویہ پر، الحاصل احکام جو کہ معرفت ان کا فرض۔ ہے یہ موقوف ہیں ادلہ پر تو احکام موقوف ہیں، ادلہ موقوف علیہ ہیں، پھر ادلہ موقوف ہیں قواعد نحویہ پر تو ادلہ موقوف ہو گئے، قواعد نحویہ موقوف علیہ ہو گئے اور قاعدہ ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے لہٰذا علم نحو کا پڑھنا بھی واجب اور فرض ہے۔

## طرز المبتدی

### (مصنف نحو میر کے مختصر حالات)

نحو میر کے مصنف کا نام علی ہے، لقب اس کا میر سید شریف اور سید السند ہے والد کا نام محمد ہے، دادا کا نام بھی علی ہے، جرجان کا رہنے والا ہے، مذہب کے اعتبار سے حنفی ہے، نسب کے اعتبار سے سید ہے اور علامہ سعد الدین تفتازانی کا ہم عصر ہے، ۷۴۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے، ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ ہجری میں بروز چہار شنبہ انتقال فرمایا، آپ کا قبر شیراز میں واقع ہے، شیزار ایران کا ایک شہر کا نام ہے، آپ کو حق تعالیٰ نے تمام علوم میں مہارت عطا فرمائی تھی اور بہت سے کتابوں کی مصنف ہے، اس کے بعض کتابوں کے اول میں یا تو آخر میں لفظ "میــــر" ہوتا ہے جیسا کہ صرف میر، نحو میر، میر ایسا غوجی، میر قطبی، میر علی المطول۔

اور علامہ میر سید شریف سے مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں



## طرز المبتدی

(۱) ترجمہ قرآن پاک کا فارسی زبان میں (۲) حاشیہ مشکوٰۃ شریف (۳) حاشیہ ھدایہ (۴) شرح سراجی جو کہ شریفیہ کے نام سے مشہور ہے (۵) شرح کافیہ، یہ بھی شریفیہ کے نام سے مشہور ہے (۶) حاشیہ مطول جو کہ میر علی المطول کے نام سے مشہور ہے (۷) حاشیہ رضی علی الکافیہ (۸) حاشیہ متوسط اور متوسط کافیہ کا شرح ہے جو کہ سید رکن الدین استر آبادی کا ہے (۹) میر ایسا غوجی (۱۰) میر قطبی (۱۱) صغری (۱۲) کبریٰ فی المنطق، فارسی زبان میں ہے، بہت اچھی کتاب ہے (۱۳) صرف میر (۱۴) حاشیہ شرح مطالع (۱۵) شرح مواقف (۱۶) نحو میر، جو کہ بہت اچھی کتاب ہے، مصنف نے مقدمے کے اندر اس کی تعریف کی ہے اور تعریف بلکل حقیقت پر مبنی ہے۔

## (خطبہ نحو میر)

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

جان لو کہ الحمد سے لے کر اما بعد تک یہ خطبہ ہے نحو میر کا، اما بعد سے لے کر فصل تک یہ مقدمہ ہے نحو میر کا، مگر خطبے کے ترجمہ سے پہلے الحمد میں جو الف لام ہے کہ یہ کونسا الف لام ہے، لہٰذا یہاں پر ہم الف لام کے اقسام ذکر کریں گے تاکہ مبتدی الف لام کے اقسام کو یہاں سے یاد کریں۔

**فائدہ**: الف لام اسم کا علامت ہے شذوذا کبھی فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے اَلْيَتَقَصَّعُ کہ یہ باب تفعل کا فعل مضارع کا صیغہ ہے ایک شعر میں اس پر الف لام کو داخل کیا گیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

**فائدہ**: الف لام کے مشہور اقسام نو ہیں، شروع میں دو قسم پر ہیں۔ اول اسمی، دوئم حرفی۔ اول اسمی وہ ہے کہ سہ اقسام میں اسم ہے جو کہ الذی یا کہ التی کے معنی میں ہوتا ہے اور مدخول اس کا مؤول بالفعل ہوتا ہے اور اس کے لئے مندرج ذیل تین شرطیں ہیں۔

**شرط اول** یہ ہے کہ مدخول اس کا اسم فاعل یا کہ اسم مفعول کا صیغہ ہو، احتراز ہوا صفت مشبہ اور اسم تفضیل سے جیسا کہ الجمیل، الاکبر۔ **شرط دوئم** یہ ہے کہ وہ اسم فاعل اور اسم مفعول تجدد اور حدوث کے معنی پر دلالت کریں، مطلب حدوث کا یہ ہے کہ وہ معنی طاری اور عارض ہو، واپس ختم ہو، احتراز ہوا **المرفوعات، المنصوبات، المجرورات**

## طرز المبتدی

سے کہ یہ اگرچہ اسم مفعول کے صیغیں ہیں مگر چونکہ دوام پر دلالت کرتے ہیں الف لام ان کا اسمی بمعنیٰ الـــذی نہیں ہے کیونکہ مرفوعات، منصوبات، مجزورات سے وہ اسماء مراد ہیں جو کہ ہمیشہ کے لئے مرفوع، منصوب، مجرور ہوتے ہیں۔

شــرط سوئم یہ ہے کہ اس الف لام سے جو کہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہے، جنس یا کہ عہد کا معنٰی مراد نہ ہو اگر مراد ہے تو وہ الف لام جنسی یا کہ عہدی ہوگا جیسے اُنْصُرِ الْمَظْلُوْمَ کہ یہاں اگر جنس کا معنٰی مراد ہو تو الف لام اس کا جنسی ہوگا اگر عہد کا معنٰی مراد ہو تو عہدی ہوگا، ان شرائط کے بعد الف لام اسمی کا موافقی مثال الـضـارب، الـمضروب ہے جو کہ الذی ضَرَبَ اور الذی ضُرِبَ کے معنٰی میں ہے۔

فـــائـــدہ : صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں چونکہ دوام کا معنٰی ہوتا ہے لہٰذا ان کا الف لام اسمی نہیں ہوگا بلکہ حرف تعریف کا ہوتا ہے۔

(دوئم الف لام حرفی)

الف لام حرفی وہ ہے کہ سہ اقسام میں حرف ہو۔ پھر یہ دو قسم پر ہے اول "اصـلـی" ، دوئم "زائد"، اصلی وہ ہے کہ تعریف کا فائدہ دیدیں، اس کے پانچ اقسام ہیں جو بعد میں ذکر ہوں گے۔

حرفی زائدہ وہ ہے کہ تعریف کا فائدہ نہ دے، عام ازیں سقوط اور حذف اس کا جائز ہو یا نہ ہو اور تعریف کے علاوہ دوسرے معنٰی کے لئے مفید ہو یا کہ نہ ہو اور الف لام حرفی زائد تین قسم پر ہے، الف لام حرفی زائد کیلئے جو کہ چہار قسمیں ذکر کرتے ہیں اور ان میں ایک قسم کو "النـاس" کا الف لام شمار کرتے ہیں وہ تقسیم صحیح نہیں ہے کیونکہ الـنـاس کا الف لام اصلی کے اقسام میں سے ہے جو کہ تعریف کا فائدہ دیتا ہے بعد میں ہم اس پر کلام کریں گے۔

لہٰذا الف لام حرفی زائد تین قسم پر ہے، شروع میں دو قسم پر ہے، اول "لازمی" دوئم "غیر لازمی" ۔ اول لازمی یہ وہ ہے کہ سقوط اور حذف اس کا ناجائز ہے بلکہ کلمے کے ساتھ لازم ہوتا ہے، دوئم غیر لازمی یہ وہ ہے کہ کلمے کے ساتھ لازم نہیں ہوتا ہے لہٰذا حذف اس کا جائز ہے۔ پھر لازمی دو قسم پر ہے اول "عـوضـی"، دوئم "غـیـر عـوضـی" ۔ عوضی وہ ہے کہ کسی چیز کے عوض میں آیا ہو اور کلمے کے ساتھ لازم بھی ہو جیسے اللّٰہ کہ اصل میں اِلٰہٌ ہے ہمزہ کو حذف کیا گیا بعدہٗ اس کے عوض میں شروع میں الف لام لایا گیا اور لام کو لام میں ادغام کیا گیا اَللّٰہُ ہوا، اب یہ الف لام زائد ہے کیونکہ تعریف علم سے حاصل ہے، اور عوضی ہے کیونکہ ہمزہ کے عوض میں آیا ہے اور لازمی ہے کیونکہ بغیر ضرورت شعری کے بیچ کلام میں لسانِ



## طرز المبتدی

عرب کے اندر لَاہٗ بغیر الف لام کے مستعمل نہیں ہے۔

(دوئم لازمی غیر عوضی)

یہ وہ ہے کہ کسی چیز کے عوض میں تو آیا نہیں ہے مگر کلمے کے ساتھ لازم ہوتا ہے اور حذف اس کا ناجائز ہے مثال اس کا وہ الف لام ہے جو کہ اعلام پر وضع کے وقت سے داخل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اعلام کا الف لام ہے یعنی (اَللّاتُ، العُزّٰی، اَلنَّجْمُ، اَلصَّعْقُ، اَلسَمَوْاَلِ اَلْیَسَعِ )

اب ان مذکورہ اعلام کا الف لام زائد ہے کیونکہ تعریف علم سے حاصل ہے اور غیر عوضی ہے کیونکہ یہ الف لام کسی چیز کے عوض میں نہیں ہے مگر یہ الف لام لازمی ہے کیونکہ جب سے مذکورہ الفاظ کا وضع علم کے لئے ہوا ہے اسی وقت سے لسانِ عرب میں یہ الفاظ بغیر الف لام کے مستعمل نہیں ہیں۔

(سوئم حرفی زائد غیر لازمی)

یہ وہ الف لام ہے کہ کسی چیز کے عوض میں نہیں آیا ہے مگر کلمے کے ساتھ لازم بھی نہیں ہے مثال اس کا وہ الف لام ہے جو کہ اعلام پر بعد از وضع داخل ہوتا ہے۔ جیسے اَلْحَسَنُ، اَلْحُسَیْنُ ، اَلْحَارِثُ ، اَلْفَضْلُ .

تو ان مذکورہ اعلام کا الف لازم زائد ہے کیونکہ تعریف علم سے حاصل ہے نیز غیر عوضی اور غیر لازمی ہے کیونکہ کسی چیز کے عوض میں نہیں ہے اور کلمے کے ساتھ لازمی بھی نہیں ہے لہٰذا وجود اور عدم اس کا برابر ہے اور حذف اس کا جائز ہے کیونکہ عرب ان مذکورہ اعلام کو جیسے کے الف لام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو بغیر الف لام کے بھی ان کو استعمال کرتے ہیں جیسے حسن ، حسین ، حارث ، فضل.

فائدہ : الف لام حرفی زائد اکثر اعلام پر داخل ہوتا ہے۔

(الف لام حرفی اصلی)

الف لام اصلی وہ ہے کہ تعریف کا فائدہ دیدیں یعنی کلمہ کو معرفہ بنادے، اس کی تفصیل معرفہ اور نکرہ کے بحث میں آنے والا ہے ان شـاء الـلّٰـہ اور یہاں ہم اس کے اقسام کو اور ہر ایک کی تعریف ذکر کریں گے لہٰذا الف لام اصلی پانچ قسم پر ہے،

جنسی ، استغراقی ، عھد خارجی ، عھد ذھنی ، عھد حضوری .

## طرز المبتدی

### (اول الف لام جنسی)

الف لام جنسی وہ ہے کہ اس کے مدخول سے نفس ماہیت اور حقیقت مراد ہو یعنی یہ الف لام اپنے مدخول کا جو کہ جنس ہوتا ہے اس کے حقیقت کو بیان کرتا ہے قطع نظر افراد سے یعنی اس جنس کی نفس ماہیت اور حقیقت کو بیان کرتا ہے اس جنس کی افراد مراد نہیں ہوتے ہیں جیسے کہ اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِنَ الْمَرْأَةِ ۔یعنی نفس ماہیت اور حقیقت مرد کا عورت کی حقیقت سے بہتر ہے یعنی ایک حقیقت مرد کا ہوتا ہے، ایک عورت کا، مرد کا جو حقیقت ہے وہ عورت کی حقیقت سے بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام مرد آئے ہیں ان میں کوئی عورت نبی نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ الف لام جنسی میں بیان حقیقت کا ہوتا ہے، افراد کے بیان کے لئے نہیں ہوتا ہے لہٰذا ہر فردِ رجال کا یہ بہتر نہیں ہوسکتا ہے، ہر فرد نسآء سے کیونکہ بہت سے ایسی عورتیں ہیں کہ ہر مرد ان سے بہتر نہیں ہوسکتا ہے۔

**فائدہ** : الف لام جنسی کو لام حقیقت، لام ماہیت، لام طبیعت بھی کہتے ہیں۔

### (دوئم الف لام استغراقی)

الف لام استغراقی وہ ہے کہ اس کے مدخول سے مراد تمام افراد ہوں یعنی الف لام استغراقی بیان شمول افراد کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ (وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً) اَیْ کُلُّ فَرْدٍ مِنْهُ .

**فائدہ** : الف لام استغراقی کی علامت یہ ہے کہ اس کے جگہ میں لفظ کُل واقع ہوسکے جیسا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ میں اگر آپ کل انسان کہے تو صحیح ہے۔

### (سوئم الف لام عہد خارجی)

الف لام عہد خارجی وہ ہے کہ اس کے مدخلول سے خارج میں ایک فرد معین مراد ہو، یا یوں کہو کہ الف لام عہد خارجی وہ ہے کہ اس کا مدخول کلام میں دو مرتبہ ذکر ہوتا ہے پہلی بار نکرہ ذکر ہوتا ہے، دوسری مرتبہ جب واپس اس کا اعادہ ہوتا ہے تو معرفہ یہ الف لام عہد خارجی ہوتا ہے جیسا کہ اس قول باری تعالی میں، کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ، اس قول باری تعالیٰ میں الرسول کا الف لام عہد خارجی کا ہے مراد اس سے خارج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے، نیز اس کا مدخول دو مرتبہ کلام میں مذکور ہے، پہلی بار نکرہ دوسری بار معرفہ مذکور ہے جو کہ الرسول ہے۔



## طرز المبتدی

### (چہارم الف لام عہد ذھنی)

الف لام عہد ذھنی وہ ہے کہ اس کے مدخول سے مراد ذہن میں ایک فرد معین ہو جیسے حَضَرَ الرَّجُلُ، یہ اس وقت بولا جاتا ہے کہ متکلم اور مخاطب کے درمیان ایک شخص کے متعلق بات چل رہی ہو اور اس معہود شخص کے آنے کے بعد متکلم کہے حَضَرَ الرَّجُلُ یعنی وہ معہود آدمی جس کی متعلق بات ہو رہی تھی وہ حاضر ہوا۔

### (پنجم الف لام عہد حضوری)

الف لام حضوری وہ ہوتا ہے کہ اس کے مدخول سے مراد ایک حاضر چیز ہو جیسے جِئْتُ الْیَوْمَ اَیِ الْیَوْمَ الْحَاضِرَ، یہاں الیوم میں الف لام عہد حضوری کا ہے جو کہ مراد اس سے آج کا حاضر دن مراد ہے۔

### (تشریح)

### (الف لام اسمی)

جامع الدروس میں الف لام اسمی کو الف لام زائد غیر عوضی لازمی میں داخل کیا ہے کیونکہ ان کے تقسیم میں الف لام زائدہ وہ ہے کہ تعریف کا فائدہ نہ دے عام از ین اسمی ہو یا کہ حرفی ہو اور الف لام اسمی میں بھی تعریف موصول کا صلہ سے حاصل ہے نہ کہ اَلْ سے اور اسی قول کو اَصح قرار دیا گیا ہے۔

**فائدہ** : صفت مشبہ اور اسم تفضیل کا جو الف لام ہے صحیح قول یہ ہے کہ وہ حرفی ہے کیونکہ صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں دوام کا معنیٰ ہوتا ہے مثال صفت مشبہ کا جیسے اَلْجَمِیْلُ، مثال اسم تفضیل کا اَلْاَکْبَرُ، نیز معلوم ہونا چاہئے کہ علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ نے صفت مشبہ کی عمل کے بحث میں کہا ہے کہ صفت مشبہ کا الف لام اتفاقاً حرفی ہے نیز علامہ تفتازانیؒ نے مطول کے اندر بحث احوال مسند الیہ کے اندر جو کلام کیا ہے اس سے بھی اتفاق کا قول معلوم ہوتا ہے۔مگر سیبویہ ثانی ابن ھشامؒ نے مغنی اللبیب کے اندر اس اختلاف کے طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ بعضے صفت مشبہ کے الف لام کو اسمی کہتے ہیں مگر بعد میں کہا ہے یہ قول لیس بشئی ہے شاید تفتازانی صاحبؒ اور علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ اس قول کو بوجہ ضعف کے کالعدم قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔

### (الف لام حرفی زائد)

اوپر طرز مبتدی میں کہا گیا تھا کہ الف لام حرفی زائد کو چہار قسم پر منقسم کرنا اور اس میں الناس کا الف لام کو حرفی زائد شمار کرنا صحیح

## (تشریح)

نہیں ہے وہ اس لئے کہ مندرجہ ذیل علماء نے الناس کے الف لام کو تعریفی شمار کئے ہیں۔

(اول) سیوطیؒ نے " همع الهوامع فی شرح جمع الجوامع " میں مندرجہ ذیل قول کے اندر الناس کے الف لام کو استغراقی کہا ہے یعنی اَهْلَکَ النـاس الدرهم البیض والدینار الحمر ، تو اس قول میں علامہؒ نے الناس کے الف لام کو تعریفی کہا ہے کیونکہ اس نے کتاب مذکور کے اندر کہا ہے کہ الف لام استغراقی کی علامت یہ ہے کہ جس کلمے میں یہ الف لام موجود ہو اس کے طرف اسم کا ایسا کلمہ جو کہ بروزن افعل ہو، مضاف ہو سکے جیسے کہ مثال مذکور میں نمایان ہے اور الف لام استغراقی حرفی زائد نہیں ہوتا ہے بلکہ حرف اصلی ہے جو کہ مفید ہوتا ہے تعریف کے لئے۔

(دوئم) کافیہ میں خبر کان کے بحث میں (اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ) اس قول میں الناس کا جو لفظ ہے محرم آفندی میں کہا گیا ہے کہ اس قول میں الناس کا الف لام جنس کا ہے یا کہ استغراق کا ہے، ملاحظہ ہو اس کی عبارت، النّاس مبتدا، اللام فیه للجنس او الاستغراق )(سوئم) حاشیہ عبدالرحمٰن علی الجامی بحث منادیٰ میں کہا ہے کہ الناس الف لام کے ساتھ علم نہیں ہوتا ہے۔

تو علامہ عبدالرحمٰن کے اس قول سے جو کہ اس نے کہا ہے کہ الناس الف لام کے ساتھ علم نہیں ہوتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ الناس کا الف لام حرفی زائد نہیں ہے کیونکہ الف لام حرفی زائد اعلام پر داخل ہوتا ہے جیسا اللّٰـه ، النجم ،الحسن ،مگر یاد رہے کہ الف لام حرفی زائد اعلام کے علاوہ چند مخصوص مقامات میں داخل ہوتا ہے وہ تقریبا مندرجہ ذیل مقامات ہیں۔

(اول) جامع الدروس وغیرہ میں ہے کہ تمیز پر ضرورۃ شعری کی وجہ سے ایک شعر میں داخل ہے جیسے وَطِبْتُ النَّفْسَ ، یہاں النفس یہ تمیز ہے اصل میں طِبْتُ نَفْساً ہے تو یہ الف لام زائد ہے کیونکہ تمیز نکرہ ہوتا ہے لہٰذا اس پر جو الف لام داخل ہے، یہ زائد ہے۔

(دوئم) تصریح کے اندر خالد ازہری نے کہا ہے کہ نثر کے اندر مندرجہ ذیل مثال میں بھی الف لام حرفی زائد ہے یعنی اُدْخُلُوْا الاَوَّلَ فَالاَوَّلَ ۔اس مثال میں اُدْخُلُوْا میں ضمیر مرفوع متصل جو کہ واو ہے یہ ذو الحال ہے پہلا اول حال واقع ہے اور دوسرا اول عطف ہے، پہلے اول پر اور حال جو ہے نکرہ ہوتا ہے لہٰذا یہاں الف لام زائد ہے دونوں اول میں، الحاصل الف لام حرفی زائد اعلام کے علاوہ محدود جگہوں میں داخل ہوتا ہے جو کہ الناس ان میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی سوال کریں کہ الناس کا الف لام عوضی ہے جیسا کہ اللّٰـــه کا الف لام عوضی ہے تو بوجہ عوضی ہونے کے تعریف کے لئے



## (تشریح)

نہ ہوگا جیسے کہ اَللّٰه کا الف لام مفید تعریف نہیں ہے جیسا کہ متوسط سے مفہوم ہو رہا ہے، بحث منادی میں جہاں یـا اللّٰه پر کلام کیا گیا ہے وہاں صاحب متوسط کے تقریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ عوضی ہونا مانع تعریف ہے، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ فقط عوضی ہونا مانع تعریف نہیں ہے بلکہ عوضی جب لازمی بھی ہو اب مانع تعریف ہے کیونکہ الف لام لازمی بوجہ لزوم کے کلمے کے لئے جز کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا تعریف کا فائدہ نہیں دے گا کیونکہ جو الف لام تعریف کا ہوتا ہے وہ گرتا بھی ہے لازمی نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ابن هشام ؒ نے مغنی اللبیب جلد اول بحث (ال) کے اندر کہا ہے۔

الـحـاصـل الف لام لازمی بوجہ لزوم کے کلمے کے لئے بمنزلہ جز کا ہے جیسے الـنـجـم کا الف لام ہے مثلاً تو وہ مفید تعریف نہیں ہوسکتا ہے، بعینہ ایسا ہی مفہوم ہو رہا ہے خود صاحب متوسط کے تقریر سے جہاں یہ فاضل توابع منادی پر بحث کر رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عوضی جب لازمی بھی ہو تو وہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتا ہے اور الناس ایسا نہیں ہے۔

<u>فـائـده:</u> نحاۃ مندرجہ ذیل قول یعنی "اهـلـک الـنـاس الدینار والدرهم " کو دو چیزوں کے لئے بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔(اول) الف لام استغراقی کے لئے جیسا کہ سیوطی نے هـمـع الهوامع کے اندر پیش کیا ہے تو اس وقت محل استشہاد لفظ "الناس" ہوگا۔(دوم) اس کو الف لام جنسی کیلئے بھی پیش کرتے ہیں جیسا کہ زمخشری نے مفصل جلد دوم جزء نو (۹) میں اللامات کے اندر کہا ہے کـقـولـک "اهـلـک الـنـاس الـدینار والدرهم " ای هذان الحجرانِ المعروفان من بین سائر الاحجار ۔تو اس وقت محل استشہاد "الدینار والدرہم" ہوگا۔

اس تفصیل کے بعد جو کہ ہم نے ذکر کیا تو مندرجہ ذیل تقسیم جو کہ الف لام حرفی زائد کیلئے پیش کیا جاتا ہے، یعنی الف لام حرفی زائد چہار قسم پر ہے، شروع میں دو قسم پر ہے، عوضی ، غیر عوضی ، پر عوضی دو قسم پر ہے عوضی لازمی، دوسرا عـوضـی غیـر لازمی مثال عوضی لازمی کا اللّٰـه ہے، مثال عوضی غیر لازمی کا الناس ہے، غیر عوضی بھی دو قسم پر ہے، غیـر عوضی لازمی ، غیر عوضی غیر لازمی ، مثال غیر عوضی لازمی کا جیسے النجم ہے، مثال غیر عوضی غیر لازمی کا الـحسن ہے، تو یہ تقسیم اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس میں الـنـاس کے الف لام کو حرفی زائد شمار کیا گیا ہے جو کہ خلاف تحقیق ہے بلکہ یہ حرفی اصلی ہے جو کہ مفید تعریف ہے۔

## (الف لام حرفی زائد لازمی)

فتح رب البریۃ میں ہے کہ الف لام حرفی زائد معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ الف لام حرفی

## (تشریح)

جیسے کہ جامع الدروس وغیرہ
اعلام پر داخل ہوتا ہے مگر تفصیل یہ ہے کہ الف لام حرفی زائد لازمی یہ اعلام پر داخل ہوتا ہے مثال حرفی زائدہ لازمی کا جو کہ
ہے مفہوم ہوتا ہے، مگر الف لام حرفی زائد غیر لازمی یہ معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے ،اور ''اللات والعزیٰ'' یہ
اعلام پر داخل ہے یہ مندرجہ ذیل اعلام ہیں جیسے ''اللّٰہ'' یہ علم ہے ذات واجب الوجود کے لئے
دو بتوں کے نام ہیں جن کی عبادت ہوتا تھا زمانہ جاہلیت میں جیسے کہ جامع الدروس کے اندر کہا گیا ہے۔
اَلسَّمَوْأَلِ وَالْیَسَعِ " یہ دو آدمیوں کی نامیں ہیں جیسے کہ جامع الدروس میں ہے، ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ
''اَلسَّمَوْأَلَ " یہ ایک یہودی شاعر کا نام ہے، النحو الوافی میں ہے کہ یہ ایک یہودی شاعر کا نام ہے جو کہ وفا کے ساتھ مشہور
تھا، ''اَلْیَسَعِ ''ازہری نے کہا ہے کہ یہ ایک نبی کا نام ہے اور ابوعلی فارسی نے کہا ہے کہ اس کی شکل مضارع جیسا معلوم
ہو رہا ہے مگر یہ اسم اور علم ہے۔ ''النجم'' یہ بھی ایک ستارے کا علم ہے جو کہ مجموعہ ہے سات ستاروں کا جس کو بروہی زبان
میں ''پَوْر'' کہتے ہیں، پشتو اور افغانی زبان میں اسکو ''پِیْروَنِے '' کہتے ہیں، کتاب یمیر الامیر میں ہے کہ النجم کو ''ثریا'' بھی
کہتے ہیں اور مندرجہ ذیل فارسی شعر میں بھی اسی کا نام لیا گیا ہے اور یہی مراد ہے۔

خشت اول چون نهد معمار کج — تا ثریا میرود دیوار کج

ازہری نے بحوالہ امام فخر الدین رازی کے کہا ہے کہ ثریا تصغیر کا صیغہ ہے لغت کے اعتبار سے، اس کا اطلاق ہر ستارے پر ہوتا ہے مگر بوجہ غلبہ کے ابھی یہ فقط ثریا کا نام ہے اور اصل میں ثُرَیْوَیّ ہے، واو کو یا سے بدلا گیا بعدہٗ یا کو یا میں ادغام کیا گیا اور آخری یا کو الف سے بدلا گیا، ثُرَیَّا ہوا، قبل از تصغیر ''ثَرْوٌ'' ہے جو کہ کثرت کے معنٰی میں ہے اور یہ ستاہ بھی مجموعہ ہے سات ستاروں کا، کتاب یمیر الامیر میں ہے کہ بعضے کہتے ہیں یہ چھ ستارے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ سات ہیں، اصل وجہ یہ ہے کہ یہ ستارے چھوٹے ستارے ہیں اور بلکل ایک دوسرے سے قریب ہیں، نظر نہیں آتے ہیں لہٰذا اختلاف کرتے ہیں ان کے تعداد میں، الحاصل النجم اصل وضع میں ہر ستارے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اب علم بالغلبہ ہے ثریا ستارے کا جیسے کہ یمیر الامیر میں بھی تصریح موجود ہے اور ''الصعق " یہ علم ہے خویلد بن نفیل کا، منحۃ الجلیل جو کہ حاشیہ ہے ابن عقیل کا اس میں اور کتاب یمیر الامیر میں ہے کہ الصعق اصل وضع میں اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس پر آسمانی بجلی گرے مگر بوجہ غلبہ کے یہ نام ہوا خولید بن نفیل کا کیونکہ اس پر بھی آسمانی بجلی گرا ہے جس کا واقعہ منحۃ الجلیل اور یمیر الامیر میں مذکور ہے، اس کے بعد جان لو اس بحث کی شروع میں ہم نے کہا تھا کہ الف لام حرفی زائد لازمی اعلام پر داخل ہوتا ہے، عام



## (تشریح)

ازین وہ علم بالوضع ہو یا کہ علم بالغلبہ ہو، علم بالوضع اس کو کہتے ہیں کہ شروع سے علم ہو جیسے زید ہے، علم بالغلبہ اس کو کہتے کہ شروع سے علم نہیں ہے، باعتبار وضع کے اس کا معنٰی متعدد ہوتا ہے بعد میں غالب ہوا استعمال اس کا اس معنٰی کے متعدد افراد میں سے ایک فرد کے اندر اور ایسا غالب ہوا کہ بوقت اطلاق کے یہی ایک فرد مراد ہوتا ہے نہ کہ بقیہ افراد جیسے کہ النجم ہے مثلاً کہ اصل وضع میں اسکا اطلاق ہر ستارے پر ہوتا ہے مگر بوجہ غلبہ کے اب یہ علم ہے ثریا ستارے کا، اور اسکے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ الف لام حرفی زائد لازمی علم پر بوقت وضع کے داخل ہوتا ہے۔ پھر یہ وضع عام ہے کہ حقیقی ہو جیسے کہ علم بالوضع میں ہوتا ہے یا کہ تنزیلی ہو جیسے کہ علم بالغلبہ میں ہوتا ہے کیونکہ علم بالغلبہ بوجہ شہرت اور غلبہ کے منزلہ میں علم وضعی کا ہوتا ہے جیسے کہ النحو الوافی کے حواشی میں ذکر ہے۔

## (الف لام حرفی زائد غیر لازمی)

جان لو کہ الف لام حرفی زائد غیر لازمی بھی اعلام پر داخل ہوتا ہے مگر غیر علم پر بھی چند جگہوں میں داخل ہوا ہے ان کا ذکر بعد میں کریں گے ان شاء اللہ، مثال الف لام حرفی زائد غیر لازمی کا جیسے اَلْحَسَنُ ۔ اَلْحُسَیْنُ ۔ اَلْحَارِثُ ۔ اَلْفَضْلُ۔ تہذیب التوضیح میں ہے کہ الف لام حرفی زائد غیر لازمی کا زیادہ سماعی ہے یعنی اُن اعلام پر داخل ہوتا ہے جس میں اس الف لام کا دخول مسموع ہو لہٰذا جن اعلام پر عرب نے اس الف لام کو داخل نہیں کیا ہو، ہم داخل نہیں کر سکتے ہیں مثلاً محمد ۔ صالح میں زیادہ ہونا اس الف لام کا مسموع نہیں ہے لہٰذا المحمد ، الصالح کہنا صحیح نہیں ہے مگر جامع الدروس میں ہے کہ غیر مسموع اعلام پر اس کا داخل کرنا صحیح ہے لہٰذا الصالح پڑھنا جائز ہے کیونکہ جن اغراض کے لئے عرب اس الف لام کو اعلام پر داخل کرتے ہیں، ہم بھی ان اغراض کے لئے داخل کر سکتے ہیں۔

<u>فائدہ</u>: الف لام حرفی زائد غیر لازمی جیسے کہ ذکر ہوا اعلام پر داخل ہوتا ہے مگر مندرجہ ذیل الفاظ میں، اگر چہ وہ اعلام نہیں ہیں، داخل ہوا ہے جیسے کہ تہذیب التوضیح اور تصریح میں ذکر ہے۔

(اول تمیز) پر ضرورت شعری کی بنا پر جیسے وَطِبْتُ النَّفْسَ کہ یہ اصل میں وَطِبْتُ نَفْساً ہے اور نَفْساً یہ تمیز نسبت ہے یعنی طبت کا نسبت ہے اپنے فاعل کے طرف اور اس نسبت میں ابہام ہے۔ نفساً نے اس ابہام کو دور کیا ہے اور اس پر جو الف لام ہے یہ حرفی زائد غیر لازمی ہے جیسے کہ ابن ہشام نے توضیح کے اندر کہا ہے اور ازہری نے تصریح کے اندر نیز تہذیب التوضیح کے اندر بھی موجود ہے بہر کیف یہ الف لام حرفی زائد ہے کیونکہ تمیز واجب التنکیر ہوتا ہے لہٰذا الف لام اس

(تشریح)

کازائد ہے۔

(دوم) اس مشہور قول کے اندر نثر میں بھی شذوذاداخل ہے مگر زائد ہے جیسے کہ ازہری نے کہا ہے ادخلوا الاول فالاول، یہاں ادخلوا میں واؤ ضمیر مرفوع متصل یہ ذوالحال ہے، پہلا اول اس سے حال ہے اور دوسرا ول عطف ہے پہلے اول پر دونوں میں الف لام زائد ہے۔ الف لام اس لئے زائد ہے کہ حال نکرہ ہوتا ہے لہٰذا الف لام اسکا زائد ہے۔

فائدہ: ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ اول کا اصل صحیح قول میں اَوْ أَلَ ہے دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدلا گیا، پھر دو واو جمع ہوگئے واؤ کو واؤ میں ادغام کیا گیا، اَوَّل ہوا اور ازہری نے کہا ہے کہ لفظ اول کے دو استعمال ہیں، اول منصرف، دوم غیر منصرف، منصرف اس وقت ہے کہ یہ اسم ہو یعنی قبل ظرف کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ منصرف ہوتا ہے اس پر تنوین آتا ہے، اسی سے ہے اَوَّلاً وَآخِراً والاقول۔ غیر منصرف اس وقت ہے کہ یہ اسم صفتی ہو تو اس وقت میں صیغہ اسم تفضیل کا ہے جو کہ اَسْبَق کے معنی میں ہوتا ہے وزن فعل اور وَصف کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

فائدہ: الف لام حرفی زائد مندرجہ ذیل اغراض کے لئے کلمے پر داخل ہوتا ہے (۱) تحسین لفظ کے لئے جیسا کہ فاضل ہندی نے ہندی میں اور عبدالرحمٰن جامی نے شرح جامی کے اندر بحث معرفہ ونکرہ کے اندر کہا ہے۔

(۲) ضرورت شعری کے لئے شاعر اس کو کسی لفظ پر داخل کریں اور ضرورت شعری کیلئے لسان عرب میں دو جگہوں کے اندر الف لام حرفی زائد غیر لازمی کو داخل کیا گیا ہے۔ اول علم پر جیسا کہ ''بنات الاوبر'' کا لفظ ہے۔

**شعر**

وَلَقَدْ جَنَيْتُکَ اَکْمُؤًا وَعَسَاقِلاً　　　وَلَقَدْ نَهَيْتُکَ عَنْ بَنَاتِ الْاَوْبَرِ

اس شعر میں شاعر نے علم پر جو کہ بنات الاوبر کا لفظ ہے الف لام حرفی زائد کو داخل کیا ہے محافظت وزن شعری کیلئے تاکہ وزن شعر کا خراب نہ ہو۔ مراد اس وزن سے وزن عروض ہے جس کی تفصیل علم عروض میں مذکور ہے۔

منحۃ الجلیل جو کہ حاشیہ ہے ابن عقیل کا اس میں کہا گیا ہے کہ ''بنات الاوبر'' عَلَمٌ علیٰ نوع من الکماۃ ردیٔ۔ اور تصریح میں علامہ ازہری نے کہا ہے کہ ''کماۃ'' کو ''شحمۃ الارض'' بھی کہتے ہیں، ''کمأۃ'' کو اردو زبان میں ''سانپ کی چھتری'' کہتے ہیں، پشتو میں اس کو ''گوبلک'' کہتے ہیں، بروہی میں اسکو ''خپا'' کہتے ہیں، منحۃ الجلیل میں ہے کہ الف



(تشریح)

لام اس کا زائد ہے تاکہ دو آلہ تعریف جمع نہ ہوں، ایک علم، دوسرا الف لام۔

دوم تمیز پر جیسے کہ توضیح اور تصریح کے اندر کہا گیا ہے مثال اسکا وطِبْتُ النَّفْسَ کا لفظ ہے مندرجہ شعر میں،

رَأَيْتُکَ لَمَّا اَنْ عَرَفْتَ وُجُوْهَنَا　　　صَدَدْتَ وَطِبْتَ النَّفْسَ يَا قَيْسُ عَنْ عَمْرِو

اس مذکورہ شعر میں شاعر نے تمیز پر الف لام کو داخل کیا ہے جو کہ النفس کا لفظ ہے، یہ تمیز نسبت ہے یعنی طبت فعل کا نسبت ہے اپنے فاعل کے طرف جو کہ ضمیر مرفوع متصل ہے اور اس میں یعنی اس نسبت میں ابہام ہے النفس جو کہ تمیز ہے اس ابہام کو دور کیا اور الف لام اس کا زائد ہے کیونکہ تمیز نکرہ ہوتا ہے۔

(۳) شذوذاً نثر میں بھی زائد ہے جیسے کہ توضیح اور تصریح کے اندر کہا گیا ہے مثال اس کا یہ مندرجہ ذیل قول عرب ہے ''اُدْخُلُوا الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ'' اس قول میں ''اُدْخُلُوْا'' میں واؤ ضمیر مرفوع متصل کا ذوالحال ہے، پہلا اَلْاَوَّلَ یہ حال ہے دوسرا اَلْاَوَّلَ اس پر عطف ہے دونوں میں الف لام حرفی زائد ہے۔

(۴) ابوالبقاء نے کہا ہے کہ حرفی زائد تعظیم کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَلْحَسَنُ۔

فائدہ: فتح رب البریۃ میں ہے کہ الف لام حرفی زائد معرفہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے کہ اعلام ہیں، نکرہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسا کہ تمیز ہے اور نثر میں اُدْخلوا الاول فالاول ہے۔

(الف لام جنسی والف لام استغراقی)

سبیل الهدیٰ جو کہ حاشیہ ہے قطر الندیٰ کا اس میں کہا گیا ہے کہ الف لام جنسی اور الف لام استغراقی کا فرق یہ ہے کہ الف لام استغراقی کے مدخول سے استثنیٰ جائز ہے جیسے کہ اس قول باری میں ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ'' اس آیت شریفہ میں ان الانسان یہ معرف بہ الف لام استغراق ہے اور مستثنیٰ منہ ہے، الذین آمنو اوعملوا الصالحات یہ اس کا مستثنیٰ ہے۔

فائدہ: جامع الدروس میں ہے کہ الف لام استغراقی دو قسم پر ہے، اول وہ ہے کہ جنس کی تمام افراد کے استغراق کے لئے ہو یعنی تمام افراد کے شمول پر دلالت کریں جیسے ''وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً'' ای کل فرد منه۔

دوم وہ ہے کہ جنس کی تمام خصائص اور صفات کے لئے ہو جیسا کہ اس قول میں ''اَنْتَ الرَّجُلُ'' ای اِجْتَمَعَتْ فِيْکَ

(تشریح)

کُلُّ صِفَاتِ الرِّجَالِ ،یعنی لوگوں میں یہ اچھی صفات متفرق طور پر جمع ہیں مگر آپ میں سب جمع ہیں۔

(الف لام عہد خارجی)

سید رکن الدین اُسترآبادی نے متوسط کے اندر کہا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا مدخول کلام میں دوبارہ ذکر ہوتا ہے، پہلی بار نکرہ ذکر ہوتا ہے، دوسری مرتبہ جب اس کا واپس اعادہ ہوتا ہے تو معرف ہوتا ہے الف لام عہد خارجی کیساتھ جیسے کہ اس قول باری تعالیٰ میں "کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ" اس آیۃ کریمہ میں لفظ رسول جو کہ مدخول ہے الف لام عہد خارجی کا دوبارہ ذکر ہوا ہے۔ پہلی بار نکرہ مذکور ہے، دوسری بار معرف ہے الف لام عہد خارجی کیساتھ۔

**فائدہ** : خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا مدخول جو کہ کلام میں دوبارہ ذکر ہوتا ہے، اس میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب دوسری مرتبہ اس پر الف لام عہد خارجی کا داخل ہوتا ہے، یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کا غیر نہیں ہے، جیسے کہ آیت مذکورہ کے اندر لفظ رسول ہے کیونکہ اگر اس کو دوسرے مرتبہ پر نکرہ ذکر کیا جائے، اس میں یہ توھم ہوتا ہے کہ ثانی غیر ہے اول کا۔

**فائدہ** : علامہ ابی النجاہ نے اپنے اس حاشیہ میں جو کہ خالد ازہری کے اس شرح پر ہے جس کو ازہری نے متن اجرومیہ پر لکھا ہے اس میں کہا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا مدخول جو کہ کلام میں پہلی بار نکرہ ذکر ہوتا ہے، یہ ذکر عام ہے ماقبل میں صراحتاً ذکر ہو جیسے کہ آیت مذکورہ میں ہے اور ہم نے اسکو اس سے پہلے نقل کیا ہے یا کہ ماقبل میں کنایۃً مذکور ہو جیسے کہ اس قول باری تعالیٰ میں "وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی" اس آیت میں الذکر کا الف لام عہد خارجی کا ہے مگر ماقبل میں اس کا ذکر صراحتاً مذکور نہیں ہے البتہ کنایۃً مذکور ہے، اس قول باری تعالیٰ میں "اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّراً" یہاں مذکر کا ذکر کنایۃً ہے کیونکہ ان کا یہ نذر مخصوص تھا ذکور اور مردوں کے ساتھ۔

(الف لام عہد ذھنی)

علامہ ابی النجاء نے اپنے اس حاشیہ میں کہا ہے جو خالد ازہری کے اس شرح پر ہے جو کہ متن اجرومیہ پر ہے کہ الف لام عہد ذھنی کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کے مدخول کا علم حاصل ہو بغیر ذکر مدخول کے ماقبل میں کلام کے اندر مثال اس کا مندرجہ ذیل



(تشریح)

آیت کریمہ میں "اِذْهُمَا فِی الْغَارِ" ہے یہاں الغار کے اندر الف لام عہد ذھنی کا ہے اور اس کا مدخول عند العرب معلوم ہے جیسے ازہری نے شرح تصریح کے اندر کہا ہے، حاصل یہ ہے کہ الف لام عہد ذھنی کا جو مدخول ہے، اس کا ذھناً معلوم ہونا ضروری ہے جیسے کہ فتح رب البریۃ کے اندر علامہ ابراہیم البیجوری نے کہا ہے کہ الف لام عہد ذھنی کا ضابطہ یہ ہے کہ مدخول اس کا ذھناً معلوم ہو اور یہ ایسے جگے میں آتا ہے کہ وہ چیز متکلم اور مخاطب کے درمیان معلوم ہو، یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ الغار میں الف لام عہد خارجی کا ہے کیونکہ الف لام عہد خارجی کے مدخول کا ذکر کلام میں دوبار ہوتا ہے، اولاً نکرہ ذکر ہوتا ہے، دوسری مرتبہ جب اس کا اعادہ ہوتا ہے تو اس پر الف لام عہد خارجی کا داخل ہوتا ہے جیسے پہلے ذکر ہوا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

**فائدہ** : الف لام عہد ذھنی کا تعریف جو کہ اوپر طرز مبتدی میں ہم نے لکھا ہے، یہ ابن ھشام کے مندرجہ ذیل کتابوں سے منقول ہیں۔

مغنی اللبیب، شذور الذهب، قطر الندیٰ، نیز مندرجہ ذیل کتابوں سے بھی،

جامع الدروس، حاشیہ ابی النجا، فتح رب البریہ، کشف النقاب،

اور کلیات ابی البقاء سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے مگر مسالک البہیہ اور تہذیب التوضیح میں الف لام عہد ذھنی کا تعریف یوں ذکر کیا گیا ہے کہ الف لام عہد ذھنی وہ ہے کہ اس کے مدخول سے ایک فرد غیر معین مراد ہو مگر وہ تعریف جو کہ ابن ھشام نے کیا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ ابن ھشام نحو کا امام معلوم ہوتا ہے اور اس کو علماء سیبویہ ثانی کا لقب دیتے ہیں لہٰذا اس کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔

(الف لام عہد حضوری)

فتح رب البریۃ میں کہا گیا ہے کہ الف لام عہد حضوری کا ضابطہ یہ ہے کہ مدخول اس کا حاضر ہوتا ہے جیسے آپ ایک ایسے آدمی کے متعلق کہے کہ وہ حاضر ہو۔ اَکْرَمْتُ الرَّجُلَ اور اسی سے ہے مندرجہ ذیل قول اللہ تعالیٰ کا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"

**فائدہ**: الآن۔ کے الف لام میں اختلاف ہے کہ یہ تعریف کا ہے یا کہ زائد ہے جیسے کے ابن عقیل نے شرح الفیہ کے اندر کہا ہے، جامع الدروس میں کہا گیا ہے کہ الآن کا الف لام راجح قول میں تعریف کیلئے ہے یعنی یہ الف لام حضوری ہے

## (تشریح)

زائد نہیں ہے اور سیوطی نے ہمع الہوامع فی شرح جمع الجوامع کے اندر کہا ہے صحیح قول یہ ہے کہ الآن کا الف لام زائد ہے تعریف کے لئے نہیں ہے اور ابن ھشام نے مغنی کے اندر کہا ہے صحیح یہ ہے کہ الآن کا الف لام زائد ہے اور ابن عصفور نے الآن میں الف لام کو حرف تعریف عہد حضوری کے لئے شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ الف لام حضوری کے مندرجہ ذیل چہار علامات ہیں، جن کو ابن ھشام نے مغنی کے اندر نقل کیا ہے۔

(۱) یہ ہے کہ اسم اشارہ کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی ھذا لرجل

(۲) یہ ہے ایٔ کے بعد ندا میں جیسے یا ایھا الرجل

(۳) یہ ہے کہ اذا فجائیہ کے بعد واقع ہو جیسے خرجتُ فاذا الاسد

(۴) یہ ہے کہ زمان حاضر میں ہو جیسے کہ الآن۔

**فائدہ :** جامع الدروس میں ہے کہ الف لام جنس اور استغراقی کا مدخول لفظاً معرفہ ہے لہٰذا اس پر لفظاً معرفہ کے احکام جاری ہوں گے مثلاً اس کا مبتدا ہونا اور ذوالحال ہونا وغیرہ صحیح ہے مگر مدخول اس کا معناً نکرہ ہے لہٰذا اس کے بعد اگر کوئی ایسا جملہ واقع ہو کہ اپنے مضمون کے اعتبار سے اس کا صفت واقع ہوتا ہے تو ایسے جملے کے اندر مندرجہ ذیل دو ترکیبیں جائز ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ جملہ اس الف لام کے مدخول کے لئے صفت واقع ہو کیونکہ مدخول اس کا معناً نکرہ ہے جملہ بھی نکرہ ہے۔

(۲) یہ کہ وہ جملہ اس کے مدخول کے لئے حال واقع ہو کیونکہ مدخول اس کا لفظاً معرفہ ہے مثال اسکا یہ مندرجہ ذیل شعر ہے

### شعر

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِي    فَمَضَيْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لَا يَعْنِيْنِي

اس شعر میں اللئیم یہ معرفہ ہے الف لام جنسی کے ساتھ اس کے بعد جملہ یَسُبُّنِیْ کے اندر وہی مذکورہ دو ترکیبیں جائز ہیں اگر صفت ہو تو اس وقت معنی یہ ہوگا "علیٰ لَئِیمٍ سَابٍّ" اگر حال واقع ہو تو یہ معنی ہوگا "عَلَى اللَّئِيمِ سَابًّا اِیَّایَ"

**فائدہ :** اَللَّئِیم کے الف لام میں معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف ہے، عبدالرحمٰن جو کہ حاشیہ ہے شرح جامی کا بحث معرفہ میں اسی فاضل نے کہا ہے کہ یہ عند البعض زائد ہے تحسین کیلئے، اور بعضے نحاۃ اس کو اصلی کہتے ہیں، پھر اصلی میں عند البعض جنسی ہے جیسے کہ جامع الدروس والے کا تحقیق ہے، اوپر نقل کیا گیا ہے اور مسالک البھیہ میں اَللَّئِیم کے الف لام کو



## (تشریح)

عہد ذھنی شمار کیا ہے۔

**فائدہ :** جامع الدروس میں ہے کہ الف لام عہدی مطلقاً یعنی خواہ عہد خارجی ہو یا کہ عہد ذھنی ہو یا کہ عہد حضوری ہو ان کا مدخول معرفہ ہے، لفظاً و معناً اور یہی قول صحیح ہے لہٰذا جن حواشی کے اندر الف لام عہد ذھنی کے مدخول کو حکم میں نکرہ کا شمار کیا ہے وہ خلاف تحقیق ہے۔

**فائدہ :** کلیات ابی البقاء میں کہا گیا ہے کہ جب الف لام کو ذکر کیا جائے اور مقید نہ ہو موصولہ یا کہ زائد کے ساتھ تو مراد اس سے الف لام تعریفی ہے کیونکہ اگر الف لام تعریف کا مراد نہ ہو تو اس کو مقید کرتے ہیں، موصولہ کے ساتھ اگر اس سے الف لام موصولہ مراد ہو یا تو اس کو مقید کرتے ہیں زائد کے ساتھ اگر اس سے زائد مراد ہو۔

**فائدہ :** اگر الف لام تعریفی کو داخل کیا جائے کسی اسم پر خواہ مدخول اس کا مفرد ہو یا کہ جمع ہو اور وہاں کوئی معہود ہو تو اجماع ہے علماء کا کہ وہ الف لام محمول ہے الف لام عہدی پر اگر کوئی معہود وہاں موجود نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ عند المتقدمین یہ الف لام استغراقی پر محمول ہے اور عند المتاخرین الف لام جنسی پر محمول ہے جیسے کہ کلیات ابی البقاء میں مذکور ہے مگر مزید تفصیل کے ساتھ۔

## طرز المبتدی

الف لام کے اقسام کے بعد جان لو کہ الحمد میں جو الف لام ہے مندرجہ ذیل تین قسم کے الف لام میں سے جو بھی مراد لیا جائے صحیح ہے۔

(۱) استغراقی (۲) جنسی (۳) عہد خارجی، اگر الحمد میں الف لام استغراقی مراد لیا جائے تو خطبے کا معنیٰ یوں ہوگا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، تمام تعریفیں ثابت ہیں خاص اللہ کے لئے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، جو انواع مخلوقات کے پالنے والے ہیں۔ وَالْعَاقِبَةُ، عاقبۃ سے حسن یا کہ خیر کا لفظ محذوف ہے، یعنی اچھائی اور بہتری قیامت کا ثابت ہے پرہیزگاروں کے لئے نہ کہ تمام عالم کے لئے۔ وَالصَّلٰوةُ، الصلوۃ کے بعد نَازِلَةٌ کا لفظ مقدر ہے یعنی نزول ہو رحمۃ کاملہ کا۔ وَالسَّلَامُ، سلامتی ہو۔ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ، اللہ کے بہترین مخلوق پر جس کا نام محمدؐ ہے۔ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ، آپ کے عیال اور اولاد پر اور تمام مسلمانوں پر، اگر الحمد میں الف لام جنسی ہو، معنیٰ یوں ہوگا کہ جنس حمد ثابت ہے اللہ کے لئے اور اگر الف لام عہد کا ہو تو اشارہ ہوگا ایک معین فرد کے طرف افراد حمد میں سے جو اللہ کا محبوب اور مرضی ہو۔

## طرز المبتدی

**فائدہ :** ''ربّ'' کے صیغے کے اندر مندرجہ ذیل تین احتمالات ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ مصدر کا صیغہ ہو اصل میں رَبْبٌ ہے بمعنٰی پرورش اور پالنے کے، با کو با میں متجانسین کے قانون سے ادغام کیا گیا، رَبّ ہوا۔

(۲) یہ ہے کہ صفت مشبہ کا صیغہ ہو اصل میں رَبِبٌ ہے بمعنی مالک کے، رہی یہ بات کہ یہ وزن جو کہ فَعِلٌ کا وزن ہے ، اس وزن پر صفت مشبہ کا وزن آسکتا ہے کہ نہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ مشہور تو گردانوں میں فَعِیْلٌ کا وزن ہے مگر صفت مشبہ کے اوزان بہت ہیں، صرف بہائی کے حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ صفت مشبہ کے لئے دو سو چالیس (۲۴۰) اوزان عرب سے مسموع ہیں، بہرکیف دو با جمع ہیں، متجانسین کے قانون سے، با کو با میں ادغام کیا گیا ''رَبّ'' ہوا۔

(۳) یہ ہے کہ صیغہ اسم فاعل کا ہو، اصل میں رَابِبٌ ہے بمعنی مُرَبِّیْ کے الف کو تخفیفاً یعنی تخفیف کے غرض سے حذف کیا گیا بعدہ اول با کے حرکت کو حذف کیا گیا اور با کو با میں متجانسین کے قانون سے ادغام کیا گیا رَبّ ہوا۔

**فائدہ :** (عالمین) یہ جمع ہے عَالَم بفتح لام کے ساتھ لغت میں ہر اس چیز کو عالم کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے سے دوسری چیز معلوم ہو اصطلاح میں عالَم کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے کہ اللہ کے ذات اور اسکے صفات کے علاوہ ہو۔

**فائدہ :** عالم اپنے معنی کے اعتبار سے اسم آلہ ہے کیونکہ اسم آلہ لغت میں ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے کوئی کام ہو تو عالم سے یہ کام ہوتا ہے کہ وہ علامت ہے اپنے صانع اور خالق پر۔ (صلوۃ) اصل میں صَلَوَۃٌ ہے فتحات ثلاثہ کے ساتھ واو کو قَالَ کے قانون سے الف کے ساتھ بدلا گیا صلوۃ ہوا لغت میں دعا کے معنی میں ہیں اور اصطلاح شرع میں صلوۃ عبارۃ ہے نماز سے کہ رات اور دن میں مکلّف پر پانچ مرتبہ فرض ہے کہ اس میں زیادتی اور کمی ناجائز ہے۔

(فائدہ) صلوۃ باعتبار فاعل کے مندرجہ ذیل تین قسم پر ہیں

(۱) اگر منسوب ہو اللہ کے طرف، مراد اس سے رحمۃ کاملہ ہے

(۲) اگر منسوب ہو ملائکہ کے طرف، مراد اس سے استغفار ہے یعنی مراد اس سے سوال ہے رفعتِ درجات کے لئے

(۳) اگر منسوب ہو مؤمنین کے طرف، مراد اس سے دعا ہے یعنی مراد اس سے طلب تعظیم ہے اللہ تعالیٰ سے باعلاء دینہ وابقاء شرعہ۔



## طرز المبتدی

**فائدہ :** مندرجہ ذیل تین الفاظ یعنی (خیر) (شرّ) اور (حبّ) یہ اسم تفصیل کے صیغیں ہیں، اصل میں اَخْیَرُ، اَشْرَرُ، اَحْبَبُ ہیں، تینوں سے ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیف کے لئے حذف کیا گیا ہے، ہمزہ کے حذفیت کے بعد ہمزہ کا مابعد والا حرف ساکن رہا، عین کلمے کے حرکت کو فا کلمہ کو دیا گیا، تین میں سے پہلا لفظ ''خَیْرٌ'' ہو گیا، اسکے بعد والے جو صیغیں ہیں، ان میں متجانسین کے قانون سے، را کو را کے اندر اور با کو با کے اندر ادغام کیا گیا۔ ''شَرٌّ'' اور ''حَبٌّ'' ہوا۔

### (تشریح)

### (قولہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

سوال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا چیز ہے؟ جواب: یہ ایک آیت ہے قرآن مجید کا جو کہ سُوَر کے درمیان فصل کیلئے نازل ہوا ہے۔ سوال مصنفؒ نے اپنے کتاب کی آغاز اور شروع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیوں کیا؟ جواب: مصنفؒ نے اپنے کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے کیا ہے، اس میں اس نے مندرجہ ذیل تین چیزوں کا اتباع کیا ہے (۱) اس نے اپنی کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے کیا ہے اس میں اس نے اتباع کیا ہے قرآن مجید کا کہ قرآن شریف کا افتتاح بسم اللہ سے ہے

(۲) مصنف نے اپنے کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے کیا ہے اس میں اس نے اتباع کیا ہے حدیث نبوی ﷺ کا جو کہ بسم اللہ کی شان میں وارد ہے کہ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَهُوَ اَبْتَرُ (رواہ خطیب فی جامعہ) یعنی ہر نیک اور اچھا کام جس کا افتتاح بسم اللہ سے نہ کیا جائے وہ کام ناقص اور غیر تام ہے یعنی قلیل البرکتہ ہے۔

(۳) مصنف نے اپنے کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے کیا ہے اس میں مصنف نے اپنے سے پہلے مصنفین حضرات کا اتباع کیا ہے کہ وہ حضرات اپنے تصنیفات کا افتتاح بسم اللہ سے کیا کرتے تھے تو مصنف نے بھی اپنے کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے کیا ہے۔

سوال: بسم اللہ کے شان میں جو حدیث پیش کیا جاتا ہے وہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ نیک کاموں کی افتتاح بسم اللہ سے ہونا چاہیے۔ حالانکہ ایک اور حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے یعنی ''کل امر ذی بال لم یُبدا فیہ بالحمد اقطع'' اور ابوداؤد کی روایت میں ہے (کل کلام لا یبدأ فیہ بحمد اللہ فہو اجزم) تو یہ حدیث بالا دلالت کرتا ہے کہ نیک کام کا افتتاح حمد خُدا سے ہونا چاہیے الحاصل کہ بسم اللہ اور حمد کے احادیث میں بظاہر تعارض واقع

(تشریح)

ہے کیونکہ ابتدا ایک امر آنی ہے کہ اس میں امتداد نہیں ہوتا ہے لہذا اگر کتاب کا افتتاح بسم اللہ سے ہو تو حمد والے حدیث پر عمل نہیں ہو رہا ہے، اگر حمد کے حدیث پر عمل کیا جائے تو بسم اللہ والے حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا ہے۔

**جواب:** اس اشکال سے خالد ازہری نے تصریح کے اندر دو جوابیں دیئے ہیں: اول جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق اور توفیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ دونوں کا مفاد یہ ہے کہ ذکر خدا سے افتتاح ہونا چاہیے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک روایت میں ذکر اللہ کے الفاظ ہیں اور اس حدیث کو حافظ عبدالقادر نے اربعین کے اندر روایت کیا ہے وہ یہ حدیث ہے یعنی (كل امر ذی بال لم يبدأ فيه بذكر الله)۔ دوئم جواب: خالد ازہری نے یہ دیا ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل یوں ممکن ہے کہ بسم اللہ والے حدیث کو ابتدائے حقیقی پر محمول کیا جائے اور حمد والے حدیث کو ابتدائے اضافی پر محمول کیا جائے ابتداء حقیقی وہ ہے کہ مقصد اور غیر مقصد یعنی خطبہ کتاب اور مسائل کتاب دونوں پر مقدم ہو اور بسم اللہ سے افتتاح کرنا کتاب کا ایسا ہی ہے۔ ابتدائے اضافی وہ ہے کہ کسی شئی کے بنسبت مقدم ہو یعنی مقاصد اور مسائل کتاب پر مقدم ہو اگرچہ بسم اللہ سے مؤخر ہو تو حمد ایسا ہی ہے کہ بسم اللہ کے بعد جب اس سے افتتاح ہوتا ہے مقصد کتاب کے بنسبت تو مقدم ہے مگر بسم اللہ سے مؤخر ہے۔

**سوال:** یہ کیوں نہیں ہوتا ہے کہ بسم اللہ والے حدیث کو ابتداء اضافی پر محمول کیا جائے اور حمد والے حدیث کو ابتدا حقیقی پر محمول کیا جائے؟ **جواب:** خالد ازہری نے کہا ہے کہ بسم اللہ والے حدیث قوی ہے اس لئے کہ قرآن کا ترتیب ایسی ہے کہ بسم اللہ سے افتتاح ہے نہ کہ حمد سے۔

<u>فائدہ</u>: بسم اللہ اور حمد کے حدیث میں تعارض کا قول جو کہ مشہور ہے اس اشکال کا سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ بسم اللہ اور حمد کا جو حدیث ہے یہ در حقیقت ایک حدیث ہے دو یا کہ تین احادیث نہیں ہیں تاکہ تعارض کا سوال پیدا ہو بلکہ یہ ایک حدیث ہے مگر اتنی ہے کہ اس کے طرق میں مختلف ہے جیسے کہ معارف السنن کے اندر علامہ بنوری نے کہا ہے حاصل یہ ہے کہ حدیث ایک ہے ایک جگہ میں اس کے اندر حمد اللہ کے الفاظ ہیں دوسرے جگہ میں اس کے اندر بسم اللہ کے الفاظ ہیں تیسرے جگہ میں اس کے اندر ذکر اللہ کے الفاظ ہیں۔ غرض حدیث ایک ہے اس کے الفاظ متعدد ہیں مقصد سب کا ایک ہے یعنی نیک کام کا افتتاح اور شروع کرنا ہے اللہ کے ذکر سے خواہ ذکر خدا بسم اللہ کے صورت میں ہو یا کہ حمد کے صورت میں ہو۔



(تشریح)

<u>فائدہ</u>: کواکب الدریہ میں ہے کہ ذکر خدا بسم اللہ کے صورت میں بھی حاصل ہوتا ہے اور حمد کے صورت میں بھی مگر مناسب یہ ہے کہ ہر مصنف اپنے کتاب کے اول میں مندرجہ ذیل آٹھ چیزوں کا ذکر کریں۔

(۱) بسم الله الرحمن الرحیم (۲) الحمد لله (۳) صلوۃ وسلام (۴) ذکر شہادتین (۵) مصنف اپنا نام کا ذکر کریں (۶) کتاب کا نام (۷) کتاب کے اول میں چند ایسے الفاظ ہوں تاکہ اس فن اور مسائل کتاب کے طرف مشیر ہوں (۸) اما بعد کا لفظ، مگر یاد رہے کہ مصنف نحو میر میر سید شریف نے مذکورہ چیزوں میں سے بعض کا تو ذکر کیا ہے مگر بعضوں کو چھوڑ دیا ہے۔

(الحمد) حمد کا لغت میں معنی ہیں محمود کے فعل اختیاری پر زبان سے ثناء اور تعریف کرنا، عام ازیں نعمت کے مقابلہ میں ہو یا کہ نہ ہو۔ اور اصطلاح میں حمد کا معنی وہی شکر لغوی ہے یعنی وہ فعل ہے کہ مشعر ہو منعم کے تعظیم پر بسبب اسکے انعام کے، پھر عام ہے کہ زبان سے ہو یا کہ دل سے ہو یا کہ ظاہری اعضاء سے ہو جیسے کہ علامہ عبدالحی نے تبیان شرح میزان میں اور میر سید شریف نے کتاب التعریفات میں کہا ہے؟

<u>فائدہ</u>: خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ الحمد کے الف لام میں اختلاف ہے ایک قول استغراق کا ہے، دوسرا قول جنس کا ہے، تیسرا قول عہد خارجی کا ہے اور تینوں کا ترجمہ اوپر طرز المبتدی میں نقل کیا گیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ (لله) کے لام جارہ میں مندرجہ ذیل تین احتمالات ہیں (۱) ملک کے لئے ہو (۲) استحقاق کے لئے ہو (۳) تعلیل کے لئے ہو۔ اگر لام جارہ ملک کے لئے ہو معنی (الحمد لله) کا ہوگا جميع المحامد مملوكة لله اگر لام جارہ استحقاق کے لئے ہو معنی (الحمد لله) کا ہوگا جميع المحامد مستحقة لله اگر لام جارہ تعلیل کے لئے ہو معنی (الحمد لله) کا ہوگا جميع المحامد لاجل الله۔ علامہ عبدالحی نے تبیان شرح میزان میں کہا ہے کہ اللہ اصل میں إله ہے بروزن فعال بمعنی معبود، ہمزہ کو بمعہ اسکے حرکت کو حذف کیا گیا ہے خلاف القیاس۔ اور ابن عصفور نے ممتع الکبیر میں کہا ہے کہ اللہ کا اصل اله ہے کثرۃ استعمال کے وجہ سے خلاف قیاس ہمزہ حذف ہوا اسکے شروع میں الف لام لایا گیا عوض کے طور پر اللہ ہوا۔ اور مطلوب شرح مقصود میں جو کہ منسوب ہے امام ابوحنیفہ کے طرف کہ یہ مقصود اسکے تالیفات میں سے ہے، کہا گیا ہے کہ الـــه کا ہمزہ مندرجہ ذیل دو وجوہ کے بناپر حذف ہے۔

(تشریح)

اول یا تو تخفیف کے لئے ،دوئم یا تو خوف التباس کے بجہ سے کیونکہ اِلٰہ لُغتاً جیسے کہ قاضی بیضاوی وغیرہ نے کہا ہے ہر معبود
پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جب ہمزہ کو حذف کیا گیا تو اس کے اول میں الف لام کو لایا گیا اور لام کو لام میں ادغام کیا گیا بعد
از ادغام اس کا اطلاق فقط معبود برحق پر ہوتا ہے۔اور بعض کہتے ہیں اصل میں لَاہٌ ہے جو کہ مصدر ہے بمعنی ارتفاع کے
اور اطلاق اس کا اللہ پاک پر اس بنا پر ہے کہ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہیں، معنی اس کا یوں ہوگا کہ اللہ پاک مرتفع ہے
ادراک بصائر سے اور اس کے شروع میں الف لام لایا گیا، لام کو لام میں ادغام کیا گیا اللہ ہوا۔خالد ازہری نے کہا ہے کہ
بعضوں کے نزدیک اصل اسکا لاھا ہے اور یہ سُریانی لفظ ہے اس کے آخر میں سے الف کو حذف کیا گیا ہے لاہ ہوا،
پھر اس کے شروع میں الف لام لا گیا، بعدہ لام کو لام میں ادغام کیا گیا اللہ ہوا اور بعضوں کے نزدیک اللہ بغیر لحاظ کسی اصل
کے یہ علَم ہے جو کہ موضوع ہے ذات واحد کے لئے جو کہ مستجمع ہے جمیع صفات کے لئے (فائدہ) کلیات ابی البقاء میں ہے
کہ لفظ اللہ کے متعلق بیس اقوال ہے صحیح قول یہ ہے کہ یہ غیر مشتق ہے اور نوادر الاصول شرح فصول اکبری میں کہا گیا ہے
کہ یہی مذھب ہے امام ابوحنیفہ کا۔

مگر روح الشروح میں ہے کہ اکثر علماء اشتقاق کا قائل ہیں ،تو کس سے مشتق ہے؟ اسکے اشتقاق کے بارے میں قاضی
بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں چند صورتیں ذکر کی ہے، اول ان میں سے یہ ہے کہ یہ مشتق ہے اَلَـہَ بمعنی عَبَدَ سے،
مزید تفصیل کے لئے وہاں رجوع ہو۔اور لفظ اللہ پر محقق ابن یعیش نے بھی اچھی تحقیق ذکر کیا ہے مفصل کے خطبے میں۔

فـائـدہ: لفظ اللہ کے متعلق یہ بھی ایک اختلاف ہے کہ یہ علم بالوضع ہے یعنی اولاً اللہ کے لئے وضع ہے۔یا کہ اول میں
وصف تھا بعد میں بوجہ غلبہ کے علم ہوا معبود برحق کا، جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ علم بالوضع ہے ذات واجب الوجود کے لئے جیسے
کہ کتاب سمیر الامیر میں کہا گیا ہے مگر قاضی بیضاوی کے نزدیک یہ علم بالغلبہ ہے ذات واجب الوجود کے لئے۔

تنبیہ: لفظ اللہ کے متعلق اور بھی اچھی ابحاث ہیں جو کہ خوب تفصیل کے ساتھ کتاب سمیر الامیر میں مذکور ہیں اگر مُیسر ہو تو
وہاں رجوع ہو۔

(ربّ) رب کے صیغے کے بارے میں طرز المبتدی میں کہا گیا تھا کہ اس میں تین احتمال ہیں مندرجہ ذیل دو احتمال پر دو
سوال وارد کئے گئے ہیں (اول) رب اگر مصدر کا صیغہ ہو (دوئم) رب اگر صفت مشبہ کا صیغہ ہو۔ بیان اول سوال کا یہ ہے
کہ رب اگر مصدر کا صیغہ ہو تو مصدر محض وصف ہوتا ہے لہٰذا مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظ اللّٰہ جو کہ ذات



(تشریح)

ہے یہ موصوف ہے اور ''رب'' اس کا صفت ہے، صفت موصوف پر محمول ہوتا ہے اور رب محض وصف ہے اور محض وصف کا
حمل کیسے صحیح ہوگا ذات پر؟ اس سوال سے نوادر الاصول وغیرہ میں مندرجہ ذیل دو جواب ہیں، جواب اول یہ ہے کہ رب
جو کہ مصدر ہے اس کا صدق ذات باری پر بطور مبالغے کے ہے از قبیل زَیْدٌ عَدْلٌ کے، کیونکہ مصدر کا حمل ذات پر بطور
مبالغہ درست ہے جیسے اَلرَّسُوْلُ رَحْمَةٌ وَزَيْدٌ عَدْلٌ وغیرہ۔ جواب دوم یہ ہے کہ یہ مصدر مبنی للفاعل ہے جیسے کہ تفسیر
مدارک میں ہے ''اَلرَّبُّ هُوَ الْخَالِقُ اِبْتِدَاءً اَوِ الْمُرَبِّيْ غِذَاءً وَالْغَافِرُ اِنْتِهَاءً''۔ دوسرا سوال تیسرے احتمال پر
وارد کیا گیا ہے بیان اس کا یہ ہے کہ رَبَّ یـربّ فهو رَبّ ، یہ متعدی باب ہے صفت مشبہ تو لازمی ابواب میں سے
بنتا ہے۔اس سوال کا جواب نوادر الاصول وغیرہ میں یہ دیا گیا ہے کہ مُقررات فن میں سے ہے کہ جب ارادہ کیا جائے کسی
فعل متعدی سے صیغہ صفت مشبہ کا تو وہ اس فعل متعدی کو فعل لازمی کے طرف منتقل کرتے ہیں بعدہٗ اس سے صفت مشبہ کا
صیغہ بنا کرتے ہیں تو یہاں بھی ایسا کیا گیا ہے کہ اس متعدی باب کو لازمی کے طرف منتقل کیا گیا ہے اور اس سے صفت
مشبہ کو بنا کیا گیا ہے۔

فائدہ : تصریح کے اندر کہا گیا ہے کہ ''رب'' باری تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، غیر اللہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے بغیر
اضافت کے اگر مضاف ہو پھر اسکا اطلاق جیسے کہ معبود برحق پر ہوتا ہے تو غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے مثال اس کا
''رب العالمین'' کہ یہاں اس کا اطلاق معبود برحق پر ہوا ہے اور بندہ پر بھی اضافت کے بعد اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے
رَبُّ الدَّار اور اسی سے ہے ''اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ''۔

(العٰلمین) ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ عالمین جمع ہے عالم کی فتح لام کے ساتھ، لغت میں عَالَم ہر اس چیز کو کہا جاتا
ہے کہ جس کے ذریعہ سے دوسری چیز معلوم ہو، اور جواہر التفسیر میں ہے کہ عَالَم صیغہ ہے اسم الہ کا یعنی یہ لغوی اسم آلہ ہے
کیونکہ لغت میں اسم آلہ وہ ہے جس کے ذریعہ سے کوئی کام ہو تو عالم سے بھی کام ہوتا ہے کہ وہ علامت ہے اپنے حدوث
پر اور اپنے افتقار پر ایک موجد قدیم کے طرف کہ وہ خالق کائنات ہے جیسے کہ خالد ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے یا تو
عَالَم سے یہ کام ہوتا ہے کہ وہ علامت ہے اپنے صانع اور خالق پر جیسے کہ علامہ عبدالحی نے تبیان شرح میزان میں کہا ہے
اور اصطلاح میں عَالَم عبارت ہے عن كل ما سوى اللّٰه من الموجودات جیسے کہ میر سید شریف نے کتاب
التعریفات کے اندر کہا ہے، حاصل یہ ہے کہ عرف عام اور اصطلاح میں عَالَم نام ہے جمیع مخلوقات کی جیسے کہ تصریح اور

## (تشریح)

تبیان میں بھی مذکور ہے۔

**فائدہ :** نوادر الاصول کے حاشیہ میں بحوالہ جواہر التفسیر کہا گیا ہے کہ عَالَم اسم آلہ ہے مگر جاننا چاہئے کہ یہ وزن اسم آلہ کا نہیں ہے کیونکہ اسم آلہ کے لئے قیاسی مندرجہ ذیل تین اوزان ہیں۔ مِفْعَلٌ و مِفْعَالٌ و مِفْعَلَةٌ ، جیسے شافیہ وغیرہ صرف کی کتابوں میں مذکور ہیں، ان تین اوزان کے علاوہ مندرجہ ذیل سات اوزان بھی خلاف القیاس شذوذاً اسم الہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے شذا الصرف، اور شافیہ وغیرہ میں ہیں۔

مُسْعُط۔ و مُنْصُل۔ و مُدُق، ومُدْهُن ، ومُكْحُلَة، ومُحْرُضَة،

ان مذکورہ سب الفاظ میں میم اور عین کلمہ مضموم ہے۔

ان دو قسم کے اوزان کے علاوہ بہت ایسے جامد کے صیغیں ہیں جو کہ ان مذکورہ اوزان پر نہیں ہیں مگر لغتاً اسم الہ کے معنی میں ہیں جیسے کہ قلم ہے، سکین ہے وغیرہ، تو یہ الفاظ بہت ہیں اور ان کے وزن کے لئے کوئی قانون اور ضابطہ نہیں ہے جیسے جامع الدروس اور تہذیب التوضیح اور شذا الصرف میں ہے تو ان جیسے صیغوں کو لغوی اسم آلہ تو کہا جا سکتا ہے کیونکہ لغتاً اسم آلہ ہیں مگر اصطلاحی اسم آلہ ان کو نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ اصطلاحی اسم آلہ کے اوزان محدود اوزان ہیں، یہ ان میں سے نہیں ہیں، جب یہ تفصیل معلوم ہوا تو لفظ عَالَم اگر اسم آلہ ہو تو یہ لغوی اسم اٰالہ ہے، نہ کہ اصطلاحی جیسے کہ معلوم ہوا۔ اس کے بعد عالَمین میں ایک مشہور سوال ہے، جس کو علامہ عبدالحی نے تبیان کے اندر اور ازہری نے تصریح کے اندر وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے، وہ سوال یہ ہے کہ عالم جمع کا صیغہ ہے اور قاعدہ ہے کہ جمع واو نون کے ساتھ اور یا کہ یا نون کے ساتھ یہ جمع ذوی العقول ثلاثہ یعنی انسان، ملائکہ، جنات، کے لئے استعمال ہوتا ہے حالانکہ عالمین کا مفرد عالم ہے اور عالم میں غیر ذوی العقول بھی داخل ہیں، اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر بوجہ شرافت کے غلبہ دیا گیا ہے لہذا عالم کا جمع یا و نون کے ساتھ آیا ہے۔

**سوال:** جب عالم عبارت ہے ماسوائے خدا سے تو اس کے جمع لانے میں کیا فائدہ ہے؟ اس سوال کا جواب تبیان میں یہ دیا گیا ہے کہ اجناس عالم بہت ہیں، ان میں سے ایک جنس کو بھی عالم کہا جاتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں عَالَمِ جن، عالم انس، عالم اعراض و عالم الحیوان وغیرہ، جب عالم کو جمع لایا جائے تو اس میں شمول ہوتا ہے تمام اجناس پر۔

**(والعاقبة )** لغز کہ شرح زرادی میں ہے العاقبۃ پایان کار و فرزند یقال لَیْسَ له عاقبة ای وَلَدٌ . والمرد ھٰھُنا



## (تشریح)

عاقبة الطاعات والعبادات الرياضات من الجنة العلياء والمنازل العلية اللتی فيها مشاهدة انوار الجلال والمراتب القصوىٰ الخ۔ اور کلیات ابی البقاء میں ہے كل من خلف بعد شيئى فهو عاقبة اور یہاں نحو میر کے اندر معنی اس کا یہ ہے کہ نیکی آخرت اور قیامت کا ثابت ہے پرہیزگاروں کے لئے نہ کہ تمام عالم کے لئے۔

**فائدہ :** جامع الدروس وغیرہ میں ہے کہ اگر التباس یا کہ ابہام کا خوف نہ ہو تو کبھی کبھی مضاف کو حذف کرتے ہیں اس محذوف مضاف کا حکم اور اعراب کو مضاف الیہ کو دیتے ہیں جیسے کہ قرآن میں ہے "وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ " ای اهل القرية یہاں اھل جو کہ مضاف تھا ما بعد کے طرف اور مفعول بہ تھا تو اس کو حذف کیا گیا، اس کا اعراب جو کہ نصب ہے اور اس کا حکم جو کہ مفعول بہ ہونا ہے مضاف الیہ کو یعنی اَلْقَرْيَةَ کو دیا گیا، اور یہی معاملہ والعاقبة کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ اصل میں حُسْنُ الْعَاقِبَةِ تھا، مضاف جو کہ لفظ حسن ہے، اس کو حذف کیا گیا، اس کا اعراب جو کہ رفع تھا اور اس کا حکم جو کہ مبتدا ہونا ہے، یہ دونوں منتقل ہوئے مضاف الیہ کے طرف جو کہ العاقبۃ کا لفظ ہے مگر معلوم ہو کہ مضاف کا حذف ہونا اس کا حکم اور اعراب کو مابعد یعنی مضاف الیہ کو دینا یہ تخفیف کیلئے ہوتا ہے۔

**(متقین)** لغز کہ شرح زرادی میں ہے کہ متقی یہ صیغہ ہے اسم فاعل کا ماخوذ ہے اس قول عرب سے وَقَاهُ فَالتَّقٰی والوقاية فرط الصيانة ومنه فرس واق اذا وقى حافره من ان يصيبه ادنىٰ شيئى يولمه ، وهو فى عرف الشرع اسم لمن يقى نفسه عما يضره فى الاخرة وله ثلاث مراتب۔

(الاولىٰ) التقوى عن العذاب المخلد عن الشرك

(والثانية) التجنب عن كل ما يوثم من فعل او ترك حتى الصغائر عند قوم

(والثلثة) تنزه سر عما يشغله عن اللّٰه تعالىٰ و تبتله اليه بشرا شره وهو التقوى الحقيقى ، انتهىٰ كلامه.

**(والصلوة)** نوادر الاصول شرح فصول اکبری میں ہے کہ اصل میں صَلَوَةٌ ہے، فتحات ثلاثہ کے ساتھ واو الف ہوا۔ قَالَ کے قانون سے ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ صلوٰۃ اسم مصدر کا صیغہ ہے اور فتح رب البریۃ میں ابراہیم البیجوری نے کہا ہے کہ صَلّٰى يُصَلِّیْ جو کہ باب ہے تفعیل کا اس کا مصدر تَصْلِيَةٌ آتا ہے اور صلوٰۃ اس کا اسم مصدر ہے اور لغت

## (تشریح)

میں صلوۃ دعاءُ کے معنیٰ میں ہے اور روح الشروح میں کہا گیا ہے کہ صلوۃ باعتبار فاعل کے تین قسم پر ہے، وہ اس ترتیب پر کہ اگر منسوب ہو اللہ کی طرف تو مراد اس سے رحمتِ کاملہ ہے، مگر معلوم ہونا چاہئے کہ رحمت کا معنٰی ہے رِقّتِ قلب اور انفعال نفس یہ چیزیں نیز تصور ہیں شانِ باری تعالیٰ میں، لہٰذیہ رحمت مجاز ہوگا معتائے احسان اور انعام سے جو کہ غایہ اور ثمرہ ہے رحمت کا اور لازم ہے رحمت کو لہٰذا از قبیل ذکر الملزوم ارادۃ اللازم سے ہے یا کہ ذکر السبب ارادۃ المسبب کے قبیل سے ہے جیسے کہ کتاب سمیر الامیر اور تصریح میں بھی مذکور ہے اور تصریح کے اندر ازہری نے بحوالہ امام فخر الدین رازی کے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسے وصف سے متصف ہو کہ وہ وصف باری تعالیٰ کے شان کے مناسب نہ ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ وہ وصف ایک ایسے معنٰی پر محمول ہوگا جو کہ اس کے شان کے مناسب ہو، اور فخر الرازی نے کہا ہے وھذہ قاعدة فی کل مکان ، اور اگر صلوٰۃ منسوب ہو ملائکہ کی طرف، مراد اس سے استغفار ہے اور اگر صلوٰۃ منسوب ہو مؤمنین کی طرف مراد اس سے دعاء ہے، اس کی تفصیل لمرز المبتدی میں گذر گیا ہے۔

**فائدہ :** نوادر الاصول میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر صلوٰۃ منسوب ہو طیور اور ہوام کی طرف مراد اس سے ایک قسم کا تسبیح ہے۔

اور صلوٰۃ اصطلاحِ شرع میں نحو میر والے نے اپنے ایک اور تصنیف کے اندر جو کہ موسوم ہے کتاب التعریفات سے وہاں صلوٰۃ کے اصطلاحی معنٰی کے متعلق یوں کہا ہے "الصلوة فی الشریعة عبارة عن ارکان مخصوصة واذکار معلومة بشرائط محصورة فی اوقات مقدرة"

**فائدہ :** ابوالقاسم الزجاجی نے جمل کے اندر کہا ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ یعنی زکوٰۃ ، حیوٰۃ ، صلوٰۃ یہ کلمات واو کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، رسم خط قرآنی کے اتباع کی وجہ سے اور اس کے بقیہ جو نظائر ہیں جیسے قناة ، فلاة ، وغیرہ الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں نہ کہ واو سے، اور زجاجی نے کہا ہے کہ جب وہ اسماء مذکورہ مضاف ہوں ضمیر کی طرف تو وہ الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں واو کے ساتھ ان کا لکھنا ناجائز ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے صلاتک ، وزکاتک ، وحیاتک.

(والسلام) ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ سلام اسم مصدر ہے نہ کہ مصدر اور سَلَّمَ یُسَلِّمُ جو کہ باب ہے تفعیل کا، اس کا مصدر تَسْلِیم ہے، اور شرح مفصل میں ابن یعیش محقق نے بھی کہا ہے کہ سلام اور کلام یہ اسم مصدر ہیں اور خوب



## (تشریح)

تفصیل سے اُس مسئلے پر اس نے کلام کیا ہے جیسے کہ اس کی عادت ہے۔

**فائدہ :** یہاں خطبوں کے اندر سلام جو کہ اسم مصدر ہے اس کو ذکر کرتے ہیں اصل مصدر جو کہ تَسْلِیْم ہے اس کو اس مقام پر ذکر نہیں کرتے ہیں، اس میں حکمت کیا ہے؟ اس حکمت کو فتح رب البریہ کے اندر ابراہیم البیجوری نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ خطبوں میں سلام جو کہ اسم مصدر ہے اس کو ذکر کرتے ہیں، نہ کہ مصدر کو یہ مناسبت صلوٰۃ کے لئے جو کہ دونوں اسم مصدر ہیں اور ہم وزن ہیں۔ مطلوب شرح مقصود میں ہے کہ سلام لغت میں عبارۃ ہے، النجاة عن العیب سے، اصطلاح میں سلام عبارۃ ہے، السلامة عن کل محنة و مشقة و بلاء فی الدارین سے،

**فائدہ :** مصنفین حضرات اپنی کتابوں کے خطبوں میں صلوٰۃ اور سلام کو جمع کرتے ہیں اس میں حکمت کیا ہے اور کس وجہ سے دونوں کو جمع کرتے ہیں؟ تو اس کی وجہ کتاب الصمدیہ کے حاشیہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے جمع کرنے میں مندرجہ ذیل آیت شریفہ پر عمل کرنے کے لئے ہیں۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً.

**فائدہ :** مطلوب شرح مقصود میں ہے کہ بعض حضرات سلام کو صلوٰۃ کے لئے عطف تفسیری شمار کرتے ہیں اور بعض حضرات فرق کرتے ہیں کہ صلوٰۃ مخصوص ہے میت کے ساتھ، سلام مخصوص ہے زندہ کے ساتھ، جب دونوں کو جمع کیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دونوں سے متصف ہے جیسا کہ قولِ باری تعالیٰ ہے. كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ اور قول ہے نبی علیہ السلام کا، المؤمنون لا یموتون بل ینقلو ن من دار الفناء الیٰ دار البقاء.

**فائدہ :** صلوٰۃ وسلام کو جمع کرنا مستحب ہے، رہی یہ بات کہ ایک کو بغیر دوسرے کے ذکر کرنا کیسا ہے؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں (١) امام نوویؒ نے صلوٰۃ وسلام کے افراد کی کراہت کا قول نقل کیا ہے، (٢) حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں افراد کی تثبیت کی ہے، ملا علی قاریؒ نے بھی شرح جزریہ میں قول بالکراہت کی تردید کی ہے، (٣) علامہ فاکھی نے کشف النقاب کے اندر کہا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں اِفراد مکروہ ہے یعنی ایک کو بغیرے دوسرے کے ذکر کرنا یہ مکروہ ہے، بعد میں ایک محاکمہ بھی پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ کراہت اس شخص کے بارے میں ہے کہ وہ افرادِ صلوٰۃ وسلام کو اپنی عادت بنائے۔

## (تشریح)

(خیر) فتح رب البریہ میں ہے کہ خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اصل میں أَخْيَرُ ہے، اور ہمزہ قطعی کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا، اس کے بعد ہمزہ کا مابعد ساکن رہا، حرکت یا کو ماقبل کے طرف منتقل کیا گیا، خیر ہوا، مگر معلوم ہو کہ یا کا حرکت کو جو کہ ماقبل کو دیا گیا ہے یہ ایک ضرورت پر مبنی ہے جو کہ ابتداء بسکون محال ہے، ورنہ یُقَال کا قانون کہ جس میں واو یا کی حرکت کو ماقبل کو دیتے ہیں اس کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ واو یا اسم کے ایسے کلمے کے اندر نہ ہو جو کہ أَفْعَلُ کے وزن پر ہو اور أَخْيَرُ ، أَفْعَلُ کے وزن پر ہے۔

فائدہ: صرف کی کتابوں میں ہے کہ ہمزہ قطعی حذف نہیں ہوتا ہے اور اسم تفضیل کا ہمزہ تو قطعی ہے یہ کیوں حذف ہے اس کی وجہ تہذیب التوضیح وغیرہ میں کثرتِ استعمال بتلایا گیا ہے اور تہذیب التوضیح میں ہے کہ مندرجہ ذیل تین لفظوں سے بوجہ کثرت استعمال کے ہمزہ قطعی حذف ہے (۱) خَیر (۲) شرّ (۳) حبّ۔ اور یہ الفاظ کلام عرب میں اپنے اصل پر بھی وارد ہیں مگر سیوطیؒ نے ھمع الہوامع کے اندر کہا ہے کہ ان کا استعمال اپنے اصل پر قلیل اور کم ہے جیسا کہ ابو قلابہ کے قول میں ہے،

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا من الْكَذَّابِ الْأَشَرُّ اور قول رؤبہ میں بلال خیر الناس وابن الاخیر ، اور حدیث میں أحب الاعمال الی اللّٰہِ ادومها وان قل۔

(خلقه) فتح رب البریہ میں ہے کہ خلق مصدر کا صیغہ ہے جو کہ مبنی للمفعول ہے یعنی مخلوق کے معنی میں ہے۔

(محمدؐ) ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل کے اندر کہا ہے کہ محمد اسم عربی ہے باب تفعیل کا، اسم مفعول ہے بروزن مُفَعَّل اور باب تفعیل کے خواص میں سے ایک تکثیر ہے جیسا کہ تہذیب التوضیح وغیرہ صرف کی کتابوں میں مذکور ہے اور محقق ابن یعیش نے کہا ہے کہ یہاں باب تفعیل تکثیر کے لئے ہے یعنی تکثیر فعل کے لئے جیسا کہ کہا جاتا ہے كَرَّمْتُهُ فَهُوَ مُكَرَّمٌ وَ عَظَّمْتُهُ فَهُوَ مُعَظَّمٌ اذا فعلت ذالک مرة بعد مرة ، اور یہ نام منقول ہے صفت سے یعنی صیغہ صفت سے جو کہ اسم مفعول ہے اور ابھی عَلَمْ ہے، اور یہ نقل علی سبیل التفاول ہے تا کہ اس کی تعریف بہت کیا جائے اور نبی علیہ السلام کی ذات گرامی ایسا ہی تھا کہ محمودیت اس کی ذات میں موجود تھا اور محقق ابن یعیش نے نبی علیہ السلام کی پیدائش کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی محمودیت پر دال ہے۔



## (تشریح)

اور ملاحظہ ہو عبارۃ ابن یعیش کا۔

روی بعض نقلة العلم فيما حكاه ابن دريد ان النبي ﷺ لما ولد امر عبد المطلب بجزورٍ فنحرت و دعا رجال قريش و كانت سنتهم في المولود اذا ولد في استقبال الليل كفؤا عليه قدرا حتى يصبح ففعلوا ذالك بالنبي ﷺ فاصبحوا وقد انشقت عنه القدر وهو شاخص الى السماء فلما حضرت رجال قريش و طعموا قالوا لعبد المطلب ماسميت ابنك هذا ؟قال سميته محمدا ، قالوا ماهذامن اسماء اٰبائک قال اردت ان يحمد في السمٰوٰت والارض انتهى كلامه .

فائدہ: شرح الشرح مأۃ عامل میں ہے کہ محمد اور احمد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ناموں میں سے ہیں کہ اس کی ولادت سے پہلے کوئی ان ناموں سے موسوم نہیں ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ عرب نے ولادت سے پہلے اپنے بچوں پر محمدؐ نام رکھا ہے مگر ان کی تعداد کم ہے، ابن یعیش محقق نے شرح مفصل میں تقریباً چھ آدمیوں کا حوالہ دیا ہے، اور کواکب الدریہ میں کہا گیا ہے کہ پندرہ آدمی ہیں جو کہ ولادت سے پہلے محمدؐ سے موسوم ہیں اور کواکب الدریہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولادت سے پہلے احمد کسی کا نام نہیں ہے۔

(و آلـه) آلہ میں ضمیر مجرور راجع ہے محمد ﷺ کے طرف، معلوم ہو کہ آل کے متعلق مندرجہ ذیل پانچ ابحاث ہم ذکر کریں گے۔

اول تحقیق صیغوی: فتح رب البریہ میں کہا گیا ہے کہ آل اسم جمع ہے، جامع الدروس میں ہے کہ اسم جمع وہ اسم ہے جو کہ متضمن ہوتا ہے معنائے جمع کو، مگر اس کے لئے اپنے لفظ اور مادے سے مفرد نہیں ہوتا ہے البتہ اس کے لئے واحد اس کے معنی سے ہوتا ہے جیسا کہ لفظ قوم ہے کہ یہ اسم جمع ہے اپنے لفظ سے اس کے لئے مفرد نہیں ہے، مگر اسکے معنی سے اس کے لئے واحد ہے کہ وہ رَجُل ہے، نیز نِسَاءٌ یہ اسم جمع ہے اپنے لفظ سے اس کے لئے واحد نہیں ہے مگر اسکے معنی سے اس کے لئے واحد ہے جو کہ اِمْرَأَةٌ ہے، نیز خَيْلٌ یہ اسم جمع ہے اس کا واحد بمثل مذکور فَرَسٌ ہے۔

دوئم بحث آل کا اصل کے اعتبار سے ہے کہ اصل میں کیا ہے یعنی آل کا الف کس چیز سے بدل ہے؟ ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آل کا الف بدل ہے، ھاء سے، یا کہ بدل ہے واو سے، اول قول سیبویہ کا ہے، دوسرا

## (تشریح)

قول کسائی کا ہے، سیبویہ کہتا ہے کہ اصل میں اھـلٌ ہے، ابن عصفور نے الممتع الکبیر کے اندر کہا ہے کہ آل کا اصل اھـلٌ ہے، ھاء کو ہمزہ سے بدلا گیا، ءَألٌ ہوا، پھر دوسرے ہمزہ کو اٰمَنَ کے قانون سے الف کے ساتھ بدلا گیا، آل ہوگیا۔

ســـوال: آل میں جو کہ ھاء کو ھمزہ سے بدلاتے ہیں، بعدہ ہمزہ کو الف سے بدلاتے ہیں، کیوں اولا ھاء کو الف سے بدلاتے نہیں، جواب: ابن عصفور نے کہا ہے کہ الف کا ھاء سے بدلنا ثابت نہیں ہے اور ابدال ہمزہ کا ھاء سے ثابت ہے جیسا کہ مَآءٌ اصل میں مَـوَہٌ ہے، واو کو الف سے بدلا گیا اور ھاء کو ہمزہ سے بدلا گیا مَـاءٌ ہوا، سیبویہ جو کہ آل کا اصل اَھْلٌ شمار کرتا ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کا تصغیر اُھَیْلٌ آتا ہے اور تصغیر شئی کو اپنے اصل کے طرف رد کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل اَھْلٌ ہے اور ابن عصفور نے الممتع الکبیر کے اندر اس کے اصل پر کہ اَھْلٌ ہے، اَوَلٌ نہیں ہے، ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ جب لفظ آل مضاف ہو ضمیر کی طرف تو بوقت اضافت بطرف ضمیر کے کہا جاتا ہے۔ اَھْلُکَ، وَاَھْلُہٗ اور ابن عصفور نے کہا ہے کہ ضمیر بھی شئی کو اپنے اصل کی طرف رد کرتا ہے لہٰذا جب یہ مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف تو اپنے اصل کی طرف رد ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آلُکَ وَآلُہ نہیں کہا جاتا ہے اِلَّا قَلِیْلاً.

<u>فـائده</u>: مطلوب شرح مقصود میں ہے اَھْلٌ میں ھاء کو ہمزہ سے بدلایا گیا ہے قرب مخرج کی وجہ سے جیسا کہ ہمزہ ھاء سے بدلتا ہے قرب مخرج کی وجہ سے ھَرَاق میں کہ اصل میں اَرَاق ہے۔ اور کسائی جو کہتا ہے کہ آل کا اصل اَوَلٌ ہے اس کا بھی دلیل تصغیر ہے کہ اس کا تصغیر اُوَیْلٌ آتا ہے، اُھَیْلٌ جو کہ تصغیر ہے یہ آلُ کا تصغیر نہیں ہے بلکہ یہ اَھْلٌ کا تصغیر ہے۔ اھل اور آل یہ جدا الفاظ ہیں ہر ایک کا اپنا تصغیر ہے اور کسائی کہتا ہے کہ میں نے ایک فصیح اعرابی سے سنا ہے کہ یوں کہتا تھا ،آلٌ، اُوَیْـلٌ و آلٌ، اُھَیْـلٌ، ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ واقعی یہ دونوں تصغیر مسموع ہیں مگر اول جو کہ سیبویہ کا مذہب ہے، یہ زیادہ مشہور ہے اور روح الشروح کے اندر کہا گیا ہے کہ بعض علماء نے سیبویہ کے مذہب کو صحیح قرار دیا ہے اور بعض علماء نے کسائی کے مذہب کو صحیح قرار دیا ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم.

### سوئم بحث

تبیان شرح میزان میں اور نوادر الاصول میں ہے کہ اھل عام ہے آل سے مندرجہ ذیل تین وجوہ کے بنا پر۔

اول: آل کا اضافت خاص ہے ذوالعقول کے ساتھ لہٰذا آل الحق نہیں کہا جا سکتا ہے بخلاف اھل کے کہ وہ عام ہے، دوئم لفظ آل ذوالعقول ذکور کے ساتھ خاص ہے لہٰذا آل فاطمہ نہیں کہا جائے گا، بخلاف اھل کے۔



سوئم: آل ایسے ذکور میں استعمال ہوتا ہے کہ وہ صاحب قدر اور رتبہ والا ہوں لہٰذا آل حجام نہیں کہا جائے گا بخلاف اھل کے کہ وہ عام ہوتا ہے۔

<u>تنبیہ</u>: قدر اور رتبہ عام ہے دینی ہو یا کہ دنیوی، لہٰذا آل فرعون کہنا صحیح ہے کیونکہ فرعون کو اگرچہ اخروی رتبہ حاصل نہیں ہے مگر دنیوی اعتبار سے صاحب قدر تھا۔

<u>چهارم</u> بحث یہ ہے کہ آل کا مصداق کون ہیں اور کون مراد ہیں؟

ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ اسکے مصداق میں اختلاف ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک آل سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء مؤمنین مراد ہیں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے، اور نوادر الاصول شرح فصول میں ہے کہ آل میں باعتبار معنٰی کے اختلاف ہے کہ اس سے کون مراد ہیں لہٰذا اس میں مندرجہ ذیل پانچ مذاہب ہے۔

(۱) آل بمعنٰی اتباع کے ہے، یہ مذہب ہے جابر بن عبداللہ اور سفیان ثوری اور بعض شوافع کا اور امام نووی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(۲) آل سے مراد مؤمنین بنو ہاشم و بنو مطلب ہیں، یہ مذہب ہے امام شافعیؒ کا۔

(۳) آل سے مراد بنو ہاشم ہیں فقط، یہ قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا اور بعض مالکیہ کا۔

(۴) آل سے مراد ازواج مطہرات، اولاد، داماد اور ان کے اولاد ہیں۔

(۵) اہل بیت فی الجملہ۔

<u>فائده</u>: علامہ محمد دسوقی نے رسالہ عضدیہ کے شرح میں کہا ہے۔

وھم فی مقام الدعاء اتقیاء المؤمنین وقیل کل مؤمن ولو عاصیاً۔

پـنـجـم بحث یہ ہے کہ ضمیر کے طرف اس کی اضافت صحیح ہے کہ نہیں کلیات ابی البقاء میں ہے کہ آل بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا ہے الا نادراً۔

پھر بعض علماء نے کہا ہے کہ اضافت اس کی ضمیر کے طرف یا تو قلیل ہے یا کہ ناجائز ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اضافت آل کا ضمیر کی طرف جائز ہے جیسے کہ یہاں نحو میر میں ہے اور علامہ فاکھی نے کشف النقاب کے اندر کہا ہے کہ اضافت آل کا ضمیر کی طرف جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ مضاف ہو اسم ظاہر کی طرف کیونکہ اسم ظاہر اشرف ہے ضمیر سے۔

(اَجْمَعِیْنَ) اجمعین تاکید معنوی ہے آل کے لئے جو کہ مفید ہے احاطہ اور شمول کے لئے۔

**فـائـدہ:** چونکہ آل بمعنی اتباع کے بھی آتا ہے تو اسی معنی کے بنا پر صحابہ کرامؓ آل میں داخل ہیں، لہٰذا علی حدہ ان کو ذکر نہیں کیا گیا۔

**فـائـدہ:** حمد خدا کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر جو کہ درود بھیجا جاتا ہے، منہاج الکافیہ فی شرح الشافیہ میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ قول اللہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ پر عمل کرنے کیلئے ہیں، جیسا کہ صحیح ابن حبان میں ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ای لا اُذْکَرُ اِلَّا وَتُذْکَرُ معی ، رہی یہ بات کہ آل اور صحابہ کرامؓ پر جو کہ تبعاً درود بھیجا جاتا ہے وہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے کہ اس میں خود نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے درود بھیجنے کا طریقہ بتلایا ہے، وہ حدیث یہ ہے قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

**فـائـدہ :** حاشیہ ابن جماعہ علی الجاربردی میں ہے کہ حمد وصلوۃ یہ دونوں جملہ انشائیہ ہیں کیونکہ حمد وصلوۃ سے انشاء حمد وصلوۃ مراد ہیں نہ کہ خبر دینا اس بات کا کہ یہ دونوں آئندہ موجود ہوں گے لہٰذا حمد وصلوۃ معناً انشاء ہیں اگر چہ صورتاً خبر ہیں۔

## نحو میر

**امـا بـعـد :** بـدان اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تعالیٰ کہ این مختصریست مضبوط در علم نحو کہ مبتدی را بعد از حفظ مفردات لغت و معرفت اشتقاق وضبط مہمات تصریف باسانی بکیفیت ترکیب عربی راہ نماید و بزودی در معرفت اعراب و بنا و سواد خواندن توانائی دہد۔ بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ وعونہ۔

## طرز المبتدی

**قولہ اما بعد** یہاں حمد اور صلوۃ کا لفظ محذوف ہے ای بعد الحمد والصلوۃ .

جاننا چاہئے کہ اما بعد سے لے کر فصل تک یہ مقدمہ ہے نحو میر کا اور اس مقدمہ میں مصنف نے یہ کہا ہے کہ جس طالب العلم کو پہلے سے تین چیزیں یاد ہوں تو یہ کتاب اس کو تین چیزوں کا فائدہ دیتی ہے، تفصیل ان چھ چیزوں کا آنے والا ہے۔

**قولہ بدان:** یہ فارسی زبان کا امر ہے جو کہ اِعْلَمْ کے معنی میں ہے اور مخاطب اس کا عام ہے، غرض اس امر سے مخاطب کا ہوشیار کرنا مقصود ہے تا کہ بیدار ہو اور غور سے ان باتوں کو سن لے، جن کو اس کے بعد مصنف اس کے سامنے ذکر کر رہا ہے۔



## طرز المبتدی

**قولہ اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تعالیٰ** یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔

اس جملے میں مصنفؒ نے اس کتاب کے شروع کرنے والے کیلئے ھدایت وراہ نمائی کی دعاء کی ہے تا کہ اللہ پاک اس کو ھدایت دیدے کہ اپنی قیمتی اوقات کو اس کتاب کے پڑھنے اور یاد کرنے میں لگائے۔

قولہ کہ این مختصریست مضبوط در علم نحو یعنی یہ مختصر رسالہ ہے جو کہ علم نحو میں ضبط کیا گیا ہے یعنی لکھا گیا ہے۔

**قـولـہ کـہ مبتدی را** ، یہاں سے ان تین چیزوں کا ذکر ہے جن کا معلوم ہونا اس کتاب کے شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے ان کے معلوم ہونے کے بعد مبتدی کو یہ کتاب تین چیزوں کا فائدہ دیتی ہے جن کا ذکر آنے والا ہے گویا کہ ان تین چیزوں کا پہلے سے معلوم ہونا اس کتاب سے فائدہ لینے کیلئے شرط کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ مصنفؒ نے ان تین چیزوں کے لئے بعد کا لفظ ذکر کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ وہ تین چیزیں اگر مبتدی کو پہلے سے یاد ہیں تو اس کتاب کے پڑھنے سے اس کو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں، اور ہم یہاں ان کو شرط کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور وہ شرطیں مندرجہ ذیل تین شرطیں ہیں۔

**شرط اول :** بعد از حفظ مفردات لغت، لغت سے مراد زبان عربی ہے یعنی عربی کی مفرد مفرد الفاظ کا معنی اس کو آتا ہو۔

**شرط دوم :** ومعرفت اشتقاق بنا اور اشتقاق کا معنی ایک ہے یعنی اس کتاب کے شروع سے پہلے طالب العلم اور مبتدی کو بناء اور اشتقاق سے واقف ہونا ضروری ہے یعنی لسان عرب میں جو جو الفاظ ایک دوسرے سے بنا ہوتے ہیں جیسے کہ ضَرَبَ ،ضَرْباً سے بنا ہوتا ہے وغیرہ تو اس بنا کے طرق سے مبتدی کو واقف ہونا ضروری ہے۔

**شرط سوم:** وضبط مہمات تصریف معلوم ہونا چاہئے کہ تصریف علم صرف کا دوسرا نام ہے اور ضبط یاد کرنے کے معنی میں ہے مہمات جمع ہے مہمۃ کی جو کہ ضروری اور دشوار کے معنی میں ہے یعنی مبتدی کو نحو میر کے شروع سے پہلے علم صرف کے دشوار اور ضروری قوانین یاد ہوں۔

مبتدی کو جب مزکورہ تین چیزیں یاد ہوں تو یہ کتاب اس کو مندرجہ ذیل تین چیزوں کا فائدہ دیتا ہے۔

اول: باسانی بکیفیت ترکیب عربی راہ نماید۔

یعنی آسانی کے ساتھ عربی ترکیب کی طرف یہ کتاب راہ نمائی کرتا ہے، یعنی مبتدی کو ترکیب کا طریقہ آتا ہے اور عربی جملوں کا ترکیب کرسکتا ہے۔

## طرز المبتدی

دوم: وبزودیٔ درمعرفت اعراب وبنا یعنی مبتدی جلد ہی معرب اور مبنی کو پہچانتا ہے۔

سوئم: وسواد خواندن توانائی دہد یعنی پڑھنے کا جوملکہ ہے یہ کتاب اس کو طاقت دیتی ہے۔

**فائدہ:** سواد انسان کے دماغ میں ایک باطنی قوت ہے جو کہ معرفت اشیاء کا فائدہ دیتا ہے اور اسکو ملکہ بھی کہتے ہیں تو یہ کتاب اس پڑھنے کے ملکے کو طاقت دیتی ہے۔

**قولہ بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ،** یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے مقصد یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تعاون اور اس کے توفیق سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

**فائدہ:** نحومیر کے حاشیہ میں ہے کہ توفیق کا لغت میں معنٰی ہے ''دست دادن کسی را بکاری'' اور اصطلاح میں توفیق کا معنٰی ہے جعل اللّٰہ فعل عبادہ موافقا لما یحبہ و یرضاہ یعنی اصطلاح میں توفیق عبارت ہے اس سے کہ اللہ پاک اپنے بندوں کی افعال کو اپنے مرضی کے موافق بنائے۔

### (تشریح)

**اما بعد:** فائدہ ایک اَمَا ہے فتح ہمزہ اور تخفیف میم کے ساتھ۔ دوسرا اَمَّا ہے فتح ہمزہ اور تشدید میم کے ساتھ، تیسرا اِمَّا ہے کسر ہمزہ اور تشدید میم کے ساتھ، ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں کہا ہے کہ اَمَا فتح ہمزہ اور تخفیف میم کے ساتھ یہ دو قسم پر ہے اول حرف استفتاح ہے یعنی حرف تنبیہ ہے اور حروف تنبیہ جو ہیں وہ نحومیر کے آخر میں حروف غیر عاملہ کے فصل میں آنے والے ہیں۔ اور اَمَا کا یہ قسم جو ہے بکثرت قسم سے پہلے واقع ہوتا ہے جیسے کہ مغنی اور المنہاج وغیرہ میں کہا گیا ہے مثال اس کا ابی صخر الھذلی کا مندرجہ ذیل شعر میں مذکور ہے۔

ے اما والذی ابکی واضحک والذی　　اماتَ واحیا والذی امرہ الأمر

شاہد اس شعر میں شاعر کا یہ قول ہے یعنی اما والذی ابکی۔

دوم: حقا کے معنٰی میں ہوتا ہے اور ابن یعیش محقق نے شرح مفصل کے اندر کہا ہے کہ اَمَا کا یہ قسم حرف نہیں ہے بلکہ مؤول بالاسم ہوتا ہے مثال اس کی اَمَا اَنَّہٗ قَائِمٌ اَیْ اُفِیْ حَقٍّ اَنَّکَ قَائِمٌ۔ ابن ہشام نے مغنی میں کہا ہے کہ اَمَا جو کہ حقا کے معنٰی میں ہے اس کے اسمی اور حرفی ہونے میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔

(اَمَّا فتح ہمزہ اور تشدید میم کے ساتھ) ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ اَمَّا کا یہ قسم حرف ہے جو کہ متضمن ہوتا ہے



### (تشریح)

معنائے شرط کو مگر مستقل حرف شرط نہیں ہے اور جامع الدروس میں ہے کہ یہ حرف شرط ہے جو کہ تفصیل یا کہ مضمون کلام کے تاکید کیلئے آتا ہے اور یہ قائم مقام ہوتا ہے اداۃ شرط اور فعل شرط کا، مثلاً اگر آپ نے کہا کہ اَمَّا اَنَا فَلَا اَقُوْلُ غَیْرَ الْحَقِّ تو اسکا معنٰی ہے مَھْمَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ فَلَا اَقُوْلُ غَیْرَ الْحَقِّ، مثال اَمَّا کا جو کہ تفصیل کیلئے آیا ہو اس قول باری تعالیٰ میں ہے فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ، مثال اس کا جو کہ تاکید کیلئے ہو جیسے خَالِدٌ شُجَاعٌ یہ ایک جملہ ہے اور مضمون اس جملہ کا شجاعت خالد ہے اب اگر آپ اس کے تاکید کا ارادہ کریں کہ یہ شجاعت ہر حالت میں ثابت ہے تو آپ کہیں گے کہ اَمَّا خَالِدٌ فَشُجَاعٌ، تیسری قسم اِمَّا کسر ہمزہ اور تشدید میم کے ساتھ یہ علی المشہور حرف عطف ہے جیسے کہ صاحب صمدیہ وغیرہ نے کہا ہے اور یہ عموماً مکرر ہوتا ہے جیسے کہ المنہاج فی القواعد والاعراب میں کہا گیا ہے مثال جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا، صاحب صمدیہ نے کہا ہے کہ اما اس آیت میں تفصیل کے لئے ہے اور تخییر کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ المنہاج میں کہا گیا ہے مثال اس کا یہ آیت ہے، اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی۔ یہاں تخییر کے لئے ہے۔

**فائدہ:** کتاب الصمدیہ اور المنہاج میں کہا گیا ہے کہ اما تفصیل اور تخییر کے علاوہ مندرجہ ذیل معانی کے لئے بھی آتا ہے یعنی ابہام، شک، تخییر، اباحہ، اس تفصیل کے بعد جان لو کہ یہاں خطبے کے اندر جو کہ لفظ اَمَّا واقع ہے یعنی لفظ امابعد میں یہ اما شرطیہ ہے جو کہ قائم مقام ہے اداۃ شرط اور فعل شرط کا اصل امابعد کا یوں ہے، مَھْمَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ بعد البسملۃ والحمدلۃ والتصلیۃ فَاَقُوْلُ بدان ارشدک اللّٰہ تعالیٰ، یہاں مَھْمَا مبتداء ہے اور اسمیۃ اس کو لازم ہے اور یَکُنْ فعل شرط ہے فا اس کو لازم ہے یعنی اس کے جزا میں، جب مَھْمَا اور یَکُنْ فعل شرط حذف ہوگئے تو اَمَّا دونوں کا قائم مقام ہوا اور متضمن ہوا معنائے ابتدا اور معنائے شرط کو اور لازم ہوا اس کو جو چیز لازم تھا مَھْمَا اور یَکُنْ فعل شرط کو یعنی ان دونوں کو اسمیۃ اور فا لازم تھا تو اب یہ اسمیۃ اور فا اَمَّا کو لازم ہے تا کہ از قبیل اقامۃ اللازم مقام الملزوم ہو ملزوم مھما اور یکن ہے۔

معلوم ہو کہ یہ اقامۃ اللازم مقام الملزوم کیوں ہوتا ہے؟ یہ اس لئے تاکہ فی الجملہ ملزوم کا اثر ہو مگر چونکہ قیام اسمیۃ کا اما کے ساتھ متعذر ہے اس لئے کہ یہ حرف ہے تو اس کے بعد متصلاً اسم ذکر کیا گیا ہے تاکہ اس نقص کا ازالہ ہو، یاد رہے کہ یہ تفصیل حاشیہ ابی النجا وغیرہ نحو کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

(بعد) ازہری نے تصریح کے اندر کہا ہے کہ بعد عموماً ظرف زمان میں استعمال ہوتا ہے مگر قلیلاً ظرف مکان میں بھی

## (تشریح)

استعمال ہوتا ہے مثال ظرف زمان کا جَاءَ زَیْدٌ بَعْدَ عَمْرٍو ،مثال ظرف مکان کا دَارُ زَیْدٍ بعد دار عَمْرٍو ،اور یہاں خطبے میں جو کہ لفظ بعد کا واقع ہے صوت میں ''امابعد'' کا اس میں دونوں کی صلاحیت ہے یعنی بعد ظرف زمان کے لئے ہو باعتبار تلفظ کے اور مکان کے لئے ہو باعتبار رقم اور لکھنے کے اور ازہری نے تصریح میں کہا ہے کہ ''بعد'' جو کہ خطبے میں واقع ہے اس کے عامل میں یہاں اختلاف ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ فعل شرط جو کہ مقدر ہے یہی اس میں عامل ہے اور سیبویہ نے کہا ہے اما جو کہ قائم مقام ہے فعل شرط کا یہی اَمَّا اس میں عامل ہے اب اگر بعد میں عامل فعل مقدر ہو تو اس صورت میں اَمَّا نائب ہے فعل مقدر کا معناً نہ کہ عملاً، دوسری صورت میں اما فعل مقدر کا معناً وعملاً نائب ہے۔

**فائدہ:** فتح رب البریہ میں ہے کہ لفظ ''امابعد'' کو کتابوں کی شروع میں ذکر کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطوط وغیرہ کے اوائل میں ذکر کیا ہے۔

**فائدہ:** اوائل عسکری میں ہے کہ قائل اول لفظ امابعد کا بذریعہ وحی حضرت داؤد علیہ السلام ہے اور قرآن میں جو کہ کہا گیا ہے وَاٰتَیْنَاہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ، یہ فصل الخطاب سے امابعد کا لفظ مراد ہے عند البعض۔

**(ارشدک اللّٰہ تعالیٰ)** ارشد باب افعال کا ماضی ہے، مصدر اس کا ارشاد ہے جس کے معنی ہدایت کرنا، راہ نمائی کرنا ہے مگر یہاں ارشد جو کہ ماضی ہے مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ ماضی جب دعا کے محل میں واقع ہو تو وہ مستقبل کے معنی میں ہوتا ہے کیونکہ غرض دعا سے حصول ہے کسی امر کا آئندہ میں جیسے کے تبیان شرح میزان میں کہا گیا ہے۔

**سوال:** یہاں خطبے میں خود مستقبل یعنی مضارع کا لفظ کو کیوں ذکر نہیں کیا گیا ہے؟ **جواب:** تفاول کے لئے کیونکہ صورت اور تعبیر ماضی کا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ دعا قبول ہوگیا ہے جیسے کہ تبیان اور نوادر الاصول میں کہا گیا ہے۔

**سوال:** کلمات دعائیہ عربی سے ذکر کئے گئے ہیں مگر ان سے پہلے لفظ بدان یہ امر ہے فارسی زبان کا، مناسب تو یہ تھا کہ بدان کے بجائے یہاں اِعْلَمْ ہوتا کہ یہ ماقبل اور مابعد دونوں کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ ماقبل میں بسم اللہ، حمد، درود، یہ سب عربی لغت کے ساتھ مذکور ہیں اور اس کے بعد دعا بھی عربی میں مذکور ہے لہٰذا بجائے بدان یہاں اِعْلَمْ مناسب تھا۔

**جواب:** حمد وغیرہ کے بعد بدان کا ذکر کرنا اس لئے ہے تا کہ اشارہ ہو کہ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جیسے کہ تبیان میں کہا گیا ہے۔ **سوال:** جب کہ کتاب فارسی میں ہے دعا بھی فارسی زبان سے بایدذکر ہوتا کتاب کی مناسبت کیلئے۔



## (تشریح)

**جواب:** تبیان میں کہا گیا ہے کہ زبانِ عربی اللہ پاک کو تمام زبانوں سے پسندیدہ ہے، لہٰذا عربی زبان سے دعا کرنا یہ اقرب الی الاجابت ہے۔

**(مختصر)** یہ لفظ صیغہ ہے اسم مفعول کا باب افتعال سے، مصدر اس کا اختصار ہے، دسوقی نے ابی اللیث سمرقندی کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اختصار عبارت ہے تقلیل سے عام ازین معنی زیادہ ہو یا کہ کم، اور یہ بھی کیا گیا ہے کہ اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ مع کثرت المعنیٰ سے۔

**(مضبوط در علم نحو)** یہ صیغہ ہے اسم مفعول کا، مصدر اس کا ضبط ہے، حاشیہ شریف جو کہ توضیح پر ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ضبط اصل لغت میں عبارت ہے **حفظ الشیئی فی حضور الذهن** سے، مگر ایسے جگہوں میں جو کہ یہاں نحو میر میں واقع ہے، مراد اس سے تحریر ہے مسائل نحویہ کی جیسے کہ حاشیہ شریف سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا یہاں مضبوط مکتوب کے معنٰی میں ہے۔

**(مبتدی)** معلوم ہو کہ یہاں تین چیزیں ہیں یعنی (۱) مبتدی (۲) متوسط (۳) منتہی۔ فتح رب البریہ میں کہا گیا ہے کہ مبتدی وہ ہے جو کہ کوئی علم کو شروع کریں مگر مسئلے کی تصویر پر قادر نہ ہو، اگر مسئلے کی تصویر پر قادر ہو مگر دلیل پیش کرنے پر قادر نہیں ہے، اس کو متوسط کہتے ہیں، اگر مسئلے کی تصویر اور صورت پیش کرنے کے بعد اس کی دلیل کو بھی پیش کرسکتا ہے تو یہ منتہی ہے۔

**(توفیق)** توفیق کی لغت میں جیسے کہ حاشیہ نحو میر میں کہا گیا ہے معنٰی ہے ''دست دادن کسی را بکارے'' اور توفیق کا اصطلاحی معنٰی میر سید شریف نے کتاب التعریفات میں یہ پیش کیا ہے، **جَعْلُ اللّٰہ فعل عبادہ موافقاً لما یحبہٗ و یرضاہ**۔ اور کلیات ابی البقاء میں ہے کہ بندے میں ایسی قدرت پیدا کرنا جس سے خدا کی اطاعت ہو، یہ توفیق ہے اگر بندے میں ایسی قدرت پیدا کیا جائے جس سے اللہ کی نافرمانی ہو اس کو خذلان کہتے ہیں۔

**<u>فصل بدانکه لفظ مستعمل در سخن عرب بر دو قسم است مفرد و مرکب.</u>**

## طرز المبتدی

**قوله فصل**۔ فصل یہ مصدر ہے باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے قطع کرنا اور جدا کرنا، اصطلاح میں فصل کا معنٰی ہے **الحاجز بین الکلامین المتغایرین**، یعنی فصل ایک حائل ہے دو ایسے کلاموں کے درمیان کہ وہ

## طرز المبتدی

آپس میں ایک دوسرے کے متغایر ہیں، حاصل یہ کہ لفظ فصل کے لانے میں تنبیہ ہوتا ہے اس بات پر کہ یہ بحث بحث سابق سے جدا ہے۔

**قولہ بدانکہ** ۔ لفظ بدان جیسے کے پہلے کہا گیا کہ یہ فارسی زبان کا امر ہے، اردو میں اس کا معنٰی ہے جان لو مگر مبتدی کے سہولت کیلئے نحومیر میں لفظ بدان جہاں بھی واقع ہوا گر اس کو فائدہ سے تعبیر کیا جائے تو بہتر ہے۔

**قولہ لفظ** ۔ یہ مصدر ہے باب ضَرَبَ کا، لغت میں مطلقا پھینکنے کے معنٰی میں ہے، مراد مطلقا سے یہ ہے کہ یہ پھینکنا انسان کے منہ سے ہو یا نہ ہو لہٰذا اس عموم کی وجہ سے پھینکنے کے مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ لفظ ہو اور اس میں پھینکنا ہو اور انسان کے منہ سے ہو جیسے کہ زَيْدٌ قَائِمٌ کہ یہ لفظ ہے اور اس میں پھینکنے کا معنٰی ہے اور وہ پھینکنا انسان کے منہ سے ہے کیونکہ انسان جب کسی لفظ سے تلفظ کرتا ہے گویا کہ اس لفظ اور حروف کو منہ سے نکال کر فضا میں پھینکتا اور ڈالتا ہے۔

(۲) یہ ہے کہ پھینکنا ہو اور انسان کے منہ سے ہو مگر لفظ نہ ہو مثال اَكَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ یعنی میں نے کھجور کھالیا اور اس کی گھٹلی پھینک دی، اس مثال میں گٹھلی کا پھینکنا ہے اور انسان کے منہ سے ہے یعنی گھٹلی کا پھینکنا تھوک کے ذریعے سے ہو جس میں ہاتھ کا واسطہ نہ ہو، حاصل یہ ہے کہ اس مثال میں گھٹلی کا پھینکنا ہے اور منہ سے ہے مگر گھٹلی لفظ نہیں ہے بلکہ ایک جسم ہے۔

(۳) یہ ہے کہ پھینکنا ہو اور انسان کے منہ سے نہ ہو اور لفظ بھی نہ ہو جیسے کہ لَفَظَتِ الرَّحَى الدَّقِيْقَ یعنی چکی نے آٹا پھینکا، اس مثال میں پھینکنا ہے مگر انسان کے منہ سے نہیں ہے اور جو چیز پھینکا گیا ہے وہ لفظ نہیں ہے کیونکہ آٹا ایک جسم ہے۔

**فائدہ** : مذکورہ مثالوں میں گھٹلی اور آٹے کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ نہیں ہیں وہ اس لئے کہ لفظ وہ ہوتا ہے جس میں حروف ہوں اور بوقت ادا کے اُس میں آواز ہو اور ان حروف کا بوقت ادا کے اپنے اپنے مخرج پر اعتماد ہو اور یہ چیزیں گھٹلی اور آٹے میں نہیں ہیں۔

یہاں تک تو لفظ کا لغوی معنٰی کا بیان تھا۔

اور عرف واصطلاح نحاۃ میں لفظ کا معنٰی ہے ما يتلفظ به الانسان حقيقةً او حكماً مهملاً كان او موضوعاً مفرداً كان او مركباً ۔ یعنی نحویوں کی اصطلاح میں لفظ وہ چیز ہے جس کا انسان تلفظ کرلے، پھر عام ہے کہ حقیقتاً اس



## طرز المبتدی

پر تلفظ کرے یا حکماً اور وہ ملفوظ بہ مہمل اور بے معنٰی لفظ ہو یا بامعنٰی مفرد ہو یا کہ مرکب مثال اس لفظ کا جس پر انسان حقیقتاً تلفظ کرے جیسے کہ زید ہے، مثال اس لفظ کا جس پر انسان حکماً تلفظ کریں وہ ضمائر ہیں جو کہ کلمات کے اندر مستتر ہوتے ہیں مثلاً اِضْرِبْ سے اگر کوئی تلفظ کریں تو یہاں بیک وقت دو چیزوں پر تلفظ ہوتا ہے اول خود اِضْرِبْ پر، دوسرا اس ضمیر پر جو کہ اَنْتَ ہے اور اس میں مستتر ہے تو یہاں اِضْرِبْ پر حقیقتاً تلفظ ہو رہا ہے اور اس ضمیر پر جو کہ اس کے اندر مستتر ہے حکماً تلفظ ہو رہا ہے مثال اس لفظ کی جس پر انسان تلفظ کرے مہمل اور بے معنٰی ہو جیسے دَيْزٌ کہ یہ الٹا ہے زید کا اور اس کے لئے کوئی معنٰی نہیں ہے، مثال اس لفظ کا کہ انسان اس سے تلفظ کرے بامعنٰی ہو جیسے ضَرَبَ، مثال اس لفظ کا کہ انسان اس پر تلفظ کرے مفرد ہو جیسے زید، مثال اس لفظ کا کہ انسان اس سے تلفظ کرے مرکب ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ۔

**فائدہ** : یہ لفظ جس کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی پیش کیا گیا یہ دو قسم پر ہے، اول مہمل، دوسرا مستعمل، مہمل وہ لفظ ہے جس کے لئے معنٰی نہ ہو، دوسرا نام اس کا غیر مستعمل ہے جیسے کہ دیز کہ یہ الٹا ہے زید کا۔

دوسرا لفظ مستعمل یہ وہ لفظ ہے جس کے لئے معنٰی ہو، دوسرا نام اس کا موضوع ہے یعنی معنٰی دار، اب لفظ کے ان دو قسموں میں سے دوسرا قسم جو کہ غیر مستعمل ہے اس سے کتابوں کے اندر بحث نہیں ہوتا ہے کیونکہ جب اس کیلئے معنٰی نہیں ہے تو اس کے بحث میں فائدہ بھی نہیں ہے، لہٰذا نحومیر والے نے لفظ مہمل کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور لفظ مستعمل کے متعلق کہا کہ لفظ مستعمل کلام عرب میں دو قسم پر ہے اول مفرد، دوسرا مرکب۔

## نحو میر

مفرد لفظی باشد تنہا کہ دلالت کند بر یک معنٰی وآن را کلمہ گویند وکلمہ بر سہ قسم است، اسم چون رَجُلٌ وفعل چون ضَرَبَ وحرف چون هَلْ چنانکہ در تصریف معلوم شدہ است۔

## طرز المبتدی

**قولہ مفرد** ۔ مصنف نے کہا کہ لفظ مستعمل دو قسم پر ہے مفرد اور مرکب، ان دونوں قسموں میں سے مرکب کی تعریف اور اس کے اقسام بعد میں ذکر ہوں گے، یہاں سے مصنفؒ مفرد کی تعریف اور اس کے اقسام ذکر کر رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ مصنفؒ الفاظ کا اصطلاحی تعریف ذکر کرتا ہے مگر لغوی تعریف کو چھوڑ رہا ہے لہٰذا مفرد یہ باب افعال کا اسم مفعول ہے

## طرز المبتدی

جس کا معنٰی لغت میں جدا کیا ہوا اور تنہا کیا ہوا ہے مفرد کا اصطلاحی تعریف خود مصنفؒ نے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مفرد ایک لفظ ہوتا ہے جو دلالت کرے ایک معنٰی پر، مقصد یہ ہے جس کا جزء اس کے معنٰی کے جز پر دلالت نہ کرے بلکہ مجموع ایک لفظ ہوتا ہے جو ایک معنٰی پر دلالت کر رہا ہے مثلاً رَجُلٌ یہ ایک لفظ مفرد ہے جس کا معنٰی ہے ایک مرد اور اس کے اجزا تین حروف ہیں یعنی را، جیم، لام، اب یہ تین حروف جو کہ اجزاء ہیں لفظ مفرد کے ہر ایک کیلئے علی حدہٖ معنٰی نہیں ہے کہ فرض کرو حرف را اس مرد کے سر سے لے کر ناف تک دلالت کرے، حرف جیم اس مرد کے ناف سے لیکر گھٹنوں تک دلالت کرے اور حرف لام گھٹنوں سے لے کر اس مرد کے پاؤں تک دلالت کرے بلکہ رجل یہ تین حروف کا مجموعہ ایک لفظ ہے جو ایک معنٰی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مرد ہے۔

**قولہ وانرا کلمہ گویند .** یہاں سے مصنفؒ مفرد کے دوسرے نام کا ذکر کر رہا ہے یعنی مفرد کا دوسرا نام اور مشہور نام کلمہ ہے اور اس کو اصطلاح میں کلمہ کہتے ہیں۔

**قولہ وکلمہ برسہ قسم است .** یہاں سے کلمہ کی تقسیم ہے یعنی کلمہ تین قسم پر ہے "اسم، فعل، حرف" اسم جیسے رَجُلٌ، فعل جیسے ضَرَبَ، حرف جیسے هَلْ، اور ان تین کو علم صرف میں سہ اقسام کہتے ہیں، اسی سہ اقسام کی طرف اشارہ کر رہا ہے، مصنفؒ اپنے اس قول میں ) (چنانکہ در تصریف معلوم شدہ است)۔

**فائدہ :** مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے،
(۱) مرکب، عام از ین مرکب مفید ہو یا کہ مرکب غیر مفید۔ (۲) تثنیہ وجمع (۳) مضاف وشبہ مضاف (۴) جملہ وشبہ جملہ یہاں لفظ کے تقسیم میں جو کہ مفرد کا لفظ ہے یہ مرکب کے مقابلہ میں آیا ہے، مراد مقابلہ سے یہ ہے کہ یہ لفظ مفرد ہو، مرکب نہ ہو، مفرد مقابلہ میں تثنیہ وجمع کے بحث اعراب میں آیا ہے، وہ آنے والا ہے ان شاء اللّٰہ۔ مفرد مقابلہ میں مضاف وشبہ مضاف کے منادی کے بحث میں آیا ہے اور مفرد مقابلہ میں جملہ وشبہ جملہ کے بحث تمیز میں آیا ہے کافیہ میں۔

**فائدہ :** اسم دو قسم پر ہے، اول اسم ذاتی، دوم اسم صفاتی، اول اسم ذاتی وہ اسم ہے جو کہ فقط ذات شیء پر دلالت کرے جیسے رَجُلٌ کہ یہ اسم ذاتی ہے جو کہ فقط ذات رجل پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک مرد ہے بلالحاظ کسی وصف کے جو کہ ضَرْب، حُمْرَة، عِلْم وغیرہ ہیں، دوم اسم صفاتی یہ وہ اسم ہے جو کہ ذات کے ساتھ اس ذات کے کسی وصف پر بھی دلالت کرے جیسے کہ زَيْدٌ ضَارِبٌ کہ یہاں ضَارِبٌ اسم صفاتی ہے جو کہ ذات زید کے ساتھ ساتھ اس کے ایک وصف پر بھی دلالت



## طرز المبتدی

کرتا ہے جو کہ ضَرْبٌ یعنی مارنا ہے۔

**فائدہ :** فعل دو قسم پر ہے اول فعل لغوی، دوم فعل اصطلاحی، اول فعل لغوی جو ہے مراد اس سے مصدر ہے جیسے ضَرْبٌ وغیرہ، دوم فعل اصطلاحی جس کے معنٰی میں مندرجہ ذیل تین چیزیں ہوتی ہیں۔
اول زمانہ، دوم نسبت الی الفاعل، سوم معنائے مصدری جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ کہ اس مثال میں ضَرَبَ فعل اصطلاحی ہے اس میں زمانہ ہے جو کہ ماضی ہے اور اس میں نسبت الی الفاعل بھی ہے کیونکہ یہاں نسبت ہے فعل کا اپنے فاعل کی طرف جو کہ زید ہے نیز اس میں معنائے مصدری بھی موجود ہے جو کہ مارنا ہے اور یہاں کلمے کے تقسیم میں مراد فعل سے فعل اصطلاحی ہے، نہ کہ لغوی کہ وہ اسم ہے۔

**فائدہ:** حروف دو قسم پر ہیں اول حروف مبانی جن کا دوسرا نام حروف تہجی اور حروف ہجائیہ ہیں، دوسرے حروف معانی، اول حروف ہجائیہ، یہ انتیس (۲۹) حروف ہیں جو کہ قاعدہ بغدادی کے شروع میں ذکر ہیں اور یہ حروف ہجائی مواد ہیں تمام الفاظ عربیہ کی اور غرض ان حروف سے کلمات کا بنانا ہے یعنی جتنے الفاظ عربی ہیں ان سب کا بنیاد یہی حروف ہیں اور سب ان حروف سے بنتے ہیں مثلاً زا، یا، دال کے ملانے سے زید بنتا ہے اور ضاد، را، با کے ملانے سے ضرب بنتا ہے اور میم، نون کے ملانے سے من بنتا ہے، علیٰ ھذا القیاس تمام الفاظ عربی ان حروف ہجا سے بنتے ہیں، دوسری قسم حروف معانی ہیں یہ وہ حروف ہیں جو کہ دلالت کرتے ہیں معنی پر، پھر یہ دو قسم پر ہیں عاملہ جیسے کے حروف جارہ ہیں مثلاً دوسری قسم حروف غیر عاملہ جیسے کہ حروف عاطفہ ہیں مثلاً اور یہ حروف خواہ عاملہ ہوں یا کہ غیر عاملہ بہت ہیں ان کی تفصیل آگے کتاب کے اندر آنے والا ہے اور یہاں کلمے کی تقسیم میں اسم اور فعل کا مقابل اور قسیم حروف معانی ہیں، نہ کہ حروف مبانی کیونکہ حروف معانی یہ بذاتہ کلمہ ہیں اور کلمہ کی قسم ہیں بخلاف حروف ہجا کے کہ وہ جز ہیں کلمہ کے۔

**فائدہ:** ہر تقسیم میں تین چیزیں ہوتے ہیں مُقَسَّم، اَقسام، قَسِیْم، یہاں کلمے کے تقسیم میں کلمہ مُقَسَّم ہے اور مقسم یہ ظرف مکان کا صیغہ ہے یعنی جگہ تقسیم کا اسم فعل حرف یہ تین کلمے کے اقسام ہیں، اسم، فعل، حرف آپس میں قسیم ہیں، قسیم کا معنٰی ہے مقابل تو یہاں اسم، فعل، حرف بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں، ہر ایک دوسرے سے جدا ہے۔

## (تشریح)

**(لفظ)** ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ مراد لفظ سے صوت ہے جو کہ مشتمل ہوتا ہے بعض حروف پر، پھر عام ہے کہ وہ لفظ معنٰی پر دلالت کرے جیسا کہ زید ہے یا کہ دلالت نہ کرے معنٰی پر جیسا کہ دَیْز کہ یہ مقلوب اور الٹا ہے زید کا۔

**(لفظ مستعمل در سخن عرب)** **سوال** : لفظ موضوع اور مستعمل ہر زبان میں دو قسم پر ہیں خواہ فارسی ہو، رومی ہو، ترکی ہو، وغیرہ لہٰذا لفظ مستعمل کو سخن عرب اور کلام عرب سے مقید کرنا یہ بے محل ہے۔ **جواب**: کتاب خلاصہ اور دوسری کتابوں میں کہا گیا ہے کہ جو اصول اور احکام اس کتاب میں یا کہ علم نحو میں ذکر ہوتے ہیں وہ مخصوص ہیں لسان عرب کے ساتھ لہٰذا لفظ مستعمل کو مقید کیا جاتا ہے سخن عرب اور کلام عرب کے ساتھ۔

**(مفرد)** ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ مراد لفظ مفرد سے یہ ہے کہ اس کا جزء اس کے جزء معنٰی پر دلالت نہ کرے جیسے کہ زید کہ یہ ایک لفظ مفرد ہے اور اس کے تین اجزا ہیں یعنی زا، یا، دال کہ یہ تین حروف ہیں ان میں سے کوئی بھی اس مفرد کے جزء معنٰی پر دلالت نہیں کر رہا ہے بلکہ لفظ زید مجموع ایک لفظ ہے ایک معنٰی پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ مسمی اور شخصی بخلاف مرکب کے کہ اس کا جزء اس کے جزء معنٰی پر دلالت کر رہا ہے جیسے کہ غُلَامُ زَیْدٍ ہے کہ یہ ایک لفظ مرکب ہے اس کا کل معنٰی منسوب اور منسوب الیہ ہے اور اس کے دو اجزاء ہیں یعنی غلام اور زید کہ ان دو میں سے ہر ایک اس مرکب کے کل معنٰی کے ایک جزء پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ جزء اول جو کہ غلام ہے دلالت کر رہا ہے منسوب پر جزء دوم جو کہ زید ہے وہ دلالت کر رہا ہے منسوب الیہ پر جیسے کہ کواکب الدریہ میں کہا گیا ہے۔

**فائدہ**: مندرجہ ذیل دو لفظوں میں سے یعنی لفظ اور قول، لفظ عام ہے جیسا کہ کواکب الدریہ میں کہا گیا ہے کہ لفظ عام ہے قول سے کیونکہ لفظ کا اطلاق مندرجہ ذیل چیزوں پر ہو رہا ہے یعنی مستعمل، مھمل، مفرد، مرکب، پھر مرکب عام ہے خواہ کہ مرکب مفید ہو یا کہ مرکب غیر مفید مگر قول جو ہے لفظ مستعمل اور لفظ مھمل میں سے فقط اس کا اطلاق لفظ مستعمل پر ہوتا ہے نہ کہ مھمل پر، پھر لفظ مستعمل عام ہے خواہ مفرد ہو یا کہ مرکب اور مرکب عام ہے مفید ہو یا کہ غیر مفید۔

**فائدہ**: ایک ہے کَلِمَۃٌ، دوسرا ہے کَلِمٌ، ابن عقیل نے کہا ہے کہ کَلِمٌ اسم جنس ہے، کَلِمَۃٌ اس کا واحد ہے اور منحۃ الجلیل میں ہے کہ اسم جنس دو قسم پر ہے، اول اسم جنس جمعی، دوم اسم جنس افرادی، اول جو کہ اسم جنس جمعی ہے یہ دو سے زیادہ پر دلالت کر رہا ہے اس کے اور اس کے واحد کے درمیان فرق حرف تا کا ہوتا ہے جیسے کہ بقرۃ و بقر، اول واحد ہے، دوسرا جمع ہے اور شجرۃ و شجر، یہاں بھی شجرۃ یہ واحد ہے، شجر جمع ہے وراسی سے ہے کَلِمٌ و کَلِمَۃٌ۔ دوم اسم جنس افرادی



## (تشریح)

جو ہے اس کا صدق قلیل ور کثیر پر ہو رہا ہے صیغہ واحد کے ساتھ جیسے کہ مَاءٌ، ذَھَبٌ، خِلٌّ، زَیْتٌ ہے وغیرہ، توضیح شرح الفیہ اور تصریح شرح توضیح میں کہا گیا ہے کہ کَلِمٌ ان دو مذکورہ چیزوں میں سے یعنی اسم جنس جمعی اور اسم جنس افرادی میں سے، اسم جنس جمعی ہے، لہٰذا جمع اور اسم جمع اور اسم جنس افرادی نہیں ہے، جمع اس لئے نہیں ہے کہ استعمال عربی میں جمع کے طرف ضمیر مؤنث کا راجع ہوتا ہے جیسے کہ تصریح اور منحۃ الجلیل میں کہا گیا ہے مثال اس کی قرآن میں '' لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ '' یہاں آیت شریفہ میں غرف جمع ہے فوقھا کے اندر ضمیر ہے مؤنث کا جو کہ راجع ہے غرف کی طرف اور اسم جنس جمعی جو ہے استعمال عربی میں اس کی طرف ضمیر مذکر کا راجع ہوتا ہے جیسے کے اس قول باری تعالیٰ میں "اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" یہاں الطیب میں ضمیر مستتر جو کہ ھُو ہے اور مذکر کا ضمیر ہے راجع ہے الکلم کی طرف جو کہ اسم جنس جمعی ہے مگر معلوم ہو کہ اسم جنس جمعی کی طرف جو کہ ضمیر مذکر کا راجع ہوتا ہے، یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اکثریہ ہے جیسے کہ ازہری نے تصری کے اندر کہا ہے۔ **الحاصل** اسم جنس جمعی کی طرف عموماً ضمیر مذکر کا راجع ہوتا ہے اور کبھی اس کی طرف ضمیر مؤنث کا بھی راجع ہوتا ہے جیسے کہ ازہری نے تمرین الطلاب فی اعراب الالفیہ کے اندر کہا ہے کہ کَلِمٌ ان اسماء اجناس میں سے ہے کہ اس کی طرف ضمیر مذکر اور ضمیر مؤنث دونوں کا راجع ہونا جائز ہے جیسے کہ قرآن میں اس کی طرف دونوں قسم کی ضمیریں راجع کئے گئے ہیں، مثال مذکر کا "نخل منقعر" یہاں نخل اسم جنس جمعی ہے منقعر میں ضمیر مستتر مذکر کا اس کی طرف راجع ہے اور ایک دوسرے جگہے میں کہا گیا ہے "نخل خاویۃ" یہاں نخل اسم جنس جمعی ہے مگر خاویۃ میں ضمیر مؤنث کا مستتر ہے جو کہ راجع ہے نخل کی طرف۔

اور کلم اسم جمع بھی نہیں ہے اس لئے کہ اسم جمع کیلئے اپنے لفظ سے واحد نہیں ہوتا ہے مگر کَلِمٌ کے لئے اپنے لفظ سے واحد ہے جو کہ کَلِمَۃٌ ہے۔ اور کَلِمٌ اسم جنس افرادی بھی نہیں ہے کیونکہ اسم جنس افرادی کا اطلاق قلیل اور کثیر پر ہو رہا ہے اور کَلِمٌ کی اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کَلِمٌ اسم جنس افرادی نہیں ہے۔

**فائدہ**: ازہری نے تصریح میں کہا ہے کہ اسم جنس جمعی مندرجہ ذیل تین قسم پر ہے،

(۱) یہ ہے کہ اسم جنس جمعی اور اس کے واحد کے درمیان فرق حرف تا کا ہوتا ہے مگر حرف تا واحد میں ہو جیسے کہ کَلِمٌ وَ کَلِمَۃٌ۔

(۲) یہ ہے کہ اسم جنس جمعی اور اس کے واحد کے درمیان فرق تا کا ہو مگر حرف تا جمع میں ہو، جیسے کہ کُمْءٌ واحد ہے کُمَاۃٌ

## (تشریح)

اس کا جمع ہے۔

(۳) یہ ہے کہ اسم جنس جمعی اور اس کے واحد میں فرق یاء نسبتی کے ذریعہ سے ہو مگر یا واحد میں ہوتا ہے جیسے کہ رُوْمٌ وَرُوْمِیٌّ و زَنْجٌ و زَنْجِیٌّ وغیرہ۔

**فائدہ** : میر سید شریف کی عادت اس کتاب میں یہ ہے کہ جب کسی چیز کے لئے ایک سے زائد نام ہوں تو غیر مشہور نام کو اولاً ذکر کرتا ہے اس کے بعد اس کا مشہور اور اصطلاحی نام کو ذکر کرتا ہے جیسے کہ یہاں لفظ کے تقسیم میں مفرد ہے کہ اس کا دوسرا مشہور اور اصطلاحی نام کلمہ ہے اس کو مصنفؒ نے بعد میں ذکر کیا اور کہا ہے "وآن را کلمہ گویند" یعنی اصطلاح میں مفرد کو کلمہ کہتے ہیں اور یہ اس کا مشہور نام ہے، اس کی شہرت اور مصطلح ہونے کی طرف لفظ''گویند'' میں تصریح موجود ہے کیونکہ لفظ گویند فارسی زبان میں جمع کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

**(وکلمہ بر سہ قسم است)** ابن حاجب نے کلمہ کی وجہ حصر اور دلیل حصر یوں ذکر کیا ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ کلمہ اپنے معنٰی پر بذات خود بغیر ملانے کسی دوسرے کلمے کے دلالت کرے گا یا کہ بذات خود دلالت نہیں کرے گا بلکہ اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں محتاج ہوتا ہے ضم ضمیمہ کی طرف اگر بذات خود دلالت نہیں کرسکتا ہے تو یہ حرف ہے اگر اپنے معنٰی پر بذات خود دلالت کرتا ہے پھر دیکھا جاتا ہے کہ وہ معنٰی مقترن اور ملا ہوا ہوگا وضع کے وقت تین معین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یا کہ وضع کے وقت وہ معنٰی تین معین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوگا، اول فعل ہے، دوسرا اسم ہے۔

**فائدہ** : یہاں دو چیزیں ہیں یعنی اول حصر، دوم دلیل حصر۔ اول جو کہ حصر ہے مراد اس سے یہاں کلمہ کو منحصر اور بند کرنا ہے تین قسم میں یعنی اسم، فعل، حرف میں پھر اس حصر پر جو دلیل پیش کیا جاتا ہے اس کو دلیل حصر کہتے ہیں، پھر بعضوں نے کلمہ کی حصر کے لئے تین میں علماء کا استقراء یعنی تتبع اور تلاش کو پیش کیا ہے اور بعضوں نے دلیل عقلی کو پیش کیا ہے، اگر دلیل میں استقراء کو پیش کیا جائے تو یہ حصر کلمہ کی بہ نسبت اس دلیل استقرائی کی حصر استقرائی کہلاتا ہے جیسے کہ سبیل الھدٰی میں کہا گیا ہے۔ اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کلمہ کی حصر کے لئے دلیل میں استقراء علماء کو پیش کیا ہے لہٰذا وہ حصر استقرائی ہے اپنے دلیل کے اعتبار سے اور کلمے کی حصر کے لئے اگر دلیل عقلی کو پیش کیا جائے جیسے کہ کافیہ میں ابن حاجب نے پیش کیا ہے تو کلمہ کی وہ حصر اپنے اس دلیل کی بنا پر عقلی کہلاتا ہے اور اس دلیل عقلی کی علامت یہ ہے کہ نفی اود اثبات کی



## (تشریح)

صورت میں ہوتا ہے جیسے کہ کافیہ میں کلمے کی حصر پر جو دلیل حصر پیش کیا گیا ہے وہ یہی دلیل عقلی ہے جو کہ نفی اور اثبات کے شکل میں ہے۔

**(چنانکہ در تصریف معلوم شدہ است)** جاننا چاہے کہ تصریف علم صرف کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور علم صرف کے لئے مندرجہ ذیل نامیں ہیں جیسے کہ قانونچہ شاہ جمالی کے حاشیہ میں ذکر کئے گئے ہیں اور کہا ہے **ویسمّٰی ھذا العلم علم الصرف والتصریف والاشتقاق والمیزان والاقسام والصیغۃ.**

**فائدہ** :ابن ہشام نے شذور الذہب میں کہا ہے کہ کلمہ ایک جنس ہے اسکے نیچے تین انواع ہیں یعنی اسم، فعل، حرف لہٰذا کلمے کے لئے چوتھا قسم نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے نحاۃ کا اور زجاجی نے بھی اجماع کا قول کیا ہے اپنے تالیف ایضاح کے اندر بحوالہ سیبویہ کے کہ (**والناس بعدہ غیر منکرین علیہ** )۔ اور منتہی الارب جو کہ حاشیہ ہے شذور الذہب کا اس میں اور نحو کی دوسری کتابوں میں کہا گیا ہے کہ نحاۃ میں سے بعضوں نے جو کہ محمد بن صابر ہے کہا ہے کہ کلمہ چہار قسم پر ہے چوتھا قسم خالفہ ہے مراد اس کا خالفہ سے اسم فعل ہے مگر معلوم ہو کہ حاشیہ ابی النجا میں کہا گیا ہے کہ خالفہ کسر لام کے ساتھ یہ خلافۃ سے ہے، نہ کہ مخالفۃ سے، تو مطلب یہ ہے کہ محمد بن صابر اسم فعل کو جو کہ کلمہ کی چوتھی قسم ہے خلیفہ کہتا ہے، کیونکہ اسم فعل یہ خلف ہے فعل سے جیسے کہ صَہْ کہ یہ خَلَفْ ہے اُسْکُتْ سے یعنی خلف ہے فعل کے لفظ سے، فائدہ دینے میں مطلب یہ ہے کہ فعل جس چیز کا فائدہ دے رہا ہے یہ خلیفہ بھی اسی چیز کے لئے مفید ہے جیسے کہ ازہری نے شرح اجرومیہ میں اور علامہ ابی النجا نے اس کے حاشیہ میں کہا ہے مگر معلوم ہونا چاہئے کہ محمد بن صابر نحوی کا قول چونکہ بوجہ عدم صحۃ کی معتبر نہیں ہے لہٰذا نحاۃ اس کے اختلاف کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اجماع کا حوالہ دے رہے ہیں۔

**فائدہ** : ہر تقسیم میں مندرجہ ذیل تین چیزیں ہوتی ہیں اول مَقْسَم، دوم اَقْسَام، سوم قَسِیْم۔ فتح رب البریہ میں علامہ ابراہیم البیجوری نے کہا ہے کہ کلمہ مقسم ہے یعنی کلمہ وہ جگہ ہے جس پر تقسیم وارد ہے، لہٰذا مقسم ظرف مکان کا صیغہ ہے، حاصل یہ ہے کہ کلمہ اسم، فعل، حرف، کا مقسم یعنی جگہ ہے تقسیم کا، اور اسم، فعل، حرف یہ تین کلمہ کی اقسام ہیں، اور خود اسم، فعل، حرف اپنے آپس میں قسیم ہیں، قسیم کا معنٰی ہے مقابل اور مُباین یعنی اسم، فعل، حرف اپنے آپس میں ایک دوسرے کے مباین ہیں، حاصل یہ ہے کہ کلمہ کو اگر ان تین کی طرف نسبت کیا جائے تو کلمہ اسم، فعل، حرف کا مقسم ہے، اگر اسم، فعل، حرف کو نسبت کیا جائے کلمہ کی طرف تو یہ تین اس کے اقسام ہیں، اور اسم، فعل، حرف کو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل میں نسبت دیا

(تشریح)

جائے تو یہ تمیٰن ایک دوسرے کے مباین اور ضد ہیں، بایں معنیٰ کہ ہرایک کی تعریف جدا ہے اور ایک دوسرے پر ان کا صدق نہیں ہو رہا ہے۔

## نحو میر

امامرکب لفظی باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر حاصل شدہ باشد و مرکب بر دو گونہ است مفید و غیر مفید، مفید آن است کہ چون قائل بران سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی معلوم شود و آن را جملہ گویند و کلام نیز پس جملہ بر دو قسم است، خبریہ و انشائیہ۔

## طرز المبتدی

**(قولہ امامرکب لفظی باشد)** لفظ اَمّا تفصیل کے لئے ہوتا ہے اس چیز کی جو کہ ماقبل میں مجملاً اور مختصراً ذکر ہو، یہاں بھی ایسا ہے کہ مرکب کا ماقبل میں اجمالاً ذکر ہوا تھا، لفظ کے تقسیم میں اب یہاں سے مرکب کی تفصیل اور تقسیم بیان کرتے ہیں مگر تقسیم سے پہلے مرکب کی تعریف، تو مرکب کی دو تعریفیں ہیں، اول لغوی، دوم اصطلاحی، اول لغوی وہ یہ ہے کہ مرکب یہ صیغہ ہے اسم مفعول کا باب تفعیل سے لغت میں اس کا معنیٰ ہے ملایا ہوا، رہی مرکب کی اصطلاحی تعریف اس کو نحو میر والے نے خود ذکر کیا ہے کہ اصطلاح میں مرکب وہ لفظ ہے جو دو کلموں یا زیادہ سے حاصل ہو۔

**فائدہ:** ضروری نہیں کہ مرکب کی دونوں کلے ظاہر ہوں بلکہ عام ہے کہ مرکب جن دو کلموں سے مل کر بنایا گیا ہے، دونوں ظاہر ہوں، نطق اور تلفظ میں جیسے کہ ضَرَبَ زَیْدٌ یا کہ ان دو کلموں میں سے ایک تو ظاہر ہو اور دوسرا کلمہ مستتر ہو جیسے کہ اِضْرِبْ کہ یہ مرکب ہے دو کلموں سے، یعنی فعل اور اسم سے، فعل تو ظاہر ہے مگر دوسرا کلمہ جو کہ اسم ہے وہ مستتر اور پوشیدہ ہے جو کہ اَنْتَ ہے۔

**(قولہ و مرکب بر دو گو نہ است)** یہاں سے نحو میر والے مرکب کی تقسیم بیان کرتے ہیں یعنی مرکب کی دو قسمیں ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید۔

**(قولہ مفید آن است)** مفید یہ صیغہ ہے اسم فاعل کا باب افعال سے اجوف یائی ہے اصل میں مُفْیِدٌ ہے یا کا حرکت کسرہ کو ماقبل کو دیا گیا مُفِیْدٌ ہوا، لغت میں مُفِیْدٌ کا معنیٰ ہے فائدہ دینے والا، اصطلاحی معنیٰ کو مصنفؒ نے ذکر کیا ہے۔
یعنی مرکب مفید وہ لفظ ہے کہ جب متکلم اس کلام پر سکوت کریں اور خاموش ہو جائے تو سامع یعنی سننے والے کو کوئی خبر جملہ



## طرز المبتدی

خبریہ میں یا کوئی طلب جملہ انشائیہ میں معلوم ہو۔

**فائدہ:** مرکب مفید کی تعریف میں کہا گیا کہ سامع کو کوئی خبر جملہ خبریہ میں یا کوئی طلب جملہ انشائیہ میں معلوم ہو یہ اس لئے کہ مرکب مفید دو قسم پر ہے جیسا کہ عنقریب آنے والا ہے، اول جملہ خبریہ، دوم جملہ انشائیہ، جملہ خبریہ میں گذشتہ واقع کی خبر دینا ہوتا ہے اب اس جملہ خبریہ پر اگر متکلم سکوت کرے تو سامع کو گذشتہ واقع کی خبر معلوم ہوتا ہے جیسے **ذَهَبَ زَیْدٌ** (زید گیا) اور جملہ انشائیہ میں کسی چیز کی طلب ہوتا ہے اب اس جملہ انشائیہ پر اگر متکلم سکوت کرے تو سامع کو کسی چیز کی طلب معلوم ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ (تو مار)۔

(قولہ و آن را جملہ گویند و کلام نیز) یعنی مرکب مفید کو جملہ اور کلام بھی کہتے ہیں۔

**فائدہ:** مرکب مفید کے مندرجہ ذیل نام ہیں۔

مفید، جملہ، کلام، تام، اسناد، مذکورہ پانچ ناموں میں سے جملہ و کلام مشہور ہیں کیونکہ نحاۃ مرکب مفید کے لئے انہی دو ناموں کو زیادہ استعمال کرتے ہیں اور مرکب مفید کی تقسیم بھی انہی دو ناموں سے ہو رہا ہے جیسا کہ یہاں نحو میر والے نے کہا ہے کہ جملہ دو قسم پر ہے خبریہ و انشائیہ۔

(قولہ پس جملہ بر دو قسم است خبریہ و انشائیہ) یعنی جملہ دو قسم پر ہے اول جملہ خبریہ، دوم جملہ انشائیہ، اور ہرایک کی تعریف اور تفصیل آنے والا ہے۔

(تشریح)

**(قولہ مفید آن است)** مفید یہ صیغہ ہے اسم فاعل کا باب افعال سے مجرد اس کا فَادَ یَفِیْدُ فَیْدًا ہے اور یہ مادہ اجوف یائی اور اجوف واوی دونوں مسموع ہے جیسا کہ محمد الحفناوی شافعی نے سمرقندی کی شرح میں کہا ہے "**فقد سمع الفید و الفود کما فی القاموس**" اور مفید یہ ثلاثی مزید فیہ ہے فَادَ یَفِیْدُ کا، لہٰذا اس کے مزید میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ یہ اجوف یائی اور اجوف واوی دونوں آتا ہے، لہٰذا بنا بر احد الاصلین اس کا اصل مُفْیِدٌ ہے، یا کی حرکت کسرہ کو یَقُوْلُ یَبِیْعُ کے قانون سے ماقبل کو دیا گیا مُفِیْدٌ ہوا۔

**(قولہ قائل بر آن سکوت کند)** یعنی متکلم سکوت کرے سامع کو خبر یا طلب کا فائدہ حاصل ہو مگر جاننا چاہئے کہ

(تشریح)

حاشیہ ابی النجا اور کواکب الدریہ میں کہا گیا ہے کہ مرکب مفید میں فائدہ دینے کا دارومدار مسند الیہ اور مسند کے ذکر کرنے پر ہے جب یہ دو چیزیں جملہ میں ذکر ہوں تو وہ مفید کہلاتا ہے اور قائل کا سکوت اس پر صحیح ہے، لہٰذا مسند الیہ اور مسند کے علاوہ جو کہ متعلقات ہوتے ہیں جملہ میں جیسے کہ مفعول بہ حال وغیرہ ہیں ان پر مرکب مفید کا افادہ نہ کہ سکوت متکلم موقوف ہے لہٰذا مرکب مفید کا محتاج ہونا متعلقات کے طرف جیسے کہ مفاعیل وغیرہ ہیں، یہ اس کے لئے مضر نہیں ہے جیسے کہ سیوطی نے ھمع الہوامع کے اندر کہا ہے۔

**فائدہ** :سیوطی نے ھمع الہوامع کے اندر کہا ہے کہ سکوت کے اندر تین اقوال ہیں یعنی سکوت سے مراد سکوت متکلم ہے یا کہ سکوت سامع مراد ہے یا کہ دونوں کا سکوت مراد ہے، راجح قول یہ ہے کہ سکوت سے مراد سکوت متکلم مراد ہے کیونکہ سکوت یہ ضد ہے تکلم کا جیسے کہ تکلم صفت ہے متکلم کا تو سکوت بھی اس کی صفت ہے۔ اور حاشیہ صبان میں بھی کہا گیا ہے (والمراد بالسکوت سکوت المتکلم علی الاصح)

**فائدہ** :سیوطی نے ھمع الہوامع کے اندر کہا ہے، آیا کلام میں یہ شرط ہے کہ مخاطب کو ایسی چیز کا فائدہ دیدے کہ وہ اس چیز کو نہ جانتا ہو، ابن امالک نے کہا ہے کہ یہ شرط ہے لہٰذا ابن مالک کے نزدیک السماء فوق الارض والنار حارة جیسے الفاظ کلام میں شمار نہیں ہوں گے اور ابو حیان نے کہا ہے کہ یہ چیز کلام میں شرط نہیں ہے اگر یہ چیز شرط ہو پھر تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک چیز کلام اور غیر کلام دونوں واقع ہو مثلاً زَیْدٌ قَائِمٌ سے اگر کسی ایسے آدمی کو مخاطب کیا جائے کہ اس کو قیام زید کا علم نہیں ہے، اب یہ لفظ پہلی بار تو کلام ہوگا کیونکہ اس کے مضمون سے اس سے پہلے اس کو علم نہیں تھا جب مخاطب نے سن لیا اور اس کے مضمون سے اس نے استفادہ کیا پھر دوبارہ متکلم نے ان الفاظ کا اعادہ کیا اور کہا زَیْدٌ قَائِمٌ، اب یہ لفظ اس شرط کے بنا پر کلام نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ پہلی بار جب اس کو مخاطب کے سامنے ذکر کیا گیا تو اس کے مضمون سے مخاطب کو علم حاصل ہو گیا، اب دوسری بار جب مخاطب کے سامنے ذکر ہوا، اب مخاطب اس سے جاہل نہیں ہے اور خضری شرح ابن عقیل میں بھی ابو حیان کے قول کو پسند کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو عبارت خضری کا

(والمراد بتلک الفائدة النسبة بین الشیئین ایجاباً کانت او
سلباً وان کانت معلومة للمخاطب کما اختارہ ابو حیان)

**فائدہ** :مندرجہ ذیل چہار لفظوں میں سے یعنی ''قول، کلام، کلم، کلمۃ'' قول عام ہے یعنی قول کا اطلاق ان تین میں سے



(تشریح)

ہر ایک پر ہوتا ہے جیسے کہ سیوطی نے البہجۃ المرضیۃ میں کہا ہے کیونکہ قول عبارت ہے ہر اس لفظ سے جو کہ دلالت کرے معنی پر عام ازین کہ وہ مفید ہو یا کہ غیر مفید ہو تو چونکہ قول شامل ہے مفید وغیر مفید پر تو کلام سے عام ہے کیونکہ کلام کا اطلاق فقط مفید پر ہوتا ہے اور کَلِمٌ سے وجہ عموم یہ ہے کہ قول کا اطلاق ہر مرکب پر صحیح ہے خواہ وہ مرکب دو کلموں سے ہو یا زیادہ سے ہو بخلاف کَلِمٌ کے کہ یہ اسم جنس جمعی ہے تین کلمات سے کم پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور کلمۃ سے وجہ عموم یہ ہے کہ قول کا اطلاق مفرد اور مرکب دونوں پر ہوتا ہے بخلاف کلمہ کے کہ اسکا اطلاق فقط مفرد پر ہوتا ہے (تہذیب التوضیح)

(قولہ وآن را جملہ گویند و کلام نیز) جاننا چاہئے کہ مرکب مفید کی مندرجہ ذیل پانچ نام ہیں جیسا کہ عمدۃ المرام کے اندر ذکر کئے گئے ہیں یعنی ''مفید، جملہ، کلام، تام، مرکب اسنادی''

**فائدہ** :ابن مالک نے الفیہ میں کہا ہے کہ کبھی کبھی کلمہ کا اطلاق کلام پر ہوتا ہے، سیوطی نے البہجۃ المرضیہ کے اندر کہا ہے کہ یہ اطلاق لغتاً ہے نہ کہ اصطلاحاً جیسا کہ کہا جاتا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ کلمة الاخلاص.

**فائدہ** :عمدۃ المرام میں ہے کہ جملہ اور کلام کے مساوات اور ترادف میں اختلاف ہے، ابن ہشام نے مغنی اللبیب کے اندر کہا ہے کہ جملہ اور کلام کے درمیان نسبت مساوات اور ترادف کا نہیں ہے بلکہ جملہ عام ہے، کلام خاص ہے کیونکہ کلام وہ قول ہے قائل کا جو کہ مفید بالقصد ہو اور مراد مفید سے یہ ہے کہ وہ قول قائل کا ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جس پر سکوت صحیح ہو اور اس کی نسبت یعنی وہ اسناد جو کہ دو کلموں کی بیچ میں واقع ہوتا ہے وہ مقصود لذاتہٖ ہو مگر اسناد مقصود لذاتہٖ کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل تمہیدی بات کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے تاکہ مقام سمجھ میں آئے، وہ تمہیدی بات یہ ہے کہ اسناد اولاً دو قسم پر ہے، پہلا اسناد غیر اصلی، دوسرا اسناد اصلی، اول جو کہ اسناد غیر اصلی ہے یہ مندرجہ ذیل چیزوں میں ہوتا ہے۔

(۱) مصدر کا اسناد اپنے فاعل کی طرف (۲) اسم فاعل کا اسناد اپنے فاعل کی طرف (۳) اسم مفعول کا اسناد اپنے نائب فاعل کی طرف (۴) صفت مشبہ کا اسناد اپنے فاعل کی طرف، مذکورہ اسناد جو کہ دو چیزوں کی درمیان واقع ہے، اس اسناد کی وجہ سے وہ دو چیزیں جملہ اور کلام نہیں ہیں، رہا دوسرا اسناد جو کہ اصلی ہے یہ دو قسم پر ہے جیسے کہ رضی نے شرح کافیہ میں کہا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اسناد اصلی جملہ اور کلام دونوں میں ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ جملے کا اسناد اصلی تو ہے عام ازین مقصود لذاتہٖ ہو یا کہ نہ ہو، مگر کلام کا اسناد اصلی اور مقصود لذاتہٖ ہوتا ہے، اس تمہید کے بعد جان لو کہ اسناد مقصود لذاتہٖ وہ اسناد ہے جو کہ وسیلہ اور ذریعہ نہ ہو، دوسرے اسناد کیلئے بلکہ جب یہ اسناد موجود ہو تو کلام ترکیب کے اعتبار سے پورا ہوتا ہے

## (تشریح)

مراد پورا ہونے سے یہاں یہ ہے کہ یہ کلام نہ کہ دوسرے چیز کے لئے خبر، نہ صلہ، نہ صفت وغیرہ واقع ہو مثال اس کی قَـامَ زَیۡدٌ و زَیۡدٌ قَائِمٌ ہے مثال اس اسناد کی جو کہ مقصود لذاتہٖ نہ ہو جیسا کہ اسناد ہے یَضۡرِبُ کا اپنے فاعل کی طرف ترکیب میں زَیۡدٌ یَضۡرِبُ کے اس لئے کہ یہاں یَضۡرِبُ کا اسناد اس ضمیر کی طرف ہو رہا ہے جو کہ ھُوَ ہے، یَضۡرِبُ میں مستتر ہے اور راجع ہے مبتدا یعنی زید کی طرف مگر یہ اسناد مقصود لذاتہٖ نہیں ہے بلکہ مقصود لذاتہٖ اس کا اسناد ہے مبتدا کی طرف اور وہ اسناد یَضۡرِبُ کا جو کہ ضمیر کی طرف ہوتا ہے وہ ربط کے پیدا کرنے کیلئے ہے مبتدا اور اس فعل کے درمیان، الحاصل جملہ عبارت ہے اس قول قائل سے جو کہ مرکب ہوتا ہے دو کلموں سے باین طور کہ ایک کا اسناد ہو، دوسرے کی طرف عام از ین کہ وہ اسناد مقصود لذاتہٖ ہو جیسے کہ قَامَ زَیۡدٌ و زَیۡدٌ قَائِمٌ یا وہ اسناد مقصود لذاتہٖ نہ ہو جیسے کہ اِنۡ تَضۡرِبُ کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس میں اسناد ہے مگر یہ اسناد مقصود لذاتہٖ نہیں ہے کیونکہ جملہ شرطیہ بغیر اپنے جزاء کے مفید نہیں ہوتا ہے جیسا کہ میر سید شریف نے کتاب التعریفات کے اندر کہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جملہ عبارت ہے فعل او فاعل سے یا کہ مبتدا اور خبر سے اس شرط کے ساتھ کہ یہ جملہ یہاں پورا ہو یعنی ماقبل کے لئے خبر یا کہ صلہ اور صفت وغیرہ واقع نہ ہو، رہا کلام وہ فقط فعل اور فاعل سے یا کہ مبتدا اور خبر سے عبارت نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ نسبت اس کا مقصود لذاتہٖ ہو جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جملہ عام ہے کلام خاص ہے، تو مندرجہ ذیل الفاظ پر جملہ کا اطلاق صحیح ہے مگر کلام کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا ہے۔

(۱) وہ جملہ جو کہ خبر واقع ہو مبتدا کے لئے جیسے کہ عقد النامی میں کہا گیا ہے مثال اس کی یَـضۡـرِبُ ہے ترکیب میں زَیۡدٌ یَضۡرِبُ کی۔

(۲) وہ جملہ جو کہ صفت واقع ہو موصوف کے لئے جیسا کہ عقد النامی میں کہا گیا ہے مثال اس کی یَضۡرِبُ ہے ترکیب میں جَاءَنِیۡ رَجُلٌ یَضۡرِبُ اَبُوۡہُ کی۔

(۳) وہ جملہ جو کہ شرط یا کہ جزا واقع ہو جیسے کہ عمدۃ الرام میں کہا گیا ہے مثال اس کی اِنۡ یُکۡرِمۡنِیۡ، یہ مثال شرط کا ہے مثال جزا کی اُکۡرِمۡہُ۔

(۴) وہ جملہ جو کہ موصول کیلئے صلہ واقع ہو جیسا کہ کشف النقاب میں کہا گیا ہے مثال اس کی قَـامَ اَبُوۡہُ ہے ترکیب میں جَاءَ الَّذِیۡ قَامَ اَبُوۡہُ کی۔



## (تشریح)

(۵) وہ جملہ جو کہ حال واقع ہو جیسے کہ عصام علی الکافیہ میں کہا گیا ہے مثال اس کا نحو میر بحث حال میں جو کہ باب دوم میں یہ دیا گیا ہے رَئَیۡتُ الۡاَمِیۡرَ وَھُوَ رَاکِبٌ۔

(٦) وہ جملہ جو کہ مضاف الیہ واقع ہو جیسے کہ رضی میں کہا گیا ہے مثال اس کا یَـنۡـفَعُ الصَّادِقِیۡنَ صِدۡقُھُمۡ ہے، ترکیب میں یَوۡمَ یَنۡفَعُ الصَّادِقِیۡنَ صِدۡقُھُمۡ کی۔

اب ان مذکورہ جملوں پر جن کی نشاندہی کی گئی، اِن پر جملے کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کو جملہ کہا جائے گا مگر ان پر اطلاق کلام کا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مذکورہ جملیں مفید بالمعنٰی المذکور نہیں ہیں، یہ مذکورہ مذہب تو ان حضرات کا ہے جو کہ جملہ اور کلام کے درمیان ترادف کے قائل نہیں ہیں، دوسرا مذہب جو کہ جمہور علماء کا ہے ان میں جار اللہ زمخشری اور ابن حاجب بھی ہیں، یہ حضرات جملہ اور کلام کے درمیان ترادف اور مساوات کے قائل ہیں۔

رہی یہ بات کہ صاحب نحو میر کا رجحان کس طرف ہے؟ یہاں نحو میر میں تو اس کے طرز کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور کے ساتھ ہے کیونکہ اس نے مرکب مفید کی تعریف کے بعد کہا ہے "وآں را جملہ گویند و کلام نیز" مگر اس کی ایک دوسری تالیف ہے جو کہ موسوم ہے کتاب التعریفات کے نام سے، وہاں اس نے جملے کی جو تعریف کی ہے وہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملے کو عام شمار کیا ہے کلام سے۔

ملاحظہ ہو عبارۃ کتاب التعریفات کی "**الجملة عبارة عن مركب من كلمتين اسندت احداهما الى الاخرى سواء افاد كقولك زيد قائم اولم يفد كقولك ان يكرمني فانه جملة لا تفيد الا بعد مجى جوابه فتكون الجملة اعم من الكلام مطلقاً**"

## (قوله پس جمله بر دو قسم است)

جاننا چاہئے کہ جملے میں مختلف اعتبارات کے بنا پر مختلف تقسیمیں ہوتے ہیں لہٰذا عمدۃ الرام میں ہے کہ جملہ باعتبار تقسیم اولی کے دو قسم پر ہے (۱) خبریہ (۲) انشائیہ۔ معلوم ہو کہ جملے کا یہ تقسیم معنٰی کے اعتبار سے ہے۔

اور جملہ باعتبار قسم ثانی کے چہار قسم پر ہیں (۱) اسمیہ (۲) فعلیہ (۳) ظرفیہ (۴) شرطیہ۔

جملے کا یہ تقسیم باعتبار جزء اول کے ہے اور ان چہار قسموں میں سے جملہ اسمیہ اور فعلیہ کی تعریف نحو میر میں عنقریب آنے والا ہے، رہا ظرفیہ اور شرطیہ تو ظرفیہ وہ جملہ ہے کہ جس میں جزء اول ظرف ہو اور جار مجرور بھی اس میں

## (تشریح)

داخل ہے اور جز دوم اسم مرفوع ہو الـغـرض جملہ ظرفیہ وہ ہے کہ اس کا جز اول ظرف یا کہ جار ومجرور ہو اور جز دوم اس کا اسم مرفوع ہو۔ یادر ہے کہ جملے کی یہ قسم بنا بر مذہب اخفش ہے جیسا کہ عمدہ المرام اور اس کے حاشیہ میں کہا گیا ہے اور اخفش کہتا ہے کہ یہاں ظرف اور جار ومجرور اس اسم میں عامل ہیں وہ اسم مرفوع علی الفاعلیۃ ہے مگر جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ اسم مرفوع علی الابتداء ہے اور اس جملے میں خبر مقدم، مبتداء مؤخر ہے لہٰذا یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ شرطیہ وہ ہے کہ شرط اور جزا سے مرکب ہو، سیوطی نے ھمع الھوامع میں کہا ہے کہ جملے کی اس قسم کو زمخشری نے اضافہ کیا ہے مگر یادر ہے کہ نحو میر والے نے جملے کو باعتبار جز اول کے دو قسم پر منقسم کیا ہے، اسمیہ اور فعلیہ اور یہی حق معلوم ہوتا ہے۔

اور جملہ اس اعتبار سے کہ خبر اس کا جملہ ہے کہ نہیں؟ نیز دو قسم پر ہے اول جملہ کبریٰ، دوم جملہ صغریٰ جیسا کہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں کہا ہے، اول جملہ کبریٰ وہ جملہ اسمیہ ہے کہ اس کا خبر جملہ ہو جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ وَزَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اور جملہ صغریٰ وہ جملہ ہے کہ مبتداء پر مبنی ہو جیسے کہ مذکورہ مثالوں میں نمایاں ہے۔

اور جملہ باعتبار صفت کے نو قسم پر ہے اور یہ نو اقسام رسالہ جُمل میں جو کہ نحو میر کے ساتھ ہے تعریف اور مثال کے ساتھ مذکور ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

اور جملہ اس اعتبار سے کہ اس کے لئے محل از اعراب ہے کہ نہیں، واپس دو قسم پر ہیں جیسے کہ تہذیب التوضیح کے آخر میں مذکور ہے اور اس بحث کو ہم مَنی کے اقسام میں ذکر کریں گے ان شاء اللّٰہ۔

<u>فائدہ</u>: ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ کلام میں اختلاف ہے کہ یہ اسم مصدر ہے یا کہ مصدر کا صیغہ ہے؟ بعضوں نے اس کو مصدر کہا ہے اگر مصدر کا صیغہ ہے تو باب تفعیل کا مصدر ہے مگر اکثر نے اس کو اسم مصدر کہا ہے، اس لئے کہ باب تفعیل کا مصدر تکْلِیْم آتا ہے جو کہ تفعیل کے وزن پر ہے، نہ کہ کلام کیونکہ یہ تفعیل کے وزن پر نہیں ہے۔

<u>فائدہ</u>: سیوطیؒ نے اشباہ والنظائر میں کہا ہے کہ مفرد اصل ہے مرکب اور جملہ اس کا فرع ہے کیونکہ ترکیب افراد کے بعد ہوتا ہے لہٰذا مفرد اصل ہے مرکب اور جملہ اس کا فرع ہے۔

## ﴿ نحو میر ﴾

فصل بدانکہ جملہ خبریہ آن ست کہ قائلش را بصدق وکذب صفت توان کرد وآن بر دو نوع است، اول آنکہ جزء اولش اسم



## طرز المبتدی

باشد وآن را جملہ اسمیہ گویند چون زَیْدٌ عَالِمٌ یعنی زید دانا است، جزء اولش مسند الیہ است وآن را مبتدا گویند وجزء دوم مسند است وآن را خبر گویند۔

(قولہ بدانکہ جملہ خبریہ) اس سے پہلے کہا گیا کہ جملہ دو قسم پر ہے جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ۔

تو یہاں سے جملہ خبریہ کا بیان ہے، رہا جملہ انشائیہ وہ اس کے بعد عنقریب آنے والا ہے، لہٰذا جاننا چاہئے کہ جملہ خبریہ میں یا نسبتی ہے یعنی جملہ خبر والا اور اصطلاح میں جملہ خبریہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں اور یہ دو قسم پر ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔

(قولہ وآن را مبتدا گویند) یعنی زَیْدٌ عَالِمٌ میں جزء اول کو مسند الیہ کہتے ہیں مگر مشہور نام اس کا مبتدا ہے۔

<u>فائدہ</u>: جملہ اسمیہ میں جزء اول کے مندرجہ ذیل نام ہیں۔

مبتداء، مسند الیہ، محکوم علیہ، مخبر عنہ، موضوع۔ آخری نام جو کہ موضوع ہے یہ منطقی اصطلاح ہے یعنی علم منطق میں مبتداء کو موضوع کہتے ہیں۔

(قولہ وجزء دوم مسند است وآن را خبر گویند) یعنی جز دوم کو مسند کہتے ہیں مگر مشہور نام اس کا خبر ہے۔

<u>فائدہ</u>: جملہ اسمیہ میں جز ثانی کے مندرجہ ذیل نام ہیں۔

مخبر، مخبر بہ، مسند، مسند بہ، محکوم، محکوم بہ، محمول، یہ آخری نام منطقی اصطلاح ہے یعنی علم منطق میں خبر کو محمول کہتے ہیں۔

## (تشریح)

(اول آنکہ جز اولش اسم باشد وآن را جملہ اسمیہ گویند) جاننا چاہئے کہ جملہ اسمیہ میں جو کہ جز اول اسم ہوتا ہے، یہ اسم عام ہے حقیقتاً اسم ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ یا کہ تاویلاً اسم ہو جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ ای صِیَامُکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ۔

<u>فائدہ</u>: مبتدا مندرجہ ذیل چیزوں سے ہوتا ہے۔

(۱) اسم ظاہر جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ (۲) ضمیر مرفوع منفصل جیسے اَنَا مُسَافِرٌ (۳) مصدر مؤول جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ کہ یہاں تصوموا فعل مؤول بالمصدر ہے اور مبتداء واقع ہے۔

## ﴿ نحو میر ﴾

دوم آنکہ جز اولش فعل باشد وآن را جملہ فعلیہ گویند چون ضَرَبَ زَیْدٌ بزد زید جز اولش مسند ست وآن را فعل گویند و جز دوم مسند الیہ است وآن را فاعل گویند۔

## طرز المبتدی

(**قوله دوم آنکه جز اولش فعل باشد**) یعنی جملہ خبریہ کا دوسرا قسم وہ ہے جس کا جز اول فعل ہو اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ (زید نے مارا)۔

(**قوله جز اولش مسند ست وآن را فعل گویند**) یعنی جز اول جو کہ ضرب ہے مسند ہے مگر مشہور نام اس کا اصطلاح نحاۃ میں فعل ہے۔

(**قوله و جز دوم مسند الیه است وآن را فاعل گویند**) یعنی جز ثانی جو کہ زید ہے یہ مسند الیہ ہے مگر مشہور نام اس کا جملے میں اور اصطلاح نحاۃ میں فاعل ہے۔

**فائدہ** : جملہ فعلیہ میں جو کہ جز اول فعل ہوتا ہے اس فعل سے فعل اصطلاحی مراد ہے جیسے ماضی، مضارع، امر وغیرہ ہیں اور اس سے مراد فعل لغوی نہیں جو کہ مصدر ہے کیونکہ فعل لغوی اسم ہوتا ہے۔

**فائدہ** : جملہ خبریہ کو خبریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں کسی نہ کسی بات کی خبر دی جاتی ہے۔

**فائدہ** : جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی تعریف میں یہ جو کہا گیا کہ جملہ اسمیہ وہ ہے جس کا جز اول اسم ہو اور جملہ فعلیہ وہ ہے کہ جس کی جزا اول فعل ہو، اس میں جز اول سے مراد مسند الیہ اور مسند ہے لہٰذا جملے کا پہلا لفظ اگر حرف واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہے اگر چہ وہ حرف معنٰی اور اعراب کو تغییر دیدے، اس لئے کہ حرف مسند اور مسند الیہ نہ ہونے کی وجہ سے جملے کا جز نہیں ہوتا ہے پس اس وقت حرف کے بعد کے لفظ کو دیکھا جائے گا اگر بعد والا لفظ اسم ہے تو جملہ اسمیہ ہے اگر بعد والا لفظ فعل ہے تو جملہ فعلیہ ہے جیسے اِنَّ زیدا قائمٌ کہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ کہ یہ جملہ فعلیہ ہے۔

**فائدہ** : نیز جاننا چاہئے کہ جملے کے پہلے جزء سے وہ مراد ہے کہ اصل میں بھی پہلا جزء ہو، احتراز ہوا زَیْداً ضَرَبْتُ سے کہ یہ جملہ فعلیہ ہے اگر چہ فعل سے پہلے اسم واقع ہے مگر یہ اسم جو کہ یہاں زیدا ہے اصل میں ضَرَبْتُ فعل سے مؤخر ہے اور حقیقت اس بات کا باب دوئم افعال عاملہ کے بعد سمجھ میں آئے گا اور یہاں فقط فائدہ کو یاد کیا جائے۔



## (تشریح)

### (قائلش را بصدق و کذب صفت توان کرد)

**سوال**: نحو میر والے نے کہا ہے کہ جملہ خبریہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں حالانکہ جملہ خبریہ کے بہت سے ایسے مثالیں ہیں جن کے قائل دونوں سے یعنی صدق اور کذب سے متصف نہیں ہوتا ہے بلکہ قائل اس کا یا تو فقط صادق ہے یا کہ فقط کاذب ہے لہٰذا ان جملوں کو خبریہ نہ کہا جائے حالانکہ وہ جملہ خبریہ ہیں مثال ان کا مندرجہ ذیل جملیں ہیں۔ (۱) **السماء فوقنا** (۲) **الارض تحتنا** (۳) **الکل اعظم من الجزء** (۴) **الضدان لا یجتمعان**۔

**جواب** : جملہ خبریہ میں مخاطب اس قائل کو محض اس کلام کی وجہ سے سچا یا جھوٹا کہہ سکیں بغیر کسی اور خصوصیت کے یعنی محض باعتبار ربط مسند کا مسند الیہ کے ساتھ قطع نظرا امور خارجیہ سے جیسے اعتماد کرتے ہوئے صداقت متکلم پر یا مشاہدہ و خصوصیت مثال پر لہٰذا اس قسم کی مثالیں تعریف سے خارج نہیں ہیں کیونکہ ان میں صدق یا کذب کا جو یقین ہے وہ کسی خصوصیت یا امر خارجی کی وجہ سے ہے چنانچہ اگر اس سے قطع نظر کرلی جائے ان جملوں میں بھی احتمال صدق و کذب موجود ہے۔

## ﴿ نحو میر ﴾

وبدانکہ مسند حکم است و مسند الیہ آنچہ بر و حکم کنند واسم مسند و مسند الیہ تواند بود و فعل مسند باشد و مسند الیہ نتواند بود و حرف نہ مسند باشد و نہ مسند الیہ۔

## طرز المبتدی

(**قوله مسند حکم است و مسند الیه آنچه برو حکم کنند**) اس سے پہلے مسند اور مسند الیہ کا ذکر ہو چکا تھا اب یہاں سے مسند اور مسند الیہ کی تعریف کر رہا ہے لہٰذا مسند حکم کو کہتے ہیں یعنی اس سے حکم لگایا جاتا ہے، دوسرے چیز پر اور مسند الیہ وہ ہے کہ جس پر کسی چیز کا حکم لگایا جائے جیسا کہ زَیْدٌ عَالِمٌ کہ یہاں زید مسند الیہ اور محکوم علیہ ہے عَالِمٌ مسند اور حکم ہے کہ اس سے حکم لگایا گیا ہے زید پر۔

**فائدہ** : حکم کے چار معانی ہیں (۱) محکوم بہ، نسبت رابطی، تصدیق، قضیہ۔
یہاں پہلا معنٰی مراد ہے، بقیہ تین منطقی اصطلاحات ہیں جو کہ منطق کی کتابوں میں معلوم ہوں گے۔

## طرز المبتدی

**فائدہ:** جملہ دو چیزوں سے بنتا ہے اول مسند الیہ، دوم مسند اور ان کا دوسرا نام عمدہ ہے اور ہر ایک کو عمدہ کہا جاتا ہے اور یہی دو جملے کا رکن ہیں لہٰذا اگر کسی لفظ میں یہی دو موجود ہیں تو وہ جملہ کہلاتا ہے، اگر یہ دونوں موجود نہ ہوں یا ان میں سے ایک موجود نہ ہو تو جملہ اور کلام حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

(قولہ واسم مسند و مسند الیہ تواند بود) جاننا چاہئے کہ کلمہ تین قسم پر ہے (١) اسم (٢) فعل (٣) حرف۔ جیسا کہ کلمے کے تقسیم میں معلوم ہوا، اب یہاں سے نحو میر والا تینوں کی صلاحیت کا ذکر کر رہا ہے باعتبار مسند اور مسند الیہ کے کیونکہ جملہ بنتا ہے دو ایسے کلموں سے کہ ان میں سے ایک مسند ہو دوسرا مسند الیہ ہو، لہٰذا تین کلمات میں سے جو دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس سے مستقلاً کلام اور جملہ بن سکتا ہے اور جو کلمہ ان دو میں سے ایک کی صلاحیت رکھتا ہے اس سے مستقلاً کلام نہیں بن سکتا ہے البتہ وہ کلمہ جز جملے کا ہو سکتا ہے اور جو کلمہ مسند اور مسند الیہ میں سے کسی کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو اس کلمے سے مستقلاً جملہ نہیں بنتا ہے اور نہ کہ وہ کلمہ جملہ کا جزء ہو سکتا ہے۔

لہٰذا مصنفؒ نے کلمات ثلاثہ میں سے اسم کے متعلق کہا کہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہو سکتا ہے یعنی اسم سے مستقلاً جملہ بن سکتا ہے وہ اس طرح کہ دو اسموں میں سے ایک مسند الیہ واقع ہو، دوسرا مسند مثال زَیۡدٌ عَالِمٌ کہ پہلا اسم مسند الیہ ہے، دوسرا مسند ہے اور فعل کے متعلق آگے کہا ہے کہ (وفعل مسند باشد و مسند الیہ نتواند بود) یعنی فعل سے مستقلاً جملہ نہیں بنتا ہے کیونکہ فعل مسند اور مسند الیہ میں سے فقط مسند ہوتا ہے، لہٰذا فعل جزء جملہ کا ہوتا ہے جملے کا دوسرا جزء جو کہ مسند الیہ ہے جملہ فعلیہ میں اسم ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیۡدٌ کہ یہاں ضرب مسند ہے جبکہ زید مسند الیہ واقع ہے اور حرف کے متعلق آگے کہتا ہے (وحرف نہ مسند باشد و نہ مسند الیہ) یعنی حرف سے نہ کہ جملہ بن سکتا ہے اور نہ کہ حرف جز جملے کا ہو سکتا ہے کیونکہ جملے میں مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور حرف میں یہ دونوں مفقود ہیں۔

**فائدہ:** فعل اگر مؤوّل بالاسم ہو تو مسند الیہ ہو سکتا ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل مثالوں میں (١) اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ، یہاں فعل مضارع مؤوّل بالمصدر ہے یعنی صِیَامُکُمۡ کے معنٰی میں ہے کیونکہ مضارع پر جب اَنۡ مصدریہ داخل ہو وہ مصدر کے تاویل میں ہوتا ہے جیسے کہ باب اول میں آنے والا ہے لہٰذا تاویل کے بعد مسند الیہ واقع ہے اور خیر لکم اس کی خبر اور مسند واقع ہے۔

(٢) تَسۡمَعُ بِالۡمُعَیۡدِیِّ خیر من اَنۡ تراہ۔ یہاں بھی تَسۡمَعُ جو کہ فعل مضارع ہے سِمَاعُکَ مصدر کے تاویل میں ہے کیونکہ یہاں اَنۡ مصدریہ حذف ہے لہٰذا تاویل کے بعد فعل مسند الیہ واقع ہے خیر من اَنۡ تَرَاہُ اس کی خبر واقع ہے۔



**فائدہ:** اگر حرف میں تاویل ہو یعنی اگر مؤوّل بالاسم ہو وہ اس طرح کہ اس سے اس کا لفظ مراد ہو اسکا وہ معنٰی معروف مراد نہ ہو تو اس وقت حرفیت سے نکل کر اسم اور علم ہوتا ہے لہٰذا مسند الیہ ہو سکتا ہے جیسے کے سیوطی نے ھمع الھوامع میں کہا ہے مثال اس کی جیسے کہ کہا جاتا ہے مِنۡ حَرۡفُ جَرٍّ، وفِیۡ للظرفیۃ ، ان مذکورہ دو مثالوں میں مِنۡ اور فِیۡ جو کہ حرف ہیں، مبتداء اور مسند الیہ واقع ہیں کیونکہ یہاں مِنۡ اور فِیۡ کا لفظ مراد ہے اور شیئ کو جب ذکر کیا جائے اس کے ذکر سے اس کا معروف معنٰی مراد نہ ہو فقط لفظ کا ارادہ ہو تو وہ لفظ عَلَمۡ بن جاتا ہے اور عَلَمۡ اسم ہے تو یہاں مذکورہ مثالوں میں جو کہ مِنۡ اور فِیۡ واقع ہیں وہ اس مذکورہ تاویل کے بعد مبتداء واقع ہیں۔

### (تشریح)

### (واسم مسند و مسند الیہ تواند بود)

**فائدہ:** کلمہ تین قسم پر ہیں یعنی اسم، فعل، حرف، تو عقل تقاضا کرتا ہے کہ ان سب سے کلام حاصل ہو لہٰذا احتمالات عقلیہ مندرجہ ذیل چھ ہیں، ان میں سے تین متحد الجنس ہیں اور تین مختلف الجنس ہیں وہ یہ ہیں۔

(١) دو اسموں سے کلام حاصل ہو (٢) دو فعلوں سے کلام حاصل ہو (٣) دو حرف سے کلام حاصل ہو۔ یہ تین احتمال تو متحد الجنس ہیں۔ (٤) اسم و فعل سے کلام حاصل ہو (٥) اسم و حرف سے کلام حاصل ہو (٦) فعل و حرف سے کلام حاصل ہو۔ یہ تین احتمال مختلف الجنس کی ہیں۔

**الحاصل** عقل تقاضا کرتا ہے کہ کلمے تین قسم پر ہیں اور کلام بنتا ہے دو کلموں سے تو احتمالات عقلیہ کلمات تین میں کلام کے بننے میں چھ ہوتے ہیں جو کہ ذکر کئے گئے۔ مگر جملہ اور کلام کیلئے اسناد ضروری ہے اور اسناد بغیر مسند اور مسند الیہ کے متصور نہیں ہے لہٰذا مسند اور مسند الیہ مذکورہ بالا چھ احتمالات عقلیہ میں سے فقط مندرجہ ذیل دو احتمالوں میں موجود ہوتے ہیں، اول دو اسموں میں، دوم اسم و فعل میں، لہٰذا یہی دو احتمال صحیح ہیں اور انہی دو سے کلام حاصل ہوتا ہے باقی جو کہ چار صورتیں ہیں، وہ محض احتمال عقلی ہیں جو کہ باطل ہیں، ان سے کلام بنتا نہیں ہے کیونکہ ان میں یا تو مسند اور مسند الیہ دونوں

(تشریح)

موجودنہیں ہیں یاان میں سے ایک موجودنہیں ہیں وہ یہ مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) حرف وحرف اس احتمال میں مسند اور مسندالیہ دونوں موجودنہیں ہیں یاان میں سے ایک موجودنہیں ہے۔(۲) فعل و فعل اس احتمال میں مسندالیہ موجودنہیں ہے(۳) فعل وحرف میں مسندالیہ موجودنہیں ہے۔(۴) اسم وحرف اس احتمال میں مسند موجودنہیں ہے۔

اس تفصیل کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ صاحب نحومیر نے جوکہ کلمات تین کی صلاحیت ذکر کیا ہے باعتبار مسند اور مسندالیہ کی اس میں علامہ نے انہیں چھ احتمالات عقلیہ کی طرف اشارہ کیا ہے جوکہ ان میں دوتو صحیح ہیں، باقی غلط ہیں۔

**فائدہ**: بعض ایسی چیزیں ہیں جن کے درمیان اسناد ہوتا ہے مگران کو جملہ نہیں کہتے ہیں جیسے کہ مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔

(۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) صفت مشبہ (۴) اسم تفضیل (۵) مصدر۔

تو یہ مندرجہ بالا چیزیں جب مسند ہوں اپنے مرفوع کے طرف ان کو جملہ اور کلام نہیں کہتے ہیں جیسے کہ رضی میں تصریح موجود ہے بحث کلام میں اور عقد النامی میں بحث تمیز میں کہا گیا ہے کہ اتفاق ہے نحاۃ کا کہ یہ مندرجہ بالا چیزیں جملہ نہیں ہیں، فاضل عصام نے شرح کافیہ میں بحث کلام کے اندر کہا ہے کہ کلام میں جو اسناد ہوتا ہے اس اسناد سے اسناد اصلی مراد ہے اور اسناد اصلی مندرجہ ذیل چیزوں میں ہوتا ہے، ان کے علاوہ میں نہیں ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) اسناد فعل کا اپنے فاعل کی طرف (۲) صیغہ صفت جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ۔
جبکہ یہ حرف نفی یا کہ ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوں اور رافع ہوں اسم ظاہر کو، توان مذکورہ صفات کی جو اسناد ہے اپنے اس اسم ظاہر مرفوع کی طرف یہ اسناد اصلی ہوتا ہے ور اس صیغہ صفت کو مبتداء قسم ثانی کہتے ہیں بشرطیکہ رافع ہو اسم ظاہر کو جیسے کے کافیہ میں ہے چونکہ مبتداء کی یہ قسم فعل کے معنی میں ہوتا ہے لہٰذا اس کا اسناد اصلی ہے اور یہ صیغہ صفت اپنے مرفوع کے ساتھ جملہ ہے۔

(۳) اسم فاعل اور اسم مفعول باب موصول میں جبکہ صلہ واقع ہوں الف لام موصولہ کے لئے تو اس وقت یہ اسم فاعل اور اسم مفعول صورتاً مفرد معلوم ہوتے ہیں مگر معناً مؤول بالفعل ہیں اسناد ان کا اصلی ہے اور جملہ خبریہ ہیں جیسے کے فاضل عصام نے شرح کافیہ اور شرح جامی کے حاشیہ میں بحث اسم موصول میں ان کو جملہ خبریہ کہا ہے۔

(۴) اسماء افعال کی اسناد اپنے مسندالیہ کی طرف۔



(تشریح)

(۵) خبر کا اسناد مبتدا کی طرف حاصل یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کی اسناد اپنے مرفوع کی طرف یہ اسناد اصلی ہے، اسناد اصلی کی وجہ سے یہ مذکورہ چیزیں جملہ ہیں اور ان کے علاوہ میں جو اسناد ہوتا ہے جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، ان کا اسناد اپنے مرفوع کی طرف یہ اسناد غیر اصلی ہے اور یہ چیزیں حکم میں اسم مفرد کے ہیں جیسے کہ علامہ فاکھی نے **الفواکه الجنیه** میں کہا ہے بحث کلام میں، ملاحظہ ہو عبارت اس کی "**فان الوصف مع مرفوعه المستر فی حکم المفرد**" نیز کواکب الدریہ بحث مرکب مفید میں صیغہ صفت کو اپنے مرفوع کے ساتھ مفرد کے حکم میں شمار کیا گیا ہے، نیز جاننا چاہئے کہ اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، یہ چیزیں جملہ تو نہیں ہیں مگر ان کو شبہ جملہ کہتے ہیں جیسے کہ شرح جامی میں بحث تمیز کے اندر ان کو شبہ جملہ کہا ہے اور آگے کہا ہے کہ ہر وہ چیز بمعنائے فعل ہو وہ بھی شبہ جملہ ہے جیسے حَسْبُکَ زَیْدٌ رَجُلاً ای یَکْفِیْکَ زَیْدٌ من جهة کونه رَجُلاً مگر عصام نے شرح کافیہ اور شرح جامی کے حاشیہ میں اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ مراد شبہ جملہ سے یہ نہیں ہے کہ اس میں فعل کا معنیٰ ہو بلکہ مراد شبہ جملہ سے یہ ہے کہ وہ شامل ہو نسبت غیر تامہ پر اور اس میں مسند شبہ فعل ہو۔

غایۃ التحقیق بحث تمیز میں کہا گیا ہے کہ یہ چیزیں مشابہ ہیں جملہ فعلیہ کیساتھ جیسے کہ فعل منسوب ہوتا ہے اپنے فاعل کی طرف، تو یہ بھی منسوب ہوتے ہیں اپنے مرفوع کی طرف لہٰذا ان کو شبہ جملہ کہتے ہیں اور عقد النامی بحث تمیز میں کہا گیا ہے کہ اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ،، اسم تفضیل، یہ چیزیں اس لئے نہیں ہیں کہ یہ مشابہ ہیں اسم جنس کیساتھ یعنی رجل کے ساتھ مثلاً کہ یہ خالی ہوتا ہے ضمیر سے تو یہ صیغیں بھی متکلم، مخاطب، غائب کیلئے یکسان استعمال ہوتے ہیں بغیر تغییر کے جیسے کہ کہا جاتا ہے اَنَا ضَارِبٌ، اَنْتَ ضَارِبٌ، هُوَ ضَارِبٌ اور اسم جنس میں بھی کہا جاتا ہے اَنَا رَجُلٌ. اَنْتَ رَجُلٌ هُوَ رَجُلٌ بغیر تغییر کے لہٰذا جیسے کہ اسم جنس جوکہ خالی ہوتا ہے ضمیر سے وہ جملہ نہیں ہے تو یہ چیزیں بھی جملہ نہیں ہیں اس کے بعد یہ بھی جان لے کہ آجرومیہ میں اور اس کے شرح میں خالدازہری نے کہا ہے کہ شبہ جملہ مندرجہ ذیل دو چیزیں ہیں، اول جار و مجرور، دوم ظرف بشرطیکہ دونوں تام ہوں وجہ تام کا عنقریب آنے والا ہے، تھوڑا سا انتظار فرمائیں، علامہ ابی النجا نے اس حاشیہ میں جو کہ شیخ خالدازہری کے شرح پر ہے کہا ہے کہ جار و مجرور اور ظرف کو اس وجہ سے شبہ جملہ کہتے ہیں کہ یہ مشابہ ہیں جملے کے ساتھ یعنی جیسے کہ جملہ، خبر، صلہ، حال وغیرہ واقع ہوتا ہے تو یہ بھی واقع ہوتے ہیں اور علامہ فاکھی نے **الفواکه الجنیه** میں بحث اسم موصول کے اندر کہا ہے کہ شبہ جملہ مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں، اول ظرف مکان،

(تشریح)

دوم جار و مجرور مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ دنوں تام ہوں مراد تام ہونے سے یہ ہے کہ محض ان کے ذکر سے ان کا متعلق مفہوم ہو، النحو الوانی جلد اول بحث اسم موصول میں ہے کہ مراد تام سے یہ ہے کہ یہ دونوں مفید ہوں، علامت اُن کے مفید ہونے کا یہ ہے کہ محض ان کے ذکر ہونے سے ان کا متعلق مفہوم ہو یہ اس وقت مفہوم ہوتا ہے کہ ان کا متعلق افعال عامہ ہو جیسے کہ کون، ثبوت، حصول، وجود ہیں یا کہ افعال خاصہ سے ہو مگر اسکے تعیین پر کوئی قرینہ موجود ہو جب ان کا متعلق اس نوعیت کا ہو تو جار و مجرور اور ظرف مفید اور تام ہیں مزید تحقیق کیلئے النحو الوافی ملاحظہ ہو۔

شبہ جملہ کی تیسری قسم صفت صریح ہے النحو الوافی کے حاشیہ میں ہے کہ مراد صفت صریح سے اسم مشتق ہے جو کہ فعل کے معنٰی میں ہوتا ہے مراد اسکے صریح ہونے سے یہ ہے کہ اس پر اسمیت غالب نہ ہو جیسے کہ علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیۃ کے اندر کہا ہے۔

اور النحو الوافی جلد اول بحث اسم موصول میں ہے کہ صفت صریح فقط باب اسم موصول میں شبہ جملہ ہوتہا ہے، اسم موصول کے علاوہ جہاں بھی شبہ جملہ کا اطلاق ہو، مراد اس سے مندرجہ ذیل دو چیزیں ہوا کرتے ہیں، اول جار و مجرور، دوم ظرف، حاصل یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اسم فاعل اپنے مرفوع کے ساتھ اور اسم مفعول اپنے نائب فاعل کے ساتھ علی الاطلاق شبہ جملہ نہیں ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے النحو الوافی ج(۱) اور الفواکہ الجنیۃ اور تہذیب التوضیح بحث اسم موصول ملاحظہ ہو۔

**فائدہ** : مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان جو نسبت ناقصہ ہوتا ہے اس نسبت سے مضاف اور مضاف نہ کہ جملہ ہوتا ہے، نہ کہ شبہ جملہ، شبہ جملہ تو اس لئے نہیں ہے کہ شبہ جملہ میں مسند شبہ فعل ہوتا ہے جیسے کہ اسم فاعل وغیرہ ہیں اور جملہ اس لئے نہیں ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ پر سکوت صحیح نہیں ہوتا ہے جیسے کہ اشمونی میں کہا گیا ہے، حاصل یہ ہے کہ مرکب اضافی جز جملے کا ہوتا ہے جیسے کہ نحو میر میں بحث مرکب غیر مفید سے معلوم ہوگا اور فاضل لاری نے مرکب اضافی کے عدم شبہ جملہ ہونے کیلئے اور وجہ پیش کی ہے جس کو عقد النامی میں بحث تمیز میں نقل کیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ مسند الیہ مندرجہ ذیل چیزیں ہوتے ہیں (۱) فاعل (۲) نائب فاعل (۳) مبتداء (۴) اسم افعال ناقصہ کا (۵) اسم ما و لا المشبھتان بلیس کا (۶) اسم حروف مشبہ بالفعل کا (۷) اسم لانفی جنس کا۔

اور مسند مندرجہ ذیل چیزیں ہوتے ہیں۔ (۱) فعل (۲) اسماء افعال (۳) خبر مبتداء کا (۴) خبر افعال ناقصہ



(تشریح)

(۵) خبر ما و لا المشبھتان بلیس کا (۶) خبر حروف مشبہ بالفعل کا (۷) خبر لانفی جنس کا۔

## ﴿ نحو میر ﴾

بدانکہ جملہ انشائیہ آنست کہ قائلش را بصدق و کذب صفت نتوان کرد و آن بر چند قسم ست امر چون اِضْرِبْ ونہی چون لَا تَضْرِبْ واستفہام چون هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ وتمنی چون لَيْتَ زَيْداً حَاضِرٌ وترجی چون لَعَلَّ عَمْراً غَائِبٌ وعقود چون بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ ونداچون يَا اَللّٰهُ وعرض چون اَلَا تَنْزِلُ بنا فَتُصِيْبُ خَيْراً وقسم چون وَاللّٰهِ لَا َضْرِبَنَّ زَيْداً وتعجب چون مَا اَحْسَنَهُ وَاَحْسِنْ بِهِ۔

## طرز المبتدی

(قولہ بدانکہ جملہ انشائیہ) اس سے پہلے جملہ خبریہ کا بیان تھا، اب یہاں سے جملہ انشائیہ کا بحث شروع ہوا۔

اِنشاء یہ مصدر ہے باب افعال کا، لغت میں اسکا معنٰی ہے پیدا کرنا اور انشائیہ میں یا نسبتی ہے، معنٰی ہے انشاء والا جملہ، اس جملہ کو انشائیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں متکلم کسی چیز کی خبر نہیں دیتا بلکہ خود ایجاد کرتا ہے لہٰذا موسوم ہوا انشائیہ سے اور اصطلاح میں جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو سچ یا جھوٹ کے ساتھ متصف نہ کر سکیں۔

اور جملہ انشائیہ جو ہے پندرہ (۱۵) قسموں پر ہیں، اِن میں سے دس (۱۰) اقسام کو نحو میر والے نے ذکر کیا ہے۔

(۱) امر : یہ مصدر ہے باب نَصَرَ سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے حکم دینا اور حکم کرنا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے جیسے اِضْرِبْ (تو مار)۔

(۲) نهي: یہ مصدر ہے باب مَنَعَ سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے روکنا، منع کرنا، اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے طلب کیا جائے ترک فعل کو مخاطب سے جیسے لَاتَضْرِبْ (مت مار)۔

(۳) استفهام: یہ مصدر ہے باب استفعال سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے دریافت کرنا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے، جس کے شروع میں ایک لفظ ہو الفاظ استفہام میں سے جیسے هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ (کیا زید نے مارا؟)۔

**فائدہ**: حروف استفہام مندرجہ ذیل تین حروف ہیں۔

ما ، همزه ، هَلْ

## طرزا لمبتدی

اور اسماء استفہام مندرجہ ذیل گیارہ (۱۱) اسماء ہیں۔

مَنْ ، مَنْ ذا ، ما ، ماذا ، متٰی ، اَیَّانَ ، اَیْنَ ، کَیْفَ ، اَنّٰی ، کَمْ ، اَیٌّ

نیز معلوم ہونا چاہئے کہ ادات اور کلمات استفہام میں ہمزہ لازم الاستفہام ہے یعنی ہمیشہ استفہام کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کے علاوہ الفاظ کبھی غیر استفہام میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب غیر استفہام میں مستعمل ہوں تو مدخول ان کا اس وقت جملہ انشائیہ نہیں ہے۔

**(۴) تمنی** : یہ مصدر ہے باب تَفَعُّلْ سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے آرزو کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے شروع میں ایک لفظ ہو الفاظ تمنی میں سے جیسے لَیْتَ زَیْداً حَاضِرٌ (کاش زید حاضر ہوتا)۔

**فائدہ** : تمنی کیلئے حرف لَیْتَ کو وضع کیا گیا ہے مگر کبھی کبھی مندرجہ ذیل الفاظ بھی تمنی میں استعمال ہوتے ہیں لہٰذا مدخول ان کا جملہ انشائیہ ہے یعنی هَلْ ، لَوْ ، لَعَلَّ، جیسے هَلْ مِنْ شَفِیْعٍ، ای لَیْتَ مِنْ شفیع و لو تأتِیْنِی فَتُحَدِّثَنِی، ای لیت تاتینی فتحدثنی ، و لَعَلِّیْ اَحُجُّ فَاَزُوْرَکَ ای لیت الحج صار منّی فتصدر الزیارۃ۔

**(۵) ترجی**: یہ مصدر ہے باب تَفَعُّلْ سے، لغت میں اس کا معنٰی ہے امید کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے شروع میں ایک لفظ ہو الفاظ ترجی میں سے جیسے لَعَلَّ عَمْرواً غَائِبٌ (امید ہے کہ عمرو غائب ہو)۔

**فائدہ** : ترجی حرف سے بھی ہوتا ہے اور فعل سے بھی ہوتا ہے، حرف ترجی ایک ہے یعنی لَعَلَّ اور فعل ترجی مندرجہ ذیل افعال ہیں افعال مقاربہ میں سے کہ جن میں ترجی اور رَجاء کا معنٰی ہے وہ یہ مندرجہ ذیل تین ہیں۔ جو کہ وقوع خبر کے رَجاء پر دلالت کرتے ہیں یعنی عَسیٰ، حَریٰ، اِخْلَوْلَقَ ۔

**(۶) عقود** : یہ جمع ہے عقد کا، لغت میں عَقْدْ کا معنٰی ہے گرہ لگانا، بیع اور قسم کو پکا کرنا، اصطلاح نحو میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ سے کسی معاملہ کو طے کیا جائے جیسے بِعْتُ (میں نے فروخت کیا) اِشْتَرَیْتُ (میں نے خریدا)۔

**فائدہ** : بِعْتُ اور اِشْتَرَیْتُ ، یہ فعل ماضی کے صیغیں ہیں، اصل میں جملہ انشائیہ نہیں ہیں بلکہ جملہ خبریہ ہیں کیونکہ ان میں گذشتہ معاملہ کی خبر دینا مقصود ہوتا ہے لہٰذا قائل ان کا صدق اور کذب سے متصف ہوسکتا ہے لیکن جب خرید اور فروخت کے وقت بائع اور مشتری اپنے آپس میں بِعْتُ اور اِشْتَرَیْتُ کہیں تو جملہ خبریہ نہ ہوں گے بلکہ جملہ انشائیہ ہیں۔



طرزا لمبتدی

کیونکہ اس وقت ایجاد معاملہ یعنی بیع اور شراء کے ایجاد کیلئے استعمال کئے گئے ہیں اور قائل ان کے صدق اور کذب سے متصف نہیں ہوسکتا ہے اس لئے جملہ انشائیہ کہلاتے ہیں۔

### الحاصل

یہ ہمیشہ جملہ انشائیہ نہیں ہیں فقط اس وقت جملہ انشائیہ ہیں کہ بائع اور مشتری ان جملوں کو ایجاد بیع کے وقت استعمال کریں لہٰذا اگر ان جملوں سے سابقہ معاملہ کی حکایت اور خبر دینا مقصود ہو اور اس وقت بِعْتُ یا کہ اِشْتَرَیْتُ کہا جائے تو اس وقت یہ دونوں جملہ خبریہ ہیں۔

**(۷) ندا**: یہ مصدر ہے باب مفاعلہ سے، کہا جاتا ہے نادیٰ مُنَادَاۃً نِدَاءً ،لغت میں اس کا معنٰی ہے پکارنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے، جس کے شروع میں ایک حرف ہو حروف ندا میں سے جیسے یَا اللّٰہ (اے اللہ)

اور حروف ندا مندرجہ ذیل پانچ حروف ہیں یعنی یَا ، اَیَا، هَیَا، اَیْ ،ہمزہ مفتوحہ یعنی اَ جیسے کہ باب اول میں آنے والے ہیں ان شاءاللہ۔

**(۸) عرض** : یہ مصدر ہے باب ضَرَبَ سے، لغت میں اسکا معنٰی ہے پیش کرنا اور اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ نرمی کے ساتھ کوئی گذارش یا درخواست کی جائے جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبُ خَیْراً (آپ ہمارے یہاں کیوں نہیں آتے کہ آپ کچھ بہتری پالیتے)

**فائدہ** :حروف عرض مندرجہ ذیل تین حروف ہیں۔ اَلَا ، اَمَا ، لَوْ۔

**(۹) قسم** :یہ اسم مصدر ہے، لغت میں اس کا معنٰی ہے قسم کھانا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے، جس کے شروع میں ایک حرف ہو حروف قسم میں سے جیسے وَاللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْداً (اللہ کی قسم میں زید کو ماروں گا)

اور حروف قسم جو ہے مندرجہ ذیل چہار حروف ہیں، واو ، باء ، تاء ، لام۔

**(۱۰) تعجب**: یہ مصدر ہے باب تَفَعُّلْ کا، لغت میں اس کا معنٰی ہے مُتَحَیِّر ہونا، اصطلاح میں فعل تعجب وہ جملہ انشائیہ ہے، جس کے ذریعہ سے کسی شئی پر اظہار تعجب کیا جائے اور اس کے دو صیغے ہیں جیسے مَا اَحْسَنَهٗ (کس چیز نے اس کو حسین کردیا) وَاَحْسِنْ بِهٖ (وہ کس قدر حسین ہے)۔

## طرز المبتدی

(۱۱)**دُعاء:** دعاء کا لغت میں معنٰی ہے خدا سے مانگنا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ سے خضوع کے ساتھ اللہ سے اپنا مطلوب کو طلب کرنا جیسے جزاک اللّٰہُ خَیراً (اللہ تجھے اچھا بدلہ دے)۔

(۱۲)**افعال مدح و ذم:** مدح کا لغت میں معنٰی ہے تعریف کرنا، ذم کا لغت میں معنٰی ہے برائے کرنا، عیب گیری کرنا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے ذریعہ سے انشاءِ مدح یا کہ اِنشاءِ ذم ہو جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ (کیا خوب آدمی ہے زید) وَبِئْسَ الرَّجُلُ زَیْدٌ (کیا برا آدمی ہے زید)۔

افعال مدح و ذم مندرجہ ذیل چہار افعال ہیں یعنی نِعْمَ ، حَبَّذَا ، بِئْسَ ، سَاءَ۔ اور یہ افعال باب دوم کے آخر میں آنے والے ہیں ان شاء اللّٰہ۔

(۱۳) **تحضیض:** تخصیص کا لغت میں معنٰی ہے ترغیب دینا، اصطلاح میں وہ جملہ انشائیہ ہے جس کے اول میں ایک حرف حروف تخصیص میں سے آئے جیسے هَلَّا تُصَلِّیْ (کیوں نماز نہیں پڑھتے ہو؟) اور حروف تخصیص مندرجہ ذیل چہار حروف ہیں یعنی اَلَّا ، هَلَّا ، لَوْلَا ، لَوْمَا ، یہ نحو میر کے آخر میں بحث حروف غیر عاملہ میں آنے والے ہیں۔

(۱۴) **رُبَّ:** یعنی ہر وہ جملہ جس کے شروع میں رُبَّ آوے اور رُبَّ چونکہ انشاء تقلیل یا کہ انشاء تکثیر پر دلالت کرتا ہے تو مدخول اس کا جملہ انشائیہ ہوگا مثال انشاء تقلیل کا جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُهٗ (یعنی کریم آدمی سے بہت کم ملاقات ہوئی) مثال اس کا جو کہ انشاء تکثیر پر دلالت کرنے جیسے رُبَّ مَالٍ صَرَفْتُهٗ (یعنی میں نے بہت سا مال خرچ کیا ہے)

(۱۵) **کَمْ:** یعنی ہر وہ جملہ جس کے شروع میں کم ہو جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ (تیرے پاس کتنے آدمی ہیں؟)

### (تشریح)

**(انشاء)** انشاء کا لغت میں معنٰی ہے ایجاد یعنی پیدا کرنا جیسے کہ شروح التلخیص میں کہا گیا ہے واما لغته فهو الابتداع والاختراع.

**(استفهام)** استفہام عام ہے خواہ حرف استفہام سے ہو یا کہ اسم استفہام سے ہو۔ حروف استفہام مندرجہ ذیل تین ہیں یعنی ما ، همزه ، هَلْ۔ اور یہ تین حروف نحو میر میں حروف غیر عاملہ کے بحث میں آنے والے ہیں۔ رہا اسم ستفہام جامع الدروس میں ہے کہ اسماء استفہام مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔



### (تشریح)

مَنْ ، مَنْ ذَا، ماذا، ما ، متٰی، اَیَّانَ ، اَیْنَ ، کیف ، اَنّٰی ، کَمْ ، اَی۔ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔
مَنْ فَعَلَ ، قال تعالیٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضَاعِفُهٗ لَهٗ ، ما ، اَوْ، ما ذا رکبتَ ، متٰی اَتَیْتَ . قال تعالیٰ متٰی نصر اللّٰه .اَیَّانَ تُسَافِرُ . اَیْنَ اخوکَ ، کیف انتَ ، قال تعالیٰ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا . کَمْ رَجُلاً عندک ، قال تعالیٰ اَیُّکُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِیْمَاناً .

**(ترجی)** شروح التخلیص میں ہے کہ افعال مقاربہ سب جملہ انشائیہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں وہ جملہ انشائیہ ہیں جن میں ترجی اور رجاء کا معنٰی ہو، جامع الدروس میں ہے یعنی عسی ، حَرى ، اِخْلَوْلَقَ ، اور جامع الدروس میں ہے کہ افعال مقاربہ میں افعال رجاء جو کہ دلالت کرتے ہیں وقوع خبر کے امید پر وہ یہی مندرجہ بالا تین افعال ہیں مثال، عسی زیدان یخرج (امید ہے کہ زید نکل آوے) حرَی المریضُ ان یشفِيَ (امید ہے کہ مریض صحت یاب ہو) اِخْلَوْلَقَتِ السَّمَاءُ ان تَمْطُرَ (امید ہے کہ بارش برس جائے)

**فائدہ:** تمنی اور ترجی اگر چہ بظاہر یکسان معلوم ہوتے ہیں مگر علماء نے ان میں مندرجہ ذیل دو فرق بیان فرمائے ہیں، فرق اول تمنی کا تعلق محبوب چیزوں سے وابستہ ہے جیسے کہ تفتازانی نے مختصر المعانی کے اندر کہا ہے اور ترجی جو ہے عام ہے محبوب اور مبغوض دونوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ شرح الشرح مأۃ عامل اور اشمونی میں ہے۔ مثال محبوب کا لعل السلطان یُکْرِمُنِیْ۔ مثال مبغوض کا جیسے لعل عمراً غائبٌ۔
پہلی مثال میں لعل محبوب چیز میں مستعمل ہے کیونکہ اکرام سلطان کا محبوب ہوتا ہے، دوسری مثال میں لعل مبغوض چیز میں استعمال ہوا ہے کیونکہ متکلم کو عمر کے ساتھ محبت نہیں ہے لہٰذا متکلم اس کے غائب ہونے کا خواہش مند ہے۔
فرق دوم۔ تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں میں ہوتا ہے جیسے کہ ابن عقیل میں ہے مثال ممکن کا لیت زیداً قائمٌ۔ مثال غیر ممکن کا لیت الشباب یَعُوْدُ یوماً۔

**فائدہ:** منحۃ الجلیل میں ہے کہ مذکورہ بالا جملہ یعنی لیت الشباب یَعُوْدُ یوماً یہ ابی العتاهیۃ کے بیت میں وارد ہے اور وہ یہ مندرجہ ذیل بیت ہے

الا لیتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْماً فَاُخْبِرَہ بما فَعَلَ الْمَشِیْبُ

## (تشریح)

رہا ترجی یہ فقط ممکن میں ہوتا ہے جیسے لعل السلطان یکرمنی۔

**فائدہ** : اوپر کہا گیا کہ تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں میں ہوتا ہے مگر معلوم ہو کہ یہاں غیر ممکن سے مستحیل اور محال مراد ہے جیسے کہ اشمونی میں ہے اور اوپر جو مثال غیر ممکن کیلئے پیش کیا گیا ہے یعنی لیت الشباب یَعُوْدُ وہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ عود شباب اگرچہ ممکن ہے عقلاً مگر عادۃً ممتنع اور محال ہے جیسے کہ شروح التلخیص بحث انشاء میں کہا گیا ہے۔

**فائدہ**: تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں میں ہوتا ہے مگر خضری شرح ابن عقیل میں ہے کہ غیر ممکن میں زیادہ ہوتا ہے ممکن کی بہ نسبت۔

**فائدہ**: اوپر کہا گیا کہ تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور ترجی ممکن میں استعمال ہوتا ہے مگر تمنی اور ترجی کے ممکن میں فرق ہے جیسے کہ حاشیہ صبان میں ہے وہ اس طرح کہ تمنی جو کہ ممکن میں ہوتا ہے اس ممکن سے مراد غیر متوقع اور غیر منتظر الوقوع ہے یعنی ممکن ہے مگر غیر متوقع ہوتا ہے۔

علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے جیسے کہ کوئی غریب آدمی کہے "لیت لی مالا فاحج منه" اور ترجی جو کہ ممکن میں استعمال ہوتا ہے اس سے مراد متوقع الوقوع ہے جیسے لعل السلطان یُکْرِمُنِیْ۔

**فائدہ**: تمنی اور ترجی یہ دونوں مصدر ہیں باب تَفَعُّلْ سے اصل میں تَمَنُّيٌ ،تَرَجُّيٌ ہیں۔ الکفایہ فی النحو کے اندر ہے کہ ہر وہ باب جس کے ماضی کے اول میں تاء ہے یعنی تاء زائدہ قیاسی ہے اس کے مصدر میں ماقبل آخر مضموم ہوتا ہے اور وہ ابواب جن کی ماضی کے اول میں تاء زائدہ قیاس ہوتا ہے وہ یہ مندرجہ ذیل تین ابواب ہیں یعنی تَفَعُّلْ ، تَفَاعُلْ ، تَفَعْلُلْ جیسے اَلتَّكَرُّمُ . اَلتَّغَافُلُ ، اَلتَّدَحْرُجُ۔ اور اگر یہ مذکورہ ابواب معتل اللام ہیں تو ان کے مصدر میں ماقبل آخر کا جو حرکت ضمہ ہے وہ کسرہ سے بدلتا ہے جیسے تَمَنِّيْ ،تَفَادِيْ ، تَقَلْسِيْ۔ اور شافیہ کے شرح شرح النظام میں بھی یہ قاعدہ ذکر ہے اس تفصیل کے بعد جان لو کہ تمنی اور ترجی یہ دونوں مصدر کے صیغیں ہیں باب تَفَعّل سے اور ناقص ہیں، یا کے مناسبت کیلئے اس کی ماقبل کا حرکت جو کہ ضمہ ہے اُدْل کے قانون سے کسرہ سے بدلایا گیا تَمَنِّيٌ،تَرَجِّيٌ ہوگئے بعدہٗ یَدْعُوْ ،یَرْمِیُ کے قانون سے یا کا حرکت ضمہ کو حذف کیا گیا بعدہٗ التقاء ساکنین آیا، یاء مدہ اور نون تنوین کے درمیان، لہٰذا التقاء ساکنین علیٰ غیر حدہٖ کے قانون سے یاء مدہ کو حذف کیا گیا تَمَنٍّ ، تَرَجٍّ ہوگئے جب نون تنوین پر وقف ہوا تو نون تنوین کو



## (تشریح)

بوفق حرکت ماقبل نون تنوین اور نون خفیفہ کے قانون سے حرف علت سے بدلایا گیا تَمَنِّيْ ، تَرَجِّيْ ہوگئے۔

(نداء) یہ مصدر ہے باب مفاعلہ کا، باب مفاعلہ کا مصدر قیاساً فِعَالٌ کے وزن پر آتا ہے شذا الصرف فی فن الصرف میں ہے۔

وقیاس مصدر فَاعَلَ الفِعَال بالکسر والمُفَاعَلَة کَقَاتَلَ قِتَالاً ومقاتلة و خَاصَمَ خِصَاماً ومخاصمة

نیز جاننا چاہئے کہ باب مفاعلہ اگر مثال یائی ہے تو مصدر اسکا فِعَالٌ کے وزن پر نہیں آتا ہے جیسے کہ کتاب شذا الصرف میں ہے وما کانت فاؤہ یاء من ھذا الوزن یمتنع فیه الفِعَالُ کیَاسَرَ مُیَاسَرَةً، ویَامَنَ مُیَامَنَةً ھذا ھو القیاس اور تہذیب التوضیح میں ہے وشُذَّ یا و مَهَ یواماً۔ شرح النظام میں ہے کہ باب مفاعلہ کا مصدر شذوذا فِعَّالٌ کے وزن پر بھی آیا ہے، یہ ہے عبارت اس کی۔ وقَدْجاء مَارَیْتُهٗ مِرَّاءٍ شاذا۔

(عرض) جیسے اَلاَ تَنْزِلُ بنا فتصِیْبَ خیرا ، جاننا چاہئے کہ نحو میر کے موجودہ نسخوں میں اَلا تَنْزِلُ فعل مضارع جو کہ مدخول ہے حرف عرض کا مجزوم ہے یعنی اَلا تَنْزِلْ ہے سکون لام کے ساتھ یہ صحیح نہیں کیونکہ اَلا کے مدخول پر جزم نہیں آتا ہے، نہ کہ یہ حرف جازم ہے البتہ عرض کے جواب میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے کہ عرض کے جواب پر اگر فاء داخل ہے تو اس وقت فاء کے بعد اَنْ ناصبہ مقدر ہوتا ہے مضارع منصوب ہوتا ہے جیسے اَلا تَنْزِلُ بنا فتصِیْبَ خیرا، اور فا کے بعد جو کہ اَنْ مقدر ہوتا ہے اور مضارع کو نصب دیتا ہے یہ نحو میر میں باب اول حروف عاملہ کے اندر آنے والا ہے۔ نیز کافیہ ،الفیہ ،ابن عقیل میں بالتفصیل مذکور ہے۔

اگر عرض کے جواب پر فاء داخل نہیں ہے تو جواب عرض کا مجزوم ہوتا ہے جیسے کے زجاجی نے کتاب جمل میں کہا ہے جیسے اَلا تَنْزِلُ علینا نَتَحَدَّثْ ، نیز کافیہ، الفیہ ،ابن عقیل میں ہے کہ اگر عرض کے جواب پر فاء داخل نہیں ہے اور قصد کیا جائے کہ اول ثانی یعنی جواب کا سبب ہے۔ تو جواب عرض کا مجزوم ہوتا ہے جیسے کہ مثال مذکور میں اور یہ مضارع بھی اس لئے مجزوم ہے کہ حرف عرض اور اس کے مدخول کے بعد اِنْ اور فعل شرط مقدر ہیں اور یہی اِنْ مقدر جواب میں عامل ہے جیسے کہ جامع الدروس میں ہے۔

شرح رضی اور خضری میں کہا گیا ہے کہ یہی جمہور کا مذہب ہے اور تقدیر اس کا یوں ہے اَلا تَنْزِلُ علینا اِنْ تَنْزِلْ نَتَحَدَّثْ اور مسالک الطیبہ میں ہے کہ اگر عرض کے جواب پر فاء داخل نہیں ہے اور قصد نہ کیا جائے کہ اول ثانی کا

## (تشریح)

یعنی جواب کا سبب ہے تو اس وقت مضارع جو کہ جواب واقع ہے مرفوع ہوتا ہے۔

**الحاصل** عرض کا مدخول مجزوم نہیں ہوتا ہے البتہ اس کا جواب بنا بر تفصیل مذکور مجزوم، منصوب، مرفوع ہوتا ہے جیسے کہ ذکر ہوا

**(قسم)** قَسَم یہ صیغہ ہے اسم مصدر کا جیسے کہ تاج العروس وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، زجاجی نے جمل کے اندر کہا ہے کہ حروف قسم مندرجہ ذیل چہار حروف ہیں یعنی باء، واو، تاء، لام اور مشہور بھی یہ چار ہیں مگر ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل کے اندر کہا ہے کہ حروف قسم مندرجہ ذیل پانچ حروف ہیں یعنی باء، واو، تاء، لام، من، اور فاضل عصام نے شرح کافیہ کے اندر کہا ہے کہ سیبویہ نے مِنُ کو بھی حروف قسم میں شمار کیا ہے مگر یاد رہے من جب قسم میں مستعمل ہو تو مدخول اس کا لفظ رب ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مختص ہے اور کبھی اسم اللہ پر بھی داخل ہوتا ہے۔

**(دعاء)** یہ بھی جملہ انشائیہ ہے جیسے کہ شرح مأۃ عامل کے حواشی وغیرہ میں ذکر ہے کیونکہ دعاء میں بھی طلب ہوتا ہے۔

**(رُبَّ)** یہ حرف جر ہے جو کہ انشاء تقلیل کیلئے موضوع ہے اور قائل اس کا صدق اور کذب سے متصف نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی جملہ انشائیہ ہے جیسے کہ شرح الشرح ماۃ عامل اور تلخیص المفتاح اور اس کے شروح میں ذکر ہے۔

**(افعال مدح وذم)** یہ بھی انشاء مدح اور انشاء ذم کے لئے موضوع ہیں اور قائل ان کا صدق اور کذب سے متصف نہیں ہوتا ہے لہٰذا جملہ انشائیہ ہیں جیسے کہ شرح الشرح مأۃ عامل میں ذکر ہے۔

**(کَمْ)** جاننا چاہئے کہ کَمْ جیسے کہ نحو میر میں باب سوم کے اندر آنے والا ہے، دو قسم پر ہے استفہامیہ اور خبریہ، شرح الشرح مأۃ عامل میں ہے کہ کم کے دونوں قسمیں مندرجہ ذیل پانچ امور میں شریک ہیں (۱) اسمیۃ میں (۲) ابہام میں (۳) افتقار الی التمیز میں (۴) بناء میں (۵) لزوم تصدیر کلام اور انشاء میں یعنی دونوں کو صدارت کلام اور معنائے انشاء لازم ہے۔ اور مذکورہ شرح میں کہا گیا ہے کہ کم خبریہ کا انشاء تکثیر کیلئے ہونا یہ کم خبریہ کے تسمیہ کے ساتھ منافی نہیں ہے۔ کیونکہ جہت جدا ہے یعنی انشاء تکثیر کیلئے اپنے معنیٰ کے اعتبار سے ہے اور خبریہ ہونا اس کا اپنے خبر کے جہت سے ہے یعنی اس کو خبریہ اس لئے کہتے ہیں کہ خود ترکیب میں مبتدا ہوتا ہے اس کا خبر جملہ خبریہ ہے اور میر سید شریف نے شریفیہ شرح کافیہ میں بھی ایسا کہا ہے۔



یہ ہے عبارت شریفیہ کا وانما یقال لها الخبریه لکون مابعد ها خبرا لها فیتضمن الاخبار عن الکثره وان کانت هیٔ ایضاً لانشاء التکثیر الخ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کم خبریہ والا جملہ، جملہ انشائیہ ہے مگر شرح مأۃ عامل کلاں میں کم خبریہ والے جملے کو مذکورہ دو جہتوں کے اعتبار سے جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ دونوں کہا گیا ہے۔

(تنبیہ) عرض اور تحضیض کے درمیان فرق حروف تحضیض میں ذکر ہوگا ان شاء اللّٰہ۔

## ﴿ فصل ﴾

بدانکہ مرکب غیر مفید آنست کہ چون قائل بران سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی حاصل نشود وآن بر سہ قسم است، اول مرکب اضافی چون غلامُ زیدٍ، جزء اول را مضاف گویند وجز دوم را مضاف الیہ گویند ومضاف الیہ ہمیشہ مجرور باشد

### طرز المبتدی

(قولہ مرکب غیر مفید آنست) اس سے پہلے مصنفؒ نے کہا تھا کہ مرکب دو قسم پر ہے، مفید اور غیر مفید جب مصنفؒ مرکب مفید کے بحث سے فارغ ہوا تو اب یہاں سے مرکب غیر مفید کی تعریف اور اس کے اقسام کو ذکر کر رہا ہے۔

(قولہ مرکب غیر مفید آنست) یہاں سے مصنفؒ مرکب غیر مفید کی تعریف کو ذکر کر رہا ہے، جاننا چاہئے کہ غیر مفید کا لغت میں معنیٰ ہے غیر فائدہ دینے والا اور اصطلاح میں مرکب غیر مفید اس کو کہتے ہیں کہ جب اس کا کہنے والا اس پر سکوت کریں، سامع کو خبر یا طلب معلوم نہ ہو۔

(قولہ وآن بر سہ قسم ست) یہاں سے مصنفؒ مرکب غیر مفید کی تقسیم اور اس کے اقسام کو بیان کر رہا ہے لہٰذا مصنف نے کہا کہ مرکب غیر مفید تین قسم پر ہیں۔

**اول اضافی، دوم بنائی، سوم مرکب منع صرف**

جاننا چاہئے کہ نحو میر والے نے مرکب غیر مفید کی تین قسموں کو ذکر کیا ہے مگر مرکب غیر مفید پانچ قسم پر ہے، وہ اس طرح کہ شروع میں دو قسم پر ہے۔ اول تقییدی، دوم غیر تقییدی، اول جو کہ مرکب تقییدی ہے یہ وہ مرکب ہے کہ اس کا جز ثانی قید واقع ہو جز اول کے لئے، قید کا مطلب یہ ہے کہ جز اول قبل از ترکیب عام ہوتا ہے جب اسکے ساتھ جز دوم کو ملایا جائے تو جزء ثانی جز اول کو اپنے ساتھ خاص کر رہا ہے جیسے غلامُ زیدٍ کہ یہاں جز اول جو کہ غلام ہے قبل از ترکیب عام ہے یعنی ممکن ہے کہ اس سے زید کا غلام مراد ہو، نیز ہو سکتا ہے کہ اس سے خَالِد وغیرہ کا غلام مراد ہو مگر جب اسکے ساتھ زید کو لایا گیا

## طرز المبتدی

اب اس سے مراد فقط زید کا غلام ہے، نہ کسی اور شخص کا جبکہ جز ثانی جز اول کو اپنے ساتھ خاص کر رہا ہے اور اس کو دوسروں سے روکتا ہے تو گویا کہ جز ثانی جز اول کیلئے قید یعنی زنجیر کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا یہ مرکب موسوم ہوا مرکب تقییدی سے۔

**دوم مرکب غیر تقییدی** ، یہ وہ مرکب ہے کہ اس کا جز دوم جز اول کا قید واقع نہ ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ کہ یہاں اس مرکب کے دونوں کلمے مستقل حیثیت رکھتے ہیں ایک کلمہ دوسرے کلمے اور جز کیلئے قید نہیں ہے، پھر مرکب تقییدی دو قسم پر ہے، اول اضافی، دوم توصیفی اور مرکب غیر تقییدی تین قسم پر ہے، اول بنائی، دوم مرکب منع صرف، سوم مرکب صوتی اور ان پانچ قسموں کو ہم یکے بعد از دیگرے ذکر کریں گے۔

**(قولہ اول مرکب اضافی )** یہ مرکب تقییدی کی پہلی قسم ہے اور مرکب اضافی اس کو کہتے ہیں جو کہ مضاف اور مضاف الیہ سے بنے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ کہ یہ مرکب اضافی ہے اس کے جز اول کو مضاف کہتے ہیں اور جز دوم کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔

**فائدہ** : مرکب اضافی میں مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے اور مجرور ہونے کا وجہ باب سوم میں آنے والا ہے، اسم مضاف کے بحث میں رہا، مضاف اس پر موافق عامل اعراب آتا ہے یعنی مضاف پر جو عامل داخل ہے وہ جس اعراب کا مقتضی ہے وہی اعراب مضاف پر آتا ہے اور عوامل کی تفصیل باب اول کے بعد آنے والا ہے ان شاء اللّٰہ۔

مرکب تقییدی کی دوسری قسم مرکب توصیفی ہے جس کو مصنفؒ نے چھوڑ دیا ہے،

اور یہ وہ مرکب ہے جو کہ موصوف اور صفت سے بنے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ کہ یہ مرکب توصیفی ہے جز اول کو موصوف کہتے ہیں اور جز دوم کو صفت کہتے ہیں۔

**فائدہ** : صفت پر ہمیشہ موصوف کا اعراب آتا ہے جیسے کہ نحو میر میں بحث توابع کے اندر آنے والا ہے مگر موصوف پر حسب عوامل اعراب آتا ہے یعنی موصوف پر جو عامل داخل ہے وہ جس اعراب کا مقتضی ہے وہی اعراب موصوف پر آتا ہے۔

### ﴿ نحو میر ﴾

دوم مرکب بنائی واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشند واسم دوم متضمن حرفی باشد چون اَحَدَعَشَرَ تا تِسْعَةَعَشَرَ کہ در اصل اَحَدٌ وَّعَشَرٌ و تِسْعَةٌ وَّعَشَرٌ بودہ است، واو را حذف کردہ ہر دو اسم را یکے کردند و ہر دو جز مبنی باشد بر فتح اِلَّا اِثْنَاعَشَرَ کہ جز اول معرب است۔



## طرز المبتدی

**(قولہ مرکب بنائی )** یہاں سے مرکب غیر تقییدی کے اقسام کا بیان ہے، مگر معلوم ہو کہ مرکب بنائی مصنفؒ کے تقسیم میں دوسری قسم ہے مگر ہماری تقسیم کے اعتبار سے یہ مرکب غیر تقییدی کا پہلی قسم ہے۔

لہٰذا مرکب غیر تقییدی کی پہلی قسم مرکب بنائی ہے، دوسرا نام اس کا مرکب تعدادی ہے اور مرکب بنائی ایسا مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کر دیا جائے اور دوسرا اسم حرف عطف ،و کے معنیٰ کو متضمن اور شامل ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ کہ اصل میں اَحَدٌ وَّعَشَرٌ تھا، واو کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کر دیا گیا اور اس کے دونوں جز مبنی بر فتح ہوتے ہیں۔

**فائدہ** : مرکب بنائی جز اول اس لئے مبنی ہوتا ہے کہ جب دونوں اسموں کو ایک بنایا گیا اب جز اول کا آخری حرف بوجہ اس ترکیب کا محلِ اعراب کا نہ رہا کیونکہ جز اول جز ثانی کیلئے جزءِ حقیقی کا درجہ رکھتا ہے، الحاصل جز اول کا آخری حرف اب آخری حرف نہ رہا بلکہ وسط میں واقع ہے۔

اور اثر عامل کا کلمے کے آخر حرف پر ظاہر ہوتا ہے اور یہاں آخری حرف عَشَرَ میں حرف را ہے اور مرکب بنائی میں جز ثانی اس لئے مبنی ہے کہ یہ متضمن ہے حرف عاطفہ کو جو کہ مبنی الاصل ہے اور جو متضمن ہو مبنی کو وہ مبنی ہوتا ہے، رہا یہ امر کہ بنا میں سکون اصل ہے، یہ مبنی بر حرکت کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مرکب کا دونوں جز اسم ہیں اور اسماء میں اصل حرکت ہے رہی یہ بات کہ حرکات تین ہیں، مبنی بر فتح کیوں ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہاں دو اسموں کو ملایا گیا تو ترکیب کی وجہ سے ثقل آیا، اس ثقل کے ازالہ اور دور کرنے کیلئے دونوں اسموں کو مبنی علی الفتح بنایا گیا کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور قریب ہے سکون سے۔

**فائدہ** : مرکب تعدادی عربی حساب میں اَحَدَ عَشَرَ یعنی گیارہ سے شروع ہوتا ہے تِسْعَةَ عَشَرَ یعنی انیس (۱۹) تک ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ ، اِثْنَا عشرَ ، ثلاثةَ عشرَ ، اربعة عشرَ ، خَمْسةَ عشرَ ، ستةَ عَشَرَ ، سبعةَ عشر ، ثمانيةَ عشرَ تِسعةَ عشرَ۔

یہ مذکورہ بالا اعداد مرکب بنائی ہیں واو کو ترکیب کے غرض سے حذف کیا گیا ہے مگر معنیٰ اس کا مراد ہے اور دونوں اسم مبنی بر فتح ہیں۔

**فائدہ** : ماقبل میں کہا گیا کہ احد عشر سے لے کر تسعۃ عشرَ تک یہ اعداد سب مرکب بنائی ہیں اور دونوں جز مبنی بر فتح ہیں مگر اِثْنا عَشَرَ کا عدد اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کا جز اول معرب ہے اور جز دوم اس کا مبنی بر فتح ہے۔

## طرز المبتدی

اصل میں اِثْنَانِ عشرَ تھا،نون اس کا بغرض ترکیب حذف ہوا ہے کیونکہ نون انفصال پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہاں دونوں اسموں کو ایک بنانا ہے تو اتصال اور انفصال کے درمیان تضاد ہے لہٰذا نون حذف ہوا جب نون حذف ہوا تو اس نون کے سقوط میں مشابہ ہوا، اس تثنیہ کے ساتھ جو کہ اضافت میں اس کا نون حذف ہوتا ہے جیسے ضَارِبَا زَیْدٍ کہ اصل میں ضَارِبَانِ ہے تو اس مضاف تثنیہ کے مشابہت کی وجہ سے جز اول معرب ہوا، الحاصل اثناعشر نون کے سقوط میں مشابہ ہے۔

مضاف کے ساتھ اور اضافت خواص میں سے اسم معرب کا ہے۔

**فائدہ**: جب یہ معلوم ہوا کہ جز اول معرب ہے تو یہ بھی معلوم ہو کہ اثناعشر میں اثنا کا رفع الف سے آتا ہے، نصب اور جر یا ماقبل مفتوح سے آتا ہے جیسے کہ بحث اعراب میں معلوم ہوگا ان شاء اللّٰہ۔

## ﴿ نحو میر ﴾

سوم مرکب منع صرف واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشند و اسم دوم متضمن حرفی نباشد چون بَـعْـلَبَکَّ و حضرموت کہ جز اول مبنی باشد بر فتحہ بر مذہب اکثر علماء و جز دوم معرب۔

## طرز المبتدی

(قولہ سوم مرکب منع صرف ) یہ مرکب غیر تقییدی کی دوسری قسم ہے، اس کا دوسرا نام مرکب مزجی ہے، مرکب منع صرف وہ مرکب ہے کہ دو اسموں کو ایک کیا جائے مگر دوسرا اسم متضمن نہ ہو واو عاطفہ کے معنی کو جیسے بعلبک و حضرموت۔

**فائدہ**: بعلبک شام میں ایک شہر کا نام ہے جو کہ مرکب ہے بعل اور بک سے، بعل اصل میں ایک بت کا نام ہے جس کی پوجا کفار میں بہت رائج تھی، بک ایک بادشاہ کا نام ہے چونکہ بک بادشاہ نے بعل بت کی پوجا کیلئے ایک شہر بنوایا اس لئے اس شہر کا نام بعلبک رکھا گیا، اسی طرح حضرموت بھی اصل میں دو کلمے ہیں یعنی ''حضر'' جدا کلمہ ہے ''موت'' جدا کلمہ ہے، دونوں کو ایک بنایا گیا مراد ایک بنانے سے یہ ہے کہ یہ ایک اسم بنایا گیا جو کہ علم ہے اور ایک معنیٰ پر دلالت کر رہا ہے جو کہ مسمّٰی ہے اسی پر قیاس کرو بعلبک کو، حضرموت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی کا نام ہے اصل میں اس شخص کا نام عبدالنور تھا مگر جنگ میں آگے آگے ہوتا تھا اس کا نام حضرموت رکھا گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرموت ایک شہر کا نام ہے یمن میں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک قبیلے کا نام ہے۔

(قولہ کہ جز اول مبنی باشد بر فتح بر مذہب اکثر علماء ) یہاں سے مصنفؒ ایک اختلاف کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مرکب منع صرف میں جز اول اور ثانی کے معرب اور مبنی ہونے میں اختلاف ہے اور ساتھ ساتھ مذہب



## طرز المبتدی

مختار کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جز اول مبنی بر فتح ہے اور جز ثانی معرب ہے باعراب غیر منصرف، اس کے بعد جان لو کہ مرکب منع صرف میں مندرجہ ذیل چہار اقوال ہیں۔

پہلا قول جو کہ جمہور کا ہے وہ یہ ہے کہ جز اول مبنی بر فتح ہو اور جز ثانی معرب ہو اعراب غیر منصرف کے ساتھ اس مناسبت سے اس مرکب کا لقب مرکب منع صرف ہے جیسے

جاء بَعْلَبَکُّ ورَئَیْتُ بَعْلَبَکَّ ومَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ

دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں جز مبنی بر فتح ہوں جیسے

جاء بَعْلَبَکَّ ورَئَیْتُ بَعْلَبَکَّ ومَرَرْتُ بِبَعْلَبَکَّ

تیسرا قول یہ ہے کہ جز اول مضاف ہو اور جز ثانی معرب ہو باعراب غیر منصرف جیسے

جاء بَعْلُبَکَّ ورَئَیْتُ بَعْلَبَکَّ ومَرَرْتُ بِبَعْلِبَکَّ

چوتھا قول یہ ہے کہ جز اول مضاف ہو جز دوم معرب ہو باعراب منصرف جیسے

جاء بَعْلَبَکٍ ورَئَیْتُ بَعْلَبَکٍ ومَرَرْتُ بِبَعْلَبَکٍ

مرکب غیر تقییدی کی تیسری قسم مرکب صوتی ہے، مرکب صوتی وہ ہے کہ دو لفظوں کو ایک کیا جائے یعنی ایک کلمہ کر دیا جائے اور اس کا دوسرا لفظ صورت ہو جیسے سِیْبَوَیْہِ، سیبویہ ہے یہ لقب ہے شیخ النحاۃ ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر شیرازی کا اور فارسی لفظ ہے جو کہ مرکب ہے ''سِیْب'' اور ''وَیْ'' سے، سیب تو مشہور فروٹ ہے اور وی سیب کے خوشبو کو کہتے ہیں بعد میں اس میں تخفیف ہوا ''وَیْہ'' ہو گیا۔

**فائدہ**: مرکب صوتی میں دونوں جز مبنی ہوتے ہیں، اول مبنی بر فتحہ ہوتا ہے، دوم جز مبنی بر کسرہ ہوتا ہے۔

**فائدہ**: یہاں تک ترکیب کے تمام اقسام چھ بنتے ہیں یعنی ایک قسم مرکب مفید ہے اپنے تمام اقسام کے ساتھ اور پانچ اقسام مرکب غیر مفید کے ہیں، یہ ہو گئے چھ اقسام، ان چھ کو ایک فارسی شاعر نے ایک نظم میں یوں ذکر کیا ہے۔

### شعر

بود ترکیب نزد نحویان شش　　　بیادش گیر گر خائف ز فوتی

چو اسنادی و تعدادی و مزجی　　　اضافی دان و توصیفی و صوتی

## طرزا لمبتدی

اس شعر میں اسنادی سے مراد مرکب مفید ہے کیونکہ اس کو مرکب اسنادی بھی کہتے ہیں اور تعدادی سے مراد مرکب بنائی ہے اور مزجی سے مراد مرکب منع صرف ہے۔

### (تشریح)

(**واسم دوم متضمن حرفی باشد**) اظہار والعوامل کے حاشیہ میں ہے کہ مرکب بنائی میں جز ثانی جو کہ متضمن حرف کا ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جز ثانی سے معنٰی حرف عاطفہ کا مفہوم ہو جیسے خَمْسَةَ عَشَرَ سے معنٰی خمسةٌ وَّعَشَرٌ کا مفہوم ہوتا ہے۔

**الحاصل** مرکب تعدادی میں جو کہ دو کلموں کو ایک کر دیا جاتا ہے، یہ ترکیب فقط لفظ کے اعتبار سے ہے، نہ باعتبار معنٰی کے جیسے کہ ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں کہا ہے کیونکہ واو کا معنٰی مراد ہے لہٰذا مرکب تعدادی میں معنٰی کے اعتبار سے ترکیب نہیں ہے۔

**فائدہ**: رضی میں ہے کہ مرکب تعدادی میں جو کہ واو عاطفہ ہے، اس کو اس لئے حذف کرتے ہیں تاکہ دونوں کلموں کے درمیان ترکیب حاصل ہو یعنی دونوں کو ایک کر دیا جائے اور یہ ترکیب واو کے ہوتے ہوئے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ ترکیب اتصال کو چاہتا ہے اور واو انفصال پر دلالت کرتا ہے۔

(تا تِسْعَةَ عَشَرَ) جامع الدروس میں ہے کہ جو عدد فَاعِلٌ کے وزن پر ہے جیسے حَادِیْ یہ عدد اگر مرکب ہو عشر کے ساتھ جیسے حَادِیْ عَشَرَ یہ عدد بھی مرکب تعدادی کہلاتا ہے حَادِیْ عَشَرَ سے لے کر تَاسِعَ عَشَرَ تک اور اس عدد میں بھی دونوں جز مبنی بر فتح ہوتے ہیں جیسے جاء الرابعَ عَشَرَ۔

مگر معلوم ہو کہ جو عدد فاعل کے وزن پر ہو جب عشر کے ساتھ مرکب ہو، اس کے دونوں جز مبنی بر فتح ہوتے ہیں، یہ اس وقت کہ جز اول اس عدد کا حرف (یا) پر ختم نہ ہو اگر حرف یا پر ختم ہو رہا ہو تو اس وقت جز اول مبنی بر سکون ہوتا ہے جیسے جَاءَ الحَادِیْ عَشَرَ والثانیْ عَشَرَ۔

نیز معلوم ہو کہ مرکب بنائی میں دونوں جز مبنی بر فتح ہوتے ہیں یا کہ جز اول مبنی بر سکون ہوتا ہے جیسے حادِیْ عشر اور ثانی عشر میں مگر محلاً مرفوع، منصوب، مجرور ہوتے ہیں عامل کی مناسبت سے جیسے جَاءَ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، اَحَدَ عَشَرَ مرفوع محلاً فاعل ہے جاءَ فعل کیلئے، رَئَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَباً میں اَحَدَ عَشَرَ کو کبًا یہ منصوب محلاً مفعول ہے



### (تشریح)

ہے، رَئَیْتُ فعل کیلئے اَحْسَنْتُ اِلٰی اَحَدَ عَشَرَ فَقِیْراً میں اَحَدَ عَشَرَ فَقِیْراً مجرور محلاً مجرور ہے حرف جر اِلٰی کیلئے اسی طرح حادِیْ عشرَ کو تَاسِعَ عشرَ تک اَحَدَ عَشَرَ تِسْعَةَ عشرَ تک پر قیاس کیا جائے مگر اِثْنَا عَشَرَ اس سے مستثنٰی ہے کہ یہاں جز اول جو کہ ''اثنا'' ہے یہ معرب ہے اس پر تثنیہ کا اعراب آتا ہے یعنی رفع الف کے ساتھ، نصب و جر یا ما قبل مفتوح کے ساتھ آتے ہیں مگر جز ثانی جو کہ عَشَرَ ہے یہ مبنی بر فتح ہوتا ہے اور اس کیلئے کوئی محلی اعراب نہیں ہوتا ہے یہ بمنزلہ اس نون تثنیہ کے ہے جو کہ اثنا سے حذف ہوا ہے جیسے کہ جامع الدروس میں ہے۔

(**ہر دو جز مبنی باشد بر فتح**) مرکب بنائی میں جز اول اس لئے مبنی ہوتا ہے کہ جب دو لفظوں کو ایک کلمہ کر دیا گیا جیسے کہ ہندی میں ہے اب یہ مرکب بوجہ ترکیب کی اسم مفرد مثلاً زید کے درجے میں ہو گیا اور جز اول کا آخری حرف اب آخری حرف نہ رہا جو کہ محل اعراب کا ہوتا ہے بلکہ جز اول کا آخری حرف اب کلمے کے جز کا درجہ رکھتا ہے مگر اس جز کے منزلہ میں ہے جو کہ اول یا کہ وسط میں ہو جیسے کہ ''زا'' ہے زید میں اور ''یا'' ہے زید میں جیسے کہ شریفیہ علی الکافیہ اور حاشیہ عوض سے معلوم ہوتا ہے۔

**فائدہ**: بناء کے انواع مندرجہ ذیل چہار چیزیں ہیں جیسے کہ تہذیب التوضیح میں ہے (۱) سکون (۲) فتح (۳) کسر (۴) ضم، یعنی کلمہ یا تو مبنی علی السکون ہوتا ہے یا مبنی بر فتح یا کہ مبنی بر کسر یا کہ مبنی علی الضم ہوتا ہے مگر مذکورہ چہار میں مبنی علی السکون یہ اصل ہے کیونکہ یہ بقیہ تین سے خفیف ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ تینوں کلمات میں لاحق ہوتا ہے جیسے هَلْ، قُمْ، کَمْ اور بناء کے انواع اربعہ میں سے سکون کے بعد خفت میں فتح کا درجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ فتحہ کو اخت السکون کہا جاتا ہے، یہ بھی تینوں کلمات میں آجاتا ہے جیسے سَوْفَ، قَامَ، اَیْنَ۔

اور بناء کے انواع اربعہ میں سے چوتھے درجے میں کسرہ ہے یہ کلمات ثلاثہ میں سے دو میں آجاتا ہے اسم اور حرف میں جیسے اَمْسِ اور لِ جو کہ حرف جر ہے اور اَمْسِ اسم ہے، الحاصل سکون سب سے خفیف ہے لہٰذا یہ اصل ہے بنا میں فتح دوسرے درجے پر ہے، کسرہ تیسرے درجے میں ہے، پھر بھی بنسبت سکون اور فتح کے ثقیل ہے رہا ضم یہ اثقل الحرکات ہے۔

اس تفصیل کے بعد چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ بناء میں اصل سکون ہے مگر یہاں مرکب تعدادی میں دونوں جز مبنی علی الحرکة ہیں، وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس مرکب کے اجزاء اسماء ہیں اور اصل اسم میں حرکت ہے لہٰذا اس مرکب کے دونوں جز مبنی بر حرکت ہو گئے، رہی یہ بات کہ دونوں جز حرکت میں مبنی علی الفتح کیوں ہو گئے؟ تو اس کا وجہ رضی نے یہ پیش کیا ہے کہ

(تشریح)

ترکیب کی وجہ سے اس مرکب میں ثقل پیدا ہوا، اور فتحہ اخف الحرکات ہے جیسے کہ معلوم ہوا تو اس کی وجہ سے بعض ثقل زائل ہوگا لہٰذا مرکب تعدادی میں دونوں جز مبنی بر فتح ہو گئے۔

**فائدہ**: عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے اگر مرکب تعدادی مضاف ہو جیسے ثَلَاثَةَ عَشَرَكَ تو سیبویہ کے نزدیک اضافت مخل نہیں ہے مرکب تعدادی کے مبنی ہونے میں لہٰذا اضافت کے بعد بھی دونوں جز مبنی ہوں گے کیونکہ علۃ بناء جو کہ ترکیب ہے وہ اس وقت بھی موجود ہے مگر کوفیین کے نزدیک مرکب تعدادی اگر مضاف ہو تو دونوں جز معرب ہوتے ہیں لہٰذا جز اول تو اختلاف عوامل کے ساتھ بدلتا ہے مگر جز دوم بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہوتا ہے جیسے هٰذِهٖ خَمْسَةُ عَشَرِكَ خُذْ خَمْسَةَ عَشَرِكَ ، اَعْطِ مِنْ خَمْسَةِ عَشَرِكَ.

مگر مختار عند النحاۃ بناء والا قول ہے جیسے کہ جامع الدروس بحث تمیز میں ہے مگر جاننا چاہیے کہ مرکب تعدادی میں اثناعشر مضاف نہیں ہوتا ہے جیسے کہ عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے کیونکہ اثناعشر میں جز ثانی جو کہ عشر ہے یہ قائم مقام ہے اثنان کے نون کے جو کہ نون تثنیہ ہے اور تثنیہ نون تثنیہ کے ہوتے ہوئے مضاف نہیں ہوتا ہے کیونکہ نون تثنیہ کلمے کے تمام ہونے کی علامت ہے جیسے کہ بحث اسم تام سے معلوم ہوتا ہے ہاں اگر نون تثنیہ کا حذف ہو پھر تو تثنیہ مضاف ہو سکتا ہے مگر یہاں اثناعشر میں جز ثانی جو کہ عشر ہے یہ حذف نہیں ہوتا ہے لہٰذا مرکب تعدادی میں اثناعشر مضاف نہیں ہوتا ہے۔

**فائدہ**: جامع الدروس میں ہے کہ عربی حساب میں اکیس (٢١) سے لیکر ننانوے (٩٩) تک یعنی اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ سے لیکر تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تک یہ عدد مرکب تعدادی نہیں ہے کیونکہ اس عدد میں حرف عطف مذکور ہے لہٰذا اس عدد کو مرکبات عطفیہ کہتے ہیں۔

**فائدہ**: جامع الدروس میں ہے کہ مرکب مزجی اگر علم ہے اور جز ثانی اس کا کلمہ وَیْہ نہیں ہے تو جز اول معرب ہے، اعراب غیر منصرف کے ساتھ رہا، جز اول وہ یا تو مبنی علی الفتح ہوگا جیسے کہ قول ہے اکثر علما کا یا تو معرب ہوگا اور مضاف ہوگا جیسا کہ طرز مبتدی میں ذکر ہوا مثال اس کا بعلبک ہے اور اگر مرکب مزجی علم ہے مگر جز ثانی اس کا لفظ "وَیْہ" ہے تو اس وقت میں جز ثانی مبنی علی الکسر ہوگا اور اظہار والعوامل برکوی میں کہا گیا ہے کہ جز اول مبنی علی الفتح ہے اور جز ثانی مبنی علی الکسر ہوتا ہے جیسے سِیْبَوَیْهِ عَالِمٌ كَبِيْرٌ ورَأَيْتُ سِيْبَوَيْهِ عَالِمًا كَبِيْرًا وقرأتُ كِتَابَ سِيْبَوَيْهِ۔ اور اگر مرکب



(تشریح)

مزجی غیر علم ہے تو اس وقت میں اس کے دونوں جز مبنی علی الفتح ہوں گے جیسے اَنْتَ جَارِيْ بَيْتَ بَيْتَ ای انت جاری مُتَلَاصِقَيْنِ ای ملا صقاً بیتی۔ وبیتہ مراد متکلم کا جار قریب ہے الغرض یہاں بیت بیت مرکب مزجی ہے اور اس کے دونوں جز مبنی بر فتح ہیں۔

## ﴿ نحو میر ﴾

بدانکہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جز جملہ باشد چون غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ وَعِنْدِيْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا وجَاءَ بَعْلَبَكَّ۔

## طرز المبتدی

(قولہ بدانکہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جز جملہ باشد) جاننا چاہیے کہ مرکب دو قسم پر ہے مفید وغیر مفید، مفید جملہ ہے اور جملہ ہوتا ہے، رہا مرکب غیر مفید، آیا یہ جملہ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ تو نحو میر والے نے کہا جان لو کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جز جملے کا ہوتا ہے یعنی مرکب غیر مفید جملہ تو نہیں ہو سکتا ہے البتہ جز جملے کا ہو سکتا ہے اور جملے کے ارکان اور عمدہ اجزا دو ہیں مسند الیہ اور مسند مرکب غیر مفید ان دو میں سے ایک ہوتا ہے یعنی مسند الیہ ہوتا ہے یا کہ مسند ہوتا ہے۔

مثلا غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ میں غُلَامُ زَيْدٍ یہ مرکب غیر مفید کی ایک قسم ہے جو کہ مرکب اضافی ہے جز جملے کا واقع ہے جو کہ مسند الیہ ہے کیونکہ غُلَامُ مضاف ہے زَيْدٍ مضاف الیہ ہے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر یہ مبتدا ہے۔

اور عِنْدِيْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا میں اَحَدَ عَشَرَ مرکب غیر مفید کی ایک قسم ہے جو کہ مرکب بنائی ہے جز جملے کا واقع ہے جو کہ مسند الیہ ہے کیونکہ اَحَدَ عَشَرَ یہ اسم مبہم مُمَیَّز ہے دِرْهَمًا اس کی تمیز ہے، مبہم مُمَیَّز اپنے تمیز سے مل کر یہ مرفوع محلا مبتداء مؤخر ہے، عِنْدِيْ ظرف ہے جو کہ متعلق ہے ثابت محذوف کے ساتھ ثَابِتٌ اسم فاعل اپنے متعلق کے ساتھ یہ خبر مقدم ہے اور جَاءَ بَعْلَبَكَّ میں بَعْلَبَكُّ یہ مرکب غیر مفید کی ایک قسم ہے جو کہ مرکب منع صرف ہے جز جملے کا واقع ہے جو کہ فاعل ہے جَاءَ فعل کیلئے اور فاعل مسند الیہ ہوتا ہے۔

مثال اس مرکب غیر مفید کی جو کہ مسند واقع ہے جیسے زَيْدٌ اَبُوْ عَمْرٍو ، یہاں اَبُوْ عَمْرٍو مرکب اضافی ہے، خبر واقع ہے زَيْدٌ مبتداء کیلئے اور خبر مسند ہوتا ہے۔

## طرز اجراء

یعنی طلباء کو پڑھے ہوئے اسباق کا کس طرح مشق اور اجراء کرائی جائے، جاننا چاہیے کہ اجراء کیلئے مندرجہ ذیل چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

## طرز اجراء

(۱) استاذ کو خود نحو میر حفظ اور یاد ہو۔

(۲) طلباء کو گذشتہ اسباق خوب یاد ہوں۔

(۳) اجراء کے دوران بلکل آسان الفاظ سے مشق کرائی جائے۔

(۴) سبق کی مقدار اتنی ہو کہ طالب العلم کو اس کو اسی دن یاد کر سکے اور گذشتہ اسباق کا بھی بار بار دور نکال سکے۔

لہٰذا اساتذہ حضرات مبتدی کے فائدہ اور استعداد کا خیال کریں، جلد بازی سے اجتناب کریں جیسے کہ کہا جاتا ہے، **لاتطلب سرعة العمل واطلب تجویدهٗ۔**

(۵) چونکہ نحو میر ایک استعدادی کتاب ہے اور بنیاد کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا نحو میر کے سال میں طالب العلم کو نحو میر کے ساتھ دوسری کتاب شروع نہ کیا جائے کیونکہ کتابوں کے بہت ہونے کی صورت میں یہ کتاب یاد نہیں ہو سکتی ہے اور بغیر یاد ہونے کے اس کتاب کے پڑھنے میں مبتدی کیلئے فائدہ نہیں ہے اور نہ کہ اجراء میں فائدہ ہے اور آج کل جو کہ صرف اور نحو میر کو ایک سال میں پڑھواتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے، ہاں نحو میر کے اختتام کے بعد شرح مأۃ عامل کو ترکیب کے ساتھ پڑھنا یہ ضروری ہے کیونکہ نحو میر کا پڑھنا بغیر شرح مأۃ عامل کے یہ بھی بے کار ہے اور آج کل جو کہ مدارس میں فقط نحو میر پڑھاتے ہیں اور اس کے بعد شرح مأۃ عامل کو چھوڑ دیتے ہیں یہ طرز غلط ہے۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد جاننا چاہئے کہ مرکب غیر مفید تک دو چیزیں گذر گئے ہیں، اول مفرد اور اس کے اقسام، دوم مرکب اور اس کے اقسام، لہٰذا اساتذہ کی خدمت میں مفرد اور مرکب کی چند مثالیں سوال اور جواب کی شکل میں ذکر کریں گے تو اساتذہ اسی ترتیب پر طلبہ کے ساتھ مشق کریں اور ہر مفرد اور مرکب کا مرکب غیر مفید تک طرز اجراء یہی ہے، اسی پر تمام مفردات اور مرکبات کا قیاس کی جائے۔

اس کے بعد یہ بھی جان لے کہ نحو میر کا اجراء لفظ مستعمل اور غیر مستعمل سے شروع ہو رہا ہے لہٰذا مبتدی کی راہنمائی کیلئے شروع میں ایک دو دن مستعمل اور غیر مستعمل الفاظ کا اجراء کیا جائے بعد میں اگر غیر مستعمل سے دریافت نہ کیا جائے اور صرف لفظ مستعمل سے اجراء کو شروع کیا جائے تو پروا نہیں ہے کیونکہ لفظ غیر مستعمل سے کلام عرب میں بحث نہیں ہوتی۔

ان مذکورہ باتوں کے بعد لفظ مستعمل اور غیر مستعمل سے لیکر مرکب غیر مفید تک طرز اجراء ملاحظہ ہو۔

(۱) سوال: دَیْزٌ لفظ مستعمل ہے یا کہ غیر مستعمل؟



## طرز اجراء

جواب: دَیْزٌ لفظ غیر مستعمل ہے۔

(۲) سوال: رَجُلٌ لفظ مستعمل ہے یا کہ غیر مستعمل؟

جواب: رَجُلٌ لفظ مستعمل ہے۔

سوال: لفظ مستعمل کتنی قسموں پر ہیں اور رَجُلٌ کونسی قسم ہے؟

جواب: لفظ مستعمل دو قسم پر ہے، مفرد اور مرکب، رَجُلٌ مفرد ہے۔

سوال: لفظ مفرد کا مشہور نام کیا ہے؟ اور وہ کتنی قسموں پر ہیں رَجُلٌ ان میں کونسی قسم ہے؟

جواب: مفرد کا مشہور نام کلمہ ہے اور کلمہ تین قسم پر ہیں رَجُلٌ اسم ہے۔

(۳) سوال: ضَرَبَ لفظ مستعمل ہے یا کہ غیر مستعمل؟

جواب: ضَرَبَ لفظ مستعمل ہے۔

سوال: لفظ مستعمل کتنی قسموں پر ہیں اور ضَرَبَ کونسی قسم ہے؟

جواب: لفظ مستعمل دو قسم پر ہے، مفرد اور مرکب، ضَرَبَ مفرد ہے۔

سوال: لفظ مفرد کا مشہور نام کیا ہے؟ اور وہ کتنی قسموں پر ہیں ضَرَبَ ان میں کونسی قسم ہے؟

جواب: مفرد کا مشہور نام کلمہ ہے اور کلمہ تین قسم پر ہیں اسم، فعل، حرف، ضَرَبَ فعل ہے۔

(۴) سوال: هَلْ لفظ مستعمل ہے یا کہ غیر مستعمل؟

جواب: هَلْ لفظ مستعمل ہے۔

سوال: لفظ مستعمل کتنی قسموں پر ہیں اور هَلْ کونسی قسم ہے؟

جواب: لفظ مستعمل دو قسم پر ہے، مفرد اور مرکب، هَلْ مفرد ہے۔

سوال: لفظ مفرد کا مشہور نام کیا ہے؟ اور وہ کتنی قسموں پر ہیں، هَلْ ان میں کونسی قسم ہے؟

جواب: مفرد کا مشہور نام کلمہ ہے اور کلمہ تین قسم پر ہیں اسم، فعل، حرف، هَلْ حرف ہے۔

(۵) سوال: زُهَیْرٌ، مُجْتَهِدٌ لفظ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

جواب: زُهَیْرٌ، مُجْتَهِدٌ لفظ مرکب ہے۔

## طرز اجراء

سوال: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور زُھَیْرٌ ، مُجْتَهِدٌ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب دو قسم پر ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید زُھَیْرٌ ، مُجْتَهِدٌ مرکب مفید ہیں۔

سوال: مرکب مفید کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ، مسئولہ لفظ جملہ خبریہ ہے۔

سوال: جملہ خبریہ کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: جملہ خبریہ دو قسم پر ہے، جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ، مسئولہ لفظ جملہ اسمیہ ہے۔

(۶) سوال: ظَهَرَ الْحَقُّ لفظ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

جواب: ظَهَرَ الْحَقُّ لفظ مرکب ہے۔

سوال: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور ظَهَرَ الْحَقُّ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب دو قسم پر ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید، ظَهَرَ الْحَقُّ مرکب مفید ہیں۔

سوال: مرکب مفید کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ، مسئولہ لفظ جملہ خبریہ ہے۔

سوال: جملہ خبریہ کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: جملہ خبریہ دو قسم پر ہے، جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ، مسئولہ لفظ جملہ فعلیہ ہے۔

(۷) سوال: اِسْتَقِمْ لفظ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

جواب: اِسْتَقِمْ لفظ مرکب ہے ایک جز اس کا ملفوظ ہے جو کہ فعل امر ہے، دوسرا اَنْتَ ہے جو کہ اِسْتَقِمْ میں مستتر ہے۔

سوال: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور اِسْتَقِمْ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب دو قسم پر ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید، اِسْتَقِمْ مرکب مفید ہیں۔

سوال: مرکب مفید کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ، مسئولہ لفظ جملہ انشائیہ ہے۔

سوال: مسئولہ لفظ جملہ انشائیہ کی اقسام میں سے کونسی قسم ہے؟



## طرز اجراء

جواب: امر ہے۔

جملہ انشائیہ کی بقیہ اقسام کو بھی مذکورہ ترتیب پر دریافت کیا جائے۔

(۸) سوال: مَخَافَةُ اللّٰهِ لفظ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

جواب: مَخَافَةُ اللّٰهِ لفظ مرکب ہے۔

سوال: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور مَخَافَةُ اللّٰهِ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب دو قسم پر ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید، مَخَافَةُ اللّٰهِ مرکب غیر مفید ہیں۔

سوال: مرکب غیر مفید کتنے قسموں پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب غیر مفید پانچ قسموں پر ہے اور مسئولہ لفظ مرکب اضافی ہے۔

(۹) سوال: بعلبک لفظ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

جواب: بعلبک لفظ مرکب ہے۔

سوال: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور بعلبک کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب دو قسم پر ہیں، اول مرکب مفید، دوم مرکب غیر مفید، مسئولہ لفظ مرکب غیر مفید ہیں۔

سوال: مرکب غیر مفید کتنے قسموں پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

جواب: مرکب غیر مفید پانچ قسموں پر ہے اور مسئولہ لفظ مرکب منع صرف ہے۔

**فائدہ**: مرکب مزجی کے الفاظ بہت ہیں چند مثالیں یہ ذیل کے الفاظ ہیں۔

(۱) بَیْتَ لحمُ جو کہ فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے اور اس جگہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، کہا جاتا ہے

"بيت لحم بلدة طيبة الهوا وَسكنت بيت لحم ومررت ببيت لحم"

(۲) صَبَاحَ مَسَاءَ کہا جاتا ہے زُرْنی صباحَ مَساءَ، یہاں صباح محلاً منصوب ہے بنا بر ظرفیت۔

(۳) بیتَ بیتَ کہا جاتا ہے انت جارِيْ بيتَ ، بیتَ ای انت جاری مُتَلَاصِقَيْنِ ، یہاں بیت بیت محلاً منصوب ہے بنا بر حالیت۔

یاد رہے کہ یہ مذکورہ تینوں مثالیں مرکب مزجی تو ہیں مگر ان میں فرق ہے وہ اس طرح کہ بیت لحم باعتبار اپنے

## طرز اجراء

دونوں جزءوں کے بمثل بعلبک کے ہےاور صباحَ مساءَ اوربَیْتَ بَیْتَ میں دونوں جزمبنی برفتح ہوتے ہیں کیونکہ مرکب مزجی اگرعلم ہےاوراس کادوسراجز"وَیْـہ" کاکلمہ نہیں ہےتواس نوع کامرکب مزجی معرب ہوتا ہے باعراب غیر منصرف اگرعلم ہے، جز ثانی لفظ"وَیْہ" ہےتواس کاجز ثانی دائماً مبنی علی الکسر ہوتا ہے۔

اگرمرکب مزجی غیرعلم ہےتواس کے دونوں جزمبنی برفتح ہوتے ہیں جیسے کہ صباحَ مساءَاور بَیْتَ، بَیْتَ میں۔

**سوال**:درستویه لفظ مفرد ہے یاکہ مرکب؟

**جواب**:درستویه لفظ مرکب ہے۔

**سوال**: مرکب کتنے قسموں پر ہیں اور درستویه کونسی قسم ہے؟

**جواب**: مرکب دوقسم پر ہیں،اول مرکب مفید، دوم مرکب غیرمفید، مسئولہ لفظ مرکب غیرمفید ہیں۔

**سوال**: مرکب غیرمفید کتنے قسموں پر ہےاور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

**جواب**: مرکب غیرمفید پانچ قسموں پر ہےاور مسئولہ لفظ مرکب صوتی ہے۔

<u>**فائدہ**</u> :ذیل کے الفاظ بھی مرکب صوتی کے ہیں یعنی سیبویه ،نفطویه ،عمرویه .

جاننا چاہئے کہ مرکب غیرمفید کے بقیہ اقسام کو بھی مندرجہ بالاترتیب پرمشق کرائی جائے۔

## ﴿ فصل ﴾

**بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دوکلمہ نباشد لفظ چون ضَرَبَ زَیْدٌ وَزَیْدٌ قَائِمٌ یاتقدیراً چون اِضْرِبْ کہ اَنْتَ دروستتر ست وازین بیشتر باشد وبیشتر راحدی نیست بدانکہ چون کلمات جملہ بسیار باشد اسم وفعل وحرف رابا یکدیگر تمیز باید کردن ونظر کردن کہ معرب ست یامبنی وعامل است یامعمول وباید دانستن کہ تعلق کلمات بایکدیگر چگونہ است تامسند ومسندالیہ پیدا گردد ومعنی جملہ بتحقیق معلوم شود۔**

## طرزا لمبتدی

(**قولہ فصل بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ نباشد** )یعنی جملہ میں خواہ خبریہ ہو یاانشائیہ کم ازکم دوکلمے ضرور ہوں گے ان دو میں سے ایک مسندالیہ ہوتا ہے، دوسرا مسند کیونکہ یہی دو یعنی مسند اور مسندالیہ جملے کے رکن ہیں اور



## طرزا لمبتدی

جملہ ان پرموقوف ہے، پھرعام ہے کہ لفظوں میں وہ دونوں کلمے موجود ہوں جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے وزَیْدٌ قَائِمٌ یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے یاکہ ایک لفظوں میں موجود ہواور دوسرا مقدر ہو جیسے اِضْرِبْ کہ اصل میں اِضْرِبْ اَنْتَ ہےاور اَنْتَ اِضْرِبْ میں مستتر ہے، اِضْرِبْ فعل امر ہے، انت ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل ہے، فعل اپنے فاعل سے مل کر یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔

(**قولہ وازین بیشتر باشد** )یعنی جملہ میں دو سے زیادہ بھی کلمے ہوتے ہیں مگر زیادہ کی کوئی معین حد نہیں ہے۔

(**قولہ بدانکہ چون کلمات جملہ بسیار باشد** )جب یہ بتلایا گیا کہ جملہ بہت کلمات سے بھی مل کر بنتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ایک جملہ میں فقط ایک ہی مسند ومسندالیہ ہوسکتا ہے باقی متعلقات ہوں گے تو اس وقت مسند ومسندالیہ جوکہ رکن ہیں جملہ کے کیسے معلوم ہوں؟ لہٰذا مصنفؒ یہاں سے ان کا طریقہ تعین بتلارہے ہیں وہ اس طرح کہ مسند اور مسندالیہ کے معلوم کرنے کیلئے پہلے مندرجہ ذیل چہار چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

(۱) یہ معلوم کرے کہ اسم کون ہے اور فعل کون ہے؟

(۲) دیکھنا چاہئے کہ کونسا کلمہ معرب ہے اور کونسا مبنی؟ (۳) یہ معلوم کرے کہ ان میں عامل کون ہے اور معمول کون؟

(۴)اور کلمات کا ایک دوسرے سے ربط بھی معلوم کرنا چاہئے کہ باہمی تعلق کیا ہے مثلاً صفت موصوف ہیں، فعل وفاعل ہیں، مبتدا وخبر ہیں وغیرہ، جب مذکورہ چہار چیزیں سمجھ میں آگئیں، اب مسند اور مسندالیہ ظاہر ہو جائے گا اور جملہ کے صحیح معنیٰ معلوم ہوگا۔

## (تشریح)

(زَیْدٌ قَائِمٌ ) یہ مثال ہے جملہ اسمیہ کی جو دوکلموں سے مرکب ہے، مگر اس مثال پر سوال ہوتا ہے کہ یہ تو دو کلمے نہیں ہیں بلکہ یہ تین کلمے ہیں کیونکہ یہاں تین اسماء ہیں یعنی (۱) زید (۲) قَائِمٌ جوکہ اسم فاعل ہے (۳) ضمیر ھُوَ کا جوکہ قَائِمٌ صیغہ اسم فاعل میں مستتر ہے، لہٰذا یہ مثال اس جملہ کیلئے جوکہ دوکلموں سے مرکب ہے کیسے صحیح ہوگا؟

اس سوال کا جواب کواکب الدریہ اور حاشیہ صبان سے بھی معلوم ہوتا ہے، یہ دیا گیا ہے کہ صیغہ وصف کا جیسا کہ اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ ہے اپنے ضمیر مستتر کے ساتھ اسم مفرد کے حکم میں ہے لہٰذا یہ مثال اس جملہ کے لئے جوکہ دوکلموں سے مرکب ہے صحیح ہے۔

## (تشریح)

(یا تقدیراً چون اِضْرِبْ که انت درو مستتر است )اس سے معلوم ہوا کہ جملہ میں دونوں جز کا ملفوظ ہونا ضروری نہیں ہے اور اس پر علامہ فاکھی نے کشف النقاب میں تصریح بھی کی ہے ملاحظہ ہوں قول اس کا "فلا یشترط فی جزاي الکلام ان یلفظ بهما معا کما مُثِّلَ فقد یلفظ باحدهما دون الآخر کاِسْتَقِمْ"

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کلام کے دونوں جز مقدر ہوتے ہیں جیسا کہ نَعَمْ کے بعد کہ یہ جواب میں هَلْ قَامَ زَیْدٌ کے واقع ہوا ای نَعَمْ قَامَ زَیْدٌ (کواکب الدریہ)

(وبیشتر راحدے نیست )ابن ہشام نے قطر الندیٰ میں کہا ہے کہ اقل درجہ تالیف کلام کا یہ ہے کہ دواسموں سے ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ یا کہ فعل اور اسم سے ہو جیسے قَامَ زَیْدٌ اور بعد میں شرح قطر الندیٰ میں علامہ موصوف نے کہا ہے کہ تالیف کلام کے مندرجہ ذیل چھ صورتیں ہیں۔

(۱)دواسموں سے جیسے اَلصِّدْقُ مُنْجٍ

(۲)فعل واسم سے جیسے ظَهَرَ الْحَقُّ

(۳)دوجملوں سے جیسے اِنْ قَامَ زَیْدٌ قُمْتُ

(۴)فعل اور دواسموں سے جیسے کَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً

(۵)فعل اور تین اسموں سے جیسے عَلِمْتُ اللّٰهَ وَاحِداً

(٦)فعل اور چار اسموں سے جیسے اَعْلَمْتُ زَیْداً عَمْراً فَاضِلاً

القواعد الاساسیہ میں ہے کہ اسم اور جملہ سے بھی کلام بنتا ہے جیسے اَلْحَقُّ یَعْلُوْا

**فائدہ:** فعل اور اسم سے جب کلام مرکب ہو تو نوع اسم کے اعتبار سے کلام کے الفاظ بہت ہو سکتے ہیں جیسا کہ القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں کہا گیا ہے مثال اس کا" ضُرِبَ زیدٌ یومَ الجمعةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْباً شَدِیْداً فی دارِہ تادِیباً والخشبةَ "ہے۔

**فائدہ:** جامع الدروس میں ہے کہ کلمہ اعرابیہ چہار قسم پر ہے

(۱)مسند (۲)مسند الیہ (۳) فضلہ (۴)اداۃ،

پہلی اور دوسری قسم جو کہ مسند اور مسند الیہ ہیں، یہ معلوم ہیں کہ یہ رکن ہیں کلام کی اور جملہ بغیر ان دو کے بنتا نہیں ہے۔



## (تشریح)

تیسری قسم جو کہ فضلہ ہے، یہ اسم ہوتا ہے معنائے جملہ کے تتمہ کیلئے ذکر ہوتا ہے، نہ مسند ہوتا ہے اور نہ کہ مسند الیہ اور اسکو فضلہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ زائد ہوتا ہے مسند اور مسند الیہ پر اور فَضْل کا بھی لغت میں معنٰی ہے زیادتی۔

چوتھی قسم اداۃ (کتاب موسوعہ) میں ہے کہ اداۃ کلمہ ہے جو کہ رابط ہوتا ہے مسند اور مسند الیہ کے درمیان یا ان دونوں اور فضلہ کے درمیان یا کہ دو جملوں کے درمیان پھر ادوات تین قسم پر ہوتے ہیں (۱) حروف جیسا کہ حروف جارہ وغیرہ ہیں (۲)اسماء جیسا کہ اسماء استفہام ہیں (۳)افعال جیسا کہ عدا، خلا، حاشا ہیں۔

اس کے بعد جان لو فضلہ میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ میں داخل ہے یا کہ خارج، حاشیہ صبان میں ہے کہ اس میں تین اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ داخل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ خارج ہے، تیسرے قول میں تفصیل ہے وہ اس طرح کہ حذف فضلہ کا مضر ہے کہ نہیں اگر مضر ہے تو اس وقت کلام میں داخل ہے جیسا کہ نساءُہ طوالق الاھندا و عبیدُہ احرار الا زیدا. اگر حذف فضلہ کا مضر نہیں ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمراً میں کہ عمرو کے حذف ہونے سے کلام میں خلل نہیں آتا ہے تو اس وقت فضلہ کلام میں داخل نہیں ہے۔

## ﴿ فصل ﴾

بدانکہ علامت اسم آن ست کہ الف لام در اولش باشد چون اَلْحَمْدُ وبزید یا تنوین در آخرش باشد چون زیدٌ یا مسند الیہ باشد چون زیدٌ قَائِمٌ یا مضاف باشد چون غُلَامُ زَیْدٍ یا مصغر باشد چون قُرَیْشٌ یا منسوب باشد چون بغدادیٌّ یا مثنی باشد چون رَجُلَانِ یا مجموع باشد چون رِجَالٌ یا موصوف باشد چون جاء رجُلٌ عَالِمٌ یا تائے متحرک بدو پیوند د چون ضَارِبَةٌ۔

### طرز المبتدی

(قولہ بدانکہ علامت اسم آنست )اس سے قبل مصنفؒ نے کہا تھا کہ جب جملہ کے الفاظ بہت ہوں تو مسند اور مسند الیہ کے معلوم کرنے کیلئے سب سے پہلے اسم، فعل، حرف کا معلوم کرنا ضروری ہے لہٰذا یہاں سے اسم وفعل وحرف کے علامات کو بیان کر رہا ہے تا کہ ان کے ذریعہ سے تعین مسند اور مسند الیہ میں آسانی ہو، اس کے بعد جان لو کہ علامت کے معنٰی لغت میں نشانی کے اور اصطلاح میں علامت شئی کا وہ چیز ہے کہ بغیر اس شئی کے نہ پائے جاوے اور شئی بغیر اس کے بھی پایا جاتا ہے مثلاً الف ولام ہے کہ بغیر اسم کے نہیں پایا جاتا ہے اور اسم بغیر اس کے بھی پایا جاتا ہے جیسے زید کہ یہ اسم ہے

## طرز المبتدی

مگر یہاں الف ولام داخل نہیں ہے، علامت کی تعریف کے بعد جاننا چاہئے کہ اسم کی علامات بہت ہیں حتی کہ بعض حضرات نے پچاس شمار کئے ہیں مگر یہاں مصنفؒ نے مندرجہ ذیل گیارہ علامات ذکر کئے ہیں۔

(۱) الف لام جیسے اَلْحَمْدُ۔

**فائدہ**: الف لام مطلقاً اسم کی علامت ہے، یعنی عام ازیں کہ اسمی ہو جیسے الضاربُ والمضروبُ یا کہ زائدہ ہو کہ تعریف کا فائدہ نہ دے جیسے النجم یا کہ اصل ہو جو کہ مفید تعریف ہے جیسے اَلرَّجُلُ بخلاف الف لام استفہامیہ کے کہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے اَلْ فَعَلْتَ کذا، ای هَلْ فَعَلْتَ کذا.

(۲) حرف جر یعنی ہر وہ کلمہ جس کے شروع میں ایک حرف ہو حروف جارہ میں سے جیسے بِزَیْدٍ۔

(۳) تنوین یعنی ہر وہ کلمہ جس کے آخر میں تنوین ہو یہ بھی اسم کی علامات میں سے ہے جیسے زَیْدٌ.

(۴) مسند الیہ ہو یعنی مسند الیہ ہونا یہ بھی اسم کی علامت میں سے ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ کہ یہاں زَید مسند الیہ ہے۔

**فائدہ**: مسند ہونا علامت اسم کا نہیں ہے کیونکہ مسند کبھی فعل بھی ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ قَامَ اس مثال میں قَامَ فعل مسند ہے۔

(۵) مضاف یعنی شئی کا مضاف ہونا یہ بھی اسم کی علامات میں سے ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

(۶) تصغیر، حاشیہ صبان اور تصریح میں ہے "هو لغة التقليل"

تصغیر کی لغت میں معنی ہے تقلیل، اصطلاح میں تصغیر عبارت ہے تغیر لفظ سے تاکہ وہ اپنے مدلول کے تحقیر یا تقلیل یا تعظیم پر دلالت کرے مثال تحقیر کی رُجَیْلٌ، مثال تقلیل کی دُرَیْهِمَاتٌ، مثال تعظیم کی قُرَیْشٌ، قرش کی تصغیر ہے جو ایک مچھلی کا نام ہے کہ وہ تمام مچھلیوں کو کھالیتی ہے اور کوئی مچھلی اس کو نہیں کھا سکتی، اسی طرح عرب کا سب سے بڑا قبیلہ (قریش) جو عرب کے تمام قبائل پر سیاسی غلبہ اور اقتدار کا مالک تھا اور کوئی قبیلہ اس پر غالب نہیں تھا، قریش کہلایا۔

(۷) منسوب یعنی علامات اسم میں سے ایک منسوب ہے، منسوب صیغہ ہے اسم مفعول کا، لغت میں بمعنی نسبت کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں یاء مشددہ ماقبل اس کا مکسور لاحق ہو جیسے بَغْدَادِيٌّ (بغداد والا)

(۸) مثنیٰ یعنی علامات اسم میں سے ایک تثنیہ ہے ہے، تثنیہ کا لغت میں معنیٰ ہے ضم کرنا، اصطلاح میں تثنیہ وہ ہے کہ اس کے آخر میں الف یا یا ماقبل ان کا مفتوح اور نون مکسور لاحق ہو جیسے رَجُلَانِ، رَجُلَیْنِ، یاد رہے کہ تثنیہ کی تعریف نحو میر میں آگے آنے والا ہے۔



## طرز المبتدی

(۹) مجموع یعنی علامات اسم میں سے ایک جمع ہے مجموع صیغہ ہے اسم مفعول کا بمعنی جمع کیا ہوا، اصطلاح میں جمع اس اسم کو کہتے ہیں جو کہ دو سے زیادہ پر دلالت کرے، اس طرح کہ اس کے واحد میں کوئی تغییر کر دیا جائے جیسے رِجَالٌ اور جمع کی تفصیل آگے نحو میر میں آنے والا ہے۔

**فائدہ**: تثنیہ اور جمع یہ اسم کی علامات میں سے ہیں لہٰذا فعل تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا، ہاں ضَرَبَا اور ضَرَبُوْا جو کہ فعل ہیں، اول تثنیہ ہے، دوسرا جمع، حقیقت یہ ہے کہ فعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے مگر بحسب ظاہر جو کہ فعل تثنیہ یا کہ جمع معلوم ہوتا ہے وہ فعل نہیں ہے بلکہ اس کا فاعل تثنیہ اور جمع ہے جو کہ یہاں ضمیر ہے۔

(۱۰) موصوف یعنی علامات اسم میں سے ایک موصوف ہے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ۔

**فائدہ**: موصوف کی علامت یہ ہے کہ فارسی سے اگر ترجمہ کیا جائے، درمیان میں ''ہماں'' کا لفظ ظاہر ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ یعنی مرد ہمان کہ عالم است اور موصوف کی بحث توابع میں آنے والا ہے۔

(۱۱) تاء متحرک تونی یعنی اسم کی علامات میں سے تاء متحرک تونی بھی ہے جیسے ضَارِبَةٌ۔

### (تشریح)

(بدانکہ علامت اسم آن ست) جاننا چاہئے کہ یہاں چار چیزیں ہیں جیسا کہ صاحب فتح رب البریہ نے ذکر کیا ہے۔

(۱) تعریف اسم کا (۲) حکم اسم کا (۳) اشتقاق اسم کا (۴) علامت اسم کا

**اول تعریف اسم کا**: اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے اپنے معنیٰ پر اور وہ معنیٰ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے رَجُلٌ وفَرَسٌ۔

**فائدہ**: یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسم کا معنیٰ مقترن نہیں ہوتا ہے زمانہ سے یہ عدم اقتران باعتبار وضع اول کے ہے جیسا کہ دِرایَة النحو وغیرہ میں ہے، یعنی واضع نے وضع کے وقت اسم میں زمانہ کا اعتبار نہیں کیا ہے ہاں بعد میں اگر بوجہ استعمال کے اس کو اقتران بالزمان عارض ہو جیسا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہیں کہ ان کے عمل کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ حال اور استقبال کے معنیٰ میں ہو جیسا کہ رضی میں ہے تو یہ اقتران بالزمان اسم کو اسمیت سے نہیں نکالتا ہے کیونکہ یہ زمانہ اسم

(تشریح)

فاعل اور اسم مفعول کا مدلول بحسب الوضع نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ مدلول ان کے عمل کا ہے جو کہ بعد میں عارضی ہے جیسے زید ضاربٌ عمرا الآن او غدا و زید مضروبٌ غلامه الآن او غدا.

<u>دوسرا حکم اسم کا</u> اسم کا حکم معرب ہونا ہے یعنی اسم میں معرب ہونا اول ہے لہٰذا جو اسماء مبنی ہیں وہ اپنے اصل پر نہیں ہیں جیسا کہ علامہ زجاجی نے علل النحو میں کہا ہے "فكل اسم رأيته معرباً فهو على اصله و كل اسم رأيته غير معرب فهو خارج عن اصله"

<u>سوم اسم کا اشتقاق</u> جاننا چاہئے کہ اسم کے اصل میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے، عبدالرحمٰن انباری نے اپنی ایک تصنیف میں جو کہ الانصاف کے نام سے مشہور ہے اس موضوع پر خوب تفصیل سے بات کی ہے لہٰذا یہاں اس تفصیل کا مختصر اخلاصہ نقل کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ اسم علماء کوفیہ کے نزدیک مشتق ہے وَسْمٌ سے اور وسم کا معنٰی ہے علامۃ اور علماء بصرہ کے نزدیک اسم مشتق ہے سُمُوٌّ سے، سمو کا معنٰی ہے بلندی۔

<u>دلیل کوفیین کا</u>

کوفیین کہتے ہیں کہ اسم اس لئے مشتق ہے وَسْمٌ سے کہ وَسْمٌ کا معنٰی ہے علامۃ تو اسم بھی علامت ہوتا ہے اپنے مُسَمّٰی پر اور مُسَمّٰی اس اسم سے پہچانا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی تلفظ کرے زید یا کہ عمرو سے، ظاہر بات ہے کہ ہر ایک ان کا اپنے مُسَمّٰی پر دلالت کرتا ہے جب بات ایسی ہے تو اسم اپنے مُسَمّٰی پر بمنزلہ علامت کے ہے جیسا کہ ابو العباس احمد بن یحیٰ ثعلب نے کہا ہے الاسم سِمَةٌ تُوْضَعُ على الشيئ يعرف بها.

اور کوفیین کہتے ہیں کہ اسم اصل میں وَسْمٌ ہے واو جو کہ فاکلمہ وہ حذف ہوا ہے اور اس کے شروع میں واو کے عوض میں ہمزہ زیادہ کیا گیا ہے اور وزن اس کا اعْلٌ ہے کیونکہ فاکلمہ حذف ہے۔

<u>دلیل بصریین کا</u>

بصریین کہتے ہیں کہ اسم سُمُوٌّ سے اس لئے مشتق ہے کہ سُمُوٌّ کا معنٰی ہے بلندی، جیسا کہ کہا جاتا ہے سَمَا يَسْمُوْ سُمُوًّا اذا علا، اسی وجہ سے تو آسمان کو سماء کہتے ہیں کہ وہ بلند ہے اور اسم بھی بلند ہوتا ہے مُسَمّٰی پر اور دلالت کرتا ہے اپنے ماتحت پر معنٰی میں سے، اسی وجہ سے تو ابو العباس محمد بن یزید المبرد نے کہا ہے "الاسم ما دلَّ على مُسَمًّى تحتة" جب اسم بلند ہے اپنے ماتحت پر تو یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ مشتق ہے سُمُوٌّ سے نہ کہ وَسْمٌ سے۔



(تشریح)

اور بعض بصریینؒ نے دلیل میں یہ کہا ہے کہ اسم سمو سے اس لئے مشتق ہے کہ کلمات تین ہیں اسم، فعل، حرف، اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہو سکتا ہے، فعل ان دو میں سے فقط مسند ہوتا ہے، حرف نہ مسند ہوتا ہے، نہ مسند الیہ، الغرض اسم سے اکیلا کلام بن سکتا ہے بخلاف اس کے اخوین کے جو کہ فعل اور حرف ہیں، جب بات ایسی ہے تو اسم بلند ہے فعل اور حرف پر اور یہ بات دلالت کرتا ہے اس پر کہ یہ مشتق ہو سمو سے، اور اصل اسم کا عند البصریین سُمُوٌّ ہے بروزن فُعْلٌ واو جو کہ لام کلمہ ہے وہ حذف ہوا اور اس کے شروع میں ہمزہ کو عوض کے طور پر زیادہ کیا گیا، ہو گیا اِسْمٌ بروزن اِفْعٌ کیونکہ لام کلمہ حذف ہے۔

<u>فائدہ</u> حاشیہ انصاف میں ہے کہ حذف کبھی علت تصریفی کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی فقط تخفیف کی غرض سے ہوتا ہے، یہاں اسم میں جو کہ واو حذف ہے یہ تخفیف کی غرض سے حذف ہے۔

اس تفصیل کے بعد جان لو کہ اسم کے اشتقاق میں جو کہ بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے اس میں علامہ انباری نے محاکمہ کیا ہے کہ بصریین کا مسلک صحیح ہے اور کوفیین کا قول مندرجہ ذیل پانچ وجوہ کی بنا پر فاسد ہے۔

(۱) یہ ہے کہ اسم میں جو ہمزہ ہے یہ اجماعاً عوض کا ہے یعنی واو کے عوض میں آیا ہے اور ہمزہ تعویض کا یہاں عوض لام کلمہ کا ہوتا ہے، نہ کہ فاکلمہ کا کیونکہ قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جب لام کلمہ سے کوئی حرف حذف ہو تو اس کے عوض میں ہمزہ شروع میں آتا ہے جیسا کہ اِبْنٌ کہ اصل میں بَنَوٌ ہے اور اگر فاکلمہ سے کوئی حرف حذف ہو تو اس کا عوض آخر میں آتا ہے جیسا کہ عِدَةٌ کہ اصل میں وِعْدٌ ہے، یہاں اول سے واو حذف ہوا، اس کا عوض جو کہ تاء ہے آخر میں لایا گیا، ہو گیا عِدَةٌ.

الغرض بصریین کا قول قاعدہ اور قیاس کے موافق ہے کیونکہ لسان عرب میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ اس کے فاکلمہ سے کوئی حرف حذف ہوا اور اس کا عوض ~~جو کہ تاء ہے آخر~~ میں لایا گیا ہو اور یہ بہت واقع ہے کلام عرب میں کہ فاکلمہ سے حرف حذف ہو اور اس کا عوض آخر میں لایا گیا ہو اور یہ بھی ثابت ہے کہ آخر سے اگر کوئی حرف حذف ہوا ہے تو اس کا عوض شروع میں لایا گیا ہے، لہٰذا البصریین جو کہ کہتے ہیں اسم اصل میں سُمُوٌّ ہے، لام کلمہ سے واو حذف ہوا ہے، اس کا عوض اول میں لایا گیا ہے، اس کیلئے نظیر ہے، رہا کوفیین جو کہ کہتے ہیں کہ اسم محذوف الفاء ہے فاکلمہ سے واو حذف ہوا ہے اور یہاں شروع میں ہمزہ عوض کا زیادہ کیا گیا ہے، یہ اپنا نظیر خود ہے، اس کیلئے لسان عرب میں نظیر نہیں ہے، لہٰذا اسم کا حمل اس صورت پر کہ اس کیلئے نظیر ہے، یہ بہتر ہے اس کے حمل کرنے سے اس صورت پر کہ اس کیلئے نظیر نہیں ہے۔

(تشریح)

(٢) یہ ہے کہ کہا جاتا ہے اَسُمَیُتُه جو کہ ناقص ہے اگر یہ مشتق ہوتا وَسُم سے تو وَسَمُتُهٗ کہا جاتا اور اَسُمَیُتُه یہ ناقص واوی ہے اصل میں اَسُمَوُتُ ہے، واو کو یُدُعٰی کے قانون سے یا کیا گیا اَسُمَیُتُ ہوا۔

(٣) یہ ہے کہ اسم کا تصغیر سُمَیٌّ آتا ہے جو کہ ناقص ہے اگر یہ مثال ہوتا تو اس کا تصغیر وُسَیُمٌ آتا جب تصغیر اس کا ناقص آتا ہے حالانکہ تصغیر شئی کو اپنے اصل کی طرف رد کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ محذوف اللام ہے اور اصل سُمَیٌّ کا سُمَیُوٌ ہے قُوَیِلٌ کے قانون سے واو کو یا سے بدلا یا گیا اور یا کو یا میں ادغام کیا گیا سُمَیٌّ ہوا۔

(٤) یہ ہے کہ اسم کا جمع تکسیر اَسُمَاءٌ آتا ہے جو کہ اصل میں اَسُمَاوٌ ہے جو کہ ناقص ہے دُعَاءٌ کے قانون سے واو کو ہمزہ سے بدلا یا گیا اَسُمَاءٌ ہوا، اگر اسم مثال ہوتا تو اس کا جمع تکسیر اَوُسَامٌ آتا جب جمع تکسیر اس کا ناقص آتا ہے تو معلوم ہوا کہ اصل میں اسم محذوف اللام ہے نہ کہ محذوف الفاء۔

(٥) یہ ہے کہ اسم میں ایک لغۃ سُمیٌ کا بھی ہے جو کہ اصل میں سُمَوٌ ہے، واو کو قال کے قانون سے الف کے ساتھ بدلا یا گیا، پھر التقاء ساکنین آیا الف مدّہ اور نون تنوین کے درمیان، لہذا التقاء ساکنین کے قانون سے الف مدہ کو حذف کیا گیا سُمیً ہوا اور اس لغۃ کیلئے شاہد شاعر کا مندرجہ ذیل شعر ہے۔

**شعر**

وَاللّٰهُ اَسُمَاکَ سُمًی مُبَارَکاً آثَرَکَ اللّٰهُ بِهٖ اِیْثَارَکَا

<u>فائدہ</u> اسم کا ہمزہ وصلی ہے، قطعی نہیں ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل کتابیں۔

(١) جار بردی بحث ابتداء یعنی ابتدا حرف متحرک سے ہوتا ہے (٢) رضی علی الشافیه بحث تصغیر (٣) کتاب الجمل للزجاجی بحث الف القطع والف الوصل (٤) قطر الندیٰ وبل الصدی بحث همزة الوصل (٥) کتابُ الانصاف بحث اشتقاق الاسم۔

(چهارم اسم کی علامت) جاننا چاہئے کہ اسم کے جو علامات ہیں وہ بہت ہیں، سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم میں (٣٣) تینتیس علامات ذکر کیے ہیں اور صاحب فتح رب البریہ نے کہا ہے کہ بعضوں نے پچاس تک بھی شمار کئے ہیں مگر صاحب نحو میر نے ان میں سے یہاں گیارہ علامات ذکر کئے ہیں جو کہ زیادہ مشہور اور کثیر الاستعمال ہیں۔



(تشریح)

<u>**الف ولام**</u> : جاننا چاہئے کہ الف ولام کے مندرجہ ذیل اقسام ہیں یعنی موصولہ جس کو اسمی کہتے ہیں، حرفی زائد جو کہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتا ہے، حرف اصلی جو کہ مفید تعریف ہے، استفہامیہ۔

پہلے تین جو ہیں وہ اسم کی علامات ہیں جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے بخلاف الف ولام استفہامیہ کے کہ وہ فعل پر یعنی فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ فتح رب البریہ، اشمونی، تصریح میں ذکر ہے مثال اَلُ فَعَلُتَ جو کہ هَلُ فَعَلُتَ کے معنی میں ہے۔

<u>**فائدہ**</u> : الف ولام موصولہ ضرورۃً فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ اَلُیَتَقَصَّعُ اور اَلُتُرُضٰی کہ یہ دونوں فعل مضارع کے صیغیں ہیں جو کہ دو مختلف شعروں میں ان پر ضرورۃً الف ولام موصولہ داخل کیا گیا ہے جو راجح قول میں یہ شاذ ہے جیسا کہ فتح رب البریہ اور شرح مفصل ابن یعیش میں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ الف ولام موصولہ یہ اسم کی علامت ہے، فعل مضارع پر ضرورۃً داخل ہوتا ہے جیسا کہ حاشیہ صبان میں ہے مگر ابن مالک کہتا ہے کہ الف ولام موصولہ کا دخول اختیاراً فعل مضارع پر جائز ہے لہذا اس کے نزدیک الف ولام موصولہ اسم کے ساتھ مختص نہیں ہے واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم۔

(یا حرف جر در اولش باشد)۔ یعنی ہر وہ کلمہ جس کے شروع میں ایک حرف حروف جارہ میں سے ہو اور حروف جارہ سترہ ہیں جیسا کہ باب اول میں آنے والے ہیں۔ جاننا چاہئے جیسا کہ حرف جر اسم کی علامت ہے تو جر بھی اسم کی علامت ہے، پھر عام ہے کہ وہ جر حرف جر کی وجہ سے ہو جیسے مَرَرُتُ بِزَیُدٍ یا کہ اضافت کی وجہ سے ہو جیسے جاءَ غُلَامُ زَیُدٍ یا کہ تبعیۃ کی وجہ سے ہو جیسے مررتُ بزیدِ الفاضلِ جیسے کہ ابن عقیل جلد اول میں ہے، پھر عام ہے اعراب حرکاتی کا ہو یا اعراب حروفی کا، اعراب حرکاتی میں جر دو چیزوں سے ادا ہوتا ہے، اول کسرہ سے جیسے مررت بِزَیُدٍ، دوسرا فتحہ سے غیر منصرف میں جیسے مررت بِعُمَرَ۔ اعراب حروفی میں جر کی علامت فقط یاء ہے جیسا کہ اسماء ستہ مکبرہ اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں ہوتا ہے جیسے مررت بابیک و رَجُلَیُنِ ومُسُلِمِیُنَ۔

<u>فائدہ</u> : حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے، عام از ین اسم صریح ہو یا کہ اسم تاویلی ہو مثال اسم تاویلی کا جیسا کہ عَجِبُتُ مِنُ اَنُ تَقُوُمَ کہ اَنُ تقوم تاویل میں قیامک کے ہے (کشف النقاب، حاشیہ صبان)

## (تشریح)

رہا مندرجہ ذیل دوفعلوں پر جوکہ حرف جر داخل کیا گیا ہے،

اول (**علی بِئسَ العَیرُ**) یہاں بِئسَ فعل مدح ہے، حالانکہ اس پر حرف جر داخل ہے۔ دوم (**ماھی بِنِعْمَ الولد**) یہاں نعم فعل مدح ہے، اس پر حرف جر داخل ہے تو اس کا جواب ابن عقیل نے شرح الفیہ میں اور علامہ فاکہی نے کشف النقاب میں یہ دیا ہے کہ اصل میں یہ دوفعل مفعول ہیں، قول محذوف کیلئے وہ قول پھر صفت ہے، ماقبل کے لئے حرف جر اصل میں اس موصوف پر داخل ہے نہ کہ بئس اور نِعْم پر۔ اصل عبارت یوں ہے "**نعمَ السَیرُ علی عَیرٍ مَقُوْلٍ فِیه بئس العیر**" دوسری مثال کا اصل یوں ہے "**وما ھیَ بولدٍ مقولٍ فیه نعمَ الوَلَدُ**"

<u>**فائدہ**</u>: متوسط شرح کافیہ میں ہے کہ حرف جر علی سبیل الحکایہ فعل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے **زَیْدٌمَرْفُوْعٌ بِقَامَ فی قولنا قام زَیْدٌ**، مگر متوسط کے حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ اس وقت فعل سے فعل کا لفظ مراد ہے جوکہ اسم ہوتا ہے، حاصل یہ ہے کہ یہاں حرف جر فعل پر من حیث الفعل داخل نہیں ہے بلکہ یہ مؤل باللفظ ہے۔

(**یا تنوین**) تنوین کا لغت میں معنی ہے نون پیدا کرنا جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے مگر خضری اور حاشیہ صبان میں تنوین کیلئے دو لغوی معانی ذکر کئے گئے ہیں، ایک تو تقریباً یہی مذکورہ معنی ہے، ملاحظہ ہو عبارت خضری کا "**وھو مصدر نَوَّنْتُ ای اَدْخَلْتُ نُوْناً علی الکلمة**" اور ابن ہشام نے شرح قطر الندی نون میں تنوین کے اصطلاحی معنی یوں ذکر کیا ہے **ھو نون زائدة ساکنة تلحق الاخر لفظا لا خطا لغیر توکید**.

**حاصل** اس تعریف کی یہ ہے کہ نون تنوین ایک نون زائدہ ہے جوکہ اصل میں ساکن ہے مگر التقاء ساکنین کی وجہ سے جو کہ ایک عارض ہے، کبھی متحرک بھی ہوتا ہے یہ اس کی تعریف کی منافی نہیں ہے، مثال اس کی حاشیہ ابی النجا میں یہ دیا گیا ہے یعنی (**محظور ن انظر**) اور یہ تنوین لاحق ہوتا ہے کلمہ کے آخر کو پھر عام ہے کہ آخر حقیقتاً ہو جیسا کہ (زیدٌ) کا دال ہے یا کہ آخر حکماً ہو جیسا کہ (یدٌ) کا دال ہے جیسا کہ حاشیہ ابی النجا میں کہا گیا ہے اور یہ نون تلفظاً تو لاحق ہوتا ہے، نہ کہ خطاً و وقفاً مگر حالت نصب میں چونکہ وقف میں نون تنوین کا عوض جوکہ الف ہے باقی رہتا ہے لہٰذا اس کا عوض صورت درج میں بھی لکھا جاتا ہے جیسا کہ حاشیہ صبان اور خضری میں کہا گیا ہے اور تعریف کے آخر میں کہا گیا ہے کہ **لغیر توکید** اس قید میں احتراز ہے۔



## (تشریح)

(**لَنَسْفَعاً**) سے کہ یہاں عندالکوفیین نون تاکید خفیفہ کا الف سے لکھا جاتا ہے۔

<u>**فائدہ**</u>: خضری میں ہے کہ تنوین ترنم خطاً و وقفاً لکھا جاتا ہے مگر وَصلاً حذف ہوتا ہے۔

<u>**فائدہ**</u>: نحو میر والے نے تنوین کی پانچ قسمیں ذکر کئے ہیں جیسا کہ کتاب کے آخر میں آنے والے ہیں یعنی تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ، ترنم، مگر اسم کی علامت تنوین ترنم کے علاوہ بقیہ چار قسمیں ہیں، رہا تنوین ترنم یہ اسم، فعل، حرف، تینوں پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ متوسط شرح کافیہ میں کہا گیا ہے۔

<u>**فائدہ**</u>: علامہ سیوطی نے اشباہ والنظائر میں بحوالہ ابن ہشام وغیرہ کہا ہے کہ تنوین کا حذف مندرجہ ذیل جگہوں میں لازم ہے۔

(۱) دخول الف لام کی وجہ سے ( ) (۲) اضافت کی وجہ سے (۳) منع صرف کی وجہ سے (۴) وقف کی وجہ سے حالت غیر نصب میں کیونکہ حالت نصب میں الف سے بدلتا ہے لغت مشہورہ میں جیسا کہ حاشیہ صبان میں ہے، رہا حالت رفع اور جر میں تنوین حذف ہوتا ہے وقف کی وجہ سے۔ (۵) اتصال ضمیر کی وجہ سے ضاربُکَ میں ان علماء کے نزدیک کہ ضَارِبٌ کو غیر مضاف کہتے ہیں۔ (۶) علم جبکہ موصوف ہو اور اس کے لئے صفت اِبْنٌ یا کہ اِبْنَةٌ کا لفظ واقع ہو اور ابن یا کہ ابنة مضاف ہو علم آخر کی طرف۔ (۷) منادیٰ مبنی میں جیسے **یا زَیْدُ** (۸) لانفی جنس کے اسم میں جبکہ مبنی ہو جیسے **لَا رَجُلَ فی الدار**۔

(**یا مسند الیه باشد**) یعنی مسند الیہ ہونا اسم کی علامت ہے عام از ین کہ مسند فعل ہو جیسے **قَامَ زَیْدٌ** یا کہ مسند اسم ہو جیسے **اَنَا مُؤْمِنٌ** یا کہ جملہ ہو جیسے **اَنَا ضُمْتُ** جیسا کہ علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے، یاد رہے کہ مسند الیہ ہونا تمام علامات اسم سے جامع اور اشمل ہے جیسا کہ حاشیہ خضری میں بحوالہ ابن ہشام کہا گیا ہے کیونکہ اسی علامت سے مندرجہ ذیل چیزوں کی اسم ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ضمائر مثلاً **ضَرَبْتَ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُ** (۲) ما استفہامیہ جیسے **الحاقة ما الحاقة**۔

الغرض بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان میں کوئی علامت اسم کا نہیں پایا جاتا ہے مگر بوجہ مسند الیہ ہونے کے وہ اسم کہلاتے ہیں۔

(تشریح)

**سوال**: تَسْمَعُ بِالْمُعِیْدِیُ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَرَاهُ میں تَسْمَعُ فعل مضارع مسندالیہ واقع ہوا ہے؟

**جواب**: مسالک البیہ اور خضری میں ہے کہ یہاں اَنْ حذف ہے کیونکہ یہ قول اپنے اصل پر یعنی اَنْ تَسْمَعُ بھی مروی ہے لہٰذا فعل مضارع مؤول بالمصدر ہے یعنی "سِمَاعُکَ" کے معنی میں ہے لہٰذا مسندالیہ اسم تاویلی واقع ہوا ہے، نہ کہ فعل مضارع جیسے قول باری تعالیٰ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ میں ہے اور سیوطی نے ھمع الہوامع فی شرح جمع الجوامع میں کہا ہے کہ نظیر مذکورہ قول کا حذف (اَنْ) میں یہ مندرجہ ذیل شعر ہے۔

الا ایھذا اللائمی احضر الوغی
وان اشھد اللذات ھل انت مخلدی

اس شعر میں محل استشہاد احضرُ ہے جو کہ مروی ہے رفع کے ساتھ مگر یہاں اَنْ حذف ہے، قرینہ یہ ہے کہ اَنْ اس کے معطوف اَنْ اَشْھَد میں ذکر ہے لہٰذا اَنْ کو جانب معطوف علیہ میں بھی ماننا ہوگا، ورنہ عطف مفرد کا جملہ پر ہوتا ہے کیونکہ معطوف مؤول بالمصدر ہے اور حاشیہ خضری میں ہے کہ حذف ان مع رفع الفعل جیسا کہ "تسمع بالمعیدی" میں ہے، یہ قیاس ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ سماعی ہے۔

**جواب نمبر ۲**: مسالک البیہ اور ھمع الہوامع میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ مذکورہ قول از قبیل اقامۃ فعل مقام مصدر ہے اور اقامہ فعل مقام مصدر یہ بھی مستعمل ہے لسان عرب میں۔

**فائدہ**: اسناد دو قسم پر ہے، اول معنوی، دوم لفظی جیسا کہ حاشیہ صبان، کواکب الدریہ، ھمع الہوامع، اور حاشیہ خضری میں ہے، خلاصہ ان دو اسنادوں کا جو کہ مذکورہ کتابوں میں ہیں، یہ ہے کہ جو لفظ مسندالیہ واقع ہوا ہے اگر اس سے اسی ترکیب میں اس کا مدلول اور موضوع لہ مراد ہے تو یہ چیز اپنے مدلول کے اعتبار سے مسندالیہ ہے اور اسکو اسناد معنوی کہتے ہیں۔
جیسے "زَیْدٌ قَائِمٌ" اگر وہ لفظ جو کہ مسندالیہ واقع ہوا ہے، اسی ترکیب میں اس کا مدلول اور موضوع لہ مراد نہیں ہے بلکہ اس کے ذکر سے فقط اس کا لفظ مراد ہے تو اس کو اسناد لفظی کہتے ہیں تو اس دوسرے اسناد کے اعتبار سے فعل اور حرف بھی مسندالیہ واقع ہوتے ہیں۔
جیسے (ضَرَبَ فعل ماضی) اور (مِنْ حرف جر) مذکورہ دونوں ترکیبوں میں ضرب اور مِنْ مبتداء اور مسندالیہ واقع ہیں



(تشریح)

مگر اس اعتبار سے نہیں کہ یہ فعل اور حرف ہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ یہ اسم اور علم ہیں اور مجرد ہیں اپنے معنائے معروف سے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی کلمہ کسی ترکیب میں ذکر ہو اور مراد اس سے اس ترکیب میں فقط اس کا لفظ ہو تو یہ کلمہ اس ترکیب میں کہ مجرد ہے اپنے معنائے معروف سے علم ہے اس کلمہ کا جو کہ دوسرے ترکیب میں ذکر ہے ملاحظہ ہو عبارت خضری کا (الکلمۃ اذا ارید لفظھا کانت اسماً لہ، ومدلولھا اللفظ الواقع فی الترکیب)
یعنی جب کہا جائے (ضَرَبَ فعل ماضٍ) تو یہاں چونکہ اسناد لفظی ہے اور ضَرَبَ اپنے مدلول سے خالی ہے تو یہ ضَرَبَ نام اور علم ہے اس فعل ماضی کا جو کہ کسی دوسرے ترکیب میں واقع ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ کہ یہ اپنے مدلول پر دال ہے اور مسمّٰی ہے (ضرب فعل ماض) کا، اسی طریقے پر (حتیٰ حرف جر) میں یہ حتی علم ہے اس حتی کا جو کہ اس کی دوسرے ترکیب میں واقع ہے اور اپنے موضوع لہ پر دال ہے جیسے (حتیٰ مطلع الفجر) ہے مثلاً۔

**فائدہ**: حاشیہ صبان وغیرہ میں ہے کہ جب کوئی اسم مسندالیہ واقع ہوا اسناد لفظی کے ساتھ اور ہو مبنی تو جائز ہے کہ وہ معرب ہوا اعراب لفظی کے ساتھ بحسب [illegible] جیسے (ضَرَبَ فعل ماضٍ) میں کہ یہاں ضَرَبَ اسم اور علم ہے مسندالیہ ہے اسناد لفظی کے ساتھ لہٰذا جائز ہے کہ رفع اور تنوین کے ساتھ پڑھ لیا جاویں اور (وَمِنْ حرف جرّ) میں مِنْ اسم اور علم ہے جو کہ مسندالیہ واقع ہے اسناد لفظی کے ساتھ لہٰذا جائز ہے کہ رفع اور تنوین سے پڑھ لیا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس لفظ کو اپنے اصل حالت سے حکایت کیا جائے اور یہی اکثر ہے جیسے (ضَرَبَ) کو زبر کے ساتھ حکایت کیا جائے اور (مِنْ) کو سکون کے ساتھ حکایت کیا جائے مگر اعراب ان کا تقدیری ہوگا مانع اس کے ظہور سے حرکت حکائی یا کہ سکون حکائی ہے مگر معرب ہیں باعراب تقدیری جیسے کہ کواکب الدریہ میں کہا گیا ہے۔

**تنبیہ**: ماقبل میں کہا گیا کہ اسم اگر مسندالیہ ہوا اسناد لفظی کے ساتھ جائز ہے کہ وہ معرب ہوا اعراب لفظی سے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کوئی مانع موجود نہ ہو ظہور اعراب سے جیسا کہ کلمے کے آخر میں الف کا ہونا ہے جیسے ذَعَا اور غَلٰی ہے، یاد رہے کہ اس مذکورہ مسندالیہ کے متعلق ابن حاجب کا قول یہ ہے کہ یہ مبنی ہے جیسا کہ الکواکب الدریہ میں ذکر ہے، مزید تحقیق کیلئے حاشیہ صبان، ھمع الہوامع اور خضری کو دیکھا جائے۔

(یا مضاف باشد) جاننا چاہئے کہ اضافت دو قسم پر ہے اول بواسطہ حرف جر لفظی، دوم بواسطہ حرف جر تقدیری۔
اول جو کہ بواسطہ حرف جر لفظی کی ہے یہ اسم کی علامت نہیں ہے، ابن حاجب نے اپنے شرح میں جو کہ کافیہ پر ہے بحث

(تشریح)

مجرورات میں کہا ہے کہ فعل بھی بواسطہ حرف جر لفظاً کی مضاف ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْد ۔ رہا مضاف بواسطہ حرف جر تقدیراً یہ اسم کا خاصہ ہے جیسے غُلَامُ زَيْدٍ کہ اصل میں غُلَامُ لِزَيْدٍ ہے۔

اس کے بعد یہ بھی جان لو کہ مضاف الیہ ہونا یہ بھی اسم کی علامت ہے کہ نہیں، اس میں بھی نحاۃ کا اختلاف ہے ابن حاجب نے شرح کافیہ میں یہ کہا ہے کہ مضاف الیہ ہونا یہ بھی اسم کی علامت ہے، اور قرآن میں جو کہ يوم ينفع الصادقين میں فعل مضارع یوم ظرف کا مضاف الیہ واقع ہے، یہ حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں فعل مؤل بالمصدر ہے لہٰذا حقیقت میں مصدر مضاف الیہ ہے، نہ کہ فعل مگر ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں علامات اسم میں کہا ہے کہ فعل بھی مضاف الیہ واقع ہوتا ہے جیسے مذکورہ آیت میں لہٰذا مضاف الیہ ہونا یہ اسم کا خاصہ نہیں ہے۔

(**یا تصغیر باشد**) تہذیب التوضیح جلد دوم میں ہے "التصغير هو لغة التقليل" مسالک البیہ میں ہے کہ تصغیر کو تحقیر بھی کہتے ہیں اور وہ عبارت ہے تغیر دینے سے لفظ کی تاکہ دلالت کرے مُسمّیٰ کے تقلیل اور کمی پر۔ تہذیب التوضیح میں ہے کہ علامت تصغیر کا یہ ہے کہ حرف اول مضموم، دوسرا مفتوح ہو، تیسرے جگہ پر یاء ساکنہ زیادہ کیا جائے اور اس یاء کو یاء تصغیر کہتے ہیں اور جامع الدروس العربیہ میں ہے کہ جس اسم کو یاء تصغیر لاحق ہوتا ہے اس کو مُصَغَّر کہتے ہیں۔

## ﴿ فوائد تصغیر ﴾

(۱) کبھی تقلیل شان چیز کیلئے آتا ہے جب ارادہ کیا جائے اس چیز کے تحقیر قدر کی جیسے رُجَيْلٌ

(۲) کبھی تقلیل ذات کیلئے جیسے كُلَيْبٌ (۳) تقلیل عدد کیلئے جیسے دُرَيْهِمَاتٌ (۴) تقلیل وصف کیلئے جیسے ضُوَيْرِب (۵) تقلیل زمان کیلئے جیسے قُبَيْلُ هذ و قبيل العصر (۶) تقلیل مسافت اور مکان کیلئے جیسے فُوَيْقُ الدَّار

(۷) شَفَقَت کیلئے جیسے یا بُنَی (مسالک البیہ ہمع الہوامع)

اور منحۃ الجلیل میں ہے فَوَائِدِ التصغير خمسٌ

(۱) الاولى تصغير ما يتوهم كبره نحو جُبَيْلٌ تصير جبل (۲) الثانية تحقير ما يتوهم عظمه نحو سُبَيْعٌ تصغير سَبُع (۳) الثالثة تقليل ما تنوهم كثرته نحو دُرَيْهِمَاتٌ تصغير جمع درهم (۴) الرابعة تقريب ما يتوهم بعده اما في الزمن نحو قبيل العصر واما في المكان نحو فويق الدر و امام في الرتبة نحو أُصَيْغِرُ مِنْكَ. (۵) الخامسة التعظيم كما في قول لبيد بن ربيعة العامرى



(تشریح)

وكل اناس سَوْفَ تَدْخُلُ بينَهُمْ ۔۔۔ دُوَيْهِيَةٌ تَصْفَرُ مِنْهَا الانَامِلُ

وَانكر هذه الفائدة البصريون وزَعَمُوْا ان التصغير لايكون للتعظيم لانهما متنافيان.

یادر ہے کہ اس آخری فائدے کو کوفیین نے اضافہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ تصغیر تعظیم کے لئے بھی مفید ہوتا ہے جیسے کہ مذکورہ شعر میں دُوَيْهِيَةٌ کا لفظ ہے۔

شواہد عینی میں ہے کہ دُوَيْهِيَةٌ یہ تصغیر ہے داهِيَة کہ اور داهیۃ موت کو کہتے ہیں معنٰی ہے "دُوَيْهِيَةٌ عَظِيْمَةٌ" مزید تحقیق کیلئے اشمونی اور شواہد عینی ملاحظہ ہو۔

## ﴿ شروط تصغیر ﴾

تہذیب التوضیح جلد دوم میں کہا گیا ہے کہ تصغیر کیلئے مندرجہ ذیل چار شرطیں ہیں یعنی جب لفظ میں تصغیر بنانے کا ارادہ ہو اس کیلئے یہ شرطیں ہیں جامع الدروس میں ہے۔

(۱) یہ ہے کہ اسم ہو احتراز ہو فعل اور حرف سے کیونکہ تصغیر معنٰی کے اعتبار سے وصف ہے فعل اور حرف موصوف نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حاشیہ صبان میں کہا گیا ہے۔

(۲) وہ اسم غیر متوغل ہو یعنی غیر مُسْتَغْرِق ہو شبہ حرف میں جیسے کہ مضمرات مَنْ اور كَيْفَ وغیرہ ہیں۔

مگر بعض اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ کا مصغر ہونا جیسے اَلَّذِیْ، اَلَّتِیْ، ذَا، تَا، تِیْ، ہیں کہ اَلَّذِیْ کی تصغیر (اَللَّذَيَّا) اور اَلَّتِیْ کی تصغیر (اَللَّتَيَّا) اور ذا و تا کی تصغیر (ذَيَّا) و (تَيَّا) آیا ہے یہ شاذ ہے جیسا کہ ابن عقیل، اشمونی اور تہذیب التوضیح بحث تصغیر میں کہا گیا ہے ابن عقیل میں ہے کہ تصغیر اسم متمکن کا خاصہ ہے لہٰذا مبنی کو مصغر نہیں بنایا جائے گا۔

(۳) وضع اس کی تصغیر کے صیغے پر نہ ہو احتراز ہوا کُعَيْت سے بمعنٰی (بلبل) کہ اس کا وضع تصغیر کے صیغے پر ہے اس کیلئے اسم مکبر نہیں ہے جیسا کہ کافیۃ النحو اور اصول ابن السراج میں ہے نیز اس اسم کی شکل تصغیر جیسی نہ ہو احتراز ہوا مُهَيْمِنٌ سے یہ صیغہ ہے اسم فاعل کا جیسا کہ النحو الوافی باب تصغیر میں ہے اور اسماء اللہ میں سے ہے مزید تحقیق کیلئے الفیہ کے شروح تہذیب التوضیح، جامع الدروس میں باب تصغیر ملاحظہ ہو۔

(۴) وہ اسم قابل تصغیر ہو منافی نہ ہو معنائے تصغیر کے جیسا کہ اشمونی میں ہے (وان يكون قابلاً للتصغير فلا يصغر نحو كَبِيْرٌ و جَسِيْمٌ)

(تشریح)

**ولا الاسماءِ المعظمة** حاشیہ صبان میں ہے(کَاَسْمَاءِ اللّٰہِ وانبیائہ و ملائکتہ و کتبہ و لا مصحف والمسجد لان تصغیر ھا ینافی تعظیمھا)

## اوزان تصغیر

جامع الدروس تہذیب التوضیح جلد دوم اور اشمونی میں ہے کہ اوزان تصغیر کے مندرجہ ذیل تین ہیں۔

**فُعَیْلٌ** جیسے رُجَیْلٌ ، **فُعَیْعِلٌ** جیسے دُرَیْھِمٌ. **فُعَیْعِیْلٌ** جیسے دُنَیْنِیْرٌ.

یاد رہے کہ وزن تصغیران تین طرق پر یہ محض تعداد حروف پر مبنی ہے نہ کہ حرف اصلی اور حرف زائد پر جیسے شرح شافیہ یعنی شرح النظام، تصریح اور اشمونی میں ہے ملاحظہ ہو عبارت اشمونی کی (وزن المصغر بھذہ الامثلة الثلاثة اصطلاح خاص بھذاالباب اعتبر فیه مجرد اللفظ تقریبا بتقلیل الابنیة ولیس جار یا علی اصطلاح التصریف الاتری ان وزن اُحَیْمِرٌ وَ مُکَیْرِمٌو سُفَیْرِجٌ فی التصغیر فُعَیْعِلٌ وَوَ زھنا التصریفی اُفَیْعِلٌ و مُفَیْعِلٌ وفُعَیْلِلٌ)

فــائده :تصریح میں ہے کہ مذکورہ تین اوزان کا واضع خلیل ہے ملاحظہ ہو عبارت خالد ازہری کی تصریح میں (وھذه الاوزان الثلاثة من وضع الخلیل فقال له لمه بنیت المصغر علی ھذه الابنیة فقال لا نی وجدت معاملة الناس علی فَلْسٍ و دِرْھَمٍ و دِیْنَارٍ)

**(یا منسوب باشد )** جامع الدروس میں ہے(النسبة ھی الحاق آخر الاسم یاءً مشددةً مکسوراً ما قبلھا للدلالة علی نسبة شی ءِ الی آخر)

جاننا چاہیے کہ جس چیز کے آخر میں یاءِ نسبتی لاحق ہوتی ہے اس کو منسوب کہتے ہیں جیسے بیروتی اور یہ بھی جان لیں کہ نسبت میں معنائے صفت کا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی کہے ھذا رَجُلٌ بیروتیٌّ گویا کہ اس نے اس شخص کو متصف کیا اس نسبت سے

(جامع الدروس)

فائده : جامع الدروس اور اشمونی میں ہے کہ نسبت سے تین مندرجہ ذیل تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔

**تغیر اول** لفظی ہے یہ تین چیزیں ہیں (۱) یاء مشدد کا الحاق ہے منسوب کے آخر میں (۲) یاءِ نسبتی کا جو ماقبل والا حرف ہے



(تشریح)

اس کو کسرہ دینا ہے (۳) اور اسی ماقبل والے حرف کا جو اعراب ہے اس کو یاءِ نسبتی کی طرف منتقل کرنا ہے۔

**تغیر دوم** معنوی ہے وہ یہ ہے کہ منسوبٌ الیہ کو نام بنانا ہے منسوب کے لئے۔

**تغیر سوم** حکمی ہے وہ یہ ہے کہ اسم منسوب کے ساتھ معاملہ اسم مفعول کا ہوتا ہے یعنی عمل میں اسم مفعول کے حکم میں ہے جیسے کہ صیغہ اسم مفعول کا اسم کو خواہ اسم ضمیر ہو یا کہ اسم ظاہر اس کو بنا بر نائب فاعل رفع دیتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے کہ الحاق یاء کے بعد اسم منسوب متضمن ہوتا ہے اسم مفعول کے معنٰی کو مثلاً اگر کوئی کہے جاء المصریٌّ اَبُوْهُ تو اَبُوْهُ نائب فاعل ہے المصری کیلئے نیز اگر کسی نے کہا جاء الرجل المصری تو المصری میں ضمیر ھُوَ کا مستتر ہے اور لوٹتی ہے الرجل کی طرف۔

فــائده :نوادر اصول میں ہے کہ یاءِ نسبتی اسم کی علامت ہے لہٰذا فعل اور حرف کے آخر میں لاحق نہیں ہوتی ہے ہاں اگر علم ہو تو لاحق ہوتا ہے جیسے تَغْلبیٌّ و لَمِی۔

فائده :تہذیب التوضیح جلد دوم کے حاشیہ میں ہے(واعلم ان المقصد من التصغیر والنسب الاختصار کما ھو المقصد من التثنیة والجمع مع ملاحظة الوصفیة فان قولک رُجَیْلٌ اخف من قول رجل صغیر و کُوْفِیٌّ اخصر من المنسوب الی الکوفة )

**(یا موصوف باشد )** یعنی موصوف ہونا اسم کی علامت ہے، ابن السراج نحوی نے الاصول فی النحو میں کہا ہے الاسم ایضاً ینعت والفعل لا ینعت وکذا لک الحرف لاینعت . تقول مررتُ برجل عاقل ولا تقول یَضْرِبُ عاقل فیکون (العاقل ) صفة لیضرب۔

فائده :فعل موصوف نہیں بن سکتا ہے البتہ صفت بن سکتا ہے جیسے رَئَیْتُ رَجُلاً یَکْتُبُ۔

**(یا تائے متحرک )** اس تاء سے تاء متحرک تنوینی مراد ہے جیسے ضَارِبَةٌ ایک تاء متحرک ضمیری ہے یہ فعل کی علامت ہے جیسا کہ فعل کے علامات میں آنے والی ہے نیز تاء ساکنہ جیسے ضَرَبَتْ یہ بھی فعل کی علامت ہے جیسا کہ علامت فعل میں آرہا ہے۔

جاننا چاہئے کہ کتاب موسوعہ میں تاء کے اقسام کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اگر میسر ہو تو باب التاء میں ملاحظہ ہوں۔

## (تشریح)

**فائدہ** : متوسط میں ہے کہ اسم کی علامتیں دو قسم کی ہیں۔ لفظی اور معنوی۔ لفظی وہ علامت ہے کہ ظاہراً لفظوں میں موجود ہو جیسے الف لام ہے، معنوی وہ علامت ہے کہ لفظوں میں ظاہراً موجود نہ ہو۔ اب مذکورہ علامت میں سے مندرجہ ذیل تین علامتیں معنوی ہیں۔

(۱) مسند الیہ یعنی کسی چیز کا مسند الیہ ہونا (۲) مضاف یعنی کسی چیز کا مضاف الیہ ہونا (۳) موصوف یعنی کسی چیز کا موصوف ہونا۔

**فائدہ** : ابن السراج نحوی نے "الاصول فی النحو" میں کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ یضر و ینفع کو ملانا صحیح ہو وہ اسم ہے اور ہر وہ چیز جس کے ساتھ یضر و ینفع کو ملانا صحیح نہ ہو وہ اسم نہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت اس کی (ومما یقرب علی المتعلم ان یقال لہ کل ما صلح ان یکون معہ یضر و ینفع فھو اسم و کل ملا ایصلح معہ یضرو و ینفع فلیس باسم تقول الرجل ینفعنی و الضرب یضر نی ولا تقول یضربُ ینفعنی ولا یقوم یضرنی (الاصول فی النحو ص ۳۸ ج ۱)

## ﴿ نحو میر ﴾

وعلامت فعل آن است کہ قد در اولش باشد چون قد ضرب یا سین باشد چون سیضرب یا سوف باشد چون سوف یضرب یا حرف جزم بود چون لم یضرب یا ضمیر مرفوع متصل بدو پیوندد چون ضربتُ یا تائے ساکن چون ضربتْ یا امر باشد چون اضرب یا نہی باشد چون لا تضرب۔

## طرز المبتدی

(قولہ و علامت فعل ) اسم کی علامت ختم ہوئے اب یہاں سے صاحب نحو میر فعل کی علامات کو بیان کر رہا ہے اور فعل کی علامتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ہر وہ کلمہ جس کے اول میں لفظ قدْ ہو جیسے قد ضرب۔

(۲) ہر وہ کلمہ جس کے اول میں سین ہو جیسے سیضرب۔



## طرز المبتدی

(۳) ہر وہ کلمہ جس کے اول میں لفظ سوْف ہو جیسے سوْف یضرِبُ۔

(۴) ہر وہ کلمہ جس کے اول میں ایک حرف حروف جوازم میں سے ہو جیسے لمْ یضْرِبْ۔

(۵) ہر وہ کلمہ جس کے آخر میں ضمیر مرفوع متصل ہو جیسے ضربْتَ ضربْتِ ضربْتُ۔

(۶) ہر وہ کلمہ جس کے آخر میں تائے ساکنہ لاحق ہو جیسے ضربتْ۔

(۷) امر ہو جیسے اضْرِبْ.

(۸) نہی ہو جیسے لا تضْرِبْ۔

## (تشریح)

(فعل) جاننا چاہئے کہ فعل کے لئے بھی مندرجہ ذیل چیزیں ہیں۔

(۱) حد یعنی فعل کی تعریف (۲) حکم (۳) اشتقاق (۴) علامت (فتح رب البریہ)

(۱) **فعل کی تعریف** : تو فعل کی دو تعریفیں ہیں اول لغوی، دوم اصطلاحی۔

اول لغوی۔ فعل لغت میں معنی ہے کرنا۔ دوم اصطلاحی :فعل کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ لفظ مفرد ہے جو اپنے معنی موضوع لہ پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور اس میں تینوں زمانوں میں سے ایک زمانہ بھی اصل وضع کے اعتبار سے پایا جائے۔

(۲) **فعل کا حکم** : فعل کا جو حکم ہے وہ مبنی ہونا ہے لہٰذا افعال میں سے جو فعل معرب ہوگا جیسے فعل مضارع جب کہ خالی ہو نون جمع اور نون تاکید سے یہ خلاف اصل ہے۔

(۳) **فعل کی اشتقاق** : فعل مشتق ہے فِعل بفتح الفاء سے جیسے کہ فتح رب البریہ میں علامہ ابراہیم البیجوری نے کہا ہے۔

(۴) **فعل کی علامت** : فعل کی جو علامات ہیں وہ اصل میں بہت سے ہیں مگر یہاں نحو میر میں علامہ میر سید شریف نے آٹھ ذکر کی ہیں جو وہ اوپر طرز مبتدی میں ذکر کئے گئے۔

(قد) جاننا چاہئے کہ قد جیسے کہ فتح رب البریہ میں ہے، دو قسم پر ہے اول اسمی، دوسرا حرفی۔

یہاں سے فعل کی علامات میں قد سے مراد حرفی ہے جو کہ ماضی اور مضارع دونوں کے درمیان مشترک ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے قدْ قامَ و قدْ یقُوْمُ.

(تشریح)

رہاقد اسمی وہ اسم پر داخل ہوتا ہے جیسے قَدْ زَیْدٌ دِرْھَمٌ ای حَسْبُه درھم۔

رہی یہ بات کہ قد دو قسم پر ہے اور یہاں اس سے مراد حرفی ہے تو میر سید شریف نے قَدْ کو کیوں مقید نہیں کیا حرفی سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عند الاطلاق یہی حرفی مراد ہوتا ہے۔

(یا سین باشد) فتح رب البریہ میں ہے کہ سین سے یہاں علامات فعل میں عند النحاۃ سین استقبال مراد ہے جو کہ فعل کی علامت ہے اور مختص ہے فعل مضارع کے ساتھ جیسے سَیَقُولُ، رہا سین ہجائیہ جو کہ حروف مبانی میں ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے۔

(یا سوف باشد) سوف بھی مختص ہے فعل مضارع کے ساتھ جیسے سَوْفَ اَفْعَلُ۔

**فائدہ**: جامع الدروس کی حاشیہ میں ہے کہ سین اور سوف یہ دونوں حروف استقبال ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعد کے لئے۔

**فائدہ**: علامہ زجاجی نے کتاب الجمل میں کہا ہے کہ فعل مضارع حال پر بھی دلالت کرتا ہے اور استقبال پر بھی جیسے زَیْدٌ یَقُوْمُ الآنَ . ویَقُوْمُ غداً ۔ ہاں اگر اس پر سین یا کہ سوف داخل ہو تو پھر فقط استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

**فائدہ**: مغنی اللبیب اور النحو الوافی میں ہے کہ سین اور سوف کو حرف تنفیس بھی کہا جاتا ہے تنفیس کا معنی ہے توسیع تو یہ حروف بھی فعل مضارع کو معنائے حال سے جو کہ اَضْیَق ہے بطرف معنائے استقبال کے لے جاتے ہیں جو کہ معنائے حال سے زیادہ ہے۔

(یا ضمیر مرفوع متصل بدو پیوندد) تسہیل الکافیہ میں ہے کہ ضمیر کو مرفوع سے اس کیلئے مقید کیا جاتا ہے کہ ضمائر منصوب اور مجرور وہ حروف سے بھی متصل ہوتے ہیں جیسے بِہٖ و اِنَّہٗ اور مرفوع کو متصل سے اس لئے مقید کیا جاتا ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل فاعل ہوتا ہے اسم کیلئے جیسے ھندٌ زَیْدٌ ضَارِبَتُهٗ ھِیَ ۔

نیز معلوم ہو کہ ضمیر مرفوع متصل سے بارز مراد ہے کیونکہ مستتر اسم میں بھی ہوتا ہے جیسے ضَارِبٌ ، ضَارِبَان ، ضَارِبُوْنَ ۔

(یا تاء ساکن) یعنی تاء تانیث ساکنہ یہ فعل کی علامت ہے رہا تاء تانیث متحرک وہ لاحق نہیں ہوتا ہے مگر اسماء کو جیسے ضَارِبَةٌ یا کہ بعض حروف کو جیسے رُبَّتَ ثُمَّتَ لَاتَ (ابن عقیل، حاشیہ جامع الدروس)



(تشریح)

**فائدہ**: تاء تانیث جو کہ فعل کی علامت ہے یہ وضعاً تو ساکن ہے مگر جب اس کے ساتھ الف ضمیری لاحق ہو تو اس پر فتحہ آتا ہے جیسے قالَتَا و قَامَتَا اور کبھی التقاء ساکنین کی وجہ سے اس پر کسرہ بھی آتا ہے جیسے قَدْ قَامَتِ الصلوٰۃ (جامع الدروس)

**فائدہ**: سیوطی نے علامات فعل کو زیادہ ذکر کیا ہے مزید تحقیق کیلئے سیوطی کی کتاب الاشباہ والنظائر (ص ۱۳ ج ۲)

## ﴿نحو میر﴾

وعلامت حرف آنست کہ ہیچ علامتی از علامات اسم و فعل درو نبود

(تشریح)

(قوله وعلامت حرف آنست) جاننا چاہئے کہ حرف کیلئے بھی مندرجہ ذیل چیزیں ہیں یعنی (۱) حد (۲) حکم (۳) اشتقاق (۴) علامت۔

**پہلا حد**: یعنی تعریف لغت میں حرف کی معنی ہے طرف اور حرف بھی کلام کی طرف میں ہوتی ہے، مراد طرف سے یہ ہے کہ کلام میں عمدہ دو چیزیں ہیں، اول مسند الیہ، دوم مسند حرف ان دو میں سے کسی کا بھی صلاحیت نہیں رکھتی گویا کہ طرف میں واقع ہے جیسا کہ اظہار والعوامل برکوی کی حاشیہ میں ہے۔ اور اصطلاح میں حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بغیر دوسرے کلمہ کے ملائے ہوئے دلالت نہ کرے جیسے مِنْ ، علیٰ وغیرہ۔

**دوسرا حرف کا حکم**: وہ مبنی ہوتا ہے اور کوئی حرف اپنے اس حکم سے مخالف واقع نہیں ہے جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے۔

**تیسرا اشتقاق حرف کی**: حرف مشتق ہے تحرف سے جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے و اشتقاقه من التحرف وهو التطرف۔

**چوتھا حرف کی علامت**: وہ یہ ہے کہ اس میں اسم اور فعل کی کوئی علامت نہ ہو، مقصد یہ ہے کہ حرف کی جو علامت ہے وہ عدمی ہے جیسا کہ الدرة البهیه میں ہے "لم یصلح له علامة الا انتفاء قبوله العلامة الخ" اور اسی کی طرف علامہ میر سید شریف کا قول کہ ہیچ علامتی از علامات اسم وفعل درو نبود ناظر ہے۔

(تنبیہ): حرف کی صلاحیت نہ رکھنا اسم اور فعل کی علامات کے لئے یہ امر لغوی ہے یعنی باعتبار لغت کے ہے لہٰذا اس کے

## (تشریح)

اندر عقل اور شرع کی کوئی دخل نہیں ہے۔

جب اہل لغت نے گواہی دی کہ حرف پر اسم اور فعل کی علامت کا دخول معیب ہے تو عدم صلاحیت ثابت ہوا۔ (فتح رب البریہ)

## ﴿ نحو میر ﴾

**فصل بدا کہ جملہ کلمات عرب بر دو قسم است معرب ومبنی، معرب آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف شود چون زید در جَاءَنِیْ زَیْدٌ و رَئَیْتُ زَیْداً و مَرَرْتُ بِزَیْدٍ، جَاءَ عامل است و زید معرب است وضَمَّہ اعراب است ودال محل اعراب۔**

## طرز المبتدی

**(قوله جمله کلمات عرب بر دو قسم است معرب و مبنی)** ماقبل میں کہا گیا کہ جب جملے کے کلمات بہت ہوں تو مسند اور مسند الیہ کے معلوم کرنے کے لئے چار چیزوں کو معلوم کرنا ضروری ہے ان میں سے معرب اور مبنی بھی تھے لہٰذا یہاں سے نحو میر والے معرب اور مبنی کو بیان کر رہے ہیں۔

**(قوله معرب آنست)** معرب یہ صیغہ ہے ظرف مکان کا باب افعال سے، مصدر اس کا اعراب ہے جس کے معنٰی ظاہر کرنا ہے چونکہ معرب معانی کے اظہار کی جگہ ہوتا ہے یعنی چونکہ اس کی آخر کی حالت اور کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فاعل ہے یا مفعول یا مضاف الیہ ہے اسلئے اسے معرب کہتے ہیں اور اصطلاح میں معرب وہ کلمہ ہے کہ اس کا آخر عامل کے بدلنے سے بدلتا رہے۔

**فائدہ**: آخر کے بدلنے سے مراد انتقال ہے رفع سے نصب کی طرف اور نصب سے جر کی طرف یہ اسم کے اندر اور رہا فعل اس میں انتقال رفع سے نصب کی طرف اور نصب سے جزم کی طرف ہوتا ہے کیونکہ فعل پر جر نہیں آ سکتا ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

**(قوله چون زید دَرْ)** یعنی در ترکیب جاء نی زیدٌ.

**(قوله ودال محل اعراب)** یعنی آخری حرف کو جو کہ یہاں دال ہے محل اعراب کہتے ہیں لہٰذا کلمہ میں اول یا کہ جو وسط والا حرف ہے وہ محل اعراب کا نہیں ہے نیز ان میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ اعراب بھی نہیں ہے جیسے رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ ورِجَالٌ.



## (تشریح)

(معرب) معرب یا تو صیغہ ہے اسم مفعول کا جیسا کہ اشمونی میں ہے یا تو صیغہ ہے ظرف مکان کا جیسا کہ ہندی سے معلوم ہوتا ہے اور مشتق ہے اعراب سے سبیل الہدی میں ہے۔ **"والاعراب يطلق فى اللغة على واحد من ثلاثة معان البيان، والتغيير، والتحسين، ومن الاول تقول اَعْرب فلان عمافى نفسه اى اَبَانَ ومن الثانى قولهم عرب مِعْدَة البعير اى فسدت واعربتُها اَنَا اى افسدتُها ومن الثالث قولهم جارية عروب او عروبة اى حسناء"**

اور سیوطی نے ھمع الہوامع میں اعراب کیلئے لغت میں دس معانی ذکر کئے ہیں اور آخر میں کہا ہے کہ معنائے ابانۃ اور اظہار یہ معنائے اصطلاحی کے ساتھ مناسب ہے۔

یاد رہے کہ اشمونی میں بھی اعراب کے لغوی معانی بہت ذکر کئے گئے ہیں لہٰذا تفصیل کے لئے مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع ہو اور درایۃ النحو میں ہے **"وهو ماخوذ من الاعراب وجاء بالمعنيين الاول الابانة والاظهار ومنه قوله عليه الصلوٰة والسلام الثيب تُعْرِبُ عن نفسها اى تفصح.**

**والثانى ازالة الفساد والالتباس من قولهم عرب معدته اذا فسدت فيكون الهمزة للسلب فالمعرب بالمعنى الاول ظرفٌ اى محل اظهار المعانى وبالثانى اسم مفعول اى مُزَالٌ فساده وإلتابسه باظهار المعانى المعتورة عليه لان فى خفائها فسادا والتباسا"**

**(آخرش باختلاف عوامل مختلف شود)** آخر عام ہے حقیقتاً آخر ہو جیسے زید اور عمر کے اندر ہے، یا حکماً آخر ہو جیسے یَدٌ کہ اصل میں یَدْیٌ یا بلا علۃ حذف ہوا اور اعراب کو دال پر جاری کیا گیا نیز یاد رہے کہ اختلاف بھی عام ہے صفتاً ہو باین طور کہ ایک حرکت کو دوسرے کے بدل میں لایا جائے جیسے جاء نی زَیْدٌ و رئیتُ زَیْداً و مررت بِزَیْدٍ میں۔ یا ذاتاً ہو کہ ایک حرف کو دوسرے حرف کے بدلے میں لایا جائے جیسے جاءنی اَبُوْکَ و رئیت اَبَاکَ و مررتُ بابیک (فتح رب البریہ وملحۃ الاعراب) مزید تفصیل اس کی باب اعراب میں آنے والی ہے ان شاء اللّٰہ۔

**(آخرش)** فارسی زبان میں یہاں حرف شین ضمیر ہے جو کہ راجع ہے کلمے کی طرف مگر یہاں بحث اعراب میں کلمہ سے مراد اسم متمکن اور فعل مضارع ہے بشرطیکہ خالی ہو نون تاکید اور نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات سے کیونکہ اختلاف اعراب انہی دو میں ہوتا ہے جیسا کہ علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں اور علامہ ابراہیم البیجوری نے فتح رب البریہ میں کہا

## (تشریح)

ہے پھر یہ اختلاف آخر عام ہے لفظاً ہو جیسے جاء نی زیدٌ الخ یا کہ تقدیراً ہو جیسے جَاء الُفتیٰ مین اور اس اختلاف لفظی و تقدیری کی تفصیل بحث اعراب میں ان شاء اللہ آنے والی ہے۔

**فائدہ :** علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ اعراب کے مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں۔

(۱) رفع عام ہے حرکت کے ساتھ ہو جیسے جاء نی زیدٌ میں یا کہ حرف کے ساتھ ہو جیسے کہ جاء نی ابوک مین یا کہ اثبات نون کے ساتھ ہو فعل مضارع میں۔

(۲) نصب یہ بھی عام ہے حرکت کے ساتھ ہو جیسے رَئَیتُ زَیُداً حرف کے ساتھ ہو جیسے رئیتُ اَبَاکَ یا حذف نون سے ہو جیسے لَن یَضُرِبَا .

(۳) خفض یعنی جر یہ بھی عام ہے حرکت کے ساتھ ہو جیسے مَرَرُتُ بِزَیُدٍ یا حرف کے ساتھ ہو جیسے مَرَرُتُ بِاَبِیُکَ .

(۴) جزم یہ بھی عام ہے سکون کے ساتھ ہو جیسے لَمُ یَضُرِبُ یا حذف کے ساتھ ہو جیسے لَمُ یَدُعُ ولَمُ یَضُرِبَا یہ مذکورہ تفصیل ان شاء اللہ اسم متمکن اور فعل مضارع کے اعراب میں آنے والی ہے۔

(دال محل اعراب ست ) سیوطی نے ہمع الھوامع میں کہا ہے "یُسَمّٰی آخر المعرب حرف اعرابٌ والمبنی لا حرف اعراب له"

**فائدہ :** زجاجی نے علل النحو میں کہا ہے کہ اعراب کا محل اول یا کہ وسط کلمہ نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب اسم پر داخل ہوتا ہے معنائے فاعلیت معنائے مفعولیت اور معنائے اضافت کے فائدہ دینے کے لئے تو واجب ہے کہ ایک دفعہ کلمے پر پورہ تلفظ ہو بعدہ اس کے آخر میں اعراب لاحق ہو اور علامہ محمد عبدالغنی نے شرح انموذج میں کہا ہے کہ کلمہ کا آخر اس لئے مختص ہے اعراب کے لئے کہ کلمہ کے اول یا کہ وسط میں جو اختلاف ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ سے رُجَیُلٌ ، یہ اختلاف دلیل ہے وزن کلمے پر لہٰذا اول اور وسط کا اختلاف دوسری چیز کی علامت نہیں ہو سکتا۔

**فائدہ :** معرب کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ آخر اس کا اختلاف عوام سے بدلتا رہے مگر یہ بات مشروط ہے اس کے ساتھ کہ وہ عوامل عمل میں بھی مختلف ہوں جیسا کہ علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے۔ لہٰذا اگر وہ عوامل مختلفہ عمل میں مختلف نہیں تھے تو معرب کے اعراب میں انتقال ایک اعراب سے دوسرے کے طرف نہیں ہوتا ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل مثالوں



## (تشریح)

میں اختلاف عوامل ہیں مگر اختلاف اعراب کا نہیں ہے۔

(۱) اِنَّ زیداً قَائِمٌ (۲) رَئَیتُ زَیُداً (۳) بکرٌ ضَارِبٌ زَیُداً

دیکھئے مندرجہ بالا مثالوں میں اختلاف عوامل ہے کہ اول مثال میں اِنَّ حرف عامل ہے، دوسری مثال میں رئیتُ فعل عامل ہے، تیسری مثال میں عامل ضَارِبٌ صیغہ ہے اسم فاعل کا جو کہ اسم ہے اور زید جو کہ اسم معرب اور منسوب ہے تینوں مثالوں میں، وجہ یہ ہے کہ بالا مثالوں میں مذکورہ عوامل یہاں زید کے عمل میں مختلف نہیں بلکہ تینوں عوامل اس میں نصب کے مقتضی ہیں کیونکہ اِنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اسم کو نصب دیتا ہے تو زید اِنَّ کا اسم ہے اور دوسری مثال میں رئیتُ فعل ہے یہ اپنے مفعول بہ کو نصب دیتا ہے زید مفعول بہ ہے، رئیتُ فعل کے لئے اور مثال سوم میں ضَارِبٌ یہ اسم فاعل ہے یہ بھی فعل معروف کا عمل کرتا ہے لہٰذا مفعول بہ کو نصب دیتا ہے تو زید اس کا مفعول بہ ہے۔

**فائدہ :** سیوطی نے جمع الجوامع میں کہا ہے (وھی اعراب وبناء و حکایة واتباع ونقل و تخلص من سکونین قیل و حرکة المضاف للیاء ) یعنی حرکات سات قسم کی ہوتی ہیں جیسے کہ علامہ موصوف نے ہمع الھوامع میں کہا ہے کہ حرکت یا تو اعرابیہ ہے جیسے جاء نی زیدٌ یا تو بنائی ہے جیسے ضَرَبَ یا حکایی ہے جیسے کہ کوئی کہے رَئیتُ زیداً دوسرا کہے مَنُ زَیُداً ۔ یہاں مَنُ مبتدا ہے زیداً اس کی خبر ہے مگر متکلم نے رئیت زیداً میں زید جو کہ منصوب ہے اس کو بعینہ حکایت کیا اور کہا مَنُ زیداً اور حکایت کی تفصیل زجاجی کی کتاب الجمل میں ملاحظہ ہو یا تو حرکت تبع کا ہوتا ہے جیسا کہ توابع میں ہوتا ہے یا تو حرکت التقاء ساکنین کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے قُلِ الحق میں لام کا کسرہ یا تو حرکت نقل کی ہوتی ہے جیسے قَدَ افُلَحَ میں ہمزہ کی حرکت جو کہ فتحہ ہے دال کو دی گئی ہے یا تو حرکت اس مضاف کی ہے جو کہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غُلَامِیُ میں حرف میم کی حرکت کسرہ ہے یہ کسرہ نہ کہ اعرابی ہے اور نہ کہ بنائی ہے۔

**فائدہ :** علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ معرب اصل ہے مبنی سے اس لئے کہ اعراب اصل ہے اسماء میں کیونکہ معنائے فاعلیۃ ومفعولیت واضافۃ جو کہ یکے بعد از دیگرے اسم پر آتے ہیں تو ان معانی کی تمیز بغیر اعراب کے نہیں ہو سکتی مثلاً اگر کوئی کہے ضَرَبَ زَیُدُ بَکُرُ یعنی دونوں اسموں کو بلا اظہار ساکن پڑھے تو پتہ نہیں چلتا کہ ان دو اسموں میں سے کون فاعل اور کون مفعول ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

مبنی آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف نشود چون هٰؤلاءِ کہ در حالت رفع ونصب وجر یکساں است۔

### طرز المبتدی

(قوله و مبنی آنست) مبنی صیغہ ہے اسم مفعول کا ماخوذ اور مشتق ہے بناء سے بنا کے لغت میں معنی ہے ثبت اور برقرار رہنا۔ اصطلاح میں مبنی وہ کلمہ ہے کہ آخر اس کا اختلاف عوامل سے نہ بدلے جیسے هٰـــؤلاءِ کہ حالت رفع نصب وجر میں یکساں ہے یعنی اگر کوئی کہے جاءنی هٰؤلاءِ و رأیتُ هٰؤلاءِ و مررتُ بهٰؤلاءِ۔ تو یہ هٰؤلاءِ تینوں حالتوں میں اپنے اسی کسرہ پر برقرار ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

**فائدہ** : مبنی کا آخر لفظاً اور تقدیراً بدلتا نہیں البتہ محلاً بدلتا ہے محلاً کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ مبنی ایسے جگہ میں واقع ہے کہ اگر اس جگہ میں کوئی لفظ معرب واقع ہو تو فوراً اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے لہٰذا محلاً مرفوع، منصوب، مجرور ہوگا عامل کے موافقت سے۔

(مبنی) مبنی کا لغت میں معنی ہے ثبت جیسا کہ شرح امو ذج میں کہا گیا ہے۔

**فائدہ** : عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ مبنی کا آخر لفظاً اور تقدیراً بدلتا نہیں بلکہ محلاً مختلف ہوتا ہے۔

**فائدہ** : کلیات ابی البقاء (ص ۵۹) اور اشباہ والنظائر (ص ۲۱۸) میں ہے کہ اعراب محلی اور تقدیری میں فرق یہ ہے کہ محلی میں ظہور اعراب سے مانع مجموع کلمہ ہے اور تقدیری میں ظہور اعراب سے مانع مجموع کلمہ نہیں ہے بلکہ حرف آخر ہے جیسے عصا ہے کہ یہاں ظہور اعراب سے مانع الف مقصورہ ہے کیونکہ الف مقصورہ غیر قابل ہے حرکت کیلئے جیسا کہ کافیہ وغیرہ میں ہے بخلاف مبنی کے جیسے من، کم، هؤلاء مثلاً کہ یہاں حرف آخر میں ظہور اعراب کی صلاحیت ہے مگر بات وہی ہے کہ مبنی میں مانع از ظہور اعراب پورہ کلمہ ہوتا ہے لہٰذا اعراب محلی وہاں استعمال ہوتا ہے کہ کلمہ مستحق نہ ہو اعراب کا بوجہ اپنے بناء کی جیسا کہ کلیات ابی البقاء (ص ۵۹) میں مرقوم ہے۔

**فائدہ** : شرح جامی (ص ۶۶) میں ہے کہ رفع محلی کے معنی یہ ہے کہ وہ اسم ایسے محل میں واقع ہو کہ اگر وہاں معرب ہو تو وہ لفظاً یا تقدیراً مرفوع ہو جائے علامہ جامی کے اسی تشریح پر نصب اور جر محلی کو قیاس کیا جائے۔



## ﴿ نحومیر ﴾

فصل بدانکہ جملہ حروف مبنی است واز افعال فعلِ ماضی وامر حاضر معروف وفعل مضارع بانون بائے جمع مؤنث وبانون بائے تاکید نیز مبنی است بدانکہ اسم غیر متمکن مبنی است والما اسم متمکن معرب است بشرط آن کہ در ترکیب واقع شود وفعل مضارع معرب است بشرط آنکہ از نون بائے جمع مؤنث ونونِ تاکید خالی باشد پس در کلام عرب بیش ازین دو قسم معرب نیست باقی ہمہ مبنی است واسم غیر متمکن اسمیست کہ بامبنی اصل مشابہت دارد ومبنی اصل سہ چیز است فعل ماضی وامر حاضر معروف وجملہ حروف واسم متمکن اسمیست کہ بامبنی اصل مشابہ نہ باشد۔

### طرز المبتدی

(قوله بدان که جمله حروف مبنی است) اس فصل میں صاحب نحومیر نے مبنی ومعرب کے اقسام کو ذکر کئے ہیں اور اس مقام کو یاد کرنے کا طرز ہم لکھ لیں گے لہٰذا اساتذہ مبنی کو ایسا ہی یاد کرائیں، جاننا چاہئے کہ مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں نحومیر والے نے ان میں سے سات کا ذکر کیا ہے اور معرب فقط دو قسم پر ہے پہلے مبنی کی اقسام ذکر ہوں گے۔

(۱) تمام حروف مبنی ہوتے ہیں (۲) فعل ماضی کی تمام گردانیں (۳) امر حاضر معلوم (۴) فعل مضارع جبکہ اس میں نون جمع مؤنث غائبات ونون جمع مؤنث مخاطبات کی ہو جیسے یَضْرِبْنَ و تَضْرِبْنَ (۵) فعل مضارع جس میں نون تاکید کا ہو جیسے لَیَضْـرِبَنَّ و لَیَضْـرِبَنْ. (۶) اسم غیر متمکن (۷) اسم متمکن اس شرط سے کہ ترکیب میں واقع نہ ہو جیسے زید، عَمْرو، بکر وغیرہ (۸) جملہ جس کو نحومیر والے نے ذکر نہیں کیا ہے یعنی فعل اپنے فاعل کے ساتھ مبتدا اپنے خبر کے ساتھ اگر یہ معمول واقع ہوں ماقبل کے لئے تو ان کا عراب محلی ہوتا ہے کیونکہ جملہ مبنی ہے۔

### اور معرب کی دو قسمیں ھیں

(۱) اسم متمکن اس شرط سے کہ ترکیب میں واقع ہو جیسے زَیْد ترکیب میں جاءَ زَیْدٌ کے۔ (۲) فعل مضارع بشرطیکہ خالی ہو مذکورہ دو قسم کے نونات سے یعنی مضارع کے تمام وہ صیغے معرب ہیں جن میں نون جمع مؤنث ونون تاکید نہ ہو۔

**فائدہ** : کلام عرب میں ان دو قسموں سے زیادہ معرب نہیں لہٰذا باقی سب مبنی ہیں۔

**فائدہ** : اسم غیر متمکن وہ اسم کہلاتا ہے کہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معلوم (۳) تمام حروف اور اسم متمکن وہ اسم کہلاتا ہے کہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔

## طرزا لمبتدی

**فائدہ** : اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں ہیں جو کہ عنقریب آنیوالی ہیں اوران آٹھ اسموں کے علاوہ تمام اسماء اسم متمکن کہلاتے ہیں۔

### (تشریح)

**(بدانکہ جملہ حروف مبنی است )** جامع الدروس العربیہ (ص ۱۷ ج ۱) میں ہے کہ اسماء اور حروف جس کیفیت پر مبنی ہوتے ہیں اس کا دارومدار سماع اور نقل صحیح پر ہے اور اس کے لئے کوئی ضابطہ نہیں ہے لہٰذا بعض مبنی علی الضم ہوتے ہیں جیسے حَیْثُ ، مُنْذُ بعض مبنی علی الفتح ہوتے ہیں جیسے اَیْنَ ، رُبَّ اور بعض مبنی علی الکسر ہوتے ہیں جیسے اَمْسِ ، جَیْرِ ۔

**(و از افعال فعل ماضی )** تہذیب التوضیح (ص ۲۰ ج ۱) میں ہے کہ فعل ماضی یا تو مبنی علی الفتح ہوتا ہے جیسے کَتَبَ یا تو مبنی علی الضم ہوتا ہے جیسے ضَرَبُوْا ۔

یا تو مبنی علی السکون ہوتا ہے جب اسکے ساتھ ضمیر متصل کا لاحق ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتَ وَضَرَبْتُ وَضَرَبْنَا ۔

**(وامر حاضر معروف )** تہذیب التوضیح (ص ۲۰ ج ۱) میں ہے کہ امر حاضر معروف مندرجہ ذیل چار چیزوں میں سے کسی ایک پر مبنی ہوتا ہے۔

(۱) مبنی علی السکون ہوتا ہے اگر لام کلمہ حرف صحیح ہے یا کہ اس کے ساتھ نون جمع مؤنث کا لاحق ہے جیسے اِضْرِبْ و اِضْرِبْنَ ۔

(۲) حذف لام پر اگر لام کلمہ حرف علت ہے جیسے اِرْتَقِ اصل میں اِرْتَقِیْ ہے۔

(۳) حذف نون پر مبنی ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ الف تثنیہ کا واو جمع کا یاء واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا لاحق ہو جیسے اِضْرِبَا وَاِضْرِبُوْا و اِضْرِبِیْ ۔

(۴) مبنی بر فتح ہوتا ہے اگر اس کے آخر میں نون تاکید کا لاحق ہو جیسے اِضْرِبَنَّ و اِضْرِبَنْ، آخر میں تہذیب التوضیح کے اندر ایک قاعدہ امر کے بناء کے لئے ذکر کیا ہے اور کہا ہے ''وضابطہ ان یُبْنٰی علی ما یجزم بہ مضارعہ المبدوء بناء الخطاب والی ذالک اشار بعضھم بقولہ :

**والامر مبنی علی مایجزم    بہ مضارعہ أیامن یفھم**



### (تشریح)

**الحاصل**

جب چیز پر مضارع مخاطب مجزوم ہوتا ہے امر اسی چیز پر مبنی ہوتا ہے۔

**(وفعل مضارع بانونہائے جمع مؤنث و بانونہائے تاکید نیز مبنی است )**

**فائدہ** : جامع الدروس جلد اول بحث اعراب وبناء میں ہے کہ مضارع جب مبنی ہو تو اعراب اس کا محلی ہوتا ہے یعنی محلا مرفوع، منصوب، مجزوم ہوتا ہے عامل کے موافقت سے۔

**فائدہ** : جاننا چاہئے کہ مضارع کے مندرجہ ذیل صیغوں کے آخر میں جب نون تاکید کا لاحق ہو تو اس کے بناء میں اختلاف ہے یعنی یَضْرِبَانِ ، تَضْرِبَانِ ، تَضْرِبُوْنَ ، تَضْرِبِیْنَ ، جیسا کہ ابن عقیل ،اشمونی وحاشیہ سبیل الہدیٰ برقطر الندی بحث معرب ومبنی میں ہے۔

(۱) جمہور کے نزدیک مذکورہ صیغوں کے آخر میں اگر نون تاکید لاحق ہو تو فعل مضارع معرب ہے جیسے ھَلْ تَضْرِبَانِّ ، ھَلْ تَضْرِبُنَّ ، ھَلْ تَضْرِبِنَّ ۔

یاد رہے کہ نون تاکید میں فرق نہیں خواہ ثقیلہ ہو یا کہ خفیفہ مضارع معرب ہوتا ہے حذف نون سے۔

(۲) اخفش ،زجاج ،ابوعلی فارسی

ان حضرات کے نزدیک مذکورہ صیغوں کے آخر میں جب نون تاکید لاحق ہو تو مبنی ہیں جیسے کہ مضارع کے بقیہ صیغوں کے آخر میں لاحق ہو تو مبنی ہوتا ہے۔

(۳) بعض نحاۃ کے نزدیک مضارع کے آخر میں جب نون تاکید لاحق ہو تو مبنی ہوتا ہے اس میں کسی کا خلاف نہیں جیسا کہ ابن مالک نے اپنے بعض کتابوں میں کہا ہے، مگر ابن عقیل نے کہا ہے کہ اس کے بناء میں بھی اختلاف ہے۔ بعض حضرات جیسا کہ ابن طلحہ، سہیلی اور ابن درستویہ ہیں اس کو تقدیراً معرب کہتے ہیں جیسا کہ خضری واشمونی میں بھی کہا گیا ہے۔

**فائدہ** : ابن عقیل بحث معرب ومبنی میں ہے کہ اصل بنا میں سکون ہے کیونکہ سکون خفیف ہوتا ہے حرکت سے لہٰذا جب بھی مبنی پر حرکت آتا ہے یعنی مبنی پر حرکت جب ہوتا ہے اس کیلئے کوئی سبب ہوگا جیسے کہ التقاء ساکنین سے خلاصی ہے مثلاً اور اشمونی میں اسباب حرکت مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کو شمار کیا ہے ملاحظہ ہو عبارت اس کی۔

## (تشریح)

(۱) واسبابِ البناء على الحركة خمسة التقاء الساكنين كَأَيْنَ.

(۲) وكون الكلمة على حرف واحد كبعض المضمرات.

(۳) او عرضة لان يبتداء بها كباء الجر.

(۴) اولها اصل فى التمكن كاَوَّل.

يعنى حالته فى التمكن اى انها تعرب فى بعض الاحوال وليس المراد انها متمكنة اصالة كما فى حاشية الصبان.

(۵) او شابهت المعرب كالماضى فانه اشبه المضارع ۳ فى وقوعه صفة و صلّة وحالا و خبراً.

یادر ہے یہ جو کہا گیا ہے کہ مبنی میں اصل سکون ہے مبنی عام ہے اسم ہو یا فعل اور حرف ہو جیسا کہ اشمونی بحث معرب ا ، مبنی میں ہے۔

**فـائدہ** : جامع الدروس العربیہ جلد اول ص ۲۴ میں ہے کہ جملے کا حکم مبنی ہونا ہے لہٰذا اگر اس پر عامل مسلط ہو تو محلاً مرفوع یا منصوب یا کہ مجرور ہوتا ہے ورنہ لا محل لها من الاعراب ہوگا۔

نیز حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ جملہ مِنْ حيث هِىَ هِىَ مبنی ہے البتہ اس کے اجزاء معرب اور مبنی ہوتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جملہ مبنی اصل ہے یا کہ مبنی غیر اصل۔ کتاب الاظہار للبرکوی میں ہے کہ جملہ مبنی اصل ہے یہ ہے عبارت اس کتاب کی (والمبنى على نوعين مبنى الاصل ومنبى العارض والاول اربعة الحرف والماضى والامر بغير الام عند البصريين والجملة)

اور حاشیہ متوسط بحث غیر منصرف میں بھی جملہ کو مبنی اصل کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (بل عدت قِسْمارابعا من مبنى الاصل وان كانت اجزائها معربه)

نیز حاشیہ مذکورہ کے اندر بحث معرب میں جہاں معرب کی تعریف ہو رہی ہے جملہ کو مبنی اصل کہا گیا ہے نیز عصام نے شرح کافیہ میں جہاں معرب کی تعریف ہو رہی ہے کہا ہے کہ مبنی اصل کے اقسام میں بعض نے جملے کا اضافہ بھی کیا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ شرح عصام کی (وزاد بعضهم الجملة من حيث هِىَ جملة)

اور حاشیہ متوسط میں ہے (لٰكِنَّ النحويين لم يعدوها عِنْد عد مبنى الاصل لاَنَّ الشى ء لا يصير بمشابهتها مبنيا)



## (تشریح)

جاننا چاہئے کہ یہ وجہ صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ شرح جامی کے اندر بحث مبنی میں مناسبت کے اقسام میں یومَئِذٍ کے اندر یَومَ جملہ کی مناسبت سے مبنی ہے تفصیل کیلئے شرح جامی اور اس کے حواشی کی طرف رجوع ہو۔

**فائدہ** : جامع الدروس جلد اول ص ۲۵، اقسام اعراب میں ہے کہ جملہ کو اگر علم بنایا جائے معرب ہوتا ہے مگر اعراب اس کا مقدر ہوگا کیونکہ حرکت حکایی ظہور اعراب سے مانع ہے نیز حاشیہ صبان جلد اول ص ۲۱۰ بحث عَلَم میں اور حاشیہ خضری جلد اول ص ۱۱۸ بحث عَلَم میں ہے کہ جملے سے اگر نام رکھا جائے تو معرب ہوتا ہے مانع ظہور اعراب سے حرکت حکایی ہے اعراب اس کا تقدیری ہے مگر متوسط اور ہندی میں بحث غیر منصرف کے اندر کہا گیا ہے کہ جملہ بعد از علم مبنی ہوتا ہے مگر متوسط کے حاشیہ میں مُحَاکمہ پیش کیا گیا ہے کہ حق یہ ہے جملہ قبل از علم مبنی ہے اور بعد از علم معرب ہے اعراب اس کا مقدر ہے۔

جامع الدروس میں ہے یہی حکم ہے ہر مبنی کا کہ بعد از علم محکی ہوتا ہے سابقہ حرکت کے ساتھ مگر حرکات اعرابیہ اس کے مقدر ہوتے ہیں ظہور اعراب سے حالت حکایی مانع ہے۔

(واما اسم متمكن معرب است) متوسط شرح کافیہ بحث معرب میں ہے کہ معرب کیلئے مندرجہ ذیل دو شرطیں ہیں۔ شرط اول وجودی ہے دوسرا عدمی ہے۔

**شرط اول** وجودی یہ ہے کہ اسم ترکیب میں واقع ہو یعنی اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو، **شرط دوم** جو کہ عدمی ہے وہ یہ ہے کہ اسم مشابہ نہ ہو مبنی اصل کے ساتھ۔

شرط اول سے معلوم ہوا کہ اسم متمکن دو قسم پر ہے، اول وہ ہے کہ ترکیب میں واقع ہو، دوسرا یہ ہے کہ ترکیب میں واقع نہ ہو یہ دوسری قسم مبنی ہے مگر اس کے سبب بناء میں اختلاف ہے خضری جلد اول ص ۴۲ میں ہے کہ ابن مالک کے نزد اسم متمکن جب ترکیب میں واقع نہ ہو یہ مشابہ ہے حروف غیر عاملہ کیساتھ جیسے کہ حروف غیر عاملہ نہ عامل اور نہ معمول ہوتے ہیں، اسم متمکن بھی قبل از ترکیب ایسا ہوتا ہے اور ابن حاجب کے نزدیک جیسے کہ سیوطی نے ہمع الهوامع جلد اول ص ۱۶ معرب کی بحث میں کہا ہے کہ اسم جب ترکیب میں واقع نہ ہو اس کا سبب بناء یہی عدم ترکیب ہے، نحو میر والے کے نزدیک بھی اسم متمکن جبکہ ترکیب میں واقع نہ ہو اس کا سبب بناء یہی عدم ترکیب ہے۔

**فـائدہ** : خالد ازہری نے تصریح کے اندر بحث معرب اور مبنی میں کہا ہے کہ اسم متمکن کو اس لئے اسم متمکن کہتے ہیں کہ وہ اسمیت میں قوی ہے اور متمکن جو کہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تفعل سے مصدر اس کا تمکن آتا ہے، تمکن کا معنیٰ لغت میں

## (تشریح)

غالب اورقوی ہوتا ہے۔ چونکہ یہ اسم ہرقسم کے اعراب کوقبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لئے بہ نسبت دوسری قسم کے اسموں کےقوی ہوتا ہے، اسی لئے اس کواسم متمکن کہتے ہیں۔

پھر یہ اسم اگرمنصرف ہےتو اسکوامکن بھی کہتے ہیں اگر غیر منصرف ہےتو اس کوغیر امکن کہتے ہیں۔

**(واسم غیر متمکن اسمیست که بامبنی اصل مشابهت دارد )** تہذیب التوضیح جلداول (ص ۱۷) میں ہے کہ اسم ترکیب کے بعد دوقسم پر ہےاول معرب یہ اصل ہےااوراسکو متمکن کہتے ہیں پھراگرمنصرف ہےتو اس کوامکن بھی کہتے ہیں، دوم مبنی ہے یہ فرع ہےاوراس کوغیر متمکن کہتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ اسم مبنی فرع کیوں ہے؟ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ اصل اسم میں معرب ہونا ہےلہٰذا جواسم مبنی ہو وہ جاری ہے خلاف اصل پر، یہی وجہ ہے کہ اسم مبنی نہیں ہوسکتا ہے جب تک اس کی قوی مشابہت نہ ہوحرف کے ساتھ جیسا کہ قول ہے بعض کا یا کہ مشابہ نہ ہومبنی اصل کے ساتھ جیسا کہ قول ہے ایک دوسری جماعت کا نحاۃ میں سے۔

__فائدہ__ : منحۃ الجلیل جوکہ حاشیہ ہے ابن عقیل کا اس میں ہے کہ سبب بناء میں نحاۃ کا اختلاف ہے یعنی وہ سبب کہ جس کی وجہ سے اسم مبنی ہوتا ہے ایک ہے کہ ہراسم مبنی اسی سبب کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے یا کہ وہ سبب متعدد ہے کہ بعض اسماء ایک سبب کی وجہ سے مبنی ہیں اور بعض آخر دوسری سبب کی وجہ سے مبنی ہیں علی ھذ االقیاس .

اور علامہ سیوطی نے ہمع الھوامع جلد اول ص ۱۶ میں بھی کہا ہے کہ سبب بناء میں اختلاف ہے ملاحظہ ہو عبارۃ ہمع کی (اختلف فی سبب البناء ھَل ھو شیء واحد او اکثر فذھب کثیرون الی الثانی )

**الحاصل** اکثرنحاۃ تعدد سبب کے قائل ہیں اور بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ سبب بناء فقط شبہ حرف میں منحصر ہے اور وہ نحاۃ جوکہ تعدد سبب کے قائل ہیں ان میں ابن حاجب بھی ہے تفصیل اس کے مذہب کی عنقریب ذکر ہوگی اور بعض نحاۃ جوکہ سبب بناء کوفقط شبہ حرف میں منحصر مانتے ہیں ان میں ابن مالک بھی داخل ہیں اوراسی قول کوابن عقیل جلد اول ص ۲۸ میں ابی علی فارسی اور سیبویہ کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

لہٰذا جوحضرات سبب بناء کوفقط شبہ حرف میں منحصر مانتے ہیں۔

اس قول کی تشریح کرتے ہوئے ابن عقیل نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ وہ مشابہت جوکہ معتبر ہے اوراس کی وجہ سے اسم مبنی



## (تشریح)

ہوتا ہےاس کے چاراقسام ہیں جوکہ درج ذیل ہیں۔

(۱) شبہ وضعی (۲) شبہ معنوی (۳) شبہ استعمالی جس کوشبہ فی النیابۃ عن الفعل بھی کہتے ہیں۔ (۴) شبہ افتقاری۔

ان مذکورانواع کی تفصیل سے پہلے ایک فائدے کا جاننا ضروری ہے جوکہ اشمونی جلداول ص ۸۵ اورمنحۃ الجلیل سے ماخوذ ہے وہ یہ ہے کہ اصل وضع حرف میں یہ ہے کہ ایک حرف پر یا دوحروف پراسکا وضع ہو، لہٰذا جوحرف دوحرف سے زیادہ ہو وہ خلاف اصل ہےاوراصل وضع اسم میں یہ ہے کہ تین حرف یا تین سے زیادہ پر ہو، لہٰذا جس اسم کی تین حرف سے کم پر وضع ہو وہ اپنے وضع میں مشابہ ہے حرف کے ساتھ اور مستحق ہے بناء اورمبنی ہونے کے۔ اس فائدے کی تحریر کے بعد اب تفصیل انواع شبہ حرف کی ملاحظہ ہو۔

**(اول شبه وضعی)** وہ یہ ہے کہ اسم موضوع ہوصورت پر وضع حرف کی یعنی وہ اسم موضوع ہوا ایک یا کہ دوحرف پر جب کوئی اسم ایسا ہوتو اب وہ اسم مستحق ہے حکم حرف کا کہ وہ مبنی ہونا ہے جیسے کہ تاء ہے ضَرَبْتُ میں، مثلاً کہ یہ اپنی صورت میں مشابہ ہے باء جارہ کے ساتھ لہٰذا بوجہ اس شبہ وضعی کے وہ مبنی ہوتا ہے یاک (نا ء) ہے ضَرَبْنَا میں کہ یہ اپنے وضع میں مشابہ ہے قَدْ حرف کے ساتھ لہٰذا بوجہ اس مشابہت کی وہ مبنی ہے۔

**(دوم شبه معنوی )** وہ یہ ہے کہ اسم متضمن ہومعنائے حرف کو، پھر عام ہے کہ وہ معنیٰ کسی موجود حرف کا ہے یعنی اس معنیٰ پر دلالت کرنے کیلئے حرف موجود ہے یا اس معنیٰ کے لئے کوئی حرف موجود نہیں۔

اول کی مثال (متیٰ) ہے کہ یہ اسم ہے اور مبنی ہے کیونکہ یہ مشابہ ہے حرف کے ساتھ معنیٰ میں کیونکہ مَتیٰ استفہام کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے مَتیٰ تَقُوْمُ اور شرط کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے متیٰ تَقُمْ ،اَقُمْ، لہٰذا دونوں حالتوں میں متیٰ مشابہ ہے حرف موجود کے ساتھ کیونکہ جب یہ استفہام میں استعمال ہوتو یہ مشابہ ہے ہمزہ استفہام کے ساتھ جب شرط میں استعمال ہوتو یہ مشابہ ہے اِنْ شرطیہ کے ساتھ۔

مثال دوم کی لفظ (ھُنا) ہے یعنی اسماء اشارہ جیسے کہ اشمونی میں کہا گیا ہے کہ اسماء اشارہ مبنی ہیں کیونکہ یہ متضمن ہیں معنائے حرف کومگر وہ ایسا حرف ہے کہ موجود نہیں البتہ وہ حرف مقدر ہے کیونکہ معنائے اشارہ معانی میں سے ایک معنیٰ ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کیلئے بھی یعنی اس کی ادائیگی کیلئے کسی حرف کا وضع ہوتا جیسے معنائے نفی کیلئے حرف (ما) موضوع ہے اور معنائے نہی کیلئے حرف ( لا) کا وضع ہے مگر لسان عرب میں معنیٰ اشارہ کے ادا کرنے کے لئے کوئی حرف موضوع نہیں

## (تشریح)

مگر بوجہ متقضی اس معنائے اشارہ کے وہ حرف تقدیراً موجود ہے اور یہ اسماء متضمن ہیں اس کے معنیٰ کو لہٰذا اسمائے اشارہ حرف مقدر کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہیں۔

**(سوم شبہ استعمالی )** وہ یہ ہے کہ اسم مبنی اپنے طریقہ استعمال میں مشابہ ہو حرف کے ساتھ یعنی اسم مبنی کا طریقہ استعمال حرف کے طریقہ استعمال کے بمثل ہو جیسے اسماء افعال کہ یہ اپنے طریقہ استعمال میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ ان کا طریقہ استعمال یہ ہے کہ یہ اسماء نائب ہوتے ہیں فعل سے معناً و عملاً نیز اسماء عامل تو ہوتے ہیں مگر معمول نہیں ہوتے لہٰذا یہ اسماء مشابہ ہیں حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ کہ وہ بھی نائب ہوتے ہیں فعل سے اور عامل ہوتے ہیں مگر معمول نہیں ہوتے جیسے لَيْتَ و لَعَلَ مثلاً کہ یہ دونوں حرف اَتَمَنّٰی اور اَتَرَجّٰی فعل کے نائب ہیں، حاشیہ صبان میں ہے کہ مراد ان حروف کی نیابت عن الفعل سے یہ ہے کہ یہ مفید ہوتے ہیں معنائے فعل کے لئے، یہ مراد نہیں ہے کہ اصل ان افعال کا ذکر ہے مگر ان کو ترک کیا گیا اور ان حروف کو ان کے قائم مقام اور نائب کر دیا گیا جیسا کہ حرف ندا کے نیابت میں ہوتا ہے اَدْعُوْ فعل سے۔

**(چهارم شبہ افتقاری )** وہ یہ ہے کہ اسم مبنی لازم الافتقار ہو جیسا کہ حرف لازم الافتقار ہوتا ہے الغرض اسم مشابہ ہو حرف کے ساتھ احتیاجی میں جیسا کہ اسماء موصولہ ہیں کہ یہ تمام احوال میں محتاج ہوتے ہیں۔ صلہ کی طرف جیسا کہ حرف ہمیشہ محتاج ہے اپنے معنائے کے فہم میں دوسرے کلمے کے ملانے کی طرف لہٰذا اسماء موصولہ مشابہ ہیں حرف کے ساتھ افتقار میں یعنی جیسا کہ حرف کو افتقار لازم ہے تو اسماء موصولہ کو بھی افتقار لازم ہے۔ اس سے پہلے کہا گیا کہ ابن حاجب بناء میں تعدد سبب کا قائل ہے اس کا بیان یہ ہے کہ ابن حاجب کے نزدیک اسباب بناء دو ہیں اول عدم ترکیب یعنی اسم ترکیب میں واقع نہ ہو، دوم یہ ہے کہ اسم مشابہ اور مناسب ہو مبنی اصل کے ساتھ، یاد رہے کہ یہ مذکورہ تفصیل کافیہ سے معلوم ہوتی ہے معرب کی تعریف میں، پھر عبد الرحمٰن جامی نے شرح جامی بحث مبنی میں بحوالہ صاحب مفصل مناسبت کے مندرجہ ذیل انواع ذکر کئے ہیں۔

(۱) یا تو اسم متضمن ہو مبنی اصل کے معنیٰ کو جیسے اَيْنَ کہ یہ متضمن ہے حرف استفہام کے معنیٰ کو لہٰذا اس مناسبت اور مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے۔

(۲) یا تو وہ اسم مشابہ ہو مبنی اصل کے ساتھ جیسا کہ اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ ہیں کہ یہ مشابہ ہیں مبنی اصل کے اقسام میں



## (تشریح)

سے حرف کے ساتھ افتقار اور احتیاجی میں یعنی جیسا کہ حرف اپنے معنیٰ کے فہم میں دوسرے کلمے سے ملانے کا محتاج ہے تو اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ بھی مُشَارٌ الیہ اور صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۳) یا تو وہ اسم مبنی اصل کی جگہ میں واقع ہو جیسا کہ اسماء افعال ہیں کہ نَزَالَ اِنْزِلُ کے جگہ میں واقع ہے اور شتان اِفْتَرَقَ کی جگہ میں واقع ہے۔

(۴) یا تو وہ اسم مشابہ ہو وزن میں اس اسم کے کہ وہ مبنی اصل کی جگہ میں واقع ہے جیسے فَجَارِ کہ یہ ہم وزن ہے نَزَالِ کے اور نَزَالِ مبنی اصل یعنی اِنْزِلُ امر حاضر کی جگہ میں واقع ہے۔

(۵) یا تو وہ اسم ایسے اسم کی جگہ میں واقع ہو کہ وہ مشابہ ہے مبنی اصل کے ساتھ جیسا کہ منادی مفرد معرفہ ہے یعنی یا زَيْدُ کہ یہ منادی کاف اسمی یعنی اَدْعُوْكَ میں جو کہ کاف اسمی ہے اسی کی جگہ میں واقع ہے اور یہ کاف اسمی مشابہ ہے خود کاف حرفی کے ساتھ جو کہ مبنی اصل ہے یعنی ذالک کے کاف کے ساتھ کہ وہ مبنی اصل اور حرف ہے۔

(۶) یا تو وہ اسم مضاف ہو مبنی اصل کی طرف پھر عام ہے بالواسطہ مضاف ہو یا کہ بلاواسطہ مثال بالواسطہ مضاف کا لفظ (يَوْمَ) ہے يومئذ میں کہ یوم مضاف ہے اِذْ کی طرف اور اِذْ مضاف ہے جملے کی طرف جو کہ مبنی اصل ہے کہ وہ كَانَ كَذا ہے۔

**فائدہ** : تہذیب التوضیح جلد اول ص ۳۴۳ میں ہے کہ جملہ میں متعدد تقسیمیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک تقسیم یہ ہے کہ جملہ کیلئے محل از اعراب ہے یا کہ نہیں؟ مگر یاد رہے کہ جملہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مستقل ہوتا ہے اور غیر مرتبط ہوتا ہے غیر سے جب جملہ اپنے اس اصل پر جاری ہے تو وہ لا محل لها من الاعراب ہوتا ہے مگر کبھی غیر مستقل ہوتا ہے تو اس وقت اس کیلئے محل از اعراب ہوتا ہے مطلب محلی اعراب کا یہ ہے کہ اگر اس جملے کے بدلے میں مفرد لفظ ذکر کیا جائے تو وہ معرب ہوتا ہے الغرض جملہ اس اعتبار سے کہ اس کے لئے محل از اعراب ہے یا نہیں؟ یہ دو قسم پر ہے۔

اول یہ ہے کہ اس کیلئے محل از اعراب نہیں، دوسرا یہ ہے کہ اس کیلئے محل از اعراب ہے۔

اول سات قسم پر ہے وہ مندرجہ ذیل جملیں ہیں۔

(۱) **جملہ مستانفہ** : خالد ازہری نے موصل الطلاب میں کہا ہے کہ اس کو جملہ ابتدائیہ بھی کہتے ہیں پھر یہ دو قسم پر ہے، اول وہ ہے کہ ابتداء کلام میں واقع ہو عام از ین جملہ فعلیہ ہو یا کہ جملہ اسمیہ ہو مثال اس کا یہ قول ہے باری تعالیٰ کا (اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) ۔ دوم وہ یہ ہے کہ کلام کے درمیان واقع ہو مگر ماقبل سے منقطع ہو جیسا کہ یہ قول ہے باری

## (تشریح)

تعالیٰ کا (ان العزة لله جميعاً) یہ مذکورہ دونوں جملے مستانفہ ہیں ان کے لئے محل از اعراب نہیں۔

(۲) جملہ معترضہ: یہ وہ جملہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان واقع ہوتا ہے مگر کسی سے متعلق نہیں ہوتا جیسا کہ مسالک الطلبہ میں ہے اور مفید ہوتا ہے تقویۂ کلام و تحسین کلام کے لئے جیسا کہ تہذیب التوضیح میں ہے مثال اسکی زيدٌ احسنَ اللّٰه اليه واقفٌ بالباب ہے۔ تہذیب التوضیح میں ہے کہ جملہ معترضہ مندرجہ ذیل چیزوں کے بیچ میں واقع ہوتا ہے۔

(۱) فعل و فاعل کے درمیان جیسے وقد ادركتني (والحوادث جمّةٌ) أسنةُ قومٍ لاضعافٍ ولا عُزْلِ.

(۲) مبتدا و خبر کے درمیان جیسے ان الثمانين (وبلغتَها) قد أحوجت سمعي الى ترجمان.

(۳) قسم اور اسکے جواب کے درمیان جیسے لعمري (وما عمري عليَّ بهين) لقد نطقت بُطلا على الاقارع.

(۴) صفت و موصوف کے درمیان جیسے وانه لقسم (لو تعلمون) عظيم.

(۵) صلہ و موصول کے درمیان جیسے هذا الّذي (واللّٰه) اكرمني.

(۶) مضاف و مضاف الیہ کے درمیان جیسے هذا غلام (واللّٰه) اسماعيل.

(۷) حرف اور اس کی تاکید لفظی کے درمیان جیسا کہ اس شعر میں ہے

ليت وهل ينفع شيئا ليت ليت شبابا بوع فاشتريت

(۸) سوف اور اسکے مدخول کے درمیان جیسے اس قول شاعر میں

وما ادري وسوف اخال ادري اقومٌ آل حصن ام نساء

(۳) جملہ مفسرہ: اس کو تفسیریہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ مسالک الطلبہ میں ہے یہ وہ جملہ ہے کہ اپنے ماقبل کی تشریح و توضیح کرے ہے مثال اس کی اس قول باری تعالیٰ میں (ان مثل عيسى عند الله كمثل ادم خلقه من تراب) یہاں خلقه من تراب جملہ تفسیر ہے مثل آدم کیلئے۔

(۴) وہ جملہ ہے کہ جواب واقع ہو قسم کے لئے جیسے والقرآن الحكيم انك لمن المرسلين.

(۵) وہ جملہ ہے کہ جواب واقع ہو شرط غیر جازم کے لئے جیسے اذا شرطیہ لو شرطیہ لولا شرطیہ ہے جیسا کہ ازہری نے مجمل الاعراب میں لکھا ہے مثال جیسے اذا جاء زيد اكرمتك ولو جاء زيد اكرمتك، ولولا زيد لاكرمتك، مذکورہ تینوں مثالوں میں اکرمتک یہ جملہ جواب واقع ہے شرط غیر جازم کے لئے لہذا اس کیلئے محل از اعراب نہیں



## (تشریح)

یا کہ وہ جملہ جزا واقع ہو شرط جازم کیلئے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ مقترن فا اور اذا فجائیہ کے ساتھ نہ ہو مثال ان جاءني زيد اكرمته، یہاں اكرمته جواب واقع ہے شرط جازم کے لئے مگر مقترن نہیں مذکورہ چیزوں سے لہذا اس جملہ کیلئے بھی محل از اعراب نہیں ہے۔

(۶) وہ جملہ ہے جو کہ صلہ واقع ہو موصول اسمی کیلئے یا کہ صلہ واقع ہو موصول حرفی کیلئے، کتاب الصمدیہ اور موصل الطلاب میں ہے کہ موصول حرفی وہ حرف ہے کہ اپنے صلے کے ساتھ مصدر کے تاویل میں ہو اور موصول حرفی کے مشہور حروف مندرجہ ذیل حروف ہیں۔

اَنْ، اَنَّ، ما، كَيْ، لَوْ اور تفصیل موصول اسمی اور حرفی کے باب موصول میں ان شاء اللہ آنے والا ہے، مثال اس جملے کا کہ صلہ واقع ہو موصول اسمی کیلئے جیسے جاء الذي قام ابوه، یہاں قام ابوه جملہ ہے جو کہ صلہ واقع ہے موصول اسمی کے لئے اور اس کے لئے محل از اعراب نہیں مثال اس جملے کا جو کہ صلہ واقع ہے موصول حرفی کیلئے جیسے عجبتُ مما قُمْتَ اَيْ مِنْ قيامك یہاں ما موصول حرفی ہے قُمْتَ اس کا صلہ ہے موصول اپنے صلے کے ساتھ مؤول بالمصدر ہے الغرض قمت یہ جملہ صلے واقع ہے موصول حرفی کے لئے اس کے لئے محل از اعراب نہیں۔

(۷) وہ جملہ ہے کہ مذکورہ چھ جملوں میں سے کسی ایک کا تابع واقع ہو لہذا ایسے جملے کے لئے بھی محل از اعراب نہیں ہے۔

دوم وہ جملیں جن کیلئے محل از اعراب ہے یعنی مفرد کی جگہ میں واقع ہوتے ہیں وہ سات جملیں ہیں جیسا کہ مسالک الطلبہ میں کہا گیا ہے مگر تہذیب التوضیح جلد اول ص ۳۲۵ میں ہے کہ وہ جملیں جن کے لئے محل از اعراب ہے وہ مندرجہ ذیل نو جملیں ہیں۔

(۱) وہ جملہ ہے جو کہ حال واقع ہو جیسے لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى، یہاں وانتم سكارى جملہ حالیہ ہے محلا منصوب ہے اور حال واقع ہے واو سے جو کہ لا تقربوا میں ہے۔

(۲) وہ جملہ جو کہ مفعول واقع ہو جیسے قال انى عبد الله، یہاں انى عبد الله جملہ ہے جو کہ مقولہ اور مفعول واقع ہے محلا منصوب ہے وحَسِبْتُ زَيْداً قامَ اَبُوْه یہاں قامَ اَبُوْه یہ جملہ حَسِبْتُ کا مفعول ثانی ہے اور محلا منصوب ہے۔

(۳) وہ جملہ جو کہ مضاف الیہ واقع ہو تو محلا مجرور ہوتا ہے جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ یہاں يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ یہ جملہ مجرور محلا مضاف الیہ واقع ہے يَوْمَ کیلئے۔

## (تشریح)

**فائدہ:** تہذیب التوضیح جلد اول ص ۳۴۶ میں ہے کہ جملے کے طرف مندرجہ ذیل آٹھ چیزیں مضاف ہوتے ہیں

(۱) اسماء زمان جیسے یَوْمَ وُلِدْتُ.

(۲) حیث جیسے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ .

(۳) آیت بمعنٰی علامۃ جیسے بآیة تقدمون النخیل.

(۴) ذُوْ اس قول میں اذهب بذی تسلم ای فی وقت صاحب سلامة.

(۵) لَدُنْ جیسا کہ اس قول میں لزمنا لَدُنْ سألتمونا وفاقکم.

(۶) لفظ قول جیسا کہ اس قول میں قَوْل یا للرجال یُنهِضُ منا .

(۷) لفظ قَائِل جیسا کہ اس قول میں وَاَجَبْتُ قائل کیف انت بصالحٍ .

(۴) وہ جملہ ہے کہ خبر واقع ہو جیسے زیدٌ اَبوهُ ذاهبٌ.

(۵) وہ جملہ ہے جو کہ فا یا کہ اذا کے بعد واقع ہو مگر جزا واقع ہو شرط جازم کیلئے جیسے اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ یہاں فلا غالب لکم یہ جملہ مجزوم محلاً جزا واقع ہے شرط جازم کیلئے اور فا کے بعد واقع ہے مثال اس جملے کی جو اذا کے بعد واقع ہے جیسے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ، یہاں اذاهم یقنطون محلاً مجزوم ہے جزا واقع ہے شرط جازم کے لئے اور اذا کے بعد واقع ہے۔

(۶) وہ جملہ جو کہ تابع ہو مفرد کیلئے جیسے مِنْ قبل ان یاتی یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ . یہاں لا بیع فیه جملہ ہے اور محلاً مرفوع ہے صفت واقع ہے یَوْمٌ کیلئے۔

(۷) وہ جملہ ہے کہ مستثنٰی واقع ہو جیسے لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُسَیْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ یہاں مَنْ مبتداء ہے اور فیعذبه الله خبر ہے مبتداء اپنے خبر سے مل کر یہ جملہ محلاً منصوب ہے بناء بر مستثنٰی منقطع جیسا کہ تہذیب التوضیح میں کہا گیا ہے۔

(۸) وہ جملہ کہ مسند الیہ واقع ہو جیسے سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ . یہاں اگر سواء مرفوع ہو بنا بر خبریۃ کہ وہ خبر واقع ہو اء نذرتهم کیلئے تو اء نذرتهم یہ جملہ مرفوع محلاً واقع ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ایک ترکیب اس مقام پر یہی نوٹ کیا گیا ہے تفصیل کیلئے تفسیر روح المعانی کو دیکھا جائے۔



## (تشریح)

(۹) وہ جملہ کہ تابع واقع ہو مذکورہ جملوں میں سے کسی ایک کیلئے مگر یاد رہے کہ تہذیب التوضیح میں ہے کہ یہ مختص ہے عطف بحرف بدل اور تاکید کے ساتھ۔

**فائدہ:** صاحب نحو میر نے مبنی کی سات قسمیں ذکر کیا ہے اسم غیر متمکن کے آٹھ قسموں کے بعد مبنی کے چند اور اقسام بھی ذکر ہوں گے ان شاء اللہ۔

## ﴿ نحو میر ﴾

فصل بدانکہ اسم غیر متمکن ہشت قسم است اول مضمرات چون اَنَا مرد وزن وضَرَبْتُ زدم من و اِیَّایَ خاص مرا و ضَرَبَنِیْ بزد مرا و لِیْ مرا۔

## طرز المبتدی

(قوله فصل بدانکه اسم غیر متمکن هشت قسم است) اس فصل میں صاحب نحو میر نے اسم غیر متمکن کی قسمیں ذکر کی ہیں، چنانچہ کہا ہے کہ اسم غیر متمکن آٹھ قسم پر ہیں۔

**اول مضمرات:** یہ صیغہ ہے اسم مفعول کا باب افعال سے مُضْمَرٌ کی جمع ہے مُضْمَرَةٌ کی نہیں کیونکہ اس کا موصوف اسم ہے اور مذکر لایعقل ہے مذکر لایعقل کی جمع جمع مؤنث کے وزن پر کثیرا آتا ہے۔ اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مُضْمَر کی دو تعریفیں ہیں، اول لغوی، دوم اصطلاحی۔

**اول لغوی تعریف:** لغت میں مُضْمَر کا معنٰی ہے پوشیدہ کیا ہوا۔

**دوم اصطلاحی تعریف:** اصطلاح میں اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَکَلِّمٍ او مخاطبٍ او غائبٍ تَقَدَّمَ ذِکْرُهٗ لفظاً او معناً او حکماً. یعنی مضمر اصطلاح میں اس اسم کو کہتے ہیں جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر اس سے پہلے لفظاً یا معناً یا حکماً آچکا ہو۔ مثال اس ضمیر کی کہ اس کا ذکر لفظاً آچکا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَهٗ ، یہاں غلامه میں هاء غائب کا ضمیر ہے اور اس کا مرجع ماقبل میں لفظاً گذر چکا ہے جو کہ لفظ زید ہے، مثال اس ضمیر غائب کی کہ اس کا تذکرہ ماقبل میں معناً ہو چکا ہو جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی . یہاں هُوَ غائب کی ضمیر ہے اور اس کا مرجع ماقبل میں معناً گذر چکا ہے کہ وہ معنٰی مصدری یعنی عَدْل ہے کیونکہ اِعْدِلُوْا یہ فعل اصطلاحی ہے اس کا مدلول

## طرزا لمبتدی

مرکب ہے تین چیزوں سے (۱) زمانہ (۲) نسبت الی الفاعل (۳) معنائے مصدری اور یہ ضمیر هُوَ کا راجع ہے اس عَدل کی طرف جوکہ اِعدلُوا فعل اس پر دال ہے لہٰذا جب اِعدِلُوا اس پر دال ہے گویا کہ اس ضمیر کا ذکر ماقبل میں مِنْ حَیث المعنٰی ہو چکا ہے نہ من حیث اللفظ .

مثال اس ضمیر کی جس کا ذکر ماقبل میں حکماً ہو چکا ہے یعنی ماقبل میں اس ضمیر کا ذکر نہ کہ لفظاً اور نہ کہ معناً آچکا ہے البتہ حکم میں تقدم ذکری کا ہے یہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جیسے هُوَ زَیدٌ قَائِمٌ شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے۔ وَهِیَ هِندٌ مَلِیحَةٌ یعنی قصہ یہ ہے کہ ہندہ خوبصورت ہے۔

**فائدہ**: کبھی جملہ سے پہلے ضمیر مفرد غائب کا آتا ہے اس ضمیر کو ضمیر شان کہتے ہیں اگر یہ ضمیر مفرد مذکر کا ہے جیسے هُوَ زَیدٌ قَائِمٌ ای الشَّانُ زَیدٌ قَائِمٌ اور اس ضمیر کو ضمیر قصہ کہتے ہیں اگر یہ ضمیر مفرد مؤنث کا ہے جیسے هِیَ هِندٌ مَلِیحَةٌ اور وہ جملہ جس سے یہ ضمیر مقدم واقع ہے تفسیر ہے اس ضمیر مقدم کے لئے۔

لہٰذا اس ضمیر سے مراد یہی جملہ ہے جو کہ مُفَسِّر واقع ہے اس ضمیر کیلئے اور یہ ضمیر مبتدا ہے وہ جملہ اس کی خبر ہے نیز اس ضمیر کیلئے ماقبل میں حقیقتاً کوئی مرجع نہیں ہوتا ہے بلکہ مرجع اس کا حقیقت میں آئندہ جملے کا مضمون ہوتا ہے۔

**فائدہ**: ضمیر شان کو اس لئے شان کہتے ہیں کہ شان حال کے معنٰی میں ہے اور اس ضمیر سے اشارہ ہوتا ہے اس حال کی طرف جوکہ کلام آئندہ اسی سے عبارت ہے۔ اور ضمیر قصہ کو اس لئے قصہ کہتے ہیں کہ قصہ کا معنٰی ہے مسئلہ، تو اس ضمیر سے اشارہ ہوتا ہے اس مسئلے کی طرف جس پر کلام آئندہ شامل ہے۔

**فائدہ**: ضمیر اور مضمر ایک چیز ہے پھر یہ تین قسم پر ہے ضمیر متکلم، ضمیر مخاطب، ضمیر غائب، متکلم بات کرنے والے کو کہتے ہیں مخاطب وہ ہے جس سے بات ہو رہی ہو، غائب وہ ہے کہ حاضر نہ ہو، اسکے بعد جان لو کہ ضمیر اگر کنایہ ہے متکلم سے تو اس کو ضمیر متکلم کہتے ہیں اور قائم مقام ہے متکلم کا جیسے (اَنَا) ہے اگر وہ ضمیر کنایہ ہے مخاطب سے تو اس کو ضمیر مخاطب کہتے ہیں اور وہ قائم مقام ہے مخاطب کی جیسے (اَنْتَ) ہے اگر وہ ضمیر کنایہ ہے غائب سے تو اس کو ضمیر غائب کہتے ہیں اور وہ قائم مقام ہے غائب کی جیسے (هُوَ) ہے۔

**فائدہ**: ضمیر ماقبل میں جس چیز کی طرف لوٹتا ہے اس چیز کو مرجع ضمیر کہتے ہیں اور مذکورہ تین قسم کے ضمائر یعنی متکلم و



## طرزا لمبتدی

مخاطب اور غائب میں سے فقط ضمیر غائب مرجع چاہتا ہے باقی ضمیر متکلم ومخاطب ان کیلئے ماقبل میں مرجع نہیں ہوتے ہاں ان کے لئے حضور متکلم ومخاطب ضروری ہے۔

(قوله چون اَنَا مرد وزن) یہاں سے لے کر لفظ (لِیْ) تک یہ آنے والے ضمائر کی صرف صغیر ہے۔

## (تشریح)

(**مضمرات**) تہذیب التوضیح جلد اول اور کواکب الدریہ جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں کہا گیا ہے کہ مضمر اور ضمیر ان دونوں کا مدلول ایک ہے کیونکہ دونوں سے مراد وہ اسم ہے جس کا وضع متکلم یا کہ مخاطب اور غائب کیلئے ہے۔

عافیہ علی اکافیہ میں ہے المضمر فی اللغته مشتق من اَضْمَرْتُ الشَّیْءَ فِی نَفْسِیْ اذا سترته فعلی هذا اَلْاَصلُ فی الاِضْمَارِ . اَلْمُسْتَتَرُ لِاَنَّهُ شَیْءٌ لا لفظ له ظاهرا بل هو موجود فی النیة .

اور تصریح میں خالد ازہری نے بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے المضمر اسم مفعول من اضمرته اذا اَخْفَیْتَهُ وسَتَرْتَهُ واطلاقه علی الْبَارِزِ تَوَسُّعٌ والضمیر بمعنی المضمر علی حَدِّ قَوْلِهِمْ عَقَدتُ العَسَل فَهُوَ عَقِیْدٌ ای مَعْقُوْدٌ .

اور حاشیہ خضری جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے اَلضمیرُ فَعِیْلٌ مِنَ الضُّمُوْرِ وهو الهُزَالُ لِقِلَّة حروفه غالبا او من الاِضْمَارِ وهو الاخفاء لکثرة . اِسْتِتَارِهٖ یعنی ضمیر فعیل کے وزن پر ہے وہ ماخوذ ہے ضُمُور سے اور ضمور کا معنٰی ہے لاغر اور کم گوشت ہونا اور ضمیر کے حروف بھی غالباً کم ہوتے ہیں اور یا تو ماخوذ ہے اِضْمَارَ سے، اضمار کے معنٰی ہے اخفاء اور ضمیر بھی اکثر مخفی ہوتا ہے۔

**فائدہ**: ضمیر غائب جوکہ ماقبل میں مرجع چاہتا ہے، یہ مرجع تین طرح کے ہوتے ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

**اول**: لفظاً یعنی مرجع کا ذکر ماقبل میں لفظاً ہو یہ دو قسم پر ہے (۱) حقیقتاً مذکور ہو جیسے ضَرَبَ زَیدٌ غُلامَهُ (۲) ماقبل میں ذکر رتبتاً وتقدیراً ہو جیسے ضَرَبَ غُلامَهُ زَیدٌ یہاں مرجع جوکہ زید ہے صورۃً اگرچہ مؤخر ہے مگر رتبتاً ضمیر سے مقدم ہے کیونکہ فاعل مفعول سے مقدم ہوتا ہے اس لئے کہ اول فعل ہوتا ہے بعد میں فاعل کا درجہ ہوتا ہے اور بعد میں مفعول کا درجہ ہے۔

**دوم معناً**: مرجع کا ماقبل میں معناً مذکور ہونا یہ دو قسم پر ہے۔

## (تشریح)

(۱) ماقبل میں ایسا لفظ ہو کہ متضمن ہو مرجع ضمیر کو جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ، یہاں ضمیر هُوَ کا راجع ہے عَدْل کی طرف جو کہ مفہوم ہوتا ہے اِعْدِلُوْا سے اور اِعْدِلُوْا ، اس کو متضمن ہے۔

(۲) یا کہ مرجع پر سیاقِ کلام دلالت کرے جیسے وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ، یہاں ضمیر هاء جو کہ (اَبَوَيْهِ) میں ہے اس کا مرجع مَيِّتْ ہے، ای لِاَبَوَيِ الْمَيِّتِ اور اس میت پر سیاقِ کلام دلالت کر رہا ہے، اسلئے کہ یہاں بیان میراث کا ہے۔(رضی ص ۲ ج ۲ وغایۃ التحقیق ص ۱۷۱)

**سوم حکماً**: یعنی مرجع کا ماقبل میں حکماً ذکر ہونا یہ ضمیر شان وقصہ میں ہوتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ضمیر شان وقصہ کو اولاً مبہم ذکر کیا جاتا ہے، تفخیم وتعظیم امر کی غرض سے پھر ضمیر شان وقصہ کی تفسیر ہو رہی ہے جملہ سے جو کہ اسی شان اور قصہ سے عبارۃ ہے گویا کہ یہی مُفَسِّر اس ضمیر کا مرجع ہے اور یہی ضمیر غائب تقاضا کرتا ہے کہ یہ مُفَسِّر مقدم ہو ضمیر شان وضمیر قصہ کے محل سے کیونکہ یہی مرجع ہے اور ضمیر بغیر مرجع کے نکرہ ہوتا ہے کیونکہ ضمیر غائب بنفسہ معرفہ نہیں ہے بلکہ اس مرجع کی اعتبار سے معرفہ ہے جس کی طرف یہ لوٹتا ہے۔ الحاصل جب ضمیر شان وقصہ مقتضی ہے اس بات کے کہ مُفَسِّر محل ضمیر شان و قصہ سے مقدم ہو کیونکہ یہی مرجع ہوتا ہے تو گویا کہ یہ مُفَسِّر حکماً ضمیر شان وقصہ سے مقدم ہے۔(رضی ص ۵ ج ۲ بحث مبنی وشذور الذهب ص ۱۳٦ بحث معرفه و نکره).

**فائدہ**: جب کہ ضمیر غائب کا وضع اس طرح ہے کہ بنفسہ معرفہ نہیں ہے بلکہ مرجع کے سبب سے معرفہ ہوتا ہے تو ضمیر شان و قصہ میں جو کہ مُفَسِّر مؤخر ہے یہ تو خلاف وضع ہے اس کیلئے باعث کونسا امر ہے۔ اس اشکال کا جواب رضی جلد دوم ص ۵ میں یوں دیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ سوال مع الجواب کا فان قلت فایش الحامل لهم علی مخالفة مقتضی و ضعه بتاخر مُفَسِّرِه قُلْتُ قَصْدًا للتفخيم و التعظيم فی ذكر ذالک المفسر بان يذكرو اولا شيئاً مبهما حتی تتشوق نفس السامع الی العثور علی المراد به ثم يفسروه فيكون اوقع فی النفس وايضاً يكون ذالک المفسّر مذكرا مرتين بالاجمال اولاً والتفصيل ثانياً فيكون آكد.

عه النحو الوافی

**فائدہ**: النحو الوافی جلد اول ص ۲۲۸ جلد ا بحث ضمیر میں ہے وانما سُمِّيَ ضمير الشان لانه يرمز للشان اَیْ لِلْحَالِ المراد الكلامُ عنها و يُسَمّٰی ضمير القصة لانه يشير الی القصة ای الْمَسْأَلَةِ الّتی سَيَتَنَاوَلُهَا الْكَلَامُ.



## (تشریح)

اور متوسط کے حاشیہ بحث ضمیر میں ہے کہ وانما سمی ضمير الشان لانه يشير الی الجملة التی بعده لان الشان والجملة والقصة والحديث بمعنی واحد وهو كناية عن جملة لما عرفت.

متوسط میں ہے ویُسَمّٰی هذا الضمير ضمير الشان ان لم يكن فی الجملة مؤنث و ضمير القصة ان كان فيها مؤنث كقوله تعالی فانها تعمی الابصار.

اور متوسط میں یہ بھی کہا گیا ہے وانما يجب ان يفسر هذا الضمير بالجملة لانها هی المرادة من ذالک الضمير وانما كانت بعد الضمير لوجوب كون تفسير الشیء بعدهٗ.

**فائدہ**: النحو الوافی جلد اول ص ۲۲۸ ج ا بحث ضمیر میں ہے کہ ضمیر شان وقصہ کیلئے بہت سے احکام ہیں مگر اس کے ضروری احکام مندرجہ ذیل چھ ہیں۔

(۱) ضروری ہے کہ یہ ضمیر مبتدا ہو فی الحال مبتداء ہو یا کہ اصل میں مگر بعد میں اس پر نواسخ مبتدا وخبر میں سے کوئی داخل ہوا ہے مثال اس کی کہ فی الحال مبتدا ہے جیسے هو الامير راكب، مثال اس کی کہ اصل میں مبتدا ہے ابھی اس پر نواسخ میں سے کوئی داخل ہے جیسے وانه الامير راكب.

(۲) اس ضمیر کا مُفَسِّر مفرد نہیں ہوتا ہے۔

(۳) وہ جملہ مفسرہ اس ضمیر سے مؤخر ہوتا ہے اسلئے کہ مُفَسِّر مُفَسَّر سے مؤخر ہوتا ہے اور اس ضمیر کا مرجع جملہ مفسرہ کے مضمون ہوتا ہے جو کہ حکماً اس کو مقدم فرض کیا جاتا ہے۔

(۴) ضمیر شان وقصہ تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا، سیوطی نے ہمع میں کہا ہے لانه ضمير يفسره مضمون الجملة و مضمون الجملة شئی مفرد و هو نسبة الحكم للمحكوم عليه.

(۵) یہ ہے کہ اس ضمیر کیلئے تابع نہیں ہوتا۔

(٦) اگر یہ ضمیر ایسے فعل ناسخ کے لئے مفعول واقع ہو کہ وہ دو ایسے مفعولوں کو نصب دیتا ہے کہ اصل ان کا مبتدا وخبر ہے تو اس وقت اس ضمیر کا ابراز اور اتصال اپنے عامل سے واجب ہے جیسے ظَنَنْتُهٗ الصديقُ نَافِعٌ اس مثال میں حاء ضمیر شان ہے جو کہ محلاً منصوب ہے بناء بر مفعول اول اور جملہ مفسرہ منصوب محلاً اس کا مفعول ثانی ہے اور اگر وہ ضمیر مرفوع متصل کا تھا تو اس وقت مستتر ہوتا ہے جیسے مندرجہ ذیل شعر میں۔

## (تشریح)

(شعر)

اذا مِتّ کَانَ الناسُ صنفان شَامِتٌ      وآخرُ مُثْنٍ بالذی کُنْتُ اَصْنَعُ

مذکورہ شعر میں محل استشہاد کان الناس ہے وہ اس طرح کہ کَانَ میں ضمیر ھُوَ کا مستتر ہے اور (الناس صنفان) یہ جملہ تفسیر واقع ہے۔

**فائدہ**: کتاب الصمد یہ بحث مبنی میں ہے کہ ضمیر شان وقصہ میں عامل یا تو ابتدا ہے یا کہ نواسخ مبتدا وخبر ہیں۔

**فائدہ**: سیوطی نے اشباہ والنظائر ص۲۲۰ ج۲ میں کہا ہے کہ ضمیر شان وقصہ فقط غائب کیلئے ہوتا ہے نہ کہ متکلم ومخاطب کے لئے کیوں کہ مقصود اس ضمیر سے ابہام ہوتا ہے ضمیر متکلم ومخاطب یہ انتہا وضوح اور ظہور میں ہے۔

**فائدہ**: خبر اگر جملہ واقع ہو تو اس جملے میں رابط کا ہونا ضروری ہے مگر ضمیر شان جو کہ مبتدا اور جملہ اس کا خبر واقع ہوتا ہے یہاں رابط کی ضرورت نہیں جیسا کہ سیوطی نے ہمع الہوامع جلد اول ۶۷ بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے **ولا یحتاج فیھا الی رابط به لانها نفس المبتداء فی المعنیٰ**.

**فائدہ**: سیوطی نے ہمع الہوامع جلد اول ص۶۷ میں کہا ہے **وشرط الجملة اَلْمُفَسَّرُ بِهَا ضمیر الشانِ ان تکون خبرية فلا تفسر بالانشائية ولا الطلبية**.

**فائدہ**: النحو الوافی جلد اول ص۲۳۰ بحث ضمیر میں ہے کہ ضمیر خواہ متکلم کا ہو یا مخاطب اور غائب کا اس میں ابہام ہوتا ہے تو اس ابہام کو دور کرنے کے لئے ایک ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے کہ اس غموض اور ابہام کو دور کرے پس ضمیر متکلم اور مخاطب کا ابہام تو متکلم اور مخاطب کے حضور سے دور ہوتا ہے، رہا ضمیر غائب تو اس کا صاحب چونکہ غیر معروف ہوتا ہے کیونکہ وہ حاضر اور مشاہد نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایسی چیز ہو کہ اس کی مراد کو واضح کرے اور اصل اس موضع میں یہ ہے کہ یہ اگر ضمیر شان اور قصہ کا مفسر نہیں ہے تو مقدم ہو اس ضمیر غائب سے تا کہ اولا اس کے معنیٰ کو بیان کرے اور اس کے بعد ضمیر آتا ہے اور وہ موافق ہوتا ہے اپنے مرجع کے۔

**فائدہ**: مرجع ضمیر غائب کا تو ضمیر غائب سے مقدم ہوتا ہے تا کہ اضمار قبل از ذکر لازم نہ آجائے مگر ابن ہشام نے شذور الذہب ص۱۳۶ بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے کہ مندرجہ ذیل سات جگہوں میں ضمیر غائب کا مرجع لفظاً ورتبتاً مؤخر ہے،



## (تشریح)

یادر ہے کہ ان مقامات کا تذکرہ اشباہ ص۱۵ ج۲ میں بھی موجود ہے۔

(۱) ضمیر شان وقصہ میں جیسے هُوَ زیدٌ قائمٌ هِیَ هِنْدٌ کَرِیْمَةٌ .

(۲) وہ یہ ہے کہ ضمیر مخبر عنہ یعنی مبتدا واقع ہو بعد میں خبر اس کیلئے تفسیر واقع ہو جیسے **اِنْ هِیَ الا حیاتنا ای ماالحیاة الا حیاتنا الدنیا**، یہاں الحیاۃ کو حذف کیا گیا ہے اس کی جگہ میں ضمیر کو رکھا گیا ہے کیونکہ خبر اس پر دال ہے اور وہی خبر اس کا مرجع ہے۔

(۳) وہ یہ ہے کہ ضمیر فاعل واقع ہو اور بعد میں اس کی تفسیر تمیز سے پیش کیا گیا ہو یہ افعال مدح وذم میں ہوتا ہے جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ کہ یہاں نِعْمَ میں ضمیر هُوَ کا مستتر ہے اور مبہم ہے بعد میں رجلا جو کہ تمیز ہے اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

(۴) وہ یہ ہے کہ ضمیر مجرور واقع ہو رُبَّ حرف جر کے لئے اور بعد میں اس کی تفسیر تمیز واقع ہو جیسے رُبَّهٗ رَجُلاً .

(۵) وہ یہ ہے کہ ضمیر معمول واقع ہو متنازعین میں سے اول کے لئے، مطلب یہ ہے کہ یہ باب تنازع میں ہوتا ہے کہ متنازعین میں سے دوسرے کو اسم ظاہر میں عامل قرار دیا جائے اور اول محتاج ہو مرفوع کی طرف مثال جیسے (**قَامَا و قَعَدَ اَخَوَاکَ**) یہاں قَامَا میں جو کہ الف ضمیری ہے یہ راجع ہے لفظ اَخَوَا کی طرف۔

(۶) وہ یہ ہے کہ ضمیر مُبْدَل منہ واقع ہو اور اسم ظاہر اس کے لئے بدل وتفسیر واقع ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ زَیْداً .

(۷) وہ یہ ہے کہ ضمیر فاعل مقدم کے ساتھ متصل ہو اور مُفَسِّر اس کا مفعول مؤخر واقع ہو جیسے ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْداً.

**فائدہ**: کواکب الدریہ بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ اسم ظاہر کی وضع غائب کیلئے ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (**بل الاسماء الظاهرة کلها موضوعة لِلْغَائب و یُکْنیٰ عَنْهَا بضمیر الغیبة**)۔

**فائدہ**: رضی ص۴ ج۲ میں ہے کہ اگر ماقبل میں چند ایسی چیزیں ہیں جو کہ صلاحیت رکھتی ہیں مرجع کے لئے تو مذکورہ اشیاء میں سے اَقْرَب مرجع ہوگا (النحو الوافی جلد اول ص۲۳۱) میں ہے (**ولِذا یقولون ان الضمیر یعود الی اقرب مذکور**) مثال جَاءَ نِیْ زَیْدٌ و بکر فَضَرَبْتُهٗ ای ضَرَبْتُ بکرا . اگر قرینہ ہے تو ابعد بھی مرجع ہو سکتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ عالمٌ و جاهلٌ فاکرمتُهٗ کہ یہاں ضمیر ھاء راجع ہے عالم کی طرف جو کہ اَبْعَد ہے۔

جامع الدروس جلد اول ص۱۲۶، اور النحو الوافی ص۲۳۱ ج۱ میں ہے کہ اقرب مرجع ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اقرب مضافٌ الیہ نہ ہو کیونکہ اس وقت مرجع مضاف ہوتا ہے لیکن اگر کوئی قرینہ ہو تو مضاف الیہ بھی مرجع ہوتا ہے

## (تشریح)

جیسے (کمثل الحمار یَحمِلُ اَسفَاراً ) اورالنحو الوانی میں ہے کہ مضاف اورمضاف الیہ میں سے اگر مضاف لفظ کُلُّ یالفظ جَمِیع ہے تواس وقت غالبًا مرجع مضاف الیہ ہوتا ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

واین ہفتاد ضمیر است

## طرز المبتدی

یعنی ضمائر ستر ضمیریں ہیں پھر یہ ستر منحصر ہیں پانچ میں، شروع میں تین قسم پر ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور۔

پھر مرفوع دو قسم پر ہیں۔

(۱) مرفوع متصل (۲) مرفوع منفصل۔ منصوب نیز دو قسم پر ہیں (۱) منصوب متصل (۲) منصوب منفصل اور مجرور صرف ایک قسم ہے یعنی مجرور متصل۔

پھر مذکورہ پانچ میں سے ہر قسم کی چودہ چودہ ضمیریں ہوتی ہیں اس لئے ضمائر کی مجموعی تعداد ستر ہوگی۔

**اول مرفوع متصل** : چودہ ضمیریں مرفوع متصل کی ہیں ان کی گردان یوں ہیں۔

ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا ضَرَبْتَ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُمْ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُنَّ

ضَرَبَ ضَرَبَا ضَرَبُوْا ضَرَبَتْ ضَرَبَتَا ضَرَبْنَ

**فائدہ** : مرفوع متصل کو اس لئے متصل کہتے ہیں کہ یہ اپنے عامل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے اوران ضمائر کو مرفوع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتی ہیں جس پر رفع آتا ہے یعنی فاعل یا نائب فاعل بنتی ہیں لہٰذا اگر فعل معلوم کے ساتھ متصل تھی تو فاعل ہوتی ہیں اگر فعل مجہول کے ساتھ متصل تھی تو نائب فاعل ہوتی ہیں۔

**فائدہ** : علم صرف میں صیغوں کی گردان غائب سے شروع ہوتی ہے اورعلم نحو میں ان کی گردان متکلم سے شروع ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صرفی لوگ اشتقاق اور بناء کا اعتبار کرتے ہیں اشتقاق میں۔ غائب کے صیغے مقدم ہیں اورنحاۃ تعریف اورمعرفہ ہونے کی اعتبار کرتے ہیں معرفہ ہونے میں متکلم کی ضمیر سب ضمائر میں اَعْرَف ہے پھر مخاطب اور پھر غائب کا درجہ ہے جیسا کہ بحث معرفہ ونکرہ میں معلوم ہوگا۔



## طرز المبتدی

**دوم مرفوع منفصل** : یہ بھی چودہ ضمیریں ہیں ان کی گردان یوں ہے۔

اَنَا نَحْنُ اَنْتَ اَنْتُمَا اَنْتُمْ اَنْتِ اَنْتُمَا اَنْتُنَّ هُوَ هُمَا هُمْ هِيَ هُمَا هُنَّ

**فائدہ** : ضمیر مرفوع منفصل کو اس لئے منفصل کہتے ہیں کہ اپنے عامل سے جدا ہوتا ہے اوراس کو مرفوع اسلئے کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ کیلئے رفع آتا ہے لہٰذا ترکیب میں مندرجہ ذیل چیزوں میں سے ایک واقع ہوتی ہے (۱) مبتدا (۲) خبر (۳) فاعل (۴) نائب فاعل۔

**سوم منصوب متصل** : یہ بھی چودہ ضمیریں ہیں ان کی گردان یہ ہے

ضَرَبَنِيْ ضَرَبَنَا ضَرَبَكَ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُمْ ضَرَبَكِ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُنَّ

ضَرَبَهٗ ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُمْ ضَرَبَهَا ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُنَّ

مذکورہ گردان میں ضَرَبَنِیْ میں نون وقایہ کا ہے لفظ (یا) ضمیر منصوب متصل ہے ضَرَبَنِیْ کے علاوہ جو تیرہ صیغیں ہیں ان میں ضَرَبَ کے بعد جولواحق ہیں وہ ضمیریں ضمیر منصوب متصل کہلاتے ہیں۔

**فائدہ** : ضمیر منصوب متصل کو اس لئے متصل کہتے ہیں کہ یہ اپنے عامل سے جدا استعمال نہیں ہوتی ہے اوراس ضمیر کو منصوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتی ہے جس پر نصب آتا ہے لہٰذا ترکیب میں یا تو منصوب محلا مفعول بہ ہوتی ہے یا کہ منصوب محلا عامل ناصبہ کے لئے جیسا کہ حروف مشبہ بالفعل ہیں معمول ہوتی ہے۔

**فائدہ** : جب فعل کے ساتھ یاء متکلم کا متصل ہو تو اس فعل کے ساتھ نون وقایہ کا الحاق لازم ہوتا ہے جیسے ضَرَبَنِیْ یَضْرِبُنِیْ اِضْرِبْنِیْ اوراس نون کو نون وقایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فعل کو کسرہ سے بچاتا ہے۔

**چہارم منصوب منفصل** : یہ بھی چودہ ضمیریں ہیں ان کی گردان یہ ہے۔

اِيَّايَ اِيَّانَا اِيَّاكَ اِيَّاكُمَا اِيَّاكُمْ اِيَّاكِ اِيَّاكُمَا اِيَّاكُنَّ اِيَّاهُ اِيَّاهُمَا اِيَّاهُمْ اِيَّاهَا اِيَّاهُمَا اِيَّاهُنَّ

**فائدہ** : ضمیر منصوب منفصل کو منفصل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے عامل سے مل کر نہیں آتی ہے اوراس کو منصوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتی ہے جس پر ہمیشہ نصب آتا ہے لہٰذا ضمیر منصوب منفصل منصوب محلا مفعول بہ ہوتی ہے جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔

## طرز المبتدی

**پنجم مجرور متصل**: یہ بھی چودہ ضمیریں ہیں ان کی گردان یہ ہے۔

لِیْ لَنَا لَکَ لَکُمَا لَکُمْ لَکِ لَکُمَا لَکُنَّ لَہٗ لَھُمَا لَھُمْ لَھَا لَھُمَا لَھُنَّ.

**فائدہ**: ضمیر مجرور متصل کو متصل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے عامل سے جدا استعمال نہیں ہوتی ہے اور اس ضمیر کو مجرور اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں ہمیشہ وہ چیز ہوتی ہے کہ اس پر جر آتا ہے لہٰذا ضمیر مجرور متصل ترکیب میں دو چیزوں میں سے ایک ہوتی ہے (۱) یا تو مجرور محلًا مجرور ہوتی ہے حرف جر کیلئے جیسے لِیْ (۲) یا تو مجرور محلًا مضاف الیہ ہوتی ہے مضاف کے لئے جیسے غُلَامِیْ.

**فائدہ**: ضمیر مجرور منفصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ ہمیشہ دو چیزوں سے ملتا ہے (۱) حرف^عه (۲) مضاف۔ مجرور جار سے اور مضاف الیہ مضاف سے جدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ضمیر مجرور منفصل نہیں ہوتا ہے۔

عه حرف جر

**فائدہ**: ضمائر اسم غیر متمکن ہیں اور اسم غیر متمکن مبنی ہوتا ہے مبنی اصل کی مشابہت کی وجہ سے اور مبنی اصل صاحب نحو میر نے تین ذکر کئے تھے، فعل ماضی، امر حاضر، تمام حروف۔

اگر جملہ کو مبنی اصل کہا جائے تو پھر مبنی اصل کی چار قسمیں ہیں بہر کیف ضمائر مبنی اصل کے اقسام مذکورہ میں سے کونسی قسم کی مشابہت سے مبنی ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ یہ مبنی اصل حروف کے ساتھ مشابہ ہیں لفظاً و معناً.

(۱) لفظاً مشابہت یوں ہے کہ یہ اپنے وضع میں مشابہ ہیں حروف کے ساتھ یعنی جیسے حروف میں ایسے حروف ہیں کہ ان کا وضع ایک یا دو حرف پر ہے جیسے لام جارہ یا کہ مِنْ جارہ ہے تو ضمائر میں بھی ایسی ضمیریں ہیں کہ ان کا وضع ایک یا کہ دو حرف پر ہیں جیسے (تاء) ہے ضَرَبْتَ میں یا کہ (تُمْ) ہے ضَرَبْتُمْ میں۔

باقی جو ضمائر ہیں ان کا وضع ایک یا دو حرف سے زیادہ پر ہے وہ طرز داللباب ایک یا دو حرف والے ضمیر پر محمول ہیں۔

(۲) معنوی مشابہت یوں ہے کہ یہ ضمائر مشابہ ہیں حرف کے ساتھ اِختیاجی میں یعنی جیسا کہ حرف اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں محتاج ہوتا ہے دوسرے کلمہ کے ملانے کیلئے تو یہ ضمائر اپنے ابہام کے دور کرنے میں محتاج ہیں حضور متکلم اور حضور مخاطب کے لئے اور اگر ضمیر غائب ہے تو وہ محتاج ہوتا ہے مرجع کی طرف۔

**فائدہ**: ضمیر دو قسم پر ہے (۱) بارز (۲) مُسْتَتِرْ



## طرز المبتدی

اول بارز یہ وہ ہے کہ اس کے لئے صورت ہو لفظ میں جیسے کے تاء ہے ضَرَبْتُ میں، دوم مستتر یہ وہ ہے کہ اس کے لئے صورت نہ ہو لفظ میں یعنی عرب نے اس کے لئے کسی لفظ کو وضع نہیں کیا ہو البتہ لفظ میں ملحوظ ہوتا ہے جیسے اَضْرِبُ کہ یہاں ضمیر متکلم کا ملحوظ ہوتا ہے، رہا یہ قول نحاۃ کا کہ اَضْرِبُ میں اَنَا مستتر ہے اور یَقُوْمُ میں هُوَ مستتر ہے یہ تعبیر مجازی ہے کیونکہ اس مستتر سے تلفظ مشکل ہے۔

لہٰذا تَیْسِیْراً لِلْمبتدی کہتے ہیں کہ ضَرَبَ میں هُوَ مستتر ہے اَضْرِبُ میں اَنَا مستتر ہے ورنہ مستتر اس ضمیر کا معنٰی ہوتا ہے، نہ اس کی ذات۔ پھر ضمیر مستتر دو قسم پر ہے اول وجوبی، دوم جوازی۔

(۱) وجوبی یہ ہے کہ اسم ظاہر یا کہ ضمیر بارز اس کا نائب و خلیفہ نہ ہو سکے۔

(۲) جوازی یہ وہ ہے کہ اسم ظاہر یا کہ ضمیر بارز اس کا خلیفہ ہو سکے یعنی کبھی یہی ضمیر مستتر اس عامل کا معمول ہوتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس ضمیر کے عوض میں اسم ظاہر یا کہ ضمیر منفصل معمول ہو اس عامل کے لئے جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ کہ اس مثال میں لفظ ضَرَبَ میں ضمیر هُوَ کا مستتر جوازی ہے یہاں تو ضَرَبَ کا فاعل یہی ضمیر ہے مگر یہ بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے ضَرَبَ زَیْدٌ یہاں فاعل اسم ظاہر ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے مَاضَرَبَ اِلَّا هُوَ.

(۱) ضمیر مستتر وجوبی یہ مندرجہ ذیل جگہوں میں ہوتی ہے

(۱) فعل مضارع کہ صیغہ واحد مذکر مخاطب میں معلوم ہو یا کہ مجہول جیسے تَضْرِبُ و تُضْرَبُ

(۲) فعل مضارع کہ صیغہ واحد متکلم میں معلوم ہو یا کہ مجہول جیسے اَضْرِبُ و اُضْرَبُ

(۳) فعل مضارع کہ جمع متکلم میں معلوم ہو یا کہ مجہول جیسے نَضْرِبُ و نُضْرَبُ

(۴) امر حاضر کہ صیغہ واحد مذکر مخاطب میں معلوم ہو یا کہ مجہول جیسے اِضْرِبْ و لِتُضْرَبْ

(۵) اسم تفضیل میں بشرطیکہ مسئلہ کُحل کا نہ ہو جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو.

ہاں اگر مسئلہ کُحل کا تھا تو اسم تفضیل اجماعاً عامل ہوتا ہے اسم ظاہر میں جس کی تفصیل کافیہ وغیرہ میں بحث اسم تفضیل میں ملاحظہ ہو۔

(۶) فعل تعجب میں بشرطیکہ (مَا اَفْعَلَ) کے وزن پر ہو جیسے ما اَضْرَبَهٗ.

(۷) اسم فعل بمعنٰی امر میں جیسے نَزَالِ کہ یہ اسم فعل اِنْزِلْ امر کے معنٰی میں ہے اس میں اَنْتَ ضمیر وجوباً مستتر ہے۔

## طرزا لمبتدی

(۸)اسم فعل بمعنٰی مضارع میں جیسے اُفٍّ مِنَ الْكَذِبِ اَیْ اَتَضَجَّرُ جِدًّا یہاں اُفٍّ اسم فعل بمعنٰی مضارع کے ہے یعنی اَتَضَجَّرُ کے معنٰی میں ہے اس میں ضمیر اَنَا کا وجوباً مستتر ہے۔

(۹) عَدَا وَ خَلَا میں بشرطیکہ دونوں فعل ہوں احتراز ہوا حرف سے کیونکہ یہ حرف جر بھی ہوتے ہیں مثال جَاءَ الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا یہاں خَلَا میں ضمیر هُوَ کا وجوباً مستتر ہے اور راجع ہے مستثنٰی منہ کی طرف جو کہ القوم ہے۔

(۱۰)مَاعَدَا وَمَا خَلَا وَلَیْسَ وَلَا یَكُوْنُ میں ضمیر وجوباً مستتر ہوتی ہے باب استثناء میں جیسے جَاءَ الْقَوْمُ مَاخَلَا زَیْدًا.

(۱۱)مصدر میں بشرطیکہ قائم مقام ہو فعل امر کا جیسے صَبْراً عَلَى الشَّدَائِدِ یہاں صَبْراً قائم مقام ہے اِصْبِرْ فعل امر کا اس میں اَنْتَ وجوباً مستتر ہے۔

(۱۲)صیغہ صفت یعنی اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ کے تثنیہ اور جمع سالم میں عام ازیں تثنیہ اور جمع مذکر ہوں یا کہ مؤنث۔

(۲) ضمیر مستتر جوازی یہ مندرجہ ذیل جگہوں میں ہوتی ہے۔

(۱)فعل ماضی کے دوصیغوں میں یعنی واحد مذکر غائب جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ اور واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے هِنْدٌ ضَرَبَتْ .

(۲)فعل مضارع کے دوصیغوں میں یعنی واحد مذکر غائب اور واحد مؤنثہ غائبہ جیسے یَضْرِبُ و تَضْرِبُ .

(۳)اسم فعل بشرطیکہ فعل ماضی کے معنٰی میں ہو جیسے اَلْبَحْرُ هَیْهَاتَ یہاں فاعل هَیْهَاتَ کا (هُوَ) ہے جو کہ هَیْهَاتَ میں جوازاً مستتر ہے۔

(۴)اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ کے مفردات میں ضمیر جوازاً مستتر ہوتی ہے۔

(۵)اسم مبالغہ کے صیغوں میں جیسے زَیْدٌ سَبَّاقٌ اِلَى الْخَیْرِ یہاں سَبَّاقٌ میں ضمیر (هُوَ) کا جواز مستتر ہے۔

**فـائده** : جحد نفی، امر حاضر، امر غائب، نہی، یہ مذکورہ گردانیں ضمیر کے استتار وجوبی اور استتار جوازی میں مضارع کے صیغوں پر قیاس ہیں کیونکہ یہ مضارع سے مشتق ہیں لہٰذا مضارع کے جن صیغوں میں ضمیر مستتر وجوبی ہے تو مذکورہ گردانوں کی ان صیغوں میں ضمیر مستتر وجوبی ہوگی اور مضارع کے جن صیغوں میں ضمیر مستتر عارضی ہے تو مذکورہ گردانوں کی انہی صیغوں میں ضمیر مستتر عارضی ہوگی مثلاً مضارع کے تین صیغوں میں ضمیر وجوباً مستتر ہوتی ہے یعنی واحد مذکر مخاطب واحد متکلم مشترک جمع متکلم مشترک تو مذکورہ بالا گردانوں کی انہیں تین صیغوں میں ضمیر وجوباً مستتر ہوگی اور مضارع کے دوصیغوں



## طرزا لمبتدی

میں ضمیر مستتر عارضی ہوتی ہے یعنی واحد مذکر غائب اور واحد مؤنثہ غائبہ تو انہی گردانون کی انہی صیغوں میں ضمیر مستتر عارضی ہوگی۔

### (تشریح)

(واین هفتاد ضمیر است )ضمائر ستر ہیں مگر منحصر ہیں مندرجہ ذیل تین میں یعنی مرفوع، منصوب، مجرور، یہ اس لئے کہ ضمائر قائم مقام ہیں اسم ظاہر کے جیسا کہ وہ مرفوع ومنصوب ومجرور ہوتا ہے ضمیر بھی ہوتی ہے جیسا کہ ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے (لانہ یوضع موضع الظاهر فكما ان الظاهر یكون مرفوعا و منصوبا و مجروراً فكذلک جاء المضمر )شرح کافیہ ابن حاجب ۶۵۔

مرفوع متصل )الکواب الدر یہ بحث معرفہ ونکرہ میں ہے وینقسم الی متصل بعامله ومنفصل عنه اور ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے (سُمِّیَ متصلا لا حتیاحه الی ما یتصل به كما سُمِّیَ الاول منفصلا لانفصاله عما قبله )اور الکواکب الدر یہ بحث معرفہ ونکرہ میں ضمیر مرفوع متصل کی ترکیب کے بارے میں کہا گیا ہے (ولا یقع الا فاعلا او نائبا عنه )یعنی ضمیر مرفوع متصل ترکیب میں فعل معلوم کیلئے فاعل اور فعل مجہول کے لئے نائب فاعل ہوتی ہے۔ الحاصل منقولہ عبارات سے دو چیزیں معلوم ہوگئیں، اول متصل ومنفصل کی وجہ تسمیہ، دوم یہ کہ ضمیر مرفوع متصل ترکیب میں دو چیزوں میں سے ایک ہوتی ہے (۱) فاعل (۲) نائب فاعل۔

(ضَرَبُوْا ) جار بردی اور شرح النظام علی الشافیہ بحث خط میں ہے کہ واو جمع جو کہ طرف میں ہوتا ہے اس کے بعد الف غیر مقروء کا اضافہ کیا جاتا ہے فرق کے لئے واو جمع اور واو عطف کے درمیان تا کہ معلوم ہو کہ یہ جمع کا واو ہے عطف کے لئے نہیں، مطلب یہ ہے کہ صیغہ جمع کو جب مابعد کے ساتھ ملایا جائے تو بسا اوقات التباس آتا ہے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ جمع کا واو ہے یا کہ عطف کا ہے، مثال کے طور پر صیغہ جمع یعنی نَصَرُوْا کو جب ضَرَبَ کے ساتھ ملایا جائے اور کہا جائے (نصر و ضرب )تو اب التباس آتا ہے، پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ واو جمع کا ہے یا کہ عطف کا، لہٰذا دفع التباس کے لے ایسی مثالوں میں الف کا اضافہ کیا جاتا ہے مگر بعض مثالوں میں فرق کتابت سے حاصل ہے جیسے شربوا اكلوا اس لئے کہ واو جمع لفظ کے ساتھ متصل لکھا جاتا ہے اور عطف کا واو کلمے سے جدا لکھا جاتا ہے مگر ایسے مقامات میں بھی الف غیر مقروء کو زیادہ کیا جاتا ہے طرد اللباب اس تفصیل سے مندرجہ ذیل دو چیزیں معلوم ہوئیں، اول واو جمع اگر درجے میں طرف کا نہ ہو تو الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا مگر یہ اس وقت کہ واو جمع کے بعد ضمیر مفعول کا لاحق ہو جیسے ضَرَبُوْكَ و ضَرَبُوْهُ اس وقت

## (تشریح)

چونکہ التباس نہیں آتا ہے کیونکہ ضمیر مفعول کا جیسا کہ جار بردی میں ہے اپنے ماقبل کیلئے جز کا درجہ رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس واو کے بعد اگر ضمیر منفصل کو لایا جائے بطور تاکید کے تو اس وقت میں الف لکھا جاتا ہے کیونکہ تاکید اپنے ماقبل کے لئے بمنزلہ جز کا نہیں ہوتا۔

دوم یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر واو طرف میں ہو مگر التباس نہ آتا ہو تو اس وقت الف کو زیادہ نہیں کیا جاتا ہے جیسے یَدْعُوْ کہ یہ صیغہ ہے واحد مذکر غائب کا اگر چہ یہ واو طرف میں ہے مگر التباس نہیں آتا ہے اگر چہ اس واو کو منفصل بھی فرض کیا جائے اس لئے کہ یَدْعُوْ کا مفرد یدع بلا واو نہیں آتا ہے۔

**فائدہ** : سعدیہ شرح زنجانی بحث ماضی میں ہے کہ واو جمع کبھی حذف بھی ہوتا ہے رضی میں ہے کہ یہ محمول علی الضرورۃ ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل شعر میں حذف ہوا ہے۔

شعر

فَلَوْ اَنَّ الْاَطِبَّاءَ کَانُ حَوْلِیْ     وَکَانَ مَعَ الْاَطِبَّاءِ الْاُسَاۃُ

اور فاضل عصام نے شرح کافیہ کے اندر بحث ضمائر میں کہا ہے کہ یہ از قبیل حذف واو ہے نہ کہ از قبیل استتار ضمیر۔

(ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا الخ) جاننا چاہے کہ نحاۃ گردان کو متکلم سے شروع کرتے ہی پھر مخاطب سے آخر میں غائب ہوتا ہے اور صرفی لوگ گردان کو غائب سے شروع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نحاۃ مراتب تعریف کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی کے اعتبار سے گردان کو شروع کرتے ہیں لہٰذا ضمیر متکلم، مخاطب اور غائب دونوں سے درجہ تعریف میں زیادہ ہے پھر درجہ مخاطب کا ہے پھر غائب کا درجہ آتا ہے، شرح جامی بحث ضمائر میں ہے (وانما بدا بالمتکلم لان ضمیر المتکلم اعرف المعارف واخر الغائب لانہ دون الکل) اور حاشیہ عبد الرحمٰن بر جامی بحث ضمیر میں ہے (الصرفیون یبدؤن بالغائب لتجردہ عن اللواحق ثم یراعون اسلوب الترقی وانما یکون الغائب مجردا عن اللواحق باعتبار الصیغۃ الاولی وھی ضرب) اور العقد النامی علی الجامی بحث ضمیر میں بھی یہی کہا گیا ہے اگر وجہ اختلاف مندرجہ ذیل توجیہ کو پیش کیا جائے تو یہ بھی حق سے بعید نہیں کہ صرفی غائب سے اس لئے شروع کرتے ہیں کہ وہ اشتقاق کا اعتبار کرتے ہیں اور اشتقاق میں مصدر سے اولا غائب کے صیغیں مشتق ہوتے ہیں، یہی وجہ



## (تشریح)

ہے کہ صرفیون کا صرف صغیر کا گردان بھی اولاً مشتق منہ سے شروع ہوتا ہے بعدہٗ علی ترتیب الاشتقاق آخر تک گردان ختم ہوتی ہے۔

اور نحاۃ چونکہ مراتب تعریف کا اعتبار کرتے ہیں لہٰذا اعرف ضمیر متکلم ہے پھر مخاطب پھر غائب ہے، صرف صغیر اور صرف کبیر میں دونوں کے اندر گردان کا افتتاح متکلم سے کرتے ہیں اور صرف صغیر ستر ضمائر کے نحو میر میں بھی (اَنَـــا) سے شروع ہے۔

(مرفوع منفصل) منفصل کی وجہ تسمیہ ضمیر متصل میں گذر گئی ہے، رہی یہ بات کہ اس کو مرفوع کیوں کہتے ہیں تو اس لئے اس کو مرفوع کہتے ہیں کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتا ہے کہ اس پر رفع آتا ہے اَلْمِنْهَاج فی القواعد والاعراب ص۲۰۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل ترکیب میں مندرجہ ذیل چہار چیزوں میں سے ایک واقع ہوتا ہے (۱) مبتداء (۲) خبر (۳) فاعل (۴) نائب فاعل۔ مثال مبتداء کی اَنَا ربکم (کواکب الدریہ ص۴۹ ج۱) مثال خبر کی اَلنَّاجِحُ اَنَا (المنہاج ص۲۰۶) مثال فاعل کی ما ضَرَبَ اِلَّا اَنْتَ (شرح خالد ازہری بر اجرومیہ ص۸۱ بحث فاعل) رہی مثال نائب فاعل کی تو وہ فعل معروف پر قیاس کیا جائے یعنی یوں کہا جائے مَا ضُرِبَ اِلا اَنْتَ.

مگر جاننا چاہئے کہ علامہ ابی النجاء نے حاشیہ ابی النجاء میں کہا ہے کہ اِلَّا کے بعد مذکورہ ضمائر کا فاعل ہونا ظاہر اور معنٰی پر مبنی ہے ورنہ حقیقت میں اَحَدٌ فاعل حذف ہے کیونکہ اصل یوں ہے ما ضَرَبَ اَحَدٌ اِلَّا اَنَا.

**فائدہ** : هُوَ اور هِیَ اگر واو یا فا کے بعد واقع ہوں تو اس وقت ھاء کا سکون جائز ہے کثیرا جیسے وَهْوَ الغفور، وَهْیَ القَاضِیَۃُ. اگر مذکورہ ضمیریں لام کے بعد واقع ہوں تو ھاء کا سکون جائز ہے مگر یہ قلیل ہے جیسے (إن ھذا لھو الحق)

(منصوب متصل) علامہ مَکُّودی نے آجرومیہ کی شرح میں ص۲۴ پر مفعول بہ کی بحث کے اندر کہا ہے (وسمیت متصلۃ لاتصالھا بالفعل) رہی یہ بات کہ اسکو منصوب کیوں کہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں وہ چیز واقع ہوتا ہے جس پر نصب آتا ہے لہٰذا ضمیر منصوب متصل ترکیب میں مندرجہ ذیل چیزوں میں سے ایک واقع ہوتا ہے (۱) یا تو مفعول واقع ہوتا ہے فعل کیلئے جیسے زَیْدٌ ضَرَبَنِیْ (۲) یا تو مفعول واقع ہوتا ہے شبہ فعل کے لئے جیسے اَلضَّارِبُہٗ کہ اس ضمیر میں ایک قول مفعول ہونے کا بھی ہے جیسا کہ فاضل عصام نے شرح کافیہ ص۱۸۸ بحث ضمائر میں کہا ہے۔

(۳) یا تو مفعول واقع ہو اسماء افعال کے لئے جیسا کہ النحو الوافی ص۲۵۲ ج۱ بحث ضمیر میں کہا گیا ہے جیسے دَرَاکِنِیْ

(تشریح)

کہ یا اسم فعل بمعنائے اذرکنی کے ہے (۴) منصوب محلاً معمول واقع ہو عامل ناسخ کیلئے جیسا کہ النحو الوافی میں ہے پھر وہ ناسخ عام ہے حرف ہو جیسے اِنَّنِیْ مُخْلِصٌ یا کہ فعل جس کی مثال القواعد الاساسیہ ص ۶۵ پر یہ دی گئی ہے یعنی (الصدیق کُنتُہٗ) اس مثال میں ضمیر ھا منصوب محلاً خبر واقع ہے فعل ناقص کیلئے اور (ظَنَنْتُکَہٗ) یہاں فعل ناسخ افعال قلوب میں سے ہے جو کہ عامل ہے ضمیر منصوب متصل میں جیسا کہ جامع الدروس ص ۱۲۲ ج ۱ میں ہے۔

(منصوب منفصل) متممۃ الآجرومیہ اور اس کی شرح الفواکہ الجنیہ میں ہے (فھذہ الضمائر المنفصلة اذا وقعت فی الترکیب لا تکون الا مفعولاً به) الفواکہ الجنیہ ص ۸۹۔ یعنی ضمیر منصوب منفصل ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتا ہے مگر معلوم ہو کہ ضمیر منصوب منفصل عامل ناسخ کے لئے منصوب محلاً معمول بھی ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب یعنی متممۃ الآجرومیہ میں کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وکُنْتُ اِیَّاہٗ) الفواکہ الجنیہ ص ۹۰) یہاں (اِیَّاہٗ) منصوب محلاً خبر واقع ہے فعل ناقص کے لئے جیسا کہ (الکواکب الدریہ ص ۵۰ ج ۱) میں مذکورہ عبارت میں اِیَّــاہُ) کو منصوب محلاً خبر قرار دیا گیا ہے فعل ناقص کیلئے۔

(مجرور متصل) کافیہ میں ہے (فالاول لان متصل) کافیہ کی شرح متوسط ص ۳۱۱ میں ہے (ای الضمیر المرفوع والضمیر المنصوب اما متصل اما منفصل والضمیر المجرور متصل فقط ای لا منفصل له لا متناع الفصل بین الجار والمجرور) حاشیہ متوسط میں ہے کہ ضمیر یہ قائم مقام ہوتی ہے اسم ظاہر کا اور اسم ظاہر مجرور اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتا ہے خواہ عامل اس کا مضاف ہو یا کہ حرف جر ہو نیز جار اور مجرور کے درمیان فاصلہ بھی نہیں آسکتا ہے لہٰذا ضمیر مجرور جو کہ قائم مقام ہے اسم ظاہر کا یہ بھی اپنے عامل سے خواہ عامل اس کا حرف جر ہو جیسے لِیْ یا کہ مضاف ہو جیسے غلامی مقدم نہیں ہوسکتا ہے اور نہ فاصلہ آسکتا ہے ضمیر مجرور اور اسکے عامل کے درمیان لہٰذا ضمیر مجرور میں منفصل نہیں ہے جان لو کہ اس تقریر سے ضمیر مجرور کی وجہ تسمیہ مجرور اور متصل ہونے کا بھی معلوم ہوا۔

فائدہ: ضمیر مجرور کا عامل یا تو حرف جر ہے یا کہ اسم مضاف ہے لہٰذا ترکیب میں ہمیشہ یا تو مجرور ہوتا ہے حرف جر کیلئے یا تو مضاف الیہ ہوتا ہے مضاف کیلئے۔

(تتمہ)

(۱) القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے (ضمائر التَّکَلُّم والخطاب خاصة بالعقلاء وضمائر الغیبة مشترکة



(تشریح)

بین العقلاءِ وغیرهم الالواو وهم فمختصان بالذکور العقلاء) مگر کبھی غیر عاقل کو منزلہ میں عاقل کے کر دیا جاتا ہے تو اس کیلئے ضمیر عاقل کی استعمال کی جاتی ہے (قد ینزل احیانا مالا یعقل منزلة من یعقل فیستعمل له ما یستعمل للعاقل نحو انی رئیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رئیتھم لی ساجدین)۔

مذکورہ آیت میں محل استشہاد (ھُمْ) ہے۔

(۲) نحن یہ جمع متکلم کی ضمیر ہے مگر کبھی تعظیماً مفرد کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے جیسا کہ کتاب موسوعہ میں ہے (نحن ضمیر رفع منفصل للمتکلم الجمع نحو نحن جنود شجعان او للمفرد المعظم نفسه) مثال اس کی الفواکہ الجنہ ص ۸۹ میں (ونحن الوارثون) پیش کی گئی ہے تو یہاں باری تعالیٰ کیلئے تعظیماً نحن استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) میم جمع کا ساکن ہوتا ہے جیسے (ھُمْ، کُمْ) ہاں اگر اسکے بعد کوئی ساکن ہو تو اس وقت اگر ماقبل اس کا مضموم ہے تو مضموم ہوتا ہے جیسے "علیکُمُ السَّلام" اور اگر ماقبل اس کا مکسور ہے تو مکسور ہوتا ہے جیسے بھم النجاة.

(۴) حاشیہ عبدالرحمٰن بر جامی بحث ضمائر میں ضمیر منصوب متصل کی بحث میں ہے "اعلم ان لفظ (نا) کما یکون ضمیرا متصلا منصوبا کذالک یکون متصلا مرفوعا و لکن علی التقدیر الاول ما قبله متحرکا مثل ضَرَبَنَا بفتح الباء لان معناه حینئذ معنی المفعولی وعلی التقدیر الثانی یکون ماقبله ساکنا لان معناه حینئذ معنی الفاعلی (شرح جامی ص ۲۱۴، حاشیہ ۵)

(تنبیہ) آج کل جو کہ طلبہ حدیث عبارت پڑھنے کے دوران سند میں حدَّثَنَا سکون (ثاء) کے ساتھ پڑھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے (نا) ضمیر مرفوع متصل کی ہوتی ہے جس سے معنائے فاعلی پیدا ہوتا ہے جو کہ اس موقع پر غلط ہے بلکہ سند میں (نا) ضمیر منصوب متصل کی ہے ماقبل اس کا مفتوح ہے اور ترکیب میں مفعول ہے اور فاعل فعل کا بعد میں استاذ کا نام ہوتا ہے۔

(۵) القواعد الاساسیہ ص ۶۶ کے حاشیہ میں ہے "کاف الخطاب تفتح للمخاطب و تکسر للمخاطبة وتضم لما عداھما" مثال فتح کا ضَرَبَکَ مثال کسر کا ضَرَبَکِ ہے، ماعدا کا مثال ضَرَبَکُمَا وغیرہ ہیں۔

(۶) مذکورہ کتاب کے حاشیہ میں ہے ھاء الغائب تفتح للغائبة و تضم لغیر ھا الا اذ سبقتھا کسرة او یاء ساکنة فتکسر نحوا جتمعتُ به وباخیه، مثال فتح کا ضَرَبَنَا اور مثال ضم کا ضَرَبَهٗ ہے۔

## (تشریح)

(۷) جامع الدروس ص ۱۱۸ ج ا بحث ضمائر میں ہے یجوز فی یاء المتکم السکون والفتح الا ان سبقها ساکن کالف المقصور و یاء المنقوص ویاء التثنیة والجمع فیجب فتحها دفعاً لالتقاء الساکنین مثل هذه عصای. وهذا راجِیَّ وهاتانِ عصوای و رفعتُ عَصَوِیَّ وهؤلاء مُعَلِمِیَّ.

(۸) جاننا چاہئے ضَرَبَنِیْ میں نون وقایہ کا ہے اور وقایہ کا معنی حفاظت کرنا اس نون کے بعد (یاء) ضمیر منصوب متصل کی ہے۔

حاشیہ ابن عقیل منحۃ الجلیل میں ہے (وانما تزاد وقایة لحرکة او سکون فی فعل او حرف) ابن عقیل ص ۱۱۶ ج ا) ابن عقیل ص ۱۰۸ ج ا بحث نکرہ ومعرفہ میں ہے (اذا اتصل بالفعل یاء المتکلم لحقته لزوما نون تسمی نون الوقایة وسُمِّیَتْ بذالک لانها تَقِی الفعل من الکسر و ذالک نحو اَکْرَمَنِیْ، و یکرِمُنِیْ، واَکْرِمْنِیْ)

کافیہ بحث ضمائر میں ہے (ونون الوقایة مع الیاء لازمة) میر سید شریف نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے کہ لِتَقِیَ اخر الماضی عن الکسرة لذا یقال لها نون الوقایة فیقال ضربَنِیْ لا ضَرَبِیْ وعلیٰ هذا القیاس ضربَانِیْ وَضَرَبُوْنِیْ.

جاننا چاہئے کہ ضَرَبَانِیْ میں بوقت لحوق نون وقایہ کا کوئی وقایہ اور حفاظت نہیں آتا ہے کیونکہ اگر یہ نون نہ ہو پھر بھی کسرہ نہیں آتا ہے جیسے عَصَایَ کے اندر لحوق یاء متکلم کے بعد کسرہ نہیں آتا ہے تو اس کی وجہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ طرد اللباب ہے جیسا کہ عقد النامی ص ۲۱۷ میں کہا گیا ہے "وامّا دخولها فی مثل اعطانِیْ وَیُعْطِیْنِیْ و ضربانی مع انّه لا وقایة للآخر عن الکسرة فانه لا یکسر لولاالنون ایضاً کما فی عَصَایَ فامّا لِلاطراد اوللوقایة عن الکسرة المقدرة.

حاشیہ عبد الغفور میں ہے کہ اس نون کو نون عماد بھی کہتے ہیں ملاحظہ ہو عبارة وایضا نون العماد لان العماد کما یحفظ السقف عن السقوط یحفظ ذالک النوان آخر الکلمة عن الکسر۔ الغرض جب کلمے کے آخر میں یاء متکلم کا لاحق ہو تو اس نون کو اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ حفاظت ہو اس حرکت اور سکون کی جو کہ کلمے کے آخر میں قبل از لحوق یاء موجود ہیں یعنی تاکہ اس نون کے اضافہ سے سابقہ حرکت کسرہ سے بچے اور سکون جو کہ یاء متکلم کے لحوق سے پہلے موجود ہے وہ باقی رہے جیسا کہ حاشیہ ابن عقیل منحۃ الجلیل میں کہا گیا ہے یہ ہے عبارة ملاحظہ ہو وانما تزاد وقایة



## (تشریح)

لحرکة او سکون فی فعل او حرف (ابن عقیل ص ۱۱۶ ج ا)۔ مثال کے طور پر ضَرَبَ یہ فعل ماضی ہے اور مبنی علی الفتح ہے جب اس کے ساتھ یاء متکلم کو اضافہ کیا جائے تو یا تقاضا کرتا ہے کہ ماقبل کا حرکت میرے جنس سے ہو کہ وہ کسرہ ہے لہذا نون وقایہ کو اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ضَرَبَنِیْ تاکہ فتحہ کی حفاظت ہو کسرہ سے نیز (مِنْ) یہ حرف ہے جو کہ مبنی علی السکون ہے جب اس کے آخر میں یاء متکلم لاحق ہو تو اب نون وقایہ کا اضافہ ہوتا ہے تاکہ سکون کو باقی رکھے اور کہا جاتا ہے مِنِّیْ یہ شبہ نہ ہو کہ سکون تو باقی نہ رہا کیونکہ نون پر کسرہ آیا اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ حرکت اس نون کی نہیں جو کہ مِنْ میں ہے کیونکہ یہاں دونوں ہیں ایک تو من کی ہے دوسری وقایہ والے نون ہے متجانسین کے قانون سے جب ادغام ہوتا ہے تو اول نون کو مُدْغَمْ اور دوسرے کو مُدْغَمْ فیه کہتے ہیں حرف مدغم حکم میں ساکن کے ہوتا ہے جیسا کہ علم صرف میں ہے لہذا اب بھی مِنْ میں نون اول ساکن ہے۔

اس تفصیلی تمہید کے بعد جان لو کہ یاء متکلم مشترک ضمیر ہے ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور کے درمیان جیسا کہ ضمائر کی تفصیل میں معلوم ہوا مثال کے طور پر ضَرَبَنِیْ میں یاء متکلم ضمیر منصوب متصل کا ہے اور لِیْ میں یاء متکلم ضمیر مجرور متصل کی ہے لہذا مذکورہ ضمیر کی عوامل دو قسم کے ہوں گے (۱) ناصب (۲) خافض۔ اگر عامل اس کی ناصب ہے تو یہ ضمیر محلاً منصوب ہوتی ہے اگر عامل خافض ہے تو یہ محلاً مجرور ہوتی ہے اس کے بعد یہ بھی جان لو کہ یاء متکلم جب لفظ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے کبھی نون وقایہ آتا ہے اور کبھی نہیں تو اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تہذیب التوضیح ص ۳۹ میں اور توضیح نیز اس کی شرح تصریح ص ۲۹ میں ہے کہ ناصب یاء متکلم کا اگر مندرجہ ذیل چیزیں ہیں یعنی (۱) فعل (۲) اسم فعل (۳) لَیتَ۔ تو اس وقت یاء متکلم سے پہلے نون وقایہ اضافہ کرنا واجب ہے مثال فعل کا ضَرَبَنِیْ زیدٌ، وَیُکْرِمُنِیْ خالدٌ، واَعْطِنِیْ القَلَمَ، وما اَحْسَنَنِیْ، یہ آخری مثال فعل تعجب کی ہے، مثال اسم فعل کی دَرَاکِنِیْ کسر کاف کے ساتھ، اَدْرِکْنِیْ کے معنی میں ہے مثال لیت کی یا لَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔

رہی یہ بات کہ مندرجہ ذیل شعر میں جو کہ نون حذف ہے یہ محمول علی الضرورة ہے عند سیبویہ اور فراء نے کہا ہے کہ لیت میں لحوق یاء متکلم کے وقت نون وقایہ کے لانے میں اختیار ہے۔

### شعر

فیالیتی اذا ماکان ذاکم وَلِجْتُ وکنتُ اولهم ولوجا

(تشریح)

تہذیب التوضیح اور تصریح میں ہے کہ یہ مذکورہ شعر ورقہ بن نوفل کا ہے ملاحظہ ہو عبارت "قاله ورقة لما اخبرته حديجة بما رأى علامها ميسرة من النبى عليه السلام فى سفره وبما قاله بحيرا الراهب فى شانه (المعنى) اتمنى الا تدركنى الموت حتى تاتى الرسالة فاكون اول المصدقين"

اگر ناصب لَعَلَّ ہو تو حذف نون وقایہ کا اس کے اثبات سے اکثر ہے جیسے لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ . اگر ناصب لیت ولعل کے علاوہ بقیہ حروف مشبہ بالفعل ہیں تو اس وقت اثبات نون وقایہ و ترک نون وقایہ دونوں برابر ہیں جیسے اِنِّیْ وَاِنَّنِیْ وَاَنِّیْ وَاَنَّنِیْ وکَاَنِّیْ وَکَاَنَّنِیْ ولٰکِنِّیْ وَلٰکِنَّنِیْ.

اگر عامل یاء متکلم کا خافض ہے پھر دیکھا جاتا ہے کہ حرف جر ہے یا کہ مضاف ہے اگر خافض حرف جر ہے پھر دیکھا جاتا ہے کہ یہ حرف جر مِنْ یا کہ عَنْ ہے یا کوئی اور حرف جر ہے اگر خافض مِنْ یا کہ عَنْ ہے تو نون وقایہ کا اضافہ واجب ہے جیسے مِنِّیْ وعَنِّیْ، رہا مندرجہ ذیل شعر میں حذف نون یہ ضرورۃ ہے۔

**شعر**

ایھا السائل عنھم و عنیْ لست من قیس ولاقیس منیْ

بدرالدین عینی نے مقاصد نحویہ میں کہا ہے فانله مجهول قوله عنهم اى عن القوم المعروفين عندهم قوله لست من قيس اى من قبيلة قيس والشاهد فى عنى ومنى حيث ترك فيهما نون الوقايه قيل هو ضرورة وقيل شاذ (حاشیہ صبان ص۱۹۶ ۔۱۹۵ ج۱)

اگر خافض مِنْ اور عَنْ کے علاوہ کوئی اور حرف جر ہے تو اس وقت نون وقایہ کا اضافہ منع ہے کہا جاتا ہے لِیْ وفِیْ۔

اگر خافض اسم مضاف ہے پھر دو صورتیں ہیں کہ یہ مضاف مندرجہ ذیل تین الفاظ ہیں یعنی لَدُنْ، قَطْ، قَدْ.

یا کہ اسم مضاف ان تین کے علاوہ کوئی اور اسم ہے اگر خافض یہی مذکورہ تین اسماء ہیں تو اثبات نون وقایہ کا اکثر ہے اگرچہ حذف بھی جائز ہے مگر یہ قلیل ہے مندرجہ ذیل قول باری میں دونوں طرح پڑھا گیا ہے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا، یہاں تشدید و تخفیف نون دونوں قرأتیں ثابت ہیں۔ مثال قط کی حدیث بخاری میں جو کہ صفت نار کے متعلق ہے "لا تزال جهنم تقول هل من مزيد حتى يضع رب العزة قدمه فيها فتقول قطنى قطنى و يُزوى بعضها الى بعض"



(تشریح)

اس حدیث میں قَطِنْیْ قَطِنی حذف نون کے ساتھ بھی مروی ہے مگر اشہر اثبات نون ہے۔

جاننا چاہئے کہ حدیث مذکور میں قدم کا لفظ ہے اس کے متعلق حاشیہ خضری میں کہا گیا ہے (والمراد بوضع قدمه لازمه وهو التجلى عليها بقهره وكبريائه و قيل ما قدمه لها لِمَا ورد انه يخلق لها خلقا اذ ذاك والله سبحانه و تعالىٰ اعلم) (حاشیہ خضری ص۱۱۱ ج۱)

مثال قَدْ کی مندرجہ ذیل شعر میں ہے۔

**شعر**

قَدْنِی من نصرِ الْخُبَیْبَیْنِ قَدِیْ لیس الامام الشحیح اَلْمُلْحِدِ

اس شعر میں پہلی بار قد کے ساتھ نون وقایہ کا شاعر نے اضافہ کیا ہے مگر دوسری مرتبہ نون وقایہ کو حذف کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: تصریح ص۳۰ پر بحث نکرہ و معرفہ میں ہے کہ لَدُنْ عِنْدَ کے معنی میں ہے اور یہاں حدیث بالا اور اس مذکور شعر میں قَطْ و قَدْ، اسم فعل بمعنی یکفی نہیں ہیں کیونکہ اگر اسم فعل ہوتے تو یاء متکلم منصوب ہوتا نہ کہ مخفوض نیز اگر اسم فعل ہوتے تو اس وقت نون وقایہ کا اضافہ واجب ہوتا۔

منحۃ الجلیل میں کہا گیا ہے کہ مذکورہ شعر میں بعض نے قَدْ کو اسم فعل بمعنی یَکْفِیْنِیْ شمار کیا ہے اور بعض نے قَدْ کو اسم فعل بمعنی کفانی شمار کیا ہے اور بعض نے اس کو اسم فعل بمعنی لِیَکْفِنِیْ امر کے معنی پر محمول کیا ہے مگر آخر میں ان آراء پر رد کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قَدْ حسبُ اسم کے معنی میں ہے (ابن عقیل ص۱۱۶ ج۱)

الحاصل قط اور قَدْ ہر ایک تین قسم پر ہے اول قط کے اقسام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) قط ظرفیہ جو کہ اسماء ظروف میں مذکور ہے (۲) قط اسم فعل جو کہ فعل مضارع یکفی کے معنی میں ہوتا ہے (۳) قط بمعنی حَسْبُ یہاں آخری قسم مراد ہے۔

دوم قد کے اقسام (۱) قَدْ حرفی جیسے قَدْ قَامَ (۲) قَدْ اسم فعل بمعنی یکفی (۳) قَدْ اسمی جو کہ حَسْبُ کے معنی میں ہوتا ہے یہاں یہی آخری قسم مراد ہے، خضری حاشیہ ابن عقیل ص۱۱۱ ج۱۔ اور النحو الوافی ص۲۵۳ ج۱ میں ہے کہ قط اور قد جب مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف تو یہ دونوں حَسْبُ کے معنی میں ہیں اور حسب کاف اسم فاعل کے معنی میں ہے اگر یہ دونوں اسم فعل یکفی کے معنی میں ہوں تو اس حالت میں نون وقایہ واجب ہے ملاحظہ ہو عبارت (وقد تكون كل منهما

## (تشریح)

مخففة الإخر اسم فعل مضارع مبنی علی السکون بمعنٰی یکفی وفی هذه الحالة یجب الاتیان بنون الوقایة اما قد التی وقط التی هِیَ ظرف للماضی فلا یتصلان بیاء المتکلم(النحو الوافی ص۱۵۴ج۱بتغیر)۔

جان لو کہ النحو الوافی میں ہے کہ اگر قط اور قد حسب کے معنٰی میں ہوں تو نون وقایہ کو لانا بوقت اضافت الی یاء المتکلم اَحسن ہے۔

مزید تفصیل کیلئے کہ کون سی صورت میں مبنی ہیں اور کون سی صورت میں معرب ہیں النحو الوافی ص ۱۱۷ کے متن اور حاشیہ ملاحظہ ہو۔

اگر خافض یعنی مضاف جو کہ عامل ہے یاء متکلم میں مذکورہ تین اسماء یعنی لَدُنْ ، قط ، قد کے علاوہ ہے تو اس وقت نون وقایہ کی زیادتی منع ہے جیسے اَبِیْ واَخِیْ .

**فائدہ**: ابن عقیل ص ۱۱۷ج۱ کے حاشیہ منحۃ الجلیل میں ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ اسم معرب میں نون وقایہ متصل نہ ہو جیسے ضَارِبِیْ مگر کبھی لاحق ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں لاحق ہے(فهل انتم صَادِقُوْنِیْ) جیسا کہ ایک حدیث شریف میں صیغہ اسم تفضیل میں بھی نون وقایہ کو متصل کیا گیا ہے وہ حدیث یہ ہے(غیر الدجال اخوفنی علیکم) نیز حاشیہ صبان ص ۱۹۹ج۱۔

**فائدہ**: النحو الوافی ص ۲۰۳ج۱ میں ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل پر جبکہ اس کی خبر اسم اشارہ ہو ھاء تنبیہ کا دخول شائع ہے جیسے هأنَذا ،الْمُقِیْمُ علی طَلَبِ الْعِلْمِ ،اگر خبر اس ضمیر مرفوع منفصل کی غیر اسم اشارہ ہے تو دخول ھاء تنبیہ کا قلیل ہے مگر باوجود قلت کے یہ جائز ہے کیونکہ کلام فصیح میں وارد ہے جیسا کہ النحو الوافی میں ہے(منها قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یوم احد حین وقف ابو سفیان بعد المعرکة یسأل این فلا ن و فلان من کبار المسلمین فاجابه عمر هذا رسول الله علیه السلام وهذا ابوبکر وهأنا عمر) نیز بیت مجنون میں بھی ھاء تنبیہ کو ضمیر مرفوع منفصل پر داخل کیا گیا ہے حالانکہ خبر اسکی غیر اسم اشارہ ہے۔

شعر

وعروةُ مات موتا مستریحا      وهأنَا میت فی کل یوم

(ضمیر مستتر) طرز المبتدی میں کہا گیا کہ اسم تفضیل میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے بشرطیکہ مسئلہ کُحل کا نہ ہو کیونکہ مسئلہ کحل میں اسم تفضیل عامل ہے اسم ظاہر میں اس بحث کی تفصیل کو شرح جامی میں ص ۲۹۲ پر بحث اسم تفضیل میں ملاحظہ ہو۔



## (تشریح)

(فعل تعجب) جامع الدروس ص ۱۲۳ج۱ میں ہے(الرابع فی فعل التعجب الذی علی وزن ،مَاأفْعَلَ) یعنی فعل تعجب کے دو صیغوں میں سے اس صیغے میں ضمیر مستتر وجوبی ہوتی ہے جو کہ ما اَفْعَلَ کے وزن پر ہو، رہا فعل تعجب کا دوسرا صیغہ جو کہ(اَفْعِلْ بِهٖ) کے وزن پر ہے اس کا فاعل عند البصریین (اَفْعِلْ به) میں باء کا مجرور ہے لہٰذا اَفْعِلْ میں ضمیر فاعل مستتر نہیں ہے بلکہ فاعل اس کا (بِـــــہ) میں جو کہ مجرور ہے حرف جر سے یہی مرفوع محلًا فاعل ہے اور باء زائد ہے جیسا کہ کفی بالله شهیدا میں زائد ہے، خضری حاشیہ ابن عقیل میں اسی کو مختار کہا گیا ہے(وَالْمجرور بعده فاعله علی المختار) (خضری ص ۵۷۲ج۲)۔

اور ابن الانباری نے اسرار العربیہ ص ۸۲ پر بحث تعجب میں اسی موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور بصریین کی تائید میں کہا ہے(والذی اتفق علیه اکثر النحویین هُوَ الْاَوّل وکان الاوّل هُوَ الاولی) وجوہ ترجیح کیلئے اسرار العربیہ کی طرف رجوع ہو اور کافیہ میں بحث تعجب کے اندر بھی کہا گیا ہے کہ سیبویہ کے نزدیک فاعل اس کا حرف جر کا مجرور ہے تفصیل کیلئے شرح جامی وغیرہ شروح کافیہ ملاحظہ ہو۔

(صیغہ صفت) طرز المبتدی میں کہا گیا کہ صیغہ صفت یعنی اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ کے تثنیہ اور جمع تصحیح میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ برکوی نے کتاب الاظہار کی ص ۱۵۱ پر بحث فاعل میں کہا ہے۔(وفی تثنیتی اسم الفاعل والمفعول و جمعهما السالم مطلقاً نحو جاء نی رجلانِ ضاربان او مضروبان او رجالٌ ضارِبُوْنَ او مَضْرُوْبُوْنَ) نیز رضی میں ص ۱۳ج۲۔ پر ضمیر مستتر وجوبی اور جوازی پر جو کلام کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات کی تثنیہ اور جمع میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے کیونکہ جوازی مقامات کی تعداد میں کہا گیا ہے(وکذا فی الصفة المفردة نحو أقائم الزیدان وما قائم هما) اس مذکورہ عبارت میں مستتر جوازی کے بیان میں صیغہ صفت کو مقید کیا گیا ہے مفرد کے ساتھ تو معلوم ہوتا ہے کہ صفات کے تثنیہ اور جمع سالم میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے۔

**فائدہ**: کتاب اظہار برکوی کے ص ۱۵۱ پر بین السطور میں ہے کہ صفات کی جمع تکسیر میں ضمیر مستتر وجوبی نہیں ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے(قید به لان المکسر لا یجب فیه الاستتار) یعنی صیغہ صفت میں جمع کو سالم سے مقید کیا گیا ہے اس لئے کہ صفات کی جمع تکسیر میں ضمیر مستتر وجوبی نہیں ہوتی ہے بخلاف جمع سالم کے کہ اس میں ضمیر مستتر وجوبی ہوتی ہے۔

**فائدہ**: کتاب اظہار للبرکوی میں ہے کہ اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ جب ان کے عمل کا شرط اسم ظاہر میں مفقود ہو

(تشریح)

تو مذکورہ صیغوں میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے مثال جاء نی ضَارِبٌ اَوْ مَضْرُوْبٌ اَوْ حَسَنٌ، ان مذکورہ مثالوں میں چونکہ مذکورہ صیغوں نے اعتماد نہیں کیا ہے ان چیزوں میں سے کسی ایک پر جن کا بیان باب سوم عمل اسماء عاملہ میں آنے والا ہے لہٰذا یہ اسم ظاہر میں عامل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ عمل کا شرط مفقود ہے، رہی ضمیر تو اس میں بلا کسی شرط کے مذکورہ صیغے عمل کرتے ہیں جیسا کہ تہذیب التوضیح ص ۲۲۱ ج ۱ پر کہا گیا ہے (شرط الاعتماد و عدم المُضِی انما هو لعمل النصب والاعتماد وحده لِعَمل الرفع فی الظاهر، اما رفع الضمیر المستتر فجائز بلا شرط )

**فائدہ**: اسم منسوب جیسے (مِصْرِی وغیرہ جامع الدروس میں ہے کہ) الحاق (یاء) کے بعد اسم مفعول کے حکم میں ہوتا ہے عمل میں، ملاحظہ ہو عبارۃ "وهو معاملته معاملة اسم المفعول من حیث رفعه الضمیر والظاهر علی النائبیة عن الفاعل لانه تضمن بعد الحاق یاء النّسب معنی اسم المفعول فاذا قلت جاء المصری ابوه، فابوه نائب فاعل المصری، واذا قلت جاء الرجل المصری فالمصری، یحمل ضمیرا مستترا تقدیره (هُوَ) یعود الی الرجل "

جاننا چاہئے کہ کہ اسم منسوب جو کہ حکم میں اسم مفعول کے ہوتا ہے یہ تحقیق جامع الدروس کی ہے اور کتاب موسوعہ بحث (النسب) ص ۶۸۳ پر بھی اس کو اسم مفعول کے حکم میں قرار دیا گیا ہے مگر سیوطی نے ہمع الہوامع ص ۱۹۲ ج ۳ میں کہا ہے کہ اسم منسوب حکم میں صفت مشبہ کے ہے۔

**فائدہ**: الاشباہ والنظائر ص ۱۰۷ ج ۲ پر کہا گیا ہے "یاء النسب تصیر الجامد فی حکم المشتق حتی یَحْمِلُ الضمیر و یرفع الظاهر" اور ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل ص ۱۴۳ ج ۲ میں بھی ایسا کہا ہے "وصار صفة بمنزلة المشتق بعد الجمود یرفع فاعلا بعده اما مظهرا و اما مضمرا تقول مررت برجل تمیمی ابوه "

اس تمہید اور تفصیل کے بعد جب کہ اسم منسوب عمل میں اسم مفعول کے حکم میں ہے تو اس کا عمل اسم ظاہر میں مشروط ہے اعتماد پر جیسا کہ اسم مفعول کے عمل کیلئے یہی شرط ہے، رہا ضمیر میں عمل تو یہ مشروط نہیں ہے کسی شرط سے لہٰذا اسم مفعول ضمیر میں بغیر کسی شرط کے عامل ہوتا ہے تو اسم منسوب بھی ضمیر میں بغیر کسی شرط کے عامل ہوگا۔ لہٰذا علامہ برکوی نے کتاب الاظہار ص ۱۵۱ پر کہا ہے کہ اسم منسوب میں اگر اعتماد کی شرط مفقود ہو تو اس میں بھی ضمیر مستتر وجوبی ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارۃ



(تشریح)

(واسم الفاعل واسم المفعول وماکان بمعناها من المنسوب) اور بعد میں کہا گیا ہے (اذا لم یوجد شرطُ عَمَلِهِنَّ فی الفاعل الظاهر نحو جاء نی هَاشِمِیٌّ) اس کے بعد یہ بھی جان لو کہ اسم مستعار بھی حکم میں اسم فاعل اور اسم مفعول کے ہوتا ہے عمل میں، لہٰذا اس کے عمل کیلئے اسم ظاہر میں اعتماد شرط ہے اگر یہ شرط مفقود ہو تو اس میں بھی ضمیر مستتر وجوبی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ برکوی نے "الاظہار" میں کہا ہے (وماکان بمعناهما من المنسوب والمستعار نحو اَسَدٌ نَاطِقٌ) یہاں اَسَدٌ یہ مجاز ہے مُجْتَرِیٌ اسم فاعل سے چونکہ شرط اعتماد کی مفقود ہے لہٰذا اس میں ضمیر مستتر دائمی ہے۔

**فائدہ**: کتاب موسوعہ ص ۴۲۶ پر بحث ضمیر میں اسی صفحہ کے حاشیہ میں ہے کہ صیغہ صفت پر اگر معنائے اسمیت غالب ہو تو اس میں ضمیر نہیں ہوتی ہے "فی الصفات المحضة ای الخالصة من معنی الاسمیة اما اذا غلبت الاسمیة علی واحد منها لم تتحمل ضمیرا مثل ناصرٌ و حَسَّانٌ و مَنْصُوْرٌ و حَسَنٌ اذا سُمِّیَ بها اشخاص" کذا فی الخضری ص ۱۰۰ ج ۱۔

**فائدہ**: کتاب موسوعہ ص ۴۲۷ پر بحث ضمیر میں ہے کہ جار و مجرور اور ظرف کا متعلق جو کہ فعل غائب یا صیغہ صفت کا ہوتا ہے (علی اختلاف القولین) اس فعل اور صیغہ صفت میں ضمیر مستتر جوازی ہے اس کتاب کی تحقیق سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر ظرف میں مستتر نہیں ہے بلکہ اس فعل یا شبہ فعل میں مستتر ہے جس کا یہ ظرف قائم مقام ہے مگر شرح مفصل ص ۹۰ ج ۱، پر ابن یعیش نحوی نے کہا ہے کہ یہ ضمیر اصل میں تو اس فعل و شبہ فعل میں مستتر تھی جو کہ خبر وغیرہ واقع ہیں اور وہ اس ضمیر میں عامل تھے مگر چونکہ وہ حذف ہو گئے اب یہی جار و مجرور اور ظرف ان کے قائم مقام ہیں لہٰذا وہ ضمیر اب ان کی طرف منتقل ہوتی ہے، اب جار و مجرور اور ظرف اس ضمیر میں عامل ہیں اور وہ ضمیر ان میں مستتر ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (واعلم انک لَمَّا حَذَفْتَ الخبر الذی هُوَ اِسْتَقَرَّ اَوْ مُسْتَقَرٌّ و اَقَمْتَ الظرف مقامه علی ماذکرنا صار الظرف هو الخبر والمعاملة معه وهو مغایرة المبتداء فی المعنٰی و نقلت الضمیر الَّذِیْ کان فی الاستقرار الی الظرف و صار مرتفعاً بالظرف کما کان مرتفعا بالاستقرار ثم حذفت الاستقرار وصار اصلا مرفوضاً لایجوز اظهارهُ للاستغناء عنه بالظرف .

اور آگے کہتا ہے "واعلم انک اذا قلت زیدٌ عندک فعندک ظرف منصوب بالاستقرار المحذوف

## (تشریح)

سواء کان فعلا او اسما و فیه ضمیر مرفوع و الظرف وذالک الضمیر فی موضع رفع بانه خبر المبتداء واذا قلت زید فی الدار فالجار والمجرور فی موضع نصب بالاستقرار علی حد انتصاب عندک اذا قلت زید عندک ثم الجار والمجرور والضمیر المنتقل فی موضع رفع بانه خبر المبتداء"

النحو الوافی ص۴۳۱ ج ۱ کے حاشیہ میں بھی یہ تفصیل ایسی ہی موجود ہے نیز خالدازہری کے قول سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضمیراب منتقل ہے ظرف وجارومجرور کی طرف ملاحظہ ہوعبارة" وھذ الحکم جار فی الضمیر المنتقل ای الظرف وعدیلہ "تصریح ص۲٦۔

اس تفصیل کے بعد جان لو کہ ظرف میں جو کہ ضمیر مستتر ہے یہ جوازی مستتر ہے یا کہ وجوبی تو اس موضوع پر مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ تفصیل موجود ہے، علامہ برکوی نے (الاظہار) ص۱۵۱ میں کہا ہے کہ ظرف میں ضمیر مستتر دائمی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کے عمل کے لئے جو شرط اعتماد ہے وہ مفقود ہو ورنہ ظرف میں ضمیر مستتر جوازی ہوتی ہے، یہ ہے عبارة کتاب الاظہار کی (والظرف المستقر اذالم یوجد شرط عملھن فی الفاعل الظاھر نحو فی الدار زیدٌ) اور رضی ص۱۳ ج ۲ میں بھی ایسا ہے (وکذافی الظرف عند ابی علی اذا اِعْتَمَدَ نحو زید فی الدار) یعنی شرط اعتماد اگر ہے تو ظرف میں ضمیر مستتر جوازی ہے اگر یہ شرط مفقود ہے تو دائمی اور وجوبی مستتر ہے۔ جیسا کہ کتاب الاظہار کی عبارة اس پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے اور رضی کے قول اذا اعتمد سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

**فائدہ**: تہذیب التوضیح ص۲۳۲ ج ۱ بحث افعال مدح وذم میں کہا گیا ہے کہ فعل مدح وذم کا فاعل اگر ضمیر مبہم ممیز ہے تو یہ ضمیر وجوبا مستتر ہوتی ہے مگر اس قول کو حاشیہ صبان ص۹ ۷ ج ۱ پر رد کیا گیا ہے (او اما زیادة فاعل نعم و بئس اذا کان ضمیرا ففیر صحیحة کما یعلم من ضابطی واجب الاستتار وجائزہ) اور النحو الوافی ص۲۰۸ ج ۱ کے حاشیہ میں بھی اس قول کو غیر احسن کہا گیا ہے۔

**فائدہ**: کافیہ وغیرہ کتب نحو میں ہے (ویتوسط بین المبتداء والخبر قبل العوامل و بعدھا صیغة مرفوع منفصل ویُسَمّٰی فَصْلاً) اس ضمیر پر کافیہ اور شرح جامی میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے لہٰذا اس تفصیل کو وہاں دیکھا جائے مگر پھر بھی اختصاراً یہاں یہ لکھا جاتا ہے کہ جامع الدروس ص۱۲۷ ج ۱ میں ہے (وضمیر الفصل لا محل لہ



## (تشریح)

من الاعرابِ علی الاصح من اقوال النحاة" اور آگے کہا گیا ہے (وضمیر الفصل حرف کما قدمنا وانما سُمِّیَ ضمیراً لمشابھة الضمیر فی صورتہ وسُمی ضمیر افصلا لانہ یؤتی بہ للفصل بین ماھو خبر او نعت لانک ان قلت زھیر المجتھد جاز انک ترید الاخبار وانک ترید النعت فان اردت ان تفصل بین الامرین اول وھلة و تبین ان مرادک الاخبار لا الصفة أتیت بھذا الضمیر للاعلام من اول الامر بان مابعدہ خبر عما قبلہ لانعت لہ) جاننا چاہئے کہ اس بحث کی شروع میں جو کہا گیا ہے کہ (قبل العوامل و بعدھا) ان عوامل سے عوامل لفظی اور نواسخ مبتداء وخبر مراد ہیں لہٰذا مثال قبل از دخول عوامل کی (زیدٌ ھُوَ العالم) ہے اور مثال بعد از دخول عوامل کی (کَانَ زَیْدٌ ھُوَ الْقَائِمُ) ہے، رہی یہ بات کہ ضمیر فصل کے لئے کیا شرائط ہیں تو اس تفصیل کیلئے النحو الوافی ص۲۲۱ ج ۱ کو دیکھا جائے۔

**فائدہ**: ضمائر میں فقط مرفوع مستتر ہوتا ہے اس کی وجہ علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں یہ بتلایا ہے (ولا یکون الضمیر المستتر الا ضمیر رفع لانہ لا یخلو اما ان یکون فاعلا او نائباً لفاعل والفاعل لا سیما اذا کان ضمیرا متصلا کالجزء من عاملہ فجوزوا فی الضمائر المتصلة التی وضعھا علی الاختصار التخفیف باستتار الفاعل واکتفوا بالفعل بخلاف المنصوب والمجرور فانھما فضلة یتم الکلام بدونھما)

**فائدہ**: ضمیر محذوف اور ضمیر مستتر کے درمیان حاشیہ خضری ص۹۹ ج ۱ میں مندرجہ ذیل دو فرق بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ ضمیر محذوف سے نطق ممکن ہے اگرچہ بالقوة ہو جیسے الذی ضَرَبْتُ کہ یہاں ضَرَبْتُ کے بعد اسم موصول کا عائد جو کہ ضمیر ہے یہاں محذوف ہے، اصل میں الذی ضَرَبْتُہٗ ہے اور اس ضمیر سے نطق ممکن ہے جو کہ ظاہر ہے کیونکہ جب ہم اس کی تقدیر نکالیں گے تو اس وقت ملفوظ ہوتا ہے بخلاف ضمیر مستتر کے کہ وہ فقط ایک امر عقلی ہوتا ہے تلفظ اس پر ممکن نہیں ہے ہاں یہ جو کہا جاتا ہے مثال کے طور پر کہ اِضْرِبْ میں اَنْتَ مستتر ہے یہ بات فقط تقریباً الی الفھم وتیسیرا للمبتدی ضمیر منفصل کو عاریتاً مستتر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۲) یہ ہے کہ ضمیر مستتر پر لفظ اور عقل دونوں دلالت کرتے ہیں بلا کسی قرینہ کے گویا کہ یہ ضمیر موجود اور حاضر ہے بخلاف ضمیر محذوف کے کہ اس کیلئے قرینہ سے چارہ نہیں ہے۔

## (تشریح)

**فائدہ** :النحو الوافی ص ۳۴۳ ج ا میں ہے کہ اسم آلہ واسم زمان اوراسم مکان میں ضمیر نہیں ہوتی ہے یہ ہے عبارۃ (اما المشتق الذی لا یجری مجری الفعل ولا یتأول به فانه لا یتحمل ضمیرا کاسم الالة واسم الزمان او المکان) مذکورہ صفحہ میں ہے کہ اس مشتق میں ضمیر ہوتی ہے جو اپنے فعل کے ساتھ حروف وحرکات وسکنات اور عمل میں شریک ہو جیسے اسم فاعل وغیرہ ہیں۔

**فائدہ** :النحو الوافی ص ۴۱۹ ج ا پر اقسام خبر میں کہا گیا ہے کہ اسم جامد حامل ضمیر نہیں ہوتا ہے ہاں اگر مؤول بالمشتق ہو تو یہ اور بات ہے مثال قَلْبُ الظَّالِمِ حَجَرٌ ای قَاسٌ۔

**فائدہ** :صیغہ صفت میں جیسا کہ ضَارِبَانِ ضَارِبُوْنَ مثلاً یہ الف اور واو ضمیریں نہیں ہیں بلکہ یہ حروف تثنیہ وجمع ہیں اگر یہ ضمائر ہوتے تو دخول عوامل کے وقت حالت نصب وجر میں یاء سے نہ بدلتے حالانکہ یہ بدلتے ہیں (شرح جامی ص ۲۱۶)

**فائدہ** . جامع الدروس ص ۱۱۸ ج ا میں ہے کہ ضَرَبْتُمَا سے لے کر ضربْتُنَّ تک ضمیر فقط تاء ہے اور ضمیر منصوب متصل میں ضَرَبَکُمَا سے لے کر ضَرَبَکُنَّ تک کاف ہے اور ضربھما سے لے کر ضَرَبَھُنَّ تک ضمیر ھاء ہے، باقی رہا الف اور میم یہ حروف ہیں جو کہ علامت تثنیہ ہیں اور میم ونون جو کہ جمع میں ہیں یہ بھی جمع کی علامت ہیں میم جمع مذکر کی اور نون مشدّدہ یہ جمع مؤنث کی علامت ہے۔اور ضمیر مرفوع منفصل میں اَنْتَ سے لے کر اَنْتُنَّ تک ضمیر (اَنْ) ہے اس کے بعد جو کہ جو تاء ہے یہ حرف خطاب ہے۔

او ھُمَا سے لے کر ھُنَّ تک ضمیر (ھاء) ہے، رہے الف ومیم جو کہ انتما او ھما میں ہیں یہ حروف ہیں جو کہ تثنیہ پر دلالت کرتے ہیں، رہا میم اَنْتُمْ و ھُمْ میں یہ جمع مذکر کی علامت ہیں، رہا نون مشدّدہ جو کہ اَنْتُنَّ و ھُنَّ میں ہے یہ جمع مؤنث کی علامت ہے۔

**فائدہ** :تہذیب التوضیح ص ۳۴ ج ا میں ہے کہ ضمیر منصوب منفصل میں ضمیر صرف (ایا) ہے باقی جو لواحقات ہیں وہ حروف ہیں جو کہ متکلم یا کہ مخاطب اور غائب پر دلالت کرتے ہیں۔



## (تشریح)

جاننا چاہیے کہ اس موضوع پر حاشیہ ابن عقیل منحۃ الجلیل میں تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، بیان مذاہب اور تفصیل کیلئے وہاں رجوع ہو، ابن عقیل ص ۹۸ ج ا۔

**فائدہ** :بعض نحاۃ ضمائر میں اس تجزی کے قائل نہیں ہیں اور جو نحاۃ مثلاً اَنْتَ میں (اَنْ) کو ضمیر باقی کو حروف کہتے ہیں، تو یہ عدم تجزی والے کہتے ہیں کہ نہ (اَنْتَ) بجمیع اجزاء کلمہ واحدہ ہے اور ضمیر ہے۔

جامع الدروس بحث ضمائر میں ان دو مذاہب میں سے تجزی والے قول کو حق اور عدم تجزی والے قول کو اقرب الی الفهم کہا گیا ہے، نیز النحو الوافی ص ۲۱۴ ج ا میں اس تجزی وعدم تجزی پر کلام کیا گیا ہے مگر عدم تجزی والے قول کو پسند کیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت اختصاراً۔

فمن المستحسن رفضه هذا لتجزی رفضاً قاطعاً وان نتبع النحاة الداعین الی اعتبار کلمة (ایا) مع ما یصحبها لزوماً هما معاً (الضمیر) وانهما فی الاعراب کلمة واحدة وکذالک (انتما) وباقی الفروع وهذا الرأی الحسن یناسبنا الیوم لما فیه من تیسیر وتخفیف الخ)

**فائدہ** : سیوطی نے البھجۃ المرضیۃ ص ۲۴ میں بحوالہ ابو حیان کہا ہے کہ ضمیر مرفوع کبھی مجرور ومنصوب استعمال ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارت (قال ابو حیان وقد تستعمل هذه مجرورة کقولهم اَنَا کَاَنْتَ وکهو ، هُوَ کَاَنَا. ومنصوبة کقولهم ضربتُکَ اَنْتَ)

**فائدہ**: ضمیر میں اصل اتصال ہے کیونکہ وضع ضمائر کا اختصار کیلئے ہے اور ضمیر متصل اَخصر ہوتا ہے منفصل سے جیسا کہ شرح جامی ص ۲۱۶ میں ہے ہاں اگر متصل ممکن نہیں تھا تو پھر عدول ہوتا ہے منفصل کی طرف اور وہ مواضع جن میں عدول ہوتا ہے متصل سے منفصل کی طرف ابن عقیل کے حاشیہ منحۃ الجلیل میں دس ذکر کئے گئے ہیں لہٰذا تفصیل کیلئے ابن عقیل ص ۱۰۰ ج ا میں مذکورہ حاشیہ کی طرف رجوع ہو۔

## ﴿ نحو میر ﴾

دوم اسمائے اشارات ذَاوَ ذَانِ وَذَيْنِ وَتَاوَتِیْ وَتِهْ وَذِهْ وَذِهِیْ وَتِهِیْ وَتَانِ وَتَيْنِ وَاُوْلَاءِ بمد وَاُوْلیٰ بقصر

## طرزا لمبتدی

(**قولہ دوم اسمائے اشارات**) یعنی اسم غیر متمکن کی دوسری قسم اسمائے اشارات ہیں۔ اسماء اسم کی جمع ہے اور اشارات اِشَارَۃٌ کی جمع ہے، اشارہ کا لغوی معنٰی ہے اشارہ کرنا، اصطلاح میں ان اسموں کو اسمائے اشارات کہتے ہیں جن کی وضع مشارٌ الیہ یعنی جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو متعین کرنے کیلئے ہو تو جس لفظ سے اشارہ کیا جاتا ہے اس کو اسم اشارہ کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے، اسے مشارٌ الیہ کہتے ہیں جیسے اَكْرِمْ هٰذَا الرجل، اس مثال میں هذا اسم اشارہ ہے الرجل مشارٌ الیہ ہے۔

**فائدہ**: مشارٌ الیہ تین قسم پر ہے (۱) واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع۔ پھر ان تین میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے یعنی ہر ایک مذکر ہوگا یا مؤنث۔

### اب

(۱) واحد مذکر مشارٌ الیہ کے لئے ایک صیغہ ہے ذَا (۲) تثنیہ مذکر مشارٌ الیہ کیلئے دو صیغے ہیں (۱) ذَانِ حالت رفع میں تثنیہ مذکر کیلئے (۲) ذَيْنِ حالت نصب وجر میں تثنیہ مذکر کیلئے ہے۔

(۳) واحدہ مؤنث مشارٌ الیہ کیلئے چھ صیغے ہیں تَا، تِیْ، تِهْ، ذِهْ، ذِهِیْ، تِهِیْ

(۴) تثنیہ مؤنث مشارٌ الیہ کیلئے دو صیغے ہیں (۱) تَانِ حالت رفع میں تثنیہ مؤنث کیلئے ہے (۲) تَيْنِ یہ حالت نصب وجر میں تثنیہ مؤنث کیلئے ہے۔

(۵) جمع مذکر و مؤنث مشارٌ الیہ کیلئے کلام عرب میں ایک صیغہ ہے اُولَاءِ مد کے ساتھ ہو یا کہ اُولٰی قصر کے ساتھ یعنی برابر ہے کہ ممدود ہو یا کہ مقصور، دونوں کیلئے ایک ہی صیغہ ہے، کہا جاتا ہے اُولٰی الرجال و اُولٰی النساء۔ دیکھئے مذکورہ دونوں مثالوں میں اولٰی قصر کے ساتھ مذکر اور مؤنث مشارٌ الیہ دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

## معانی اسمائے اشارات

ذا (یہ ایک مرد) ذَانِ، ذَيْنِ (یہ دو مرد) تا، تی، ته، ذه، ذهی، تهی، (ان سب کے معنی یہ ایک عورت) تان، تین



## طرزا لمبتدی

(ان دونوں کے معنی یہ دو عورتیں) اولاء، اولیٰ (یہ سب مرد یا سب عورتیں)۔

## وجہ بناء اسمائے اشارات

اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ اسم غیر متمکن وہ اسم کہلاتا ہے کہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف، جملہ حروف۔ لہٰذا اسمائے اشارات یہ اسم غیر متمکن کی دوسری قسم ہیں مبنی الاصل کے مذکورہ تین قسموں میں سے کس کی مشابہت سے مبنی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ حروف کے مشابہت سے مبنی ہیں یعنی یہ حروف کے ساتھ مشابہ ہیں لفظاً و معناً۔

(۱) (**لفظی مشابہت**) تو یوں ہے کہ یہ اپنے وضع میں بمثل حروف کے ہیں یعنی اصل حرف میں یہ ہے کہ دو یا ایک حرف پر موضوع ہو اور اصل اسم میں یہ ہے کہ تین یا تین سے زیادہ حروف پر موضوع ہو لہٰذا جو اسم تین حرف سے کم پر موضوع ہو تو وہ اپنے اصل سے خارج ہے اور مشابہ ہوتا ہے اپنے وضع میں حروف کے ساتھ لہٰذا مبنی ہوتا ہے تو اسمائے اشارات میں بھی بعض ایسے اسماء ہیں کہ ان کا وضع حروف ہجاء میں سے دو حرف پر ہے جیسے ذا، تا، تی ہیں۔

کہ یہ اپنے اس وضع میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ جیسا (لا) و (ما) ہیں۔ مگر جان لو کہ یہ لفظی مشابہت بعض اسمائے اشارات میں ہے بعض میں نہیں ہے جیسے (ذَانِ) وغیرہ کیونکہ یہ دو حرف سے زیادہ پر موضوع ہیں لہٰذا اپنے اصل پر جاری ہیں کہ وہ اسم کا تین حرف یا اس زیادہ پر موضوع ہونا ہے مگر پھر بھی مبنی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسمائے اشارات مبنی ہونے میں حمل ہیں ان بعض اسمائے اشارات پر جو کہ اپنے وضع اور تعداد حروف میں مشابہ ہیں حروف کے ساتھ جیسے ذا، تا، تی، وغیرہ اور یہ اس لئے محمول ہیں کہ یہ دو قسم کے اسمائے اشارات اسم اشارہ ہونے میں متحد ہیں لہٰذا ایک قسم دوسرے پر محمول ہوا تاکہ حکم میں بھی متحد ہوں۔

(۲) (**معنوی مشابہت**) یہ اس طرح ہے کہ جیسا کہ حرف اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں محتاج ہوتا ہے غیر یعنی دوسرے کلمے کے ملانے کے لئے تو یہ اسمائے اشارہ اپنے ابہام کے دور کرنے میں محتاج ہوتے ہیں مشارٌ الیہ کی طرف، مطلب یہ ہے کہ اسمائے اشارہ معنائے احتیاجی میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ لہٰذا مبنی ہیں۔

**فائدہ**: اسم اشارہ سے پہلے کبھی کبھی (ھا) کا اضافہ کر دیتے ہیں اور اس (ھا) کو (ھا) تنبیہ کہا جاتا ہے غرض اس کے اتصال سے مخاطب کو مشارٌ الیہ پر تنبیہ کرنا اور ازالہ غفلت ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو فارغ کر کے اور متوجہ ہو خوب غور

## طرز المبتدی

کے ساتھ متکلم کے بات کو سنے جیسے ھٰـذا وَھٰـاتـا وَھٰـذِہٖ وَھٰـؤُلَاءِ. اور کبھی اسم اشارہ کے آخر میں (کاف) خطاب لگادیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مخاطب کس جنس سے ہے یعنی مذکر ہے یا کہ مؤنث مفرد ہے یا تثنیہ وجمع جیسے ذَاکَ، ذَاکُمَا، ذَاکُمْ، ذَاکِ، ذَاکُمَا، ذَاکُن ۔مگر جاننا چاہے کہ یہ مذکورہ کاف خطاب حرف ہے اسم نہیں ہے یعنی ضمیر نہیں ہے جیسے ضَرَبکَ وغیرہ میں ہے بلکہ یہ حرف ہے جوکہ احوال مخاطب پر کہ مخاطب واحد ہے یا کہ تثنیہ وغیرہ دلالت کرنے کیلئے آتا ہے البتہ کاف ضمیری کے ساتھ مندرجہ ذیل چیزوں میں شریک ہوتا ہے۔ یعنی حرکت میں کہ مذکر کیلئے کَ فتحہ کے ساتھ آتا ہے اور مؤنث کیلئے کِ کسرہ کے ساتھ آتا ہے نیز علامات تثنیہ وجمع کے الحاق میں مشابہ ہے کاف اسی کے ساتھ یعنی تثنیہ مخاطب کیلئے اس کے آخر میں الف ومیم آتا ہے جمع مخاطب کیلئے اس کے آخر میں میم آتا ہے اور جمع مؤنث مخاطب کیلئے اس کے آخر میں نون جمع مؤنث کالاحق ہوتا ہے مثال کے طور پر ذَاکَ، ذَاکُمَا، ذَاکُمْ، ذَاکِ، ذَاکُمَا، ذَاکُنَّ. اور کبھی اسم اشارہ اور کاف خطاب کے درمیان ایک لام کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے ذَالِکَ وَتِلْکَ، اس لام کو لام بعد کہتے ہیں جو کہ مشارٌ الیہ کے بعید ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

__فائدہ__: مسافت کے اعتبار سے مشارٌ الیہ کے تین مرتبے ہیں۔ (۱) قریب (۲) متوسط (۳) بعید۔ لہٰذا مشارٌ الیہ قریب کیلئے اس اسم اشارہ سے اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس میں کاف اور لام نہ ہو جیسے ذَا، یہ بھی جائز ہے کہ اس کے اول میں (ھاء) تنبیہ کو اضافہ کیا جائے اور کہا جائے ھٰذا، اور متوسط مشارٌ الیہ کیلئے اس اسم اشارہ سے اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس میں اکیلا کاف ہو جیسے (ذَاکَ) اور بعید مشارٌ الیہ کیلئے اس اسم اشارہ سے اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس میں کاف اور لام دونوں ہوں جیسے (ذَالِکَ)۔

__فائدہ__: اسم اشارہ سے لے کر مشارٌ الیہ تک پانچ چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) مُشیر (صیغہ اسم فاعل کے ساتھ) (۲) اسم اشارہ (۳) آلہ اشارہ (۴) مشارٌ الیہ (۵) مشارٌ لہ۔ مشیر اشارہ کرنے والے کو کہتے ہیں، اسم اشارہ عبارۃ ہے اسمائے اشارہ سے جیسے ھٰـــذا وغیرہ، آلہ اشارہ وہ عضو وغیرہ جس سے اشارہ ہوتا ہے۔ مشارٌ الیہ وہ چیز کہ اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مشارٌ لہ وہ غرض ہے کہ جس کیلئے اشارے کا انتظام ہوتا ہے۔

### (تشریح)

(اشارہ) علامہ محمد سوقی نے شرح سمرقندی کے حاشیہ میں جو کہ علم وضع میں ہے اشارہ کے متعلق کہا ہے (الاشارۃ ھی



### (تشریح)

تحریک العضو علی وجه مخصوص) حاشیہ دسوقی ص ۷۔

محقق ابن یعیش شرح مفصل ص ۱۲۶ ج ۲ پر بحث اسماء اشارہ میں کہتا ہے (ومعنی الاشارة الایماء الی حاضر بجارحة او مایقوم مقام الجارحة)

(اسم الاشارہ) اشمونی ص ۱۷۲ ج ۱ میں ہے (اسم الاشارة ماوضع لمشار الیه) اس کے بعد جان لو کہ اصل اشارہ میں یہ ہے کہ مشارٌ الیہ مُشار ہو اشارہ حسی یعنی ہاتھ وغیرہ سے جیسے ھٰـذازَیْدٌ وھذه امراۃٌ اور کبھی مجازاً اس کا استعمال غیر حسی میں بھی ہوتا ہے جیسے ذالـکـم اللّٰـه کہ یہاں اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو رہا ہے مگر وہ مشار الیہ اشارہ حسی سے نہیں ہے جیسا کہ شرح جامی اور اس کے حواشی میں بحث اسمائے اشارہ میں ہے نیز مسالک البہیہ ص ۹۰ میں ہے۔

اور جامع الدروس ص ۱۲۸ ج ۱ میں ہے (اسم الاشارة ما یدل علی معین بواسطة اشارة حسیة بالید و نحوها ان کان المشار الیه حاضرا او اشارة معنویة اذا کان مشار الیه معنی او ذا تا غیر حاضر) مثال اول کا ھٰذا تِلْمِیْذ، مثال دوم کا ھٰذا رَايٌ صَوَاب اور النحو الوافی ص ۲۸۹ ج ۱ میں ہے (والغالب ان یکون المشار الیه وھو المدلول شیئاً محسوساً کالمثال السابق و کان تشیر باحد اصابعک الی کتاب او قلم او سیارة وتقول ذا کتاب، ذا قلم، ذی سیارة، وقد یکون شیئاً معنویاً کان تتحدث عن رای او مسالة فی نفسک وتقول ذی مسالة تتطلب التفکیر، ذا رای اُبَادِر بتَحقیقه)۔

(ذَانِ و ذَیْنِ وتَانِ و تَیْنِ) فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ مذکورہ الفاظ تثنیہ میں جو اختلاف ہے یعنی حالت رفع میں الف کا ہونا اور حالت نصب وجر میں یاء کا ہونا یہ اختلاف عوامل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ مبنی ہیں ان کا وضع اسی صورت پر ہوا ہے لہٰذا یہ صورۃ اس کی اتفاقی ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (ولیس اختلاف آخرهما بسبب اختلاف العوامل کما توهمه بعضهم فزعم انهما معربان اعراب المثنی بل هما مبنیان لوجود علة البناء فیهما ووقوعهما علی صورة المعرب اتفاقی فلیست الیاء فیهما منقلبة عن الالف بل کل منهما اصل) الفواکہ الجنیہ ص ۹۹۔

اور جامع الدروس میں ص ۱۲۹ ج ۱ میں ہے (وهما فی حالة الرفع مبنیان علی الالف وفی حالتی النصب والجر مبنیان علی الیاء ولیسا معربین بالالف رفعا و بالیاء نصبا وجرا کا لمثنی لان اسماء الاشارة

(تشریح)

مبنیة لا معربة فمن العلماء من یعربها اعراب المثنی فلم یخطئی محجة الصواب )

(اُولاءِ) شرح الکودی ص ۳۲ میں ہے (یعنی ان لفظ اُولی یُشَارُ به الی الجمع مطلقا ای سواء کان مذکرا او مؤنثا فتقول اولی الرجال واولی النساء)

اور شرح ابن عقیل ص ۱۳۳ ج ا میں ہے (وفیها لُغتان المدُّ وهی لغة اهل الحجاز وهی الواردة فی القرآن والقصر وهی لغة بنی تمیم) اور ابن مالک نے الفیہ میں کہا ہے (والمد اولی) شرح الکودی میں ہے (وانما کان اولی لانها لغة اهل الحجاز ولم یجئ فی القرآن الا ممدودا کقوله تعالی هَا اَنْتُمْ اُوْلَاءِ ) جامع الدروس ص ۱۲۸ ج ا کے حاشیہ میں اُولی و اُولَاءِ کے کتابت وتلفظ کے بارے میں کہا گیا ہے (تکتب اولی و اولاء بالواو غیر ملفوظة تلفظان اُلیٰ و اُلاءِ بلا واو ) اور فاکہی نے الفواکہ الجنیہ ص ۹۹ میں کہا ہے (اذا کان مقصورا یکتب بالیاء) الکواکب ص ۵۵ ج ا میں ہے (قال الفاکهی واذا کان مقصوراً یکتب بالیاء ای وان کان ممدوداً کتب بالالف)

(وجه بناء) شرح انموذج ص ۳۳ بحث اسماء اشارہ میں کہا گیا ہے (وانما بنیت اسماء الاشارة لمناسبتها بالحروف امامن جهة الاحتیاج الی مشار الیه وذالک فی الجمیع واما من جهة ان وضع بعضها وضع الحروف فحمل الباقی علیه)

اور درایۃ النحو ص ۱۶۶ میں ہے (وانما بنیت اسماء الاشارة لکون وضع بعضها وضع الحروف کذا و نحوه و حمل البقیة علیه اولا حتیاجها الی ما تبین به من قرینة الاشارة فاشبهت بالحروف فی الاحتیاج)

(مُشَارٌ الیه ) تہذیب التوضیح ص ۷۴ ج ا بحث اسماء اشارہ میں ہے کہ مشار الیہ واحد ہوگا یا تثنیہ اور جمع پھر ہر ایک ان تین میں سے دو قسم پر ہے مذکر ہوگا یا مؤنث۔

(ھاالتنبیہ) علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ ص ۹۹ میں کہا ہے (ویجوز دخول ها التنبیه بالف غیر مهموز علی اوائل اسماء اشارة لتنبیه المخاطب علی ما یلقی الیه وازالة لغفلته نحو هذا و هذِه وهذان و هذین



(تشریح)

وهاتانِ وهاتینِ وهؤلاءِ الخ )

اور النحو الوافی ص ۲۹۴ میں ہے (اما تنبیه الغافل الی ما بعدها و توجیهه الی ما سیذکر واما اشعار غیر الغافل الی اهمیة ما بعدها وجلال شانه لیتفرغ له و یقبل علیه)

فائدہ : (ھا) تنبیہ اور اسم اشارہ کے درمیان مندرجہ ذیل چیزوں کا فاصلہ جائز ہے جیسا کہ النحو الوافی ص ۳۰۴ ج ا میں ہے۔

(ا) وهو انه یجوز الفصل بین ها التی للتنبیه واسم الاشارة بضمیر المشار الیه مثل هأنَذا اسمع النصح.

مگر یاد رہے کہ یہ ضمیر مبتدا ہے مابعد اس کی خبر ہے جیسا کہ النحو الوافی ص ۳۰۳ ج ا میں ہے۔

(۲) وقد یکون الفصل بغیر الضمیر قلیلاً کالقسم بالله نحو ها والله ذاالرجل محب لوطنه .

(۳) وکذ(ان) الشرطیة مثل ها اِنْ ذی حسنةٌ تتکرر یُضاعف ثوابها.

النحو الوافی ص ۳۰۴ ج ا میں ہے کہ شائع اور مشہور تر یہ ہے کہ ھا تنبیہ اس ضمیر مرفوع منفصل پر داخل ہوتا ہے کہ خبر اس کا اسم اشارہ ہوتا ہے مگر کبھی اس ضمیر مرفوع منفصل پر بھی داخل ہوتا ہے کہ خبر اس کا اسم اشارہ نہیں جیسے ھانا ساهرٌ علی صالح الوطن.

جاننا چاہیے کہ ھا تنبیہ جب ضمیر مرفوع پر داخل ہو تو حرف ھا کا الف اور اَنَا میں جو الف ہے یہ دونوں حذف ہوتے ہیں مثلاً ھأَنَذَا ، اصل میں ھا اَنَاذَا ہے مگر جب اس کو متصل لکھا جاتا ہے تو اس میں مذکورہ تغییر واقع ہوتی ہے (النحو الوافی ص ۲۹۵ ج ا حاشیہ ۳)

اور جامع الدروس ص ۱۲۹ ج ا میں ہے کہ ھا تنبیہ اور اسم اشارہ کے درمیان کاف تشبیہ سے فاصلہ یہ بھی کثیر ہے (والفصل بکاف التشبیه فی نحو هکذا کثیر شائع)

فائدہ : النحو الوافی ص ۳۰۴ ج ا میں ہے (وقد تعاد هاء التنبیه بعد الفصل لتوکید التنبیه وتقویته مثل ها انتم هؤلاء تحبون العمل النافع)

فائدہ : شرح انموذج ص ۳۴ بحث اسماء اشارہ میں ہے (ویتصل باواخر الاسماء الاشارة کاف الخطاب لیعلم ان المخاطب ای جنس من المذکر والمؤنث والمفرد وغیره نحو ذَاکَ ذَاکُمَا ذَاکُمْ ذَاکِ ذَاکُمَا ذَاکُنَّ الخ )

(تشریح)

اورعلامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص۹۹ میں کہا ہے(فتفتح للمخاطب نحو ذاکَ فیعلم انا لاشارة والخطاب الی مفرد مذکر و تکسر للمخاطبة نحو ذاکِ فیعلم ان الشارة الی مفرد مذکر والخطاب لمؤنثة و تتصل بها علامه التثنية والجمع نحو ذاکما فیعلم ان الاشارة الی مفرد مذکر والخطاب لمثنی واذا قیل ذاکم تصیر الاشارة بحالها والخطاب لجمع الذکور او قیل ذاکن تکون الاشارة بحالها ایضاً والخطاب لجمع الاناث واذا قیل ذانک تکون الاشارة الی المثنی المذکر والخطاب لمفرد مذکر او قیل تاکَ بفتح الکاف تکون الاشارة الی مفرد مؤنث والخطاب بحاله)

فائدہ : یہ مذکورہ کاف ذاک وغیرہ میں حرف ہے ضمیر نہیں ہے جیسے غلامک میں ضمیر ہے۔ابن عقیل ص۱۳۴ میں ہے (وهذه الکاف حرف خطابٍ فلا موضع لها من الاعراب وهذا لا خلاف فیه )اور خضری ص۱۲۵ج۱ میں ہے(حرف خطاب ای لا ضمیر والا لا ضیف اسم الاشارة الیها اذلا یتصل الضمیر الا بعامله) اور ابن یعیش نے شرح مفصل ص۱۲۴ج۱ بحث اسمائے اشارہ مین کہا ہے(اعلم ان کاف الخطاب علی ضربین احدهما ما یفید الخطاب والاسمية والآخر ما یفید الخطاب مجردا عن معنی الاسمية فالاول نحو الکاف فی اخیک وابیک وغلامک الخ والثانی نحو الکاف اللاحقة باسماء الاشارة نحو ذاک الخ )اور ابن یعیش نے صفحہ مذکورہ کے اندر کا حرفی کے چند اور نظیریں بھی ذکر کی ہیں مزید تحقیق کیلئے وہاں رجوع ہو۔

فائدہ : ہمع الهوامع اور حاشیہ صبان اور الکواکب الدریہ وغیرہ میں ہے کہ کا حرفی اَرَئیْتَ فعل کے ساتھ جبکہ اَخْبِرونی کے معنی میں ہو لاحق ہوتا ہے اور الکواکب الدریہ میں ہے (فاذا اتصلت بها هذه الکاف لزمت التاء الافراد والتذکیر استغناء بلحوق العلامات للکاف فتقول ارایتک ارایتکما ارایتکم ارایتکن زیدا ما صنع ای اخبرنی عن زید فالتاء فاعل والکاف حرف خطاب )مزید تحقیق کے لئے الکواکب الدریہ ص۵۶ج۱ و صبان ص۲۲۰ج۱ و ہمع ص۷۷ج۱ ملاحظہ ہوں۔



(تشریح)

(لام بعد )جب مشارٌ الیہ بعید ہو تو اسم اشارہ کے آخر میں دو حرف زیادہ کئے جاتے ہیں ایک لام جس کو لام بعد کہتے ہیں ،دوم کاف حرفی جیسا کہ النحو الوافی ص۲۹۳ج۱ میں ہے۔(لا سبیل للدلالة علی ان المشار الیه بعید الا بزیادة حرفین فی آخر اسم الاشارة هما لام فی آخره تسمی لام البعد یلیها کاف الخطاب الحرفية حتما ولا توجد لام البعد بغیرها)۔

فائدہ : فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص۱۰۰ میں بحث اسمائے اشارہ کے اندر لام بعد کے متعلق کہا ہے( ولا تدخل اللام فی اسم الاشارة اذا کان علی صورة المثنی فلا یقال ذان لکما ولاتان لکما ولا اذا کان فی صورة الجمع فی لغة من مده فلا یقال اولاء لک واما من قصر فمنهم من لا یأتی باللام ایضاً ومنهم من یاتی بها )اور آگے کہتا ہے(کما لا تدخل اللام فی المثنی والجمع کذالک لا تدخل علی اسم الاشارة المفرد اذا تقلمته هاء التبیه)

فائدہ : القواعد الاساسیہ ص۲۷ کے حاشیہ میں ہے(لا تجتمع الثلاثة دفعة واحدة لکراهة کثرة الزوائد ، ولا تجتمع ها التنبیه مع اللام لعدم المناسبة بینهمالان اللام تشعر بالبعد و ها التنبیه تشعر بالقرب فیکون فیه جمع بین الاضداد اللتی تتعارض فتتساقط).

(مراتب مشارٌ الیه )جاننا چاہئے کہ ابن مالک کے نزدیک مشارٌ الیہ کے فقط دو مرتبے ہیں(۱) قریب(۲) بعید مگر جمہور کے نزدیک مشارٌ الیہ کے لئے تین مراتب ہیں جیسا کہ ابن عقیل ص۱۳۵ج۱ بحث معرفہ ونکرہ کے اندر کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت( وظاهر کلام المصنف انه لیس للمشار الیه الا رتبتان قُرْبی ، و بُعْدَی، کما قَرَّرْنَاهُ والجمهور علی ان له ثلاث مراتب قُرْبٰی ووُسْطی و بُعْدی فَیُشَارُ الی مَنْ فی القربیٰ بما لیس فیه کافٌ ولا لامٌ کذَا و ذِیِ والی مَنْ فی الوُسْطی بما فیه الکاف و حدها نحو ذاک والی مَنْ فی البعدی بما فیه کافٌ ولامٌ نحو ذالکَ )

اور صاحب نحو میر علامہ میر سید شریف نے شریفیہ شرح کافیہ بحث اسمائے اشارہ میں مشارٌ الیہ کے تین مراتب کو یوں ذکر کیا ہے(اعلم ان اسم الاشارة لو کانت عارية عن کاف الخطاب واللام وما یقوم مقام اللام تکون للاشارة الی القریب نحو ذاوان کانت مع کاف الخطاب بلا لام وما یقوم مقامها فللمتوسط بین القریب

(تشریح)

والبعید نحو ذاک وان کانت مع اللام فللبعید نحو ذالک)

**فائدہ** : ذانِ وتانِ تخفیف اورتشدیدنون دونوں آتے ہیں مگربصورۃ تشدیدنون یہ مشارٌ الیہ بعید کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ کافیہ میں بحث اسمائے اشارہ کے اندر ہے، مگر یادر ہے کہ تشدیدنون یہ قائم مقام ہوتا ہے لام بعد سے، یہی مراد ہے "وما یقوم مقامها" سے جواوپرنقل کیا گیا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تثنیہ میں جب نون مشدد ہو یہ تشدید قائم مقام ہے لام بعد کی اس کی مزید تفصیل اور تحقیق کوشرح عصام علی الکافیہ ص۱۹۶ اورعقد النامی ص۶۳۲ اور حاشیہ جمال بر جامی ص۲۲۴ اورشرح مفصل ص۱۳۵ پر بحث اسمائے اشارہ میں ملاحظہ ہو۔

**فائدہ** : مسالک البہیہ ص۹۱ میں ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشارٌ الیہ جب رتبے میں عالی ہوتا ہے اگر چہ مسافت کے اعتبار سے قریب ہو چونکہ مرتبے میں عالی ہے تو اس کیلئے صیغہ بعید کو استعمال کیا جاتا ہے جیسے ذالک الکتاب لاریب فیه، اور کبھی جب کوئی مشارٌ الیہ رتبے میں کم ہوتا ہے اگر چہ مسافت کے اعتبار سے وہ دور ہے مگر چونکہ رتبے کے اعتبار سے کم ہوتا ہے تو اس کے لئے صیغہ قریب کو استعمال کیا جاتا ہے جیسے هذا بخیل لا یُعْطِیْ اَحداً۔

الغرض اسم اشارہ قریب اور بعید ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ ہمع الہوامع ص۷۷ ج۱ میں بحث معرفہ ونکرہ میں ہے (قد ینوب ذو البعد عن ذی القرب و ذو القرب عن ذی البعد اما لرفعة المشار الیه والمشیر الخ )

جاننا چاہئے کہ مذکورہ اسمائے اشارہ مکان وغیر مکان دونوں میں استعمال ہوتے ہیں یعنی ان سے اشارہ کیا جاتا ہے مکان وغیر مکان دونوں کی طرف جیسا کہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ ص۱۰۰ میں کہا ہے مگر چند ایسے اسماء ہیں کہ ان سے فقط مکان کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ جامع الدروس ص۱۲۸ ج۱ میں ہے (ومن اسماء الاشارة ماهو خاص بالمکان فیشار الی المکان القریب بهُنا والی المتوسط بهُنَاکَ والی البعید بِهُنَالِکَ و ثَم)

اور فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے (ویشار الی المکان القریب بلفظین بهنا بضم الهاء و تخفیف النون مجردة عن ها التنبیه اوههنا مقرونة بها نحو " اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ " و یشار الی المکان البعید بالفاظ الخ ) اور آگے کہتا ہے (اَوْ ثَمَّ بفتح الثاء المثلثة و تشدید المیم ولا تُلْحَقُها کاف و لا لامٌ نحو "وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ" الفواکہ ص۱۰۱)



(تشریح)

اور القواعد الاساسیہ ص۷۳ کے حاشیہ میں ہے (ثَمَّ یشار به الی المکان البعید بدون ان یلحقها شیئی من ها التنبیه او کاف الخطاب او اللام واذاتقدمت من علی لفظة ثم افادت التعلیل )

النحو الوافی ص۳۰۲ ج۱ میں ہے (ویجوز ان تلحقها تاء التانیث المفتوحة فتقول ثَمَّةَ میدان للتسابق الادبی)

**فائدہ** : اسمائے اشارہ جو مکان کے لئے ہوتے ہیں وہ اسم اشارہ کے ساتھ ساتھ ظرف مکان کے لئے بھی ہوتے ہیں لہٰذا محلاً منصوب یا تو مجرور ہوتے ہیں حرف جرمِنْ یا اِلٰی کی وجہ سے۔ القواعد الاساسیہ ص۷۳ میں ہے (واسماء المکان تلزم الظرفیة او الجر بالحرف محلا فیقال جئنا من هُنا . وذَهَبْنَا مِنْ هُنَاکَ اِلٰ هُنَالِکَ) اور عصام نے شرح کافیہ ص۱۹۷ میں کہا ہے (وهنا وهو لازم الظرفیة اما منصوباً اور مجرورا بمن او الی لا غیر) نیز عصام شرح کافیہ میں ہے (واستعمال هُنَا و هُنَالِکَ للزمان علی سبیل التجوز) یعنی ان کا استعمال مکان میں ہوتا ہے مگر کبھی زمان کے لئے بھی آتے ہیں علی سبیل المجاز اور حاشیہ عبد الرحمٰن بر جامی میں زمان کیلئے اس قول باری تعالیٰ کو پیش کیا گیا ہے کقوله تعالیٰ هنالک الولایة ای حینئذ الخ۔ شرح جامی ص۲۲۵ بحث اسمائے اشارہ اور النحو الوافی ص۲۹۵ ج۱ میں جو اسمائے اشارہ مکان کیلئے ہیں اور لازم الظرفیۃ ہوتے ہیں ان پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے بوقت ضرورت وہاں رجوع ہو اور الکواکب الدریہ ص۵۶ ج۱ میں ہے کہ اسمائے اشارہ جو کہ مکان میں مستعمل ہوتے ہیں یہ سب منصوب محلاً ہوتے ہیں بنا بر ظرفیت (هنا وما بعده الی قوله اَوْ ثَمَّ کلها یقول فی اعرابها اسم اشارة فی محل نصب علی الظرفیة ) مذکورہ کتاب میں ص۵۶ پر (اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ) یہاں جو اسم اشارہ مکان کے لئے ہے اسے یوں ترکیب کیا گیا ہے کہ انا میں لفظ نا کو اسم اِنَّ کہا گیا ہے اور ههُنا جو کہ اسم اشارہ ہے اس کو منصوب محلاً بنا بر ظرفیت متعلق قرار دیا ہے قاعدون کے لئے، قاعدون کو خبر قرار دیا گیا ہے اِنَّ کیلئے اور مندرجہ ذیل قول باری تعالیٰ میں یعنی (وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ) یہاں ثم جو کہ اسم اشارہ ہے مکان کیلئے اس کی ترکیب یوں ذکر کی گئی ہے (ثم اسم اشارة فی محل نصب علی الظرفیة لانها ملازمة لها متعلقة برائیت)۔

**فائدہ** : اسمائے اشارہ محلاً مرفوع یا منصوب اور مجرور ہوتے ہیں عوامل کے مناسبت سے جیسا کہ النحو الوافی ص۳۰۰ ج۱ میں ہے (فهی مبنیة دائما ولکنها فی محل رفع او نصب اوجر علی حسب موقعها من الجمل )

## ﴿ نحومیر ﴾

سوم اسماموصولہ: اَلَّذِیْ و اَللَّذَانِ و اَللَّذَیْنِ و اَلَّذِیْنَ و اَلَّتِیْ و اَللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ و اَللَّاتِیْ و اَللَّوَاتِیْ و مَا و مَنْ و اَیٌّ و اَیَّۃٌ و الف و لام بمعنی اَلَّذِیْ دراسم فاعل واسم مفعول چون الضَّارِبُ والْمَضْرُوْبُ و ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ درلغت بنی طےنحوجَاءَ نِیْ ذُوْ ضَرَبَکَ.

## طرزا لمبتدی

(قولہ سوم اسمائے موصولہ) یعنی اسم غیر متمکن کی تیسری قسم اسمائے موصولہ ہیں اوراسماء جمع اسم کی اور موصول اسم مفعول کا صیغہ ہے ماخوذ ہے وَصْل سے، وصل کے لغت میں معنی ہے جوڑنا اور موصول کے معنٰی ہے (ملائے ہوئے اسم) کیونکہ اسم موصول بھی اپنے غیر سے جوکہ صلہ ہے ملایا جاتا ہے۔

### ﴿اسم موصولہ کی اصطلاحی تعریف﴾

**الموصول مالا یتم جزأ تاما الا بصلة وعائد وصلته جملة خبرية والعائد ضمير له**

یعنی اصطلاح میں اسم موصول وہ اسم ہے جو اپنے صلہ اور عائد کے بغیر جملہ کا کامل جز نہ بن سکے اور صلہ اس کا ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد ایک ضمیر ہوتا ہے اس جملہ میں جو کہ لوٹتا ہے اس اسم موصول کی طرف، مطلب یہ ہے کہ اسم موصول اکیلا مُسند، مسندالیہ، فاعل مفعول وغیرہ واقع نہیں ہوسکتا ہے جب تک دو چیزیں نہ ہو، اول جملہ خبریہ جوکہ متصل ہوتا ہے اس اسم موصول کے ساتھ اور اس جملہ کو صلہ موصول کہتے ہیں، دوم ایک رابط ہوتا ہے اس صلہ میں جوکہ عموماً ضمیر ہوتا ہے اور لوٹتا ہے اس اسم موصول کی طرف اور اس ضمیر کو عائد بھی کہتے ہیں۔

**فائدہ**: اسم موصول دوقسم پر ہے اول خاص، دوم مشترک۔

(اول خاص) یہ وہ اسمائے موصولہ ہیں جو کہ خاص ہوں ایک معنٰی میں یعنی یہ وہ صیغے ہیں جو کہ مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث ہوتے ہیں مقام کے مناسبت سے۔

(دوم مشترک) یہ وہ اسماء موصولہ ہیں کہ صیغہ تو ایک ہوتا ہے مگر اس میں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب شریک ہوتے ہیں مشترک کے صیغے بعد میں ذکر ہوں گے پہلے اسم موصولہ خاص کے صیغے۔

(اسم موصول خاص) اسم موصول خاص کے صیغے وہ یہ ہیں



## طرزا لمبتدی

(۱) اَلَّذِیْ: واحد مذکر کیلئے خواہ عاقل ہو یا کہ غیر عاقل۔

(۲) اَللَّذَانِ: تثنیہ مذکر کیلئے حالت رفع میں خواہ عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(۳) اَللَّذَیْنِ: تثنیہ مذکر کیلئے حالت نصب وجر میں خواہ عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(۴) اَلَّذِیْنَ: جمع مذکر کیلئے مطلقاً یعنی حالت رفع ونصب وجر، تینوں حالات میں اسی یا کے ساتھ استعمال ہوتا ہیں مگر مذکر عاقل کیلئے کثیراً اور مذکر غیر عاقل کیلئے قلیلاً استعمال ہوتا ہے۔

(۵) اَلَّتِیْ: واحدہ مؤنثہ کیلئے عاقل ہو یا غیر عاقل۔

(۶) اَللَّتَانِ: تثنیہ مؤنث کیلئے حالت رفع میں عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(۷) اَللَّتَیْنِ: تثنیہ مؤنث کیلئے حالت نصب وجر میں عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(۸) اَللَّاتِیْ وَاللَّوَاتِیْ: دونوں جمع مؤنث کیلئے عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(اسم موصولہ مشترک) اسم موصول مشترک کے صیغے وہ یہ ہیں۔

(۱) مَا: یہ مشترک ہے مذکر مؤنث واحد، تثنیہ، جمع کے درمیان یعنی مقام جس معنٰی کا تقاضا کرتا ہے اسی کے لئے ہوگا اور اصل میں وضع اس کا غیر عاقل کے لئے ہے مگر کبھی عاقل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر جاننا چاہئے کہ ما اگر مفرد مذکر کیلئے ہو تو الذی کے معنی میں ہوتا ہے اگر تثنیہ مذکر کیلئے ہو تو اللذان، یا اَلَّذَانِ کے معنی میں ہوتا ہے اگر جمع مذکر کیلئے ہو تو اَلَّذِیْنَ کے معنی میں ہوتا ہے اگر واحدہ مؤنثہ کیلئے ہو تو التی کے معنی میں ہوتا ہے اسی پر تثنیہ وجمع مؤنث کو قیاس کیا جائے۔

(۲) مَن: یہ بھی مشترک ہے مذکورہ معنی کے اندر مقام کے مناسبت سے ایک معین ہوگا اور لفظ (مَنْ) کا وضع عاقل کیلئے ہے مگر کبھی غیر عاقل کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور مَنْ بھی بمثل (ما) کے اَلَّذِیْ، اَلَّتِیْ اور ان کے تثنیہ وجمع کے معنی میں ہوتا ہے لہٰذا اسی پر قیاس کیا جائے۔

(۳) اَیٌّ: یہ بھی مشترک ہے مذکورہ معانی کے درمیان مقام کے مناسبت سے ایک معنی کا تعین ہوتا ہے اور لفظ (اَیٌّ) عاقل وغیر عاقل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ (اَیٌّ) بھی بمثل ما اور مَن کے اَلَّذِیْ اور اَلَّتِیْ اور ان کے

## طرز المبتدی

تثنیہ وجمع کے معنی میں ہوتا ہے۔

(۴) **اَيَّةٌ**: یہ مؤنث کیلئے آتا ہے مطلقاً۔ مراد مطلقاً سے یہ ہے کہ واحدہ مؤنثہ ہو یا کہ تثنیہ وجمع مؤنث ہو پھر عام ہے کہ عاقل ہو یا کہ غیر عاقل نیز لفظ اَيَّةٌ اَللَّتِیْ اوراس کے تثنیہ وجمع کے معنی میں ہوتا ہے مقام کی مناسبت سے۔

(۵) **الف و لام**: یہ مشترک ہے مذکر، مؤنث ،مفرد، تثنیہ وجمع کے درمیان مقام کے مناسبت سے ایک معنی کا تعین ہوتا ہے نیز الف ولام عاقل وغیر عاقل دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے نیز یہ الف ولام اَلَّذِیْ اور اَللَّتِیْ اوران کے تثنیہ وجمع کے معنی میں ہوتا ہے۔

**فائدہ**: کتاب کی شروع میں الف ولام کی اقسام میں الف ولام موصولہ کیلئے تین شرائط کا ذکر کیا گیا تھا مگر یہاں ایک اورشرط کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے لہٰذا الف ولام موصولہ کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) شرط یہ ہے کہ مدخول اس کا اسم فاعل یا کہ اسم مفعول کا صیغہ ہو احتراز ہوا اسم تفضیل اور صفت مشبہ سے کہ ان کا الف ولام حرف ہوتا ہے۔

(۲) شرط یہ ہے کہ معنائے وصفیت پر جوکہ اسم فاعل واسم مفعول میں ہوتا ہے اسمیۃ غالب نہ ہو، احتراز ہوا رَاکِبٌ سے کہ یہ اصل میں وصف تھا ہر فاعل کا مگر بعد میں اس کا ستعمال غالب ہوا راکب اِبل میں گویا کہ معنی وصفیت سے خالی ہوا اب اسم ہے راکب کیلئے۔

(۳) شرط یہ ہے کہ اسم فاعل واسم مفعول حدوث پر دلالت کریں معنی حدوث کا یہ ہے کہ جس معنی وصفی پر اسم فاعل واسم مفعول دلالت کرتے ہیں جب وہ معنی طاری اور پیدا ہوتو فوراً زائل ہو دائم اور ثابت نہ ہو، احتراز ہوا المرفوعات المنصوبات المجرورات سے کہ یہ جس معنی وصفی یعنی (رفع ،نصب ،جر) پر دلالت کرتے ہیں وہ دوامی ہے کیونکہ مرفوعات منصوبات مجرورات سے وہ اسماء مراد ہیں کہ ان کیلئے وصف رفع نصب جر علیٰ سبیل الدوام ثابت ہے یعنی ہمیشہ کیلئے مرفوع منصوب مجرور ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ صیغوں کے الف ولام اسمی نہیں ہے بلکہ حرفی ہے نیز جاننا چاہئے کہ پہلی شرط میں جوکہ اسم تفضیل وصفت مشبہ سے احتراز ہوا وہ بھی اسی وجہ سے کہ وہ جس معنائے وصفی پر دلالت کرتے ہیں وہ دلالت علیٰ سبیل الدوام ہے جیسے اَلْاَکْبَرُ ، اَلْجَمِیْلُ .



## طرز المبتدی

(۴) شرط یہ ہے کہ جوالف ولام اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہے اس سے عہد کا معنی مراد نہ ہو اگر ہوتو وہ الف ولام عہدی ہوتا ہے جیسے اُنْصُرِ الْمَظْلُوْمَ .

موافقی مثال جیسے اَلضَّارِبُ وَالْمَضْرُوْبُ کہ یہ الف ولام موصولہ ہے اور مدخول اس کا اسم فاعل اوراسم مفعول کا صیغہ ہے جوکہ اپنے معنائے وصفی پر کہ وہ یہاں ضَرْب ہے بطریق حدوث دلالت کرتے ہیں اور معنائے وصفیت پر اسمیۃ بھی غالب نہیں ہے نیز الف ولام سے عہد کا بھی ارادہ نہیں کیا گیا ہے لہٰذا یہ الف ولام موصولہ کہلاتا ہے نیز جاننا چاہئے کہ مذکورہ شرائط سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الف ولام موصولہ کا صلہ فقط اسم فاعل یا کہ اسم مفعول ہوتا ہے۔

**فائدہ**: الف ولام موصولہ کا مدخول جوکہ اسم فاعل اوراسم مفعول ہوتا ہے یہ اسم فاعل واسم مفعول صورۃً اسم ہیں مگر معناً فعل ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ دومثالوں میں چونکہ اسم فاعل فعل معلوم سے بنتا ہے وہ فعل معلوم یعنی الذی ضَرَبَ کے معنی میں ہے اوراسم مفعول چونکہ فعل مجہول سے مشتق ہوتا ہے تو وہ فعل مجہول کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اَلَّذِیْ ضُرِبَ لہٰذا یہ اسم فاعل واسم مفعول بوقت دخول الف ولام موصولہ کے اپنے فاعل ونائب فاعل کے ساتھ جملہ خبریہ ہیں اور یہی اسم فاعل اوراسم مفعول بمعنائے فعل صلہ بنتے ہیں الف ولام موصولہ کیلئے اور جب اسم فاعل اوراسم مفعول پر الف ولام موصولہ داخل نہ ہوتو اسم فاعل اوراسم مفعول اپنے فاعل ونائب فاعل کے ساتھ جملہ نہیں ہوتے بلکہ حکم میں مفرد کے ہوتے ہیں۔

(۶) **ذُوْ**: یہ بھی اسم موصول مشترک کا صیغہ ہے جوکہ اَلَّذِیْ یا کہ اَللَّتِیْ اوران کے تثنیہ وجمع کے معنی میں ہوتا ہے اور عاقل غیر عاقل دونوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے جَاءَنِیْ ذُوْ ضَرَبَکَ ای اَلَّذِیْ ضَرَبَکَ.

**فائدہ**: ذو دوقسم پر ہے اول بمعنائے صاحب یہ معرب ہے جیسا کہ بحث اعراب میں آئے گا دوم اَلَّذِیْ یا کہ اَلَّتِیْ کے معنی میں ہوتا ہے یہ مبنی اوراسم موصول ہے یہاں یہی قسم مراد ہے اور دونوں کے درمیان دوطرح کا فرق ہے۔ پہلا فرق یہ ہے کہ ذُوْ بمعنائے صاحب یہ معرب ہے اور ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ یا اَلَّتِیْ یہ مبنی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ذو بمعنی صاحب اختلاف عوامل سے بدلتا ہے جیسے جاءنی ذُوْ مَالٍ وَرَاَیْتُ ذَامَالٍ و مَرَرْتُ بِذِیْ مَالٍ اور ذو بمعنی اَلَّذِیْ یہ اختلاف عوامل سے نہیں بدلتا بلکہ تینوں حالات میں مبنی ہوتا ہے واو کے سکون پر جیسے جاءنی ذُوْ قَامَ و رَئَیْتُ ذُوْ قَامَ وَمَرَرْتُ بِذُوْ قَامَ )

## طرز المبتدی

**فائدہ** : ذُوْ کا موصولہ ہونا یہ قبائل عرب میں سے بنی طے کا لغت ہے جو کہ ایک قبیلہ ہے عرب میں سے اسی وجہ سے اس ذو کو ذُوْ الطائیہ کہا جاتا ہے۔

(قوله بدانکه اَيٌّ و اَيَّةٌ معرب است )یعنی اَيٌّ اور اَيَّةٌ بقیہ موصولات سے حکم اعراب و بناء میں مختلف ہیں لہٰذا بقیہ موصولات تو مبنی ہوتے ہیں مگر اَيٌّ اور اَيَّةٌ کبھی مبنی اور کبھی معرب ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اَيٌّ اور اَيَّةٌ میں چار صورتیں ہیں، تین صورتوں میں معرب ہیں اور ایک صورت میں مبنی ہیں تفصیل اور بیان ان کا یہ ہے کہ اَيٌّ اور اَيَّةٌ دو حال سے خالی نہیں مضاف ہوں گے یا نہیں، اگر مضاف نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) صدرِ صلہ مذکور ہے (۲) یا محذوف جاننا چاہئے کہ صلہ میں جو پہلا لفظ ہے اسم موصول کے بحث میں اس کو صدرِ صلہ کہتے ہیں۔

(۱) مثال اول صورت کی یُعْجِبُنِیْ اَيٌّ هُوَ قَائِمٌ . اس مثال میں هو قائم صلہ ہے صدر صلہ ضمیر مرفوع منفصل ہے جو کہ مذکور ہے۔

(۲) مثال دوسری صورت کی یُعْجِبُنِیْ اَيٌّ قَائِمٌ اس مثال میں صدرِ صلہ جو کہ ضمیر مرفوع منفصل ہے یعنی هُوَ یہ محذوف ہے ان دونوں صورتوں میں معرب ہیں اور اگر مضاف ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں (۱) صدر صلہ مذکور ہے

(۲) یا محذوف اگر صدرِ صلہ مذکور ہے اس حالت میں معرب ہیں اگر صدر صلہ حذف ہے اس حالت میں مبنی ہیں۔

(۳) ان دو صورتوں میں سے اول کی مثال یُعْجِبُنِیْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ . اس مثال میں اَيٌّ مضاف ہے اور صدر صلہ مذکور ہے جو کہ هُوَ ہے۔

(۴) مثال دوسری حالت کی جیسے یُعْجِبُنِیْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ و رَئَیْتُ اَيُّهُمْ قَائِمٌ و مررتُ بِاَيُّهُمْ قَائِمٌ.

## اسمائے موصولہ کی سبب بناء

جاننا چاہئے کہ اسماء موصولہ جو کہ اسم غیر متمکن کی ایک قسم ہیں یہ مبنی اصل کی اقسام میں سے حرف کی مشابہت سے مبنی ہیں یعنی اسمائے موصولہ حرف کے ساتھ لفظاً و معناً مشابہ ہیں لہٰذا مبنی ہیں۔

(۱) **لفظی مشابہت**: وہ یوں ہے کہ اسمائے موصولہ میں سے بعض ایسے الفاظ ہیں کہ اپنے وضع میں مشابہ ہیں حرف



## طرز المبتدی

کے ساتھ یعنی جیسا کہ حرف کا وضع ایک یا دو حرف پر ہوتا ہے تو اسمائے موصولہ میں بھی بعض ایسے الفاظ ہیں کہ ان کا وضع بمثل حرف کے ہوتا ہے جیسے مَـا ،مَنْ ، اَلْ کہ ان کا وضع بھی دو حرف پر ہے چونکہ یہ اسمائے موصولہ اپنے وضع میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ لہٰذا مبنی ہیں۔

باقی رہے وہ اسمائے موصولہ کہ اپنے وضع میں حرف کے ساتھ مشابہ نہیں جیسے اَلَّذِیْ وغیرہ یہ اپنے مبنی ہونے میں محمول ہیں ان اسمائے موصولہ پر جو کہ اپنے تعداد حروف میں بمثل حرف کے ہیں جیسے مَا ، مَنْ ،اَلْ اور یہ قسم اس لئے ان پر محمول ہے کہ دونوں قسم اسم موصولہ ہونے میں شریک ہیں۔

(۲) **معنوی مشابهت**: یعنی یہ اسمائے موصولہ احتیاجی میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ یعنی جیسا کہ حرف اپنے معنیٰ خاص پر دلالت کرنے میں محتاج ہوتا ہے غیر کی طرف یعنی دوسرے کلمہ کے ملانے کیلئے تو یہ اسمائے موصولہ بھی محتاج ہوتے ہیں صلہ اور عائد کی طرف کیونکہ اسمائے موصولہ میں ابہام ہوتا ہے جیسا کہ معرفہ و نکرہ کی بحث میں آئے گا لہٰذا یہ اس ابہام کے دور کرنے میں محتاج ہیں صلہ اور عائد کی طرف تا کہ ان سے اسمائے موصولہ کی ایضاح اور وضاحت ہو بہرکیف جیسا کہ حرف محتاج ہوتا ہے غیر کی طرف اسمائے موصولہ بھی محتاج ہوتے ہیں غیر کی طرف تو یہ اسماء اس معنیٰ احتیاجی میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ لہٰذا مبنی ہیں۔

**فائدہ** : اس سے پہلے ذکر ہوا کہ اسم موصول محتاج ہوتا ہے صلہ کی طرف، صِلہ کے لغوی معنیٰ ''ملانا ہے'' اصطلاح نحاۃ میں اس جملہ کو کہتے ہیں جو اسم موصول کے بعد آیا کرتا ہے اور اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے مگر جاننا چاہئے کہ اس صلہ کے لئے چار شرائط ہیں۔

(۱) شرط یہ ہے کہ صِلہ جملہ ہو، احتراز ہوا مفرد سے۔

(۲) شرط یہ ہے کہ صلہ جملہ خبریہ ہو، احتراز ہوا جملہ انشائیہ سے پھر عام ہے جملہ فعلیہ ہو یا کہ اسمیہ۔

(۳) شرط یہ ہے کہ یہ جملہ خبریہ ایسے حکم پر مشتمل ہو کہ اس کا واقع ہونا مخاطب کو معلوم ہو قبل از خطاب۔

(۴) شرط یہ ہے کہ وہ جملہ خبریہ ایک ضمیر پر مشتمل ہو کہ وہ ضمیر اسم موصول کی طرف لوٹتی ہو، نہ غیر کی طرف اور اس ضمیر کو عائد کہتے ہیں عائد بمعنی لوٹنے والا یہ بھی اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے لہٰذا موسوم ہوا عائد کے نام سے اور یہ عائد عموماً غائب کی ضمیر ہوتا ہے پھر عام ہے مستتر ہو یا کہ بارز موافقی مثال جَـاءَ نِـیْ اَلَّـذِیْ ضَـرَبَکَ اس مثال میں اَلَّذِیْ

## طرزا لمبتدی

اسم موصول ہے ضَرَبَکَ یہ صلہ ہے جوکہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے اور ایک ایسے حکم پر جوکہ ضرب اور مارنا ہے یہ صلہ مشتمل ہے جس سے مخاطب کو قبل از خطاب علم ہے۔
نیز یہ جملہ اس ضمیر پر بھی مشتمل ہے جوکہ لوٹتا ہے اس م موصول اَلَّذِیْ کی طرف کہ وہ (ھُوَ) ہے اور ضَرَبَکَ میں مستتر ہے موافقی مثال (۲) جَاءَ نِیْ اَلَّذِیْ اَبُوْہُ عَالِمٌ ، اس مثال میں اَلَّذِیْ اسم موصول ہے اَبُوْہُ عالم صلہ ہے جوکہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے نیز ایک ایسے حکم پر جوکہ (عِلْم اَبْ) ہے یہ صلہ شامل ہے کہ مخاطب کو اس کے وقوع سے قبل از خطاب علم ہے نیز یہ صلہ ضمیر موصول پر بھی شامل ہے جوکہ اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے وہ (اَبُوْہُ) میں (ھاء) ضمیر مجرور متصل ہے۔

## (تشریح)

(موصول) تصریح میں ہے (ھو فی الاصل اسم مفعول من وصل الشئی بغیرہ اذا جعلہ اَیِ الْغیر مِنْ تَمَامِہٖ) اور شرح عصام علی الکافیہ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (الموصول الاسمی بمعنی الموصول بغیرہ لانہ لا یصیر جزأً اِلَّا مع غیرہ والموصول الحرفی بمعنی الموصول بہ غیرہ فان غیرہ لا یصیر جزأً الا بھافان الجملۃ فی اعجبنی انک ضَرَبْتَ لا تصیر جزأً بدون ان) عصام علی الکافیہ ص ۱۹۷ و تصریح ص ۳۵۔ اور النحو الوافی ص ۳۰۷ ج ۱ کے حاشیہ میں ہے (وھذہ الجملۃ او ما یقوم مقامھا توصل بہ ولذالک سُمِّی موصولاً فھو موصول بھا اَوْ ھِیَ موصولۃ بہ) تصریح بحث موصول میں ہے کہ موصول اصطلاح میں دو قسم پر ہے موصول حرفی، موصول اسمی، موصول اسمی تو انہی اسماء موصولہ کو کہتے ہیں اور رہا موصول حرفی یہ ہر وہ حرف ہے کہ اپنے صلہ کے ساتھ مؤل بالمصدر یعنی مصدر کے معنی میں ہو اور عائد کی طرف محتاج نہیں ہوتا ہے (وفی الاصطلاح ضربان موصول حرفی و موصول اسمی فالموصول الحرفی کل حرف اُوِّلَ مع صلتہ بالمصدر ولم یَحْتَجَّ الی عائد) یہ مذکورہ عبارۃ تصریح کی ہے اور موصول حرفی کے حروف کو کتاب الصمدیہ میں پانچ ذکر کئے گئے ہیں (اَنَّ ، اَنْ ، مَا ، کَیْ ، لَوْ) اور خضری ص ۱۲۹ ج ۱ بحث موصول میں ہے (وھی خمسۃ نظمھا السند وبی فقال)

وَھَاکَ حروفاً بالمصادر اُوِّلَتْ ... وذِکْرِی لَھَا خَمْساً اَصَحُّ کَمَا رَوَوْا
وھا ھِیَ اَنْ بِالْفتح اَنَّ مُشَدَّدًا ... وَزِیْدَ عَلَیْھَا کَیْ فَخُذْھَا وَمَالَوْ



## (تشریح)

تصریح اور توضیح میں ان کی مثالیں قرآن سے مندرجہ ذیل پیش کی گئیں ہیں۔
(۱) مثال اَنَّ کی (اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا اَيْ اِنْزَالُنَا)
(۲) اَنْ مخففہ کی (وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اَیْ صَوْمُکم خیر لکم)
(۳) مثال ما کی (بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ای بِنِسْیَانِھِمْ اِیَّاہُ)
(۴) کَیْ کی مثال (لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ اَیْ لِعَدَمِ کون علی المؤمنین حرج)
(۵) مثال لَوْ کی (اَیَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ ای تعمیر الف سنۃ)

سیوطی نے ہمع الہوامع ص ۸۳ ج ۱ بحث موصول میں کہا ہے کہ یُوْنُس اور فراء و ابن مالک کے نزدیک اَلَّذِیْ بھی موصول حرفی ہوتا ہے جیسے (وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا ای کَخَوْضِھِمْ) بعد میں کہا ہے (والجمھور منعوا ذالک واَوَّلُوْ الآیۃ ای کالجمع الَّذِیْ خَاضُوْا) اور تہذیب التوضیح ص ۴۹ ج ۱ بحث موصول میں ہے (ومن یمنع عدہ من الموصولات الحرفیۃ یَدَّعِیْ ان الاصل کَالَّذِیْنَ حذفت النون علی لغۃٍ او ان الاصل کالخوض الَّذِیْ خَاضُوْہُ فحذف الموصول والعائد او ان الاصل کالجمع الذی خاضوا او ان الذی مشترک بین المفرد والجمع) مزید تحقیق کیلئے تصریح ص ۳۵ بحث موصول ملاحظہ ہو۔

جاننا چاہئے کہ کہ موصول حرفی کے حروف میں سے اَنْ فتح ہمزہ و سکون نون کے ساتھ یہ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو نصب دیتا ہے جیسا کہ باب اول حروف عاملہ میں آنے والا ہے مگر چونکہ حروف نواصب میں یہ اُمُّ الْبَاب کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا اس کے دخول میں توسیع ہے مضارع، ماضی، امر پر داخل ہوتا ہے مگر نصب فقط مضارع کو دیتا ہے، نہ کہ ماضی و امر کو اور بقیہ نواصب جو ہیں مضارع کے غیر پر داخل نہیں ہوتے جیسا کہ خضری ص ۱۲۹ ج ۱ بحث موصول میں ہے۔
اور ابن عقیل ص ۱۳۸ ج ۱ بحث موصول میں ہے کہ اَنْ مصدریہ فعل متصرف پر داخل ہوتا ہے اگر اسکے بعد فعل غیر متصرف واقع ہو تو وہ یہ اَنْ مصدریہ نہیں بلکہ وہ اَنْ مخفف مِنَ الْمُثَقَّلْ ہے مثال جیسے (وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی) وقولہ تعالیٰ (وَاَنْ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُھُمْ) یہ ان مخفف من المثقل بمثل اَنَّ مثقلہ کی ہے یعنی یہ بھی موصول حرفی ہے بمثل اَنَّ مشددہ کی مگر فرق یہ ہے کہ اَنَّ مشددہ کی اسم مذکور ہوتا ہے اَنْ مخفف مِنَ الْمثقل کی اسم جو ہے وہ ضمیر شان ہوتا ہے جوکہ محذوف ہے اور خبر اس کی جملہ ہے (خضری ص ۱۳۰ ج ۱۔ ابن عقیل ص ۱۳۸ ج ۱) موصول

## (تشریح)

حرفی کے مزید تحقیق کیلئے ابن عقیل ص ۱۳۸ ج ۱ بحث موصول والنحو الوافی ص ۳۶۸ ج ۱ ملاحظہ ہو۔

جاننا چاہئے کہ موصول خواہ اسمی ہو یا کہ حرفی صلہ کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ النحو الوافی ص ۳۶۸ ج ۱ میں ہے اور النحو الوافی ص ۳۶۸ ج ۱ بحث موصول میں ہے کہ موصول اسمی و موصول حرفی کے درمیان بہت وجوہ سے فرق ہے مگر اہم فرق مندرجہ ذیل چھ ہیں۔

(۱) وہ یہ ہے کہ موصول اسمی کیلئے مَحَلِّیْ اعراب ہے بخلاف موصول حرفی کے۔

(۲) وہ یہ ہے کہ موصول اسمی کے صلہ میں ضروری ہے کہ ایک عائد ہو جو موصول کی طرف لوٹے اور موصول حرفی کا جو صلہ ہے اس میں یہ عائد نہیں ہوتا ہے۔

(۳) وہ یہ ہے کہ بعض موصول حرفی جیسے (لَوْ ، مَا) ہیں یہ فعل متصرف کے ساتھ مختص ہیں فعل جامد پر داخل نہیں ہوتے مگر قلیلاً افعال استثناء میں سے مندرجہ ذیل افعال جامدہ پر داخل ہوتے ہیں یعنی (خلا ، عدا ، حاشا) مزید تحقیق کیلئے الفیہ کے شروح کو باب موصول و باب استثناء ملاحظہ ہو۔

(۵) وہ یہ ہے کہ موصول اسمی میں بغیر الف ولام موصولہ کے ان کا حذف کرنا جائز ہے جیسے (قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ) ای والذی انزل الیکم. رہا موصول حرفی میں سے فقط (اَنْ) جو کہ مضارع کو نصب دیتا ہے جوازاً یا کہ وجوباً حذف ہوتا ہے۔

(۶) موصول حرفی میں سے (اَنْ) مصدریہ کی صلہ جملہ انشائیہ بھی ہوسکتا ہے جیسے (کَتَبْتُ لِاَخِیْ بِاَنْ دَاوِمْ عَلٰی اَدَاءِ وَاجِبِکَ)

اور اَنْ مصدریہ کے علاوہ خواہ موصول حرفی ہو یا کہ موصول اسمی اس کا صلہ جملہ انشائیہ نہیں ہوتا ہے۔

(الموصول) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (الموصول مالا یتم جزأ ای لا یکون جزأ تاما من الکلام لا عمدة ولا فضلة) الا بصلة و عائد وصلته جملة خبرية لا انشائية والعائد الى الموصول ضميرله اى راجع الى الموصول لا الى غيره)

**فائدہ** : موصول کے صلہ کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں۔

جملہ ہو، مفرد نہ ہو جیسا کہ متوسط شرح کافیہ کے حاشیہ سے بحث موصول میں مستفاد ہوتا ہے اور جملہ خبریہ ہو انشائیہ نہ ہو



## (تشریح)

جیسا کہ الفواکہ الجنیہ میں بحث موصول کے اندر کہا گیا ہے نیز ضروری ہے کہ یہ جملہ موصول سے متاخر ہو کیونکہ اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ اسم واحد کے حکم میں ہے جیسا کہ مسالک البہیہ بحث موصول میں کہا گیا ہے لہٰذا جیسا کہ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوسکتا ہے صلہ کا کوئی معمول بھی موصول سے مقدم نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ بحث موصول میں کہا گیا ہے نیز ضروری ہے کہ اس جملہ کے مضمون سے مخاطب کو علم ہو جیسا کہ درایۃ النحو اور الفواکہ الجنیہ بحث موصول میں کہا گیا ہے نیز ضروری ہے کہ وہ جملہ مشتمل ہو ایک عائد پر جو لوٹے اس موصول کی طرف تا کہ ربط حاصل ہو اسم موصول اور اس جملہ کے درمیان الفواکہ الجنیہ میں ہے (العائد هُوَ ضمير يعود من الصلة الى الموصول ليحصل الربط بينهما والا لكانت الصلة اجنبية عنه لانها مستقلة بنفسها لولا الرابط الذى فيها) نیز ضروری ہے کہ صلہ ایسا جملہ نہ ہو کہ وہ مفتقر ہوتا ہے ایسے کلام کی طرف کہ وہ صلہ سے مقدم واقع ہو جیسا کہ ابن عقیل بحث موصول میں کہا گیا ہے مثال اس کی (جاء نى الذى لٰكِنَّهُ قَائِمٌ) کیونکہ یہ مقتضی ہے ایک ایسے جملہ کیلئے جو اس سے پہلے واقع ہو جیسے (مَا قَعَد زَيْدٌ لٰكِنَّهُ قَائِمٌ)۔

جاننا چاہئے کہ یہ جو ماقبل میں کہا گیا کہ صلہ یا اس کا معمول موصول سے مقدم نہیں ہوسکتا یہ معمول اگر ظرف یا مجرور تھا تو یہاں ان کا بھی تقدم منع ہے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ میں ہے (متاخرة عنها وجوبا لان الموصول ناقص لا يتم معناه الا بصلة فهى معرفة و مُبَيِّنَةٌ له و منزلة منه منزلة جزء المتاخر فلا يجوز تقدمها ولا شىء منها عليه و كما لا يتقدم الصلة لا يتقدم معمولها عليه واما نحو (وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ) فالظرف متعلق بمحذوف دل عليه صلة اَلْ والتقدير وكانو زَاهِدِيْنَ فيه من الزاهدين) الفواکہ الجنیہ ص ۱۱۲ بحث موصول نیز جامع الدروس ص ۱۴۰ ج ۱ میں ہے (وكذالك لا يجوز تقديم شئى منها عليه ايضاً فلا يقال اليوم الذين اجتهدوا يُكْرَمُوْنَ غداً بل يقال الذين اجتهدوا اليوم لِاَنَّ الظرف هنا من مُتَمِّمَاتِ الصلة) اور یہ بھی ماقبل میں کہا گیا کہ صلہ کے مضمون سے مخاطب کو علم ہو مگر مقام تہویل و تفخیم میں ابہام اچھا ہوتا ہے جیسا کہ تہذیب التوضیح ص ۵۶ ج ۱ میں ہے ملاحظہ ہو عبارة (اما الجملة فشرطها ان تكون معهودة للمخاطب الا فى مقام التهويل والتفخيم فيحسن ابهامها نحو فغشيهم من اليم ما غشيهم)۔

**فائدہ** : موصول کی صلہ جار و مجرور و ظرف مکان بھی ہوتا ہے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ اور جامع الدروس ص ۱۵۵ ج ۱ بحث موصول میں ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ دونوں تام ہوں مراد تام سے یہ ہے کہ محض ان کے ذکر سے ان کا متعلق مفہوم ہو

## (تشریح)

جیسا کہ حاشیہ صبان والفواکہ الجنیہ بحث موصول میں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ الفواکہ الجنیہ کی (الظرف المکانی وشرط وقوعہ صلة ان یکون تاما بان یفهم بمجرد ذکرہ ما یتعلق هو به نحو جاء الذی عِندَکَ و ثانیها الجار والمجرور وهو کالظرف فیما ذکر نحو جاء الذی فی الدار بخلاف جاء الذی بک او علیک فلا یوصل به لِنُقْصانه)

اور القواعد الاساسیۃ کے حاشیہ میں ہے (فان لم یکونا تامین لم یصلح وقوعهما صلة فلا یقال جاء الذی الیوم ورا نیت ما عَنکَ لان المراد باصلة تکمیل الموصول والناقص فی نفسه لا یُکمِلُ غَیرَهٗ )

(القواعد الاساسیہ ص۷۹ بحث موصول)

مگر جاننا چاہئے کہ کہ جار و مجرور یا ظرف اگر صلہ واقع ہوں تو ضروری ہے کہ ان کا متعلق فعل ہو کیونکہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور حقیقت میں صلہ اس وقت یہی متعلق ہے لہٰذا اس کا جملہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ جامع الدروس اور الفواکہ الجنیہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارت الفواکہ الجنیہ کی (ویتعلق الظرف والجار والمجرور اذا وقعا صلة بفعل محذوف وجوباً وبذالک اشبها الجملة تقدیرہ اِستقر لا بوصف کمُستَقِرٍ لانه مفرد والصلة لا تکون الا جملة )الفواکہ ص۱۱۳۔

**فائدہ** : شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (اعلم ان الصلة یجب ان تکون جملة لکن صلة الالف واللام اسم الفاعل او المفعول وهو مفرد صورة و جملة معنی اما کونه مفردا صورة فلان لام الموصولة یشبه لام التعریف ومدخول لام التعریف لایکون الا اسماً واما کونه جملة معنی فلان قولنا الضَّارِبُ زَیْدٌ بمعنی ضَرَبَ زَیْدٌ علی صیغة المعلوم وَالْمَضْرُوْبُ زَیْدٌ بمعنیٰ ضُرِبَ زیدٌ علی صیغة المجهول وانما جعلوا صلتها مفردا صورة لرعایة شبهها وجملة معنی لرعایة حقیقتها )تسہیل الکافیہ ص۶۷

(عائد) جامع الدروس ص۱۴۰ ج۱ میں ہے کہ اگر التباس واشتباہ نہ آتا ہو تو عائد کا حذف جائز ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (یجوز ان یحذف الضمیر العائد الی الموصول ان لم یقع بحذفه التباس کقوله تعالیٰ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْداً ای خلقته وقوله فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ای قاضیه وقولهم ما انا بالذی قائل لک سوأ ای بالذی هو قائل)

اور الفواکہ الجنیہ میں ہے (والاصل فی العائد ان یکون مذکورا وقد یحذف مرفوعا و منصوبا ومجرورا



## (تشریح)

اذا دل علیه دلیل وشرط جواز حذف العائد المرفوع ان یکون مبتداء مخبر عنه بمفرد نحو لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ فایهم اشد موصول بنی علی الضم فی محل نصب مفعول لننزعن واشد خبر مبتدأمحذوف والتقدیر ای الذی هُوَ اشد )۔

الغرض عائد اگر ضمیر مرفوع ہے تو اس کے حذف کرنے کیلئے دو شرطیں ہیں جیسا کہ الفواکہ الجنیہ کی عبارۃ سے مستفاد ہوتے ہیں وہ درج ذیل شرطیں ہیں۔

(۱) شرط یہ ہے کہ صلہ جملہ اسمیہ ہو مبتدا اس میں ضمیر مرفوع ہو (۲) شرط یہ ہے کہ خبر مفرد ہو جیسا کہ الفواکہ کی عبارۃ سے معلوم ہوتا ہے نیز یہ دو شرائط النحو الوافی ص۳۵۷ میں بھی موجود ہیں۔

جاننا چاہئے کہ عائد اگر ضمیر مرفوع ہے تو اس کے حذف کرنے کیلئے ضروری یہی مذکورہ دو شرطیں ہیں وگرنہ ضمیر مرفوع کے حذف کیلئے ان میں پانچ شرطیں اور بھی اضافہ کی گئی ہیں جیسا کہ النحو الوافی ص۳۵۷ ج۱ کے حاشیہ میں ذکر کئے گئے ہیں نیز حاشیہ صبان ص۲۶۳ ج۱، واشمونی میں بھی ذکر کئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

(۱) وہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع معطوف نہ ہو جیسے جاء الذی زَیْدٌ وَهُوَ فاضلان .

(۲) وہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع معطوف علیہ نہ ہو جیسے جاء الذی هُوَ وَزَیْدٌ قَائِمَانِ.

(۳) وہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع لولا کے بعد واقع نہ ہو جیسے جاء الذی لولا هُوَ لَاَکْرَمْتُکَ.

(۴) وہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع حرف نفی کے بعد واقع نہ ہو جیسے جاء الذی مَاهُوَ قَائِمٌ.

(۵) وہ یہ ہے کہ حصر کے بعد واقع نہ ہو یعنی محصور نہ ہو اِلَّا یا انما کے ساتھ جیسے جَاءَ الَّذِیْ مَا الدار اِلَّا هُوَ.

اگر عائد ضمیر منصوب ہے تو اس کا حذف کرنا مندرجہ ذیل چار شرطوں کے بعد جائز ہے۔

(۱) وہ یہ ہے کہ ضمیر منصوب متصل کا ہو احتراز ہوا منفصل سے جیسے جاء الذی اِیَّاهُ ضَرَبْتَ (ابن عقیل ص۱۷۱ ج۱)

(۲) وہ یہ ہے کہ ناصب ضمیر منصوب متصل کا فعل تام ہو احتراز ہوا فعل ناقص سے جیسے جَاءَ الَّذِیْ کانه زید

(ابن عقیل ص۱۷۲ ج۱)

(۳) وہ یہ ہے کہ یا عامل اور ناصب صیغہ وصف تام کا ہو احتراز ہوا وصف ناقص سے جیسے جَاءَ الَّذِیْ اَنَا کَائِنُهٗ

(صبان ص۲۶۴ ج۱)

## (تشریح)

(۴) وہ یہ ہے کہ وہ وصف تام جو کہ ناصب ہے ضمیر منصوب متصل میں الف و لام موصولہ کیلئے صلہ نہ ہو احتراز ہوا جَاءَ الضارِبُهُ زَيْدٌ سے (القواعد الاساسیہ ص۸۲ حاشیہ ۳)

موافقی مثال اس ضمیر منصوب متصل کی کہ ناصب اس میں فعل تام ہے جیسے ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْداً یہاں خَلَقْتُ میں عائد حذف ہے اصل خَلَقْتَهُ ہے (ابن عقیل ص۱۶۹ ج۱) موافقی مثال اس ضمیر منصوب متصل کی کہ ناصب اس میں وصف تام اسم فاعل ہے اور الف ولام موصولہ کے لئے صلہ نہیں جیسے اَلَّذِیْ اَنَا مُعْطِيْكَ دِرْهَمٌ اصل میں مُعْطِيْكَهُ ہے (ابن عقیل ص۱۶۹ ج۱)

اگر عائد ضمیر مجرور ہے تو اس کا بھی حذف کرنا جائز ہے مگر اس میں تفصیل ہے یعنی دیکھا جاتا ہے کہ ضمیر مجرور اضافت سے مجرور ہے یا حرف جر سے اگر اضافت سے مجرور ہے تو اس کا حذف کرنا مندرجہ ذیل دو شرطوں کے بعد جائز ہے۔

(۱) شرط یہ ہے کہ مضاف اسم فاعل کا صیغہ ہو احتراز ہوا جاء الذی اَنَا غُلَامُهُ اور جَاء الذی اَنا مضروبه سے کہ پہلے مثال میں مضاف صیغہ صفت کا نہیں اور دوسری مثال میں اگر چہ صیغہ وصف کا ہے مگر اسم فاعل نہیں بلکہ مضاف اسم مفعول کا صیغہ ہے (تصریح ص۴۲ بحث موصول وابن عقیل ص۱۷۳ ج۱)

(۲) شرط یہ ہے کہ وہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو احتراز ہوا اَنَا ضَارِبُهُ اَمْسِ سے کیونکہ یہاں اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہے جو کہ قول اصح کے بناء پر غیر عامل ہے (تصریح ص۴۲ وابن عقیل ص۱۷۳ ج۱)

<u>فائدہ</u>: مذکورہ کتابوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مضاف اگر اسم مفعول ہے اگر چہ متعدی ہو، دو مفعول کی طرف پھر بھی عائد کا حذف کرنا ناجائز ہے مگر حاشیہ صبان ص۲٦٧ ج۱ اور النحو الوافی ص۳٦٠ ج۱، اور اس کی حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم مفعول اگر ایسے فعل سے مشتق ہے کہ وہ متعدی ہوتا ہے دو مفعول کی طرف حذف کرنا جائز ہے مثال جیسے (ویرضینی ما انا معطیٰ الآنَ او غداً ای مُعطَاهُ) یعنی انا معطی سے ضمیر مجرور حذف ہوا ہے اصل میں معطاہ ہے۔

اگر عائد مجرور ہے حرف جر سے تو حذف کرنا عائد کا مندرجہ ذیل تین شرطوں کے بعد جائز ہے۔

(۱) وہ یہ ہے کہ موصول پر ایسا حرف جر داخل ہو کہ وہ ہم مثل ہو اس حرف جر کے ساتھ جو عائد پر داخل ہے احتراز ہوا "مَرَرْتُ بِالَّذِیْ غَضِبْتَ علیه" سے کہ یہاں موصول اور عائد کا حرف جر متفق نہیں (ابن عقیل ص۱۷۵ ج۱)۔

(۲) وہ یہ ہے کہ وہ دونوں حرف جر معناً بھی متفق ہوں احتراز ہوا "مررتُ بالذی مررتُ بهِ علی زیدٍ" سے



## (تشریح)

کہ یہاں دونوں حرف جر معنیٰ مختلف ہیں باین طور کہ حرف باء جو موصول پر داخل ہے وہ اِلْصَاق کیلئے ہے اور حرف باء جو عائد پر داخل ہے وہ سَبَبِيَّة کیلئے ہے (ابن عقیل ص۱۷۵ ج۱)۔

(۳) وہ یہ ہے کہ دونوں حرف جر کے عامل یعنی متعلق مادہ اور حروف کے اعتبار سے متفق ہوں احتراز ہوا (مَرَرْتُ بِالَّذِیْ فَرِحْتُ بِهِ) سے کہ یہاں دونوں حرف جر کے متعلق مختلف ہیں اول میں متعلق مَرَرْتُ اور دوسرے میں فَرِحْتُ فعل ہے (ابن عقیل ص۱۷۵ ج۱)۔ مذکورہ شرائط کے بعد موافقی مثال (مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ بِهِ) یہاں جائز ہے کہ عائد کو حذف کیا جائے اور کہا جائے (مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ) (ابن عقیل ص۱۷۵ ج۱)۔ اور قرآن کریم میں ہے (وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ) ای منه .

جاننا چاہئے کہ کہ ضمیر کے ساتھ حرف جر بھی حذف ہوتا ہے جیسا کہ النحو الوافی ص۳٦١ ج۱ میں ہے (واذا حذف الرابط حذف معه الحرف الذی یجره)

<u>فائدہ</u>: عائد اگر موصول خاص کی طرف لوٹتی ہے تو اس وقت اس عائد کا اس موصول کے ساتھ مطابقت ضروری ہے افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث کے اعتبار سے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ ص۱۱۴ میں ہے (والعائد للموصول ضمیر غائب مطابق للموصول فی الافراد او التثنیة والجمع والتذکیر والتانیث تشتمل علیه الصلة) القواعد الاساسیہ ص۸۰ میں ہے فتقول جاء الذی اکرمته . والتی اکرمتها ، واللذان اکرمتهما واللذین اکرمتهم ،واللواتی اَكْرَمْتُهُنَّ .

اگر عائد موصول مشترک کی طرف لوٹتی ہے تو چونکہ موصول مشترک کا لفظ دائمی مفرد مذکر ہوتا ہے جیسا کہ النحو الوافی میں ہے (لان اسم الموصول العام لفظه مفرد مذکر دائما کما اسلفنا مثل مَنْ . ما . ذو) اور معناً مفرد یا کہ تثنیہ و جمع ہوتا ہے جیسا کہ النحو الوافی ص۳۴۰ ج۱ میں ہے (ولکن معناه قد یکون مقصودا به المفرد او المثنی او الجمع بنو عیهما)۔

اب اگر موصول مشترک کے لفظ کا اعتبار ہو تو عائد مفرد مذکر ہوتا ہے اگر موصول مشترک کے معنی کا اعتبار کیا جائے تو عائد بدلتا ہے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ ص۱۱۴ میں ہے (نعم وان کان الموصول مَنْ وما جاز فی العائد مراعاة المعنی نحو "وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ" ومراعاة اللفظ نحو "وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ اِلَيْكَ".

(تشریح)

اور جامع الدروس ص ۱۳۸ ج ا میں ہے (اما الـضـميـر العائد الى الموصول المشترک فلک فيه وجهان مراعـاة لـفـظ الـمـوصـول فتفرده و تذكره مع الجميع وهو الاكثر ومراعاة معناه فتطابقه افرادا و تثنية وجـمـعـاً و تـذكيراً و تانيثاً تقول كرم من هَذَّ بکَ للجميع ان راعيتَ لفظ الموصول و تقول كرم من هَذَّ بکَ و من هَذَّبَاکَ و من هَذَّبَاکَ و مَن هَذَّبُوکَ ومن هَذَّبْنَک ان راعيت معناه )

**فـائـده** : عائد موصول کا غالباً ضمیر ہوتا ہے جیسا کہ درایۃ النحو ص ۱۶۸ میں ہے ( وذالک الـعـائـد ضـمـير غالبا ) مگر یہ ضمیر بھی عموماً ضمیر غائب ہوتا ہے جیسا کہ القواعد الاساسیہ ص ۸۰ میں ہے ( بشـرط ان يـكـون ضـمـيـر غيبة مـطابقا لفظا و معنى للموصول الخ ) اور ضمیر غائب ہونے کی وجہ بھی القواعد الاساسیہ میں یہ بتلائی گئی ہے ( انما كـان ضـمـيـر غيبة ليطابق الموصول لانه اسم ظاهر و الظواهر كلها من قبيل الغيبة ) القواعد الاساسیہ ص ۸۰ حاشیہ ۔

**فائده** : فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ عائد کبھی ضمیر متکلم و ضمیر مخاطب بھی ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت ( وقد يكون العائد ضمير متكلم كقول على كرم الله تعالى وجه و رضى عنه

ان الذى سَمَّتْنِىْ اُمِّىْ حيدره اكيلكم بالسيف كيل السندره

او ضمير مخاطب كقول الفرزدق .

وانت الذى تولى الخيول ر ءوسها اليک وللا يتام انت تطعما

اور درایۃ النحو ص ۱۶۸ بحث موصول میں ہے کہ عائد تو غالباً ضمیر ہوتا ہے مگر کبھی ضمیر کی جگہ میں اسم ظاہر بھی آتا ہے ( وذالک العائد ضمير غالبا و يجئ ايضاً مظهر موضع المضمر نادراً )

اور فاکہی نے الفواکہ ص ۱۱۵ میں کہا ہے ( وربما خلف الضمير اسم ظاهر كقوله

يا رب ليلى انت فى كُلِّ مَوْطِنٍ وانْتَ الذى فى رحمةِ اللّٰه اطْمَعُ

(اى فى رحمته اَطْمَعُ ) موسوعہ ص ۷۹

(اَلَّذِىْ ) اشمونی ص ۲۲۸ ج ا بحث موصول میں ہے ( الـذى لـلـمـفرد المذكر عاقلا كان او غيره ) منحۃ الجلیل بحث موصول میں ہے ( لا فـرق بيـن ان يـكـون المفرد مفردا حقيقة كما تقول زيد الذى يزور نا رجل



(تشریح)

كريم . وان يكون مفردا حكماً كما تقول الفريق الذى اكون فيه فريق مخلص نافع )

ابن عقیل ص ۱۴۱ ج ا ۔

حاشیہ صبان ص ۲۲۹ ج ا بحث موصول میں ہے کہ ( عـاقـلا كـان ) الاولـى عالما لا طلاقه عليه تعالى بخلاف العاقل ) اور الکواکب الدریہ ص ۵۸ ج ا بحث موصول میں ہے ( لـلـعاقل لو قال للعالم بكسر اللام اى من قام بـه الـعـلـم لـكـان اولـى لانه يستعمل للّٰه سبحانه وهو يطلق عليه عَالِمٌ ولا يطلق عليه عاقل اما لان اسـمـاء الـلّٰـه تـعـالـىٰ تـوقـيفية على الاصح ولم يرد الاذن باطلاقه عليه او لما فيه من ايهام النقص بخلاف عالم فى الامرين ) ۔

**فـــائـده** : ذوی العقول تین ہیں انسان، فرشتہ، جن ) ان تینوں کو ذوی العقول ثلاثہ کہتے ہیں اور ابن عقیل جلد اول بحث موصول میں ہے کہ ( فـان ثنيت اسقت الياء واتيت مكانها بالالف فى حالت الرفع نحو اللذان واللتان وبـالـيـاء فـى حـالـتـى الجر والنصب فتقول اللذين واللتين وان شئت شددت النون عوضا عن الياء المحذوفة فقلت اللذانّ واللتانّ )

اور خضری جلد اول ص ۱۳۱ بحث موصول میں ہے کہ ( فـالـذى يـكـتـب هـو وجـمـعـه والتى بلام واحد لكثرة استـعـمالها واللَّذَينِ واللَّتَينِ مثنى بلامين على الاصل فى كل ماأوله لام حلى بال والفرق بينه وبين الجمع نصبا وجرا وحمل الرفع عليهما ولم يعكس لسبق المثنى فاستحق الاصل واَلْ فى الجميع زائـدة لامعرفة لان تعريفها بالصلة وحذفها من الجميع لغة وكذا حذف نون الجمع وخرج عليها كالذى خاضوا فى قول )

مزید تحقیق کے لئے خضری کی طرف رجوع ہو۔

(واللذان واللتان) فاکہی نے الفواکہ الجنیہ ص ۱۰۳ بحث موصول میں کہا ہے کہ

(واللـذان لـلـمـثـنـى الـمـذكـر والـلـتان للمثنى المؤنث وضعا فى حالت الرفع على صورة المثنى المرفوع)

والـلـذَينِ والـلـتَينِ بـالـيـاء الـمـفـتـوح مـاقبـلها وضعاً فى حالت النصب والجر على صورة المثنى

## (تشریح)

المنصوب والمجرور) مقصد یہ ہے کہ مذکورہ صیغوں کے اندر حالت رفع میں الف کا ہونا اور حالت نصب وجر میں یاء کا ہونا یہ اختلاف آخر اختلاف عوامل کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہ مبنی ہیں لہٰذا وقوع ان کا جو کہ صورۃ معرب پر ہے یہ اتفاقی اور وضعی ہے۔

اور جامع الدروس العربیہ ص۱۳۱ ج۱ بحث موصول میں ہے کہ

(وهما فی حالتی الرفع مبنیان علی الالف وفی حالتی النصب والجر مبنیان علی الیاء ولیستا معربتین بالف رفعا وبالیاء نصبا وجرا كالمثنی لان الاسماء الموصولة مبنیة لامعربة ومن العلماء من یعربها اعراب المثنی ولیس ببعید عن الصواب)

(مَنْ ومَا) فاکہی نے الفواکہ الجنیہ ص۱۰۵ بحث موصول میں کہا ہے کہ (وتستعمل مَن فی اصل الوضع للعاقل الاولٰی للعالم وما فی اصل وضعها لغیر العاقل الاحسن لغیره الخ) آگے کہتا ہے (وقد یعكس ذٰلک الاصل فی من وما فتستعمل من علی خلاف الاصل لغیر العاقل الخ) آگے کہتا ہے (وتستعمل ما علی خلاف الاصل للعاقل الخ )

اور ابن عقیل ص۱۴۷ ج۱) بحث موصول میں ہے کہ (واكثر ماتستعمل (ما) فی غیر العاقل وقد تستعمل فی العاقل ومنه قوله تعالٰی (فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنٰی الخ) ومَنْ بالعكس فاكثر ماتستعمل فی العاقل وقد تستعمل فی غیره كقوله تعالٰی (ومنهم من یمشی علی اربع)

اور درایۃ النحو ص۱۶۸ بحث موصول میں ہے کہ (وما ومَن هما بمعنی الذی یستوی فیه المفرد والمثنی والمجموع والمذكر والمؤنث غیر ان مَن تختص بذوی العقول وما بغیرها بطریق الحقیقة وقد تستعمل احدهما مكان الأخر مجازًا)

(فائدہ) مَن وما جو موصولہ ہوتے ہیں ان کو معرفہ ناقصہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ النحو الوافی ص۲۱۲ ج۱ کے حاشیہ میں ہے، (یتردد ذكرها احیانا فی اصطلاح النحاة باسم (مَنْ) المعرفة الناقصة یریدون مَنْ التی هی موصول ومثلها (ما) الموصولة حیث یطلق علیها اسم (ما) المعرفة الناقصة)

اور ان کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ صلہ ورابط کے لئے محتاج ہوتے ہیں جیسا کہ شرح المکودی ص۳۷ بحث موصول سے



## (تشریح)

معلوم ہوتا ہے (الموصولات كلها لابد ان یكون بعدها صلة تكملها ورابط یربط بینها وبین الموصولات ولذٰلک سمیت موصولات ونواقص ) نیز اصل الاصول فی ابواب النحو والفصول ص۳۲ میں ہے (معرفہ وآن گاہے ناقص باشد وآن موصولہ است )

**فائدہ** : ما دو قسم پر ہے اول حرفی دوم اسمی، حرفی یہ تین قسم پر ہے جیسا کہ مسالک البہیہ ص۹۴ میں ہے، (۱) زائدہ یہ دو قسم پر ہے (۱) کافہ (۲) غیر کافہ۔

**کافه** :۔ یہ لاحق ہوتا ہے بعض افعال اور حروف کو تو پھر روکتا ہے ان کو عمل سے اور وہ افعال جن کے ساتھ "ما" لاحق ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل تین افعال ہیں جیسا کہ المنہاج میں کہا گیا ہے، طال، کثر، قلّ، کہا جاتا ہے، (طالما سافرت ، قَلَّما نِمْتُ مبكرا ، كثرما) اور حروف میں سے حروف مشبہ بالفعل اور حروف جارہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، جیسے انما، رُبما، دوم غیر کافہ یہ زائد ہوتا ہے، ادوات شرط یا کہ باء جارہ کے بعد جیسا کہ منہاج میں کہا گیا ہے، مثال (اذا ما، اینما، متٰی ما، فبما رحمة)

(۲) نافیہ یہ اگر جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو لیس کا عمل کرتا ہے جیسا کہ باب اول حروف عاملہ میں آنے والا ہے ) اور اگر جملہ فعلیہ پر داخل ہو تو غیر عامل ہے جیسے ماضربتُ زیدًا

(۳) مصدریہ (القواعد الاساسیہ ص۷۶ ) کے حاشیہ میں ہے کہ ما مصدریہ دو قسم پر ہے،

اول مصدریہ زمانیہ دوم غیر زمانیہ

اول ظرفیہ جو کہ زمان کے لئے آتا ہے اس کے متعلق القواعد میں کہا گیا ہے کہ (مصدریة ظرفیة للزمان واكثر ما توصل بالماضی والمضارع المنفی بلم نحو لَاَصْبَحَکَ مادمتَ بخیلا ای مدة دوامک بخیلا)

دوم غیر زمانیہ جیسے عجبتُ مما اِستقمتَ ای مِنْ اِسْتِقَامَتِکَ

ما مصدریہ غیر ظرفیہ کے متعلق القواعد الاساسیہ میں کہا گیا ہے کہ (غیر ظرفیة للزمان وتوصل بالماضی والمضارع المتصرفین وبالجملة الاسمیة نحو عجِبتُ مما استقمتَ، اومِمّا تَستقیمُ ، اومما سلیمٌ شجاعٌ)

**دوم اسمیہ**: یہ چھ قسم پر ہے جیسا کہ کافیہ بحث موصول اور مسالک البہیہ ص۹۳ میں کہا گیا ہے۔

(۱) موصولہ اس کو معرفہ ناقصہ کہتے ہیں جیسا کہ اصل الاصول ص۳۲ میں ہے،

## (تشریح)

(۲) استفہامیہ جیسے ماعندک وما فعلت۔

(۳) شرطیہ جیسے ماتَصْنَعْ اَصْنَعْ

(۴) موصوفہ جو کہ شیء کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کو نکرہ ناقصہ بھی کہتے ہیں، نکرہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ (شیء) کے معنی میں ہے جو کہ نکرہ ہے اور اس کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ محتاج ہوتا ہے صفت کی طرف جیسا کہ المنہاج فی القواعد والاعراب ص ۳۱۸) میں کہا گیا ہے۔

پھر موصوفہ دو قسم پر ہے اول یہ ہے کہ صفت اس کا مفرد ہو جیسے (مررت بما معجب لک) ای بشیء معجب لک، دوم یہ ہے کہ صفت اس کا جملہ ہو جیسے مندرجہ ذیل شعر میں ہے (شعر) رُبَّ ماتَکْرَهُ النُّفُوسُ مِنَ الاَمْرِ : لَہ فَرْجَۃٌ کَحَلِّ العِقَالِ ، شواہد عینی میں ہے کہ اس شعر میں ما ناقصہ موصوفہ ہے اور شیء نکرہ کے معنی میں ہے اور نکرہ جو کہ جملہ ہے صفت ہے (ما) کی (اشمونی ص ۲۲۱ ج ۱)

(۵) تامہ جو شیء نکرہ کے معنی میں ہوتا ہے غیر سیبویہ کے نزدیک اور سیبویہ کے نزدیک کبھی شی نکرہ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے تعجب میں (ماا حسن زیدا) اور کبھی الشی معرفہ کے معنی میں ہوتا ہے افعال مدح وذم میں، جیسے (فنعما ھی) ای نعم الشیء ھی شرح عصام علی الکافیہ میں ہے (وعند غیرہ المعنی فنعم شیئا علی ان ماتمیز لضمیر مبھم فی نعم وھو مختار المصنف کما یجیء فی افعال المدح الخ) عصام علی الکافیہ ص ۲۰۳ حاشیۂ [illegible]ط اور المنہاج فی القواعد والاعراب میں ہے، اس ما کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صلہ اور صفت کے لئے محتاج نہیں ہوتا (متوسط ص ۲۲۳ والمنہاج ص ۳۱۹)

(۶) صفتیہ جیسے (اِضْرِبْہُ ضَرْبًا مَّا ای ضَرْبًا مَجْھُوْلاً) مسالک البہیہ اور رضی میں ہے کہ فائدہ اس ما کا تاکید تنکیر ہوتا ہے، مزید تحقیق کے لئے رضی ص ۵۴ ج ۲ بحث موصول دیکھا جائے۔

(فائدہ) المنہاج فی القواعد والاعراب کے ص ۳۲۰ میں ہے کہ ما استفہامیہ پر اگر حرف جر داخل ہو تو اس کا الف ساقط ہوتا ہے عصام بحث موصول میں ہے اس شرط کے ساتھ کہ ذا سے مقدم نہ ہو اگر ہے تو حذف نہیں ہوتا ہے جیسے (فیما ذا) موافقی مثال، (الی م، علامَ، بِمَ، عَمَّ، فِیمَ، بِمَ)

(فائدہ) مَن چار قسم پر ہے جیسا کہ کافیہ بحث مَنی میں ہے۔



## (تشریح)

(۱) موصولہ جیسے اَکْرَمْتُ مَنْ جاءَ کَ۔

(۲) استفہامیہ جیسے مَنْ ضَرَبْتَ

(۳) شرطیہ جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ

(۴) موصوفہ یہ دو قسم پر ہے (ا) صفت اس کی مفرد ہو یعنی جملہ نہ ہو، جیسے شعر میں،

وَکَفٰی بِنَا فَضْلاً عَلٰی مَنْ غَیْرِنَا    حُبُّ النَّبِیِّ محمدٌ اِیَّانَا

مذکورہ شعر میں شاہد (مَنْ غیرنا) ہے کہ یہاں مَن شخص کے معنی میں ہو کر موصوف ہے، اور (غیرنا) مفرد یعنی غیر جملہ ہے اس کی صفت واقع ہے۔

(۲) یا کہ من موصوف ہو مگر صفت اس کی جملہ ہو مثال اس کی یہ قول ہے شاعر کا:

(شعر) رُبَّ مَنْ اَنْضَجْتُ غَیْظًا قَلْبَہٗ    قَدْ تَمَنّٰی لِیَ مَوْتًا لَمْ یُطَعْ

یہاں شاہد (رُبَّ مَنْ اَنْضَجْتُ غَیْظًا قَلْبَہٗ) ہے یعنی مَن شخص کے معنی میں ہو کر موصوف ہے اور بعد کا جملہ اس کی صفت ہے یعنی (اَنْضَجْتُ غَیْظًا قَلْبَہٗ) تسہیل الکافیہ ص ۶۹ و متوسط ص ۳۴۵)

(الف ولام بہ معنی الذی) جاننا چاہیے کہ صفت مشبہ کے الف ولام میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی موصولہ ہے یا حرف تعریف ہے لہذا مندرجہ ذیل عبارات کو مختلف کتابوں سے نقل کیا گیا ہے مسئلہ کی وضاحت کے لئے۔

الکواکب الدریہ ص ۶۰ ج ۱) میں ہے کہ (ولا تکون کذلک الا اذادخلت علی اسم الفاعل او علی اسم المفعول مراد ا بہ الحدوث) اور آگے کہا گیا ہے کہ (وخرج بقولنا مراد ابہ الحدوث الصفۃ المشبھۃ فالْ الداخلۃ علیھا کالحسن وجھہ لَیْسَتْ موصولۃ بل حرف تعریف علی الاصح لان الصفۃ المشبھۃ للثبوت فلا تؤل بالفعل ولذاکانت اَلْ الداخلۃ علی اسم التفضیل لَیْسَتْ موصولۃ باتفاق) اور آگے کہا گیا ہے کہ (وخرج بقولنا ولم یقصد بھا عَھْدٌ ما اذا قصد بأل العھد ونحوہ فانھا تکون معرفۃ باتفاق کما قال ابن عنقاء کرأیتُ رجلا یضرب زیدًا فاکرمتُ الضارب)

اور ابن عقیل ص ۱۵۶ ج ۱) بحث موصول میں ہے کہ (الف ولام لاتوصل الا بالصفۃ الصریحۃ قال المصنف فی بعض کتبہ واعنی بالصفۃ الصریحۃ اسم الفاعل نحو الضارب واسم المفعول نحو المضروب

## (تشریح)

والصفة المشبهة نحو الحسن الوجه فخرج نحو القرشیّ والافضل وفی کون الالف واللام الداخلتین علی الصفة المشبهة موصولة خلاف وقد اضطرب اختیار الشیخ ابی الحسن بن عصفور فی هٰذه المسألة فمرة قال انها موصولة ومرة منع ذٰلک)

اورابن عقیل ص١٥٦ج١ کی حاشیہ منحۃ الجلیل میں ہے کہ (للعلماء خلاف طویل فی جواز وصل اَلْ بالصفة المشبهة فجمهور هم علی ان الصفة المشبهة لاتکون صلة لِاَلْ فالْ الداخلة علی الصفة المشبهة عند هٰؤلاء معرفة لاموصولة والسرفی ذٰلک ان الاصل فی الصلات للافعال والصفة المشبهة بعیدة الشبه بالفعل من حیث المعنی وذٰلک لان الفعل یدل علی الحدوث والصفة المشبهة لاتدل علیه وانما تدل علی اللزوم ویؤید هٰذا انهم اشترطوا فی اسم الفاعل واسم المفعول وامثلة المبالغة التی تقع صلة لِاَلْ ان یکون کل واحد منها دالًّا علی الحدوث ولودَلَّ احدها علی اللزوم لم یصح ان یکون صلة لِاَلْ بل تکون اَلْ الداخلة علیه معرفة وذٰلک کالمؤمن والفاسق والکافر والمنافق. وذهب قوم الی انه یجوز ان تکون الصفة المشبهة صلة لألْ لانها اشبهت الفعل من حیث العمل وان خالفتْهُ فی المعنی افلست تری انها ترفع الضمیر المستتر والضمیر البارز والاسم الظاهر کما یرفعها الفعل جمیعا واجمعوا علی ان افعل التفضیل لایکون صلة لألْ لانه لم یشبه الفعل لامن حیث المعنی ولا من حیث العمل اما عدم مشابهة الفعل من حیث المعنی فلانه یدل علی الاشتراک مع الزیادة والفعل یدل علی الحدوث واما عدم شبهه بالفعل من حیث العمل فلان الفعل یرفع الضمیر المستتر والبارز ویرفع الاسم الظاهر اما افعل التفضیل فلایرفع باطراد الا الضمیر المستتر ویرفع الاسم الظاهر فی مسألة واحدة هی المعروفة بمسألة الکحل)

اور فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص١٠٩ بحث موصول میں کہا ہے کہ (واقتصاره علی ماذکر ظاهر فی ان اَلْ الداخلة علی الصفة المشبهة کالحسن وجهه لیسَتْ موصولة بل حرف تعریف وهو ماصححه فی المغنی) اورخالدازہری نے تصریح ص٤٠ بحث موصول میں کہا ہے (وصح المُوَضِّحُ فی المغنی ان اَلْ الداخلة علی الصفة المشبهة حرف تعریف) جاننا چاہیے کہ صاحب مغنی نے اپنے ایک تألیف یعنی شرح قطر ص١٤٢ بحث



## (تشریح)

موصول میں صفت مشبہ کے الف ولام کو موصولہ کہا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وانما تکون اَلْ موصولة بشرط ان تکون داخلة علی وصف صریح لغیر تفضیل وهو ثلاثة اسم الفاعل کالضارب واسم المفعول کالمضروب والصفة المشبهة کالحسن) اور صاحب مغنی نے تحقیق کے بعد اپنے اس قول کو جو شرح قطر میں اس نے ذکر کیا ہے کہ صفت مشبہ کا الف ولام موصولہ ہے، مغنی اللبیب میں ترک کیا ہے اور کہا ہے کہ صفت مشبہ کا الف ولام حرف تعریف ہے، یہی مراد ہے اوپر کی عبارت سے یعنی (وهو ماصححه المغنی) اور (وصحح المُوَضِّحُ فی المغنی) ملاحظہ ہو عبارۃ کتاب مغنی کی (ال علی ثلاثة اَوْجُهٍ احدها ان تکون اسما موصولاً بمعنی الذی وفروعه وهی الداخلة علی اسماء الفاعلین والمفعولین قیل والصفات المشبهة ولَیْسَ بشیء لان الصفة المشبهة للثبوت فلاتؤول بالفعل ولهٰذا کانت الداخلة علی اسم التفضیل لَیْسَتْ موصولة باتفاق) (مغنی اللبیب ص٤٩ج١)

جاننا چاہیے کہ نحاۃ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر جو الف لام داخل ہوتا ہے وہ اسم موصول ہے یا کہ حرف ہے حرف ہیں پھر اختلاف ہے کہ حرف تعریف ہے یا کہ موصول حرفی ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل عبارات الفواکہ الجنیہ ص١٠٨ کے حاشیہ میں ہے کہ (ومن المختلف فیه اَلْ فی نحو الضاربُ والمضروب فمذهب الاخفش انها حرف تعریف ولیست موصولة وعنده ان اسم الفاعل واسم المفعول اذا دخل اَلْ لایعملان فان وجد منصوب بعدها فعلی التشبیه بالمفعول به وذهب الجمهور انها معرفة موصولة فقال المازنی موصول حرفی وقال ابن السراج والفارسی والاکثر ون موصول )

اورابن السراج نے الاصول فی النحو (ص٢٦٥ج٢) میں کہا ہے کہ (والالف واللام تستعمل فی موضع الذی فی الوصف) اور آگے کہا ہے کہ (وکان الاخفش یقول ان زیدا فی قولک الضارب زیدًا اَمْسِ منصوب انتصاب الحسن وجهاً وانه انما نصب لانه جاء بعد تمام الاسم وقال ابوبکر (یعنی ابن السراج) لیس عندی کما قال لان الاسماء التی تنتصب عن تمام الاسم انما یکنّ نکراتٍ) مزید تفصیل کے لئے الاصول فی النحو) کی طرف رجوع ہو۔

اورابن عقیل ص١٤٩ج١ بحث موصول میں ہے کہ (واختلف فیها فذهب قوم الی انها اسم موصول

(تشریح)

وهو الصحيح وقيل انها حرف تعريف وليست من الموصولية فی شیء) مزید تفصیل کے لئے "خضری ص ۷۳ ج ۱ اشمونی ص ۱۵۵ ج ۱" دیکھی جائے۔

اور شرح مفصل میں ابن یعیش نحوی نے کہا ہے صواب یہ ہے کہ یہ حرف ہے، کیونکہ اگر اسم ہوتا تو اس کے لئے محلی اعراب ہوتا حالانکہ اس کا اثر بعد پر ظاہر ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارة (والصواب الاول انها حرف اذلو كانت اسما لكان لها موضع من الاعراب ولا خلاف انه لاموضع لها من الاعراب الاترى انها لو كان لها موضع من الاعراب لكنت اذا قلت جاءنی الضارب يكون موضعها رفعا بانها فاعل فكان يؤدی الى ان يكون للفعل الواحد فاعلان من غير تثنية اوعطف الالف واللام واسم الفاعل الخ) شرح مفصل (ص ۱۴۴ ج ۱) بحث موصول مزید تحقیق کے لئے شرح مفصل کو دیکھا جائے اور شرح کافیہ رضی (ص ۳۸ ج ۲) میں مذکورہ اشکال سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ الف ولام موصولہ چونکہ صورۃً مشابہ ہے حرف کے ساتھ لہٰذا اس کے اعراب کو نقل کیا گیا ہے مابعد کی طرف ملاحظہ ہو عبارة (فلما كانت اللام الاسمية فی صورة اللام الحرفية نقل اعرابها الى صلتها عاريَةً كما فی إلَّا الكائنة بمعنى غير على ماعرفی باب الاستثناء فقلت جاءَ الضاربُ ورئيتُ الضاربَ ومررتُ بالضاربِ) اور الكواكب الدریہ ص ۶۰ ج ۱ میں بھی یہی جواب دیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وانما نقل الاعراب الى مابعدها لكونها على صورة الحرف) نیز حاشیہ صبان ص ۲۴۴ ج ۱ پر رضی کے مذکورہ جواب کو نقل کیا گیا ہے مزید تحقیق کے لئے صبان کو دیکھا جائے، جاننا چاہیے کہ الف ولام موصولہ کے علاوہ بقیہ موصولات کے لئے محلی اعراب ہے، یہ مذکورہ کلام فقط الف ولام موصولہ میں ہے جیسا کہ النحو الوافی ص ۳۲۱ ج ۱ و خضری ص ۱۴۶ ج ۱ سے بھی معلوم ہوتا ہے، اور جامع الدروس ص ۱۳۸ ج ۱ بحث اسم موصول میں ہے کہ اسم موصول تین چیزوں کے لئے محتاج ہوتا ہے اول صلہ دوم عائد سوم محلی اعراب، ملاحظہ ہو عبارة (يحتاج الاسم الموصول الى صلة وعائد ومحل من الاعراب) لہٰذا الف ولام موصولہ کے لئے بھی محلی اعراب ضروری ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل مقامات میں الف ولام موصولہ کے لئے محلی اعراب بیان کیا گیا ہے۔

(۱) مااَنتَ بِالْحَكَمِ التُّرْضَى حُكُومَتُهُ وَلاَ الْاَصِيلِ وَلاَ ذِی الرَّأیِ وَالْجَدَلِ

اس شعر میں (اَلتُّرْضَی) پر جو الف ولام موصولہ ہے ابن عقیل ص ۱۵۷ ج ۱ کے حاشیہ منحۃ الجلیل میں اس کے لئے محلی اعراب بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو عبارة (أل موصول اسمی نعت للحكم مبنی على السكون فی محل جر)



(تشریح)

یعنی ال موصولہ مجرور محلاً صفت ہے (بالحکم) کے لئے جو کہ موصوف اور مجرور ہے حرف جر سے۔

<u>فائدہ:</u> خضری (ص ۱۴۵ ج ۱) میں ہے کہ (الترضى بادغام ال فی التاء وفكها بخلاف الْ الحرفية يجب ادغامها فيها لكثرة استعمالها كما نص عليه شيخ الاسلام وغيره سجاعی) یعنی الترضی میں الف ولام حرفی نہیں تاکہ حروف شمسی کے قانون سے ادغام واجب ہو)

(۲) حاشیہ متوسط میں بھی الف ولام موصولہ کے لئے اعراب محلی بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارة

(فان اكثر النحويين ان الالف واللام الذين فی قولک جاء الضارب زيدا ای الذی يَضْرِبُ زَيْدا او جاءنی المضروب غلامه ای الذی يُضْرَبُ غلامه اسم لا حرف لان الضمير الذی فی اسم الفاعل والمفعول اليهما واذا كان كذلک فاذا قلت الضاربُ زيدًا عَمْرٌو ، فموضع اللام رفع بالابتداء وعمرٌو خبرهُ) متوسط (ص ۳۳۶)

(ذُو) ہدایہ (ص ۱۲۸) میں ہے (اِعْلَمْ ان كلمة ذو تستعمل لمعنيين احدهما بمعنى صاحب كما عرفت فی الاسماء الستة وهی معربة وثانيهما بمعنى الذی فی لُغة بنی طےٓ خاصة وهو المراد هٰهُنا

حاشیہ متوسط میں ہے کہ (والفرق بين ذو الطائية ای ذُوْ بمعنى الذی فی لغة طےٓ وبين ذِیْ التی بمعنى صاحب ان الاولى مبنية والثانية معربة ، والاولى بالواو فی جميع الاحوال تقول جاءَنی ذُوْ قَامَ ورَئيتُ ذُوْ قَامَ وَمَرَرْتُ بِذُوْ قَامَ ، والثانية يتغير بتغيير العوامل) متوسط ص (۳۳۸)

(بدانکہ اَیٌّ وَاَيَّةٌ معرب است) شرح ابن عقیل ص ۱۶۱ ج ۱ بحث موصول میں ہے کہ اَیٌّ کے لئے چار حالات ہیں تین حالات میں معرب ہے اور ایک حالت میں مبنی ہے اور ان چار حالات کی تفصیل طرز المبتدی میں ذکر ہو چکی ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ چار حالتیں جیسا کہ اَیٌّ کے لئے ہیں تو اَيَّةٌ کے لئے بھی ہیں۔

اور شرح متوسط میں کہا گیا ہے کہ اَیٌّ اور اَيَّةٌ جب مضاف ہوں اور صدر صلہ حذف ہو اس لئے مبنی ہیں کہ اسماء موصولہ تو پہلے سے مشابہ ہیں حرف کے ساتھ مگر جب اَیٌّ و اَيَّةٌ کا صدر صلہ حذف ہوا تو وہ مشابہت مزید مضبوط ہوئی، اب اَیٌّ و اَيَّةٌ صدر صلہ کے ذکر کے لئے بھی محتاج ہیں، جیسا کہ صلہ کے لئے محتاج ہیں لہٰذا اضافت مشابہت کی معارض نہیں ہو سکتی تاکہ بوجہ مُقَاوَمَۃ کہ یہ معرب ہوں اور شرح متوسط ص ۳۴۶ کے حاشیہ میں ہے کہ اَیٌّ و اَيَّةٌ جب مضاف ہوں اور

## (تشریح)

صدر صلہ مذکور ہو کیوں معرب ہیں؟ حالانکہ علۃ بناء جوکہ مشابھت حرف ہے وہ اب بھی موجود ہے۔ جواب اس اشکال سے وہاں یہ دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (وانما اعربت مع قیام علۃ البناء وھی ما ذکر لانھا لازمۃ الاضافۃ والاضافۃ معارضۃ لعلۃ البناء لان علۃ البناء ھی المناسبۃ بالحروف والاضافۃ من خواص الاسم واذا تعارض العلتان وجب الرجوع الی الاصل وھو الاعراب فی الاسماء الخ)

اور اس حاشیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَیٌّ وَ اَیَّۃٌ جب مضاف نہ ہوں کیوں معرب ہیں تو اس کا وجہ بھی ذکر کیا گیا ہے، عبارۃ ملاحظہ ہو (وانما جاء ت معربۃ بدون الاضافۃ طرد اللباب) اور میر سید شریف نے شرح کافیہ بحث موصول میں کہا ہے کہ حالت اضافتہ میں جب کہ صدر صلہ مذکور ہو اس لئے معرب ہیں کہ بوجہ اضافتہ جانب اسمیت قوی ہوتا ہے لہٰذا حکم اس کا اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اصل اسماء میں اعراب ہے لہٰذا اَیٌّ وَ اَیَّۃٌ اس حالت میں معرب ہیں۔ مگر جب اَیٌّ وَ اَیَّۃٌ مضاف ہوں اور صدر یعنی اول صلہ کا حذف ہو تو اس وقت جانب اسمیت مغلوب ہوتا ہے کیونکہ اس وقت دو مرتبہ سے مشابھہ ہیں حرف کے ساتھ ایک تو محض صلہ کی طرف محتاج ہیں، دوم صدر صلہ کے ذکر کے لئے بھی محتاج ہیں لہٰذا اس وقت اضافت مُقاوم اور معارض نہ ہوگا مشابھت کے ساتھ لہٰذا مبنی ہیں۔

(تسہیل الکافیہ ترجمہ شریفیہ ص ۶۹)

اور ابن الانباری نے اسرار العربیہ ص ۱۹۲ بحث اسماء صِلَات میں اَیٌّ کی وجہ بناء و اعراب میں کہا ہے کہ (لانھم لما حذفوا المبتدأ من صلتھا دون سائر اخواتھا نُقِصَتْ فَبُنِیَتْ وکان بناء ھا علی الضم اولی لانھا اقوی الحرکات فبنیت علی الضمۃ کَ قَبْلُ وبَعْدُ) یعنی جب اَیٌّ کا صدر صلہ حذف ہوا تو حذف مبتداء اس میں نقصان آیا اس نقصان کی تلافی کے لئے اَیٌّ کو مبنی برضمہ کر دیا گیا اور یہ ضمہ اولی ہے اس لئے کہ یہ قوی حرکت ہے لہٰذا اس نقصان کے لئے ضمہ مناسب ہے جیسا کہ (درایۃ النحو) میں کہا گیا ہے اور اَیٌّ کے معرب ہونے کے لئے مذکورہ کتاب میں دو وجوہ پیش کی گئی ہیں ان میں سے یہاں اول کو نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (فان قیل فایٌّ لم کانت معربۃ دون سائر اخواتھا قیل لوجھین احدھا انھم بقوھا علی الاصل فی الاعراب تنبیھا علی ان الاصل فی الاسماء الاعراب کما بنوا الفعل المضارع اذا اتصلت بہ نون التاکید او ضمیر جماعۃ النسوۃ تَنْبِیھا علی ان الاصل فی الافعال البناء)



## (تشریح)

**فائدہ**: جامع الدروس ص ۱۳۹ ج ۱ میں ہے کہ موصول کے لئے محلا اعراب ہوتا ہے مقام کے مناسبت سے ملاحظہ ہو عبارۃ (ومحل الموصول من الاعراب یکون علی حسب موقعہ فی الکلام فتارۃً یکون فی محل رفع) مثل (قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی) یہاں مَنْ موصولہ مرفوع محلا فاعل ہے قد اَفْلَحَ فعل کے لئے۔

وتارۃ یکون فی محل نصب مثل (اَحِبُّ مَن یُحِبُّ الْخَیْرَ) یہاں مَنْ موصولہ محلا منصوب ہے، کیونکہ مفعول بہ ہے اَحِبُّ فعل امر کے لئے (وتارۃ یکون فی محل جر مثل جُد بِمَا تَجِد) یہاں ما موصولہ محلا مجرور ہے حرف جر باء کے لئے۔

## ﴿ نحو میر ﴾

چہارم اسمائے افعال وآن بر دو قسم است اول بمعنی امر حاضر چون رُوَیْدَ وَبَلْہَ وحَیَّھَلْ وھَلُمَّ دوم بمعنی فعل ماضی چون ھَیْھَاتَ وشَتَّانَ

## طرز المبتدی

(قولہ چہارم اسمائے افعال) یعنی اسم غیر متمکن کی چوتھی قسم اسمائے افعال ہیں۔

تعریف :۔

اسمائے افعال ان اسموں کو کہتے ہیں جو اپنے وضع کے اعتبار سے اسم ہوتے ہیں مگر کلام عرب میں فعل کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان اسماء کا نام اسمائے افعال رکھا گیا ہے۔

تقسیم۔۔۔۔اسمائے افعال تین قسم پر ہیں۔

(۱) بمعنی اَمر حاضر یعنی اول وہ اسماء ہیں جو امر حاضر کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے رُوَیْدَ بمعنی اَمْھِلْ (تو مہلت دے) اور اَمْھِلْ یہ امر حاضر ہے باب اِفْعال سے۔ وَبَلْہَ بمعنی دَعْ (چھوڑ تو) اور دَعْ یہ صیغہ ہے امر کا باب مَنَعَ سے مثال واوی ہے اصل میں اِوْدَعْ ہے واو کو یَعِدُ کے قانون سے حذف کیا گیا اور ہمزہ، ہمزہ وصلی کے قانون سے حذف ہوا دَعْ رہ گیا اور تثنیہ اس کا دَعَا آتا ہے مشہور سوال ہے کہ دَعَانی بغیر ناقص کون سا صیغہ ہے تو دَعَانی اسی دَعْ کا تثنیہ ہے اخیر میں نون وقایہ لاحق ہے۔

وَحَیَّھَلْ۔ بمعنی اِیْتِ (آتو) اور اِیْت یہ صیغہ ہے امر حاضر کا باب ضَرَبَ سے اصل میں اِءْتِیْ ہے لام کلمہ لَمْ یَدْعُ کے قانون سے حذف ہوا رہ گیا اِئْتِ اور ہمزہ ثانی کو یا سے۔

## (طرز المبتدی)

وهلم ۔ یہ بھی بمعنی اِیْتِ (آتو) کے معنی میں ہے۔
دوم بمعنی فعل ماضی یعنی دوسرے قسم وہ اسماء ہیں جو فعل ماضی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے هَيْهَاتَ بمعنی بَعُدَ کہا جاتا ہے هَيْهَاتَ زَيْدٌ (دور ہوا زید) اور بَعُدَ فعل ماضی کا صیغہ ہے شَرُفَ کے باب سے۔
وشَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ کہا جاتا ہے شَتَّانَ زَيْدٌ وعَمْرٌو (زید اور عمرو جدا ہوئے) اور اِفْتَرَقَ یہ فعل ماضی کا صیغہ ہے باب اِفتعال سے۔
سوم بمعنی فعل مضارع یعنی تیسری قسم وہ اسماء ہیں جو فعل مضارع کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے (أُفٍّ) بمعنی اَتَضَجَّرُ (میں بے قرار ہوتا ہوں)

**فائدہ**: اسماء افعال خواہ ماضی کے معنی میں ہوں یا کہ امر حاضر و فعل مضارع کے معنی میں ہوں ان مذکورہ صیغوں کے علاوہ اور بھی بہت ہیں، مگر صاحب کتاب نے نمونے کے طور پر مبتدی کی استعداد کے موافق مذکورہ صیغوں پر اکتفا کیا ہے۔

### وجہ بناء اسماء افعال

وجہ اول: اس لئے مبنی ہیں کہ یہ مشابہ ہیں حروف کے ساتھ اس چیز میں کہ حروف عامل تو ہوتے ہیں مگر معمول نہیں ہوتے اور یہ اسماء بھی عامل ہوتے ہیں معمول نہیں ہوتے۔
وجہ دوم: یہ اسماء اس لئے مبنی ہیں کہ بعض ان اسماء میں سے اپنے وضع میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ جیسے (صَهْ) بمعنی اسکت یہ بمثل (بل) حرف کی ہے باقی اسماء افعال جن کا وضع بمثل حرف کی نہیں، وہ اپنے مبنی ہونے میں محمول ہیں ان بعض پر جو کہ اپنے وضع میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ کیونکہ دونوں قسم ایک باب سے ہیں یعنی دونوں قسم اسم فعل ہونے میں شریک ہیں۔

## (تشریح)

اسم الفعل) موسوعہ ص ۷۰ میں ہے، تعريفه هو اسم يدل على فعل مُعَيَّنٍ ويَتَضَمَّنُ معناه وزمنه وعمله من غير ان يقبل علامته او يتاثر بالعوامل)
**فائدہ**: شرح الشرح مأۃ عامل میں اسماء افعال کے وجہ تسمیہ کو یوں ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (سميت هذه الاسماء باسماء الافعال فانه قد جرى عادتهم بان مايلتبس بالشيء من حيث المعنىٰ وامتاز عنه بالاحكام اللفظية سموه باسم ذلك الشيء مع زيادة لفظ الاسم كالمصدر واسم المصدر



## (تشریح)

والجمع واسم الجمع والصفة واسم الصفة) شرح الشرح مأۃ عامل ص ۸۰

**فائدہ**: فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص ۳۴۱ بحث اسماء عاملہ میں کہا ہے کہ اسم فعل کے مدلول میں اختلاف ہے (وقد اختلف النحاة في مدلول اسم الفعل على القول باسميته فقيل مدلوله لفظ الفعل (فَصَهْ) مثلاً اسم لِاُسْكُتْ وهو الاصح وهو ظاهر كلام المؤلف فيما بعد وقيل مدلوله المصدر (فَصَهْ) اسم لقولك سكوتًا واختاره ابن الحاجب وقيل مدلوله مدلول الفعل وهو الحدث والزمان الان دلالة الفعل على الزمان بالصيغة ودلالة اسم الفعل عليه بالوضع (فَصَهْ) اسم لمعنى الفعل وعليه جرى المؤلف رحمه الله)

جاننا چاہیے کہ علامہ ابی النجانی حاشیہ ابی النجاص ۱۵ بحث کلمہ میں کہا ہے کہ محققین کے نزدیک مدلول اسم فعل کا مصدر ہے، استعمال اس کا معنی ئے فعل میں مجازاً ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وهذا مبني على ان مدلول اسم الفعل لفظ الفعل والمختار عند المحققين انه وضع للدلالة على المعنى المصدري وهو السكوت في صَهْ ثم استعمل في معنى الفعل مجازاً)

**فائدہ**: شرح المکز دی بر آجرومیہ ص ۱۳ کے حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ اسم فعل ماضی اور فعل ماضی میں کیا فرق ہے؟ ملاحظہ ہو عبارۃ (فان قيل فما الفرق بين الفعل الماضي واسم الفعل الماضي مع ان كلا يستفاد منه حدث في الزمان الماضي نحو بَعُدَ وهَيْهَاتَ ؟

(فالجواب ان اسم الفعل موضوع ليدل على لفظ الفعل ولفظ الفعل يدل على الحدث فدلالة اسم الفعل على الحدث بالواسطة بخلاف الفعل فانه موضوع ليدل على الحدث والزمان بنفسه بلاواسطة شيء آخر وايضاً اسم الفعل لايقبل علامات الفعل والا كان فعلاً)
(فائدہ) فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص ۳۴۰ بحث عمل اسم فعل میں کہا ہے کہ اسم فعل تین قسم پر ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وهو ثلاثة انواع، الاول ماهو بمعنى الامر والغالب ولهذا قدمه كَصَهْ بمعنى اسكت فاذا قلت صَهْ فكانك قُلْتَ اُسْكُتْ (ومَهْ) بمعنى اِنْكَفِفْ لاَ بِمَعنى اُكْفُفْ فاذا قلتَ مَهْ فكانك قلتَ اِنْكَفِفْ وآمين بمعنى اِسْتَجِبْ، فاذا قُلتَ آمين فكانما قلت اِسْتَجِبْ ومنه عليك زيدًا وهو في الاصل

(تشریح)

جارومجرور ثم نقل عن ذٰلک وصار بمعنی الزمه فاذا قلتَ علیکَ زَیْدًا فکانک قُلْتَ اَلْزِمْ زَیْدًا ، قال تعالٰی (عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ) ودونک هو فی الاصل ظرف مضاف لضمیر المخاطب ثم نقل عن ذٰلک وصار بمعنی خُذْهُ فاذا قلت دُوْنَکَ بَکْرًا فکاَنَّکَ قُلْتَ خُذْهُ ومنه رُوَیْدًا وهو منقول من مصدر اَرْوَدَ مُصغراً تصغیر الترخیم ومعناه اَمْهِلْ فاذا قلتَ رُوَیْدا زیدا فکانک قلت اَمْهِلْ زیداً.

والثانی ماهو بمعنی الماضی وهو اکثر من الذی یلیه کَهَیْهَاتَ مثلث التاء وفیها ست وثلاثون لغة او اربعون علی ماقیل وکلها بمعنی بَعُدَ ومَنْ فتح التاء وقف بالهاء ومَنْ کسرها وقف بالتاء ومَنْ ضمها فقیل یقف بالهاء وقیل بالتاء وشَتَّانَ بفتح اوله وتشدید ثانیه بمعنی اِفْتَرَقَ.

والثالث ماهو بمعنی المضارع وذٰلک نحو اَوَّهْ بفتح الهمزة وتشدید الواو بالحرکات بمعنی اَتَوَجَّعُ ویقال فیها اَوَّاه (واف) بضم الهمزة وتشدید الفاء وفیها اربعون لغة وکلها بمعنی اَتَضَجَّرُ وکون الاسم بمعنی المضارع هو رایُ ابن مالک ومن تبعَهُ.

واما ابن الحاجب فلایری ذٰلک لان اسماء الافعال مبنیة لمشابهتها فعل الامر والماضی ولو کانت بمعنی المضارع لاعربت فاَوَّه واُفّ عنده بمعنی توجعت وتضجرت مرادا بهما الانشاء وقد علمت فیما سبق انها تبنی لشبهها بالحرف فی کونها عاملة غیر معمولة لالما یقوله ابن الحاجب ) والله اعلم

**فائدہ** :اسماء افعال بمعنی امر میں ایک کلمہ (مَهْ) ہے اس کے متعلق ابن ھشام نے شرح شذور الذھب ص۱۱۶ بحث اسم غیر متمکن میں کہا ہے کہ بہت سے علما (مَهْ) کو اکفف کے معنی میں شمار کرتے ہیں مگر صحیح نہیں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (ومَهْ بمعنی اِنْکَفِفْ ولاتقل بمعنی اکفف کما یقول کثیر منهم لان اکفف یَتَعَدّی ومَهْ لایتعدی) اور سیوطی نے ھمع ص۱۰۵ ج۲) بحث اسم فعل میں کہا ہے (ومَهْ واِیْهًا) کلاهما بمعنی اِنکَفف کذا فی التسهیل خلاف قول کثیرین ان مَهْ بمعنی اکفف لان اکفف متعدومَهْ لایتعدی

**فائدہ**: حاشیہ ابن عقیل منحۃ الجلیل اور ھمع الھوامع میں ہے کہ اسماء افعال کا اسم ہونا یہ مذہب جمہور بصریین کا ہے کوفیین کے نزدیک یہ افعال ہیں کیونکہ یہ کلمات حدث وزمان پر دلالت کرتے ہیں مگر نحاۃ میں سے ابن صابر ان کو کلمہ کا قسم رابع



(تشریح)

شمار کرتا ہے اس لئے کہ یہ کلمات نہ کہ اسم اور نہ کہ فعل کے علامات کو قبول کرتے ہیں، مگر خالد ازہری نے آجرومیہ کے شرح ص۱۴) اس قول کو رد کیا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (واقسام اجزاء الکلام ثلاثة لارابع لها بالاجماع ولاالتفات لمن زاد رابعاً وسمّاه خالفه)

اور حاشیہ ابی النجاص ۱۵ میں ہے کہ عدم التفات مذکورہ قول کے طرف دو وجوہ سے ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وعدم التفات الی هٰذا القول وابطاله من وجهین ، الاول انه بعد انعقاد الاجماع علی انه لارابع وخرق الاجماع ممتنع بناء علی ان اجماع النحاة فی الامور اللغویة معتبر یُتَعَیَّنُ اِتُبَاعُهُ ویمتنع خرقه ووقع لبعض العلماء تردد فیها، والثانی ان مازاده داخل فی اول الثلاثة وهو الاسم کما ینادی علیه تسمیته باسم الفعل فلیس خارجا عن حقیقة الثلاثة)

جاننا چاہیے کہ اسماء افعال کے اسمیت پر بہت سے دلائل ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

ھندی ص۱۲۷ بحث اسماء افعال میں ہے کہ (والدلیل علی انها لیست بافعال مخالفة صیغتها صیغ الافعال ، وتنوین بعضها ، ودخول اللام فی بعضها والنقل عن المصدر والظرف والجار والمجرور الخ)

مزید تحقیق کے لئے شرح مفصل ابن یعیش ص۲۷ ج۱ بحث اسماء افعال کے طرف رجوع ہو۔

**فائدہ** :سیوطی نے ھمع الھوامع میں کہا ہے کہ جن اسماء افعال پر تنوین آتا ہے جیسے (واها) بمعنی اَعْجَبُ (وصَهْ) بمعنی اسکت اور انکے علاوہ جو اسماء افعال ہیں کہ ان پر تنوین وجوبا یا کہ جوازا آتا ہے، تو یہ بوقت وجود تنوین کے نکرہ ہوتے ہیں یعنی یہ دلالت کرتے ہیں تنکیر حدث پر جو کہ اسم فعل سے مفہوم ہوتا ہے، اور جن اسماء افعال پر تنوین نہ آتا ہو وہ معرفہ ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام اسماء افعال معرفہ ہیں ان میں نکرہ نہیں ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان کا تعریف کس قبیل سے ہے جیسا کہ ہمع الھوامع میں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (ثم اختلف فی تعریفها من ای قبیل هو فقیل من قبیل تعریف الاشخاص بمعنی ان کل لفظ من هٰذه الاسماء وضع لکل لفظ من هٰذه الافعال وقیل هی اعلام اجناس) ھمع الھوامع ص۱۰۵ ج۲

اور فاکھی نے الفواکہ الجنیہ ص۳۴۲ بحث اسماء عاملہ میں کہا ہے (ومانُوِّنَ منه فنکرةٌ کواهاً فی حال تنوینه نکرة

(تشریح)

وفی حالِ عدم تنوینہ معرفة کصَہٗ ومَہٗ واُفِّ ،فَصَہٗ مثلا اذا اردت بہ اسکت سکوتا مانوتہ وحکمت علیه بانه نکرة اوالسکوت المعین ترکت تنوینه وحکمت علیه بانه معرفة)

**فائدہ**: الکواکب الدریہ ص ۱۲۱ بحث اسماء عاملہ میں ہے کہ اسماء افعال میں سے (شَتَّانَ) جو کہ اِفْتَرَقَ کے معنی میں ہے اس افتراق کو زمخشری نے مقید کیا ہے معانی کے ساتھ یعنی اس افتراق سے جو کہ دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے افتراق فی المعانی مراد ہے مگر جمہور نے افتراق کو مطلق چھوڑا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وشتان) بمعنی اِفْتَرَقَ کذااطلقه الجمهور وقیده الزمخشری بان یکون الافتراق فی المعانی والاحوال کالعلم والجهل والصحة والسقم فلا یستعمل فی غیر ذٰلک لاتقول شتان الخصمان عن مجلس الحکم ولاشتان المتبایعان عن محل العقد قاله فی التصریح)

**فائدہ**: شرح قطر الندیٰ کی حاشیہ سبیل الھدیٰ میں ہے کہ اسم فعل دو قسم پر ہے قیاسی وسماعی:

قیاسی وہ ہے کہ اس کے لئے قیاس اور قانون ہو سماعی وہ ہے کہ سماع پر موقوف ہو ملاحظہ ہو عبارۃ (اسم الفعل علی ضربین قیاسی وسماعی ، فاماالقیاسی فهو ما صِیْغَ من فعل ثلاثی تام علی وزن فَعَالِ بفتح اوله وبناء اخره علی الکسر للدلالة علی الامر نحو کَتَابِ من کتب ونَظَارِ من نظر وصَمَاتِ من صمت وهلم جرا) شرح قطر ص ۳۶۵

اور آگے کہا ہے (واما السماعی فالفاظ وردت عن العرب لاضابط لها مثل صَہْ ومَہْ وَهَیْهَاتَ واُفِّ)

(فائدہ) جامع الدروس ص ۱۵۹ ج ۱ بحث اسماء افعال میں ہے کہ اسماء افعال ایک تقسیم کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں ملاحظہ ہو عبارۃ (اسماء الافعال اما مرتجلة وهی ماوضعت من اول امرها اسماء افعال وذٰلک مثل هَیْهَاتَ واُفِّ وآمین واما منقول وهی مااستعملت فی غیر اسم الفعل ثم نقلت الیه واما عن ظرف کَدُوْنَکَ الکتابَ ای خُذْہُ وَمَکَانَکَ ای اُثْبُتْ واما عن مصدر کَرُوَیْدَ اَخَاکَ ای اَمْهِلْهُ وَبَلْهَ الشَّرَّ ای اُتْرُکْهُ ودَعْهُ واما عن تنبیه نحوها الکتابَ ای خُذْہُ واما معدولةٌ کَنَزَالِ وحَذَارِ وهما معدولان عن اِنْزِلْ واِحْذَرْ)

اور جامع الدروس ص ۱۶۱ ج ۱ میں ہے (وماکان منه منقولاً اومر تجلا فهو سماعی وما کان منه معدولا



(تشریح)

فهو قیاسیٌّ یُبْنٰی علی وزن فَعَالِ من کل ثلاثی مجردٍ تامٍّ متصرفٍ کقَتَالِ وضَرَابِ ونَزَالِ وحَذَارِ وشذ مجیئہ من مزید الثلاثی نحو دَرَاکِ بمعنی اَدْرِکْ وَبَدَارَ بمعنی بَادِرْ) اور سبیل الھدیٰ میں ہے (وشذ صوغه من الرباعی نحو قَرْقَارِ فی قول الراجز ، قالت له ریحُ الصباقَرْقَارِ) شرح قطر ص ۳۶۵

**فائدہ** : سیوطی جمع الجوامع ص ۱۰۶ ج ۲ بحث اسماء افعال میں اسم فعل منقول کے بارے میں کہتا ہے (ومنها ماصله ظرف اوجار ومجرور قال ابن مالک فی شرح الکافیة وهٰذا النوع لایستعمل الا متصلا بضمیر مخاطب نحو مکانک بمعنی اثبت وعندک ولدیک ودونک الثلاثة بمعنی تَنَح وعلیک بمعنی الزم ولاتقاس هٰذه فی الاصح بل یقتصر فیها علی السماع واجاز الکسائی ان یوقع کل ظرف ومجرور موقع فعل قیاسًا علی ماسُمِعَ ) حاصل اس آخری عبارۃ کا یہ ہے کہ اس قسم کے اسماء افعال مقصور علی السماع ہیں ان پر بقیہ ظروف کو جن کا استعمال موضع فعل میں ثابت نہیں قیاس نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تہذیب التوضیح جلد اول بحث اسماء افعال میں کہا گیا ہے (ولایقاس علی هذه الظروف غیرها)

جاننا چاہیے یہ مذکورہ اسماء افعال جن کو اسماء افعال منقول کہتے ہیں اور اس نوع کو جو کاف لاحق ہوتا ہے اس کاف کے اعراب میں نحاۃ کا اختلاف ہے، جیسا کہ جامع الدروس ص ۱۶۰ ج ۱ پر بحث اسماء افعال میں ہے (للنحاة فی اعراب هٰذه الکاف اللاحقة للمنقول عن ظرف او حرف جراقوال متضاربة اظهرها واقربها الی المعقول ماذکرناه من انها لااعراب لها لانها جزء من الکلمة وجزء الکلمة لااعراب له)

اور سیوطی نے ہمع الہوامع ص ۱۰۶ ج ۲ میں کہا ہے (ومحل الضمیر المتصل بهٰذه الکلمات فیه اقوال احدها رفع وعلیه الفراء ثانیها نصب وعلیه الکسائی ثالثها وهو الاصح ومذهب البصریین جر ؒ)

اور آخر میں کہتا ہے (وقال ابن بابشاذ الکاف المتصلة بهٰذه الظروف حرف خطاب لاضمیر فلامحل لها من الاعراب)

## وجہ بناء اسماء افعال

محمد بن عبدالغنی نے شرح انموذج بحث اسماء افعال میں کہا ہے (وانما بنیت اسماء الافعال لان وضع بعضها وضع الحرف فحمل الباقی علیه)

## (طرز المبتدی)

### ﴿نحو میر﴾

پنجم اسمائے اصوات چون اُخ اُخ واُف وبَخّ ونَخُ وغاق

### طرزا لمبتدی

(قولہ پنجم اسماء اصوات) یعنی اسم غیر متمکن کی پانچویں قسم اسمائے اصوات ہیں، اصوات صوت کی جمع ہے بہ معنی (آواز) اصطلاح میں ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی آواز کو نقل کیا جائے یا کسی چوپائے وغیرہ کو اس کے ذریعہ آواز دی جائے یا عارض ہوا انسان کو کسی عارضہ کی وجہ سے۔ جیسے:

اُخ اُخ :۔ یہ وہ آواز ہے جو کھانسی کے وقت ایک عارض ہے پیدا ہوتی ہے۔

اُف :۔ یہ وہ آواز ہے جو کسی درد یا تکلیف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

بخ :۔ یہ وہ آواز ہے جو خوشی اور مسرت کے وقت پیدا ہوتی ہے۔

نَخُ :۔ یہ وہ آواز ہے جو اونٹ بٹھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

غاق :۔ یہ وہ آواز ہے جو کوے کی آواز کی نقل میں استعمال ہوتی ہے۔

**فائدہ** : اسماء اصوات اس وجہ سے مبنی ہیں کہ یہ مشابہہ ہیں حروف مھملہ یعنی حروف غیر عاملہ کے ساتھ، جیسا کہ (لا و ما نا فیه) ہیں، یعنی جیسے کہ یہ حروف نہ عامل ہوتے ہیں اور نہ معمول، تو اسماء اصوات بھی نہ عامل ہوتے ہیں اور نہ کہ معمول۔

فائدہ : اسماء اصوات بمثل اسماء افعال کے بہت ہیں مگر مصنف نے بطور مثال چند کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

(اسماء اصوات) جاننا چاہیے کہ اسماء اصوات کے اسمیت میں اختلاف ہے نحاۃ کا، چنانچہ غایۃ التحقیق ص ۱۹۳ میں ہے کہ

(وهی لیست باسماء لعدم کونها دالة بالوضع الخ)

مگر شیخ خالد نے تصریح ص ۲۲۷ پر بحث اسماء اصوات میں کہا ہے کہ یہ اسماء ہیں کیونکہ بعض اسماء اصوات پر تنوین آتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (والدلیل علی اسمیتها وجود التنوین فی بعضها واذا ثبت النوع ثبت الجنس)

اور زجاجی نے علل النحو ص ۹۹ میں کہا ہے (واذا ارادوا التنکیر نونوا فقالوا ...... الغراب غاقٍ یا هٰذا)

الغرض اسماء اصوات اسماء ہیں اور کسی چیز میں تنوین کا ہونا یہ اس کے اسم ہونے کا علامت ہے جیسا کہ فرا نے کہا ہے (التنوین فارق بین الاسماء والافعال) علل النحو ص ۹۷



## (تشریح)

مزید تحقیق کے لئے تصریح بحث اسماء اصوات ملاحظہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ طرز مبتدی میں کہا گیا تھا کہ اسماء اصوات بہت ہیں جیسا کہ میر سید شریف نے شریفیہ میں کہا ہے (واسماء الاصوات کاسماء الافعال کثیر جداً وما ذکر المصنف شیء قلیل منها)

(تسہیل الکافیہ ترجمہ شریفیہ ص ۱۷)

**فائدہ** : جامع الدروس ص ۱۶۲ ج ۱ بحث اسماء اصوات میں ہے (وَوَیْهِ للصُّراخ علی المیت ولذلک بنی سیبویه لانه مختوم باسم صوت) یعنی وَیْهُ جو بوقت اظہار غم علی المیت انسان کے منہ سے نکل جاتا ہے یہ بھی اسماء اصوات میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ سیبویہ مبنی ہے کیونکہ جز ثانی اسم صوت ہے۔

### سبب بناء اسماء اصوات

ہمع الہوامع ص ۱۰۷ ج ۲ میں ہے (کلها مبنیة لشبهها بالحروف المُهْمَلَة فی انها لاعاملة ولامعمولة) اور جامع الدروس ص ۱۶۳ ج ۱ میں بھی یہی کہا گیا ہے۔

**فائدہ** : خضری ص ۶۸۷ ج ۲ بحث اسماء اصوات میں کہا گیا ہے (فالارجح ان بناء ها لشبهها بالحروف المهملة فی انها لاعاملة ولا معمولة کلام الابتداء وحرف التنفیس فلا محل لها من الاعراب والله اعلم)

مذکورہ بالا عبارت سے دو چیزیں معلوم ہو گئے، اول یہ کہ اسماء اصوات حروف غیر عاملہ ''سین وسوف اور لام ابتداء'' جیسے حروف کے ساتھ مشابہ ہیں اس بات میں کہ جیسا کہ حروف غیر عاملہ عامل اور نہ کہ معمول ہوتے ہیں اسماء اصوات بھی اسی طرح عامل نہ کہ معمول ہوتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسماء اصوات کے لئے محلی اعراب نہیں ہے۔

### ﴿نحو میر﴾

ششم اسمائے ظروف ظرف زمان چون اِذْ واِذَا ومَتٰی وکَیْفَ وأیَّانَ وأمْسِ ومُذْ ومُنْذُ وقَطُّ وعَوْضُ وقَبْلُ وبَعْدُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد وظرف مکان چون حَیْثُ وقُدَّامُ وتَحْتُ وفَوْقُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد۔

(طرز المبتدی)

**قولہ ششم اسماءِ ظروف** :۔ یعنی اسم غیر متمکن کی چھٹی قسم اسماء ظروف ہیں اور ظروف جمع ظرف کی ہے لغت میں بمعنی برتن اور برتنوں کو بھی اس لئے ظروف کہتے ہیں کہ وہ برتن ہوتے ہیں ان چیزوں کے لئے جو ان میں واقع ہوتے ہیں،

اور اصطلاح میں ظرف دو قسم پر ہے، اول ظرف زمان دوم ظرف مکان۔

اور زمان و مکان کو اس لئے ظرف کہتے ہیں کہ اس میں افعال واقع ہوتے ہیں گویا کہ یہ زمان و مکان برتن ہیں ان افعال کے لئے، لہٰذا جس وقت میں کوئی کام انجام دیا جاتا ہے اس کو ظرف زمان کہتے ہیں اور جس جگہ کوئی کام انجام دیا جائے اس کو ظرف مکان کہتے ہیں اور جو اسماء ان پر دلالت کریں ان کو اسماء ظروف کہتے ہیں۔

**اول ظرف زمان** :۔ اس کے صیغے یہ ہیں۔

**اِذْ** : یہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے بمعنی (جس وقت) جیسے (صَلَّیْتُ اِذْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ) میں نے نماز پڑھی جس وقت سورج غروب ہوگیا۔

**اِذَا** : یہ زمانہ استقبال کے لئے آتا ہے (بمعنی جس وقت) حتیٰ کہ اگر اس کے بعد ماضی بھی آوے تو وہ بھی مستقبل کے معنی میں ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے (اِذَا جَآءَ نصر اللّٰہ و الفتح) جب خدا کی مدد اور فتح آجائے گی۔

**مَتٰی** : یہ زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے (بمعنی کس وقت) جیسے (مَتٰی تُسَافِرُ) تو کس وقت سفر کرے گا۔

**کَیْفَ** : یہ حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے (بمعنی کیسا) جیسے (کَیْفَ حَالُکَ) تمہاری حالت کیسی ہے۔

**اَیَّانَ** : یہ زمانہ استقبال کے لئے آتا ہے اور استفہام کے معنی دیتا ہے (بمعنی کس وقت) جیسے (اَیَّانَ یَوْمَ الدِّیْنِ) کس وقت جزا کا دِن ہے۔

**اَمْسِ** : یہ زمانہ گذشتہ یعنی (بمعنی کل گذشتہ) کے آتا ہے جیسے (جَآءَ زَیْدٌ اَمْسِ) زید کل آیا۔

**مُذْ و مُنْذُ** : یہ دونوں اسم ظرف ہیں جو زمانہ ماضی کے لئے استعمال ہوتے ہیں مگر کبھی آغاز وقت کے لئے جیسے (مَارَئَیْتُ زَیْدًا مُذْ یوم الجمعة یا منذُ یومِ الجمعة) میں نے زید کو جمعہ کے دِن سے نہیں دیکھا، (یعنی) میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کا دِن ہے، اور کبھی تمام مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں، جیسے



(طرز المبتدی)

(مَاصُمْتُ مُذْ یَوْمَانِ یا مُنْذُ یَوْمَانِ) میں نے دو دِن سے روزہ نہیں رکھا۔ یہاں تمام مدت کا بیان ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ میرے روزہ نہ رکھنے کی پوری مدت دو دِن ہیں۔

**قَطُّ** : (بفتح قاف وتشدید طاء مضمومہ) یہ زمان ماضی کے لئے آتا ہے یعنی ماضی منفی کے عموم کے لئے آتا ہے (بمعنی کبھی) کے ہوتا ہے جیسے (مَارَأَیْتُہٗ قَطُّ ای مَارَأَیْتُہٗ فی جمیع الازمنة الماضیة) یعنی میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

**عَوْضُ** : یہ زمان مستقبل کے لئے ہے یعنی مستقبل منفی کے عموم کے لئے آتا ہے (بمعنی کبھی و ہرگز کے) ہوتا ہے جیسے (لَآاَضْرِبُہٗ عَوْضُ ای لا اَضْرِبه فی جمیع الازمنة المستقبلة) یعنی میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا۔

**قَبْلُ وبَعْدُ** : یہ دونوں ظرف زمان کے لئے آتے ہیں، (قَبْلُ) بمعنی پہلے (وبَعْدُ) بمعنی پیچھے۔

**فائدہ** : قَبْلُ وبَعْدُ ہمیشہ مبنی نہیں ہوتے بلکہ ان میں تین حال ہیں دو حالتوں میں معرب ہوتے ہیں اور ایک حال میں مبنی ہوا کرتے ہیں۔

(۱) اول حالت یہ ہے کہ دونوں مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو، یعنی نیت وارادہ میں موجود ہو مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ لفظاً اگرچہ حذف ہے، مگر معنیً اس کا مراد ہوتا ہے جیسے (لِلّٰہِ الْاَمْرُ من قبل و من بعد ای من قبل ذٰلک و من بعد ذٰلک) صاحب نحو میر نے جو کہا ہے کہ وقتے کہ مضاف باشند و مضاف الیہ محذوف منوی باشد، اس قول سے مراد مذکورہ شرط ہے۔

(۲) دوم حالت یہ ہے کہ دونوں مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ نہ کہ نیت میں باقی ہو اور نہ ذہن میں ملحوظ ہو مطلب یہ ہے کہ لفظاً و معنًی مراد نہ ہو جیسے (فَعَلْتُ ذٰلِکَ قَبْلاً اَوْ بَعْدًا)

(۳) سوم حالت یہ ہے کہ قبل و بعد مضاف ہوں مگر مضاف الیہ لفظوں میں موجود ہو، جیسے (جِئْتُ قَبْلَکَ اَوْ بَعْدَکَ) اب ان مذکورۃ تین صورتوں میں سے پہلے صورت میں قبل و بعد مبنی علی الضم ہوتے ہیں اور باقی دو صورتوں میں معرب ہیں۔

**دوم ظرف مکان** :۔ اس کے صیغے یہ ہیں۔

(۱) حَیْثُ یہ مبنی برضم ہوتا ہے بمعنی جس جگہ جیسے (اِجْلِسْ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ) بیٹھ تو جس جگہ کہ زید بیٹھنے والا ہے۔

فائدہ : حَیْثُ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہے۔

(طرز المبتدی)

(۲) قُدَّامُ (بمعنی آگے)

(۳) تَحتُ (بمعنی نیچے)

(۴) فَوْقُ (بمعنی اوپر)

**فائدہ**: قدام ، تحت ، فوق یہ بھی بمثل قبلُ وبَعْدُ کے ایک حالت میں مبنی ہیں اور دو حالت میں معرب ہوتے ہیں، طرز بیان ان تین حالتوں کا قبل وبعد کے تین حالتوں کی بمثل ہے۔

(ظروف زمان ومکان کی وجہ بناء)

**اِذْ** : یہ اپنے وضع میں مشابہہ ہے حرف کے ساتھ یعنی جیسے حروف کی وضع دو حروف پر ہے، جیسے مِنْ ، اسی طرح اس کی بھی ہے۔

**اِذَا** : یہ اِنْ حرف شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس لئے بوجہ مشابہت مبنی الاصل یہ مبنی ہے۔

**مَتٰی** : یہ ہمزہ استفہام یا کہ اِنْ شرطیہ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

**کَیْفَ** : یہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس لئے مبنی ہے۔

**اَیَّانَ** : یہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

**مُذْ ومُنْذُ** : یہ دونوں مُذْ اور مُنْذُ حرف جارہ کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں کیونکہ مُذْ ومُنْذُ حروف جارہ میں سے بھی ہیں یعنی یہ دونوں اسم ظرف بھی ہوتے ہیں اور حرف جر بھی ہوتے ہیں۔

**قَطُّ** : یہ الف ولام استغراقی کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

**عَوْضُ** : یہ بھی الف ولام استغراقی کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

**قَبْلُ وبَعْدُ** : یہ دونوں مضاف الیہ مَنْوِی کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے حروف کے ساتھ مشابہ ہیں یعنی جیسا کہ حرف غیر کے طرف محتاج ہوتا ہے یہ بھی غیر کے طرف محتاج ہوتے ہیں چونکہ اس احتیاجی والے معنی میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ لہٰذا مبنی ہیں۔

**حَیْثُ** : یہ مشابہ ہے حرف کے ساتھ معنائے احتیاجی میں یعنی جیسا کہ حرف غیر کے طرف محتاج ہوتا ہے یہ بھی ایک ایسے جملہ کے طرف محتاج ہوتا ہے کہ ان سے اس کا توضیح ہو اور وہ جملہ اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے اور یہ اکثر جملہ کے طرف



(طرز المبتدی)

مضاف ہوتا ہے۔

قُدَّامُ ، وتَحتُ ، وفَوْقُ : یہ بھی بمثل قبل وبعد کے مضاف الیہ مَنْوِی کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے حروف کے ساتھ مشابہ ہیں لہٰذا مبنی ہیں۔

**فائدہ** : ظرف زمان ومکان کی دو قسمیں ہیں اول ظرف زمان جو معین زمانہ پر دلالت کرتے ہیں، جیسے یوم الجمعة ، الساعة، وغیرہ یہ بے شمار ہیں اور یہ سب معرب ہیں۔

دوم ظروف زمان: جو مبہم زمانہ پر دلالت کرتے ہیں ان میں کوئی تقدیر وتعیین نہیں ہے، اور یہ سب کے سب مبنی ہوتے ہیں؟؟؟

(تشریح)

اسماء ظروف : ظروف ظرف کی جمع ہے بمعنی (برتن)

فتح رب البریہ بحث ظرف میں ہے (وهو لغة اَلْوعاء) جامع الدروس جلد دوم بحث مفعول فیہ میں ہے (والظرف فی الاصل ماكان وعاء لشیء وتسمی الاوانی ظروفا لانها اوعية لما يجعل فيها وسميت الازمنة والامكنة ظروفا لان الافعال تحصل فيها فصارت كالاوعية لها)

اور امام النحو خلیل نے کتاب الجمل فی النحو ص۴۳ میں کہا ہے (وسُمّی الظرف ظرفا لانه يقع الفعل فيه كالشیء يجعل فی الظرف)

اور ظرف اصطلاح میں دو قسم پر ہے ظرف زمان وظرف مکان جیسا کہ اشمونی جلد دوم بحث مفعول فیہ میں ہے (واصطلاحًا وقت او مكان)

اور فتح رب البریہ بحث ظرف میں ہے (واصطلاحا ماذكره بقوله هو اسم وقت او اسم مكان) جامع الدروس جلد دوم بحث مفعول فیہ میں ہے (وهو قسمان ظرف زمان وظرف مكان فظرف الزمان مايدل على وقت وقع فيه الحدث نحو سافرت ليلا وظرف المكان مايدل على مكان وقع فيه الحدث نحو وقفتُ تحتَ عَلَمِ العِلْمِ)

جاننا چاہیے کہ مذکورہ عبارۃ میں حدث سے مراد مصدر ہے، یہ جو کہا جاتا ہے کہ مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ اس میں فعل مذکور واقع ہو مراد اس سے معنیٔ مصدری ہے جو کہ فعل اصطلاحی کا جز ہے کیونکہ فعل اصطلاحی تین چیزوں پر شامل ہوتا ہے جیسا کہ شرح

(تشریح)

جامی بحث فعل میں ہے (١) معنا مصدری (٢) زمانہ (٣) نسبت الی الفاعل
اور اس مصدری معنی کو حدث بھی کہتے ہیں جیسا کہ الاصول فی النحو جلد اول بحث کلام میں ابن السراج نحوی نے کہا ہے
(واعنی بالاحداث التی یسمیھا النحویون المصادر نحو الأکل والضرب والظن والعلم والشکر)
إذْ : یہ زمان ماضی کے لئے آتا ہے جیسے. (جِئْتُ إذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ) اور کبھی زمان استقبال کے لئے بھی آتا ہے، (کقوله تعالی فسوف یعلمون إذِ الْأَغْلَالُ فی اعناقهم) جامع الدروس ص ٦٢ ج ٢

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ إذْ لازم الاضافۃ ہوتا ہے جملہ کے طرف اور مابعد والا جملہ اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وهی تلزم الاضافة الی الجمل کما رأیت فالجملة بعدها مضافة الیها) جامع الدروس جلد سوم ص ٦٣ اور موسوعۃ النحو والصرف ص ٣٥ بحث إذْ میں ہے (اذ الظرفیة تأتی ظرفا للزمان الماضی وهو اغلب احوالها مضافا الی الجملة مبنیا علی السکون فی محل نصب مفعولا فیه نحو زرت صدیقی اذهو فی بیته ، ونحو خیّبتُ رفیقی اذ یعمل = الجملة الاسمیة (هو فی بیته) فی المثال الاول والفعلیة (یعمل) فی المثال الثانی فی محل جر مضاف الیه وقد یحذف المضاف الیه ای الجملة بعدها ویعوض منه بتنوین العوض نحو الآیة(فلولا اذ بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون)
اور جامع الدروس جلد سوم بحث مفعول فیہ میں ہے (وقد تحذف الجملة کلها ویعوض عنها بتنوین کقوله تعالی فلولا اذ بلغت الحلقوم وانتم حینئذٍ تنظرون ای وانتم حین اذ بلغت الروح الحلقوم تنظرون)

**فائدہ** : جب إذْ کا مضاف الیہ حذف ہو اور اس کے عوض میں تنوین عوض آجائے تو اس وقت بھی مبنی ہوتا ہے مگر کسرہ اس کا التقاء ساکنین کے وجہ سے ہے جیسا کہ سیوطی نے ھمع الھوامع ص ٢٠٥ ج ١ بحث مفعول فیہ میں کہا ہے البتہ اخفش نے اس کو معرب کہا ہے جیسا کہ ھمع میں ہے (وزعم الاخفش انها حینئذ معربة والکسر جر اعراب بالاضافة لابناء وحمله علی ذلک انه جعل بناءها ناشأ عن اضافتها الی الجملة فلما زالت من اللفظ صارت معربة وهو مردودة بانه قد سبق لاذ حکم البناء والاصل استصحابه حتی یقوم دلیل علی اعرابه وبان العرب قد بنت الظرف المضاف لاذ ولا علة لبنائه الا کونه مضافا لمبنی فلو کانت الکسرة



(تشریح)

اعرابا لم یجز بناء الظرف)
مگر ھمع میں یہ بھی معلوم ہو کہ إذْ کے بعد جو حذف مضاف الیہ ہے یہ جائز ہے واجب نہیں جیسا کہ ھمع میں کہا گیا ہے (قال ابوحیان والذی یظهر من قواعد العربیة ان هذا الحذف جائز لا واجب)

**فائدہ** : (موسوعہ ص ٣٥) بحث إذْ میں ہے کہ إذْ تین قسم پر ہے ظرفیہ ، فجائیہ ، تعلیلیہ
ان تین قسموں میں سے ظرفیہ جو ہے وہ زمان ماضی کے لئے آتا ہے اس پر کلام کیا گیا، رہا دوسری قسم جو مفاجات یعنی اچانک و ناگہان کے معنی میں ہوتا ہے اس کے متعلق کتاب موسوعہ میں کہا گیا ہے کہ (اذ الفجائیه حرف مبنی علی السکون لامحل له من الاعراب یقع بعد الظرف بینا او بینما نحو بینما انا اکتب اذزار زیدٌ)
اور إذْ تعلیلیہ کے متعلق کتاب موسوعہ بحث إذْ میں کہا گیا ہے (اذ التعلیلیة حرف للتعلیل مبنی علی السکون لامحل له من الاعراب نحو ضربتُ زیدا إذْ سرق) اور عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے (وقد تجیء للتعلیل فهو بمعنی اللام دون الوقت فکما یستعار اللام للوقت یستعار إذْ للتعلیل قال الرضی الاولی جعلها حینئذ حرفا)

**فائدہ** : مسالک البہیہ بحث ظروف میں ہے کہ جب إذْ کے بعد ما کافہ لاحق ہو تو شرط کے معنی میں ہوتا ہے جیسے (إذْ مَا تُسافِرْ أُسافِرْ) جس وقت بھی تو سفر کرے گا میں سفر کروں گا۔
إذَا : یہ عموماً زمانہ استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو لہٰذا فعل اس کے ساتھ لفظاً ماضی معنی مضارع ہوتا ہے جیسے (إذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) جب خدا کی مدد اور فتح آجائے گی (جامع الدروس ص ٥٤ ج ٣ و مسالک البہیہ) بحث ظروف۔
اور کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہے بغیر اس کے کہ ماضی مضارع کے معنی میں ہو جیسے (وحَتّٰی إذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ) (ہدایۃ النحو و جامع الدروس)
جامع الدروس و مسالک البہیہ میں ہے کہ إذَا کبھی محض ظرفیۃ کے لئے آتا ہے بغیر اس کے کہ وہ متضمن ہو معنی ئے شرط کو جیسے (واللیل اذا یغشی، واتیتک اذا غربت الشمس) ہدایۃ النحو و مسالک البہیہ میں ہے کہ إذَا کبھی کبھی مفاجات بمعنی ناگاہ کے لئے بھی آیا کرتا ہے، جیسے (خرجت فاذا العدو واقف) میں نکلا تو ناگاہ دشمن کھڑا ہوا تھا، اور

## (تشریح)

مسالک البہیہ میں ہے کہ اِذا کبھی استمرار زمان کے لئے بھی آتا ہے، جیسے (واذا قیل لهم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون)

فائدہ : مسالک البہیہ میں ہے کہ اِذا چونکہ شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے لہٰذا اس کے بعد بیشتر فعل ہوتا ہے اور بعض اِذا شرطیہ کے بعد فعل کو واجب کہتے ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے ھدایۃ النحو ودرایۃ النحو میں بحث ظروف کو دیکھا جائے۔

مَتٰی : یہ زمان کے لئے آتا ہے مگر کبھی زمان کے ساتھ ساتھ اسم استفہام ہوتا ہے جیسے (مَتٰی تُسافر) تو کس وقت سفر کرے گا۔

جامع الدروس میں ہے کہ اس وقت متٰی کبھی منصوب محلا ہوتا ہے بنا بر ظرفیت جیسے مثال مذکور میں اور کبھی مجرور ہوتا ہے اِلٰی یا کہ حتّٰی حرف جر سے جیسے (الٰی متٰی یرتع الغَاوِیُ فی غیه وحتّٰی متٰی یبقی الضال فی ضلاله) اور کبھی متٰی زمان کے ساتھ ساتھ اسم شرط ہوتا ہے، جیسے (متٰی تسافر اُسافر) جب تو سفر کرے گا میں بھی سفر کروں گا۔

**فائدہ** : ماقبل میں کہا گیا کہ متٰی زمان کے لئے ہے یہ زمان عام ہے مضارع ہو یا کہ ماضی۔ مثال مضارع کا (متٰی تُسافر) مثال ماضی کا (متٰی جِئتَ) ہے۔

کَیفَ : یہ حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے بمعنی کیسا، جیسے (کَیفَ حَالُکَ) کیا حال ہے تمہارا (کَیفَ اَنتَ) تمہاری حالت کیسی ہے۔

درایۃ النحو بحث ظروف میں ہے کہ یہاں حالت سے زمان حال مراد نہیں بلکہ یہاں مراد حال سے صفت شیء ہے (نحو کیف انت ای فی ایّ حال وایّ صفة انت من الصحة والسقم وغیره فالمراد بالحال صفة الشیء لازمان الحال) مگر علامہ سید رکن الدین نے متوسط شرح کافیہ بحث ظروف میں یہاں حال کو زمان حال پر محمول کیا ہے ملاحظہ ہوں الفاظ (ای ومن الظروف المبنیة کیف للزمان الحال) آگے کہتا ہے (وهو من الظروف الزمان عنده لانه سؤال عن حال المسئول عنه فی الحال)

**فائدہ** : جاننا چاہیے کہ کیف کے ظرف ہونے میں اختلاف ہے کیف کو ظرف شمار کرنا مذہب سیبویہ کے بنا پر ہے اس لئے کہ وہ کیف کو بمعنی جار ومجرور لیتے ہیں یعنی سیبویہ کے نزدیک کیف (فی ایّ حال) کے معنی میں ہے، جیسا کہ ابن ہشام



## (تشریح)

نے مغنی اللبیب (ص ۲۰۶ ج ۱) میں کہا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (وعن سیبویه ان کیف ظرف وعن السیرافی والاخفش انها اسم غیر ظرف وبنوا علی هٰذا الخلاف امورا احدها ان موضعها عند سیبویه نصب دائما وعندهما رفع مع المبتداء نصب مع غیره الثانی ان تقدیر ها عند سیبویه فی اَیّ حال او علی اَیّ حال وعندهما تقدیرها فی نحو کیف زیدا صحیح زید ونحوه الخ) اور آگے کہا گیا ہے (وقال ابن مالک لم یقل ان کیف ظرف اذلیست زمانا ولامکانا ولکنها لما کانت تُفَسَّر بقولک علی اَیِّ حالٍ لکونها سؤالا عن الاحوال العامة سمیت ظرفا لانها فی تأویل الجار والمجرور واسم الظرف یطلق علیها مجازًا الخ)

اور سیوطیؒ نے ھمع الھوامع (ص ۲۱۴ ج ۱) بحث مفعول فیہ میں بھی یہی کہا ہے کہ کیف سیبویہ کے نزدیک ظرف ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (وعن سیبویه ان کیف ظرف وانکره الاخفش والسیرافی وقالا هی اسم غیر ظرف الخ)

اور جامع الدروس (ص ۶۲ ج ۳) میں ہے (کیف اسم استفهام وهی ظرف للزمان عند سیبویه فی موضع نصب دائماً) اور بعد میں صاحب جامع الدروس نے محاکمہ کیا ہے اور کہا ہے (والمعتمد انها للاستفهام المجرد عن معنی الظرفیة) اور فاضل عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے (وهو بمعنی علی اَیِّ حال وفی الرضی انما عُدَّ من الظروف لان الحال والزمان متقاربان وفیه ان الحال النحوی والظرف متقاربان لاالحال بمعنی الصفة فالوجه ان یقال لان الجار والمجرور متقاربان) نیز شیخ زادہ میں قول باری تعالیٰ کیف تکفرون کے تحت سیبویہ واخفش کا مذہب بمثل مذکور ذکر کیا گیا ہے۔

**فائدہ** : سیبویہ نے جو کیف کو ظرف کہا ہے کتاب سیبویہ (ص ۵۱ ج ۱) پر، یہ ہے عبارۃ ملاحظہ ہو (باب الظروف المبهمة غیر المتمکنة وذٰلک لانها لاتضاف ولا تصرف تصرف غیرها ولاتکون نکرة وذاک، اَینَ، وکَیفَ، وَمَتٰی، وحَیثُ، واِذْ، واِذَا، وقَبلُ، وبَعدُ)

**تنبیھہ** : رضی (ص ۱۱۷ ج ۲) میں ہے کہ کیف کا ظرف ہونا یہ اخفش کا مذہب ہے اور سیبویہ اس کو اسم کہتا ہے، یہ ہے عبارۃ ملاحظہ ہو (وکون کیف ظرفا مذهب الاخفش وعند سیبویه هو اسم) نیز ہندی وشرح عصام علی الکافیہ میں سیبویہ واخفش کے مذہب کو ایسا نوٹ کیا گیا ہے جیسا کہ رضی نے بیان کیا ہے، الغرض کتاب سیبویہ میں جیسا کہ اس کی

(تشریح)

عبارۃ کواوپر نقل کیا گیا ہے، کیف کوظرف کہا گیا ہے نیز ابن ہشام، سیوطی، شیخ زادہ ان حضرات نے سیبویہ کے مذہب کو اس کے کتاب کی موافق بیان کیا ہے، مگر محقق رضی وغیرہ نے جوظرفیت کے قول کو اخفش کے طرف اور عدم ظرفیت کے قول کوسیبویہ کے طرف نسبت کئے ہیں اس کے لئے وجہ ترجیح ہمیں نظر نہیں آیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

ایّانَ : زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور استفہام کا معنی دیتا ہے اور عموماً امورعظام میں استعمال ہوتا ہے، جیسے (ایّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ) جامع الدروس (ص ۵۵ ج ۳)

فائدہ : درایۃ النحو ومسالک البہیہ بحث ظروف میں ہے کہ ایّانَ ومتیٰ کے درمیان دو اعتبار سے فرق ہے، اول یہ ہے کہ ایّانَ زمان استقبال کے ساتھ خاص ہے بخلاف متیٰ کے کہ وہ عام ہے۔

دوم یہ ہے کہ ایّانَ امورعظام میں استعمال ہوتا ہے لہذا ایّانَ قِیامُ زید نہیں کہا جاتا بخلاف متیٰ کے کہ متیٰ قِیامُ زَیْدٍ درست ہے۔

جامع الدروس بحث ظروف میں ہے کہ کبھی معنائے شرط کو بھی متضمن ہوتا ہے اور دو فعلوں کو جزم دیتا ہے جیسے (ایّانَ تَجْتَهِدْ تَجِدْ نَجَاحًا)

اَمْسِ : کتاب موسوعہ بحث امس میں ہے کہ امس کے لئے دو حالتیں ہیں، ایک حالت میں مبنی، دوسری حالت میں معرب ہوتا ہے مبنی اس وقت ہوتا ہے کہ اس سے کل گذشتہ دن مراد ہو، رہا معرب تو معرب ہونے کے لئے مندرجہ ذیل پانچ شرطیں ہیں۔

شرط اول یہ ہے کہ اس سے لاعلی التعیین کوئی دن مراد ہو گذشتہ دنوں میں سے۔

شرط دوم یہ ہے کہ جمع ہو جیسے (آمُوس وآماس)

شرط سوم یہ ہے کہ تصغیر ہو جیسے (اُمَیْس)

شرط چہارم یہ ہے کہ مضاف ہو۔

شرط پنجم یہ ہے کہ اس پر الف ولام داخل ہو۔

تنبیہ: [illegible] (اذا أریـ

بہ لیوم الذی قبل یومک [illegible] علی الکسر [illegible] یوم من الایام الماضیۃ او جمعت



(تشریح)

(آموس وآباس) او صُغرت (اُمَیْس) او دخلتها أل (اَلْاَمْس) او اُضیفت فتکون معربۃ وتعرب حسب موقعها فی الجملۃ) جاننا چاہیے کہ جامع الدروس جلد سوم بحث مفعول فیہ میں بھی اَمْسِ کے لئے دو حالتیں ذکر کئے گئے ہیں۔

مُذْ ومُنْذُ : یہ کبھی بمعنی اول مدت وآغاز مدت ہوتے ہیں اس صورت میں ان کے بعد مفرد معرفہ آتا ہے نہ کہ تثنیہ وجمع یعنی مفرد مقابلہ میں تثنیہ وجمع کے ہے، جیسے (مَارَئَیْتُہٗ مُذْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ او مُنْذُ یَوْمِ الجمعۃِ) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کا دن ہے۔

اور کبھی بمعنی تمام اور جمیع مدت بھی ہوتے ہیں اس صورت میں جو زمان مقصود ہو وہی ان کے بعد آتا ہے مفرد ہو تو مفرد تثنیہ ہو تو تثنیہ جمع ہو تو جمع جیسے (مَارَئَیْتُہٗ مُذْ او مُنْذُ یَوْمٍ اور یَوْمَانِ او ثلاثۃ ایام) مزید تفصیل کے لئے کافیہ شرح جامی وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

قَطُّ : بفتح قاف وتشدید طاء مضمومہ ہمع الہوامع وشرح عصام میں ہے کہ اس کے اندر پانچ لغات ہیں، شرح جامی میں ہے کہ قط فتح قاف وضم طاء یہ اس کے لغات میں سے مشہور وفصیح لغۃ ہے، اور قط یہ ماضی منفی کے عموم کے لئے آتا ہے غایۃ التحقیق میں ہے کہ مَارَئَیْتُہٗ قَطُّ کا معنی ہے ای ما رئیتُہٗ فی جمیع الازمنۃ الماضیۃ، غایۃ التحقیق وشرح عصام میں ہے کہ کبھی اثبات کے عموم میں بھی استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے، کُنْتُ اَرَاهُ قَطُّ ای دَائِمًا، مغنی میں ہے کہ قط عموم کے لئے فعل منفی ماضی کے لئے آتا ہے لہذا لا اَفْعَلُہٗ قط کہنا صحیح نہیں، ملاحظہ ہو عبارۃ (والعامۃ یقولون لاافعلہ قط وهو لحن)

فائدہ : ابن ہشام نے مغنی کے اندر کہا ہے کہ (قط) تین قسم پر ہے۔

(۱) ظرف زمان ہوتا ہے جیسے کہ ذکر ہوا۔

(۲) حَسْبُ کے معنی میں ہوتا ہے، بفتح قاف وسکون طاء کے ساتھ کہا جاتا ہے (قَطْ زَیْدٍ دِرْهَمٌ ای حَسْبُہٗ درهم)

(۳) اسم فعل بمعنی یَکْفِیْ ہوتا ہے، مقدمات الاعرابی بحث ظروف میں ہے کہ "قط" اسم فعل بمعنی انتہ و یکفی ہوتا ہے، مغنی میں ہے کہ کہا جاتا ہے قَطْنِیْ نون وقایہ کے ساتھ (ای یَکْفِیْنِیْ) اور شرح مائۃ عامل نوع اول میں ہے (النوع الاول حروف تجر الاسم فقط) یہ قط اسم فعل بمعنی اِنْتَہِ کے ہے ای اِنْتَہِ عَنْ عملِ غیرِ الجر۔

(تشریح)

**عَوْضُ** : یہ زمانۂ مستقبل منفی کے عموم کے لئے آتا ہے جیسے (لااَضْرِبُہٗ عَوْضُ ) میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا۔

**قبل وبعد** : یہ دونوں ظرف زمان ہیں، جامع الدروس جلد سوم بحث مفعول فیہ میں ہے کہ یہ دونوں کبھی ظرف مکان کے لئے بھی آتے ہیں جیسے (دَارِیْ قَبْلَ دَارِکَ ، اَوْ بَعْدَهَا )اور یہ زیادہ تر معرب ہوتے ہیں، پھر یا تو منصوب ہوں گے بنا بر ظرفیت اور یا کہ مجرور ہوتے ہیں مِنْ جارہ سے اور بعض احوال میں مبنی بھی ہوتے ہیں، جاننا چاہیے کہ قبل و بعد میں عموما تین حالتیں ذکر کئے جاتے ہیں جیسا کہ طرز مبتدی میں مذکور ہیں مگر (ھمع الہوامع ،کتاب موسوعہ وحواشی شرح مفصل ) بحث ظروف میں ان کے لئے چار حالتیں ذکر کئے گئے ہیں کہ تین حالتوں میں معرب ہیں اور ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں ملاحظہ ہو عبارۃ ھمع الہوامع کی (من الظروف المبنية فى بعض الاحوال بعد وهى ظرف زمان لازم الاضافة وله احوال ، احدها ان يصرح بمضافه نحو جئت بعدک فهو معرب منصوب على الظرفية . ثانيهاان يقطع عن الاضافة لفظا ومعنى قصدا للتنكير فكذالک كقوله فما شربوا بعدًا على لذة خمرا وقد يجر قرئ لِلّٰهِ الامر من قبل ومن بعد بالجر والتنوين وقد يرفع روى فما شربوا بعد بالرفع . ثالثها ان يقطع عنها بأن يحذف المضاف اليه لكن ينوى لفظه فيعرب ولا يُنَوَّنُ لانتظار المضاف اليه المحذوف . رابعها ان يحذف وينوى معناه فيبنى على الضم نحو لِلّٰهِ الامر من قبل ومن بعد اى قبل الغلبة وبعدها)

ان مذکورہ چار صورتوں میں سے تیسری صورت کے لئے کتاب موسوعہ بحث (قبل ) میں یہ مثال دیا گیا ہے یعنی (نحو ساکافنک واکافئ زَيْدًا ولكن ساكافنک قبل اى قبل مكافاةِ زَيْدٍ )اور صورت رابع میں ہے کہ مضاف الیہ محذوف منوی ہو، مراد اس منوی سے نحاۃ کا یہ ہے کہ وہ مضاف الیہ مقصود متکلم ہو جیسا کہ درایۃ النحو میں کہا گیا ہے اور حواشی شرح مفصل بحث ظروف میں ہے کہ اس صورۃ میں فقط معنی مقصود ہو نہ کہ لفظ ، ملاحظہ ہو عبارۃ (الثالث ماحذف منه المضاف اليه ونوى معناه لالفظه فهٰذا يبنى على الضم )اور صورت ثالث میں جو کہ معرب ہوتا ہے وہاں لفظ مقصود ہوتا ہے۔

**فائدہ** : ھمع الہوامع جلد اول بحث ظروف (ص ۲۰۹ ) پر کہا گیا ہے کہ ابن مالک نے کہا ہے، بعد وقبل میں حق تو یہ ہے کہ تمام احوال میں مبنی ہوں کیونکہ تمام احوال میں علت بناء موجود ہے کہ وہ مشابہت حرف ہے یعنی جیسا کہ حرف غیر کے



(تشریح)

طرف محتاج ہوتا ہے یہ ظروف مضاف الیہ کے طرف محتاج ہوتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ یہ ظروف مضاف الیہ کے طرف کیوں محتاج ہوتے ہیں فاضل عصام نے شرح کافیہ بحث ظروف میں کہا ہے کہ یہ مضاف الیہ کے لئے اس لئے محتاج ہیں (لكونها امورا نسبية )اور شرح مفصل میں ان کے اضافۃ کے متعلق کہا گیا ہے (فلان هٰذه الظروف حقها ان تكون مضافة لانها من الاسماء الاضافية التى لايتحقق معناها الا بالاضافة الا ترى ان قبلاً انماهو بالاضافة الى ماقبله فلذٰلک حقها الاضافة )جب یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ ظروف لازم الاضافۃ ہوتے ہیں لہٰذا احتیاج ان کا بطرف مضاف الیہ کے ہر چار حالت میں موجود ہے خواہ مضاف الیہ مذکور ہو یا کہ حذف ہو جیسا کہ اسم موصول محتاج ہوتا ہے صلہ کے طرف باوجود اس کے کہ وہ موجود ہوتا ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق بحث ظروف میں کہا گیا ہے الغرض باید ظروف ہر چار حالت میں مبنی ہوں مگر تمام حالات میں یہ مبنی نہیں ہوتے ہر ایک کا ایک وجہ اور سبب ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

**حالت اول** : یعنی جب قبل و بعد مضاف ہوں اور مضاف الیہ ان کا مذکور ہو اس حالت میں اس لئے معرب ہیں کہ اضافت جو کہ داعی ہے معرب ہونے کے طرف یہ مقاوم اور معارض ہوتا ہے سبب بناء کے ساتھ جو کہ مشابہت حرف ہے لہٰذا جانب اعراب قوی ہوتا ہے جانب بناء پر تو یہ ظروف معرب ہوتے ہیں جیسا کہ شرح عصام علی الکافیہ بحث ظروف میں کہا گیا ہے یہ ہے عبارۃ ملاحظہ ہو (وهٰذه المناسبة غير معتبرة مع وجود المضاف اليه لان الاضافة الداعية الى الاعراب تقاومها )

**حالت دوم** : یعنی جب مضاف الیہ قبل و بعد کا نسیاً مَنْسیاً محذوف ہو، بایں طور کہ لفظاً و معنًی نیت میں نہ ہو اس حالت میں اس لئے معرب ہیں کہ اس صورت میں چونکہ مضاف الیہ بلکل نیت میں نہیں ہوتا ہے لہٰذا مضاف تام ہوتا ہے اور درجہ میں ایک مستقل فی نفسہ کلمہ کا ہو جاتا ہے گویا کہ محتاج نہیں ہے مضاف الیہ کے طرف لہٰذا معرب ہوتا ہے بمثل فرس وغلام وغیرہ کے، جیسا کہ شرح مفصل میں ابن یعیش نحوی نے کہا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (واما اذا حذف ولم ينو ثبوته ولا التعريف به كان المضاف تاما فيعرب كسائر النكرات نحو فرس وغلام فتقول جئت قبلاً وبعدًا ومن قبلٍ ومن بعدٍ )اور ابن حاجب نے اس وجہ کے طرف اختصاراً یوں اشارہ کیا ہے شرح کافیہ میں (وان لم ينو كانت كالمستقلة تعرب )

## (تشریح)

**حالت سوم** : کہ مضاف الیہ حذف ہو مگر لفظ اس کا ذہن میں موجود اور مقصود ہو تو اس حالت میں قبل و بعد معرب ہوتے ہیں اور سبب معرب ہونے کا یہ ہے کہ اس صورت میں چونکہ لفظ مضاف الیہ کا ذہن میں موجود ہے، لہٰذا مضاف الیہ محذوف مرتبہ میں مذکور کے ہوتا ہے اور اس سے پہلے ذکر کیا گیا کہ جب مضاف الیہ قبل و بعد کا مذکور ہو تو یہ معرب ہوتے ہیں جاننا چاہیے کہ یہ وجہ النحو الوافی ص۱۴۳ ج۳ سے منقول ہے اور یہ اس کے الفاظ یہ ہیں (و کذٰلک یکون منصوبا علی الظرفیة او مجرورًا بمن ان حذف المضاف الیه ونُوِیَ لفظه نَصًّا لحاجة تدعو الیه نحو اُهْدِیَ اِلَیَّ کتابُ ادبٍ و کتابُ تاریخ فبداتُ القراءةَ بکتاب الادب قبلَ او مِنْ قَبْلِ ای قبلَ کتاب التاریخ او من قبل کتاب التاریخ وفی هاتین الصورتین لَا یُنَوَّنُ المضاف ولا یتغیر منه شیء لانه لایزال مضافًا کما کان والمضاف الیه محذوف بمنزلة الموجود)

**حالت چہارم** : جب کہ قبل و بعد مضاف ہوں اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی مضاف کا معنا ذہن میں موجود اور مقصود ہو نہ کہ لفظ اس کا تو اس حالت میں قبل و بعد مبنی ہوتے ہیں حالانکہ سبب بناء جو کہ مشابہت حرف ہے، یہ تو چار حالتوں میں سے ہر ایک میں موجود ہے، حالانکہ وہ معرب ہیں یہ مبنی تو اس کا سبب متوسط میں بحث ظروف کے اندر یہ پیش کیا گیا ہے کہ جب مضاف الیہ کا معنی مقصود ہو نہ کہ لفظ تو اس وقت یہ مضاف بعض کلمہ کا درجہ رکھتا ہے جیسے فَرَسٌ میں ''حرف را'' ہے، مثلاً اور بعض اسم مستحق اعراب کا نہیں ہوتا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ متوسط کی (والفرق بین هٰذه الاسماء مضافة وبینها مقطوعة عن الاضافة المنویة مع احتیاجها الی المضاف الیه فی الصورتین انها مذکورة بتمامها فی الصورة الاولیٰ فاعربت وبعضها مذکورة فی الصورة الثانیة فَبُنِیَتْ لان بعض الاسم لم یستحق الاعراب)

اور ابن یعیش نے شرح مفصل ص۸۶ ج۱ بحث ظروف میں اس وجہ کو یوں ذکر کیا ہے (فلما حذف ما اضیفت الیه مع ارادته واکتفی بمعرفة المخاطب عن ذکره وفهم منها بعد الحذف ما کان مفهوما منها قبل الحذف صارت بمنزلة بعض الاسم لان المضاف والمضاف الیه کالشیء الواحد وبعض الاسم مبنی لایستحق الاعراب)

**فائدہ** : متوسط کے حاشیہ بحث ظروف میں ہے کہ قبلُ و بعدُ کو مبنی بر حرکت کیوں دیا گیا، حالانکہ بناء میں سکون اصل ہے؟



## (تشریح)

جواب : تا کہ التقاء ساکنین نہ آ جائے کیونکہ عین کلمہ پہلے سے ساکن ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (فان قیل لِمَ لاَ یبنی علی السکون قلنا حتیٰ لایجتمع الساکنان) متوسط ص۳۶۳

**فائدہ** : متوسط اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ قبلُ و بعدُ مبنی بر ضمہ کیوں ہیں؟ وہاں یہ جواب دیا گیا ہے کہ **قبلُ و بعدُ** معرب اور مبنی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، جب معرب ہوں تو ان پر دو قسم کے حرکات آتے ہیں (نصب و جر) نصب بنا بر ظرفیت، جر من جارہ کے وجہ سے، تو ان کو ایک ایسے حرکت پر مبنی کیا گیا کہ وہ مخالف ہے حرکت اعرابیہ کے کہ وہ ضمہ ہے کیونکہ ان کے معرب ہونے کے وقت ان پر رفع نہیں آتا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (فبنی علی حرکت یخالف حرکت الاعراب)

**حَیْثُ** : یہ ظرف مکان ہے، بمعنی (جس جگہ) اور مبنی علی الضم ہوتا ہے، نیز یہ لازم الاضافۃ ہے عموماً جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسا کہ کافیہ میں کہا گیا ہے، اور جامع الدروس میں ہے کہ اکثر جملہ فعلیہ کے طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے (اجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ اَهْلُ الْفَضْلِ) مثال اضافۃ بطرف جملہ اسمیہ کی، جیسے (اِجْلِسْ حَیْثُ خَالِدٌ جَالِسٌ) متوسط بحث ظروف میں ہے کہ حیث عموماً جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، کبھی مفرد کے طرف بھی مضاف ہوتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل شعر میں۔

شعر : اَمَا تَرٰی حَیْثُ سُهیل طالعًا نجمًا یُضِیْءُ کَالشَّهَابِ سَاطِعًا

میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ حیث جب مضاف ہو مفرد کے طرف معرب ہوتا ہے کیونکہ علۃ بنا جو کہ اس کی اضافت تھی جملہ کے طرف اب وہ نہ رہا، یہ ہیں الفاظ (فیکون معربًا لزوال علة البناء وهی الاضافة الی الجملة) مگر بعد میں کہا ہے کہ اس وقت بھی مبنی ہوتا ہے، اگر یوں کہا جائے کہ یہ اضافت بطرف مفرد بوجہ غلبہ اضافۃ الی الجملہ شاذ ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (وان اعتبر غلبة الاضافة الی الجملة فیکون فی هٰذا الحال ایضًا مبنیًا لشذوذ الاضافة الی المفرد) اور جامع الدروس ص۵۸ ج۳ میں ہے کہ حَیْثُ مفرد کے طرف مضاف نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ جملہ کے طرف مضاف ہوتا ہے، اگر اس کے بعد مفرد ہو تو وہ مفرد مبتدا ہے خبر محذوف ہوگا، جیسے (اِجْلِسْ حَیْثُ خَالِدٌ ای خَالِدٌ جَالِسٌ)

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ اگر حَیْثُ کے بعد (مَا) زائدہ آ جائے تو اس وقت حَیْثُ اسم شرط ہوتا ہے، جیسے

(تشریح)

(حَیْثُ مَا تَذْهَبْ اَذْهَبْ)

**قُدَّامُ وتَحْتُ وفَوْقُ** : ان تینوں کے مبنی اور معرب ہونے کے لئے وہی تفصیل ہے جو قَبْلُ و بَعْدُ میں گذر گیا، یعنی قبل وبعد میں چار حالتیں تھیں، تین حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہوتے تھے، یہاں بھی بعینہ وہی تفصیل ہے طرز بیان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

**فائدہ** : میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ اکثر ظروف معرب ہوتے ہیں، تھوڑے ان میں سے مبنی ہیں، ملاحظہ ہو عبارۃ (اعلم ان اکثر الظروف معربة وقليل منها مبنية) اور جامع الدروس ص ۵۲ ج ۳ بحث مفعول فیہ میں کہا گیا ہے (الظروف كلها معربة متغيرة الآخر الا الفاظا محصورة منها ما هو للزمان ومنها ماهو للمكان ومنها مايستعمل لهما فالظروف المبنية المختصة بالزمان، اِذَا ومتٰى واَيَّانَ واِذْ واَمْسِ والآنَ ومذ ومنذ وقطُّ وعَوْضُ وبَيْنا وبَيْنَما ورَيْث وريثما وكيفَ وكيفما ولَمَّا ومنها ماركِّبَ من الظروف الزمان نحو زُرْنا صَبَاحَ مساءَ ولَيْلَ لَيْلَ ونَهارَ نَهارَ ويَوْمَ يَوْمَ والمعنى كل صباحٍ وكل مساءٍ وكل نهارٍ وكل يومٍ والظروف المبنية المختصة بالمكان هى حيث وهُنا وثَمَّ واَيْنَ ومنها ماقُطِعَ عن الاضافة لفظا من اسماء الجهاتِ الستّ والظروف المبنية المشتركة بينَ الزمانِ والمكانِ هى اَنّٰى ولَدَى ولَدُنْ ومنها قبلُ وبعدُ فى بعض الاحوال وسيأتِىْ شرح ذٰلک كله) مذکورہ ظروف کی تفصیل جاننے کے لئے جامع الدروس کی طرف رجوع ہو۔

**فائدہ** : کافیہ وھدایۃ النحو بحث ظروف میں ہے کہ جو ظروف مضاف ہوتے ہیں جملہ کے طرف یا اِذْ کے طرف ان کو مبنی بر فتح ومعرب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، درایۃ النحو میں ہے (اَللَّتِىْ لَيْسَتْ بمبنيةٍ) یعنی مذکورہ حکم ایسے ظروف کے لئے ہے کہ وہ مبنی نہ ہوں، جیسے حَیْثُ وغیرہ بلکہ معرب ہوں، جیسے یَوْمَ ، حِیْنَ وغیرہ۔

غایۃ التحقیق بحث ظروف میں ہے (اِعْلَمْ ان جواز البناء فى الظروف انما يكون فى المضافة الى الجملة جوازا كيوم وليلة وحِيْنَ ووقت وزمان اما الظروف المضافة اليها وجوبا مثل اِذْ واذا وحيث ولَمَّا كان بناؤها واجبًا على ماعرف) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (ويجوز اعرابها ايضًا نحو قوله تعالى يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ ، فيجوز كون لفظ اليوم مبنياً على الفتح لاضافته الي الجملة اللتي بعده ويجوز ان



(تشریح)

يكون معربا مرفوعا على انه خبر مبتدأ وكذٰلک قوله تعالى وَمِنْ خِزْىِ يَوْمِئِذٍ ، اذ يجوز كون اليوم مجرورا على انه مضاف اليه ويجوز ان يكون مبنيا على الفتح لانه مضاف الى الجملة بواسطة اذ وتقدير الكلام يوم اذ كان كذا حذف المضاف اليه وعوض عنه التنوين) اور جامع الدروس (ص ۶۵ ج ۳) بحث مفعول فیہ میں ہے (اسماء الزمان المضافة الى الجمل يجوز بناؤها ويجوز اعرابها ويرجح بناء ما اُضِيْفَ منها الى جملةٍ صدرها مبنيٌّ كقول الشاعر :

لَأجتَذِبَنْ مِنْهُنَّ قَلْبِىْ تَحَلُّمًا
على حِيْنَ يَسْتَصْبِيْنَ كُلَّ حَلِيْمٍ

وان كانت مصدرةً بمعرب فالراجح والأولى اعراب الظرف كقوله تعالى هٰذا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ، وقد يُبْنٰى ومنه قراءة نافع هٰذا يَوْمَ يَنْفَعُ ببناء يَوْمَ على الفتح الخ)

## (الظرف المبهم والظرف المحدود)

جامع الدروس اور القواعد الاساسیہ بحث مفعول فیہ میں ہے کہ ظرف خواہ زمانی ہو یا کہ مکانی دو قسم پر ہے، مبہم ومحدود۔ لہٰذا ہر ایک دو قسم پر ہوگا ظرف زمان مبہم وظرف زمان محدود ظرف مکان مبہم وظرف مکان محدود یہ ہوگئے چار اقسام:

اول ظرف زمان مبہم : جو غیر معین زمانہ پر دلالت کرتے ہیں، جیسے أبد وأمد وحين ووقت وزمان۔

دوم محدود : ان کو موقت ومختص بھی کہتے ہیں، یہ وہ ظروف ہیں جو معین زمانہ پر دلالت کرتے ہیں، جیسے (ساعة ويوم وليل واسبوع وشهر وسنه وعام)

سوم ظرف مکان مبہم : یہ وہ ظروف ہیں جو کہ غیر معین مکان پر دلالت کرتے ہیں، جیسے جہات ستہ ہیں، یعنی (قُدَّام وخَلْف ويَمِيْن وشِمال وفَوْق وتَحْت)

**فائدہ**: الکواکب الدریہ بحث مفعول فیہ میں ہے (وسميت الجهات الست باعتبار الكائن فى المكان فانه له ست حالات)

چہارم ظرف مکان محدود : یہ وہ ظروف مکان ہیں جو کہ معین مکان پر دلالت کرتے ہیں، جیسے (دار و مَدْرسة

(تشریح)

ومسجد وبَلَد)

## الظرف المتصرف والظرف غیر المتصرف

القواعد الاساسیہ وجامع الدروس بحث مفعول فیہ میں ہے کہ ظرف میں ایک تقسیم متصرف وغیر متصرف کے اعتبار سے ہے لہٰذا ظرف دو قسم پر ہے:

اول متصرف دوم غیر متصرف

ظرف متصرف : وہ ہے کہ ظرف وغیر ظرف دونوں طرح مستعمل ہو، جیسے (شَهْر ویَوْم وسَنه ولیل وساعة وغیرہ)

مثال ظرف کا : یعنی کہ ظرف میں مستعمل ہوں، جیسے (سِرْتُ یَوْمًا او شَهْرًا او سَنَةً او لَیْلًا)

مثال غیر ظرف کا : یعنی کہ غیر ظرف میں استعمال ہوں بایں طور کہ مبتدا یا کہ خبر وفاعل ومفعول بہ واقع ہوں۔

مثال مبتدا کا : (اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا)

مثال خبر کا : (یَوْمُ الجمعةِ یَوْمٌ مُبَارَکٌ)

مثال فاعل کا : (سَرَّنِیْ یَوْمُ قُدُوْمِکَ)

مثال مفعول بہ کا : (اِنْتَظَرْتُ سَاعَةَ لِقَائِکَ)

ظرف غیر متصرف : یہ دو قسم پر ہے۔

اول: وہ ہے کہ ہمیشہ لازم النصب ہوتا ہے، یعنی منصوب ہوتا ہے بنا بر ظرفیت، جیسے (قط وعَوْض وبَیْنَا وبَیْنَمَا واذا وایَّانَ واَنّٰی وذَا صَبَاحٍ وذَاتَ لَیْلَةٍ وصَبَاحَ مَسَاءَ ولَیْلَ لَیْلَ)

دوم: وہ ہے کہ کبھی تو منصوب ہوتا ہے اور کبھی ظرف سے ایک ایسے حالت کے طرف منتقل ہوتا ہے کہ وہ مشابہ ہے ظرف کے ساتھ جیسا کہ جر ہے حرف جر سے، جیسے (قبل وبعد وفوق وتحت ولدی ولدُنْ وعِنْدَ ومَتٰی واَیْنَ وهُنَا وثَمَّ وحَیْثُ والآنَ) کہ یہ مذکورہ ظروف منصوب ہوتے ہیں اور کبھی مجرور بھی ہوتے ہیں حرف جر سے، جیسا کہ جامع الدروس والقواعد الاساسیہ میں کہا گیا ہے۔

## (مُتَعَلَّقُ الظَّرْفِ)

فائدہ : جامع الدروس بحث مفعول فیہ اور کتاب موسومہ بحث تعلیق شبہ جملہ میں کہا گیا ہے کہ ظرف کے لئے بھی متعلق کا



(تشریح)

ہونا ضروری ہے، جیسے جار مجرور کے لئے ضروری ہوتا ہے، پھر جامع الدروس میں ہے کہ متعلق اس کا فعل ہوگا یا شبہ فعل، نیز متعلق اس کا کبھی مذکور ہوتا ہے، جیسے (جَلَسْتُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) اور کبھی محذوف ہوتا ہے، پھر محذوف یا تو جوازاً ہوگا یا کہ وجوبًا، جوازًا اس وقت ہوتا ہے کہ متعلق افعال خاصہ میں سے ہو اور کوئی قرینہ اس کے حذف پر موجود ہو، جیسے (عِنْدَ الْعُلَمَاءِ) جواب میں سائل کا کہ کہے (اَیْنَ اَجْلِسُ) اور جواب دیا جائے عِنْدَ الْعُلَمَاءِ ای اِجْلِسْ عند العلماء یہاں اِجْلِسْ فعل امر حذف ہے قرینہ سائل کا سوال ہے رہا وجوبًا حذف یہ مندرجہ ذیل تین جگہوں میں ہوتا ہے:

(۱) متعلق اس کا افعال عامہ میں سے ہو اور افعال عامہ چار ہیں (کَوْنٌ، ثُبُوْتٌ، وُجُوْدٌ، حُصُوْلٌ) ان کو اس وجہ سے افعال عامہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے ہر چیز پر شامل ہوتے ہیں یعنی دنیا میں ہر چیز (کائن ثابت موجود اور حاصل ہے) پھر یہ متعلق محذوف مندرجہ چار چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے:

(۱) خبر ہو، جیسے العصفور فَوْقَ الغصن یہاں العصفور مبتداء ہے فوق الغصن اپنے متعلق محذوف کے ساتھ جو کہ افعال عامہ میں سے ہے خبر ہے مبتداء کے لئے۔

(۲) ظرف اپنے متعلق محذوف کے ساتھ صفت ہو ما قبل سے، جیسے مررت بِرَجُلٍ عِنْدَ المدرسةِ یہاں رجل موصوف ہے اور عند المدرسة ظرف اپنے متعلق فعل عام کے ساتھ صفت ہے رجل کے لئے۔

(۳) ظرف اپنے متعلق کے ساتھ حال واقع ہو، جیسے رایت الهلالَ بین السحاب یہاں الهلال ذوالحال ہے اور بین السحاب ظرف اپنے متعلق کے ساتھ جو کہ افعال عامہ میں سے ہے حال واقع ہے الهلال سے۔

(۴) ظرف اپنے متعلق محذوف کے ساتھ صلہ واقع ہو موصول کے لئے، جیسے (حَضَرَ مَنْ عِنْدَهُ الخبرُ الیقینُ) مگر یہاں متعلق ظرف کا واجب ہے کہ فعل ہو، جیسے حَصَلَ ویَحْصِلُ وکَانَ ویَکُوْنُ، کیونکہ صِلہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ ہو جیسا کہ بحث اسماء موصولہ میں گذر گیا۔

(۲) عامل ظرف کا علی شریطۃ التفسیر حذف ہو، جیسے (یَوْمَ الْخَمِیْسِ صُمْتُ فِیْهِ) اصل میں (صُمْتُ یومَ الخمیس صُمْتُ فیه) ہے، الغرض اگر عامل ظرف کا حذف ہو اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں اس کا مُفَسِّر موجود ہے تو اس وقت میں بھی ظرف کا متعلق وجوبًا حذف ہوگا۔

(۳) متعلق کا فقط حذف مسموع ہو عرب سے نہ کہ ذکر، تو ایسے وقت میں بھی ظرف کا متعلق حذف ہوتا ہے وجوبًا، جیسے

(تشریح)

(حِیْنَئِذٍ اْلآنَ )ای کَانَ ذٰلکَ حِیْنَئِذٍ فَاسْمَعِ الآنَ ،اس مذکورہ کلام میں (حینئذٍ و اْلآنَ )دونوں منصوب ہیں ایسے دوفعلوں سے کہ ان کا ذکرلسان عرب میں ثابت نہیں لہٰذا متعلق کا حذف واجب ہے۔

(نحو میر)

ہفتم اسمائے کنایات چون کَمْ و کَذَا کنایت ازعدو کَیْتَ و ذَیْتَ کنایت از حدیث

ہشتم مرکب بنائی چون اَحَدَ عَشَرَ

(طرز المبتدی)

(قولہ ھفتم اسمائے کنایات )یعنی اسم غیر متمکن کی ساتویں قسم اسمائے کنایات ہیں، کنایات کنایہ کی جمع ہے، کنایہ کے معنی ہیں مبہم سا اشارہ، اصطلاح میں ان اسموں کو کہتے ہیں جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کریں، اس کے بعد جان لو کہ اسمائے کنایہ دو قسم پر ہیں:

اول کنایہ از عدد: یعنی کنایہ ہو عدد مبہم سے، اس کے لئے دو لفظ ہیں (کَمْ و کَذَا ) یہ دونوں عدد مبہم کے لئے آتے ہیں پھر کَمْ دو قسم پر ہے، اول استفہامیہ دوم خبریہ:

اول استفہامیہ : یہ عدد مبہم سے استفہام کے لئے آتا ہے، جیسے (کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَکَ ) تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔

دوم خبریہ : یہ عدد مبہم کی خبر دینے کے لئے آتا ہے، جیسے (کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ) بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔

دوم کَذَا : یہ فقط خبریہ آتا ہے، جیسے (عِنْدِیْ کَذَا رَجُلاً ) میرے پاس اتنے مرد ہیں۔

دوم کنایہ از حدیث : یعنی کنایہ ہوں مبہم بات سے، اس کے لئے بھی دو لفظ ہیں یعنی کَیْتَ و ذَیْتَ ، یہ دونوں مبہم بات کے لئے آتے ہیں، جیسے ( سَمِعْتُ کَیْتَ وَ کَیْتَ )میں نے ایسا اور ایسا سنا، (قُلْتُ ذَیْتَ و ذَیْتَ )میں نے ایسا اور ایسا کہا۔

سبب بناء اسمائے کنایہ

اول کَـــمْ : خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ اس لئے مبنی ہے کہ یہ اپنے وضع اور تعداد حروف میں مشابہ ہے حرف کے ساتھ، جیسے عَنْ وغیرہ ہیں۔

دوم کَذَا : یہ اس لئے مبنی ہے کہ یہ مرکب ہے دو مبنی لفظوں سے، یعنی کاف جارہ وذا اسم اشارہ سے، چونکہ اس کے اجزا مبنی ہیں اس لئے ان کا مرکب بھی ان ہی کے حکم میں ہے مگر جاننا چاہیے کہ اب دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں لہٰذا کاف سے



(طرز المبتدی)

تشبیہ اور ذا سے اسم اشارہ والا معنی مراد نہیں بلکہ یہ مرکب بمنزلہ ایک کلمہ کے بمعنی کَمْ ہو گیا یعنی کنایہ ہے عدد مبہم سے بمثل کَمْ کے۔

سوم کَیْتَ و ذَیْتَ: یہ دونوں اس لئے مبنی ہیں کہ ہر ایک ان میں سے عبارۃ اور حکایۃ ہے جملہ سے اور جملہ عند البعض مبنی الاصل ہے گویا کہ یہ مبنی الاصل کے جگہ میں واقع ہیں اور کسی چیز کا مبنی الاصل کے جگہ میں واقع ہونا یہ بھی مناسبت اور مشابہت کے اقسام میں سے ہے۔

قولہ ہشتم مرکب بنائی : یعنی اسم غیر متمکن کی آٹھویں قسم مرکب بنائی ہے، جیسے اَحَدَ عَشَرَ تا تِسْعَةَ عَشَرَ

مرکب بنائی کی سبب بناء

فـائده : مرکب بنائی میں چونکہ واو عاطفہ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے کرلیا جاتا ہے جب دونوں اسموں کو ایک کلمہ بنایا گیا اب جزء اول جزء ثانی کے لئے جزء کے درجہ میں ہو گیا، جیسا کہ حرف زاء ہوتا ہے زَیْدٌ میں اور حرف اول وثانی یہ محل اعراب کا نہیں ہوتا ہے بلکہ محل اعراب کا کلمہ میں حرف آخر ہوتا ہے، جیسا کہ معرب کے بحث میں گذر گیا، الغرض مرکب بنائی میں پہلا جزو اس واسطے مبنی ہے کہ ترکیب کے بعد اس کا آخر وسط کلمہ میں واقع ہوا ہے اور اعراب وسط میں نہیں آتا بلکہ آخر میں آتا ہے اور دوسرے جزو کا مبنی ہونا اس لئے ہے کہ وہ متضمن ہے حرف عاطفہ کے معنی کو جو مبنی الاصل ہے مگر جاننا چاہیے کہ جزء اول سبب بناء کے لئے محتاج نہیں کیونکہ وہ جزء حقیقی کے درجہ میں ہے (حاشیہ اظہار للمرکوی ص ۱۸۶)

(تشریح)

اسمائے کنایات : شرح جامی بحث کنایات میں ہے (الکنایة فی اللغة و الاصطلاح ان یعبر عن شئی معین بلفظ غیر صریح فی الدلالة علیه لغرض مِنَ اْلاَغْرَاض کالابهام علی السامعین کقولک جاء نی فُلاَنٌ وَاَنْتَ تُرِیْدُ زَیْدًا ) نیز جاننا چاہیے کنایات سے یہاں بحث مبنی میں وہ اسماء کنایہ مراد ہیں جو مبنی ہیں کیونکہ تمام اسماء کنایہ مبنی نہیں، بلکہ ان میں معرب بھی ہیں جیسا کہ درایۃ النحو وشریفیہ شرح کافیہ وغیر شروح کافیہ میں کہا گیا ہے یہ ہیں الفاظ ترجمہ شریفیہ کی (المقصود بالکنایات فی هٰذا المقام الکنایات المبنیة لاالکنایات المعربة نحو فلان وفلانة لان البحث انما هو عن المبنیات )

کَمْ : جامع الدروس ص ۱۴۸ ج ۱ میں کَمْ خبریہ کے متعلق کہا گیا ہے (وخبریة وهی مایکنی بها عن العدد

## (تشریح)

الکثیر علی جھة الاخبار نحو کم کتابٍ عندی ای عندی کتب کثیرةٌ)

الغرض! کَمْ خبریہ نقیض ہے رُبَّ کی جیسا کہ ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے(وان کانت خبریة فھی نقیضة رُبَّ لان رب للتقلیل وکم للتکثیر الخ )اسرار العربیہ ص۱۲۱

**کَذَا** : جاننا چاہیے کہ کَذَا یہ عدد مبہم سے کنایہ ہوتا ہے مگر کبھی غیر عدد سے بھی کنایہ ہوتا ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق وہندی میں کہا گیا ہے، یہ ہے عبارۃ غایۃ التحقیق کی(وجاء کذا کنایة عن غیر العدد نحو خَرَجْتُ یوم کذا کنایة عن یوم السبت او الاحد ونحوھا)

**فائدہ** : رضی بحث کنایات میں ہے کہ کَذَا کا اصل ذا ہے بعد میں اس پر کاف تشبیہ کا داخل ہوا مگر اب دونوں سے اشارہ اور تشبیہ والا معنی مراد نہیں، یہ ہے عبارۃ رضی کی(کذا فلانه فی الاصل ذا المقصود به الاشارة دخل علیه کاف التشبیه وکان ذا مشارا به الی عدد معین فی ذھن المتکلم مبھم عِند السامع ثم صار المجموع بمعنی کم وَانْمَحٰی عن الجزئین معنی التشبیه والاشارة )اور جامع الدروس میں ہے(وھی فی الاصل مرکبة من کاف التشبیه وذا الاشاریَّة لکنھا الآن تعتبرُ کلمة واحدة )جامع الدروس بحث اسماء الکنایۃ، اور ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل ص۱۲۶ ج۱ میں بحث کنایات میں کہا گیا ہے کہ کذا میں کاف سے تشبیہ والا معنی مراد نہیں(واما کذا فھی کنایة عن عدد مبھم بمنزلة کم یقال لی علیه کذا وکذاً درھما اذا اراد ابھام العدد کُنی عنه بکذا کما یکنون عن الاعلام بفلان والاصل ذا والکاف زائدة ولیست علی بابھا من التشبیه لانه لامعنی للتشبیه ھٰھنا انما المعنی لِیْ علیه عدد مّا فَلَمْ یکن ھنا تشبیه فالکاف اذًا زائدة اِلَّا انھا زیادة لازمة وذا فی موضع مجرور بھا )اور آگے کہا گیا ہے کہ کذا میں یہ کاف چونکہ زائد ہے متعلق نہیں چاہتا ہے(زائدة لا تفید معنی التشبیه لم تکن متعلقة بفعل ولا معنی فعل کما کانت الباء فی لَیْسَ زیدٌ بقائِمٍ غیر متعلقة بشیء حیث کانت زائدة )جامع الدروس جلد اول بحث اسماء کنایہ میں ہے کہ کذا کا طریقہ استعمال یہ ہے کہ غالبا مکرر ہوتا ہے(والغالب فیھا ان تُسْتَعْمَلَ مکررةً بالعطف نحو عندی کذا وکذا کتابًا ویَقِلُّ استعمالھا مفردةً اومکررةً بلا عطف)

**کَیْتَ وذَیْتَ** : یہ دونوں مبہم بات کے لئے آتے ہیں یعنی ہر ایک کنایہ ہوتا ہے، مبہم بات سے مگر یاد رہے مراد اس بات سے جملہ ہے نہ کہ مفرد یعنی یہ کنایہ ہوتے ہیں جملہ سے پھر عام ہے کہ وہ جملہ از قبیل بات ہو مثلاً زَیدٌ قائمٌ سے کنایہ ہو



## (تشریح)

یا کہ وہ جملہ از قبیل فعل ہو، جیسے کَتَبْتُ مثلاً جیسا کہ جامع الدروس (ص۱۵۰ ج۱) میں ہے(وکَیْتَ وذَیْتَ یکنی بھما عن الجملة قَوْلاً او فِعْلاً کما یکنی بفلان وفلانة عن اعلام العقلاء وقیل یکنی بکَیْتَ عن جملة القول وبذَیْتَ عن جملة الفعل)

**فائدہ** : جامع الدروس کے حاشیہ میں ہے کہ فلان وفلانہ پر اگر الف ولام داخل ہو تو کنایہ ہوتے ہیں غیر عاقل سے(فان اَرَدتَّ الکنایة عن علم غیر العاقل قلت الفلان والفلانة بالالف واللام للفرق بین العاقل وغیره وکذا یقال ابو فلان وام فلان فی العقلاء وابو الفلان وام الفلانة فی غیرھم)

کتاب موسوعہ بحث کَیْتَ میں ہے کہ(کَیْتَ اسم کنایة مبھم یکنّٰی به عن الجملة قَوْلاً نحو قال المعلم کَیْتَ وکَیْتَ او فعلًا نحو فَعَلَ کَیْتَ وکَیْتَ ) ذَیْتَ کو کَیْتَ پر قیاس کیا جائے، جاننا چاہیے کہ اس سے پہلے کیت وذیت کے تحت جو کہا گیا کہ کَیْتَ وذَیْتَ میں سے ہر ایک کنایہ ہوتا ہے مبہم بات سے، مطلب یہ ہے کہ کَیْتَ وذَیْتَ ہر ایک مستقل اور جدا اسم کنایہ ہے جو کنایہ ہوتا ہے جملہ سے جیسا کہ شرح جامی بحث کنایات میں کہا گیا ہے(لان کل واحد منھما کلمة واقعة موقع الجملة الخ)

**فائدہ** : جامع الدروس (ص۱۴۹ ج۱) بحث اسماء کنایہ میں ہے کہ کَیْتَ وذَیْتَ بغیر تکرار کے استعمال نہیں ہوتے، (ولا تستعملان الا مکررتین بالعطف او بدونه والاول اکثر نحو قُلتُ کیتَ وکیتَ وفعلتُ ذیتَ وذیتَ)

## (سبب بناء)

شرح انموذج بحث کنایات میں ہے(وانما بنیت کم لان وضعھا وضع الحروف )درایۃ النحو بحث کنایات میں ہے(بُنِیَتْ کذا لترکیبھا عن مَبْنِیَّتَیْنِ)

ابن حاجب نے کافیہ کے شرح میں کہا ہے(واما کیت وکیت وذیت وذیت فانما بنیا لانھما واقعتان معا موقع الجملة ولا اعراب للجملة من حیث کونھا جملة فاجریتا مجراھا وھٰذا البناء یصح ان یقال لانه مما ناسب مبنی الاصل لانه اشبه الجملة اللتی لااعراب لھا لفظی ولا تقدیری من حیث ھی جملة )شرح ابن حاجب (ص۹۷ (میر سید شریف نے شرح کافیہ ص۱۷ میں کہا ہے(وکیت وذیت لکونھما کنایتین

(تشریح)

عن الجملة وهی مبنی الاصل)

**فائدہ** : اظہار بزکوی ص ۱۸۵ میں مبنی کے اقسام کو مندرجہ ذیل ترتیب پر ذکر کیا گیا ہے، کہ مبنی شروع میں دو قسم پر ہے مبنی الاصل ومبنی العارض ۔

مبنی الاصل : مبنی الاصل چار ہیں، حروف ، ماضی ، امر بغیر لام عند البصریین ، جملہ ۔

دوم مبنی العارض : یہ دو قسم پر ہے لازم ، غیر لازم ۔ لازم وہ ہے کہ اس سے بناء کبھی جدا نہیں ہوتا ہے یعنی کبھی بھی معرب استعمال نہیں ہوتا وہ یہ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں:

(۱) مضمرات

(۲) اسماء اشارات

(۳) اسماء موصولات

(۴) اسماء افعال

(۵) ہر وہ اسم کہ فَعَالِ کے وزن پر ہو، جیسے (فَجَارِ ، فَسَاقِ ، حَزَامِ )

(۶) اسماء اصوات

(۷) بعض مرکبات یہ ہر وہ دو کلمہ ہیں کہ ایک دوسرے میں عامل نہ ہو اور دونوں کو منزلہ میں ایک کلمہ کے کر دیا گیا ہو یعنی دونوں کو ایک عَـلَـمٌ بنادیا گیا ہو پھر دیکھا جاتا ہے کہ دوسرا کلمہ صوت ہے یا کہ غیر صوت ، اگر صوت ہے تو دونوں مبنی ہوں گے اول مبنی بر فتح دوم مبنی علی الکسر، جیسے سِیْبَوَیْہِ۔

اگر جز وثانی صوت نہیں پھر دیکھا جاتا ہے کہ جز واول کا آخیر حرف صحیح ہے یا کہ حرف علۃ ، اگر حرف صحیح ہے، جیسے بَعْلَبَکْ تو جز واول مبنی بر فتح ہوتا ہے اگر جز واول کا آخیر حرف علۃ ہے، جیسے مَعْدِیْ کَرِبَ ،تو جز واول مبنی علی السکون ہوتا ہے اور دونوں قسموں میں جز وثانی معرب ہوتا ہے باعراب غیر منصرف اور یہی یعنی جز واول کا مبنی ہونا وثانی کا معرب ہونا یہ لغۃ فصیح ہے اگر ان دو کلموں کو ترکیب کے بعد درجہ میں ایک کلمہ کے کر دیا گیا ہے مگر عَـلَـم نہیں البتہ جز وثانی متضمن ہے معنائے حرف کو، اب دیکھا جاتا ہے کہ جز واول لفظ اثنین ہے یا نہیں اگر جز واول لفظ اثنین نہیں تو دونوں جز ومبنی بر فتح ہوتے ہیں بشرطیکہ دونوں جز و کا آخیر حرف صحیح ہو، جیسے اَحَدَ عَشَرَ تاتِسْعَةَ عَشَرَ اگر جز واول حرف علۃ ہے تو جز و



(تشریح)

اول مبنی علی السکون ہوتا ہے اور جز وثانی مبنی علی الفتح ہوتا ہے، جیسے اِحْدٰی عَشَرَةَ وحَادِیْ عَشَرَ ۔

اگر جز واول لفظ اثنین ہے تو جز واول معرب ہوتا ہے اور جز وثانی مبنی ہوتا ہے، جیسے جَاءَ نِیْ اِثْنَا عَشَرَ

(۸) بعض اسمائے کنایات، جیسے کم وکذا وکیتَ وذیتَ ۔

(۹) وہ کلمات جو متضمن ہوتے ہیں معنائے اِنْ شرطیہ یا معنیٰ ئے استفہام کو، اول کو اسمائے شرط کہتے ہیں جو کہ باب سوم میں آنے والے ہیں اور دوسرے کو اسمائے استفہام کہا جاتا ہے، جیسے (مَنْ ، ومَنْ ذَا ، وما، وماذا، ومتیٰ، وایّانَ ، واَیْنَ ، وکَیْفَ، واَنّٰی ، وکَمْ ، واَیٌّ ) یہ مذکورہ اسماء استفہام سب مبنی ہیں سوائے (اَیٌّ) استفہامیہ کی کہ وہ معرب ہے۔

کتاب موسوعہ بحث استفہام میں بھی کہا گیا ہے کہ (وجميع ادوات الاستفهام مبنية ماعَدَا اَیٌّ فهی معربة)

(۱۰) بعض ظروف، جیسے (اَمْسِ ، وقط، وعَوْضُ ، ومُذْ، ومُنْذُ ، واِذَا ، واِذْ ، ولَمَّا ، ومتیٰ، واَنّٰی ، وایّان ، وکیف، وحیثُ ، ولَدٰی ، ولَدُنْ ، ولُدْ)

(۱۱) کـاف وعـلیٰ وعَنْ اسمیہ معلوم ہو یہ تین جیسا کہ حرف ہوتے ہیں اسم بھی ہوتے ہیں، لہٰذا (کـاف) مثل کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب موسوعہ بحث کاف میں کہا گیا ہے اور (علیٰ) فَوْق کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ المنہاج فی القواعد والاعراب میں کہا گیا ہے اور (عَـنْ) جانب کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب موسوعہ ومغنی میں کہا گیا ہے اور مبنی عارض کی دوسری قسم جو مبنی غیر لازم ہے یعنی مبنی ہونا اس کے ساتھ لازم نہیں کبھی معرب بھی ہوتا ہے، اس کی یہ مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(۱) منادی جب مفرد معرفہ ہو تو مبنی ہوتا ہے علامت رفع پر، جیسے یـــازَیْـدُ اور اس کا بیان باب اول میں آنے والا ہے انشاءاللہ! اور اگر منادی مفرد معرفہ کے آخر میں الف استغاثہ کی یا الف ندبہ کا لاحق ہو تو منادی مبنی علی الفتح ہوتا ہے، جیسے بازیداہ ووَازَیْدَاہُ اول مثال ہے استغاثہ کی، دوم مثال ہے ندبہ کی۔

جاننا چاہیے کہ منادی نکرہ مقصودہ، جیسے یارجلُ یہ بھی مبنی علی الضم ہوتا ہے جیسا کہ بحث منادی میں آنے والا ہے۔

(۲) وہ اسم کہ مقطوع عن الاضافۃ ہو، اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو، جیسے مندرجہ ذیل کلمات ہیں:

قَبْلُ وبعدُ وتحتُ وفوقُ وقدامُ وامامُ وخلف ووراءُ ولاغیرُ ولیسَ غیرُ وحَسبُ۔

## (تشریح)

کافیہ وشرح جامی میں ہے (وأُجْرِیَ مجراہ ای مجری الظروف المقطوعة عن الاضافة لاغیرُ ولیسَ غیرُ وحَسْبُ) لہٰذا مذکورہ تین الفاظ کے متعلق کافیہ کے شروح جیسے رضی وشرح جامی وغیرہ کو دیکھا جائے مگر کتاب موسوعہ بحث حَسْبُ میں ہے کہ حَسْبُ اگر (کفایۃ) کے معنی میں ہے تو معرب ہوتا ہے اور اگر (لاغیرَ) کے معنی میں ہے تو مبنی برضمہ ہوتا ہے۔

(۳) اسم لائفی جنس کا جبکہ نکرہ ہو اور مضاف وشبہ مضاف نہ ہو نیز لائفی اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ نہ ہو ساتھ ساتھ دوسرے اسم نکرہ اور لا سے مکرر بھی نہ ہو تو اس وقت لائفی کا اسم مبنی ہوتا ہے علامت نصب پر، جیسے (لارَجلَ ولا رَجُلَیْنِ)

(۴) فعل مضارع نون جمع مؤنث ونون تاکید کے ساتھ، جیسے (یَضْرِبْنَ ، تَضْرِبْنَ ، لَیَضْرِبَنَّ ، لَیَضْرِبُنَّ)

اس تفصیل کے بعد کتاب اظہار میں کہا گیا ہے کہ (وأمّا جائز البناء فالظروف المضافة الی الجملة واذْ، فانها یجوز بناؤها علی الفتح نحو قوله تعالیٰ هذا یَوْمَ یَنْفَعُ الصادقین صدقهم وحینَئِذٍ ویَوْمَئِذٍ) اور اس قسم کے ظروف کے بناء واعراب پر ماقبل میں تفصیل سے کلام ہوا ہے، الغرض! جن الفاظ کا مبنی ہونا جائز ہے کتاب اظہار میں ان کی جو تعداد ذکر کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(۱) وہ ظروف جو کہ مضاف ہوتے ہیں جملہ یا اذْ کی طرف، جیسے (هذا یوم ینفع الصادقین صدقهم وحینئِذٍ ویَوْمَئِذٍ) ان ظروف کو مبنی بر فتح اور معرب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۲) لفظ مثل وغیرہ جب مضاف ہوں مندرجہ ذیل تین حروف میں سے کسی ایک کے طرف تو ان کا مبنی بر فتح اور معرب ہونا دونوں جائز ہیں وہ تین حروف یہ ہیں یعنی (۱) مـا (۲) واَنْ مخفف (۳) واَنَّ مثقلہ۔ درایۃ النحو وشرح جامی میں ان کے لئے یہ مثالیں دیئے گئے ہیں یعنی (ضربْتُهُ مثلَ ما ضربَ زیدٌ ومثلَ اَنْ ضرَبَ زَیْدٌ وغیْرَ اَنْ ضرَبَ زیدٌ وغیْرَ ما ضرَبَ زیدٌ وقیامِیْ مثلَ اَنَّکَ تقُوْمُ)

(۳) اسم لائفی جنس کا اگر نکرہ ہے مضاف وشبہ مضاف نہیں اور اسم ولائفی جنس کے درمیان فاصلہ بھی نہیں اور مکرر ہے دوسرے لا و دوسرے نکرہ کے ساتھ تو اس وقت لائفی جنس کے اسم کو مبنی بر فتح ومعرب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور اس کے اندر پانچ وجوہ ہیں جو باب اول میں آنے والے ہیں۔

(۴) اسم لائفی جنس کا اگر مبنی ہے اور اس کے لئے ایک ایسی صفت ہو کہ وہ مشروط ہے مندرجہ ذیل تین شروط سے:



## (تشریح)

(۱) کہ وہ صفت اول ہو، احتراز ہوا لاَرَجُلَ ظریفَ کریمٌ فی الدار سے کہ یہاں کریم صفت ثانی ہے۔

(۲) وہ صفت مفرد ہو یعنی مضاف وشبہ مضاف نہ ہو، احتراز ہوا لارجل حسن الوجہ سے کہ یہاں حسن مضاف ہے۔

(۳) وہ صفت متصل ہو احتراز ہوا مفصول سے جیسے لاغُلام فیها ظریفٌ سے جب یہ شرطیں پائے جائیں تو اس صفت کو مبنی بر فتح اور معرب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے لارجلَ ظریفَ وظریفٌ وظریفًا۔

## (طرز اجراء)

جب اسباق یہاں تک یعنی معرب ومبنی کے اقسام جب ختم ہوں تو اب اجراء اور مشق کا طرز یوں ہونا چاہیے کہ معرب اور اس کے اقسام مبنی اور اس کے اقسام سے سوال کیا جائے، صورت دریافت کا مندرجہ ذیل ہے مگر خیال رہے کہ نحو میر کی اجراء اختتام کتاب تک لفظ مفرد ومرکب سے شروع ہوتا ہے، مرور اسباق کے ساتھ ساتھ سوالات بھی بڑھ جاتے ہیں، اور اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس طرز کو آخر تک جاری رکھا جائے تو انشاء اللہ اس سے استعداد بڑھ جاتا ہے نیز اصول وضوابط نحو یہ خوب ذہن نشین ہوں گے کیونکہ مشہور قول ہے (مَنْ کَرَّ قَرَّ)

س: مِنْ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج: مفرد ہے۔

س: مفرد کتنے قسم پر ہے اور یہ کون سی قسم ہے اور اس کے علامت بھی بتاؤ؟

ج: مفرد تین قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ حرف ہے علامت یہ ہے کہ اس میں اسم وفعل کے علامات نہیں۔

س: مذکورہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج: مذکورہ لفظ مبنی ہے۔

س: مبنی کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج: صاحب نحو میر نے مبنی کی سات قسمیں ذکر کئے ہیں مذکورہ لفظ ان سات میں سے حرف ہے۔

س: سات میں سے کتنے مبنی الاصل اور کتنے مبنی غیر الاصل ہیں اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج: مبنی الاصل کی تین قسمیں ہیں یعنی، حروف ، فعل ماضی ، امر حاضر معروف اور مبنی غیر الاصل کے چار قسمیں

(طرز اجراء)

ہیں: (۱) اسمِ غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو۔

س : کَتَبَ زَیْدٌ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج : مذکورہ لفظ مرکب ہے۔

س : کس کس چیز سے مرکب ہے؟

ج : کَتَبَ فعل، اور زید اسم سے یعنی فعل اور اسم سے مرکب ہے۔

س : مرکب مفید ہے یا کہ مرکب غیر مفید؟

ج : مرکب مفید ہے۔

س : مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب مفید دو قسم پر ہے جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ اور مذکورہ جملہ، جملہ خبریہ ہے۔

س : جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : جملہ خبریہ دو قسم پر ہے، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، مذکورہ جملہ، جملہ فعلیہ ہے۔

س : جملہ میں دو چیزیں ہوتے ہیں ان کو رکن جملہ کہا جاتا ہے یعنی مسند الیہ ومسند، مذکورہ جملہ میں کون سا مسند الیہ اور کون سا مسند ہے؟

ج : مذکورہ جملہ میں ''زید'' مسند الیہ ہے، اور ''کتب'' مسند ہے۔

س : کَتَبَ سہ اقسام میں یعنی اسم، فعل، حرف میں سے کون سی قسم ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج : کَتَبَ فعل ہے، علامت مبنی بر فتح ہے۔

س : کَتَبَ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مبنی ہے۔

س : مبنی کی کتنے قسمیں ہیں اور مذکورہ لفظ ان میں سے کون سی قسم ہے؟

ج : مبنی سات قسم پر ہے کَتَبَ ان سات میں سے فعل ماضی ہے۔



(طرز اجراء)

س : مذکورہ لفظ مبنی الاصل ہے یا کہ مبنی غیر الاصل؟ اور ان کے اقسام بتاؤ

ج : مبنی الاصل تین ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم، اور مبنی غیر الاصل چار ہیں، (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مذکورہ لفظ یعنی کَتَبَ مبنی الاصل فعل ماضی ہے۔

س : زید سہ اقسام میں کون سی قسم ہے؟ اور اس کی علامت بتاؤ

ج : زید سہ اقسام میں اسم ہے، علامت: عَلَم، نون تنوین، مسند الیہ ہیں۔

س : مذکورہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مذکورہ لفظ معرب ہے۔

س : معرب کی کتنے قسمیں ہیں اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : تمام کلام عرب میں معرب کی دو قسمیں ہیں، اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع بشرطیکہ دو قسم کے نونات سے خالی ہو اور مذکورہ لفظ معرب کے دو قسموں میں سے اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں واقع ہے یعنی اپنے عامل کے ساتھ ہے۔

**تنبیہ** : مبتدی کے لئے اسم متمکن واسم غیر متمکن کا امتیاز مشکل ہے مگر اس کو یوں سمجھایا جائے کہ اسم غیر متمکن کے آٹھ قسموں کے علاوہ باقی تمام اسماء اسم متمکن ہیں کیونکہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا۔

س : اُذْکُرُوْا مفرد ہے یا کہ مرکب؟

س : مرکب ہے۔

س : کس کس چیز سے مرکب ہے؟

س : ''اذکر'' فعل اور ''واؤ'' ضمیر مرفوع متصل سے۔

**تنبیہ** : یہ واو یہاں اسم ہے، اور اسم غیر متمکن ہے حرف نہیں مبتدی کو ایسے مقامات میں کہ کوئی چیز مرکب ہو فعل اور ضمیر سے یا کہ اسم اور ضمیر سے یہ مرکب اس کے سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ ماقبل میں مرکب کے اقسام میں اس نے جو مرکب ذہن

## (طرز اجراء)

نشین کیا ہے وہ موٹے موٹے الفاظ تھے، جیسے ضرب زید، وغلام زید وغیرہ اور ضمائر چونکہ اپنے وضع میں مشابہ ہیں حرف کے ساتھ لہٰذا مبتدی ان کو حرف خیال کر رہا ہے ان کے مسند الیہ ہونے وغیرہ کی طرف ذہن نہیں جاتا ہے لہٰذا ان کو سمجھا یا جائے کہ یہ اسماء ہیں اور ان کو جب فعل یا اسم کے ساتھ ملایا جائے تو مرکب حاصل ہوتا ہے بخلاف حرف کے کہ اس سے مرکب حاصل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مرکب مفید کے تفصیل میں گذر گیا ہے۔

س : مرکب کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ مرکب کی کونسی قسم ہے؟

ج : مرکب دو قسم پر ہے، مرکب مفید و مرکب غیر مفید اور مذکورہ لفظ مرکب مفید ہے۔

س : مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ، مذکورہ جملہ، جملہ انشائیہ ہے۔

س : جملہ انشائیہ کتنے قسم پر ہے، اور مذکورہ جملہ کون سی قسم ہے؟

ج : جملہ انشائیہ پندرہ (۱۵) قسم پر ہے، مذکورہ جملہ امر ہے۔

س : جملہ میں دو چیزیں ضروری ہیں یعنی مسند الیہ و مسند یہاں مسند الیہ کون سی ہے اور مسند کونسی؟

ج : واو ضمیر مرفوع متصل مسند الیہ ہے اور اُذْکُرْ جو کہ فعل ہے یہ مسند ہے۔

س : مذکورہ لفظ سہ اقسام میں کیا ہے اور اس کی علامت کیا ہے؟

ج : مذکورہ لفظ سہ اقسام میں فعل ہے، علامت امر ہے۔

س : مذکورہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مبنی ہے۔

س : مبنی کی کتنے قسمیں ہیں اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مبنی سات قسم پر ہے مذکورہ لفظ ان سات میں سے امر حاضر ہے۔

س : مبنی الاصل ہے یا کہ مبنی غیر الاصل؟ اور ان کے اقسام بھی بتاؤ

ج : مبنی الاصل تین ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو۔



## (طرز اجراء)

(۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مذکورہ لفظ مبنی الاصل امر حاضر معروف ہے۔

س : اُذْکُرُوْا تو مرکب ہے لہٰذا (واو) سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج : اسم ہے علامت ضمیر و مسند الیہ ہے۔

س : یہ واو جو کہ ضمیر ہے معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مبنی ہے۔

س : مبنی کی کتنی قسمیں ہیں ''واو'' ان میں کون سی قسم ہے؟

ج : مبنی سات قسم پر ہے ''واو'' ان میں سے اسم غیر متمکن ہے۔

س : مبنی الاصل ہے یا کہ مبنی غیر الاصل؟ نیز ان کے اقسام بھی بتاؤ

ج : مبنی الاصل تین ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مذکورہ لفظ مبنی غیر الاصل یعنی اسم غیر متمکن ہے۔

س : لَیُسْجَنَنَّ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج : مرکب ہے۔

س : کس کس چیز سے؟

ج : فعل اور اسم سے فعل تو ظاہر ہے دوسرا جز جو کہ اسم ہے وہ ضمیر ہے یعنی (ھُوَ) اس فعل میں پوشیدہ ہے۔

س : مرکب کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب دو قسم پر ہے مرکب مفید و مرکب غیر مفید، مذکورہ لفظ مرکب مفید ہے۔

س : مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ، مذکورہ لفظ جملہ خبریہ ہے۔

س : جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے، اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

## (طرز اجراء)

ج: جملہ خبریہ دو قسم پر ہے جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ مذکورہ لفظ جملہ فعلیہ ہے۔

س: جملہ کے رکن دو چیزیں ہیں یعنی مسند الیہ و مسند یہاں کون مسند الیہ اور کون مسند ہے؟

ج: لَیُسْجَنَنَّ فعل مسند ہے اور اس فعل میں جو ضمیر پوشیدہ ہے یعنی (هُوَ) وہ مسند الیہ ہے۔

س: لَیُسْجَنَنَّ سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج: مسئولہ لفظ فعل ہے، علامت: حرف اتین، اور نون تاکید ثقیلہ ہے۔

س: مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج: مبنی ہے۔

س: مبنی کتنی قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج: مبنی کی سات قسمیں ہیں اور مذکورہ لفظ فعل مضارع نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ ہے۔

س: مسئولہ لفظ مبنی الاصل ہے یا کہ غیر مبنی الاصل؟ نیز ان کے اقسام بھی بتاؤ

ج: مبنی الاصل تین چیزیں ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مذکورہ لفظ مبنی غیر الاصل یعنی فعل مضارع ہے جو کہ نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ ہے۔

**تنبیہ** چونکہ لَیُسْجَنَنَّ مرکب ہے، ایک جز یہاں پورا ہوا اب دوسرے جز سے یعنی اس ضمیر سے سوال ہوتا ہے کہ اس فعل میں پوشیدہ ہے۔

س: هُوَ سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج: هُوَ اسم ہے علامت ضمیر اور مسند الیہ ہونا ہے۔

س: مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج: مسئولہ لفظ مبنی ہے۔

س: مبنی الاصل ہے یا کہ غیر مبنی الاصل؟ اور ان کے اقسام بھی بتاؤ؟



## (طرز اجراء)

ج: مبنی الاصل تین چیزیں ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مسئولہ لفظ مبنی غیر الاصل یعنی اسم غیر متمکن ہے۔

س: اسم غیر متمکن کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج: اسم غیر متمکن آٹھ قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ ان آٹھ قسموں میں سے ضمیر ہے یعنی ضمیر مرفوع متصل ہے۔

**تنبیہ**: فعل مضارع کی مبنی ہونے کی جو بقیہ صورتیں ہیں یعنی نون ثقیلہ کے علاوہ جب نون جمع مؤنث ونون خفیفہ کے ساتھ ہو تو ان صورتوں کو مسئولہ بالاصورۃ کی اجراء پر قیاس کیا جائے۔

س: زید مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج: زید مفرد ہے۔

س: مسئولہ لفظ سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور اس کی علامت بھی بتاؤ

ج: مسئولہ لفظ اسم ہے علامت عَلَم ہے۔

س: مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج: مسئولہ لفظ مبنی ہے۔

س: مبنی کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج: مبنی سات قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں واقع نہیں، یعنی اپنے عامل کے ساتھ نہیں۔

س: مبنی الاصل ہے یا کہ غیر مبنی الاصل؟ اور ان کے اقسام بھی بتاؤ

ج: مبنی الاصل تین چیزیں ہیں یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مسئولہ لفظ مبنی غیر الاصل یعنی اسم متمکن ہے جو ترکیب میں واقع نہیں۔

## (طرز اجراء)

س : یَقُوْمُ النَّاسُ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج : مرکب ہے۔

س : کس کس چیز سے مرکب ہے؟

ج : ''یقوم''، فعل اور ''الناس''، اسم سے، یعنی فعل اور اسم سے مرکب ہے۔

س : مرکب مفید ہے یا کہ مرکب غیر مفید؟

ج : مرکب مفید ہے۔

س : مرکب مفید کتنے قسم پر ہے، اور مسئولہ لفظ ان میں سے کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب مفید دو قسم پر ہے، جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ، مسئولہ لفظ جملہ خبریہ ہے۔

س : جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : جملہ خبریہ دو قسم پر ہے جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ، مسئولہ لفظ جملہ فعلیہ ہے۔

س : جملہ میں دو چیزیں ضروری ہیں یعنی مسند الیہ و مسند، یہاں کون مسند الیہ ہے اور کون مسند؟

ج : ''یَقُوْمُ''، فعل مسند ہے اور ''الناس'' مسند الیہ۔

س : یقوم سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج : یقوم فعل ہے اور علامت حرف اتین ہے۔

س : مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : معرب ہے۔

س : معرب کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : تمام کلام عرب میں معرب کی دو قسمیں ہیں، اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع بشرطیکہ دو قسم کے نونات سے خالی ہو، مسئولہ لفظ فعل مضارع ہے جو کہ نونات مذکورہ سے خالی ہے۔

س : النّاسُ سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج : مسئولہ لفظ اسم ہے علامت الف ولام ہے۔



## (طرز اجراء)

س : مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : معرب ہے۔

س : معرب کتنی قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : تمام کلام عرب میں معرب کی دو قسمیں ہیں، اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع بشرطیکہ نونات مذکورہ سے خالی ہو اور مذکورہ لفظ اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں واقع ہے۔

س : جَاءَ ذَانِ مفرد ہے یا کہ مرکب؟

ج : مرکب ہے۔

س : کس کس چیز سے مرکب ہے؟

ج : ''جآءَ''، فعل اور ''ذَانِ'' اسم سے، یعنی فعل اور اسم سے مرکب ہے۔

س : مسئولہ لفظ مرکب مفید ہے یا کہ مرکب غیر مفید؟

ج : مرکب مفید ہے۔

س : مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مرکب مفید دو قسم پر ہے جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ مذکورہ لفظ جملہ خبریہ ہے۔

س : جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : جملہ خبریہ دو قسم پر ہے جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ، مسئولہ لفظ جملہ فعلیہ ہے۔

س : جملہ میں دو چیزیں ضروری ہیں یعنی مسند الیہ و مسند، یہاں کون مسند الیہ ہے اور کون مسند؟

ج : ''جَآءَ''، فعل مسند ہے اور ''ذَانِ'' مسند الیہ۔

س : جآءَ سہ اقسام میں کیا ہے؟ اور علامت بھی بتاؤ

ج : مسئولہ لفظ فعل ہے اور علامت مبنی بر فتح ہے۔

س : مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مبنی ہے۔

(طرز اجراء)

س : مبنی کتنے قسم پر ہے، اور مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مبنی سات قسم پر ہے مسئولہ لفظ فعل ماضی ہے۔

س : مبنی الاصل ہے یا کہ غیر الاصل؟ اور ان کے اقسام بتاؤ

ج : مبنی الاصل کی تین قسمیں ہیں، یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مسئولہ لفظ مبنی الاصل فعل ماضی ہے۔

س : ذَانِ سہ اقسام میں کیا ہے؟

ج : اسم ہے، علامت مسندالیہ۔

س : مسئولہ لفظ معرب ہے یا کہ مبنی؟

ج : مبنی ہے۔

س : مبنی کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : مبنی سات قسم پر ہے، مسئولہ لفظ اسم غیر متمکن ہے۔

س : مسئولہ لفظ مبنی الاصل ہے یا کہ مبنی غیر الاصل؟ نیز ان کے اقسام بتاؤ

ج : مبنی الاصل تین چیزیں ہیں، یعنی تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معلوم۔ اور مبنی غیر الاصل چار ہیں (۱) اسم غیر متمکن (۲) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع نہ ہو، (۳) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث غائبات ومخاطبات کے ساتھ ہو، (۴) وفعل مضارع بشرطیکہ نون تاکید ثقیلہ ونون خفیفہ کے ساتھ ہو، اور مسئولہ لفظ مبنی غیر الاصل یعنی اسم غیر متمکن ہے۔

س : اسم غیر متمکن آٹھ قسم پر ہے مسئولہ لفظ کون سی قسم ہے؟

ج : اسم اشارہ ہے۔

تنبیہ : طرز اجراء میں ایسی مثالیں ذکر کی گئی ہیں کہ ان میں معرب اور مبنی کے اقسام جملہ کی عمدہ جز واقع ہیں یعنی یا تو مسند اور یا کہ مسندالیہ واقع ہیں، یہ صرف راہنمائی کی غرض سے ایسا کیا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ معرب ومبنی جملہ میں



(طرز اجراء)

دائماً عمدہ جز واقع ہوتے ہیں بلکہ معرب ومبنی جیسا کہ جملہ میں مسند ومسندالیہ واقع ہوتے ہیں، فضلہ بھی واقع ہوتے ہیں جیسا کہ مفعول بہ وغیرہ داخل ہیں، لہٰذا اگر کوئی استاذ کسی ایسے جملہ سے دریافت کریں کہ اس میں مسند اور مسندالیہ کے علاوہ کوئی فضلہ بھی موجود ہے جیسے رَأَیْتُ زیدًا یا رَأَیْتُ ھذا وغیرہ چونکہ اس سے پہلے بھی یہ ذکر ہوا ہے کہ جملہ میں مسند ومسندالیہ کے علاوہ جو چیزیں ہیں آیا وہ جملہ کی جز ہیں اور ترکیب جملہ وکلام میں ان کو دخل ہے کہ نہیں؟ شرح جامی بحث کلام میں ہے کہ ابن حاجب کے نزدیک جملہ میں مسند ومسندالیہ کے علاوہ جو متعلقات ہیں وہ کلام وجملہ کے ترکیب میں داخل ہیں خارج نہیں، اور نحو میر والے کے نزدیک بھی متعلقات ترکیب جملہ میں دخل ہیں، جیسا کہ مرکب غیر مفید کے بعد کہا ہے (بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ نباشد لفظاً چون ضَرَبَ زَیْدٌ وزَیْدٌ قَائِمٌ یا تقدیراً چون اِضْرِبْ کہ اَنْتَ در و مستتر است واز ین بیشتر باشد وبیشتر را حدی نیست) اور جار اللہ زمخشری کے نزدیک متعلقات جملہ کو جملہ کے ترکیب میں دخل نہیں وہ خارج ہیں لہٰذا رَأَیْتُ زَیْدًا ابن حاجب کے نزدیک اپنے تمام اجزاء کے ساتھ جملہ ہے تو اجراء کے وقت اگر دریافت کیا جائے کہ رَأَیْتُ زَیْدًا کس کس چیز سے مرکب ہے؟ اب فقط مسند ومسندالیہ کا اعتبار نہیں بلکہ یوں جواب دیا جاتا ہے کہ مذکورہ جملہ فعل اور دو اسموں سے مرکب ہے ایک اسم جو ضمیر مرفوع متصل ہے وہ فاعل ہے دوسرا اسم اسم ظاہر ہے جو کہ مفعول ہے، اس کے بعد یہ بھی جان لیں کہ طرز اجراء میں اسم غیر متمکن کی ایک دو مثالیں تو نقل کئے گئے ہیں، باقی اقسام وہ استاذ خود ایسے عربی مثالیں بنائے کہ وہ شامل ہوں معرب ومبنی کے بعض اقسام پر، اور کوشش رہے کہ معرب ومبنی کے تمام اقسام بار بار دریافت کیا جائے تا کہ مبتدی کو بصارت حاصل ہو اور یہ بھی جان لیں کہ مشق کے دوران یہ ضروری نہیں کہ ایسے لفظ سے دریافت کیا جائے کہ وہ جملہ ہو بلکہ کبھی جملہ کے شکل میں اور کبھی مرکب غیر مفید کے شکل میں اور کبھی مفرد کی صورت میں دریافت کیا جائے اور کبھی مفصلاً دریافت کریں جیسا کہ ہم نے طرز اجراء میں نقل کیا ہے اور کبھی مختصراً دریافت کریں مثلاً ایک عربی جملہ سامنے رکھیں اور اس کے ہر ہر لفظ سے مفرداً مفرداً اختصاراً دریافت کریں، جیسے مندرجہ ذیل جملے ہیں:

(اِتَّقُوْا مَعَاصِیَ الْخَلَوَاتِ فَاِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ)

(اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ)

(هَيْهَاتَ السَّفَرُ) ای بَعُدَ السَّفَرُ

(شَتَّانَ حَالِیْ وَحَالُکَ) ای اِفْتَرِقْ

(هَلُمَّ اِلَیَّ) ای ایْتِ اِلَیَّ

(قَبَضْتُ کَذَا دِرْهَمًا)

(کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً)

(هَلْ رَأَیْتَ رَجُلاً مِنْ صِفَةٍ کَیْتَ وَکَیْتَ)

(صِرَاطَ الَّذِیْنَ)

(رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا)

## ﴿ نحو میر ﴾

### فصل بدانکہ اسم بردوضرب ست معرفہ ونکرہ

معرفہ آن ست کہ موضوع باشد برائے چیزے معین وآن بہفت نوع ست اول مضمرات دوم اعلام چون زَیْدٌ وعَمْرٌو. سوم اسمائے اشارات چہارم اسمائے موصولہ واین دوقسم رامبھمات گویند پنجم معرفہ بہ نداچون یارَجُلُ ششم معرفہ بالف ولام چون اَلرَّجُلُ ہفتم مضاف بہ یکے از ینہاچون غُلاَمُهٗ وغُلاَمُ زَیْدٍ وغُلاَمُ هٰذَا وغُلاَمُ الَّذِیْ عِنْدِیْ وغُلاَمُ الرَّجُلِ ونکرہ آن ست کہ موضوع باشد برائے چیزے غیرمعین چون رَجُلٌ وفَرَسٌ۔

### (طرز المبتدی)

قولہ بدانکہ اسم بردوضرب ست : جاننا چاہیے کہ اسم کی متعدد اور مختلف تقسیمیں ہیں، یہ پہلی تقسیم ہے جو باعتبار تعریف وتنکیر کے ہے۔

قولہ بردوضرب ست : ضرب کے بہت سے معانی ہیں مگر یہاں قسم کے معنی میں مستعمل ہے، یعنی اسم دوقسم پر ہے، معرفہ ونکرہ۔

اول معرفہ : معرفہ مصدر ہے لغت میں بمعنی پہچاننا، اصطلاح میں وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے مقرر اور وضع کیا گیا ہو، مثلاً زید ، عمرو ، خالد کہ یہ تمام اسماء خاص خاص ذاتوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو معین اور مشخص ہیں اور اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں:

اول مضمرات : مثلاً هُوَ ، اَنْتَ وغیرہ جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

دوم اَعْلاَم : یہ جمع عَلَمٌ کی ہے مراد اس سے یہاں نام ہے جو کسی خاص آدمی یا خاص شہر یا چیز کا نام ہو، جیسے زَیْدٌ



### (طرز المبتدی)

مَکَّةُ ، زَمْزَمُ وغیرہ

فائدہ : عَلَمُ کو عَلَمُ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معانی میں سے ایک معنی نشانی ہے، تو نام بھی اس چیز کے لئے نشان اور علامت کا کام دیتا ہے جس کے لئے وہ وضع کیا جاتا ہے۔

سوم اسمائے اشارات : جیسے هٰذَا ، ذٰلِکَ ، هٰؤُلَآءِ وغیرہ

چہارم اسمائے موصولہ : جیسے اَلَّذِیْ اور اَلَّتِیْ وغیرہ

(قولہ واین دوقسم رامبھمات گویند) یعنی اسمائے موصولہ اور اسمائے اشارہ کو نحاۃ لفظ مبھمات سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں گویا کہ مبھمات ان کا دوسرا نام ہے۔

فائدہ : مبھمات یہ جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے باب افعال سے مصدر اس کا ابہام ہے بمعنی (پوشیدہ رکھنا) مطلب یہ ہے کہ اسمائے اشارات اور اسمائے موصولہ کو مبھمات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اسم اشارہ بغیر مشارٌ الیہ کے اور اسم موصول بغیر صلہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم رہتا ہے اور مشارٌ الیہ سے اسماء اشارہ کی وضاحت ہوتی ہے، اور صِلہ سے اسم موصول کی توضیح ہوا کرتی ہے۔

پنجم معرفہ بہ ندا : یعنی وہ اسم جس کے شروع میں حرف ندا ہو، جیسے یَارَجُلُ (اے مرد)

فائدہ : رجل کے معرفہ بہ ندا ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ بوقت ندا اس سے معین آدمی کا قصد کیا جائے اگر خاص آدمی کا قصد نہ ہو تو نکرہ ہوگا، جیسے نابینا شخص کہے یَارَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ (اے کوئی مرد میرے ہاتھ کو پکڑ) اس لئے کہ نابینا کسی خاص مرد کو نہیں پکار رہا ہے بلکہ غیر معین مرد کو اپنی مدد کے لئے بلا رہا ہے کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑ لے۔

معرفہ بالف ولام : یعنی وہ اسم جس کے شروع میں الف ولام تعریف کا ہو، جیسے اَلرَّجُلُ (وہ مرد)

فائدہ : شروع میں گذر چکا ہے کہ الف ولام حرفی دوقسم پر ہے اصلی اور زائد اور یہاں معرفہ کے بحث میں مراد الف ولام سے اصلی ہے کیونکہ یہی مفید تعریف ہے باقی رہا الف ولام حرفی زائد وہ مفید تعریف نہیں ہے بلکہ غرض اس سے یا تو تحسین کلمہ ہے یا کسی دوسرے مقصد کے لئے آتا ہے۔

ہفتم مضاف : یعنی ساتواں وہ اسم ہے جو اولاً اور بذات خود تو معرفہ نہیں ہے مگر مذکورہ اقسام میں سے معرفہ بہ ندا کے سوا معرفہ کی باقی پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو تو وہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ ہوتا ہے،

## (طرز المبتدی)

جیسے : غُلَامُهٗ یہ اس اسم نکرہ کی مثال ہے جو ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

وغُلَامُ زَیْدٍ یہ عَلَمْ کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے۔

وغُلَامُ هٰذَا یہ اسم اشارہ کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے۔

وغُلَامُ الَّذِیْ یہ اسم موصول کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے۔

وغُلَامُ الرَّجُلِ یہ معرفہ بالف ولام کی طرف مضاف ہونے کی مثال ہے۔

**فائدہ** : اضافت دو قسم پر ہے، اضافة لفظیه و اضافة معنویه

اضافة لفظية : اضافة لفظيه کی علامت یہ ہے کہ صیغۂ صفت جیسے اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول، جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ کہ اس میں اسم فاعل کی اضافۃ اپنے مفعول کی طرف ہو رہی ہے اور یہ اصل میں ضَارِبٌ زَیْدًا تھا۔

مگر جاننا چاہیے کہ اس جگہ میں معمول سے مراد وہ معمول ہے جو قبل الاضافۃ معمول ہو،

اضافة معنويه : اضافة معنويه کی علامت یہ ہے کہ اس میں مضاف اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ کی طرح صیغۂ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اس فائدے کے بعد اب جاننا چاہیے کہ اضافۃ کی مذکورہ دو قسموں میں سے صرف اضافۃ معنویہ مفید تعریف ہے، لہٰذا معرفہ کی ساتویں قسم میں مضاف سے مراد مضاف بہ اضافۃ معنویہ ہے، یعنی اسم نکرہ جو معرفہ بہ ندا کے سوا معرفہ کی باقی پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف اضافۃ معنویہ کے ساتھ مضاف ہو تو وہ بھی معرفہ ہے۔

باقی اضافۃ لفظی وہ صرف لفظ کی تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ کہ یہاں تنوین کے حذف کرنے سے مضاف کے لفظ میں جو کہ ضَارِبٌ ہے تخفیف آیا ہے۔

**دوم نکرہ** : نکرہ لغت میں بمعنی نہ پہچاننا، اصطلاح میں وہ اسم ہے جو غیر معیّن چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے رَجُلٌ وفَرَسٌ کہ رَجُلٌ کسی خاص مرد کا نام نہیں ہے اسی طرح فَرَسٌ کسی خاص گھوڑے کا نام نہیں ہے، بلکہ ہر مرد کو رجل اور ہر گھوڑے کو فرس کہا جا سکتا ہے۔



## (تشریح)

(معرفہ ونکرہ) ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے کہ نکرہ ومعرفہ ان مصادر میں سے ہیں جو اسماء کے جگہ میں واقع ہوتے ہیں لہٰذا معرفہ ونکرہ سے شئ معروف وشئ منکور مراد ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (**اعلم ان المعرفة فی الاصل مصدر عرفتُ معرفةً وعرفانًا وهو من المصادر التی وقعت موقع الاسماء فالمراد بالمعرفة الشیء المعروف کالمراد بنسج الیمن انه منسوج الیمن و کقوله تعالیٰ هٰذا خلق اللّٰه ای مخلوقه** و کذٰلک النکرة بمعنی المنکور)

**فائدہ** : نکرہ اصل ہے معرفہ اس کی فرع ہے جیسا کہ ابن ہشام نے شرح قطر بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے (**ینقسم الاسم بحسب التنکیر والتعریف الیٰ قسمین نکرة وهی الاصل ولهٰذا قَدَّمْتُها معرفة وهی الفرع ولهٰذا أخّرتها**) اور ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں کہا ہے (**واعلم ان النکرة هی الاصل والتعریف حادث لان الاسم نکرة فی اول امره مبهم فی جنسه ثم یدخل علیه مایفرد بالتعریف حتی یکون اللفظ لواحد دون سائر جنسه کقولک رجل، فیکون هٰذا الاسم لکلّ واحد من الجنس ثم یحدث عهد المخاطب لواحد بعینه فتقول الرجل فیکون مقصورا علی واحد بعینه**) اور آگے چل کر کہتا ہے (**ویزید ماذکرناه عندک وضوحا ان الانسان حین یولد فیطلق علیه حینئذ اسم رجل او امرأة، ثم یمیز باللقب والاسم**) اور خالد ازہری نے تصریح میں کہا ہے (**الاسم ضربان علی الاصح نکرة وهی الاصل لانها لاتحتاج الی قرینة بخلاف المعرفة ومایحتاج فرع عمالا یحتاج**) اور الکواکب الدریہ جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے (**الاسم ضربان احدهما نکرة وهی الاصل علی ما علیه، سیبویه والجمهور وهو الاصح الخ**)

اس تفصیل کے بعد یہ بھی جان لیں کہ بعض نحاۃ نے نکرہ کو مقدم کیا ہے، جیسے ابن مالک وغیرہ ہیں، اور بعض نحاۃ نے معرفہ کو مقدم کیا ہے، جیسے ابن حاجب وغیرہ ہیں، ہر ایک کے لئے وجہ ہے، ابن مالک نے الفیہ میں جو نکرہ کو مقدم کیا ہے اس کے لئے اشمونی میں یہ توجیہ بیان کی گئی ہے (قدم النکرة لانها اصل)

اور جو حضرات معرفہ کو مقدم کرتے ہیں اس کے لئے مندرجہ ذیل وجہ پیش کرتے ہیں، جیسا کہ فتح رب البریہ بحث معرفہ ونکرہ میں ہے:

(تشریح)

(وقدم هنا المعرفة لانها اشرف من حيث دلالتها على التعريف )

(وآن بر ہفت نوع است) جاننا چاہیے کہ معرفہ کی اقسام کتابوں میں کم وبیش ذکر کئے گئے ہیں، چنانچہ صاحب نحو میر نے سات ذکر کیا ہے اور علامہ جار اللہ زمخشری نے مفصل میں مندرجہ ذیل پانچ قسمیں ذکر کئے ہیں، ملاحظہ ہو عبارۃ (فالمعرفة مادل على شیء بعينه وهو خمسة اضرب العلم الخاص والمضمر والمبهم وهو شيئان اسماء الاشارة والموصولات والداخل عليه حرف التعريف والمضاف الٰی احدهؤلاء اضافة حقيقة) ان اقسام میں علامہ نے اسماء اشارہ واسماء موصولہ دونوں کو ایک قسم شمار کیا ہے اور معرفہ بہ ندا کو چھوڑ دیا ہے، اور ابن حاجب نے کافیہ میں مندرجہ ذیل چھ قسمیں ذکر کئے ہیں، ملاحظہ ہو عبارۃ (المعرفة ماوضع لشیء بعينه وهي المضمرات والاعلام والمبهمات وما عرف باللام او بالنداء والمضاف الٰی احدهما معنی) مذکورہ اقسام میں علامہ نے اسماء اشارہ واسماء موصولہ کو بمثل صاحب مفصل کی ایک قسم شمار کیا ہے مگر معرفہ بہ ندا کو بھی ذکر کیا ہے اور معرفہ بہ ندا کے متعلق ''ہندی'' میں ہے کہ (وانما لم يذكره المتقدمون لرجوعه الٰی ذی اللام اذ اصل يارجل يا ايها الرجل) اور عقد النامی میں ہے کہ (ولم يذكره المتقدمون ای لم يذكر واما عرف بالنداء بل جعلوا انواع المعارف خمسة) الحاصل متقدمین حضرات معرفہ بہ ندا کو اس لئے علی حدہ قسم شمار نہیں کرتے کہ یہ حکم میں معرفہ بہ الف ولام کے ہے، اور ابن مالک نے الفیہ میں معرفہ کی چھ قسمیں ذکر کئے ہیں وہ اس طرح کہ اسماء اشارہ واسماء موصولہ کو دو قسمیں شمار کیا ہے مگر معرفہ بہ ندا کو چھوڑ دیا ہے۔

اب اس مذکورہ تفصیل سے اسم معرفہ کی تعداد جو کہ کتابوں میں بیش وکم ذکر کیا جاتا ہے اس کا منشأ بھی معلوم ہوا کہ وہ دو چیزیں ہیں، اول یہ کہ بعض حضرات معرفہ بنداء کو شمار نہیں کرتے ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں اقسام کم ہوں گے۔ دوم یہ کہ بعض حضرات اسماء اشارہ واسماء موصولہ کو ایک قسم شمار کرتے ہیں، اس صورت میں بھی تعداد میں فرق آتا ہے اور جو حضرات اسماء اشارہ واسماء موصولہ کو جدا جدا قسم شمار کرتے ہیں اور معرفہ بہ ندأ کو بھی ذکر کرتے ہیں اس صورت میں اقسام سات ہوں گے، الحاصل! اقسام میں بیشی وکمی کا سبب یہی دو چیزیں ہیں، یعنی اسماء اشارہ واسماء موصولہ کو دو قسم یا ایک قسم شمار کرنا اور معرفہ بہ ندأ کو شمار کرنا یا چھوڑ دینا۔

فائدہ : جلال الدین سیوطیؒ نے الاشباہ والنظائر جلد دوم انواع معارف میں کہا ہے کہ نحاۃ میں سے ایک جماعت نے تاکید



(تشریح)

کے مندرجہ ذیل الفاظ کو بھی معرفہ میں شمار کئے ہیں، یعنی (اجمعون واجمع وجمعاء وجُمع) اور وہ وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ الفاظ موضوع ہیں، معرفہ کی تاکید کے لئے، لہٰذا معرفہ ہیں۔

دوم اعلام : جاننا چاہیے کہ علم میں مختلف اعتبارات کی وجہ سے متعدد تقسیمیں ہوتی ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے (وينقسم باعتبارات مختلفة الٰی اقسام متعددة)

تقسیم اول : علم باعتبار تشخص مسما وعدم تشخص کے دو قسم پر ہے اول علم شخص دوم علم جنس۔

علم شخص وہ ہے کہ اصل وضع میں خاص ہو فرد واحد کے ساتھ متناول اور شامل نہ ہو فرد واحد کے غیر کو، جیسے زیدٌ، خالد وغیرہ، اور علم جنس وہ ہے کہ جو مختص نہ ہو بعینہ ایک فرد کے ساتھ بلکہ اس جنس کی ہر فرد پر صادق آتا ہو، جیسے اُسَامَہ کہ یہ علم جنس ہے شیر کا، اور یہ صادق آتا ہے اس جنس کی یعنی شیر کی ہر فرد پر صادق آتا ہے، بمثل علم شخص کے مختص نہیں ہے ایک معین فرد کے ساتھ (جامع الدروس ص ١١٣ ج ١)

فائدہ : جامع الدروس جلد اول بحث علم میں ہے کہ علم جنس اور اسم جنس میں فرق یہ ہے کہ اسم جنس لفظاً ومعنیً نکرہ ہوتی ہے، بخلاف علم جنس کے کہ یہ لفظاً بمثل علم شخص کی معرفہ ہے مگر معناً نکرہ ہے لہٰذا علم جنس باعتبار لفظ کے بمثل علم شخص کے معرفہ ہے مگر معنی میں بمثل اسم جنس کی نکرہ ہے اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے ایک فرد کے ساتھ مختص نہیں ہے، چونکہ علم جنس باعتبار لفظ کے معرفہ ہے لہٰذا اسی کا مبتدأ اور ذوالحال واقع ہونا صحیح ہے بخلاف اسم جنس کی کہ وہ نکرہ ہے جب تک اس کو معرفہ نہ بنایا جائے اسی کا مبتدأ اور ذوالحال واقع ہونا صحیح نہیں۔

تقسیم دوم : علم اپنے ذات کے اعتبار سے دو قسم پر ہے جیسا کہ شرح قطر میں ہے:

اول مفرد ، جیسے زید واسامه۔ دوم مرکب ، پھر علم مرکب مندرجہ ذیل تین قسم پر ہے:

(١) مرکب اضافی ہو ، جیسے عبدُالله

(٢) مرکب مزجی ہو ، جیسے بعلبک

(٣) مرکب اسنادی ہو ، جیسے شَابَ قَرْنَاهَا۔

تقسیم سوم : تہذیب التوضیح جلد اول بحث علم میں ہے کہ علم باعتبار وضع کے تین قسم پر ہے : اسم ، کُنية ، لقب۔

اول اسم : اس کو علم محضہ اور اسم محضہ بھی کہتے ہیں، جامع الدروس جلد اول بحث علم میں ہے کہ علم اسم وہ ہے جو موضوع

(تشریح)

ہو تعیین مُسَمّیٰ کے لئے اولاً، پھر عام ہے کہ مدح یا کہ ذم پر دلالت کرے، جیسے سَعِیْد و حَنْظَلَۃ یا دلالت نہ کرے، جیسے زید وغیرہ نیز عام ہے کہ اس کی شروع میں اَب یا اُمّ کے الفاظ ہوں یا نہ ہوں، بہرحال! اسم محضہ کی دارومدار وضع اول پر ہے۔

دوم کُنیۃ : یہ وہ علم ہے کہ ثانیاً موضوع ہو نیز اس کے شروع میں اَب یا اُمّ کے الفاظ ہوں، جیسے اَبِیُ الْفَضْل واُمّ کلثوم۔

سوم لقب : یہ وہ علم ہے کہ موضوع ہو ثانیاً اور مشعر ہو مدح کی طرف، جیسے رَشِید وزَیْن العابدین یا کہ مشعر ہو ذم کی طرف، جیسے اَنْفُ النَاقۃ۔

**فائدہ** : جامع الدروس جلد اول بحث علم میں ہے کہ اسم محضہ اور لقب اگر جمع ہوں تو اسم محضہ کو مقدم کیا جاتا ہے، رہا کنیہ تو اس میں یہ ترتیب نہیں ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (اذا اجتمع الاسم واللقب یقدم الاسم ویؤخر اللقب کھارون الرشید واُوَیْسُ القرنی ولاترتیب بین الکُنیۃ وغیرھا تقول ابو حفص عُمَر أوعمر ابو حفصٍ)

تقسیم چہارم : تہذیب التوضیح جلد اول بحث علم میں ہے کہ علم باعتبار استعمال کے دو قسم پر ہے، اول مرتجل، دوم منقول اور جامع الدروس میں ان کی تعریف یوں ذکر کیا گیا ہے کہ (اَلْعَلَم الْمُرْتَجَل ما لم یَسْبِقْ لہ استعمال قبل العلمیۃ فی غیرھا بل اُسْتُعْمِلَ من اول الامر علمًا کسعادَ وعُمَر، والعلم المنقول وھو الغالب فی الاعلام مانقل عن شیءٍ سبق استعمالہ فیہ قبل العلمیۃ وھو اما منقول عن مصدر کفضل واما عن اسم جنس کأسد واما عن صفۃ کحارث ومسعود وسعید واما عن فعل کشَمَّرَ واَبَان وَیشکر ویحيٍ واجزِم وقُمْ واما عن جملۃ کَجَاذَ الحَقُّ وتأبَّطَ شرًّا)

## (اعراب علم)

جامع الدروس العربیہ جلد اول بحث علم میں علم کے اعراب میں مندرجہ ذیل تفصیل ذکر کیا گیا ہے کہ (العلم المفرد یعرب کما یقتضیہ الکلام من رفعٍ اونصبٍ او جرٍ نحو جاء زُھَیْرٌ ورأیت زھیرًا ومررت بزھیرٍ والمرکب الاضافی یُعْرَبُ جزؤہُ الاول کما یقتضیہ الکلام ویُجر الجزء الثانی بالاضافۃ والمرکب المزجی یکون جزؤہُ الاول مفتوحًا دائمًا وجزؤہُ الثانی ان لم یکن کلمۃ وَیْہِ یُرْفَعُ



(تشریح)

بالضمۃ ویُنصب ویُجَرُّ بالفتحۃ لأنہ ممنوع من الصرف للعلمیۃ والترکیب المزجی مثل بعلبَکُّ بلدۃٌ طیبۃُ الھواءِ ورأیتُ بعلبَکَّ وسافرتُ الی بعلبَکَّ وان کان جزؤہ الثانی کلمۃ وَیْہِ یکن مبنیا علی الکسر دائما وھو فی محل رفع او نصب او جر کما یقتضیہ مرکزہُ فی الجملۃ مثل رُحِمَ سِیْبُوَیْہِ ورَحِمَ اللّٰہُ سِیْبُوَیْہِ ورحمۃُ اللّٰہِ علیٰ سیبویہِ، والمرکب الاسنادی یبقی علی حالہ فیحکی علی لفظہ فی جمیع الاحوال ویکون اعرابہ تقدیریًّا تقول جاء جاء الحقُّ ورأیتُ جاءَ الحقُّ ومررتُ بجاءَ الحقُّ، والمرکب العددی کخمسۃ عشر وماجری مجراہ کحَیْصَ بَیْصَ وبَیْتَ بَیْتَ ان سَمَّیْتَ بھما اَبْقَیْتَھُمَا علی بناء ھما کما کانا قبل العلمیۃ ویجوز اعرابھما اعراب مالاینصرف کانھما مرکبان مَزْجیَّان فیجریانِ مجری بعلبک وحضرموت والاول اَوْلیٰ)

(واین ھر دو قسم را مبھمات گویند) ابن یعیش نے شرح مفصل میں اسم معرفہ ونکرہ کی بحث میں کہا ہے (والمعنی بالابھام وقوعھا علی کل شیء من حیوان وجماد وغیرھما ولاتختص مسمی دون مسمی ھذا معنی الابھام فیھا لاان المراد بہ التنکیر الا تری ان ھذہ الاسماء معارف) اور غایۃ التحقیق میں ہے (وانما سُمِّیَا مبھمین لان اسم الاشارۃ من غیر اشارۃ حسیۃ الی مشار الیہ مبھم عند المخاطب عند النطق بہ لان بحضرۃ المتکلم اشیاء یحتمل ان یکون مشار الیھا وکذا الموصول من غیر الصلۃ مبھم عند المخاطب ولم یقولوا المضمر الغائب مبھم لان مایعود الیہ مقدم فلایکون مبھم عند المخاطب عند النطق بہ وکذا ذااللام العھدیۃ)

ابن یعیش نے شرح مفصل بحث معرفہ میں کہا ہے کہ ضمیر غائب اور مبہم میں فرق یہ ہے کہ ضمیر غائب کی بیان اسم ظاہر سے ہوتی ہے جو اس سے پہلے واقع ہے اور وہ اس ضمیر غائب کی مرجع ہے اور اسم مبہم کی تفسیر اس کے مابعد سے ہوتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اسم اشارہ کا بیان اسم جنس سے ہوتی ہے، جیسے ھذا الرجل اور اسم موصول کا بیان جملہ سے ہوتا ہے جو کہ موسوم ہوتا ہے صِلَہ سے۔

**فائدہ** : اس میں اختلاف ہے کہ اسم موصول کی تعریف صلہ سے ہے یا کہ الف ولام سے جو کہ بعض اسماء موصولہ کے اول میں ہے، جیسے الذی وغیرہ، سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم ص ۵۵ میں کہا ہے کہ (ذھب قوم الی ان تعریف

(تشریح)

الموصولات بالالف واللام ظاهرة فی الذی والّتیٰ وتثنیتهما وجمعهما ومنویة فی من وما ونحوهما والصحیح ان تعریف الجمیع بالصلة) اور ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم بحث اسم معرفہ میں کہا ہے کہ (وكلها معارف بصلاتها)

**فائده:** سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم ص ۴۹ میں کہا ہے کہ (قال ابن الدهان فی الغرة الاسماء تنقسم الی ثلاثة اقسام مظهر ومضمر ومبهم والمبهمات هی اسماء الاشارة والموصولات) اور ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم بحث معرفہ میں کہا ہے کہ (الاسماء المبهمة وهی ضربان اسماء الاشارة والموصولات)

(پنجم معرفہ بہ ندا) النحو الوافی جلد چہارم بحث منادیٰ میں ہے کہ منادیٰ مندرجہ ذیل پانچ قسم پر ہے:

(۱) منادیٰ مفرد علم، جیسے یازَیْدُ

(۲) نکرہ مقصودہ جو بوقت ندا ایک معین شخص کا ارادہ ہو، جیسے یارَجُلُ

(۳) نکرہ غیر مقصودہ جو بوقت ندا ایک معین شخص کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، جیسے نابینا کہے یارجلًا خُذْ بِیَدِیْ

(۴) منادیٰ مضاف، جیسے یاعبدَاللّٰہ

(۵) منادیٰ شبہ مضاف، جیسے یاطَالِعًا جَبَلًا

مذکورہ پانچ قسموں میں سے فقط منادیٰ نکرہ مقصودہ حرف ندا سے معرفہ ہوتا ہے، اور شرح جامی بحث معرفہ میں ہے کہ (اَوْ عُرف بالنداء نحو یَارَجُلُ اذا قصد به معین بخلاف یارجلًا لغیر معین فانه نكرة) اور جامی کے بعض حواشی میں ہے کہ (یارجلُ ای اسم الجنس الذی قصد به فرد معین فان تعریفه بالنداء واما العلم المنادی فتعریفه بالعلمیة والنداء افاد زیادة الوضوح وهو المختار وقیل انه عرف بالنداء بعد ازالة العلمیة) اور جامع الدروس جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ (فان نَادَیْتَ معرفة فلا شان للنداء فی تعریفها)

(ششم معرفہ بالف ولام) جاننا چاہیے الف ولام جو مفید تعریف ہے وہ الف ولام اصلی کے پانچ قسمیں ہیں، جیسے جنسی واستغراقی وعہد خارجی وعہد ذہنی وعہد حضوری ہوتا ہے، ان مذکورہ اقسام کے علاوہ جو الف ولام اسمی ہے، جیسے اَلَّذِیْ



(تشریح)

والّتیٰ یا کہ الف ولام حرفی زائد ہے یہ تعریف کے لئے مفید نہیں ہیں (کواکب الدریہ بحث معرفہ)

**فائده:** جامع الدروس جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ الف ولام جنسی معنی کے اعتبار سے حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے مگر لفظ کے اعتبار سے معرفہ ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (اَلْ الجنسیة نكرة معنًی معرفة لفظًا لاقترانه بال فهو تجری علیه احكام المعارف كصحة الابتداء مثل الحدیدُ انفعُ من الذهب ومجیء الحال منه مثل اَكْرِمِ الرجل عَالِمًا)

**فائده:** جامع الدروس جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ الف ولام جنسی کا مدخول معنًی نکرہ ہے لہٰذا صحیح ہے کہ جملہ صفت واقع ہو اس کے مدخول سے باعتبار معنی کے اور لفظ کے اعتبار سے چونکہ مدخول اس کا معرفہ ہے صحیح ہے کہ مدخول الف ولام جنسی کا ذوالحال ہو اور جملہ حال واقع ہو جیسے مندرجہ ذیل شعر میں ؎

وَلَقَدْ اَمُرُّ علی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ فَمَضَیْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لایَعْنِیْنِیْ

اس مذکورہ شعر میں لفظ "لَئِیْم" کے اندر الف ولام جنس کا ہے لہٰذا جائز ہے کہ مدخول اس کا موصوف ہو، اور بعد والا جملہ جوکہ "یَسُبُّنِیْ" ہے اس سے صفت واقع ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ مدخول الف ولام جنسی کا ذوالحال ہو اور بعد والا جملہ اس سے حال واقع ہو۔

**فائده:** جامع الدروس جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ الف ولام عہدی کا مدخول لفظاً ومعنًی معرفہ ہوتا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (اماالمعرف بِ اَلْ العهدیة فهو معرَّف لفظًا لاقترانه بال ومعنًی لدلالته علی مُعَیَّنٍ)

**فائده:** کواکب الدریہ وغیرہ میں ہے کہ نحاۃ کا اس میں اختلاف ہے کہ الف ولام میں آلہ تعریف کون ہے، ہمزہ ولام دونوں تعریف کے لئے ہیں یا کہ فقط لام یا فقط ہمزہ، تو اس میں تین مذاہب ہیں:

خلیل کے نزدیک دونوں یعنی اَلْ مجموعہ مفید تعریف ہے اور اَلْ میں ہمزہ قطعی ہے وصل میں کثرۃ استعمال کے وجہ سے تخفیفاً حذف ہوتا ہے اور سیبویہ کے نزدیک اَلْ میں فقط لام آلہ تعریف ہے اور ہمزہ اَلْ میں وصلی ہے تیسرا مذہب مبرد کا ہے وہ کہتا ہے کہ فقط ہمزہ آلہ تعریف ہے، اس کے بعد لام جو ہے وہ فرق کرنے کے لئے ہے تاکہ فرق ہو ہمزہ تعریف وہمزہ استفہام کے درمیان، ملاحظہ ہو عبارۃ کواکب الدریہ کی (والتعریف بهما هو مذهب الخلیل والهمزة عنده اصلیة وهی همزة قطع حذفت فی الوصل تخفیفا لكثرة الاستعمال ولم تحذف فی الابتداء لانه

(تشریح)

لایبتدأ بساکن ومذهب سیبویه ان التعریف بهما ایضا الا ان الهمزة عنده زائدة معتد بهما فی الوصل کذا قال ابن مالک والمشهور عن سیبویه التعریف باللام وحدها والهمزة وصلیة جیء بها للتمکن من الابتداء بالساکن وفتحت علی خلاف همزة الوصل تخفیفا لکثرة الاستعمال نقل ابو حیان هذا المذهب عن جمیع النحویین الا ابن کیسان وعزاه صاحب البسیط الی المحققین وذهب المبرد الی ان المعرِّف الهمزة وحدها وزیدت اللام للفرق بینها وبین همزة الاستفهام) ان تینوں مذاہب کوایک فارسی شعر میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

(شعر)

حرف تعریف اَلْ بنز خلیل　　　دوئے بنز دسیبو یہ جلیل

سوئے تو بنز دمبرد دان　　　پس تو خیر الامور اوسط خوان

فائدہ : الکواکب الدریہ وغیرہ میں ہے کہ لام اَلْ کو لغۃ حمیر میں جوایک قبیلہ ہے عرب میں سے میم سے بدلا جاتا ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (وتبدل لام اُلْ المعرفة میما فی لغة حمیر قبیلة من العرب وقدنطق بها النبی صلی الله علیه وسلم فقال لیس من امبرا مصیام فی امسفر کذا رواه نمربن تولب رضی الله عنه)

(ہفتم مضاف بہ یکے) جامی میں ہے کہ (قیل کان علیه ان یقول والمضاف الی المعرفة لیدخل فیه المضاف الی المضاف الی المعرفة ایضًا مثل غلام ابیک والجواب ان المراد بالمضاف الی احدها اعم من ان یکون بالذات او بالواسطة) جاننا چاہیے کہ مضاف بہ یکے از ینہا سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم نکرہ جو معرفہ بندا کے سوا معرفہ کی باقی پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوتو وہ بھی معرفہ ہے، لہٰذا مذکورہ اقسام میں سے معرفہ بہ ندا مستثنیٰ ہے کیونکہ معرفہ بندا مضاف الیہ واقع نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ رضی کی حاشیہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (والمضاف الی احدها معنی سوی المعرف بالنداء فانه لایقع مضاف الیه) جاننا چاہیے کہ اسم نکرہ جو اضافۃ کے بعد معرفہ ہوتا ہے اس کے لئے دو شرطیں ہیں:



(تشریح)

شرط اول یہ ہے کہ اضافۃ معنوی ہو۔ شرط دوم، جیسا کہ رضی وغیرہ میں ہے یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم نہ ہو جو مستغرق فی الابہام ہوتا ہے، جیسے غیر و مثل وشبہ کے الفاظ ہیں۔

اور علامہ زجاجی نے کتاب جمل میں کہا ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ متوغل یعنی مستغرق فی الابہام ہیں جو اضافۃ کے بعد بھی معرفہ نہیں ہوتے، یعنی مثل ، شبه ، غیر ، نحو ، ضرب ، هذء ، کُفُو ملاحظہ ہو عبارۃ (ومما جاء بلفظ المعرفة وهو نکرة مِثلُک وشِبهُک وغیرُک ونَحوُک وضَربُک و هَذؤُک و کُفُوُک)

<u>فائدہ</u> : معارف اگرچہ اصل تعریف میں شریک ہیں مگر رتبے کے اعتبار سے متفاوت ہیں، یعنی کامل ہونے میں کہ کون ان میں کامل ہے تعریف میں، لہٰذا شرح مفصل واشمونی وغایۃ التحقیق میں اس موضوع پر جو تفصیل اور تحقیق پیش کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے کہ اعرف المعارف مضمر ہے پھر اسم علم یعنی اسم محضہ ہے پھر اسم اشارہ پھر اسم موصول پھر معرفہ بالف ولام ہے رہا معرفہ بہ ندا اس کے متعلق علامہ فاکہی نے کشف النقاب میں کہا ہے کہ معرفہ بہ ندا، کو بعضوں نے اسم اشارہ میں داخل کیا ہے یعنی یہ رتبے میں اسم اشارہ کے ہے، اور بعضوں نے اس کو معرفہ بالف ولام میں داخل کیا ہے تو جس میں داخل ہے اسی کے حکم میں ہے رہا مضاف اس کے متعلق ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ جو اسم مضاف ہوتا ہے ان معارف کی طرف وہ اسم مضاف اس مضاف الیہ کے رتبے میں ہے جس کی طرف یہ مضاف ہے مگر مضاف الی الضمیر یہ حکم میں ضمیر کے نہیں ہے بلکہ وہ حکم میں علم کے ہے دلیل یہ دیا ہے کہ اگر اسم مضاف حکم میں ضمیر کے ہو جیسے مررت بزید صاحبک تو یہ ترکیب غلط ہوتی ہے کیونکہ زید موصوف ہے اور صاحبک مضاف بطرف ضمیر یہ صفت ہے اب اگر اسم مضاف الی الضمیر حکم میں ضمیر کے ہوتو یہ صحیح نہیں، کیونکہ صفت موصوف سے اعرف ہوا، اس لئے کہ موصوف علم ہے اور صفت حکم میں ضمیر کے ہوئی اور ضمیر اعرف ہوتا ہے علم سے حالانکہ صفت موصوف سے کم ہوتا ہے یا کہ مساوی ہوتا ہے، جیسا کہ کافیہ وغیرہ میں ہے کہ (والموصوف اخص اومساو) اور جب اسم مضاف الی الضمیر حکم میں علم کے ہوتو مذکورہ ترکیب صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ اس وقت اسم مضاف الی الضمیر رتبے میں علم کے ہوتا ہے، لہٰذا موصوف وصفت مساوی ہیں درجہ تعریف میں اسم مضاف کے بارے میں یہ تحقیق تو ابن ہشام نے ذکر کیا ہے مگر ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ اسم مضاف بطرف ضمیر یہ رتبے میں ضمیر کے ہوتا ہے اور جس ترکیب میں بظاہر علم موصوف اور اسم مضاف بطرف ضمیر صفت معلوم ہوتا ہے وہ موصوف وصفت نہیں ہیں تاکہ مذکورہ خرابی لازم آدے بلکہ وہ علم مبدل منہ ہے اسم مضاف

(تشریح)

الی الضمیر یہ بدل ہے اس علم سے مگر شیخ ابراہیم البیجوری نے درۃ البہیہ کی شرح فتح رب البریہ میں بطور محاکمہ کے کہا ہے کہ (لکن المضاف لواحد منها فی رتبة ماضیف الیه الاالمضاف الی الضمیر فانه لیس فی رتبة الضمیر بل فی رتبة العلم علی الصحیح) فتح رب البریہ ص ۶۵ بحث معرفہ ونکرہ۔

**فائدہ**: حاشیہ صبان میں ہے کہ اسم اللہ تعالیٰ تمام معارف میں اعرف ہے اس کے بعد پھر وہ مذکورہ بالا تفصیل ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وقیل اعرفها العلم وقیل اسم الاشارة وقیل المحلی والخلاف فی غیر اسم اللّٰہ تعالیٰ فهو اعرف المعارف اجماعًا) اور فتح رب البریہ میں ہے کہ (وهذا کلمة بعد لفظ الجلالة لانه اعرف المعارف علی الاطلاق) نیز متممۃ الاجرومیہ میں ہے کہ (ویستثنی مما ذکر اسم اللّٰہ تعالیٰ فانه علم وهو اعرف المعارف بالاجماع) اور کواکب الدریہ جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں کہا گیا ہے (وفی اعراب القرآن للشهاب الحلبی ان سیبویه رؤی فی المنام فقیل له مافعل اللّٰہ بک فقال ادخلنی الجنة فقیل بماذا فقال بقولی ان اسمه تعالیٰ اعرف المعارف)

(ونکرہ آن است کہ موضوع باشد برائے چیزے غیر معین) جاننا چاہیے کہ جیسے معرفہ کے بعض اقسام بعض سے اعرف تھے اسی طرح نکرہ میں بھی مراتب ہیں جیسا کہ علامہ زجاجی نے کتاب الجمل میں کہا ہے کہ (وانکر النکرات شیء ثم جوهر ثم جسم ثم حیوانٌ ثم انسان ثم رجلٌ) اور اشمونی جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ (وانکر النکرات مذکور ثم محدث ثم جوهر ثم جسم ثم حیوانٌ ثم انسان ثم رجلٌ ثم عالمٌ فکل واحد من هذه اعم مما تحته واخص مما فوقه فتقول کل عالم رجل ولاعکس وهکذا کل رجل انسان الی آخره)

**فائدہ**: امام حریری نے ملحۃ الاعراب[عہ] میں کہا ہے کہ علامت اسم نکرہ کی یہ ہے کہ اس پر رُبّ داخل ہو سکے جیسا کہ کتاب مذکور میں ایک نظم کے اندر کہا ہے

عہ ملحۃ الاعراب

(شعر)

وکل مارُبّ علیه تدخل | فانه منکر یا رجل
نحو غلام وکتاب وطبقٌ | کقولهم رب غلام لی ابق



(تشریح)

علامہ فاکہی نے اس شعر کے شرح میں کہا ہے (یعنی ان علامت النکرة جواز دخول رُبَّ علیها لان رُبَّ لاتدخل الی علی النکرة فکلما وجدت هذه العلامة وجدت النکرة نحو رُبَّ علام لی ابق ورُبَّ طبق اُهْدِیَ اِلَیَّ) کشف النقاب میں ہے کہ رُبَّ کبھی ضمیر غائب پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے (رُبَّهٗ فتیة) مگر اس وقت یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ ضمیر معرفہ ہے یا کہ نکرہ، کشف النقاب میں کہا گیا ہے کہ ایسے ضمیر میں جس کی مرجع نکرہ ہے تین مذاہب ہیں، مذہب سوم یہ ہے کہ مرجع اگر جائز التنکیر ہے تو یہ ضمیر معرفہ ہے، جیسے (جاء نی رجل فاکرمتُهٗ) اگر مرجع واجب التنکیر ہے تو نکرہ ہے، جیسے (رُبَّ رجلٍ واخیهِ)

**فائدہ**: ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل بحث موصولات میں کہا ہے کہ تثنیہ نکرہ میں ہوتا ہے معرفہ کا تثنیہ ہونا صحیح نہیں ہے اگر کوئی معرفہ تثنیہ واقع ہو، یہ بعد از سلب تعریف ہے اس لئے کہ معرفہ مع بقاء تعریف تثنیہ نہیں ہو سکتا، ملاحظہ ہو عبارۃ (لان التثنية انما تکون فی النکرات نحو قولک رجل ورجلان وفرس وفرسان فاما زید وعمرو وزَیدانِ وعمرانِ فانک لم تثنه الابعد سَلْبه ماکان فیه من تعریف العلمیة حتی صار شائعا کرجل وفرس وانما کان کذٰلک من قِبَلِ ان المعرفة لایصح تثنیتها لان حدالمعرفة ماخص الواحد من جنسه ولم یشع فی امته واذا ثنی فقد شورک فی اسمه وخرج عن ان یکون معرفة واذا ثبت ان المعرفة لاتصح تثنیتها مع بقاء تعریفها فما لایصح تنکیره لاتصح تثنیته).

**فائدہ**: جملہ نکرہ ہے جیسا کہ ابن یعیش نے شرح مفصل میں بحث موصولات کے اندر کہا ہے کہ (وذلک ان الجمل نکرات الاتری انها تجری اوصافا علی النکرات نحو قولک مررت برجل ابوه زید ونظرت الی غلام قام اخوه وصفة النکرة نکرة ولولا ان الجمل نکرات لم یکن للمخاطب فیها فائدة لان ماتعرف لایستفاد)

**فائدہ**: جملہ خبریہ کے لئے باعتبار ترکیب کے مندرجہ ذیل چار حالات ہیں، جیسا کہ ابن ہشام نے الاعراب عن قواعد الاعراب میں کہا ہے:

اول یہ ہے کہ نکرہ محضہ کے بعد واقع ہو نکرہ محضہ وہ ہے کہ اس میں شائبہ تعریف کا نہ ہو تو اس صورت میں نکرہ محضہ موصوف

(تشریح)

ہوتا ہے اور جملہ اس کے لئے صفت ہوتی ہے، مثال (حتی تنزل علینا کتابًا نقرؤہ) یہاں جملہ ''نقرؤہ'' منصوب محلاً صفت واقع ہے ''کتابًا'' کے لئے جو کہ نکرہ محضہ ہے۔

**دوم** یہ ہے کہ معرفہ محضہ کے بعد واقع ہو، معرفہ محضہ وہ ہے کہ اس میں شائبہ تنکیر کا نہ ہو تو اس صورت میں جملہ معرفہ محضہ سے حال واقع ہوتا ہے، مثال (ولا تمنن تستکثر) یہاں جملہ ''تستکثر'' منصوب محلاً حال واقع ہے معرفہ محضہ سے، اور وہ ضمیر اَنتَ ہے جو کہ مستتر ہے ''تمنن'' میں اور ضمائر سب کے سب معرفہ محضہ ہیں بلکہ اعرف المعارف ہیں، **سوم** یہ کہ نکرہ غیر محضہ کے بعد واقع ہو۔ یہ وہ نکرہ ہے کہ اصل میں تو نکرہ محضہ ہے مگر جب اس میں تخصیص کیا جائے تو یہ قریب من المعرفہ ہوتا ہے اور وجوہ تخصیص چھ ہیں جو کافیہ کے اندر بحث مبتدأ میں مذکور ہیں، بہر حال نکرہ میں وجوہ تخصیص میں سے کسی امر کے ذریعہ تخصیص کیا جائے تا کہ نکرہ تخصیص کے بعد معرفہ کے نزدیک ہو جائے تو ایسے نکرہ کو نکرہ غیر محضہ کہا جاتا ہے، اور ایسے نکرہ کے بعد اگر جملہ واقع ہو تو اس جملہ میں دو ترکیبیں جائز ہیں، اول یہ ہے کہ یہ نکرہ موصوف ہو جملہ صفت ہو، دوم یہ ہے کہ یہ نکرہ جو کہ قریب من المعرفہ ہے ذو الحال ہو جملہ حال واقع ہو، مثال (مررت برجلٍ صالحٍ یُصلّی) یہاں رجل یہ نکرہ مخصصہ ہے، کیونکہ تخصیص سے پہلے ایک عموم تھا کہ صالح وغیر صالح دونوں کو شامل تھا اور جب صالح سے اسے موصوف کیا گیا تو صفت کی وجہ سے خصوصیت پا گیا لہٰذا قریب من المعرفہ ہوا تو اس نکرہ غیر محضہ کے بعد جو (یُصلّی) والا جملہ ہے اس میں دو ترکیبیں جائز ہیں، اول یہ ہے کہ اس جملہ کو مجرور محلاً صفت ثانی بنایا جائے (رجل) سے، دوم یہ کہ (رجل) ذو الحال ہو اور (یُصلّی) جملہ منصوب محلاً اس سے حال واقع ہو، **چہارم** یہ ہے کہ ایسے اسم جنس کے بعد واقع ہو جو معرفہ ہو اور اسم جنس اگر چہ احکام لفظیہ میں معرفہ ہوتا ہے مگر معنی کے اعتبار سے نکرہ ہوتا ہے، کیونکہ اس سے ایک معین فرد مراد نہیں ہوتا ہے تو ایسے معرفہ کے بعد اگر جملہ واقع ہو تو اس جملہ میں بھی مذکورہ دو ترکیبیں جائز ہیں، یعنی جائز ہے کہ ماقبل سے صفت واقع ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ ماقبل سے حال واقع ہو، مثال (کمثل الحمار یحمل اسفارًا) یہاں ''حمار'' اسم جنس ہے مراد اس سے جنس حمار ہے نہ کہ ایک معین حمار، جیسا کہ خالد ازہری نے موصل الطلاب کے اندر کہا ہے، لہٰذا ''الحمار'' لفظاً معرفہ ہے معنیً نکرہ اور اس کے بعد جو جملہ ہے یعنی (یحمل اسفارًا) اس جملہ میں دو ترکیبیں جائز ہیں، اول یہ کہ حال واقع ہو ''الحمار'' سے اور ذو الحال معرفہ ہوتا ہے ''الحمار'' بھی لفظاً معرفہ ہے، دوم یہ کہ صفت واقع ہو کیونکہ ''الحمار'' سے ایک معین حمار مراد نہیں، لہٰذا معنیً نکرہ ہے اور جملہ بھی نکرہ ہے موافقت جو موصوف



(تشریح)

وصفت میں ہوتا ہے یہاں موجود ہے، جاننا چاہیے کہ جار ومجرور اور ظرف میں بھی بعینہٖ یہی تفصیل ہے کہ کبھی نکرہ محضہ کے بعد اور کبھی نکرہ غیر محضہ کے بعد اور کبھی معرفہ محضہ کے بعد اور کبھی معرفہ غیر محضہ کے بعد واقع ہوتے ہیں، جو تراکیب جملہ میں چلتے تھے وہ یہاں جار ومجرور اور ظرف میں بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ حاشیہ صبان جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

بدانکہ اسم بر دو صنف است مذکر ومؤنث مذکر آنست کہ درو علامت تانیث نہ باشد چون رَجُلٌ ومؤنث آن است کہ درو علامت تانیث باشد چون اِمْرَاَۃٌ وعلامت تانیث چہار است تا چون طَلْحَۃٌ والف مقصورہ چون حُبْلیٰ والف ممدودہ چون حَمْرَاءُ وتائے مقدرہ چون اَرْضٌ کہ دراصل اَرْضَۃٌ بودہ است بدلیل اُرَیْضَۃٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصل خود بردو این را مؤنث سماعی گویند۔

## طرز المبتدی

(قولہ اسم بر دو صنف است) ماقبل میں اسم کی تقسیم تھی تعریف اور تنکیر کے اعتبار سے، اب یہاں سے اسم کی تقسیم ہے باعتبار تذکیر وتانیث کے اور صنف بمعنی قسم ہے، اسکی جمع اصناف اور صُنُوف آتی ہے۔

یعنی اسم کی دو قسمیں ہیں، مذکر ومؤنث، جاننا چاہیے کہ ہر جاندار کے نر کو ذکر اور مذکر کہتے ہیں اور ہر جاندار کے مادہ کو اُنثیٰ اور مؤنث کہتے ہیں۔

(قولہ مذکر آن ست) اصطلاح میں مذکر ایسے اسم کو کہتے ہیں جس میں علامت تانیث نہ ہو، جیسے رَجُلٌ وفَرَسٌ

(قولہ ومؤنث آن ست) مؤنث اس اسم کو کہتے ہیں جس میں کوئی علامت تانیث کی موجود ہو، جیسے اِمْرَاَۃٌ اور اسم مؤنث کے لئے چار علامتیں ہیں۔

(۱) اول تاء ملفوظہ جیسے طَلْحَۃٌ (۲) دوم الف مقصورہ زائدہ یعنی جو لام کلمہ پر واقع نہ ہو جیسے حُبْلیٰ (۳) سوم الف ممدودہ زائدہ یعنی جو لام کلمہ پر واقع نہ ہو جیسے حَمْرَاءُ (سرخ عورت) (۴) چہارم تائے مقدرہ یعنی وہ تا جو پوشیدہ ہو اور لفظوں میں نہ ہو جیسے اَرْضٌ (زمین) میں تاء تانیث مقدر ہے اس لئے کہ یہ اصل میں اَرْضَۃٌ تھا اور اس بات کی دلیل (کہ اس کی اصل یہی ہے) یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ آتی ہے، اور اس میں تاء موجود ہے لہذا معلوم ہوا کہ اصل میں تاء ہے اور تصغیر کو اس کی اس اصل کیلئے دلیل قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ تصغیر اسماء کو اپنی اصل کی طرف لے جاتی ہے یعنی اسماء

## طرز المبتدیٰ

کی تصغیر میں تمام حروف آجاتے ہیں جو باعتبار اصل ان میں موجود ہوتے ہیں، اور ایسے اسم مؤنث کو جس میں تاء تانیث مقدر ہو مؤنث سماعی کہتے ہیں، سماعی میں یا نسبت کی ہے بمعنی سماع والا، چونکہ ایسے اسم کے مؤنث ہونے میں قیاس کو کوئی دخل نہیں، بلکہ محض عرب سے اس کا مؤنث پڑھنا، سنا گیا ہے، لہذا ایسے مؤنث کو مؤنث سماعی کہتے ہیں۔

(تشریح)

(بدانکہ اسم بر دو صنف است) شریفیہ میں ہے کہ (اعلم ان التذکیر والتانیث کالتعریف والتنکیر من خواص الاسماء واطلاق التنکیر علی الفعل والجملة بطریق المجاز والتانیث فی مثل فَعَلَتْ لدلالتها علی تانیث الفاعل فهو فی الحقیقة راجع الی الفاعل وکذاالحال فی الغائب المؤنث)

(تسهیل الکافیہ ترجمہ شریفیہ)

(تا چون طَلْحَةٌ) شریفیہ میں ہے کہ یہ تا کبھی ملفوظ ہوتی ہے اور کبھی مقدر، ملاحظہ ہو عبارۃ (وهذه التاء قد تكون ملفوظة نحو ضاربة وضاربات وظلمة وغرفة وقد تكون مقدّرة نحو هِنْدٌ وعَيْنٌ وزَيْنَبُ وعَقْرَبُ والدليل على تقدير التّاء فی هند و عین ظهورها فی التصغیر فیقال هُنَيْدَةٌ وعُيَيْنَةٌ ولی زینب وعقرب ان الحرف الرابع فی المؤنث السماعی قائم مقام التاء ولذا لا تظهر التاء فی تصغیر الرباعی من المؤنثات السماعیة)

جاننا چاہیے کہ تاء جو کہ علامت تانیث ہوتی ہے اس سے مراد تاء زائدہ ہے جو کلمہ کے آخر میں زائد ہوتی ہے، جیسا کہ پنج گنج اور شریفیہ میں علامات تانیث کے اندر تصریح موجود ہے۔

**فائدہ**: کلیات ابی البقاء میں ہے کہ عرب مذکر کا نام رکھتے ہیں ایسے لفظ سے جس میں علامت تانیث ہے جیسے طلحۃ اور مذکر پر ایسے اسماء سے بھی نام رکھتے ہیں کہ وہ اصل میں مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے ہند: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لڑکے کا نام ہے، اور کبھی مؤنث کا نام ایسے لفظ سے رکھتے ہیں کہ وہ اصل میں مذکر کا نام ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (والعرب تسمّی المذكر بما فيه علامة التانيث كطلحة وبالاسماء التی هی للمؤنث فی الاصل نحو هند وكان لخديجة رضی الله عنها ابن يُسَمّىٰ هند بن هالة وتسمی



(تشریح)

المؤنث بالاسم المذكر كجعفر) کلیات ابی البقاء

**فائدہ**: تاء ساکنہ بھی تانیث کی علامت ہے، مگر وہ مختص ہے فعل کے ساتھ، وجہ اختصاص کی سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد اول میں یہ پیش کی ہے، (ومنها قيل انما اختصت تاء التانيث الساكنة بالفعل والمتحركة بالاسم لثقل الفعل وخفة الاسم والسكون اخف من الحركة فاعطى الاخف للاثقل والاثقل للاخف تعادلا بينهما) رہی یہ بات کہ فعل کیوں ثقیل ہے؟ تو بعضوں نے کہا ہے کہ فعل میں تین چیزیں ہوتی ہیں، (۱) زمانہ (۲) نسبت الی الفاعل (۳) معنی مصدری، لہذا فعل اسم سے ثقیل ہے، مگر سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد اول میں حوالہ ابن یعیش نحوی کا دیا ہے اور کہا ہے کہ فعل دو باتوں کی بناء پر ثقیل ہے اسم سے۔

(۱) اول یہ کہ اسم زیادہ ہے فعل سے، کیونکہ فعل بغیر اسم کے نہیں آسکتا بخلاف اسم کے، کہ وہ بغیر فعل کے بھی آسکتا ہے، لہذا جو چیز کلام میں زیادہ ہوتا ہے وہ استعمال کے اعتبار سے بھی زیادہ ہوتا ہے جب اسم کا استعمال زیادہ ہے تو بوجہ کثرۃ استعمال کے وہ خفیف ہے فعل سے۔

(۲) دوم یہ کہ فعل فاعل اور مفعول چاہتا ہے اور ان دونوں کے بغیر اس کو چارہ نہیں ہے جب فعل کو فاعل اور مفعول کے بغیر چارہ نہیں تو گویا کہ فاعل ومفعول فعل کے لئے جز کا درجہ رکھتے ہیں اور فعل ان دونوں سے مرکب ہے، بخلاف اسم کے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کا مقتضی نہیں، لہذا اسم بمنزلہ مفرد کے ہے اور مفرد خفیف ہوتا ہے مرکب سے۔

(والف مقصورہ) جاننا چاہئے کہ یہاں علامات تانیث میں مراد الف مقصورہ وممدودہ سے زائدہ ہے جیسا کہ پنج گنج وشریفیہ شرح کافیہ میں ہے لہذا الف مقصورہ والف ممدودہ زائدہ تانیث کی علامت ہے نہ کہ اصلی، ملاحظہ ہو عبارۃ شریفیہ کی (والالف ممدودة وهی عبارة عن الالف الزائدة التی تكون بعدها همزة نحو حمراء اومقصورة وهی عبارة عن الالف الزائدة التی لا تكون بعدها همزة نحو حُبْلٰی و بُشْرٰی فالالف التی فی رِداء وكِساء اوفی العصاء والرحٰی ليست علامة للتانيث)

لہذا بحث اعراب میں صاحب نحو میر نے اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی کے لئے مثال مُوسٰی کا دیا ہے وہ صحیح ہے، کیونکہ مُوسٰی کا الف اصلی ہے، نہ کہ زائد، تاکہ وہ غیر منصرف ہو اور اعراب اس کی حرکاتی تقدیری تبعی ہو جیسا کہ بعضوں کو وہم ہوا ہے۔

(تشریح)

**فائدہ :** شرح عصام علی الکافیہ میں ہے کہ الف ممدودہ کے بعد جو ہمزہ ہے یہی علامت تانیث ہے، نہ کہ الف، ملاحظہ ہو عبارۃ (او ممدوۃ ہو الالف الممدودۃ ما بعدہٗ ہمزۃ فیستفاد ان علامۃ التانیث الالف قبل الہمزۃ ولیس الامر کذالک فانّہا الف زائدۃ قبل المقصورۃ والہمزۃ ہی الالف المقصورۃ قلبت ہمزۃ لکونہا بعد الف زائدۃ عند سیبویہ وعند الاخفش غیر منقلبۃ عن شئ بل اصلیۃ وبالجملۃ علامۃ التانیث الہمزۃ لا الالف الآن یجعل وصف الہمزۃ بالممدودۃ تجوزا لکونہا سبب مد الف قبلہا ویجعل اطلاق الالف علیہا لانہا فی الاصل الف علی ما ہو مذہب سیبویہ او لان الالف اسم للمتحرک والساکن)

(بدلیل اُرَیْضَۃٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصل خود برد) یہاں مندرجہ ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) تصغیر اسم متمکن کا خاصہ ہے جیسا کہ ابن عقیل میں بحث تصغیر کے اندر کہا گیا ہے، لہذا فعل اور حرف نیز اسم غیر متمکن یہ چیزیں تصغیر نہیں ہو سکتے، جیسا کہ جامع الدروس جلد دوم میں بحث تصغیر میں اسکی تصریح موجود ہے، اور ابن عقیل میں بحث تصغیر کے اندر ہے کہ اسم مبنی کا مصغر ہونا شاذ ہے، لہذا بعض اسماء موصولہ واسماء اشارہ کا مصغر ہونا از قبیل شذوذ ہے، جیسے کے اَلَّذِیْ واَلَّتِیْ کا تصغیر اَللَّذَیَّا واَللَّتَیَّا ذکر کی جاتی ہے، اور اسم اشارہ یعنی ذا وتا کے تصغیر میں ذَیَّا وتَیَّا کہا جاتا ہے، نیز افعال میں سے فعل تعجب کا مصغر ہونا جیسے کے (مَا اُمَیْلِحَہٗ) شاذ ہے، جیسا کہ جامع الدروس اور تہذیب التوضیح جلد دوم میں کہا گیا ہے۔

(۲) تصغیر ثلاثی اور رباعی کے لئے آتی ہے لغت فصیح میں، لہذا خماسی کا مصغر ہونا ضعیف ہے، بوجہ ثقل کے جیسا کہ شرح النظام علی الشافیہ اور شروح الشافیہ میں کہا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ خماسی سے اگر تصغیر اور جمع تکسیر کو بنایا جائے تو حرف خامس حذف ہوتا ہے جیسا کہ شرح النظام اور الاشباہ و النظائر جلد دوم میں کہا گیا ہے، مثلا جحمرش سے تصغیر جُحَیْمِرٌ آتی ہے اور جمع تکسیر اس کا جحامِرُ آتی ہے۔

(۳) تصغیر شی کو اپنے اصل کی طرف رد کرتی ہے اگر اس کیلئے اصل ہے اور نیز سبب ابدال کا بھی دور ہو جیسے کے (بَابٌ ونَابٌ ومِیْزَانٌ ومُوْقِظٌ) شرح نُقرہ کار بر شافیہ میں ہے کہ اصل مذکورہ الفاظ کا (بَوَبٌ ونَیَبٌ ومِوْزَانٌ ومُیْقِظٌ) ہے، بَوَبٌ ونَیَبٌ میں قال و باع کے قانون سے (واو ویا) الف سے بدل گئے اور مِوْزَانٌ میں واو مِیْعَادٌ



(تشریح)

کے قانون سے یا ہوا اور مُیْقِظٌ میں یُوْسَرُ کے قانون سے حرف یا واو سے تبدیل ہوگئی۔

جب مذکورہ بالا الفاظ سے تصغیر بنا کی گئی تو (بُوَیْبٌ و نُیَیْبٌ و مُوَیْزِیْنٌ مُیَیْقِظٌ) ہو گئے یعنی اسم مکبر میں جو حرف مدہ تھا وہ تصغیر بنانے کے وقت رد ہوا اپنے اصل کی طرف، مثلا (بابٌ) میں الف بدل ہے واو سے، تو تصغیر بنانے کے وقت یہ مدہ رد ہوتا ہے اپنے اصل کی طرف جو کہ واو ہے اسی طرح (نابٌ) میں الف بدل ہے یا سے، اس کا اصل یا ہے لہذا تصغیر بنانے کے وقت رد ہوتا ہے اپنے اصل کی طرف، جو کہ یا ہے اسی پر قیاس کیا جائے (مِیْزَانٌ ومُوْقِظٌ) کو، اور حرف مدہ مذکورہ کی رد اصل کی طرف اس لئے ہوتا ہے کہ جس قانون سے حرف علت تبدیل ہوئی ہے اس قانون کا شرط تصغیر بنانے کے وقت مفقود ہے، لہذا جب سبب تبدیل کا دور ہوا تو مذکورہ اشیاء بوقت تصغیر کے اپنے اصل کی طرف رد ہو گئے۔

جب یہ تفصیل ذہن نشین ہوئی، تو اب نحو میر کی مندرجہ ذیل عبارۃ کا فہم آسان ہے یعنی (بدلیل اُرَیْضَۃٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصل خود برد) مذکورہ تقریر میں کہا گیا کہ بوقت تصغیر کے سبب تبدیل دور ہو، اگر وہ سبب تصغیر کی بنا کے وقت بھی موجود ہو تو تصغیر سے شی اپنے اصل کی طرف رد نہیں ہوتی جیسا کہ شافیۃ اور اسکی شرح نُقرہ کار میں کہا گیا ہے مثال جیسے کے (اُدَدٌ) اصل میں وُدَدٌ ہے واو کو ہمزہ سے بدلا گیا، ہو گیا (اُدَدٌ) مگر جس قانون سے واو ہمزہ سے تبدیل ہوئی ہے اس قانون کا شرط تصغیر کے وقت بھی موجود ہے لہذا ہمزہ بوقت تصغیر کے اپنے اصل کی طرف رد نہیں ہوتا ہے، لہذا مذکورہ اسم مکبر سے اگر تصغیر بنا کی جائے تو تصغیر اس کی (اُدَیْدٌ) آتی ہے، نیز ماقبل میں کہا گیا تھا کہ اگر حرف مدہ کے لئے اصل ہے تو اپنے اصل کی طرف لوٹتا ہے، اور اگر حرف مدہ کے لئے اصل نہیں ہے جیسے ضَارِبٌ میں الف ہے، تو یہ الف بوقت بناء تصغیر واو سے بدل جاتا ہے کیونکہ تصغیر بنانے کے وقت اس کو حرکت دینا ہے مگر اس کے لئے کوئی اصل نہیں کہ اس کی طرف رد ہو، لہذا مناسب یہ ہے کہ یہ الف واو سے تبدیل ہو کیونکہ تصغیر میں حرف اول پر ضمہ آتا ہے اور ضمہ کے مناسب واو ہے لہذا (ضَارِبٌ وضَارِبَۃٌ) کا الف تصغیر کے وقت واو سے بدل جاتا ہے (شرح النظام)

(۴) مؤنث سماعی یعنی وہ اسم مؤنث جو علامت تانیث سے ظاہرا خالی ہے اور ہے ثلاثی، تو ایسے اسم مکبر سے جب تصغیر بناء کی جائے اس کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ وہ تاء مقدرہ جو لفظا حذف ہے، تصغیر کے وقت ظاہر ہوتی ہے جیسے کے اَرْضٌ یہ مکبر ہے، تصغیر اس کی اُرَیْضَۃٌ آتی ہے جب تصغیر میں تاء ظاہر ہوئی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا مکبر مؤنث ہے اور اس میں بھی تاء ہے ورنہ تصغیر میں ظاہر نہ ہوتی، الکفایہ فی النحو میں ہے کہ (وتاء التانیث الطاہرۃ تثبت ابدا

(تشریح)

اذلا مانع والمقدره تظهر فی الثلاثی کیلا تجمع فرعیتان التصغیر والتقدیر کَأُرَیْضَةٌ...الخ) یاد رہے کہ اسم مصغر فرع ہے اس کا اصل اسم مکبر ہے نیز تقدیر فرع ہے ذکر اس کا اصل ہے لہذا اَرْضٌ کی تصغیر میں اگر تاء ظاہر نہ ہوتو دو فرع جمع ہوں گے اول تصغیر اور دوم تقدیر اور یہ اچھا نہیں ہے لہذا اَرْضٌ کی تصغیر میں تاء ظاہر ہوتی ہے اور اسی اوپر والے قاعدے پر یعنی کہ مؤنث سماعی میں بوقت تصغیر کی تاء ظاہر ہوتی ہے ،مندرجہ ذیل عبارۃ مبنی ہے یعنی (اَرْضٌ کہ دراصل اَرْضَةٌ بودہ است بدلیل اُرَیْـضَةٌ) مگر یاد رہے کہ مؤنث سماعی اگر رباعی ہے تو اسکی تصغیر میں تاء ظاہر نہیں ہوتی ،جیسا کہ الکفایه فی النحو میں ہے کہ (ولا تظهر فیما جاوزه استثقالا کَعُقَیْرِبٍ) یعنی مؤنث سماعی میں جب حروف تین سے متجاوز ہوں تو تصغیر میں تاء ظاہر نہیں ہوتی ہے جیسے کہ (عقرب) کہ اس کی تصغیر (عُقَیْرِبٌ) آتی ہے بلا اظہار تاء تانیث کے ،میر سید شریف نے شرح کافیه میں کہا ہے کہ حرف رابع مؤنث سماعی میں قائم مقام ہے تاء تانیث کا ،لہذا ظہور تاء نہیں ہوتی ،شرح انموذج میں ہے کہ مؤنث سماعی کے تصغیر میں جو تاء ظاہر ہوتی ہے اور وہ دلیل ہوتی ہے مکبر کے مؤنث ہونے پر یہ رباعی میں نہیں ہوتی ہے ،ملاحظہ ہو عبارۃ (فان التاء التی تظهر فی المصغر تدل علی ان المکبر مؤنث وهذا الدلیل انما یکون فی الثلاثی لا فی الرباعی)

__فائده__ : عبدالرحیم صفی پوری نے ضرورة الادیب میں لکھا ہے کہ علامات تانیث میں سے فقط (تاء) مقدر ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (ولا یقدر من جملة العلامات الا التاء لان وضعها علی العروض والانفکاک فیجوز ان تحذف لفظا وتقدر معنی بخلاف الالف) نیز رضی میں ہے کہ (ولا یقدر غیرها لان وضعها علی العروض والانفکاک فیجوز ان تحذف وتقدر)

__فائده__: مؤنث سماعی کی پہچان کے متعلق ابن عقیل جلد دوم میں کہا گیا ہے کہ (وَیُسْتَدَلُّ علی تانیث مالا علامة فیه ظاهرة من الاسماء المؤنثة بعود الضمیر الیه مؤنثا نحو الکَتِفُ نَهَشْتُهَا والعین کَحَلْتُهَا وبما اشبه ذالک کوصفه بالمؤنث نحو اکلتُ کتفا مَشْوِیَّةً وکرد التاء الیه فی التصغیر)

__فائده__ : الفیه اور اس کی شروح میں ہے کہ جمع تکسیر بھی شئی کو اصل کی طرف رد کرتی ہے ملاحظہ ہو عبارۃ ابن عقیل کی (والتکسیر فیما ذکرناه کالتصغیر فتقول فی باب اَبْوَابٌ وفی نَاب اَنْیَابٌ وفی ضَارِبَة ضَوَارِبُ) اور اشمونی میں ہے کہ (یعنی انّه یجب لجمع التکسیر من ردالثانی الی اصله ما وجب للتصغیر فیقال



(تشریح)

فی نَابٌ وبَابٌ ومیزانٌ اَنْیَابٌ واَبْوَابٌ و موازینٌ ...الخ) نیز اشمونی میں ہے کہ (تنبیه هذاالحکم فی التکسیر الذی یتغیر فیه الاول امامالا یتغیر فیه فیبقی علی ما هو علیه نحو قِیْمَةٌ وقِیَمٌ ودِیْمَةٌ ودِیَمٌ)

جاننا چاہئے کہ جمع تکسیر اور تصغیر بہت سے احکام میں شریک ہیں ،شرح المکودی میں ہے کہ (لانهما کما قال سیبویه من واد واحد ولاشتراکهما فی مسائل کثیرة یاتی ذکرها)

اور ابن الانباری نے اسرار العربیه میں باب تصغیر کے اندر کہا ہے کہ (فان قیل فلم حمل التصغیر علی التکسیر ومن این زعمتم انهما من واد واحد قیل انما حمل التصغیر علی التکسیر لانه یغیر اللفظ والمعنی کما ان التکسیر یغیر اللفظ والمعنی الا تری انک اذاقلت فی تصغیر رَجُلٌ رُجَیْلٌ ،انک قد غیّرت لفظه بضم اوله وفتح ثانیه وزیادة یاء ساکنه ثالثة وغیرت معناه لانک نقلته من الکبر الی الصغر کما انک اذا قلت فی تکسیره رِجَالٌ غیّرت لفظه بزیادة الالف وفتح ما قبلها وغیّرت معناه لانک نقلته من الافراد الی الجمع ولهذا المعنی قلنا انهمامن واد واحد)

__فائده__: تاء ملفوظه کے متعلق مزید تحقیق کے لئے شرح الفیه ابن الناظم کو دیکھا جائے نیز کتاب موسوعه میں باب التاء کے اندر اس کی اقسام کو وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لہذا اقسام تاء کے لئے کتاب موسوعه کو دیکھا جائے اور جامع الدروس جلد اول کے اندر بحث علامات تانیث میں بھی اس موضوع پر کلام کیا گیا ہے لہذا بوقت ضرورت مذکورہ کتابوں کو دیکھا جائے۔

__فائده__: جامع الدروس جلد اول بحث مذکر ومؤنث میں ہے کہ جو اوصاف خاص ہیں مؤنث کے ساتھ ان کے ساتھ تاء لاحق نہیں ہوتی ہے ،الّا سماعا جیسے کے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں (حَائِضٌ ،طَالِقٌ ،ثَیِّبٌ ،مُطْفِلٌ) لہذا مذکورہ الفاظ میں (حَائِضَةٌ ،طَالِقَةٌ ،ثَیِّبَةٌ ،مُطْفِلَةٌ) نہیں کہا جائے گا ،اور کتاب مذکورہ میں ہے کہ (وسُمِعَ مُرْضِعَةٌ قال تعالی یوم تذهل کل مرضعة عما ارضعت)

اور حاشیه صبان جلد رابع کے اندر بحث تانیث میں ہے کہ (اماالصفات المختصّة بالمؤنث فالغالب ان لاتلحقها التاء ان لم یقصد فیها معنی الحدوث کحائض وطالق ومرضع لعدم الحاجة بامن اللبس فان قصد معنی الحدوث فالتاء لازمة کحضت فهی حائضة وطلقت فهی طالقة وقد تلحقها التاء

(تشریح)

وان لم یقصد الحدوث کذا فی التسهیل وشرحه والرضی وتصرف البعض فیه بما کدره)

**فائده** : انموذج اوراس کی شرح بحث مذکر ومؤنث میں ہے کہ بعض ایسے اسماء ہیں کہ ان میں مذکرومؤنث برابر ہیں ملاحظہ ہو عبارۃ شرح انموذج کی (اقول من الاسماء التی یستوی فیه المذکر والمؤنث فَعُوْلٌ کَحَلُوْب وبَغِیّ فانه یقال رجل حلوب وبغی ای حالب وباغ بمعنی زانٍ وامرأۃٌ حَلُوْبٌ وبَغِیٌّ ای حالبة و باغیة بمعنی زانیة واصل بغی بغوی قلبت الواو یاء وأُدغمت الیاء فی الیاء وکسر ما قبلها وفعیل بمعنی مفعول کقتیل وجریح فانه یقال رجل قتیل وجریح ای مقتول ومجروح وامرأۃ قتیل وجریح ای مقتولة ومجروحة وانما قال فی الفَعِیْلِ بمعنی المفعول لانه اذا کان بمعنی الفاعل یجب الحاق التاء فی المؤنث نحو امرئة قتیلة وجریحة ای قاتلة وجارحة وانما قلنا ان قوله بمعنی المفعول قید فی الفعیل لا قید فی الفعول لان مذهب المصنف ان فعولا لا یکون الا بمعنی الفاعل وهو الحق)

**فائده** :الاشباه والنظائر جلد دوم میں باب التانیث کے اندر کہا گیا ہے کہ اسماء تذکیر وتانیث کے اعتبار سے چار قسم پر ہے، ملاحظہ ہو عبارۃ (فی تذکرۃ ابن الصائغ الاسماء اربعة اقسام مذکر لفظا و معنی کزید ومؤنث لفظا ومعنی کفاطمة ومختلفان کزینب وطلحة) یاد رہے کہ زینب مؤنث کا نام ہوتا ہے اور طلحہ مذکر کا، لہذا زینب لفظا مذکر ہے کیونکہ لفظا اسمیں علامت تانیث کا نہیں ہے مگر معنی مؤنث ہے اس لئے کہ یہ لفظ مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے بخلاف طلحہ کے کہ یہ لفظا مؤنث ہے کیونکہ اسمیں علامت تانیث لفظا موجود ہے مگر معنی مذکر ہے اس لئے کہ یہ لفظ مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

**فائده**: زجاجی نے کتاب الجمل میں کہا ہے کہ افعال تمام مذکر ہیں حروف مذکر ومؤنث دونوں ہوتے ہیں اور اسماء میں اصل تذکیر ہے تانیث بعد میں ان پر داخل ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارت جمل کی (اقسام الکلام ثلاثة اسماء وافعال وحروف معان فاما الافعال فمذکرۃ کلها وانما تلحقها علامة التانیث دلالة علی تانیث الفاعل فی قولک قامتْ هندٌ وحرجت فاطمة واماالحروف فتذکر و تؤنث تقول هذه الفٌ وهذه یاءٌ وهذا الفٌ وهذا یاءٌ ......الخ) اور بعد میں کہا ہے کہ (وانما المقصود با لتذکیر والتانیث الاسماء فاصل



(تشریح)

الاسماء التذکیر والتانیث داخل علیها الا تری ان الشیٔ مذکر وقد یقع علی کل ما اُخْبِرَ عنه فتقول قائمٌ وقائمة وذاهبٌ وذاهبةٌ فتُدْخِلُ التانیث علی التذکیر)

**فائده** :ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول میں کہا ہے کہ مذکر اصل ہے اور مؤنث اس کی فرع ہے ان دلائل میں سے جو علامہ نے اس موضوع پر قائم کئے ہیں، ایک دلیل یہ ہے کہ مؤنث کی فرعیت کی علامت یہ ہے کہ وہ محتاج ہوتا ہے علامت کی طرف بخلاف مذکر کے کہ وہ محتاج نہیں ہوتا ہے کسی علامت کی طرف، جیسا کہ نکرہ اصل ہے اور معرفہ اس کی فرع ہے اس لئے کہ نکرہ محتاج نہیں ہوتا ہے کسی علامت کی طرف، لہذا یہ اصل ہے بخلاف معرفہ کے کہ وہ محتاج ہوتا ہے علامت کی طرف، لہذا یہ فرع ہے۔

**فائده** : مؤنث سماعی کی تحقیق کہ کونسا لفظ مؤنث سماعی ہے اور کونسا نہیں اس پر اولا زجاجی کی کتاب الجمل بحث مذکر و مؤنث ملاحظہ ہو ثانیا اس موضوع پر مندرجہ ذیل رسائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ابن حاجب نے اشعار میں اس موضوع پر کلام کیا ہے جو کافیہ کے آخر میں ملحق ہیں۔

(۲) ابن حاجب کے استاد ابن کمال باشاہ نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے یہ رسالہ بھی کافیہ کے بعض نسخوں کے آخر میں ملحق ہے

(۳) عبدالرحیم الصفی پوری نے بھی اس موضوع پر ضرورۃ الادیب کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جو بہت مفید ہے یہ بھی کافیہ کے بعض نسخوں کے آخر میں ملحق ہے۔

**فائده** : سیوطی نے الاشباه والنظائر جلد دوم میں باب التانیث کے اندر کہا ہے کہ فرّا نے تانیث کی پندرہ علامات بتلائی ہیں، آٹھ اسم کے اندر، چار فعل کے اندر اور تین حرف کے اندر، ملاحظہ ہو عبارت (فائدة: علامات المؤنث قال ابن الدهان فی الغرۃ قال الفراء للمؤنث خمس عشرۃ علامة ثمان فی الاسماء واربع فی الافعال وثلاث فی الادوات فثلاث فی الاسماء الهاء والالف الممدودة والمقصورۃ والرابعة تاء الجمع فی الهندات والخامسة الکسرۃ فی انتِ والسادسة النون فی انْتُنَّ وهُنَّ والسابعة التاء فی اخت و بنت والثامنة الیاء فی هذی والتی فی الافعال التاء الساکنة فی قامت والیاء فی تفعلین

(تشریح)

والکسرة فِی قُمْتِ والنون فی فَعَلْنَ والتی فی الاَدَوَات التاء فی اُبَت وثُمَّت ولات والهاء فی هیهات والهاء والالف فی قولک انها هند قائمة...الخ)

نیز کلیات ابی البقاء میں مذکورہ پندرہ علامات تانیث کوفراء کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

﴿ نحومیر ﴾

بدانکہ مؤنث بردوقسم است حقیقی ولفظی حقیقی آنست کہ بازائے اوحیوانے مذکر باشد چون امرأةٌ کہ بازائے او رجلٌ است وناقةٌ کہ بازائے او جملٌ است ولفظی آنست کہ بازائے اوحیوان مذکر نہ باشد چون ظلمةٌ و قوةٌ۔

طرز المبتدی

(قولہ بدانکہ مؤنث بر دو قسم است ) یہاں سے مؤنث کی تقسیم باعتبار حقیقی ولفظی کے ہے لہذا مؤنث دوقسم پر ہے، اوّل حقیقی دوم لفظی

اول حقیقی یعنی مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں کوئی مذکر ہو حیوان میں سے ، پھر عام ہے کہ اس کے اندر علامت تانیث کالفظا موجود ہو جیسے ضاربةٌ یا کہ موجود نہ ہو جیسے زینبُ وھِندٌ

دوم لفظی یعنی مؤنث لفظی وہ ہے جس کے مقابلہ میں کوئی مذکر نہ ہو حیوان میں سے ، پھر عام ہے کہ اس کے اندر علامت تانیث لفظا موجود ہو جیسے ظُلْمَةٌ وقُوَّةٌ یا کہ موجود نہ ہو جیسے عَیْنٌ

فائدہ: ظلمةٌ اور قوةٌ کے مقابلہ میں روشنی اور ضعف ہے مگر یہ چیزیں حیوان نہیں لہذا ظلمةٌ و قوةٌ مؤنث حقیقی نہیں ہیں۔

(تشریح)

( حقیقی ولفظی )شرح عصام علی الکافیه میں ہے کہ یہ تقسیم مذکر میں بھی ہوتی ہے مگر چونکہ اس کے ساتھ مسائل نحویه کا تعلق نہیں ہے لہذا اس کو تقسیم نہیں کرتے ہیں۔

(حیوان مذکر ) جاننا چاہئے کہ مذکر سے مراد وہ چیز ہے جو متصف ہو ذکورة کیساتھ ،لہذا مؤنث حقیقی میں (نخلة) یعنی کھجور بھی داخل ہوا، کیونکہ اس کے مقابل میں نر کھجور ہے جیسے کے کہا جاتا ہے (نخلة ذکر لما لم تثمر ونخلة انثی للمثمرة) مگر چونکہ مذکر سے حیوان مذکر مراد ہے تو کھجور وغیرہ نکل گئے کیونکہ نر کھجور حیوان نہیں ہے۔



(تشریح)

جاننا چاہئے کہ مذکورہ تحقیق شرح عصام علی الکافیه سے منقول ہے اسی طرح غایة التحقیق میں بھی ہے ملاحظہ ہو عبارت غایة التحقیق کی (وانما قال فی الحیوان احتراز عن الانثیٰ من النخل لان بازائه ذکر منها وتانیثه غیر حقیقیٌ) مزید تحقیق کے لئے شرح عصام علی الکافیه کو دیکھا جائے۔

فائدہ: شریفیه شرح کافیه میں ہے کہ یہاں مؤنث لفظی مقابلہ میں مؤنث حقیقی کے ہے اور بحث غیر منصرف میں مؤنث لفظی مؤنث معنوی کے مقابلہ میں ہے اور مؤنث معنوی وہ ہے جس کے اندر تاء تانیث کا مقدر ہو پھر عام ہے کہ مؤنث حقیقی ہو جیسے ھِنْدٌ یا کہ غیر حقیقی ہو جیسے عَیْنٌ وعَقْرَبٌ اور غیر منصرف کے بحث میں مراد لفظی سے وہ مؤنث ہے جس کے اندر تاء تانیث ملفوظ ہے پھر عام ہے کہ مؤنث حقیقی ہو جیسے اِمْرَأةٌ ونَاقَةٌ یا غیر حقیقی ہو جیسے ظُلْمَةٌ.

﴿ نحومیر ﴾

بدانکہ اسم بر سہ صنف است. واحد ومثنی ومجموع، واحد آنست کہ دلالت کند بر یکے چون رَجُلٌ ومثنی آنست کہ دلالت کند بر دو بسبب آن کہ الف یائی ماقبل مفتوح ونون مکسورہ بآخرش پیوندد چون رَجُلَانِ و رَجُلَیْنِ ومجموع آنست کہ دلالت کند بر بیش از دو بسبب آن کہ تغیری در واحدش کردہ باشند لفظا چون رِجَالٌ یا تقدیرا چون فُلْکٌ کہ واحدش نیز فُلْکٌ است بر وزن قُفْلٌ وجمعش ہم فُلْکٌ بروزن اُسُدٌ.

(طرز المبتدی)

(قولہ بدانکہ اسم بر سہ صنف است ) یہ تیسری تقسیم ہے اسم کی جو واحد تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے ہے یعنی اسم تین قسم پر ہے (۱) واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع

اول: واحد وہ اسم ہے جو ایک پر دلالت کرے جیسے رَجُلٌ (ایک مرد)

دوم: مثنی باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی دو کیا ہوا مصدر اسکا تثنیہ آتا ہے بمعنی دو کرنا اصطلاح میں تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اس سبب سے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسور بحالت رفع یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور بحالت نصب وجر لاحق ہوں جیسے رَجُلَانِ (دومرد) یہ حالت رفعی کی مثال ہے اور رَجُلَیْنِ (دومرد) یہ حالت نصبی وجری کی مثال ہے دونوں کا مفرد رَجُلٌ ہے۔

(طرز المبتدی)

**فائدہ:** تثنیہ کے تعریف میں لفظ (آخرش) میں جو حرف شین ہے یہ فارسی زبان میں ضمیر ہے یہاں مفرد کی طرف لوٹتی ہے، یعنی الف ونون مکسور یا کہ یاونون اس کے مفرد کے آخر میں لاحق ہوں جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ و رَجُلَیْنِ

**سوم:** مجموع یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب منع سے بمعنی جمع کیا ہوا، اصطلاح میں جمع وہ لفظ ہے جو دو سے زائد پر دلالت کرے اس سب سے کہ اس کے واحد میں کوئی تغیر کر دیا جائے وہ تغیر لفظاً ہو جیسے رِجَالٌ کہ واحد اس کا رَجُلٌ ہے، یا کہ تقدیراً ہو جیسے فُلْکٌ بمعنی بہت کشتیاں کہ اس کا واحد بھی فُلْکٌ ہے، اب یہاں جمع اور مفرد کی شکل میں کچھ فرق نہیں ہے، فرق صرف فرضی اور اعتباری ہے، وہ یہ کہ جمع کی صورت میں ہم کہیں گے کہ یہ اُسُدٌ کے وزن پر ہے اور اُسُدٌ یہ جمع ہے اَسَدٌ بفتحتین کی ہے بمعنی شیر اور مفرد کی صورت میں ہم کہیں گے کہ یہ قُفْلٌ کے وزن پر ہے اور قُفْلٌ کا معنی ہے تالہ۔

**فائدہ:** رِجَالٌ کہ اس کا واحد رَجُلٌ ہے اس واحد کے لفظوں میں تغیر یوں کیا گیا ہے کہ را کو کسرہ دیا گیا اور جیم کو فتح اور اس کے بعد ایک الف زائد کیا گیا رِجَالٌ ہو گیا۔

(تشریح)

(مثنی آنست که دلالت کند بر دو بسبب آنکه) صاحب نحو میر نے لفظ (سبب) کو اضافہ کیا، اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ یہ دلالت بسبب اس زیادتی کے ہے جو اس کے مفرد کے آخر میں ہوتی ہے اور اس زیادتی کے لفظ کو تثنیہ اور جمع کے تعریف میں نحاۃ صراحۃً ذکر کرتے ہیں

ملاحظہ ہو عبارت ابن عقیل کی جلد اول میں بحث معرب کے اندر (وحدُہ لفظ دال علی اثنین بزیادة فی آخره)

اور بزیادۃ میں حرف با سبب کے لئے ہے، معنی ہوگا (ای بسبب زیادة فی آخره)

**فائدہ:** صاحب نحو میر نے جو تعریف تثنیہ کے لئے ذکر کیا ہے یہ تعریف جہاں صادق آوے وہ تثنیہ حقیقی کہلاتا ہے، اور اگر کوئی لفظ دو پر تو دلالت کر رہا ہے اور اس کی شکل بھی بشکل تثنیہ کے ہے، مگر اس کے لئے مفرد نہیں جیسے اثنان یا اثنتان یا دو پر دلالت کر رہا ہے مگر صورت اس کی تثنیہ کا نہیں جیسے کے کِلَا و کِلْتَا تو ان دونوں صورتوں میں وہ لفظ ملحق بالتثنیہ کہلاتا ہے نہ کہ تثنیہ حقیقی جیسا کہ ابن عقیل میں ہے (فما لا یصدق علیه حد المثنیٰ مما دل علی اثنین بزیادة او شِبْهِهَا فهو ملحق بالمثنیٰ فکلا و کلتا واثنان واثنتان ملحقة بالمثنی لانها لا یصدق علیها



(تشریح)

حد المثنی) مزید تحقیق کے لئے ابن عقیل کی حاشیہ منحۃ الجلیل ملاحظہ ہو۔

(ومجموع) جمع کا دوسرا نام ہے البتہ جمع مشہور ہے اور مجموع غیر مشہور ہے جیسا کہ شرح عصام علی الکافیہ میں ہے (اختاره علی الجمع الاشهر تنبیها علی ماخَفِیَ مِنْ اِسْمِهِ) (یاتقدیرا چون فُلْکٌ که واحد ش نیز فُلْکٌ ست) شریفیہ میں صاحب نحو میر نے کہا ہے کہ (فُلْکٌ جمع تارة ومفرد اُخریٰ وفیهما تغیر تقدیری اذضمة فلک علی تقدیر کو نه مفرداً ضمة قُفْل وعلی تقدیر کو نه جمعاً ضمة اُسُد) اور حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ (او تقدیرا کفلک فانه یُسْتَعْمل فی المفرد والجمع بلفظ واحد لکن ان جَعلته جمعا فضمة اوله کضمة اُسُدْ وان جعلته مفردا فضمته کضمة قفل والتغیر امر اعتباری لانه یقدر زوال الضمة الکائنة فی الواحد وتَبدلّهابضمة مشعرة بالجمع عند سیبویه)

**فائدہ** : حاشیہ ابی النجا میں بحث اعراب میں ہے کہ تغیر تقدیری کے وقت مفرد و جمع کے درمیان مندرجہ ذیل چیزوں سے فرق ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (ویعرف الجمع من المفرد بالضمیر او بالنعت او بغیر ذالک فتقول فلک سائرة للمفرد وفلک سائرات للجمع واشتریته ان کان مفردا واشتر یتهن ان کان جمعا)

**فائدہ** : متوسط کے حاشیہ میں بحث جمع کے اندر ہے کہ بعضوں نے فلک کو مفرد شمار کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ جمع ہے ملاحظہ ہو عبارت (لان الصحیح انه جمع وان زعم بعضهم انه مفرد والذین قالوا انه جمع یقدرون الضمة التی فی الجمع کالضمة فی الاسدو الضمة التی فی المفرد کالضمة التی فی قفل)

**تنبیہ** : صاحب نحو میر نے جمع کی جو تعریف کی ہے کہ (ومجموع آنست کہ دلالت کند بر بیش از دو بسبب آنکہ تغیری درواحدش کردہ باشند) یہ مذکورہ تعریف جمع تکسیر و تصحیح دونوں کی ہے لہذا نحو میر کی مندرجہ ذیل عبارت کہ (تغیری درواحدش کردہ باشند) یہ تغیر جمع تکسیر کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اس میں جمع تصحیح بھی داخل ہے درحقیقت یہ عبارت ترجمہ ہے اس عبارۃ کا جس کو ابن حاجب نے کافیہ کے اندر جمع کی تعریف میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ (المجموع مادل علی آحاد مقصودة بحروف مفردة بتغیر ما) فاضل عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (قال الرضی لایخرج بقوله بتغیر ماجمعا السلامة فانه کفیٰ تغیر مافیهما من کون الواو والنون والالف والتاء من تمام

## (تشریح)

الاسم یعنی کفیٰ لتغییر انتقال المفرد من الاستقلال الی الجزئیة) اوررضی میں عبارت یہ ہے (ودخل فی قوله تغییر ما جمعا السلامة لان الواو والنون فی آخر الاسم من تمامه وكذا الالف والتاء فتغیرت الكلمة بهذه الزیادات الی صیغة اخری) البتہ اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ پھر تو جمع تصحیح کی تعریف جمع تصحیح کے دونوں قسموں پر صادق نہیں آئے گا کیونکہ ان کی تعریف میں ہے کہ ان میں وزن واحد کا متغیر نہیں ہوتا اس سوال کو فاضل عصام نے شرح کافیہ میں ذکر کیا ہے اور اس اشکال کا جواب بھی دیا ہے عبارت ملاحظہ ہو (لكن يشكل حینئذ شمول تعریف جمع الصحیح علیهما لانه عرف بمالم یتغیر فیه بناء الواحد ویمكن ان یفرق بین بناء الواحد وتغیر الواحد فان الواحد یتغیر باالانتقال من الاستقلال الی الجزئیة ولا یتغیر بناؤه وصیغته) اورغایۃ التحقیق میں تغیر کے متعلق کہا گیا ہے کہ (ثم التغیر اما بزیادة كما فی نوعی الجمع الصحیح وكما فی نحو رجال فی رجل واحجار فی جمع حجر او نقصان كتب فی جمع كتاب اوتغیر هیئة ای حركة كأُسْدٌ فی اَسَدٌ الخ)

<u>فائدہ</u>: جمع تکسیر کے واحد میں جن طرف سے تغیر واقع ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل چھ ہیں جیسا کہ شیخ خالد ازھری نے آجرومیہ کی شرح میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو عبارت

(۱)(والمراد بجمع التكسیر ما تغیر فیه بناء مفرده وهو ستة اقسام الاول التغییر بالزیادة علی المفرد من غیر تغییر شكل نحو صنو صنوان الثانی التغییر بالنقص عن المفرد من غیر تغییر شكل نحو تخمة وتخم الثالث التغییر بتبدیل الشكل من غیر زیادة ولا نقص نحو اسد واُسد الرابع التغییر بالزیادة علی المفرد مع تغییر الشكل كرجل ورجال الخامس التغییر بالنقص عن المفرد مع تغییر الشكل كَرَسُوْل ورسل السادس التغییر بالزیادة والنقص مع تغییر الشكل نحو غلام وغلمان) آخیرصورت میں زیادۃ تو یوں ہے کہ میم کے بعد الف زیادہ کیا گیا ہے اور نقص اس طرح ہے کہ غلام میں جو الف ہے وہ جمع میں حذف ہوا ہے۔



## ﴿نحومیر﴾

بدانکہ جمع باعتبار لفظ بر دو قسم ست جمع تکسیر و جمع تصحیح جمع تکسیر آنست کہ بنائی واحد درو سلامت نباشد چون رِجَالٌ ومَسَاجِدُ وابنیہ جمع تکسیر در ثلاثی بسماع تعلق دارد و قیاس را درو مجالی نیست اَمَّا در رباعی و خماسی بروزن فَعَالِلُ آید چون جَعْفَرٌ وجَعَافِرُ وجَحْمَرِشٌ وجَحَامِرُ بحذف حرف خامس و جمع تصحیح آنست کہ بنائی واحد درو سلامت ماند وآن بر دو قسم ست جمع مذکر و جمع مؤنث جمع مذکر آنست کہ واوی ماقبل مضموم یا یائی ماقبل مکسور ونون مفتوح در آخرش پیوند چون مُسْلِمُوْنَ ومُسْلِمِيْنَ و جمع مؤنث آنست کہ الفے با تاءے باخرش پیوند چون مُسْلِمَاتٌ)

## (طرز المبتدی)

(قولہ بدانکہ جمع باعتبار لفظ بر دو قسم ست) اس سے پہلے جمع کی تعریف کا ذکر تھا اب یہاں سے صاحب نحومیر جمع کی تقسیم کو ذکر فرما رہے ہیں پس جمع باعتبار لفظ یعنی اس اعتبار سے کہ واحد کا وزن جمع میں باقی ہے یا نہیں دو قسم پر ہے جمع تکسیر اور جمع تصحیح جمع تکسیر وہ ہے کہ واحد کا وزن اس میں محفوظ نہ رہے جیسے رِجَالٌ اور مَسَاجِدُ

<u>فائدہ</u>: جمع تکسیر کو اس لئے تکسیر کہتے ہیں کہ تکسیر کا لغت میں معنی ہے تغیر اور جمع تکسیر میں بھی وزن واحد کا متغیر ہوتا ہے مثلاً رِجَالٌ مفرد اس کا رَجُلٌ ہے اور اس مفرد کا وزن جمع میں باقی نہیں کیونکہ حرف را مفرد میں مفتوح ہے نیز مفرد میں الف نہیں مگر جمع میں ہے لہذا را پر کسرہ اور جیم پر فتح اور اس کے بعد الف آ جانے سے واحد کا وزن سلامت نہیں اسی طرح مَسَاجِدُ مفرد اس کا مَسْجِدٌ ہے جمع میں وزن مفرد کا سلامت نہیں۔

<u>فائدہ</u>: جمع تکسیر و جمع تصحیح اور جمع قِلّت میں (بناء وابنیہ) کے جو الفاظ ہیں اول یعنی بناء بمعنی وزن اور ابنیہ بروزن اَفْعِلَةٌ جمع بناء کی ہے بمعنی اوزان۔ (قولہ وابنیہ جمع تکسیر در ثلاثی بسماع تعلق دارد) یعنی ثلاثی میں جمع تکسیر کے اوزان سننے سے تعلق رکھتے ہیں قیاس کو اس میں بالکل دخل نہیں لہذا ثلاثی میں جمع تکسیر کے وزن کے لئے کوئی ضابطہ نہیں جس کی وجہ سے اوزان جمع تکسیر کو بنائے جا سکے بلکہ سماع عرب پر ان کا دارمدار ہے

(قولہ امادر رباعی وخماسی بروزن فَعَالِلُ آید) یعنی رباعی و خماسی میں جمع تکسیر کے لئے قیاس وقانون ہے کہ وہ فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے جیسے جَعْفَرٌ سے جَعَافِرُ اور جَحْمَرِشٌ سے جَحَامِرُ پانچویں حرف کے حذف کرنے کے ساتھ۔

## (طرز المبتدی)

**فائدہ**: خماسی سے بوقت جمع تکسیر کے حرف خامس کو اس لئے حذف کرتے ہیں کہ کلمہ ثقیل بنتا ہے

**(قولہ وجمع تصحیح آن ست کہ بنائے واحد درو سلامت ماند)** تصحیح باب تفعیل کا مصدر ہے لغت میں درست رکھنے کے معنی میں ہے اصطلاح میں اس جمع کو کہتے ہیں جس میں واحد کا وزن درست رہے البتہ صرف آخر میں واو نون یا یا و نون اور الف تاء بڑھا دی جائے پھر جمع تصحیح دو قسم پر ہے اول جمع مذکر دوم جمع مؤنث

(۱) جمع مذکر اسے کہتے ہیں کہ اس کے مفرد کے آخر میں بحالت رفع واو ما قبل مضموم اور نون مفتوح لگا ہوا ہوتا ہے جیسے مُسْلِمُوْنَ اور مُسْلِمِيْنَ کہ مفرد ان کا مُسْلِمٌ ہے

(۲) جمع مؤنث وہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف اور تا لگائی جائے جیسے مُسْلِمَاتٌ کہ مفرد اس کا مُسْلِمَةٌ ہے

**فائدہ**: جمع تصحیح کی دونوں قسموں میں وزن واحد کا سلامت ہے وہ اس طرح کہ مُسْلِمُوْنَ جمع تصحیح ہے اور مفرد اس کا مُسْلِمٌ ہے اور اس مُسْلِمٌ کا وزن اسمیں سالم ہے کیونکہ مُسْلِمٌ میں حرف اول مضموم دوم ساکن اور سوم مکسور ہے جمع میں بھی یہ حروف اسی وصف پر ہیں نیز مسلماتٌ یہ جمع مؤنث سالم ہے مفرد اس کا مُسْلِمَةٌ ہے اور مُسْلِمَةٌ میں حرف اول مضموم دوم ساکن اور سوم مکسور ہے اور یہ حروف جمع میں بھی اسی وصف کے ساتھ ہیں البتہ مفرد کی آخیر میں جو حروف زائد آئے ہیں اس زیادتی سے وزن میں تغییر واقع نہیں ہوتا ہے۔

**فائدہ**: الاشباہ والنظائر جلد اول حرف الحاء میں ہے کہ نون تثنیہ کو فتحہ اور نون جمع کو جو کسرہ دیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ جمع ثقیل اور تثنیہ خفیف ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (الثالث اختصاص نون التثنیه بالکسر و نون الجمع بالفتح لثقل الجمع فاعطی الاخف واعطیت التثنیة لخفتها بالکسر لیتعاد لا) مگر ابن الانباری نے کہا ہے کہ فرق کرنے کے لئے نون تثنیہ کو کسرہ اور نون جمع کو فتحہ دیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (فان قیل فلم کسر و انون التثنیه وفتحوا نون الجمع قیل للفرق بینهما)

## (تشریح)

**(جمع تکسیر)** تصریح شرح توضیح میں ہے کہ جمع تکسیر جمع سلامت سے چار چیزوں میں جدا ہے ملاحظہ ہو عبارت (ویفارق جمع السلامة فی اربعة اشیاء احدها ان جمع السلامة مختص بالعقلا والتکسیر



## (تشریح)

لایختص والثانی انه یسلم فیه بناء المفرد ولایسلم فی التکسیر والثالث انه یعرب بالحروف وجمع التکسیر بالحرکات والرابع ان الفعل المسند الی جمع السلامة لایؤنث ویؤنث مع التکسیر)

**(اما در رباعی وخماسی بروزن فعالل آید)** یعنی رباعی وخماسی میں جمع تکسیر کے لئے قانون ہے کہ وہ فَعَالِلُ کے وزن پر آتی ہے جاننا چاہئے کہ رباعی میں جمع تکسیر کا ایک وزن پر آنا ثقل کی وجہ سے ہے جیسا کہ اسرار العربیہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارت (فان قیل فلم جمع ماکان رباعیا علی مثال واحد وهو مثال فَعَالِلُ قیل لان ماکان علی اربعة احرف لما کان اثقل مما کان علیٰ ثلاثه احرف اُلْزِمَ طریقة واحدة وزید الالف علی واحدة دون غیرها لانها اخف الحروف لانها قط لاتکون الاساکنة) اور شافیہ میں ہے کہ خماسی کا جمع تکسیر مستکرہ ہے ملاحظہ ہو عبارت (وتکسیر الخماسی مستکره کتصغیره بحذف خامسه) جاربردی شرح شافیہ میں مستکرہ ہونے کی وجہ ثقل بتلایا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت جاربردی کی (للثقل فیحذف خامسه علی الاکثرا ذا الثقل نشأمنه فیقال فراز دفی فَرَزْ دَق وبعضهم یحذف مااشبه الزائد اذا کان قریبا من الطرف فیقول فرازق ولا یقول جحارش جحمرش لبعد المیم من الطرف قال ابو سعید معنی استکراهه انهم لایکسرو نه الا اذا سئلوا فیقال لهم کیف تجمعونه) مگر جاننا چاہئے کہ رباعی کا جمع تکسیر مستکرہ نہیں ہے کیونکہ رباعی میں حذف نہیں جیسا کہ اشباہ والنظائر جلد دوم میں کہا گیا ہے اور ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے کہ خماسی سے حرف خامس طول اور ثقل کی وجہ سے حذف ہوتا ہے

ملاحظہ ہو عبارت (فان قیل فلم حذف آخر ماکان خماسیا فی الجمع نحو سفر جل وسفارج قیل انما وجب حذف آخر حروفه لطوله ولو اُتِی به علی الاصل لکان مستثقلافحذف طلبا للخفة وکان الاخر اَوْلیٰ بالحذف لانه اضعف حروف الکلمة لان الحذف فی آخر الکلمة اکثر من غیره)

**فائدہ**: النحو الوافی وغیرہ میں ہے کہ جمع تکسیر بھی بمثل تصغیر کے شئی کو اصل کی طرف رد کرتا ہے جیسے دِیْنَا ر کی جمع دَنَا نِیْرُ آتی ہے مفرد اس کا جو کہ دینار ہے اصل میں دنَّا رٌ ہے تخفیف کے لئے اول نون کو یا سے بدلا گیا دِیْنَارٌ ہوا۔

## ﴿ نحومیر ﴾

وبدانکہ جمع باعتبار معنی بردونوع ست جمع قلت وجمع کثرت جمع قلت آنست کہ برکم از دہ اطلاق کند وآنرا چہار بناست اَفْعُلٌ مثل اَکْلُبٌ واَفْعَالٌ چون اَقْوَالٌ واَفْعِلَةٌ مثل اَعْوِنَةٌ وفِعْلَةٌ چون غِلْمَةٌ ودوجمع تصحیح بے الف ولام یعنی مُسْلِمُوْنَ ومُسْلِمَاتٌ وجمع کثرت آنست کہ بردہ وبیشتر از دہ اطلاق کنند وابنیہ آن ہرچہ غیر ازین شش بناست۔

## (طرز المبتدی)

قولہ بدانکہ جمع باعتبار معنی) اس سے پہلے جمع کی تقسیم باعتبار لفظ تھی اب یہاں سے صاحب نحومیر جمع کی تقسیم باعتبار معنی کرتے ہیں پس جمع باعتبار معنی دو قسم پر ہے اول جمع قلت دوم جمع کثرت

جمع قلت قلت مصدر کا صیغہ لغت میں بمعنی کم ہونا اور اصطلاح میں اس جمع کو کہتے ہیں جس کا اطلاق تین سے نو تک کیا جاتا ہو اور اسکے چار وزن ہیں اول اَفْعُلٌ جیسے اَکْلُبٌ جمع کَلْبٌ کی ہے بمعنی کتا دوم اَفْعَالٌ جیسے اَقْوَالٌ جمع قَوْلٌ کی بمعنی بات سوم اَفْعِلَةٌ جیسے اَعْوِنَةٌ جمع عَوَانٌ بمعنی میانہ سال (ہر چیز سے) چہارم فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ جمع غلامٌ کی ہے بمعنی (لڑکا بندہ)

ان مذکورہ چار اوزان کو کسی شاعر نے مندرجہ ذیل شعر میں یوں ذکر کیا ہے

(شعر) جمع قلت را چہار ند ابنیہ . اَفْعُلُ واَفْعَالُ وفِعْلَهُ اَفْعِلَهْ

(قولہ ودو جمع تصحیح) یعنی جمع تصحیح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ یعنی جمع مذکر وجمع مؤنث سالم جبکہ ان پر الف ولام استغراق کا داخل نہ ہوتو جمع قلت کے معنی میں آتی ہے جیسے مسلمون اور مُسْلِمَاتٌ لیکن جب ان پر الف ولام استغراق کا داخل ہوگا تو تمام افراد مقصود ہوں گے جیسے انَّ الْمُسْلِمِيْنَ والْمُسْلِمَاتِ الغرض جمع قلت کے کل چھ وزن ہوتے ہیں دو جمع تصحیح کے اور چار جمع تکسیر کے

(قولہ جمع کثرت) کثرت مصدر ہے بمعنی زیادہ ہونا اصطلاح میں جمع کثرت وہ ہے جس کا دس پر یا دس سے زائد پر اطلاق کیا جاتا ہو اور اس کے اوزان مذکورہ چھ اوزان کے علاوہ ہیں

فــائـده : جمع قلت کو اس لئے جمع قلت کہتے ہیں کہ اس کا اطلاق قلیل تعداد پر ہوتا ہے اور جمع کثرت کو اس لئے کثرت کہتے ہیں کہ اس کا اطلاق کثیر تعداد پر کیا جاتا ہے۔



## (تشریح)

(جمع قلت. آنست کہ بر کم از دہ اطلاق کنند) یعنی جمع قلت وہ ہے جو دس سے کم پر یعنی نو تک اس کا اطلاق ہو۔ جاننا چاہئے کہ جمع قلت کی تعریف میں لفظ الیٰ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ابن عقیل وغیرہ میں ہے (فجمع القلة يدل حقيقة على ثلاثة فما فوقها الىٰ العشرة)

صاحب نحومیر نے یہاں جمع قلت کی تعریف میں غایہ کو مُغَیَّا میں داخل نہیں کیا ہے لہذا کہا کہ جمع قلت وہ ہے کہ اس کا اطلاق نو تک ہو مگر اکثر نحاۃ غایہ کو مغیا میں داخل کرتے ہیں جب غایہ مغیا میں داخل ہو تو پھر جمع قلت کا اطلاق دس تک ہوتا ہے جیسا کہ تصریح شرح توضیح میں بحث جمع تکسیر میں ہے ملاحظہ ہو عبارت (وهو من الثلاثة الى العشرة بدخول العشرة على القول بدخول الغاية فى المغيا) نیز حاشیہ صبان میں ہے کہ (الى عشرة) بادخال الغاية كما يُعْلَم ممابعده) نیز حاشیہ خضری میں ہے کہ (قوله الى العشرة الغاية داخلة بقرينة مابعده) اور علامہ سید رکن الدین استرآبادی نے متوسط کے اندر کہا ہے کہ (فجمع القلة هو الذى يطلق على العشرة فما دونها من غير قرينة وعلى ما فوقها بقرينة) یہاں بھی غایہ کو مغیا میں داخل کیا گیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور صاحب نحومیر نے شرح کافیہ میں بھی غایہ کو مغیا میں داخل کیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وجمع القلة لايطلق الاعلى العشرة ومادونها الى الثلاثة اذا عُرِىَ عن القرينة) نیز صاحب نحومیر نے کتاب التعریفات میں غایہ کو مغیا میں داخل کیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (جمع القلة هو الذى يطلق على عشرة فما دونها من غير قرينة وعلى مافوقها بقرينة)

فائدہ : حاشیہ صبان میں ہے کہ علامہ تفتازانی نے کہا ہے کہ جمع قلت اور جمع کثرت میں فرق انتہاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ مبدأ میں ملاحظہ ہو عبارت (قد فرق السعد التفتازانى بين جمع القلة والكثرة بان جمع القلة من الثلاثة الى العشرة وجمع الكثرة من الثلاثه الى مالا يتناهى فالفرق بينهما من جهة النهاية لامن جهة المبدأ)

(ودو جمع تصحیح) ابن حاجب کے نزدیک جمع تصحیح کے دونوں وزن جمع قلت کے لئے ہیں مگر رضی میں ہے کہ یہ دونوں وزن جمع قلت وکثرت میں مشترک ہیں ملاحظہ عبارت رضی کی (والظاهر انها لمطلق الجمع من غير نظر الى القلة والكثرة فيصلحا ن لهما) اور حاشیہ صبان میں ہے (واستظهر الرضى تبعا لابن خروف ان جمعى التصحح لمطلق الجمع من غير نظر الى قلة او كثرة فيصلحان لهما) محشی نے مذکورہ

## (تشریح)

عبارت کے آخیر میں کہا ہے ( ولی بهما اسوة ) اور جامع الدروس جلد دوم میں بھی بحث جمع تکسیر کے اندر اسی اشتراک والے قول کو صحیح کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت ( واما الجمع السالم فهو بنوعيه يستعمل للقلة والكثرة على الصحيح وقيل هو من جمع القلة ) والله اعلم وعلمه اتم )

**فائدہ**: اشمونی میں ہے کہ جمع قلت پر اگر الف ولام استغراق کا داخل ہو یا مضاف ہو ایسے چیز کی طرف کہ وہ کثرت پر دلالت کررہا ہے تو اس وقت جمع قلت کثرت کی طرف لوٹتی ہے جیسے ( ان المسلمين والمسلمات ) اور بعد میں کہا گیا ہے کہ (وقد جمع الامرين قول حسان لنا الجفنات الغريلمعن فی الضحى واسيا فنا يقطرن من نجدة دما )

بدرالدین عینی نے مقاصد النحویہ میں کہا ہے کہ مذکورہ شعر میں محل استشہاد الجفنات اور اسیافنا کے الفاظ ہیں

**فائدہ**: شریفیہ شرح کافیہ میں ہے کہ جمع کثرت اور قلت ایک دوسرے کے جگہ میں استعمال ہوتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت ( وقد يستعمل جمع الكثرة مقام جمع القلة نحو ثلاثة قروء وثلاثة رجالٍ وعكسه ايضا جائز عندو جو دالقرينة)

**فائدہ**: ہندی میں ہے کہ اگر کسی اسم کے لئے فقط جمع قلت کا صیغہ یا فقط جمع کثرت کا صیغہ مستعمل ہے تو اس وقت یہی ایک صیغہ دونوں میں یعنی جمع قلت وکثرت میں مشترک ہوگا ملاحظہ ہو عبارت (واذا لم يجئى لللفظ الا بناء القلة كأرْجُل جمع رِجْل او بناء الكثرة كرِجَال فی جمع رَجُل فهو مشترک بينهما ) نیز رضی میں ہے کہ ( واعلم انه اذا لم يات لِلاِسْم اِلا بناء جمع القلة كأرْجُلٍ فی الرِجْل اَوْ اِلّا جمع الكثرة كرِجَال فی الرَجُل وكذاكل جمع تكسير الرباعی الاَصْلِی حروفه ولما لا يجمع الا جمعه كأَجَادِل ومَصَانِع فهو مشترک بين القلة والكثرة )

**فائدہ**: عدد اقل غالبا جمع قلت کی طرف مضاف ہوتا ہے امام حریری نے دُرةُ الغواص فی اوهام الخواص میں یہ وجہ پیش کیا ہے کہ تین سے دس تک اس عدد کا وضع قلیل کے لئے ہے لہذا اس کی اضافت جمع قلت کی طرف زیادہ لائق



## (تشریح)

ہے اس نے کہ اس وقت عدد اور معدود میں موافقت ہوتی ہے وہ اس طرح کہ تین سے دس تک جو عدد ہے یہ قلیل ہے اور جمع قلت جو کہ معدود ہے وہ بھی قلیل ہے ( درة الغواص (ص ۱۴۱)

مگر قرآن کریم میں ( ثلاثة قروء ) کے اندر عدد اقل مضاف ہے لفظ جمع کثرت کی طرف اگر چہ قروء معنیٰ قلت کے جگہ میں واقع ہے اور غایۃ التحقیق میں ہے کہ یہ اضافت ایک نکتے پر مبنی ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ یہاں تنبیہ مقصود ہے اس بات پر کہ عورتیں چونکہ انتہائی خواہشمند ہوتی ہیں اپنی ازواج کی طرف لہذا یہ تین قروء کی تربص انکے حق میں کثیر ہے

**فائدہ**: جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ ایک ہے جمع دوسرا ہے اسم جمع، دونوں میں فرق یہ ہے کہ جمع وہ ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے لفظ سے اس کے لئے مفرد ہو جیسے رِجَالٌ کہ مفرد اس کا رَجُلٌ ہے اور اسم جمع وہ ہے کہ متضمن ہوتا ہے معنیٰ جمع کو مگر اس کے لفظ سے اس کے لئے مفرد نہیں ہوتا ہے اگر مفرد ہے تو اس کے معنیٰ سے ہے جیسے اُولُوْ بمعنیٰ صاحب کہ اس کے الفاظ سے اس کے لئے مفرد نہیں ہے ہاں اگر ہے تو اس کے معنیٰ سے ہے کہ وہ صاحب ہے اسی طرح جیش وقوم کہ انکے لفظ سے ان کے لئے مفرد نہیں ہے البتہ انکے معنیٰ سے مفرد ہے کہ جیش کا مفرد جُنْدِی اور قوم کا مفرد رَجُل ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

فصل بدانکہ اعراب اسم سہ است رفع ونصب وجر

## (طرز المبتدی)

**تنبیہ**: یہاں سے بحث اعراب شروع ہو رہا ہے اور جس انداز سے صاحب نحومیر نے اس بحث کو ذکر کیا ہے اس طرز کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل تفصیل ہم ذکر کریں گے لہذا اس ترتیب کی موافق مبتدی کو اعراب اسم یاد کرایا جائے تو فائدہ ہوگا ان شاء اللہ۔

**(قوله بدانکه اعراب اسم سه است )** اعراب کی لغت میں معنیٰ ہے اظہار اصطلاح میں وہ اثر ہے کہ اس کے سبب سے معرب کا آخر بدلتا رہے پس اعراب کی دس قسمیں ہیں شروع میں دو قسم پر ہے حرکاتی وحروفی حرکاتی زبر۔ زیر۔ پیش کو کہتے دوسرا نام اس کا صفاتی ہے حروفی واو۔ الف۔ یا۔ کو کہتے ہیں دوسرا نام اس کا ذاتی ہے پھر اعراب

(طرز المبتدی)

حرکاتی پانچ قسم پر ہے وہ اس طرح کہ شروع میں تین قسم پر ہے لفظی۔تقدیری۔مشترک

**لفظی**: وہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں ظاہر ہو یا یوں کہو کہ لفظی وہ ہے جس سے تلفظ ہو۔

**تقدیری**: وہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں ظاہر نہ ہو یا یوں کہو کہ تقدیری وہ ہے جس سے تلفظ نہ ہو۔

**مشترک**: وہ اعراب ہے جو لفظی و تقدیری کے درمیان شریک ہو یعنی بعض اعراب ملفوظ اور بعض مقدر ہو چونکہ یہ اعراب بعض صورتوں میں مقدر اور بعض صورتوں میں ملفوظ ہوتا ہے لہٰذا اس کو مشترک کہا جاتا ہے پھر لفظی دو قسم پر ہے غیر تبعی اور تبعی تقدیری نیز دو قسم پر ہے غیر تبعی اور تبعی غیر تبعی وہ اعراب ہے کہ ایک اعراب دوسرے اعراب کے تابع نہ ہو تبعی وہ اعراب ہے کہ ایک اعراب دوسرے اعراب کے تابع ہو اب اعراب حرکاتی کی پانچ قسمیں بن گئیں بایں طور کہ اعراب لفظی دو قسم پر ہوا غیر تبعی اور تبعی تقدیری نیز دو قسم پر ہوئی غیر تبعی اور تبعی مشترک ایک یہ ہو گئے پانچ قسمیں۔

اعراب حرکاتی کے بعد اعراب حرونی بھی پانچ قسم پر ہے تفصیل بعینہ وہی ہے جو اعراب حرکاتی میں ذکر ہوئی بایں طور کہ اعراب حرونی پانچ قسم پر ہے شروع میں تین قسم پر ہے لفظی۔تقدیری۔مشترک

**لفظی**: وہ اعراب ہے جو ملفوظ ہو **تقدیری** وہ اعراب ہے جو ملفوظ نہ ہو **مشترک** وہ ہے کہ بعض صور میں ملفوظ ہوتا ہے اور بعض میں مقدر پھر لفظی دو قسم پر ہے غیر تبعی اور تبعی تقدیری نیز دو قسم پر ہے غیر تبعی اور تبعی اب اعراب حرونی کی پانچ قسمیں بن گئیں بایں طور کہ اعراب لفظی دو قسم پر ہوا غیر تبعی اور تبعی تقدیری نیز دو قسم پر ہوا غیر تبعی اور تبعی ایک مشترک یہ ہو گئے پانچ قسمیں۔

اب پانچ قسم اعراب حرونی کی اور پانچ اقسام اعراب حرکاتی کی ان کو جمع کرو، یہ ہو گئے دس اقسام۔

## تفصیل دس قسم اعراب کی

(۱) اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی تمام کلام عرب میں چار اسماء پر آتی ہے اول مفرد منصرف صحیح جیسے زَیْدٌ دوم مفرد منصرف جاری مَجْریٰ صحیح یعنی قائم مقام صحیح جاری مجری صحیح وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں (واو یاء) ہو اور ماقبل اس کا ساکن ہو جیسے دَلْوٌ وَظَبْیٌ



(طرز المبتدی)

سوم جمع مکسر منصرف جیسے رِجَالٌ چہارم اسم منسوب اسم منسوب وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء مشددہ نسبتی ہو جیسے قُرَشِی ان مذکورہ چار اسماء کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے یعنی رفع ضمہ لفظی نصب فتحہ لفظی اور جر کسرہ لفظی کے ساتھ آتا ہے جیسے جَاءَ نی زیدٌ ودَلْوٌ ورِجَالٌ وقُرَشِیٌّ ورَئیْتُ زیداً ودَلْوًا ورِجَالًا وقُرَشِیًّا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ و دَلوٍ و رِجَالٍ و قُرَشِیٍّ۔

**فائدہ**: مفرد منصرف صحیح کہنے سے احتراز ہوا مفرد غیر منصرف صحیح سے جیسے عُمَرُ کہ اس کا اعراب عن قریب آنے والا ہے

نیز جان لو کہ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے

(۱) مفرد مقابلہ میں مرکب کے بولا جاتا ہے یہ لفظ مستعمل کے تقسیم میں ہے کتاب کے شروع میں جیسا کہ وہاں کہا گیا ہے کہ لفظ مستعمل دو قسم پر ہے مفرد و مرکب۔

(۲) مفرد مقابلہ میں تثنیہ و جمع کے آتا ہے جیسے کے یہاں بحث اعراب میں ہے یعنی مفرد ہو تثنیہ اور جمع نہ ہو

(۳) مفرد مقابلہ میں مضاف و شبہ مضاف کے آتا ہے یہ لائے نفی جنس اور منادیٰ کے بحث میں ہے یعنی مفرد ہو مضاف و شبہ مضاف نہ ہو

(۴) مفرد مقابلہ میں جملہ و شبہ جملہ کے آتا ہے یہ بحث تمیز میں کافیہ وغیرہ کے اندر ہے یعنی مفرد ہو جملہ و شبہ جملہ نہ ہو نیز یاد رکھو کہ صحیح عند النحاۃ اور ہے اور صرفیوں کے نزدیک اور ہے نحویوں کی اصطلاح میں صحیح وہ لفظ ہے جو معتل اللام نہ ہو یعنی اس کے لام کلمہ پر حرف علت نہ ہو جیسے زَیْدٌ

اور صرفیوں کے نزدیک کسی لفظ کے فا کلمہ یا عین کلمہ پر اگر حرف علت ہو تو اس کو بھی غیر صحیح یعنی معتل کہتے ہیں صحیح کی تعریف میں صرفیوں اور نحویوں میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نحوی اعراب سے بحث کرتے ہیں اور اعراب کا محل آخری حرف ہوتا ہے لہٰذا آخری حرف کا حرف صحیح ہونا ضروری ہے کہ حرف صحیح اعراب اٹھا سکتا ہے بخلاف حرف علت کے کہ وہ کمزور حرف ہے لہٰذا لام کلمہ پر اگر حرف علت ہو تو اس کو نحوی حضرات معتل کہتے ہیں اور اگر فا یا کہ عین کلمہ پر تو حرف علت ہے مگر لام کلمہ پر حرف صحیح واقع ہے تو اس کو یہ لوگ صحیح کہتے ہیں کیونکہ فا کلمہ اور عین کلمہ یہ محل اعراب کا نہیں لہٰذا ان کے نزدیک صحیح و غیر صحیح کا دارومدار لام کلمہ پر ہے

**فائدہ**: جاری مجری صحیح بمعنی قائم مقام کے ہے اور اصطلاح میں اس لفظ کو جاری مجری صحیح کہتے ہیں جس کے لام کلمہ پر

## (طرز المبتدی)

(واو) یا (یا) ہواوراس کا ماقبل ساکن ہوجیسے دَلْوٌ (ڈول) اور (ظَبیٌ) ہرن اوراس لفظ کواس لئے قائم مقام صحیح کہتے ہیں کہ یہ کلمہ اعراب کے اٹھانے میں بمثل صحیح کے ہے کیونکہ جب حرف علت کا ماقبل ساکن ہوتو اعراب اس پر ثقیل نہیں ہوتا

(٦) اعراب حرکاتی لفظی تبعی تمام کلام عرب میں دو اسماء پر آتا ہے اول جمع مؤنث سالم جیسے مُسْلِمَات یعنی رفع اس کا ضمہ لفظی کے ساتھ نصب وجر کسرہ لفظی کے ساتھ ہوگا جیسے هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَئَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ دوم غیر منصرف جیسے عُمَرُ یعنی رفع اس کا ضمہ لفظی کے ساتھ نصب وجر فتحہ لفظی کے ساتھ ہوگا جیسے جَاءَنِی عُمَرُ وَرَئَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ .

**فائدہ** : غیر منصرف اس اسم کو کہتے ہیں جس میں دو سبب غیر منصرف کے نو سببوں میں سے پائے جائیں یا ایک جو دو کے قائم مقام ہو پائے جائیں اور غیر منصرف کے نو اسباب یہ ہیں

عَدْل . وصف . تانيث . معرفه . عجمه . جمع . تركيب . وزن فعل .

الف ونون زائدتان جیسے عُمَرُ . اَحْمَرُ . طَلْحَةُ . زَيْنَبُ . اِبْرَاهِيْمُ . مَسَاجِدُ . مَعْدِ يَكَرَبُ . اَحْمَدُ . عِمْرَانُ . خالی ان مثالوں کے الفاظ کو یاد کیا جائے رہی یہ بات کہ کس اسم میں کونسے دو اسباب موجود ہیں اور وہ اسم جس میں ایک سبب جو قائم مقام دو کا ہوتا ہے وہ کونسا لفظ ہے یہ تفصیل نحو میر کے خاتمہ میں آنے والی ہے

**فائدہ** : جس اسم کے اندر مذکورہ نو اسباب میں سے دو جمع ہوں یا ایک سبب جو اپنے قوۃ میں قائم مقام دو سبب کے ہوتا ہے اب اس اسم پر کسرہ اور تنوین پڑھنا منع ہے اور ایک سبب جو قائم مقام دو سبب کے ہوتا ہے وہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) الف مقصورہ زائدہ جیسے ضُرْبىٰ (۲) الف ممدودہ زائدہ جیسے عُلَمَاءُ (۳) جمع منتہی الجموع جیسے ضَوَارِبُ .

**فائدہ** : اسم غیر منصرف جب مضاف ہو یا اس پر الف ولام داخل ہو اب وہ منصرف ہوتا ہے لہذا اس پر کسرہ آسکتا ہے

(۳) اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی تمام کلام عرب میں دو اسموں پر آتا ہے اول اسم مقصور پر بشرطیکہ الف اس کا اصلی ہو جیسے مُوْسیٰ بروزن مُفْعَلٌ دوم صیغہ غیر جمع مذکر سالم پر بشرطیکہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غُلَامِیْ یعنی ان



## (طرز المبتدی)

دو اسموں کا اعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا۔ جیسے جَاءَنِیْ مُوْسیٰ وَغُلَامِیْ وَرَئَيْتُ مُوْسیٰ وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِمُوْسیٰ وَغُلَامِیْ

(۴) اعراب حرکاتی تقدیری تبعی تمام کلام عرب میں ایک اسم پر آتا ہے وہ اسم مقصور ہے بشرطیکہ الف اس کا زائد ہو جیسے حُبْلیٰ بروزن فُعْلیٰ یعنی رفع اس کا تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر تقدیر فتحہ کے ساتھ ہوگا جیسے جَاءَتْنِیْ حُبْلیٰ وَرَئَيْتُ حُبْلیٰ وَمَرَرْتُ بِحُبْلیٰ .

**فائدہ** : جب اسم کے اندر الف مقصورہ زائدہ ہو تو یہ الف تانیث کی علامت ہے لہذا وہ کلمہ تقدیراً غیر منصرف ہوتا ہے جیسے حُبْلیٰ وضُرْبىٰ وغیرہ۔

(۵) اعراب حرکاتی مشترک اسم منقوص پر ہے اور اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یا ہو اور ماقبل اس کا مکسور ہو جیسے قَاضِیْ تو رفع اس کا تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے جَاءَ الْقَاضِیْ وَرَئَيْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ

یہاں تک اعراب حرکاتی کے اقسام ختم ہو گئے اب اعراب حرونی کی پانچ قسمیں ذکر کئے جاتے ہیں

(۱) اعراب حرونی لفظی غیر تبعی تمام کلام عرب میں چھ اسماء پر آتا ہے جن کو اسماء ستہ مکبرہ کہتے ہیں اور وہ اسماء یہ ہیں یعنی اَبٌ . اَخٌ . حَمٌ . هَنٌ . فَمٌ . ذُوْ مالٍ . اب (باپ) اخ (بھائی) حم (خاوند کا بھائی) هن (شرمگاہ) فم (منہ) ذُوْ مَال (بمعنی مال والا) اب ان چھ اسماء کا اعراب رفع واو کے ساتھ ہوگا اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ جیسے جَاءَ اَبُوْكَ وَرَاَئْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَبِيْكَ

**فائدہ** : اسماء ستہ مکبرہ کا یہ اعراب مشروط ہے نو شروط کے ساتھ

(۱) شرط اول یہ ہے کہ یہ اسماء مفرد ہوں اگر تثنیہ کے صیغے تھے تو ان پر تثنیہ کا اعراب آئے گا جو کہ عن قریب آنے والا ہے

(۲) شرط یہ ہے کہ مکبر ہوں اگر تصغیر کے صیغے تھے تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آئے گا جیسے جَاءَنِیْ اُخَيُّكَ وَرَاَئْتُ اُخَيَّكَ وَمَرَرْتُ بِاُخَيِّكَ

(۳) شرط یہ ہے کہ مضاف ہوں اگر غیر مضاف تھے تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آئے گا جیسے جَاءَنِیْ اَبٌ .

(طرز المبتدی)

ورَئَیتُ اباً ومَرَرْتُ بِاَبٍ

(۴) شرط یہ ہے کہ معرفہ بالف ولام کے طرف مضاف نہ ہوں اگر تھے تو ان کا اعراب حرونی تقدیری غیر تبعی آئے گا جیسے جاء نی اَبُو الْقَاسِمِ ورَاَیْتُ اَبَا الْقَاسِمِ ومَرَرْتُ بِاَبِی الْقَاسِمِ

(۵) شرط یہ ہے کہ یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں اگر تھے تو ان کا اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی آئے گا جیسے جاء نی اَبِیْ ورَاَیْتُ اَبِیْ ومَرَرْتُ بِاَبِیْ

(۶) شرط یہ ہے کہ جمع تکسیر کے صیغے نہ ہوں اگر تھے جیسے آبَاءٌ تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آئے گا جیسے جاء نی آبَاءٌ ورَاَیْتُ آبَاءً ومَرَرْتُ بِآبَاءٍ

(۷) شرط یہ ہے کہ ان کے آخر میں یاء نسبتی لاحق نہ ہو اگر لاحق ہوئی تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آئے گا جیسے جَاءَ نی اَبَوِیٌّ ورَاَیْتُ اَبَوِیًّ وَمَرَرْتُ بِاَبَوِیّ

(۸) شرط یہ ہے کہ اسماء ستہ میں سے لفظ (فَمُ) اضافت کے وقت خالی ہو میم سے ورنہ اعراب اس کا حرکاتی لفظی غیر تبعی آئے گا جیسے فَمُکَ

(۹) شرط کہ اسماء ستہ میں سے لفظ ( ذُوْ ) بمعنی صاحب کے ہو اگر اَلَّتِی یا کہ اَلَّذِیْ کے معنی میں تھا تو پھر مبنی ہوگا۔ ان نو شرائط کے بعد مذکورہ اسماء کا اعراب حرونی لفظی غیر تبعی ہوگا

(۲) اعراب حرونی لفظی تبعی چھ اسماء پر آتا ہے ان چھ میں سے تین تثنیہ کی اور تین جمع کی اقسام ہیں تثنیہ میں سے اول تثنیہ حقیقی ہے جیسے رَجُلَانِ دوم تثنیہ معنوی ہے جیسے کِلاَ و کِلْتَا مگر کلا وکلتا کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ مضاف ہوں ضمیر کی طرف اگر اسم ظاہر کی طرف مضاف تھے تو ان کا اعراب عَصَا کا اعراب ہے یعنی حرکاتی تقدیری غیر تبعی ہوگا جیسے جاءَنی کِلَا الرَّجُلَیْنِ ورَاَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَمَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ. سوم تثنیہ صُوْرِیْ جیسے اِثْنَان واِثْنَتَانِ تو تثنیہ کی مذکورہ اقسام کا اعراب حرونی لفظی تبعی ہے یعنی رفع الف کے ساتھ نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا جیسے جاء نی رَجُلَانِ و کِلَا هُمَا واِثْنَانِ واِثْنَتَانِ ورَاَیْتُ رَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا وَاِثْنَیْنِ وَاِثْنَتَیْنِ وَمَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ و کِلَیْهِمَا وَاِثْنَیْنِ واِثْنَتَیْنِ.

اور جمع میں سے اول جمع حقیقی ہے یعنی جمع مذکر سالم مگر اس کے اس اعراب کے لئے دو شرطیں ہیں۔



(طرز المبتدی)

(۱) شرط اول یہ ہے کہ صیغہ جمع مذکر سالم کا مضاف نہ ہو معرفہ بالف ولام کی طرف اگر مضاف ہوگا تو اس کا اعراب حرونی تقدیری تبعی آئے گا جیسے مُسْلِمُو الْقَوْمِ

(۲) شرط یہ ہے کہ صیغہ جمع مذکر سالم کا یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہو اگر مضاف ہوگا تو اس کا اعراب حرونی مشترک آئے گا جیسے مُسْلِمِیْ اور اس کا بیان عنقریب آنے والا ہے

جمع کے اقسام میں سے دوسرا جمع معنوی ہے یعنی اُولُوْ اور جمع کے اقسام میں سے تیسرا جمع صوری نے یعنی عِشْرُوْنَ تو ان تین قسموں کا اعراب حرونی لفظی تبعی ہے یعنی رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب و جر یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا جیسے جاء نی مُسْلِمُوْنَ واُولُوْ مَالٍ وعِشْرُوْنَ رجلاً ورأیتُ مُسْلِمِیْنَ واُولِیْ مالٍ وعشرِیْنَ رجلا ومررت بِمُسْلِمِیْنَ واُولِیْ مالٍ وعشرِیْن رَجُلاً

<u>فائدہ</u>: صاحب نحو میر نے کہا کہ عِشْرُوْن تا تِسْعُوْنَ اس سے مراد یہ اعداد ہیں۔ عِشْرُوْن . ثَلَاثُوْنَ . اَرْبَعُوْنَ . خمسون . ستون . سبعون . ثمانون . تسعون . یہ آٹھ بڑے اعداد چونکہ جمع مذکر سالم کے مشابہ ہیں اس لئے ان کا اعراب جمع مذکر جیسا ہی ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں حالت نصبی تابع ہے حالت جری کے صرف فرق کرنے کے لئے تاکہ تثنیہ اور جمع کے درمیان فرق ہو تثنیہ میں یا کا ماقبل مفتوح اور جمع مذکر سالم میں یاء کا ماقبل مکسور ہوتا ہے۔

(۳) اعراب حرونی تقدیری غیر تبعی تمام کلام عرب میں اسماء ستہ مکبرہ پر آتا ہے مگر ان کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ یہ اسماء مضاف ہوں معرفہ بالف ولام کی طرف جب مضاف ہوں تو ان کا رفع تقدیر واو نصب تقدیر الف اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے جاءَ نِی اَبُو الْقَاسِمِ ورَئَیْتُ اَبَا الْقَاسِمِ ومَرَرْتُ بِاَبِی الْقَاسِمِ

(۴) اعراب حرونی تقدیری تبعی تمام لسان عرب میں ایک اسم پر آتا ہے یعنی جمع مذکر سالم پر مگر اس کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ مضاف ہو معرفہ بالف ولام کی طرف جب مضاف ہوا تو اس کا اعراب حرونی تقدیری تبعی آئے گا یعنی رفع تقدیر واو نصب و جر تقدیر یاء سے ہوگا جیسے جاء نی مُسْلِمِی الْقَوْمِ ورَاَیْتُ مُسْلِمِی الْقَوْمِ ومررتُ بِمُسْلِمِی الْقَوْمِ جاننا چاہئے کہ یہاں حالت نصبی تابع ہے حالت جری کے۔

(۵) اعراب حرونی مشترک تمام کلام عرب میں ایک اسم پر آتا ہے یعنی صیغہ جمع مذکر سالم پر مگر اس کے لئے ایک شرط ہے

## (طرز المبتدی)

وہ یہ ہے کہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جب مضاف ہوتو اعراب اس کا حرونی مشترک ہے یعنی رفع تقدیر واو کے ساتھ نصب وجر یاء لفظی کے ساتھ ہوگا جیسے ھٰؤُلاءِ مُسْلِمِیَّ ورائیتُ مُسْلِمِیَّ ومَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ .

**فائدہ**: ھٰؤُلاءِ مُسْلِمِی کا اصل حالت رفع میں مُسْلِمُوْنَ ہے جب مضاف ہوا یاء متکلم کی طرف تو نون تنوین ونون تثنیہ کے قانون سے نون جمع اضافت میں حذف ہوا ہوگیا مُسْـلِـمُوْیَ پھر واو یا جمع ہو گئے اول ان میں سے ساکن تھا قُوَیْلٌ کے قانون سے واو یا سے تبدیل ہوا بعدہ یا کو یا میں ادغام کیا گیا پھر یاء مشددہ کی ماقبل والے حرف پر جو ضمہ تھی اس کو دِعِیٌّ کے قانون سے کسرہ کے ساتھ بدلا یا گیا ہوگیا مُسْلِمِیَّ اور حالت نصبی اصل میں مُسْلِمِیْنَ ہے جب صیغہ جمع مضاف ہوا یاء متکلم کی طرف تو نون اضافت میں حذف ہوا بعدہ یا کو یا میں ادغام کیا گیا ہوگیا مُسْلِمِیَّ

**سوال**: جمع مذکر سالم میں رفع تقدیر واو سے اور نصب وجر یاء لفظی سے ہے حالانکہ حالت رفعی اور حالت نصبی وجری تینوں حالتوں میں یا ملفوظ ہے لہذا فرق کیا ہے کہ حالت رفعی تقدیر واو سے اور حالت نسبی وجری یاء لفظی سے ہے

**جواب**: حالت رفع میں واو جو کہ علامت رفع ہے وہ قانون صرفی کہ رو سے یاء سے تبدیل ہوگا تبدیلی کے بعد واو کی حقیقت نہ رہی لہذا رفع تقدیر واو سے ہوگا اور حالت نصبی وجری میں اعراب یا ہے اس کو ادغام کیا گیا ہے دوسرے یا میں اور ادغام جو ہے شیئ کو اپنے حقیقت سے نہیں نکالتا لہذا جو چیز اعراب ہے وہ بوقت ادغام کے بھی باقی ہے لہذا حالت نصبی وجری یاء لفظی کے ساتھ ہے۔

## (تشریح)

**(اسم متمکن)** ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول میں کہا ہے کہ اسم معرب دو قسم پر ہے منصرف وغیر منصرف منصرف وہ اسم ہے کہ اس پر حرکات ثلاث مع تنوین داخل ہوں پھر عام ہے کہ لفظا داخل ہوں یا کہ تقدیرا اور بعد میں کہا ہے کہ (تمکن) ایک وصف ہے جو اسم معرب کے دونوں قسموں کی طرف راجع ہے اور اسی بحث میں یہ بھی کہا ہے کہ اسم منصرف کو (متمکن اَمْکَن) بھی کہتے ہیں اور (تمکن) کا معنی (رسوخ القدم فی الاسمیة) ہے اور اسم متمکن کا معنی ہے (ای راسخ القدم الاسمیة) یعنی یہ اسم مکان اسمیۃ میں راسخ ہے نہیں نکلا ہے شبہ حرف کی طرف کہ اس پر اعراب منع ہوا اور آگے کہا ہے کہ (والاَمْکَنُ علی زنة اَفْعَلُ التی للتفضیل ای هو اتم تمکنا من غیرہ



## (تشریح)

لم یعرض فیه شبه الحرف فیخرجه الی البناء ولم یشابه الفعل فینقص تمکنه ویمتنع منه بعض حرکات الاعراب وهو الجرو یمتنع منه التنوین الذی هو من خصائص الاسماء فکان بذا لک امکن من غیره ای اَرْسَخَ قدماً فی مکانه من الاسمیة)

وجوہ اعراب ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول بحث وجوہ اعراب میں کہا ہے کہ اعراب کا لغت میں معنی ہے (بیان) یعنی اظہار ملاحظہ ہو عبارت (اعلم ان الا عراب فی اللغة البیان یقال اعرب عن حاجته اذا أبان عنها ومنه قوله علیه السلام الثیب تعرب عن نفسها)

اور اعراب نحوی سے بھی معنی فاعلیت ومعنی مفعولیت اور معنی اضافت کا اظہار ہوتا ہے اور آگے کہا ہے کہ اعراب میں اختلاف ہے کہ آیا اعراب ایک معنی ہے یا کہ نفس حرکات کو اعراب کہا جاتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (واعلم انهم قد اختلفو افی الاعراب ماهو فذهب جماعة من المحققین الی انه معنی قالو او ذالک اختلاف اواخر الکلم لاختلاف العوامل فی اولها نحو هذا زیدٌ ورأیت زیداً ومررت بزیدٍ والاختلاف معنی لامحالة وذهب قوم من المتأخرین الی انه نفس الحرکات وهو رأی ابن درستویه فالاعراب عندهم لفظ لا معنی فهو عبارة عن کل حرکة او سکون یطری علی آخر الکلمة فی اللفظ یحدث بعامل ویبطل ببطلانه والا ظهر المذهب الاول لاتفاقهم علی انهم قالوا حرکات الاعربی ولو کان الاعراب نفس الحرکات لکان من اضافة الشیء الی نفسه وذالک ممتنع)

جاننا چاہئے کہ وجوہ اعراب میں وجوہ معنی انواع ہے جیسا کہ ابن یعیش نے کہا ہے کہ (وجوه الاعراب یریدُ به انواع اعراب الاسماء التی هی الرفع والنصب والجر) اب نحو میر میں وجوہ اعراب کا مطلب ہے کہ اسم متمکن اعراب کے انواع کے لحاظ سے سولہ قسم پر ہے)

(جاری مجرائے صحیح) ھدایۃ النحو کے حاشیہ میں ہے کہ (وجہ قائم مقام صحیح بودن این کہ بسبب بودن ساکن ماقبل واو ویاء اعراب بروثقیل نیست) یعنی جاری مجری صحیح قائم مقام صحیح اس لئے ہے کہ جب حرف علت آخر میں ہے اور ماقبل اس حرف علت کا ساکن ہے تو اس حرف علت پر اعراب ثقیل نہیں ہوتا ہے اب چونکہ یہ اسم اعراب کے اٹھانے میں بمثل صحیح

(تشریح)

کے ہےتو اس کو جاری مجری صحیح کہا جاتا ہے نیز درایۃ النحو میں ہے کہ (**وانما کان هذا جاریاً مجری الصحیح وملحقا بها لان حرف العلة بعد السکون لایثقل علیها الحرکة لمعارضة خفة السکون ثقل الحرکة**)

اور ھدایۃ النحو کے حاشیہ میں ہے کہ مفرد منصرف صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کو اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی کیوں دیا گیا بعد میں اس سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اعراب میں اعراب حرکاتی اصل ہے اعراب حرفی سے، نیز وہ اعراب حرکاتی کہ اس میں ایک اعراب دوسرے کے تابع نہ ہو یہ اصل ہے اس اعراب حرکاتی سے کہ اس میں ایک اعراب دوسرے کے تابع ہو الغرض اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی یہ اصل ہے اور مفرد بھی اصل ہے تثنیہ اور جمع سے جب معاملہ ایسا ہے تو اصل کو جو کہ اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے اصل کو دیا گیا جو کہ مفرد ہے۔

<u>**فائدہ**</u> : اسم منسوب اعراب میں جاری مجریٰ صحیح کے حکم میں ہے لہذا اس کا بھی اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے جیسا کہ الکواکب الدریہ وحاشیہ کشف النقاب میں بحث اسماء ستہ مکبرہ میں اسم منسوب کے اعراب میں ہے

(**جمع مکسر منصرف**) غایۃ التحقیق میں ہے کہ منفرد[عہ] منصرف صحیح اور جمع مکسر منصرف کو اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی اس لئے دیا گیا ہے کہ اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی اصل ہے اور کوئی مقتضی ومانع بھی نہیں اس سے عدول کا لہذا ان کو اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی دیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (**وانما اعرب المفرد المنصرف والجمع المکسر المنصرف بالحرکات الثلاثة لان الاصل هو الاعراب بالحرکات والاصل فیه ان یکون بالحرکات الثلاث ولا مقتضی للعدول عنه**)

عہ مفرد

(**جمع مونث سالم**) جمع مونث سالم سے مراد وہ جمع ہے کہ اس کے آخیر میں (الف وتا) ہو جیسا کہ سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے ملاحظہ ہو عبارت (**جمع المؤنث السالم الذی بالالف والتاء**) پھر عام ہے کہ مفرد اس کا مونث ہو جیسے **مسلماتٌ** یا کہ مذکر ہو جیسے خَالِیَاتٌ کہ مفرد اس کا خالی ہے جیسا کہ حاشیہ ھدایۃ النحو میں ہے۔

رہی یہ بات کہ جمع مؤنث سالم میں حالت نصبی کیوں تابع ہے حالت جری کے اس کی وجہ ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جمع مؤنث سالم چونکہ فرع ہے جمع مذکر سالم کی اور جمع مذکر سالم جو کہ اصل ہے اس میں نصب تابع ہے جر کے تو فرع میں بھی نصب تابع ہے جر کے تاکہ فرع کی زیادتی اپنے اصل سے نہ آوے ملاحظہ ہو عبارت (**فان قیل**



(تشریح)

**فلم حُمِلِ النصب علی الجرفی هذا الجمع قیل لانه لماوجب حملُ النصب علی الجرفی جمع المذکر الذی هو الاصل وجب ایضاً حمل النصب علی الجرفی جمع المؤنث الذی هو الفرع حملاً للفرع علی الاصل**)

علامہ سید رکن الدین استر آبادی نے شرح کافیہ متوسط میں کہا ہے کہ اگر کہا جائے کہ اب بھی زیادتی فرع کی اپنے اصل پر باقی ہے اس لئے کہ جمع مذکر سالم کی اعراب حرفی ہے اور اعراب جمع مؤنث سالم کی حرکاتی ہے اور اعراب حرکاتی اصل ہے اعراب حرفی سے علامہ نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ جمع مذکر سالم میں اعراب حرکاتی ممکن نہیں لہٰذا زیادتی فرع کا اصل پر امر ممکن میں نہیں ہے) ملاحظہ ہو عبارت (**ولقائل ان یقول المزیة باقیة فی کون اعراب جمع المؤنث السالم بالحرکات واعراب جمع المذکر بالحروف والجواب انه لایمکن اعراب جمع المذکر بالحرکات فلایکون لجمع المونث مزیة فیما یمکن**)

(**غیر منصرف**) جاننا چاہئے کہ غیر منصرف میں حالت جری تابع ہے حالت نصبی کے متوسط شرح کافیہ میں کہا گیا ہے کہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اس لئے منع ہے کہ غیر منصرف مشابہہ ہے فعل کے ساتھ وجود فرعتین میں یعنی فعل میں دو فرع ہیں اور غیر منصرف میں بھی دو فرع ہیں وہ اس طرح کہ غیر منصرف میں نو علل میں سے دو علل موجود ہوتے ہیں یا ایک علت جو قائم مقام ہوتی ہے دو علتوں کے اور یہ دو علل ہر ایک فرع ہوتا ہے کسی شئی آخر کے لئے مثلاً عدل اسم معدول عنہ کی فرع ہے اور وصف موصوف کی فرع ہے اور تانیث تذکیر کی فرع ہے اور تعریف تنکیر کی فرع ہے اور عجمہ کلام عرب میں عربیت کی فرع ہے اور جمع واحد کی فرع ہے اور ترکیب افراد کی فرع ہے اور الف ونون زائدتان اس کی فرع ہیں جس پر انہیں زائد کیا گیا ہے مثلاً عثمان عثم کی فرع ہے اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے۔

پس جب کسی اسم میں دو علتیں ہوں گی تو اس اسم میں دو فرعیتین حاصل ہوں گی پس اس تقدیر پر اسم غیر منصرف فعل کے مشابہ ہوا اس لئے کہ فعل میں بہ نسبت اسم کی دو فرعیتین ہوتی ہیں ایک تو فعل کا مصدر یعنی اسم سے مشتق ہونا اور دوسری فعل افادہ میں یعنی فائدہ دینے میں موقوف ہے اسم پر یا یوں کہو کہ دوسری فعل کا فاعل کی طرف محتاج ہونا ہے۔

جب فعل دو اعتبار سے فرع ہے اسم سے لہٰذا جو اعراب اسم کے ساتھ خاص ہے یعنی کسرہ اور تنوین وہ فعل پر نہیں آسکتے پس اسی طرح غیر منصرف پر بھی مذکورہ بالا مشابہت کی بنا پر کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے لہٰذا غیر منصرف میں حالت جری تابع ہے

## (تشریح)

حالات نصبی کے۔

**فائدہ**: متوسط میں ہے کہ غیر منصرف پر جوتنوین منع ہے مراد اس سے تنوین تمکن ہے لہٰذا عرفات جو کہ غیر منصرف ہے اور اس میں تنوین ہوتی ہے یہ تنوین تمکن کی نہیں ہے بلکہ تنوین مقابلہ ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (اعلم ان المراد من التوین فی قولہ وحکمہ ان لاکسرۃ ولا تنوین تنوین التمکن لئلا یتوجہ علیہ النقض بمثل عرفات فانہ غیر منصرف مع وجود التوین فیہ لان ھذا التوین لیس للتمکن بل ھو تنوین المقابلۃ)

**(اسم مقصور)** جیسے موسیٰ میر سید شریف نے متوسط کی حاشیہ میں کہا ہے (وانما سمی مقصوراً لان حرکات الاعراب قصرت عنہ ای حُبِسَتْ ومنہ قولہ تعالی حور مقصورات فی الخیام ای محبوسات) اشمونی میں ہے کہ (وسمی بذالک لانہ محبوسٌ عن المداو عن ظہور الاعراب.

جاننا چاہئے کہ اسم مقصور اور صیغہ غیر جمع مذکر سالم جبکہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف ان دونوں کا اعراب تقدیری ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں اعراب لفظی متعذر ہے کیونکہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا اور یاء اپنے ماقبل پر کسرہ چاہتی ہے۔

**فائدہ**: صاحب نحو میر نے اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی کے لئے موسیٰ کا مثال دیا ہے اور درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں موسیٰ کو غیر منصرف شمار کیا گیا ہے اور علامہ فاکھی نے کشف النقاب میں بھی موسیٰ کو غیر منصرف شمار کیا ہے (شرح ملحۃ الاعراب ۱۴)

نیز متممۃ لآ جرو میۃ اور اس کی شرح کواکب الدریہ میں بھی موسیٰ کو غیر منصرف کہا گیا ہے۔

(کواکب الدریہ ۱۷ ج ۱)

مگر علامہ سید رکن الدین بن محمد استرآبادی نے شرح کافیہ متوسط میں بحث معرب میں موسیٰ کو منصرف شمار کیا ہے ممکن ہے کہ صاحب نحو میر نے لفظ موسیٰ کو متوسط سے نقل کیا ہو کیونکہ متوسط پر میر سید شریف کا حاشیہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ متوسط سے علامہ نے بہت استفادہ کیا ہے کیونکہ بہت سے مقامات ہیں نحو میر میں کہ بعینہ متوسط میں موجود ہیں فقط فارسی اور عربی کا فرق ہے۔

اس کے بعد جان لو کہ موسیٰ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اول اسم الجنی دوم آلہ حلق یعنی استرہ اس کو موسیٰ الحدید کہتے ہیں اول کو موسیٰ اسم الجنی کہتے ہیں۔



## (تشریح)

ملاحظہ ہو غیاث اللغات (مُوسیٰ درعربی استرہ کہ ازان موئی تراشند و نام پیغمبر معروف علیہ السلام)

جب یہ معلوم ہوا تو یہ بھی جان لو کہ مُوسیٰ اسم الجنی غیر منصرف ہے علم اور عجمہ کی وجہ سے اور موسیٰ الحدید عند البصریین منصرف ہے اعراب اس کا حرکاتی تقدیری غیر تبعی آتا ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالہ جات۔

(۱) عبدالسلام محمد ہارون نے کتاب سیبویہ کی شرح میں موسیٰ اسم الجنی کے متعلق کہا ہے (واما مُوسیٰ وعیسیٰ فانہما اعجمیان لاینصر فان فی المعرفۃ وینصر فان فی النکرۃ اخبرنی بذالک من اثق بہ ومُوسیٰ مُفْعَل وعِیسیٰ فِعلیٰ)

اور مُوسیٰ الحدید کے بارے میں شرح مذکور کہتا ہے (ومُوسیٰ الحدید مُفْعَل ولوسَمَّیْتَ بھا رجلا لم تصر فھا لانھا مؤنثۃ بمنزلۃ مِعزیٰ الاان الیاء فی موسی من نفس الکلمۃ) (شرح سیبویہ ۳ ج)

(۲) رضی نے شرح شافیہ میں موسیٰ الحدید کے بارے میں کہا ہے (موسی الحدید عند البصریین من اَوْسَیْتُ ای حلقت وھذا اشتقاق ظاھر وھو مؤنث سماعی کالقدد .والنار. والدار وھی منصرفۃ قبل العلمیۃ غیر منصرفۃ معھا کعقرب ثم تنصرف بعد التنکیر وقال ابو سعید الاموی ھو مذکر لکونہ مفعلاً قال ابو عبیدہ لم یسمع التذکیر فیہ الامن الاموی وجوز السیرا فی اشتقاقہ من اَسَوْتُ الجرح ای اصلحتہ فاصلہ مُؤْسَیٌ بھمزۃ الفاء وقال الفری ھی فُعْلیٰ فلاتنصرف فی کل حالٍ لکونہ کالبشریٰ وھو عندہ من المَیْس لان المزین یتبختر وھو اشتقاق بعید قبلت عندہ الیاء واوا لانضمام ماقبلھا علی ماھو مذھب الاخفش فی مثلہ)

اور مُوسیٰ اسم رجل کے بارے میں رضی نے کہا ہے۔

(واما موسیٰ اسم رجل فقال ابو عمرو بن العلاء ھو ایضاً مفعل بدلیل انصرافہ بعد التنکیر وفُعْلیٰ لا ینصرف علی کل حالٍ) (رضی ج ۲ ص ۳۴۷)

(۳) جاربردی نے شرح شافیہ میں موسیٰ الحدید کے بارے میں کہا ہے۔

(وموسی الحدید مُفْعَل من اَوْسَیْتُ ای حلقت وقال الکوفیون ھو فُعلیٰ من مَاسَ یَمِیْسُ ای تبختر والاول اولی لان النسبۃ الی الحلق اکثر منھا الی التبختر ولان مفعلا اکثر من فعلی لانہ یبنی من

(تشریح )

كل افعلٍ ولان المسموع فيه الصرف ولو كان فُعُلىٰ لماصرف لان الف فى فُعُلىٰ تكون للتانيث الا ماشذ فى قولهم دنيا بالتنوين وهو نادر لانظير له فى كلام العرب )

اورموسیٰ اسم رجل کے بارے میں جار بردی میں ہے کہ (واما موسى اسم رجل فقال ابو عمر وبن العلاء هو مُفعل يدل علىٰ ذالک انه ينصرف فىٰ النكرة وفعلىٰ لاتنصرف على كل حال وكان الكسائى يقول هو فُعلىٰ ) (جار بردی ص۲۰۹)

(۴) علامہ سید عبداللہ شہیر بنقرہ کار شرح شافیہ میں موسیٰ الحدید کے متعلق کہتا ہے (وموسى بمعنى الآلة التى يحلق بها مُفعل من اوسيت اى حلقت وقال الكوفيون هو فعلى من ماس اذا تبختر والاول اولى لمناسبة الحلق بخلاف التبختر ولان مفعلا اكثر من فعلىٰ لانه يبنى من كل ماما ضيه على اكرم ولان المسموع فيه الصر ف ولوكان فُعلىٰ لماصرف)

اور فاضل مذکور نے موسیٰ اسم رجل کے متعلق کہا ہے

(واما موسى اسم رجل فقال ابو عمرو بن العلاء هو مُفعل لانه ينصرف فى إلنكرة وفعلى لا ينصرف دائما) (شروع شافیہ ۱۴۶)

(۵) شیخ الاسلام زکریا انصاری نے مناهج الکافیہ فی شرح الشافیہ میں موسیٰ الحدید کے بارے میں کہا ہے (وموسى الحديد وزنه مُفعَل لانه من اوسيت رَاسَهٗ اى حلقت وقال الكوفيون وزنه فُعْلىٰ لانه من ماس اى تبختر اومن قولهم رجل ماس اى خفيف طياش ورُجح الا ول لان نسبة موسى الى الحلق اكثر منها الى التبختر والى الخفة والطيش ولان مفعلا اكثر من فُعلىٰ لانه يبنى من كل افعلت ولانه ولو كان فُعلىٰ لما صرف لان الف فُعلىٰ للتانيث الا ماشذ من قولهم دنيا بالتنوين وهو نادر)

اور علامہ مذکور نے موسیٰ اسم رجل کے بارے میں کہا ہے (واما موسى اسم رجل فقال ابو عمرو بن العلاء وزنه مُفعَلٌ لانه ينصرف نكرة وفُعلىٰ لاينصرف بحالٍ وقال الكسائى وزنه فُعلىٰ ) شروح شافیہ ص۱۴۶)

(۶) عباس حسن نے النحو الوافی میں موسیٰ اسم البنی کے متعلق کہا ہے (واما موسى اسم البنىٔ فممنوع من الصرف



(تشریح )

لوروده فى السماع الاغلب كذالک واما موسى الذى ليس اسما للنبى وانما هو اسم لِلَاداة التى للحلق فيصح صرفه ومنعه من الصرف فيصرف ان كان من اوسيت ر ء سه اذا حلقته ويكون ممنوعاً ان كان فعله مَاسَ يَمِيْسُ فهو فُعُلىٰ ) النحو الوافی ۴ ج ص ۲۳۳)

اس تفصیل کے بعد جان لو کہ کتاب نحو میر میں لفظ مُوسیٰ سے مراد موسیٰ الحدید ہے جو کہ عند البصر ین منصرف ہے کیونکہ یہاں یعنی اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی میں موسیٰ اسم البنی تو نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ غیر منصرف ہے اور صاحب نحو میر کا غرض یہاں اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی کے لئے مثال دینا ہے اور اس کے لئے اسم منصرف مثال ہوسکتا ہے جو کہ موسیٰ الحدید ہے جو بصریین کے نزدیک منصرف ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا۔

<u>فائدہ</u> : ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول میں اسم معرب کے بحث میں کہا ہے کہ اسم مقصور دو قسم پر ہے منصرف وغیر منصرف، منصرف وہ ہے کہ اس پر تنوین داخل ہوتی ہے جیسے عَصاً غیر منصرف وہ ہے کہ اس پر تنوین داخل نہ ہو جیسے حُبْلیٰ۔

<u>فائدہ</u> : اسم مقصور میں اعراب الف پر تقدیراً آتا ہے جیسا کہ ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول بحث اسم معرب میں کہا ہے ملاحظہ ہو (وانما لم يدخله شىء من حركات الاعراب لان فى آخره الفا والالف لاتتحرك بحركة على ماتقدم فكان فيها مقدرا فاذا قلت فى الرفع هذه عصاً ففى الالف ضمة منوية واذا قلت فى النصب ر ا يت عصاً ففى الالف فتحة منوية واذقلت فى الجر مررت بعصاً ففى الالف كسرة منوية)

جاننا چاہئے اس مقام میں متوسط شرح کافیہ میں ایک اشکال پیش کیا گیا ہے اور جواب بھی دیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ مذکورہ مثال میں الف تو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہے یہی وجہ ہے کہ تنوین صاد پر منتقل ہوئی ہے لہٰذا جب الف خود موجود نہیں تو اس میں اعراب تقدیری کا مطلب کیا ہے؟ اس سوال کا اس کتاب میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اسم مقصور والے کلمہ پر اگر الف ولام داخل ہو یا کہ مضاف ہو تو الف موجود ہوتا ہے جیسے (الفتیٰ وفتاکم ) البتہ حالت تنکیر میں الف مقدر ہے اور (المقدر کا لملفوظ) ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اعراب الف کے ماقبل پر جاری نہیں ہوتا ہے؟؟۔

(غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چون غلامی ) علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ بحث اعراب میں کہا ہے کہ صیغہ غیر جمع مذکر سالم وصیغہ غیر تثنیہ جب مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف تو ان کا اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی آتا ہے

(تشریح)

ملاحظہ ہو عبارت (تقدر الحرکات الثلاث وهی الضمة والفتحة والکسرة فی الاسم المضاف الی یاء المتکلم ولیس مثنی ولا مجموعاً جمع مذکر سالما)

اس مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم مقصور اگر مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے (عصای) تو وہ اسم اعراب میں غلامی جیسا ہے یعنی اعراب اس کا حرکاتی تقدیری غیر تبعی آتا ہے اور سبب اعراب لفظی کے متعذر ہونے کا اضافت ہے نہ کہ الف مقصورہ اس طرح عصام علی الکافیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم مقصور جب مضاف ہو یاء متکلم کی طرف تو اعراب اس کا غلامی جیسا ہے اور سبب متعذر اعراب لفظی کا اضافت ہے نہ کہ الف مقصورہ ملاحظہ ہو عبارت (فمن جعل عصای خارجا عن غلامی وقال المراد بغلامی غیر مقصور اُضیف لان عَصَایَ داخل فی قوله کعَصَافقد غفل)

مگر میر سید شریف نے رضی کے حاشیہ میں بحث اعراب کے اندر کہا ہے کہ ہر وہ اسم جس کا اعراب حرکاتی لفظی ہو یعنی مفرد کا صیغہ ہو یا جمع تکسیر جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہو جب مضاف ہو یاء متکلم کی طرف تو وہ اعراب میں غلامی جیسا ہے لہذا (عِبَادِی وُمسلماتی) داخل ہوا مگر (عَصَایَ) خارج ہے ملاحظہ ہو عبارت حاشیہ رضی کی (الاولی ان یقال یعنی کل ماعرب بالحرکات لفظامن المفردات والجموع المکسرة وجمع المؤنث السالم اذا اضیف الی یاء المتکلم فیخرج ایضاً نحو عَصَایَ وسکارای وید خل فیه نحو عبادِی ومسلماتی ایضا) نیز میر سید شریف نے متوسط کے حاشیہ میں بحث اعراب کے اندر ایک ضابطہ بیان کیا ہے اس ضابطہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک اسم مقصور اگر مضاف ہو یا متکلم کی طرف تو وہ (غُلامِیُ) کے بمثل نہیں ہے ملاحظہ ہو عبارت (ضابطة کل اسم یکون اعرابه الحرکات لفظا اذا اُضِیفُ الی یاء المتکلم صار اعرابه تقدیر یا بسبب هذه الاضافة) مطلب یہ ہے کہ علامہ کے نزدیک اسم مقصور اگر مضاف ہو یاء متکلم کی طرف تو اعراب لفظی کا متعذر ہونا اضافت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں اعراب کا متعذر ہونا اضافت کے سبب سے ہے مگر فاضل عصام اس تحقیق کے مخالف نظر آتا ہے جیسے کے پہلے ذکر ہوا لہذا مزید تحقیق وتفصیل کے لئے شرح عصام علی الکافیہ کو لفظ (عصا) کی شرح میں دیکھا جائے

**فائدہ**: سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد اول میں کہا ہے کہ غُلَامِیُ میں حرف میم کا کسرہ بناء کا ہے کیونکہ یہ حرکت عامل سے پیدا نہیں ہے مگر چونکہ یہ عارضی ہے اس لئے کہ (یا) اپنے ماقبل پر کسرہ چاہتی ہے لہذا کلمہ مبنی نہیں۔

(اسم منقوص) میر سید شریف نے شرح کافیہ میں بحث معرب کے اندر کہا ہے کہ اسم منقوص میں رفع اور جر مقدر



(تشریح)

ہوتا ہے عام از ین کہ حرف یاء التقاء ساکنین کے سبب سے حذف ہو جیسے (قاضٍ) یا کہ موجود ہو جیسے (اَلْقَاضِیُ) اور سبب تقدیر کی ثقل ہے کہ یاء پر رفع اور جر ثقیل ہوتا ہے اور نصب چونکہ خفیف ہے وہ اسم منقوص میں ملفوظ ہوتا ہے۔

ابن یعیش نے شرح مفصل جلد اول میں بحث اسم معرب کے اندر کہا ہے کہ (وانما سُمِّیَ منقوصاً لانه نقص شیئین حرکة وحرف فالحرکة هی الضمة اوالکسرة حذفت للثقل والحرف هو الیاء حذف لالتقاء الساکنین).

**فائدہ**: سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم باب الوقف میں کہا ہے کہ اسم مقصور منون پر اگر وقف ہو تو الف محذوف شدہ جو التقاء ساکنین کے وجہ سے حذف ہوا تھا وہ الف حالت وقف میں واپس عود کرتا ہے لہذا وقف الف سے ہوتا ہے جیسے رَاَئیتَ عَصٰی اور اگر اسم منقوص منون پر وقف کیا جائے جیسے کے (قاضٍ) ہے تو اس میں اختلاف ہے سیبویہ کہتا ہے کہ یا پر وقف نہیں ہوتا ہے لہذا یا جو حذف ہوا ہے التقاء ساکنین کے سبب سے وہ حالت وقف میں عود کر کے واپس اپنے جگے پر نہیں آتا مگر یونس نحوی نے کہا ہے کہ اسم منقوص منون پر اگر وقف کیا جائے تو وقف یا پر ہوتا ہے، ابن خباز نے کہا ہے کہ اسم مقصور منون پر جب وقف ہو تو وقف الف پر ہوتا ہے اور اس میں اتفاق ہے اور اگر اسم منقوص منون پر وقف ہو تو یا کے اعادہ میں اختلاف ہے وجہ یہ ہے کہ الف خفیف ہے بخلاف یا کے کہ وہ ثقیل ہے ملاحظہ ہو قول ابن خباز کا (قال ابن الخباز فان قلت فما بالهم اختلفو افی اعادة یاء المنقوص واتفقو اعلی اعادة الف المقصورة قلتُ الفرق بینهما خفة الالف وثقل الیاء)

(اسمائے ستہ مکبرہ) ابٌ. اخٌ. حَمٌ. هَنٌ. یہ چاروں اسم ناقص واوی ہیں جیسا کہ فوائد ضیائیہ میں کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وهذه الاسماء الاربعة منقوصات واویة) اور اصل میں اَبَوٌ. اَخَوٌ. حَمَوٌ. هَنَوٌ تھے آخری حرف یعنی واو خلاف قاعدہ حذف کر دیا گیا جیسا کہ محرم آفندی میں کہا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (لان اصل کل واحد اخو وابو وحمو وهنو بدلیل تثنیة علی اخوان وابوان وحموان وهنوان وتصغیره علی اُخَیْوٌ واُبَیْوٌ وهُنَیْوٌ وحُمَیْوٌ لان التثنیة والتصغیر تر دالشیء علی اصله واوی اویائی فحذفت الواو علی غیر القیاس لمجردالتخفیف فبقی بعد الحذف اخ اب حم هن واذا اضیف کل واحد منها الی غیر یاء المتکلم عاد المحذوف فصار اعراباً)

## (تشریح)

اورابن یعیش نے شرح مفصل جلداول بحث اسم معرب میں کہاہے کہ مذکورہ الفاظ سے حالت افراد میں یعنی جبکہ مضاف نہ ہوں لام کلمہ جوکہ واو ہے خلاف قیاس حذف ہوتا ہے کیونکہ قانون ہے کہ جب واو، یاء متحرک ہوں اور ماقبل ان کامفتوح ہو تووہ واو،اور،یاءالف ہوجاتے ہیں جیسے قَوَلَ سے قَالَ اور بَیَعَ سے بَاعَ مگر مذکورہ الفاظ سے لام کلمہ خلاف قیاس حذف ہواہے بغرض (مبالغة فی التخفیف) یعنی لام کلمہ خلاف قیاس اس لئے حذف ہواہے تاکہ خوب تخفیف حاصل ہو ورنہ اگرواوکوالف سے بدلا جاتا اس سے بھی تخفیف حاصل ہوتی مگر علی سبیل المبالغہ تخفیف حاصل نہ ہوسکتی لہٰذامذکورہ الفاظ سے لام کلمہ مذیدتخفیف کی غرض سے حذف ہواہے

(حَمُوْكِ) میرسیدشریف نے شرح کافیہ میں کہاہے کہ (حَموكِ بكسر الكاف لان الحم قريب المراة من جانب زوجها) یعنی حم عورت کے رشتہ دار خاوند کے خاندان سے دیورو سُسر وغیرہ کو کہتے ہیں لہٰذاحم صرف عورت کی طرف مضاف ہوتاہےاورفوائدالضیائیہ میں ہے کہ (وحموك بكسر الكاف لان الحم قريب المراة من جانب زوجها فلا يضاف الا اليها) اسمٰعیل جامی کی حاشیہ میں ہے کہ (هذا هو المشهور وقيل انه اعم وفي القاموس حمو الرجل ابو امراته واخوها او عَمُّها) یعنی مشہورتو یہ ہے کہ حم صرف عورت کے رشتہ دار کو کہتے ہیں جوخاوند کے خاندان سے ہومگر مرد کے رشتہ دار کو بھی کہتے ہیں جوعورت کے خاندان سے ہو۔

حاشیہ خضری میں ہے کہ (فيه جرى على اختصاص الحم باقارب الزوج اباً كان اوغيره فلا يضاف الا للمؤنث وقيل يطلق على اقار بهما معاً فيضاف للزوج ايضا) اورابن ھشام نے شرح قطر میں کہاہے کہ (وانما قلتُ وحموها فاضفتُ الحم الى ضمير المونث لِا بين ان الحم اقارب زوج المراة كابيه وعمه وابن عمه على انه رجما الطلق على اقارب الزوجة)

نیزالقواعدالاساسیہ کی حاشیہ میں ہے کہ (الحم اقارب الزوج والزوجة) اورعلامہ فاکھی نے کشف النقاب میں کہا ہے کہ (والحم اقارب الزوج وقد يطلق على اقارب الزوجة) اسی طرح سیوطی نے ھمع الھوامع میں کہاہے کہ (والحم اقارب الزوج وقد يطلق على اقارب الزوجة) فتح رب البریہ میں ہے کہ الحم اسم لاقارب الزوج على المشهور وقيل اسم لاقارب الزوجة وقيل مشترك بينهما ففيه ثلاثة اقوال)

(فم) اصل میں (فَوْهٌ) ہے بروزن فَوْزٌ دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع تکسیر اَفْواہ اورتصغیر فُوَیْهٌ آتی ہے اورتکسیروتصغیرشئی کو



## (تشریح)

اصل کی طرف ردکرتے ہیں لہٰذامعلوم ہواکہ فم اصل میں اجوف واوی ہے ابن یعیش نے شرح مفصل جلداول میں بحث اسم معرب کے اندر کہاہے کہ فَوْهٌ کالام کلمہ ھاء ہےاورھاءمشابہ ہے حرف علت کے ساتھ خفامیں اورمخرج میں الف سے قریب بھی ہے لہٰذامذکورہ مشابہت کی بناپر جیسے کے حرف علت حذف ہوتاہےتو حرف ھاء بھی یہاں حذف ہوتا ہے ملاحظہ ہوعبارت (فم فاصله فوه بزنة فَوْزٌ يدل على ذالك قولك في تكسيره افواه وفي تصغيره فُوَيْهٌ فهذا وحده لامه هاء والهاء مشبهة بحروف العلة لخفاها وقربها في المخرج من الالف فحذفت كحذف حرف العلة فبقيت الواو التي هي عين حرف الاعراب وكان القياسَ قلبها الفا لتحركها بحركات الاعراب وانفتاح ماقبلها ثم يدخل التنوين على حدد خوله في نحو عصا ورحى فتحذف الالف لالتقاء الساكنين فبقى الاسم المعرب على حرف واحد وذالك معدوم النظير فلما كان القياس يودى الى ماذكر ابدلوامن الواو ميما لان الميم حرف جلد يتحمل الحركات من غير استثقال وهما من الشفتين فهما متقاربان وقلت هذا فمٌ ورَئيتُ فما ومررتُ بفمٍ)

اوردرایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے کہ (وفوك اجوف واوى لامه هاء اذا صله فوه فحذف الهاء نسيا ثم قلبت الواو ميما لانه لولم يقلب لدار الاعراب على العين كمافى يَدٍ ودَمٍ فيجب قلبها الفا لتحركها وانفتاح ماقلبها فيبقى المعرب على حرف واحد عند التقاء السا كنين اورمتوسط کے حاشیہ میں ہے کہ (حالت افراد میں فم میم کے ساتھ استعمال ہوتی ہےاورحالت اضافت میں واو کے ساتھ استعمال ہوتی ہے ملاحظہ ہوعبارت (وفوك وهذا اجوف بالواو لان اصله فَوْهٌ على وزن فَعْلٌ بفتح الفاء وسكون العين دل عليه جمعه افواه كثوب واثوابٌ فحذف الهاء على سبيل الشذوذ واذا قطع عن الاضافة ابد لت الواو ميما واذا اضيف قيل فُوْك.

(ذُوْمَالٍ) ہندی میں ہے کہ ذوفقط اسماءاجناس کی طرف مضاف ہوتاہےاسی وجہ سے اس کواسم جنس کی طرف مضاف کرتے ہیں۔

سبیل الھدیٰ میں ہے کہ (الاول ان كلمة ذو ملازمة للا ضافة فلا تقع فى كلام ما ان تكون منقطعة عن

(تشریح )

الاضافة کما یقع فی باقی هذه الاسماء نحو الاب والاخ والحم وتضاف ذُوْ الی اسم جنس ظاهر والمراد باسم الجنس مایقابل الصفة فید خل فیه المصدر نحو ذو فضل وذو علم واسماء الاعیان ومثنا ها وجمعها نحو ذو ذهب وذو فضة و یخرج المشتقات فلا تقول ذُوْعَا لِم ولا یضاف الی الضمیر واما قول الشاعر انما یعرف ذا الفَضْل من الناس ذو وه فانه شاذ والامر الثانی ذو فقد تضاف الی العلم نحو انا الیه ذو بکة وبکة علم یطلق علی مکة المکرمة وقد یاتی مضافا الی جملة نحو اذهب بذی تسلم ای اذهب فی وقت صاحب سلامة فالبا ء ظرفیة بمعنی فیَ وذی صفة لاسم زمان محذوف)

الغرض ذو اسم جنس جو کسی جنس کے لئے موضوع ہے جیسے مال اور علم وغیرہ فقط اسی کی طرف مضاف ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ عرب نے اس لفظ کو اس واسطے وضع کیا کہ اس کے ذریعہ سے اسم جنس کو دوسرے اسم کی صفت بنائی جاسکے چونکہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ موصوف کے ساتھ قائم ہو اور اسم جنس اگر بلاواسطہ ذ وصفت واقع ہو تو وہ موصوف کے ساتھ قائم نہیں ہوسکتی لہذا جاء نی رجلٌ مالٌ کہنا صحیح نہیں بلکہ جاء نی رجل ذومالٍ یہ صحیح ہے جب معاملہ یوں ہے تو ذو سے اس کو صفت واقع کرنے کے لئے وسیلہ پکڑا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے جاتنی رجلٌ ذُومالٍ.

حاشیہ صبان میں ہے کہ ذ ولفیف مقرون ہے عند سیبویہ لام کلمہ اس کا یاء ہے یا کو تخفیف کی غرض سے حذف کیا گیا اور حرکت اعرابیہ کو واو کی طرف نقل کیا گیا بعدہ ذال کو حرکت دیا گیا بمثل حرکت واو کے اتباع واو کے لئے یعنی نقل حرکت کے بعد واو مرفوع منصوب مجرور ہوگا رفع کی صورت میں ذال پر ضمہ آئے گا۔

حرکت واو کے موافقت کے لئے اسی طرح نصب وجر کی صورت میں ذال پر فتحہ اور کسرہ آتا ہے حرکت واو کی موافقت کے لئے اس کے بعد حالت رفع میں واو کا رفع حذف ہوتا ہے ثقل کی وجہ سے ہوگا ذُوْ مَـــالٍ اور حالت نصب میں واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح لہذا واو الف سے بدلتا ہے ہوگا ذا مال اور حالت جری میں ثقل کے سبب واو کا کسرہ حذف ہوتا ہے لہذا واو ساکن ماقبل اس کا مکسور یہ واو یا سے بدلتا ہے ہوتا ہے ذِیْ مَالٍ۔

اور متوسط شرح کافیہ میں ہے کہ تمام اسماء ستہ مکبرہ میں واو کی حرکت کو حالت رفع اور جر میں نقل کی گئی ہے ماقبل کی طرف مگر بعد از سلب وحذف حرکت ماقبل حالت جری میں واو ساکن ماقبل اس کا مکسور ہے اس واو کو یا سے بدلتے ہیں



(تشریح )

مگر حالت نصبی میں نقل حرکت کا معاملہ نہیں ہوتا ہے ماقبل واو کا پہلے سے مفتوح ہے لہذا واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس کو الف سے بدلتے ہیں مثلاً اَبٌ نقل حرکت اور تبدیلی ترف علت کے بعد تینوں حالات میں یوں ہوجائے گا جـــاء نـــی اَبُوْکَ ورئیتُ اَبَاکَ وَمَرَرْتُ بِاَ بِیْکَ اسی پر بقیہ صیغوں کو قیاس کیا جائے۔

## ﴿شرائط اسمائے ستہ مکبرہ﴾

جاننا چاہئے کہ ماقبل میں کہا گیا کہ اعراب حروفی لفظی غیر تبعی اسماء ستہ مکبرہ پر آتا ہے مگر ان کا یہ اعراب مشروط ہے مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ۔

(۱) شرط یہ ہے کہ اسماء ستہ مفرد ہوں اگر تثنیہ تھے تو ان کا اعراب حروفی لفظی تبعی آتا ہے جیسے جـــاء نـــی اَبَـوَانِ ورائیتُ اَبَوَیْنِ ومررت با بَوَیْنِ .

(۲) شرط یہ ہے کہ مفرد ہوں جمع تکسیر نہ ہوں اگر جمع تکسیر تھے تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آتا ہے جیسے جاء نی آبَاؤُکَ ورئیتُ آبَائکَ ومررت بِآبَاءِ کَ.

(۳) شرط یہ ہے کہ یہ مفرد ہوں جمع تصحیح کی صیغیں نہ ہوں اگر جمع تصحیح کی صیغیں تھے تو ان کا اعراب حروفی لفظی تبعی آتا ہے جیسے جاء نی اَبُوْنَ ورائیتُ اَبِیْنَ ومَرَر تُ بِاَبِیْنَ. مگر شرح قطر میں ابن حشام نے کہا ہے کہ اسماء ستہ میں سے صرف. اب .اخ. حم .جمع تصحیح ہوسکتے ہیں۔

(۴) شرط یہ ہے کہ مضاف ہوں اگر غیر مضاف تھے تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آتا ہے جیسے هـذا اَبٌ ورَاَیْتُ اَبًا ومررت بِاَبٍ .

(۵) یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں اگر تھے تو ان کا اعراب حرکاتی تقدیری غیر تبعی آتا ہے جیسے هـذا اَبِیْ ورَاَیْتُ اَبِیْ ومَـرَرْتُ بِـاَبِـیْ مگر یاد رہے کہ ذُو یاء متکلم کی طرف مضاف نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اشمونی وغیرہ میں ہے اور جاننا چاہئے کہ یہ مذکورہ شرطیں تقریبا شرح قطر سے ماخوذ ہیں۔

(۶) شرط یہ ہے یہ اسماء ایسے اسم کی طرف مضاف نہ ہوں جس کا اول حرف ساکن ہو، اگر تھے تو ان کا اعراب حروفی تقدیری غیر تبعی آتا ہے جیسے جـاء نـی اَبُـوْ الْقَاسِمِ ورئیتُ اَبَا لقَاسِمِ ومررتُ بِاَبِی الْقَاسِمِ یہ شرط النحو الوافی جلد اول بحث معرب ومبنی سے ماخوذ ہے نیز الاظہار والعوامل للعلامہ برکوی سے ماخوذ ہے دونوں کتابوں میں کہا گیا ہے کہ

## (تشریح)

(واو . الف . یــا) جو کہ اعراب ہیں نطقاً مقدر ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ حروف اعرابی التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوتے ہیں مگر رَسْـماً و کتابتاً موجود ہوتے ہیں۔ اور الاظہار للبرکوی کے حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ (واو . الف . یاء) اس لئے لکھ لئے جاتے ہیں تا کہ دلالت کریں حالت رفعی نصبی وجری پر نیز تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ واو الف یـــا کے ماقبل کی حرکت جو تینوں حالات میں بدلتا ہے یہی اعراب ہے حالانکہ وہ حرکت جو بدلتا ہے حالت رفعی میں تقدیر واو پر دلالت کرنے کے لئے ہے اسی طرح حالت نصبی وجری میں تقدیر الف وتقدیر یا پر دلالت کرنے کیلئے ہوتی ہے لہٰذا یہ تبدیل حرکت عامل کا اثر نہیں ہے تا کہ اعراب ہو بلکہ ضمہ تقدیر واو پر فتحہ تقدیر الف پر اور کسرہ تقدیر یا پر دلالت کرنے کے لئے ہوتا ہے

(۷) شرط یہ ہے کہ اسماء ستہ کے آخر میں یاء نسبی لاحق نہ ہو اگر لاحق ہوا تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آتا ہے جیسے جاء نی اَبوِیُّ ورَائیتُ اَبَوِیَّ ومررتُ بِاَبَوِی، یہ شرط فتح رب البریہ اور کشف النقاب کی حاشیہ سے ماخوذ ہے

(۸) شرط یہ ہے کہ یہ اسماء مکبّر ہوں احتراز ہوا مصغر سے اگر مصغر کے صیغیں تھے تو ان کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آتا جیسے جاء نی اُخَیُّکَ ورَائیتُ اُخَیَّکَ ومَرَرْتُ بِاُخَیِّکَ یہ شرط شرح قطر سے ماخوذ ہے۔

جاننا چاہیئے کہ مندرجہ بالا شروط میں اسماء ستہ شریک ہیں مگر ان میں سے (فَــمُ) اور (ذُوْ) کے لئے ایک ایک شرط اور بھی ہے لہٰذا فـــم کے لئے شرط یہ ہے کہ خالی ہو میم سے اگر خالی نہیں تھا تو اس کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی آتا ہے جیسے جاء نی فَمٌ ورایتُ فَمًا وَمَرَرْتُ بفمٍ اور ذُوْ کے لئے شرط یہ ہے کہ ذُوْ بمعنی صاحب کے ہو، اگر موصولہ تھا تو وہ مبنی ہے جیسا کہ بحث اسم موصول میں گذر گیا ہے یاد رہے کہ یہ شرطیں شرح الاجرومیہ للعثیمین وغیرہ سے منقول ہیں۔

**فائدہ**: اشمونی میں ہے کہ فُوْکَ جب بغیر اضافت کے ذکر ہو تو واو کے عوض میں میم لایا جاتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (واذا افرد فُوْکَ عوض من عینہ وھی الواو میم وقل تثبت المیم مع الاضافۃ کقولہ یُصْبِحُ ظمانَ وفی البَحرِ فَمُہ ولا یختص با لضرورۃ خلا فا لابی علی لقولہ ﷺ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ المِسْکِ)

**فائدہ**: اسماء ستہ میں سے لفظ ھَن میں فصیح یہ ہے کہ معرب ہو اعراب حرکاتی سے جیسا کہ ابن عقیل وغیرہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ ابن عقیل کی (واما ھَنٌ فالفصیح فیہ ان یعرب بالحرکات الظاھرۃ علی النون ولا یکون فی آخرہ حرف علۃ نحو ھذا ھَنُ زَیْدٍ ورَاَیْتُ ھَنَ زَیْدٍ ومررتُ بِھَنِ زَیْدٍ) اشمونی میں ہے کہ (وفی الحدیث



## (تشریح)

من تَعَزَّی بِعَزَاءِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ أَبِیْهِ ولاتَكْنُوْا) حاشیہ صبان میں اس حدیث کی تشریح وحل لغات کے متعلق کہا گیا ہے کہ (تعز بمثنا ۃ مفتوحۃ فعین مھملۃ فزاء مشددۃ ای من انتسب وانتمی وھو الذی یقول یا لَفُلان لیخرج الناس معہ فی القتال الی الباطل فَاَعِضُّوہ بھمزۃ مفتوحۃ فعین مھملۃ مکسورۃ فضاد معجمۃ مشددۃ ای قولوا لہ عض علی ھن أبیک ای علی ذَکَرِ ابیک استھزاء بہ ولا تجیبوہ الی القتال الذی ارادہ ای تَمَسَّکُ بذکر أبیک الذی انتسبتَ الیہ عساہ ان ینفعک فا ما نحنُ فلا نجیبک ولا تکنوا بفتح التاء وسکون الکاف بعدھا نون مضمومۃ مُخَففۃ ای لاتذکروا کنایۃ الذکر وھی الھن بل اذکروا لہ صریح اسمہ وھو الأَیْر بفتح الھمزۃ وسکون التحتیۃ)

اور منح الجلیل میں ہے کہ (والغرض انہ یدعو الی العصبیۃ القبلیۃ التی جھد البنی ﷺ جھدہ فی محوھا)

اور ابن ھشام نے شرح قطر میں لفظ ھن کے متعلق کہا ہے کہ (واذا استعمل الھن غیر مضاف کان بالا جماع منقوصاً ای محذوف اللام معربا بالحرکات کسائر اخواتہ تقول ھذا ھَنٌ ورأیت ھَناً ومررتُ بِھَنٍ کما تقول یعجنی غَدٌ وأصوم غداً وَاعْتکفتُ فی غدٍ واذا استعمل مضافاً فجمھور العرب تستعملہ کذالک فتقول جاء ھنُک ورایتُ ھَنَکَ ومررتُ بِھَنِکَ کما یفعلون فی غدک وبعضھم یجریہ مُجْری اب واخ فیعربہ بالحروف الثلاثۃ فیقول ھذا ھَنُوکَ ورأیت ھَنَاکَ ومررتُ بِھَنِیْکَ وھی لغۃ قلیلۃ وذکرھا سیبویہ ولم یطلع علیھا الفراء ولا الزجاج فاسقطاہ من عدۃ ھذہ الاسماء وعدا ھا خمسۃً)

**فائدہ**: اسماء ستہ کے اعراب میں کافی اختلاف ہے سیوطی نے ھمع الھوامع میں کہا ہے کہ (فی اعراب الاسماء الستۃ مذاھب احدھا وھو المشھور ان ھذہ الاحرف نفسھا ھی الاعراب وانھا نابت عن الحرکات وھذا مذھب قطرب والزیادی والزجاجی من البصریین وھشام من الکوفیین الخ) الغرض سیوطی نے اپنے کتاب مذکور میں بارہ مذاھب کی تفصیل سے حوالہ دیا لہٰذا تفصیل کے لئے وہاں رجوع ہو اور رضی میں بھی ان اسماء کے اعراب کے متعلق کہا گیا ہے کہ (فلھم فی اعراب ھذہ الاسماء اقوال) اور بعد میں

(تشریح)

اقوال نحاۃ کونقل کیا گیا ہے تفصیل کے لئے رضی شرح کافیہ کی طرف رجوع ہو۔

## ﴿وجہ اعراب اسماء ستہ بالحروف﴾

جاننا چاہیئے کہ اصل اعراب میں حرکاتی ہے اور مفرد بھی اصل ہے تثنیہ اور جمع سے مناسب تو یہ تھا کہ اسماء ستہ جو کہ مفرد ہیں ان کواعراب حرکاتی دیا جاتا مگران کواعراب حروفی دیا گیا ہے جو کہ خلاف اصل ہے لہٰذا ان کے اعراب بالحروف کے لئے مختلف توجیہات ذکر کے گئے ہیں سب سے بہتر وجہ صاحب متوسط نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کوخلاف اصل اعراب اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے آخیر میں اسے حروف ہیں جواعراب بن سکتے ہیں بغیر حرکت کے ملاحظہ ہوعبارۃ متوسط کی (وهذا النوع جار علىٰ خلاف الاصل من حيث ان اعرابها با لحروف لانه كان فى اواخرها حروف تصلح ان يكون اعرابا من غير الحركات بان يحصل نقل حركته الى ماقبله بعد سلب حركته حال الرفع نحو جاء نى اَبُوْكَ نقلت حركة الواو الى الباء بعد سلب حركته فصار اَبُوْكَ وبان يحصل قلب الواو الفا حال النصب نحو رأيت اباك اصله اَبَوَكَ قلبت الواو الفا لتحركها وانفتاح ما قبلها فصارَ رَأيتُ اباك وبان يحصل نقل حركته الى ماقبله بعد سلب حركته وقلبه ياءً حال الجر نحو مررت بابيك اصله بابَوِكَ فنقلت حركة الواو الى الباء بعد سلب حركة الباء ثم قلبت الواو ياء لسكونها وانكسار ما قبلها فصار مررت بابيك)

(كِلا وكِلْتا مضاف بمضمر) حاشیہ متوسط میں ہے کہ (ان فى كلا افرادا لفظياً و تثنيه معنوية وكان تارة يضاف الى مظهر و تارة يضاف الى الضمير فاعطى له حكم الافراد حالة الاضافة الى مظهر و حكم التثنية حالة الاضافة الى مضمر) یعنی لفظا مفرد ہیں کیونکہ تعریف تثنیہ کی ان پرصادق نہیں اس لئے کہ تثنیہ حقیقی وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف ونون حالت رفع میں یا کہ یاء ونون مکسور حالت جر میں لاحق ہو کلا اور کلتا ایسا نہیں لہٰذا صورۃ مفرد ہیں مگر چونکہ تعدد پر دلالت کرتے ہیں تو معنیً تثنیہ ہیں لہٰذا لسان عرب میں ان دونوں حالتوں کا اعتبار کیا گیا ہے باین طور کہ جب مضاف ہوں اس ظاہر کی طرف تو ان پر اعراب حرکاتی جاری ہوتا ہے جیسے کہ مفرد پر اعراب حرکاتی آتا ہے اور جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں تو ان پر اعراب حروفی جاری ہوتا ہے جیسے کہ تثنیہ پر آتا ہے الغرض کبھی حکم میں مفرد کے ہوتے ہیں تو ان پر اعراب حرکاتی آتا ہے اور کبھی حکم میں تثنیہ کے ہوتے ہیں تو ان پر اعراب



(تشریح)

حروفی آتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مذکورہ حاشیہ کی طرف رجوع ہو۔

(واثنان) میر سید شریف نے متوسط کے حاشیہ میں کہا ہے کہ (وانما اعرب اثنان اعراب المثنى لان معناه معنى المثنى وصورته صورة المثنى فاجرى مجراه فى الاعراب)

**فائده**: متوسط کے اندر ہے کہ کلا واثنان یہ تثنیہ حقیقی نہیں ہیں کیونکہ تثنیہ حقیقی وہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخیر میں الف ونون مکسور یا کہ یاونون مکسور لاحق ہوں اور کلا واثنان ایسے نہیں اور میر سید شریف نے متوسط کی مذکورہ عبارۃ کی توضیح میں کہا ہے کہ (اذ ليس لنا كل حتى يكون مفرد الكلا ولا اثن ليكون مفرد الاثنان)

اور ابن عقیل نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ہر وہ لفظ جس پر تثنیہ کی تعریف صادق نہ آتا ہو مگر بسبب کسی زیادتی کے دو پر دلالت کررہا ہو وہ لفظ تثنیہ حقیقی نہیں ہے بلکہ وہ ملحق بالتثنیہ کہلاتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ ابن عقیل کی (فما لا يصدق عليه حدا لمثنى ممادل على اثنين بزيادة او شبهها فهو ملحق بالمثنى فكلا وكلتا واثنان واثنتان ملحقة بالمثنى) مذکورہ عبارۃ میں بزیادۃ اور شبهها کے الفاظ ہیں۔

زیادتی کے سبب سے جو دو پر دلالت کرے وہ مندرجہ ذیل الفاظ ہیں یعنی (اثنان واثنتان وكلتا) کے الفاظ ہیں اور شبہ زیادتی کے سبب سے جو دو پر دلالت کرے وہ (كلا) ہے کیونکہ الف کلا کا اصلی ہے جاننا چاہیئے کہ توضیح خضری شرح ابن عقیل سے ماخوذ ہے ملاحظہ ہو عبارۃ خضری کی (بزيادة كاثنين واثنتين وكلتا وقوله او شبهها ككلا فان الفها اصلية كما مر وخرج مادل عليهما بجوهره كشفع كما مر) اور اسی بحث میں حاشیہ خضری اور حاشیہ صبان میں تثنیہ کے لئے آٹھ شرطیں ذکر کئے گئے ہیں تفصیل کے لئے ان کی طرف رجوع ہو۔ اور اشمونی میں کلا وکلتا کے متعلق کہا گیا ہے کہ (تنبيه كلا وكلتا ملازمان للاضافة ولفظهما مفرد ومعنا هما ولذالك اُجيز فى ضمير هما اعتبار المعنى فيثنى واعتبار اللفظ فيفرد) بعد میں اشمونی میں ایک شعر نقل کیا گیا ہے اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے کہ (الاان اعتبار اللفظ اكثر وبه جاء القرآن قال تعالى كلتا الجنتين آتت اُكُلَهَا ولم يقل آتتا) مزید تفصیل کے لئے اشمونی کی طرف رجوع ہو۔

(یازدهم اُولُوْ) ہندی میں ہے کہ (اولو جمع ذو لاعن لفظه) متوسط کے حاشیہ میں ہے کہ (واُولُوْ مالٍ انما كتبت فيه الواو قبل اللام لئلا يلتبس فى حال النصب والجر بالى التى هى حرف الجر) اور

## (تشریح)

حاشیہ صبان میں ہے کہ (ویکتب بالواو بعد الهمزة للفرق بينه وبين الى الجارة فى الرسم نصبا وجرا وحمل عليهما الرفع)

(دوازدهم عشرون) جاننا چاہئے کہ عشرون اور اس کے امثال ونظائر جو کہ سات ہیں یعنی. ثلاثون. اربعون. خمسون. ستون. سبعون. ثمانون. تسعون. یہ حقیقی جمع نہیں ہیں کیونکہ جمع حقیقی وہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واو نون مفتوح حالت رفع میں یا کہ یا نون مفتوح حالت نصب وجر میں لاحق ہوں لہذا عشرون اور اس کے نظائر ان کے لئے مفرد نہیں ہے چونکہ صورۃ اور معنی میں مشابہ ہیں جمع حقیقی کے ساتھ کو لہذا ان کو اسی مشابہت کی بنا پر جمع مذکر سالم کا اعراب دیا گیا ہے جیسا کہ متوسط کے حاشیہ میں کہا گیا ہے اور ابن عقیل میں ہے کہ (فعشرون وبابه وهو ثلاثون الى تسعين ملحق بجمع المذكر السالم لانه لا واحد له من لفظه اذ لا يقال عِشْرٌ)

علامہ عبدالرحمٰن جامی نے شرح جامی میں کہا ہے کہ (وليس عشرون جمع عشرة ولا ثلاثون جمع ثلاثة والا لصح اطلاق عشرين على ثلاثين لانه ثلاثة مقادير العشرة واطلاق ثلاثين على التسعة لانها ثلاثة مقادير الثلاثة وعلى هذا القياس البواقى وايضاً هذه الالفاظ تدل على معان معينة ولا تعين فى الجموع) بعینہ اسی طرح متوسط میں بھی کہا گیا ہے۔

**فائدہ**: مسالک البهيه میں کہا گیا ہے کہ تثنیہ میں حالت جری حالت نصبی کے تابع ہے اور جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات میں حالت نصبی حالت جری کے تابع ہے مگر میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں حالت نصبی تابع ہے حالت جری کے ملاحظہ ہو عبارت (وجعلوا الياء علامة النصب والجر فى كليهما وفرقوا بين التثنية والجمع بان ماقبل الياء فى التثنية مفتوح والنون مكسورة وفى الجمع مكسور والنون مفتوحة فنصبهما تابع للجر)

شرح متوسط میں بھی ہے کہ (واتبعوا النصب فيهما الجر) نیز ابن السراج نحوی نے الاصول فی النحو کے اندر کہا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (كما تبع النصب الخفض فى تثنية الاسماء وجمعها السالم) الاصول فی النحو ج۱۔



## وجہ تثنیہ

### وجہ اعراب تثنیہ وجمع بالحروف

متوسط میں ہے کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم کو اعراب حروفی دو وجوہ کی بنا پر دیا گیا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ بعض آحاد کو چونکہ اعراب حروفی دیا گیا ہے جیسے کے اسماء ستہ ہیں اب اگر تثنیہ اور جمع کو اعراب اصلی جو کہ اعراب حرکاتی ہے دیا جاتا تو زیادتی فرع کی جو کہ تثنیہ اور جمع ہیں اصل پر جو کہ واحد ہے لازم آجاتا اور یہ ناجائز ہے لہذا ان کو اعراب حروفی دیا گیا۔

وجہ دوم یہ ہے کہ ان کو اس لئے اعراب حروفی دیا گیا ہے کہ ان کے آخر میں ایسے حروف ہیں جن میں اعراب کی صلاحیت ہے ملاحظہ ہو عبارت متوسط کی کہ (فلان المثنى والمجموع فرعان على الآحاد والاعراب با لحروف فرع على الاعراب با لحركات واعراب بعض الاحاد وهى الاسماء الستة با لحروف فلولم يجعل اعرابهما با لحروف لكان للفرع مزية على الاصل وانه غير جائز ولانه لما كان فى اواخر هما حروف وهى علامة التثنية والجمع تصلح ان يكون اعرابا بقلب بعضها الى بعض فجعل اعرابها با لحروف لان الحروف بغير الحركة اخف من الحروف مع الحركة)

## ﴿ نحو میر ﴾

فصل بدانکہ اعراب مضارع سہ است رفع ونصب وجزم فعل مضارع باعتبار وجوہ اعراب بر چہار قسم ست۔

اول صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ وجمع مذکر وبرائے واحد مؤنث مخاطبہ رفعش بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجزم بسکون چون هُوَ يَضْرِبُ ولَن يَّضْرِبَ ولَمْ يَضْرِبْ

دوم: مفرد معتل واوی چون يَغْزُوْ ویائی چون يَرْمِىْ رفعش بتقدیر ضمہ باشد ونصب بفتحہ لفظی وجزم بحذف لام چون هُوَ يَغْزُوْ وَيَرْمِىْ ولَن يَّغْزُوَ ولَن يَّرْمِىَ ولم يَغْزُ ولَمْ يَرْمِ.

سوم: مفرد معتل الفی چون يَرْضٰى رفعش بتقدیر ضمہ باشد ونصب بتقدیر فتحہ وجزم بحذف لام چون هُوَ يَرْضٰى ولَنْ يَّرْضٰى ولَمْ يَرْضَ.

(طرز المبتدی)

(قولہ بدانکہ اعراب مضارع سہ است ) جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ معرب کی دو قسمیں ہیں اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع بشرطیکہ خالی ہو نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے، تو ان دو میں سے اسم متمکن کے اعراب سے جب مصنف فارغ ہوا اب فعل مضارع کے اعراب کو بیان کر رہا ہے کہ مضارع کے اعراب تین ہیں. رفع . نصب . جزم اس کے بعد جان لو کہ جزم کے معنی سکون کے ہیں مگر پھر سکون دو قسم پر ہے اِعْرَابی وبِنائی اعرابی معرب میں ہوتا ہے جو کسی عامل سے پیدا ہوتا ہے اور یہ موسوم ہے جزم سے رہا بنائی یہ مبنی میں ہوتا ہے یہ موسوم ہے وقف سے۔

**فائدہ**: جر مختص ہے اسم کے ساتھ اور جزم مختص ہے فعل کے ساتھ اس لئے کہ جر ثقیل ہے جزم سے اور اسم خفیف ہے کیونکہ مدلول اسم کی فقط ذات ہوتی ہے جیسے رَجُلٌ ہے مثلاً اور فعل ثقیل ہے کیونکہ مدلول اور معنی فعل کا مرکب ہے تین چیزوں سے یعنی زمانہ نسبت الی الفاعل ۔ معنی مصدری لہٰذا مناسب یہ ہے کہ خفیف کو جو کہ اسم ہے ثقیل اعراب دیا جائے اور ثقیل کو خفیف اعراب دیا جائے اور یا تو یوں کہا جائے کہ جر مختص ہے اسم کے ساتھ اس لئے کہ جر کا عامل خاص ہے اسم کے ساتھ اور جزم مختص ہے فعل کے ساتھ اس لئے کہ جزم کا عامل خاص ہے فعل کے ساتھ۔

(قولہ اول صحیح مجرد ) یعنی فعل مضارع اعراب کی صورتوں کے لحاظ سے چار قسم پر ہے، اول وہ مضارع ہے جو صحیح ہو مگر یہاں صحیح سے نحوی صحیح مراد ہے نحوی صحیح وہ ہے کہ لام کلمہ پر واو ۔ یا ۔ الف نہ ہو اور مجرد ہو یعنی خالی ہو ضمائر بارزہ ظاہرہ سے جو کہ تثنیہ جمع مذکر اور واحدہ مونثہ میں ہوتے ہیں تثنیہ میں الف ہے جیسے یَضْرِبَانِ وتَضْرِبَانِ جمع میں واو ہے جیسے یَضْرِبُوْنَ وتَضْرِبُوْنَ اور واحدہ مونثہ مخاطبہ میں یاء ہے جیسے تَضْرِبِیْنَ جب فعل مضارع ایسا ہو تو رفع اس کا ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ ہوگا جیسے ھُوَ یَضْرِبُ ولَن یَّضْرِبَ ولَم یَضْرِبْ

(دوم مفرد معتل واوی ) یعنی دوم مضارع مفرد اور معتل واوی ہو جیسے یَغْزُوْ یا یائی ہو جیسے یَرْمِیْ اس کا رفع تقدیر ضمہ سے اور نصب فتحہ لفظی سے اور جزم حذف لام کے ساتھ ہوگا جیسے ھُوَ یَغْزُوْ ویَرْمِیْ یہ حالت رفعی کا مثال ہے ولَن یَّغْزُوَ ولَن یَّرْمِیَ یہ حالت نصبی کی مثال ہے ولَمْ یَغْزُ لَمْ یَرْمِ یہ حالت جزمی کا مثال ہے

(سوم مفرد معتل الفی ) یعنی سوم فعل مضارع مفرد معتل الفی ہو یعنی مضارع کے وہ مفرد صیغے جن کے اخیر میں الف ہو جب فعل مضارع ایسا ہو تو رفع اس کا تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیر فتحہ سے اور جزم حذف لام سے ہوگا جیسے



(طرز المبتدی)

ھو یَرْضٰی یہ حالت رفعی کی مثال ہے ولَن یَّرْضٰی یہ حالت نصبی کی مثال ہے ولَمْ یَرْضَ یہ حالت جزمی کی مثال ہے

﴿ نحو میر ﴾

چہارم صحیح یا معتل با ضمائر ونونہائے مذکورہ رفع شان باثبات نون باشد چنانکہ در تثنیہ گوئی ھما یَضْرِبَانِ ویَغْزُوَانِ ویَرْمِیَانِ ویَرْضَیَانِ ودر جمع مذکر گوئی ھُمْ یَضْرِبُوْنَ ویَغْزُوْنَ ویَرْمُوْنَ ویَرْضَوْنَ ودر مفرد مؤنث حاضر گوئی انتِ تَضْرِبِیْنَ وتَغْزِیْنَ وتَرْمِیْنَ وتَرْضَیْنَ ونصب وجزم بحذف نون چنانکہ در تثنیہ گوئی لَن یَّضْرِبَا ولَن یَّغْزُوَا ولَن یَّرْمِیَا ولَن یَّرْضَیَا ولَمْ یَضْرِبَا ولم یَغْزُوَا ولم یَرْمِیَا ولَمْ یَرْضَیَا ودر جمع مذکر گوئی لَن یَّضْرِبُوا ولَن یَّغْزُوْا ولَن یَّرْمُوْا ولَن یَّرْضَوْا ولَمْ یَضْرِبُوْا ولَمْ یَغْزُوا ولَمْ یَرْمُوْا ولَمْ یَرْضَوْا ودر واحد مؤنث حاضر گوئی لَن تَضْرِبِیْ ولَنْ تَغْزِیْ ولَنْ تَرْمِیْ ولَنْ تَرْضَیْ ولم تَضْرِبِیْ ولم تَغْزِیْ ولم تَرْمِیْ ولَمْ تَرْضَیْ .

(طرز المبتدی)

(قولہ چہارم صحیح یا معتل ) یعنی چہارم مضارع صحیح ہو یا معتل جو مذکورہ ضمیروں اور نون تثنیہ اور جمع اور مفرد مخاطبہ کے ساتھ ہو تو ان کا رفع اثبات نون کے ساتھ ہوگا ۔ جیسے تثنیہ میں تم کہو ھما یَضْرِبَانِ ویَغْزُوَانِ ویَرْمِیَانِ ویَرْضَیَانِ اور جمع مذکر میں کہو ھُمْ یَضْرِبُوْنَ ویَغْزُوْنَ ویَرْمُوْنَ ویَرْضَوْنَ اور واحدہ مونثہ مخاطبہ میں تو کہے انتِ تَضْرِبِیْنَ وتَغْزِیْنَ وتَرْمِیْنَ وتَرْضَیْنَ اور نصب وجزم نون کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسا کہ تثنیہ میں کہو لَنْ یَّضْرِبَا ولَن یَّغْزُوَا ولَن یَّرْمِیَا ولَن یَّرْضَیَا اور حالت جزم لَمْ یَضْرِبَا ولَمْ یَغْزُوَا ولَمْ یَرْمِیَا ولَمْ یَرْضَیَا اور جمع مذکر میں تو کہے لَن یَّضْرِبُوْا ولَن یَّغْزُوْا ولَن یَّرْمُوْا ولَن یَّرْضَوْا اور حالت جزم میں لم یَضْرِبُوا ولَمْ یَغْزُوْا ولَمْ یَرْمُوْا ولَمْ یَرْضَوْا اور واحدہ مونثہ مخاطبہ میں تو کہے لَن تَضْرِبِیْ ولَنْ تَغْزِیْ ولَنْ تَرْمِیْ ولَنْ تَرْضَیْ اور حالت جزم میں ولم تَضْرِبِیْ ولَمْ تَغْزِیْ ولَمْ تَرْمِیْ ولَمْ تَرْضَیْ

## علامات رفع

**فائدہ**: علامت رفع چہار ہیں یا یوں کہو کہ رفع چار چیزوں سے ادا ہوتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) ضمہ جیسے جاء نی زیدٌ (۲) واو جیسے جاء نی ابوک (۳) الف جیسے جاء نی رجلان (۴) نون جیسے ھما یَضْرِبَانِ

## (طرز المبتدی)

### علامات نصب

اورعلامات نصب پانچ ہیں یایوں کہو کہ نصب پانچ چیزوں سے ادا ہوتا ہے(۱) فتحہ سے جیسے رأیتُ زَیْدًا (۲) الف سے جیسے رأیتُ اَبَاکَ (۳) کسرہ سے جسے رأیتُ مسلماتٍ (۴) یاء سے جیسے رَأیتُ رَجُلَیْنِ (۵) حذف نون سے فعل مضارع میں جیسے لَنْ یَّضْرِبَا

### علامات جر

اور جر کے لئے تین علامات ہیں یایوں کہو کہ جر تین چیزوں سے ادا ہوتا ہے(۱) کسرہ سے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (۲) یاء سے جیسے مَرَرْتُ بِاَبِیْکَ (۳) فتحہ سے غیر منصرف میں جیسے مَرَرْتُ بِعُمَرَ

### علامات جزم

اور جزم کے لئے دو علامات ہیں (۱) سکون لام کلمہ مضارع میں جیسے لَمْ یَضْرِبْ (۲) حذف پھر عام ہے کہ حرف علت ہو جیسے لم یَرْمِ یا کہ نون ہو جیسے لَمْ یَضْرِبَا

## (تشریح)

(جزم) رضی شرح کافیہ جلد اول بحث اعراب میں ہے کہ (ثم الجزم بمعنی القطع والوقف والسکون بمعنی واحد والحرف الجازم کا لشیء القاطع للحرکة او الحرف فَسُمِّیَ الاعرابی جزما والبنائی وقفا وسکونا)

**فائدہ**: علامہ خالد ازہری نے شرح آجرومیہ میں کہا ہے کہ (وخفض فی اسم وجزم فی فعل) یعنی جر اور جزم یہ دونوں اعراب ہیں مگر جر اسم کے ساتھ خاص ہے اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے لہذا فعل کے اندر جر اعراب نہیں آسکتا اور اسم میں جزم اعراب نہیں ہوسکتا ہے حاشیہ ابی النجا میں جو کہ خالد ازہری کی شرح پر ہے وجہ اختصاص کی یہ بیان کیا ہے کہ اسم خفیف ہے اور جر ثقیل ہے لہذا اس کے ساتھ یہی ثقیل اعراب مناسب ہے رہی یہ بات کہ اسم کیوں خفیف ہے وجہ یہ ہے کہ مدلول اسم کا ذات ہے اور فعل ثقیل ہے کیونکہ مدلول اس کا مرکب ہے تین چیزوں سے معنی ئے مصدری زمانہ نسبت الی الفاعل اور ثقیل کے ساتھ خفیف اعراب مناسب ہے جزم بھی جر کے بہ نسبت خفیف ہے لہذا جر اسم کے ساتھ مختص ہے



## (تشریح)

اور جزم فعل کے ساتھ ملاحظہ ہو عبارۃ حاشیہ ابی النجا کی (وانما اختص الخفض با لاسم لثقله وخفة الاسم بواسطة مدلوله وهو الذات واختص الجزم بالفعل لخفته وثقل الفعل بتركب مدلوله وهو الحدث والزمان فاعطى الثقيل للخفيف والخفيف للثقيل للتعادل)

اور علامہ سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد اول میں جر اور جزم کے اختصاص کے متعلق یوں کہا ہے کہ (التعادل فيه فروع منها قال الشلوبين لما كان الاسم اخف من الفعل لتصرف بحركات الاعراب فيه وزيادة التنوين فان الخفيف يزاد فيه ليثقل ويعادل الثقيل ويتصرف فيه بوجه لايتصرف به فيها يثقل عليهم فلما كان وضع الاسماء عند هم على انها خفاف تصرف فيها بزيادة حركات الاعراب والتوين ولما كان الجزم حذفا والحذف تخفيفا والتخفيف لايليق بالخفيف انما بليق بالثقيل فلذالک جزمت الافعال ولم تجزم الاسماء)

**(اول صحیح)** میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (الصحیح ای الفعل المضارع الصحیح وهو مالا یکون حرف الآخر حرف علة) مطلب یہ ہے کہ یہاں صحیح سے مراد نحوی صحیح ہے نہ کہ صرفی اور نحوی صحیح وہ کلمہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے یضرب یَعِدُ یقول مثلا

**(مجرد از ضمیر بارز)** مضارع کے ایسے صیغے جن میں ضمیر بارز لگی ہوئی نہ ہو وہ مندرجہ ذیل پانچ صیغے ہیں یعنی یضرب. تضرب. تضرب. اضرب. نضرب. جیسا کہ صاحب نحو میر نے شرح کافیہ میں فعل مضارع کے اعراب میں کہا ہے

**(دوم مفرد معتل واوی چون یغزو ویائی چون یَرْمِیُ)** یعنی مضارع کے وہ صیغے جو مفرد ہوں تثنیہ وجمع نہ ہوں اور معتل واوی یا کہ معتل یائی ہوں یعنی ان کے لام کلمہ میں واو یا کہ یاء آ رہی ہو جیسے یَغْزُوْ معتل واوی کی مثال ہے یہ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے غَزْوٌ (جہاد کرنا) کا مضارع ہے اور یَرْمِیُ معتل یائی کی مثال ہے یہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے رَمْیٌ (تیر پھینکنا) کا مضارع ہے جب مضارع مفرد معتل واوی یا کہ مفرد معتل یائی ہو تو اس صورت میں مضارع کا اعراب حالت رفعی میں تقدیر ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزمی واو یاء کو حذف

(تشریح)

کرنے کے ساتھ آیا کرتا ہے۔

الغرض مذکورہ صورت میں رفع تقدیرِ ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کلمہ سے آیا کرتا ہے اس اعراب کی وجہ صاحب نحومیر نے شریفیہ شرح کافیہ میں یہ بیان کیا ہے کہ (لان الضمة ثقيلة على الواو والياء فتقول يَدْعُوْ ويَرْمِىْ بسكون الواو والياء ونصبه بالفتحة اللفظية نحو لن يَدْعُوَ ولن يَرْمِىَ لان الفتحة خفيفة عليهما والحذف يعنى جزمه يكون بحذف الواو والياء نحو لم يَدْعُ ولم يَرْمِ لان الجازم لمالم يجد حركة اسقط الحرف المناسب للحركة )

شرح جامی میں حذف حرف علت کے لئے یہ وجہ پسند کی گئی ہے کہ ( لان الجازم لما لم يجد حركةً اسقط الحرف المناسب لها نحو لم يغز ولم يَرْمِ ) عصام نے مناسبت کی وجہ یہ پیش کیا ہے کہ (المناسب لها لان حرف العلة مناسب للحركة فى كونهما قابلين للسقوط ) اورھندی میں حذف حرف علت کے لئے یہ وجہ ذکر کی گئی ہے کہ ( والحذف فى الجزم لان اجتماع السكونين محالٌ) یعنی عامل جازم سے پہلے ان صیغوں کے اندر حرف علت ساکن ہے جیسے يَدْعُوْ مثلاً جب عامل جازم داخل ہوا یہ بھی مقتضی ہے سکون کے لئے اب گویا کہ اجتماع سکونین ہورہا ہے اور یہ محال ہے لہذا مضارع کے آخر سے حرف علت حذف ہوتا ہے ازہری نے تصریح شرح التوضیح میں کہا ہے کہ ( وجعل الجازم كالدّواء المُسْهِل ان وجد فضلة ازالها والّا اخذ من قوى البدن ) جاننا چاہئے کہ معتل اللام میں حذف حرف علت کا اعراب ہونا یہ ابن السراج نحوی کا قول ہے سیبویہ کے نزدیک معتل اللام میں اعراب حرکت مقدرہ ہے تفصیل کے لئے تصریح وغیرہ ملاحظہ ہو

(سوم مفرد متعل الفى) یعنی مضارع کے وہ مفرد صیغے جن کے آخیر میں الف ہو تو ایسے مضارع کا رفع تقدیرِ ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیرِ فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ ہوگا جیسے هُوَ يَرْضىٰ ولَن يَّرْضَ میر سید شریف نے حالت رفعی اور نصبی کے لئے یہ وجہ ذکر کیا ہے کہ یعنی يكون رفعه ونصبه تقدير ين اذا الالف ليست بقابلة للحركة )( شريفيه شرح كافيه )

(چهارم صحيح يا معتل باضمائر ونونهائے مذكوره ) یعنی چاروں تثنیہ جیسے (يَضْرِبَانِ. تَضْرِبَانِ. تَضْرِبَانِ ) اور دونوں جمع جیسے (يَضْرِبُوْنَ. تَضْرِبُوْنَ ) اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ



(تشریح)

جیسے (تَضْرِبِيْنَ ) یہ کل سات صیغے ہیں جن میں ضمیر بارز اور نون اعرابی جو کہ عوض ہے مضارع کی حرکت اعرابیہ سے کیونکہ جب فعل مضارع کے ساتھ ضمیر بارز متصل ہوئی تو مضارع کے آخیر جو محل ہوتا تھا اعراب کے لئے بوجہ اتصال ضمیر کے اب وہ بمنزلہ وسط کلمہ کے ہوا اور وسط کلمہ میں عامل کا عمل متعذر ہے لہذا مضارع کے آخیر میں حرکت کے عوض میں نون لاحق کیا گیا تا کہ اس میں عامل عمل کرے جیسا کہ متوسط کے حاشیہ میں کہا گیا ہے اور متوسط میں ہے کہ مذکورہ سات صیغوں میں نصب وجزم حذف نون کے ساتھ اس لئے ہے کہ (لانه بمنزلة الحركة فى المفرد وكما يسقط الحركة حال الجزم فكذالك النون وانما سقط النون حال النصب لكون الجزم فى الافعال بمنزلة الجر فى الاسماء فكما يتبع النصب الجر فى الاسماء فكذا لك يتبع النصب الجزم فى الافعال )

(علامات اعراب)

**فائده** : متن آجرومیہ میں ہے کہ اقسام اعراب چار ہیں ملاحظہ ہو عبارت (واقسامه اربعة رفع ونصب وخفض وجزم ) بعد میں شارح کفراوی نے کہا ہے کہ ( ذكر فى هذا الباب ان لكل قسم من اقسام الاعراب علامات فقال للرفع اربع علامات الضمة والواو والالف والنون )

فاما الضمة فتكون علامة للرفع فى اربعة فى الاسم المفرد وجمع التكسير وجمع المؤنث السالم والفعل المضارع الذى لم يتصل بآخره شى ء واما الواو فتكون علامة للرفع فى موضعين فى جمع المذكر السالم وفى الاسماء الخمسة وهُمَا ابوك واخوك وحموك وفوك وذومال واما الالف فتكون علامة للرفع فى تثنية الاسماء خاصة واما النون فتكون علامة للرفع فى الفعل المضارع اذا اتصل به ضمير تثنية او ضمير جمع او ضمير المؤنثة المخاطبة وللنصب خمس علامات الفتحة والالف والكسرة والياء وحذف النون فاما الفتحه فتكون علامة للنصب فى ثلاثة مواضع فى الاسم المفرد وجمع التكسير والفعل المضارع الذى لم يتصل باخره شىء واما الالف فتكون علامة للنصب فى الاسماء الخمسة نحو رايت اخاك واباك واما الكسرة فتكون علامة للنصب فى جمع المؤنث السالم واما الياء فتكون علامة للنصب فى التثنية والجمع واما حذف النون فيكون علامة للنصب فى الافعال التى رفعها بثبات النون .

## (تشریح)

وللخفض ثلاث علامات الكسرة والياء والفتحة واما الكسرة فتكون علامة للخفض فی ثلاثة مواضع فی الاسم المفرد المنصرف وجمع التكسير المنصرف وجمع المؤنث السالم واما الياء فتكون علامة للخفض فی ثلاثة مواضع فی الاسماء الخمسة وفی التثنية والجمع واما الفتحة فتكون علامة للخفض فی الاسم الذی لاينصرف وللجزم علامتان السكون والحذف فاما السكون فيكون علامة للجزم فی الفعل المضارع الصحيح الآخرو اما الحذف فيكون علامة للجزم فی الفعل المضارع المعتل الآخر وفی الافعال التی رفعها بثبات النون)

اورعلامہ زجاجی نے الجمل فی النحو میں کہا ہے کہ (وجميع مايعرب به الكلام تسعة اشياء ثلاث حركاتٍ وهی الضمة والفتحة والكسرة واربعة احرفٍ وهی الواو والياء والالف والنون وحذفٌ وسكون لايكون معرب فی شیء من الكلام الابا حد هذهِ الاشياء فافهم تصب اِنْشاءَ اللّٰهُ

## (تتمة)

**فائدہ**: سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلداول میں کہا ہے کہ (اثقل الحركات الضمة ثم الكسرة ثم الفتحة قال رجل للخليل لااجدبين الحركات فرقاً فقال له الخليل ما اقل من يميز افعاله اخبرنی باخف الافعال عليک فقال لاادری قال أخف الافعال عليک السمع لانک لاتحتاج فيه الی استعمال جارحة انما تسمعه من الصوت وانت تتكلف فی اخراج الضمة الی تحريک الشفتين مع اخراج الصوت وفی تحريک الفتحة الی تحريک وسط الفم مع اخراج الصوت فما عمل فيه عضوان اثقل مماعمل فيه عضوواحد هكذا نقله الذجاجی فی كتاب الايضاح فی اسرار النحو)

وقال ابن جنی اری الدليل علی خفة الفتحة انهم يفرون اليها من الضمة كما يفرون الی السكون)

اس مذکورہ عبارت کے بعد علامہ نے چند مسائل ذکر کئے ہیں بعد میں قول ابن الدھان کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ (وقال ابن الدهان فی الغرة الضمة والكسرة مستثقلتان مبا ئنتان للسكون والفتحة قريبة من السكون بدلالة ان العرب تفر الی الفتحة كما تفر الی السكون من الضمة والكسرة) اور آگے چل کر ابن الدھان



## (تشریح)

نے کہا ہے کہ (وايضاً فان العرب تخفف الكسرة فی فَخِذٌ والضمة فی عَضُدٌ ولا تخفف الفتحة فی جَمَلٌ فاما القدر والقَدَر فلغتان وكذالک الدرَک والدرْک) اس تمہید کے بعد جان لو کہ رفع نصب جر میں سے نصب وجرایک دوسرے کے تابع ہوتے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا بحث اعراب میں سبب اس کا یہ ہے کہ یہ دو حرکت خفت میں ایک دوسرے سے قریب ہے جیسا کہ سیوطی نے الاشباہ جلداول میں کہا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وفی البسيط لاخلاف ان الفتح اخف عند هم من الكسر والالف اخف من الياء وفيه الفتحة اقرب الی الكسرة من الضمة وحمل الجر علی النصب فی مالا ينصرف والنصب علی الجر فی جمع المؤنث السالم عملا علی القرب)

**(تتمة)** الاظهار والعوامل للبركوی کی حاشیہ میں اعراب محلی وتقدیری کے درمیان فرق یوں ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو (والفرق بين التقديری والمحلی ان التقديری انما يستعمل حيث استحق الكلمة الاعراب لكن فيه مانع لظهوره والمحلی يستعمل حيث لم يستحق الكلمة الاعراب لاجل بنائها مع انه لو وقع فی محلها اسم آخر لظهر الاعراب فيه)

**فائدہ**: جامع الدروس جلداول بحث اعراب میں ہے کہ مضارع جو مبنی ہے تو اس کے لئے بھی محل اعراب ہے ملاحظہ ہو عبارت (اما المضارع المبنی فاعرابه محلی رفعا ونصبا وجز مامثل هل يَكْتُبَنَّ وَيَكْتُبْنَ واللّٰه لن يكتُبَنَّ ولن يَكْتُبْنَ ولم تَكْتُبَنَّ ولم يَكْتُبْنَ واما الماضی المسبوق باداة شرط جازمة فهو مجزوم بها محلا مثل اِن اجْتَهَدَ عَلِیٌّ اكرَمَهُ مُعَلِّمُهُ

**فائدہ**: الاشباہ والنظائر جلد دوم میں ہے کہ اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وقال ابن اياز اصل الاسماء الصرف لعلتين احد ها ان اصلها الاعراب فينبغی ان تستوفی انواعه والثانية ان امتناع الصرف لايحصل الابسبب زائد والصرف يحصل بغير سبب زائد وما حصل بغير سبب زائد اصل لما حصل بسبب زائد فان قيل لم تكن العلة الواحدة مانعة من الصرف قيل لوجوه احد ها ان الاصل فی الاسماء ان تكون منصر فة فليس للعلة الواحدة من القوة مايجذ به عن الاصل وشبهو اذا لک ببراءة الذمة فانها لما كانت هی الاصل لم تصر مشتغلة الابشهادة عدلين وذا لک

## (تشریح)

لان الاصول تراعیٰ ویُحَافظ علیها الخ)

**فائده**: ابن الانباری نے اسرار العربیہ کے اندر بحث اعراب میں کہا ہے کہ فعل مضارع معرب ہونے میں محمول ہے اسم پر ملاحظہ ہو عبارۃ (فان قیل هل الفعل المضارع محمول علی الاسم فی الاعراب ام هو اصل قیل لابل هو محمول علی الاسم فی الاعراب ولیس باصل فیه لان الاصل فی الاعراب ان یکون للاسماء دون الافعال والحروف وذالک لان الاسماء تتضمن معانی مختلفة نحو الفاعلیة والمفعولیة والاضافة فلو لم تعرب لالتبست هذه المعانی بعضها ببعض الخ)

اور آگے چل کہتا ہے کہ (فان قیل فاذا کان الاصل فی الفعل المضارع ان یکون مبنیا فلم حُمل علی الاسم فی الاعراب قیل انما حمل الفعل المضارع علی الاسم فی الاعراب لانه ضارع الاسم ولهذا سمی مضارعاً والمضارعة المشابهة ومنها سمی الضرع ضرعاً لانه یشابه اخاه ووجه المشابهة بین هذا الفعل والاسم من خمسة اوجه الخ) آخیر میں پانچویں وجہ مشابہت یہ پیش کی گئی ہے کہ (والوجه الخامس هو ان الفعل المضارع یجری علی اسم الفاعل فی حرکاته وسکونه الاتری ان یضرب علی وزن ضارب فی حرکاته وسکونه ولهذا یعمل الاسم الفاعل عمل الفعل فلما اشبه الفعل المضارع الاسم من هذه الاوجه استحق جملة الاعراب الذی هو الرفع والنصب والجزم ولکل واحد من هذه الانواع عامل یختص به)

### ((طرز اجراء))

(س) اِحْفَظُوْا دروسکم مفرد ہے یا کہ مرکب؟ (ج) مرکب ہے!

(س) مرکب مفید ہے یا کہ غیر مفید؟ (ج) مرکب مفید ہے!

(س) جملہ خبریہ ہے یا کہ انشائیہ؟ (ج) جملہ انشائیہ ہے!

(س) جملہ انشائیہ کی کونسی قسم ہے؟ (ج) امر ہے!

(س) اِحْفَظُوْا معرب ہے یا کہ مبنی؟ (ج) مبنی ہے!

(س) مبنی کی کونسی قسم ہے؟ (ج) امر حاضر معروف ہے!

(س) مبنی اصل ہے یا کہ غیر اصل؟ (ج) مبنی اصل ہے!



### ((طرز اجراء))

(س) مبنی اصل کی کونسی قسم ہے؟ (ج) امر حاضر معروف ہے!

(س) اِحْفَظُوْا میں (واو) معرب ہے یا کہ مبنی؟ (ج) مبنی ہے!

(س) مبنی کی کونسی قسم ہے؟ (ج) اسم غیر متمکن ہے!

(س) مبنی اصل ہے یا کہ غیر اصل؟ (ج) مبنی غیر اصل ہے!

(س) اسم غیر متمکن کی کونسی قسم ہے؟ (ج) ضمیر مرفوع متصل ہے!

(س) معرفہ ہے یا کہ نکرہ؟ (ج) معرفہ ہے!

(س) معرفہ کی کونسی قسم ہے؟ (ج) ضمیر ہے!

(س) دُرُوْسَکُمْ مفرد ہے یا کہ مرکب؟ (ج) مرکب ہے!

(س) مرکب مفید ہے یا کہ غیر مفید؟ (ج) مرکب غیر مفید ہے!

(س) مرکب غیر مفید کی کونسی قسم ہے؟ (ج) مرکب اضافی ہے!

(س) دُرُوْس معرب ہے یا کہ مبنی؟ (ج) معرب ہے!

(س) معرب کی کونسی قسم ہے؟ (ج) اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں واقع ہے!

(س) معرفہ ہے یا کہ نکرہ؟ (ج) معرفہ ہے!

(س) معرفہ کی کونسی قسم ہے؟ (ج) مضاف ہے!

(س) دُرُوْس مذکر ہے یا کہ مؤنث؟ (ج) مذکر ہے!

(س) واحد ہے یا تثنیہ ہے یا جمع ہے؟ (ج) جمع ہے!

(س) جمع تکسیر ہے یا کہ جمع تصحیح؟ (ج) جمع تکسیر ہے!

(س) دُرُوْس کا اعراب حرکاتی ہے یا کہ حروفی؟ (ج) حرکاتی یعنی حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے!

(س) کُمْ معرب ہے یا کہ مبنی؟ (ج) مبنی ہے!

(س) مبنی کی کونسی قسم ہے؟ (ج) اسم غیر متمکن ہے!

(س) مبنی اصل ہے یا کہ مبنی غیر اصل؟ (ج) مبنی غیر اصل ہے!

## ((طرز اجراء))

(س) اسم غیر متمکن کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) ضمیر مجرور متصل ہے!

(س) معرفہ ہے یا کہ نکرہ؟ — (ج) معرفہ ہے!

(س) معرفہ کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) ضمیر ہے!

(س) اصطلح الخصمان مفرد ہے یا کہ مرکب؟ — (ج) مرکب ہے!

(س) مرکب مفید ہے یا کہ مرکب غیر مفید؟ — (ج) مرکب مفید ہے!

(س) جملہ خبریہ ہے یا کہ جملہ انشائیہ؟ — (ج) جملہ خبریہ ہے!

(س) جملہ خبریہ کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) جملہ فعلیہ ہے!

(س) اصطلح معرب ہے یا کہ مبنی؟ — (ج) مبنی ہے!

(س) مبنی کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) فعل ماضی ہے!

(س) مبنی اصل ہے یا مبنی غیر اصل؟ — (ج) مبنی اصل ہے!

(س) مبنی اصل کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) فعل ماضی ہے!

(س) الخصمان معرب ہے یا کہ مبنی؟ — (ج) معرب ہے!

(س) معرب کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں واقع ہے!

(س) معرفہ ہے یا کہ نکرہ؟ — (ج) معرفہ ہے!

(س) معرفہ کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) معرفہ بالف والام ہے!

(س) مذکر ہے یا کہ مؤنث؟ — (ج) مذکر ہے!

(س) واحد تثنیہ اور جمع میں سے کونسی قسم ہے؟ — (ج) تثنیہ ہے!

(س) الخصمان کا اعراب حرکاتی ہے یا کہ حروفی؟ — (ج) حروفی ہے یعنی اعراب حروفی اللفظی جو کہ اسماء پر آتا ہے یہ تثنیہ حقیقی ہے!

تنبیہ مذکورہ طرز پر اعراب کی جو دس اقسام ہیں الفاظ عربی میں اجراء کر دیا جائے نیز۔ مذکر۔ مؤنث۔ واحد۔ تثنیہ کو مذکورہ طرز پر دریافت کی جائے اور بار بار دریافت کی جائے تو ان شاء اللہ طلبہ کی استعداد خوب بڑھے گی۔



## ((طرز اجراء))

(س) زیدٌ یکتب مفرد ہے یا کہ مرکب؟ — (ج) مرکب ہے!

(س) مرکب کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) مرکب مفید ہے!

(س) مرکب مفید کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) جملہ خبریہ ہے!

(س) جملہ خبریہ کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) جملہ اسمیہ ہے!

(س) زیدٌ معرب ہے یا کہ مبنی؟ — (ج) معرب ہے!

(س) معرب کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) اسم متمکن ہے!

(س) معرفہ ہے یا کہ نکرہ؟ — (ج) معرفہ ہے!

(س) معرفہ کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) علم ہے!

(س) مذکر ہے یا کہ مؤنث؟ — (ج) مذکر ہے!

(س) واحد ہے یا کہ تثنیہ اور یا کہ جمع ہے؟ — (ج) واحد ہے!

(س) زیدٌ کا اعراب حرکاتی ہے یا کہ حروفی؟ — (ج) حرکاتی ہے!

(س) حرکاتی کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) حرکاتی لفظی غیر جمعی ہے جو چار اسماء پر آتا ہے یہ مفرد منصرف صحیح ہے۔

(س) یکتب معرب ہے یا کہ مبنی؟ — (ج) معرب ہے!

(س) معرب کی کونسی قسم ہے؟ — (ج) فعل مضارع ہے!

(س) فعل مضارع باعتبار اعراب چہار قسم پر ہے یہ کونسی قسم ہے؟ — (ج) قسم اول ہے یعنی اول صحیح جو ضمیر بارز مرفوع سے جو کہ تثنیہ جمع مذکر اور واحدہ مؤنثہ میں ہوتی ہے خالی ہو!

اسی طرح بطرز مذکور مضارع کی بقیہ قسمیں دریافت کی جائیں مثلاً ذیل کی مثالوں میں مضارع کی قسمیں مع اعراب دریافت کی جائیں۔

(١) الكريم يعفو مع القدرة. (٢) أحبُّ اخواني من الهدى عيوبي

(٣) الرجال يقومون. (٤) كلا ان الانسان ليطغى

((طرز اجراء))

(۵) ام بالله (۶) ولا تعالی ولا تعرانی

(۷) لم یخضوا (۸) ان تخضعوا (۹) العقل یهدی و یستحی والجهل تغوی و تردی

(۱۰) مالا تعجب ان تفعل بک فلا تفعله باحد

محنت کی برکات

| | |
|---|---|
| محنت کی بات جنہوں نے اٹھائی | جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی |
| کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی | فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی |
| نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں | ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں |

(( نحو میر ))

( فصل ) بدانکہ عوامل اعراب بر دو قسم ست

لفظی و معنوی لفظی بر سہ قسم ست حروف و افعال و اسماء و این را در سہ باب یاد کنیم ان شاء اللہ تعالی

(طرز المبتدی)

(قولہ فصل بدانکہ عوامل اعراب الخ ): جب صاحب نحو میر اعراب کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب یہاں سے جس عامل کی وجہ سے اعراب آتا ہے اس کا بیان کرتے ہیں لہذا عوامل جمع ہے عامل کی اور عامل اسم فاعل کا صیغہ بمعنی عمل کرنے والا اصطلاح میں عامل اسے کہتے جس کی وجہ سے کلمہ کا آخر بدلتا رہے پھر عامل دو قسم پر ہے لفظی و معنوی اول لفظی یہ لفظ کی طرف منسوب ہے بمعنی لفظ والا اور اصطلاح میں ( العاملُ اللفظیُ ما تتلفظ بہ ) یعنی عامل لفظی وہ ہے جس سے تلفظ ہو سکے الغرض جو عامل لفظوں میں ہو اسے عامل لفظی کہتے ہیں۔

دوم معنوی یہ معنی کی طرف منسوب ہے بمعنی معنی والا اصطلاح میں ( العاملُ المعنویُ مایُعرف بالقلب ولیس للّسان حظٌّ فیہ )

یعنی عامل معنوی وہ ہے کہ جس کی معرفت قلب سے ہو اس میں زبان کا کوئی دخل نہ ہو پھر عامل معنوی کی دو قسمیں ہیں جن کی تفصیل کتاب میں آجائیگی ان شاء اللہ اور عامل لفظی کی تین قسمیں ہیں۔ حروف۔ افعال و اسماء صاحب نحو میر نے



(طرز المبتدی)

یہ ایک مستقل کلام ہے جس میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالی پہلا باب حروف عاملہ میں ہے اور اس میں دو فصلیں ہیں

(التشریح)

عوامل اعراب

جاننا چاہئے کہ ( عوامل ) جمع ہے ( عامل ) کی یہاں پر ایک مشہور سوال وارد ہوتا ہے کہ ( عامل ) صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اس کی جمع ( فاعلون ) کے وزن پر ہے نہ کہ ( فواعل ) کے وزن پر اس سوال کا مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ ( عامل ) مذکر غیر عاقل ہے اور ایسے مذکر کی جمع ( فواعل ) کے وزن پر درست قرار دی گئی ہے۔ اور شرح شرح مأۃ عامل میں مذکورہ سوال کے تین جواب دیئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل منقولہ عبارت میں نمایاں ہیں ملاحظہ ہو۔ ( اعلم ان العوامل جمع عامل ویجوز فی فاعل اذا کان وصفاً لمالا یعقل ان یجمع علی فواعل قیاساً مطرداً علی مافی شرح المفصل تقول فی خیل ذکر روافس من الرفس وھو الضرب بالرجل وذالک لان الجمع فیمالا یعقل من المذکر یجری مجری المؤنث فیمن یعقل وذکر فی شرح النقایۃ عن بعض النحاۃ جواز جمع الفاعل الوصفی مطلقا علی فواعل وقیل انما جمع علی ھذا الوزن بعد جعلہ اسما لما اوجب کون آخر الکلمۃ علی وجہ مخصوص وفاعل الاسم یجوز جمعہ علی فواعل ککاھل علی کواھل الخ )

(عامل) کتاب موسوعہ میں عامل کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ( العامل تعریفہ ھو ما یؤثر فی اللفظ فیجعلہ منصوبا او مرفوعا اور مجرورا او مجزوما ) اور درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو میں ہے کہ عامل کی تعریف میں اختلاف ہے ملاحظہ ہو عبارۃ ( اعلم ان النحویین اختلفوا فی تعریف العامل ) تفصیل کے لئے درایۃ النحو بحث عامل کو دیکھا جائے۔

## لفظی و معنوی

جاننا چاہئے کہ کتاب موسوعہ میں پہلے تو عامل کی تقسیم کی گئی ہے لفظی و معنوی کی طرف بعد میں کہا گیا ہے کہ حق یہ ہے عامل خود متکلم ہے ملاحظہ ہو ( وتنقسم من حیث ظھورھا فی النطق وعدمہ قسمین لفظیۃ وھی التی

(تشریح)

تظهر فی النطق والکتابة کا لعوامل السابقة ومعنوية وهی التی تدرک بالعقل دون ان تُلفظ او تُکتب ومنها الابتداء الذی یرفع به المبتدأ والتجرد من النواصب والجوازم الذی یرفع به الفعل المضارع والحق ان هذه العوامل لیست هی التی ترفع او تنصب او تجر وانما الذی یفعل ذالک هو المتکلم دون غیره لکن النحاة نسبو االیها الرفع والنصب والجزم والجر لانها المرشدة الی حرکات الاعراب )

**فائدہ** : نحو میر میں (باب اول درحروف عاملہ ) کا جوعنوان ہے اس مذکورہ عبارۃ پرنحو میر میں حاشیہ نمبر (۴) میں عوامل کی ایک دوسرے پرتقدیم کی یہ وجہ پیش کی گئی ہے کہ ( وجہ تقدیم یکے بردیگرے اکثریت اقسام مقدم است از اقسام مؤخر چنانکہ دراقسام ہر یکے معلوم شود کہ حروف سی وشش قسم است وفعل ہفت قسم واسم دوقسم ) اس حاشیہ کا مقصد یہ ہے کہ عوامل میں سے جومقدم ہیں اس تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ وہ قسم اپنے مابعد سے واقع اور نفس الامر میں کثیر ہے یعنی حروف عاملہ افعال واسماء عاملہ پراس لئے مقدم ہیں کہ وہ نفس الامر میں بقیہ دوقسموں سے زیادہ ہیں مگر یادر ہے کہ کثرت میں عامل کی قید نہیں یعنی نفس الامر میں حروف افعال اوراسماء سے زیادہ ہیں عام ازین کہ عامل ہوں یا کہ غیر عامل اور یہ بات صحیح ہے خودنحو میر میں حروف کی (۲۳) تیئیس اقسام مذکور ہیں ۔(۷) اقسام حروف عاملہ ہیں اور (۱۶) سولہ اقسام حروف غیر عاملہ ہیں جو نحو میر کے آخیر میں مذکور ہیں اورنحو میر کے مذکورہ حاشیہ میں حروف کی (۳۶) چھتیس اقسام کا جو ذکر کیا گیا ہے یہ تعداد جاراللہ زمخشری کی دو کتابوں سے یعنی مفصل اور انموذج سے مستفاد ہوتی ہے یعنی جوحروف ان دونوں میں مذکور ہیں ان کو اگر گنتی کی جائے تو وہ چھتیس اقسام ہیں اوروہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

((۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) حروف عطف (۴) حروف نفی (۵) حروف ندا (۶) حروف تنبیہ (۷) حروف صلہ (۸) حروف تفسیر (۹) حروف مصدریہ (۱۰) حروف تحضیض (۱۱) حروف استقبال (۱۲) حروف استفہام (۱۳) حروف شرط (۱۴) حروف نواصب درمضارع (۱۵) حروف ردع (۱۶) حروف تصدیق (۱۷) حروف استثناء (۱۸) نون مؤکد ثقیلہ (۱۹) تاء ساکنہ (۲۰) ھاء سکتہ (۲۱) نون خفیفہ (۲۲) نون تنوین (۲۳) الف مقصورہ (۲۴) ہمزہ ممدودہ (۲۵) شین وقف (۲۶) سین وقف (۲۷) تاء متحرک تنوین (۲۸) حروف انکار (۲۹) حروف تذکیر (۳۰) حروف جوازم (۳۱) لام مفتوحہ برائے تاکید (۳۲) مابمعنی مادام (۳۳) حروف زیادت (۳۴) حروف توقع



(تشریح)

(۳۵) لائے نفی جنس (۳۶) حرف خطاب ) اورحروف کے بعد اسماء زیادہ ہیں نحو میر میں گیارہ مذکور ہیں جو باب سوم میں ہیں اور صاحب کتاب صمدیہ نے پانچ ذکر کئے ہیں اور علامہ برکری نے الاظہار والعوامل میں آٹھ ذکر کئے ہیں ۔ ایسے افعال عاملہ یہ کم ہیں عندالمحققین انکی آٹھ قسمیں ہیں یعنی ( فعل معروف ۔فعل مجہول ۔فعل تام ۔فعل ناقص ۔فعل متعدی ۔فعل لازمی ۔فعل متصرف ۔فعل غیر متصرف ) مگر شبہ یہ دارہوتا ہے کہ فعل کی اقسام کم ہیں اسم کی اقسام سے تو چاہئے یہ تھا کہ مذکورہ علت کے پیش نظر اسماء عاملہ افعال عاملہ سے مقدم ہوتے مگر نحو میر میں تو افعال مقدم ہیں ( جواب ) یہ ہے کہ تقدیم کے لئے ایک اور وجہ ابھی ہے وہ یہ کہ بسااوقات ایک چیز دوسری چیز سے بوجہ اصلی ہونے کے مقدم ہوتی ہے اور یہی افعال عمل میں اصل ہیں اسم سے لہذا افعال کی تقدیم اسماء پرعمل میں اصلی ہونے کی وجہ سے ہے ۔

الحمد للہ !

”لواء الهدیٰ“

جلداول مکمل ہوئی

# جلد دوم

# باب اول

# حروف عاملہ سے شروع ہوگی

﴿ نحو میر ﴾

## باب اول در حروف عاملہ و در دو فصل است

فصل اول در حروف عاملہ در اسم و آن پنج است قسم اول حروف جر و آن ہفتدہ است ( باو من والی وحتی وفی ولام ورُبَّ وواو قسم وتائے قسم وعن وعلی وکاف تشبیہ ومن ومنن وحاشا وخلا وعدا ) این حروف در اسم اوند و آخرش را بجر کنند چون اَلْمَالُ لِزَیْدٍ.

## (طرز المبتدی)

(قولہ باب اول ) اس سے پہلے کہا گیا کہ عوامل کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک لفظی ہے جس کی تین قسمیں ہیں (ا) حروف عاملہ (۲) افعال عاملہ (۳) اسماء عاملہ پہلے حروف عاملہ کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ صاحب نحو میر نے کہا کہ پہلا باب حروف عاملہ کے بیان میں ہے جو اسم میں عمل کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسباب میں دو قسم کی حروف کے عمل سے بحث ہوتی ہے ایک وہ جو فعل پر داخل ہوتے ہیں ان کا بیان بعد میں آئے گا اور دوسری قسم وہ حروف ہیں جو اسم میں عمل کرتے ہیں یہ پانچ قسم پر ہیں (ا) حروف جارہ (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) ما و لا مشبہتان بلیس (۴) لا نفی جنس (۵) حروف ندا) پانچ اقسام میں سے پہلے حروف جارہ کا بیان ہے۔

فائدہ: عوامل کی ہر قسم سے پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

## (طرز المبتدی)

(۱) انکی تعداد کہ وہ کتنے ہیں؟ (۲) ان کا مدخول کہ اسم ہے یا کہ فعل یعنی اسم یا فعل پر داخل ہوتے ہیں؟ (۳) ان کا عمل کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں۔

لہٰذا حروف عاملہ میں سے قسم اول حروف جارہ ہیں ان میں بھی مذکورہ تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) اُن کی تعداد تو یہ سترہ حروف ہیں جن کو ایک فارسی شعر میں یوں ذکر کیا گیا ہے

باو تاو کاف و لام و وَاوْ مُنْذُ مُذْ خَلا
رُبَّ حَاشَا مِنْ عَدَا فِیْ عَنْ عَلٰی حَتّٰی اِلٰی

(۲) مدخول حروف جارہ کا اسم ہوتا ہے

(۳) عمل حروف جارہ کا یہ ہے کہ اسم کے آخر میں جر دیتے ہیں جیسے اَلْمَالُ لِزَیْدٍ (یہ زید کا مال ہے) اس مثال میں لام حرف جر ہے اور اسم پر داخل ہے کہ وہ زید ہے اور اس کے آخر کو جر دیا ہے۔

**فائدہ**: مجرور حکماً مفعول ہوتا ہے یعنی مفعول بہ غیر صریحی ہے اور مفعول بہ غیر صریحی وہ ہے کہ فاعل کا فعل اس پر واقع ہو حرف جر کے واسطہ سے لہٰذا مدخول ان کا معنی معمول ہوتا ہے حرف جر کے علاوہ کسی اور عامل کے لئے بھی اور اسی تعلق عمل کی وجہ سے نحاہ کہتے ہیں کہ جار و مجرور کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے اور یہ مُتَعَلِّقْ مندرجہ ذیل چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے۔

(۱) فعل جیسے (اَنْعَمْتَ عَلَیْهِم) یہاں (علیهم) جار و مجرور مُتَعَلِّقْ ہیں اَنْعَمْتَ فعل کے ساتھ

(۲) شبہ فعل مراد شبہ فعل سے وہ چیزیں ہیں جو مشابہ ہوں فعل کے ساتھ عمل میں اور وہ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں (مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، اسم مبالغہ، اسم منسوب، اسم فعل) جیسے (مغضوب علیهم) کہ یہاں علیهم جار مجرور متعلق ہیں (مغضوب) کے ساتھ جو شبہ فعل یعنی اسم مفعول ہے۔

(۳) اسم جامد جب کہ مؤل ہو شبہ فعل سے جیسے اَنْتَ عُمَرُ فِی قَضَائِکَ) اس مثال میں (فِی قَضَائِکَ) جار مجرور مُتَعَلِّقْ ہیں (عُمَرُ) کے ساتھ جو کہ مؤل ہے لفظ (عَادِل) سے اور عادل شبہ فعل یعنی اسم فاعل ہے۔

**فائدہ**: جار و مجرور کا متعلق کبھی مذکور کبھی محذوف کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہوتا ہے۔

**فائدہ**: جار و مجرور کو ظرف بھی کہتے ہیں کیونکہ جار و مجرور احتیاجی میں ظرف زمان وظرف مکان کے ساتھ مشابہ ہیں یعنی



## (طرز المبتدی)

جس طرح ظرف محتاج ہوتا ہے فعل یا شبہ فعل کی طرف باعتبار تعلق کے تو جار مجرور بھی محتاج ہوتے ہیں فعل یا شبہ فعل کی طرف باعتبار تعلق کے پھر ظرف دو قسم پر ہے ظرف **مُسْتَقَر** و**ظرف لغو** اول **ظرف مُسْتَقَر** اس جار و مجرور کو کہتے کہ انکا عامل یعنی مُتعلق ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور وہ بھی افعال عامہ میں سے افعال عامہ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں۔ (کون۔ ثبوت۔ حصول۔ وُجُود۔ وقوع۔ اِسْتِقْرار) اور بعضوں نے افعال عامہ کو چار شمار کیا ہے یعنی (کون۔ ثبوت۔ حصول۔ وجود) ان مذکورہ چار کو اس فارسی شعر میں جمع کیا گیا ہے

شعر افعال عامہ چہار اند نزد اصحاب عقول کون ست وثبوتست ووجودست وحصول

جاننا چاہئے کہ مذکورہ الفاظ کو جو افعال کہا گیا ہے یہ اطلاق باعتبار معنی مصدری کے ہے کیونکہ مذکورہ الفاظ مصادر ہیں اور یہ بھی جان لو کہ جب جار و مجرور ان کے ساتھ تعلق پکڑتے ہیں تو بوقت تعلق کے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مصادر ہوں بلکہ عام ہے کہ مصدر ہوں جیسے (کون) یا اسم فاعل ہوں جیسے (کائنٌ۔ حاصلٌ) وغیرہ یا اسم مفعول ہوں جیسے (مَوْجُوْدٌ) یا فعل ہوں جیسے (کَانَ۔ وجد۔ اِسْتَقَرَّ) وغیرہ۔

(**وجہ تسمیہ**) ان کو افعال عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تمام موجودات کو شامل ہوتے ہیں کیونکہ ہر چیز (کائن۔ ثابت۔ موجود۔ حاصل۔ واقع۔ مستقر) ہے۔

(**دوم ظرف لغو**) یہ اس جار و مجرور کو کہتے ہیں کہ انکا متعلق مذکور ہو اور کبھی حذف بھی ہوتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ محذوف افعال خاصہ میں سے ہو اور افعال خاصہ کو اس لئے خاصہ کہتے ہیں کہ ان کا تعلق خاص خاص چیزوں سے ہوتا ہے جیسے (اکل و نوم) ان دو میں سے اول کھانے سے متعلق ہے اور دوئم نیند سے ظاہر ہے کہ اکل اور نوم میں شمول نہیں ہے کہ وہ تمام موجودات میں پائے جائیں۔

**فائدہ**: افعال عامہ کے علاوہ تمام افعال، افعال خاصہ ہیں لہٰذا وہ محصور اور محدود نہیں ہیں۔

### وجہ تسمیہ

ظرف مُسْتَقَر کو اس لئے مُسْتَقَر کہتے ہیں کہ اس جار و مجرور میں مُتعلق محذوف کے معنی کا استقرار ہوتا ہے یہی وجہ

## (طرز المبتدی)

ہے کہ اگر کہا جائے (زیدٌ فِی الدار) تو یہاں جار ومجرور کا متعلق جو (مَوْجُوْدٌ) ہے بغیر کسی قرینہ کے مفہوم ہوتا ہے بالفاظ دیگر ظرف مستقر کو اس لئے ظرف مستقر کہتے ہیں کہ اس کا عامل حذف ہے یہ جار ومجرور اس عامل کے معنی کو متضمن ہیں اور اس کے قائم مقام ہیں لہذا جملہ میں اس جار ومجرور کے ذکر کے سوا چارہ نہیں اور ظرف لغو کو اس لئے لغو کہتے ہیں کہ لَغْو کا معنی ہے (فَضْلَہ) اور ظرف لغو کی صورت میں بھی چونکہ جار ومجرور کا متعلق مذکور ہوتا ہے لہذا یہ جار ومجرور کلام اور جملہ میں اس اعتبار سے کہ ان میں عامل کے معنی کا استقرار نہیں ہوتا ہے تو یہ فَضْلَہ یعنی زائد اور مستثنیٰ عنہ ہیں۔

<u>فائدہ</u>: ماقبل میں کہا گیا کہ حروف جارہ کے لئے متعلق ضروری ہے مگر چند حروف جارہ متعلق نہیں چاہتے ہیں یعنی (رُبَّ . حاشا . خلا . عَدَا . لَوْلَا) جو ایک قول میں حرف جر ہے (لَعَلَّ) یہ بھی ایک لغت میں حرف جر ہے۔

## (تشریح)

### <u>باب کا لغوی اور اصطلاحی معنی</u>

(باب) حاشیہ ابی النجا باب اعراب میں ہے کہ (والباب لغة مايدخل منه الىٰ غيره واصطلاحا الفاظ مخصوصة دالة على معان مخصوصة على مااختاره السيد من ان اسماء الكتب وما فيها من التراجم عبارة عن الالفاظ المخصوصة من حيث دلالتها على معان مخصوصة)

### <u>تقسیم حرف باعتبار عامل وغیر عامل</u>

(حروف عامله) القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے کہ (وينقسم الحرف باعتبار عمله الى عامل وغير عامل فالحروف العاملة هى حروف الجر ونواصب المضارع والاحرف الجازمة والاحرف المشبهة بالفعل ولا النافية للجنس وَمَا وَلَا وَلَاتَ وإنْ المشبهات بلَيْس اما الحروف غير العاملة فهى البواقى وينقسم الحرف ايضا باعتبار متعلقه الى ثلاثة انواع مختص بالاسم كحروف الجر ومختص بالفعل كحروف الجزم ومشترك بين الاسم والفعل كحروف العطف) القواعد الاساسيه بحث حروف جر)

<u>فائدہ</u>: کلیات ابی البقاء میں ہے کہ عمل اصل ہے افعال میں اور فرع ہے اسماء اور حروف میں ملاحظہ ہو عبارت



## (تشریح)

(والعمل اصل فى الافعال وفرع فى الاسماء والحروف فما وجد من الاسماء والحروف عاملا ينبغى ان يُسْأَلَ عن المُوْجِب لعمله)

<u>فائدہ</u>: کلیات ابی البقاء میں ہے کہ حق عامل کا یہ ہے کہ وہ مقدم ہو کیونکہ عامل مؤثر ہے اور حق معمول کا تاخیر ہے کیونکہ معمول محل ہے عامل کی تاثیر کا ملاحظہ ہو عبارت (وحق العامل التقديم لانه المؤثر فله القوة والفضل وحق المعمول ان يكون متاخرا لانه محل لتأثير العامل فيه وداخل تحت حكمه وقد يعكس للتوسع فى الكلام)

<u>فائدہ</u>: عوامل برکوی میں ہے کہ الفاظ موضوعہ یعنی وہ الفاظ جن کی وضع معنی کے لئے ہے جب تک ترکیب میں واقع نہ ہوں نہ عامل ہوتے ہیں اور نہ ہی معمول لیکن جب ترکیب میں واقع ہوں تو پھر تین قسم پر ہوتے ہیں قسم اول وہ ہیں کہ کبھی بھی معمول نہیں ہوتے اور یہ مندرجہ ذیل دو ہیں اول امر بغیر لام دوم حروف مطلقا خواہ عامل ہوں یا کہ غیر عامل لہذا ان دونوں کے لئے کوئی اعراب نہیں نہ لفظا اور نہ کہ تقدیرا اور نہ ہی محلا قسم دوم وہ ہیں کہ دائما معمول ہوتے ہیں لہذا ان کے لئے لفظا یا تقدیرا اور یا محلا اعراب ہوتا ہے یہ مندرجہ ذیل دو چیزیں ہیں اول اسم مطلقا خواہ معرب ہو یا مبنی دوم فعل مضارع۔ قسم ثالث وہ ہیں کہ اصل ان میں یہ ہے کہ وہ معمول واقع نہ ہوں مگر جب کسی ایسی چیز کی جگہ میں واقع ہوں کہ وہ معمول ہوتی ہے تو یہ بھی معمول ہوں گے اور یہ بھی دو ہیں اول فعل ماضی جب اَنْ مصدریہ یا جازم کے بعد واقع ہو دوم جملہ مطلقا عام ازیں کہ فعلیہ ہو یا اسمیہ مزید تفصیل کے لئے عوامل برکوی میں باب دوم ملاحظہ ہو۔

### <u>حروف جارہ</u>

(حروف جر) جر یہ مصدر ہے باب نَصَرَ سے لغت میں بمعنی (کھینچنا) الکواکب الدُّرِّیہ میں ہے کہ (قال ابن الحاجب سميت هذه الحروف حروف الجر لانها تجر معنى الفعل الى الاسم وقال الرضى بل لانها تعمل اعراب الجر كما يقال حروف النصب وحروف الجزم ويسميها الكوفيون حروف الاضافة لانها تضيف الفعل اى توصل معناه الى الاسم وتسمى ايضا حروف الصفات لانها تحدث صفة للاسم من ظرفية او غيرها وقيل لانها تقع صفات لما قبلها)

(تشریح)

اورحاشیہ صبان میں ہے کہ ( وانما سمیت حروف الجر اما لا نها تجر معانی الافعال الی الاسماء ای تُو صلها الیها فیکون المراد من الجر المعنی المصدری ومن ثم سَمّاها الکوفیون حروف الاضافۃ لانها تضیف معانی الافعال ای و صلها الی الاسماء واما لانها تعمل الجر فیکون المراد بالجر الاعراب المخصوص کما فی قولهم حروف النصب وحروف الجزم )

**فاءدہ:** فاکھی نے کشف النقاب میں کہا ہے کہ ( الجر عبارۃ البصریین والخفض عبارۃ الکوفیین ومؤداهما واحد ولا مشاحۃ فی الاصطلاح )

**فائدہ:** چونکہ حروف جر فعل وشبہ فعل کے اثر یعنی معنی کو اپنے مدخول تک پہنچاتے ہیں اس لئے حروف جارہ کو صلہ بھی کہتے ہیں اور صلہ کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے ملاحظہ ہو عبارت ( وقال الاندلسی الصلۃ تقال بالاشتراک عندهم علی ثلاثۃ اشیاء صلۃ الموصول وهذا الحرف صلۃ ای زائد وحرف الجر صلۃ بمعنی وصلۃ کقولک مررتُ بزیدٍ فالباء صلۃ ای وصلۃ ) یعنی حرف باء فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک پہنچانے اور ملانے کا ذریعہ ہے یہی مراد ہے وُصلہ سے۔

**فائدہ:** جاراللہ زمخشری نے مفصل جلد دوم کے اندر بحث حروف اضافۃ میں کہا ہے کہ حروف جارہ تین قسم پر ہیں ملاحظہ ہو عبارۃ (وهی علی ثلاثۃ اضرب ضرب لازم للحرفیۃ وضرب کائن اسماً وحرفاً وضرب کائن حرفاً وفعلاً فالاول تسعۃ احرف من والی وحتّی وفی والباء واللام ورب وواو القسم وتاؤہ والثانی خمسۃ احرف علی وعن والکاف ومُذ ومُنذ والثالث ثلاثۃ احرف حاشا وعدا وخلا) مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حروف جارہ تین قسم پر ہیں اول لازم الحرفیہ ہوتے ہیں یہ نو حروف ہیں دوم وہ ہیں جو اسم اور حرف دونوں ہوتے ہیں یہ پانچ حروف ہیں سوم وہ ہیں جو حرف بھی ہوتے ہیں اور فعل بھی یہ تین حروف ہیں جن کی نشان دہی اوپر ہو چکی ہے۔

رہی یہ بات کہ قسم دوم میں پانچ حروف جو اسم اور حرف میں مشترک ہیں ان کے معانی اسمیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

**(اول کاف)** جامع الدروس میں ہے (واعلم ان الکاف قد تأتی اسما بمعنی مثل کقول الشاعر



(تشریح)

اَتَنْتَهُوْنَ ولن ینهی ذَوِي شَطَطٍ      كالطَّعنِ يَذْهَبُ فِيهِ الذَّيْتُ وَالفُتُلُ

اس شعر میں ( کالطعن ) میں (کاف ) مثل کے معنی میں ہے ( ای مثل الطعن )

(دوم وسوم) علیٰ وعَنْ ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ ( واستعملت علی وعن اسمین عند دخول مِن علیهما وتکون علیٰ بمعنی فوق وعَن بمعنی جانب ومنه قوله!

غَدَتْ مِنْ عَلَيْهِ بَعْدَ مَاتَمَّ ظِمْؤُهَا      تَصِلُّ وَعَنْ قَيْضٍ بِزَيْزَاءِ مَجْهَلِ

اس شعر میں ( غدت من علیه ) میں (علیه ) فوق کے معنی میں ہے ( ای غدت من فوقه )

وقوله    ولقد أَرَانِي لِلرِّمَاحِ دَرِيْئَةً      مِنْ عَنْ يَمِيْنِي تَارَةً وَاَمَامِي

اس شعر میں ( مِنْ عَن یَمِیْنی ) میں ( عَنْ ) جانب کے معنی میں ہے ( ای من جانب یمینی )

(چہارم پنجم) مُذ ومُنْذُ، ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ مُذ ومُنْذُ کے بعد اگر اسم مرفوع یا فعل واقع ہو تو مذ ومنذ اس وقت اسم ہوتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت ( تُستعمل مُذومُنذ اسمین اذا وقع بعد هما الاسم مرفوعا او وقع بعد هما فعل فمثال الاول مارأیتُهُ مُذ یَوْمُ الجمعة او مُذ شهرُنَا فمذ اسم مبتدا خبره مابعده وکذالک مُنْذُ وجوز بعضهم ان یکونا خبرین لما بعد هما ومِثال الثانی جِئت مُذدَعَا فمذا سم مَنصوب المحل علی الظرفیة والعامل فیه جِئتُ وان وقع مابعد هما مجروراً فهما حر فاجر بمعنی مِن ان کان المجرور ماضیا نحو مارَ ئیتُهُ مذ یو م الجمعة ای من یوم الجمعة وبمعنی فی ان کا ن حاضرا نحو مار أیته مذ یَوْمِنَا ای فی یومِنا )

جاننا چاہئے کہ مُذ اور مُنذ اسمی کے لئے ابن عقیل میں جو مذکورہ دو مثالیں ذکر کی گئی ہیں ان دونوں کے بارے میں حاشیہ خضری میں ہے کہ پہلی مثال یعنی مارَأیتُهُ مذ یومُ الجمعة کا معنی ہے ( اول مدة عدم الرؤیة کذا ) اور دوسری مثال یعنی ( مَارَئَیتُهُ مُذ شَهرُنَا ) کا معنی ہے ( نفس المدة ای مدة عدم الرؤیة شَهرٌ ) حاشیہ خضری میں ہے کہ (وکذالک مُنذُ ای تکون مبتدا ومعنا ها ماذکر والخبر مابعد ها کمذ )

## (تشریح)

### حروف جارہ کا عمل

(آخرش رابجر کنند) جاننا چاہئے کہ یہ جر کبھی ظاہر ہوتا ہے جیسے اَلْمَالُ لِزَیْدٍ کبھی مقدر ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِالْعَصَا اور کبھی محلی ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِهٰؤُلَاءِ.

**فائدہ**: ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد دوم میں بحث حروف جارہ میں کہا ہے کہ جار ومجرور معنی منصوب ہوتے ہیں اور عامل ان میں فعل ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (واعلم ان حرف الجر اذا دخل علی الاسم المجرور فیکون موضع الحرف الجار والاسم المجرور نصبا بالفعل المتقدم یدل علی ذالک إمران (احدهما) ان عبرة الفعل المتندی بحرف الجر عبرة مایتعدی بنفسه اذا کان فی معناه الاتری ان قولک مررت بزیدٍ معناه کمعنی جاوزتُ زَیْدا وَانْصَرَفْتُ عن خالد کقولک جاوزت خالدا فکما ان مابعد الافعال المتعدیة بانفسها منصوب وکذالک ماکان فی معناها مما یتعدی بحرف الجر لان الاقتضاء واحد الا ان هذه الافعال ضعفت فی الاستعمال فافتقرت الی مُقَوٍّ (والامر الاخر) من جهة اللفظ فانک قد تنصب ماعطفته علی الجار والمجرور نحو قولک مررت بزید وعمرا وان شئت وعمرٍ و بالخفض علی اللفظ والنصب علی الموضع وکذالک الصفة نحو مررت بزید الظریْفَ بالنصب والظریفِ بالخفض فهذا یؤذن بان الجار والمجرور فی موضع النصب ولذالک قال سیبویه انک اذا قلت مررتُ بزید فکانک قلت مررت زیدا یرید انه لو کان مما یجوز ان یستعمل بغیر حرف جر لکان منصوبا الخ) نیز رضی جلد دوم میں ہے کہ (والمراد بایصال الفعل الی الاسم تعدیته الیه حتی یکون المجرور مفعولا به لذالک الفعل فیکون منصوب المحل)

### (حذف حرف جر سماعاً)

**فائدہ**: جامع الدروس جلد سوم میں حروف جارہ کے بحث میں ہے کہ کبھی حرف جر حذف کیا جاتا ہے سماعاً اور حذف کے بعد مجرور منصوب ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (قد یحذف الجار سماعاً فینتصب المجرور بعد حذفه تشبیها له بالمفعول به ویُسَمّٰی ایضاً المنصوب علی نزع الخافض ای الاسم الذی نُصِبَ بسبب حذف



## (تشریح)

حرف الجر کقوله تعالیٰ الا ان ثمود کفروا ربهم ای بربهم وقوله واختار موسی قومه اربعین رجلا ای من قومه) اس کے بعد کتاب مذکور میں دو اشعار ذکر کئے گئے ہیں ان اشعار کے بعد کہا گیا ہے کہ (ویُسَمّٰی هذا الصنیع بالحذف والا یصال ای حذف الجار وایصال الفعل الیٰ المفعول بنفسه بلا واسطة وقال قوم انه قیاسی والجمهور علی انه سماعیٌّ).

الغرض کبھی حرف جر سماعا حذف ہوتا ہے اس کے بعد والا اسم منصوب ہوتا ہے اور فعل کو براہ راست مفعول کیساتھ جوڑ دیتے ہیں اسی کو حذف والا یصال کہا جاتا ہے اور اس اسم کو منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں مگر یاد رہے کہ حرف جر کو تو حذف کر دیتے ہیں مگر ان کے معنی مراد ہوتے ہیں۔

### حروف جارہ کا متعلق

جاننا چاہئے کہ ابن ھشام نے قواعد الاعراب کے اندر کہا ہے کہ جار ومجرور کے لئے متعلق سے چارہ نہیں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (لابد من تعلق الجار والمجرور بفعل او بمافی معناه) شیخ خالد ازھری نے قواعد الاعراب کی شرح موصل الطلاب میں کہا ہے کہ (او بمافی معناه من مصدر اوصفة اونحو هما والمراد بالتعلق العملُ فی محل الجار والمجرور نصباً او رفعاً مثال تعلق الجار والمجرور بالفعل نحو مررتُ بزیدٍ فالجار والمجرور فی محل نصب بمررتُ ومثال تعلق الجار والمجرور بمافی معنی الفعل نحو زیدٌ مَمْرُوْرٌ بِهٖ فالجار والمجرور فی محل رفع علی النیابة عن الفاعل بممرور)

نیز ابن ھشام نے مغنی اللبیب میں کہا ہے کہ (لابد من تعلقهما بالفعل او ما یشبهه او ما اُوِّلَ بما یشبهه او ما یُشیر الی معناهُ فان لم یکن شیء من هذه الاربعة موجودًا قُدِّرَ) نیز شرح مأة عامل عبدالرسول میں مذکورہ متعلق کے اقسام کو شعر میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

از پئے ہر جار متعلق ضرور آمد ضرور — خواہ باشد فعل یا باشد مشابہ فعل را
یا کہ تاویلش بجنبہ فعل راجع مے شود — یا مشیرست آن سوئے معنی فعل بے خطا
گر یکے زینہا بود مذکور رَبطش دہ بوی — ورنہ از بہرش مقدر کن یکے زین چارہا

**فائدہ**: جامع الدروس جلد سوم میں حروف جارہ کے بحث میں کہا گیا ہے کہ متعلق جار ومجرور کا مندرجہ ذیل چیزوں میں سے

(تشریح)

ایک ہوتا ہے

(١) فعل جیسے وقفتُ علی المنبر . یہاں علی جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہے وقفتُ فعل کے ساتھ۔

(٢) شبہ فعل جیسے اَنَـا کاتبٌ بالقلم . یہاں بالقلم میں با جارہ اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہے کاتب اسم فاعل کے ساتھ جو شبہ فعل ہے جاننا چاہئے کہ شبہ فعل سے مراد وہ لفظ ہے جو مشابہ ہو فعل کے ساتھ عمل میں جیسا کہ شرح جامی میں بحث فاعل کے اندر کہا گیا ہے اور شرح مأۃ عامل گو ثویّہ میں مندرجہ ذیل چیزوں کو شبہ فعل کہا گیا ہے۔

مـصـدر . اسم فاعل . اسم مفعول . صفت مشبه . اسم تفضیل . صیغه مبالغه . اسم منسوب . اسم فعل . اور ہر وہ لفظ جو مؤول ہو مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مثلاً "اَنْتَ اَسَدٌ عَلَیَّ" یہاں اَسَدٌ اسم جامد ہے مگر مؤول ہے جَرِیٌّ کے ساتھ اور جَرِیٌّ صفت مشبہ ہے لہذا جار و مجرور یعنی ( عَلَیَّ ) کا تعلق اَسَدٌ کے ساتھ صحیح ہے۔

(٣) یا وہ متعلق مشیر ہو معنیٰ فعل کی طرف جیسے کہ اداۃ نفی ہیں جیسے اس قول باری تعالیٰ میں ہے ( ماانت بنعمة ربک بمجنون ) یہاں حرف جر جو ( بنعمة ) میں متعلق ہے ( ما ) کے ساتھ جو کہ ( انتفی ) کے معنیٰ میں ہے اور انتفی فعل ہے مگر یاد رہے کہ حروف معانی کے متعلق ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ مغنی اللبیب جلد دوم میں ہے کہ (ہل یتعلقان باحرف المعانی ) تفصیل کے لئے مغنی کو دیکھے اور النحو الوافی جلد دوم میں حروف جارہ کے بحث میں ہے کہ ( والمشهور ان حرف الجر الاصلی ومجرور هُ لایتعلقان باحرف المعانی ولکن هذا المشهور مخالف لما نقلناه عن بعض المحققین )

(٤) یا وہ متعلق مؤول ہو شبہ فعل سے جیسے اس قول باری تعالیٰ میں ہے ( وهو اللهُ فی السموٰت وفی الارض ) یہاں حرف جر ( فی ) متعلق ہے لفظ اللہ کے ساتھ جو کہ مؤول ہے معبود کے ساتھ اور معبود شبہ فعل یعنی اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

اور کتاب موسوعہ میں بحث تعلیق شبہ الجملۃ کے اندر ہے کہ ( لابد لشبه الجملة الجار والمجرور او الظرف من متعلق یتعلق به وهذا المتعلق یکون .

( ١ ) فعلاً نحو وقفتُ فی الملعب الجار والمجرور فی الملعب متعلقان بالفعل وقفت.

( ٢ ) اسم الفعل نحو نزالِ الی الباخرة . الی الباخرة . متعلقان بنزال .

( ٣ ) المصدر نحو اَلْاَمْر بالمعروف والنهی عن المنكر واجبان . بالمعروف متعلقان بالامر وعن المنكر بالنهی.

( ٤ ) الاسم المشتق ( اسم الفاعل . اسم المفعول . الصفة المشبهة نحوِ انا مُحِبٌّ لعملی . فَرِحٌ به مُرْتاحٌ له . لعملی متعلقان باسم الفاعل محبٌّ به متعلقان بالصفة المشبهة فَرِحٌ . له متعلقان باسم المفعول مُرْتَاحٌ.

( ٥ ) الاسم الجامد المؤوَّل بالمشتق نحو اَنْتَ عُمَرُ فی قضا نک الجار والمجرور فی قضائک متعلقان بعُمَرَ وهو اسم جامد مؤوَّلٌ بلفظة عَادِل المشتقة اور کتاب موسوعہ میں ہے کہ متعلق کبھی مذکور اور کبھی محذوف ہوتا ہے۔ پھر حذف دو قسم پر ہے (١) جائز (٢) واجب اب اگر متعلق دلالت کرتا ہے وجود مطلق یا کَـوْن عام پر تو متعلق کا حذف واجب ہے مگر رہی یہ بات کہ وجود مطلق اور کون عام سے کیا مراد ہے تو اس کی توضیح النحو الوافی جلد دوم بحث حروف جارہ میں حاشیہ کے اندر یوں ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو عبارت (ان یکون هذا المتعلق المحذوف شیأ یدل علی مجرد الوجود العام ای الوجود المطلق دون زیادة معنًی آخر وهذا یسمی الاستقرار العام او الکون العام ومعنا هما مجرد الوجود ففی نحو تکلم الذی عندک . لایدل الظرف عند شیأ اکثر من الدلالة علی وجود الشخص وجودا مطلقامن غیر زیادة شیء آخر علیٰ هذا الوجود کالا کل او الشرب او القراء ة او سوا ها وهذا هوالا ستقرار العام او الکون العام کما قلنا ولا یحتاج فی فهمه الی قرینة او غیر ها وکذا لک نحو سَکَتَ الذی فی الحجرة ای المَوْجُوْد فی الحجرة وجودا مطلقا غیر مقید بزیادة شیء آخر کالنوم او الضحک او المشی وکذا لک غیر هما من الامثلة ولان هـذا الکون العام واضح ومفهوم بداهة طبقا للبیان الْهَام الذی سبق وجب حذفه فی مسائل منها ماذکر وهوان یقع صلة او صفة او خبرا او حالا اذ لا دَاعِی للاطالة بذکره من غیر حاجة الیه )

اور ابن ہشام نے قـواعـد الاعـراب میں کہا ہے کہ اگر جار و مجرور مندرجہ ذیل چار چیزوں میں سے ایک واقع ہو تو حذف متعلق کا واجب ہے اور ان چار مواضع میں جار و مجرور کو ظرف مستقر کہتے ہیں متعلق اس کا اسم ( کَـائِـنٌ ) یا فعل ( استقر ) ہوگا مگر یہ کہ جار و مجرور صلہ واقع ہو تو اسوقت اتفاق ہے کہ متعلق استقر فعل ہے۔

(تشریح)

(۱) جارومجرور باعتبار اپنے متعلق محذوف کے صفت واقع ہوں نکرہ محضہ سے نکرہ محضہ وہ ہے کہ من کل الوجوہ نکرہ
یعنی اس میں شائبہ تعریف۔ کانہ ہوالغرض نکرہ محضہ کہنے میں احتراز ہے نکرہ مخصصہ سے جیسے رأیتُ طائراً علی غُصْ
نکرہ مخصصہ وہ ہے جس میں وُجُـوُہ تخصیص میں سے کسی امر کے ذریعہ تخصیص کی جائے تاکہ نکرہ تخصیص کے بعد معر
کے نزدیک ہوجائے۔

(۲) جارومجرور حال واقع ہوں معرفہ محضہ سے معرفہ محضہ وہ ہے کہ خالی ہو شائبہ تنکیر سے او ہر اعتبار سے معرفہ ہو۔ جیسا
قولہ باری تعالیٰ میں۔ فخرج علی قومه فی زینته یہاں فی زینته معرفہ محضہ کے بعد واقع ہے جوکہ ضمیر مستتر
(خَرَجَ) کے اندر لہذا ضمیر ذوالحال ہے اور جارمجرور باعتبار اپنے متعلق محذوف کے حال ہے۔

(۳) جارومجرور خبر واقع ہوں مخبر عنہ یعنی مبتدا سے جیسے الحمدللّٰه کہ یہاں للّٰه میں جارومجرور اپنے متعلق محذوف کے
ساتھ خبر ہے۔

(۴) جارومجرور صلہ واقع ہوں جیسے ولـه مَنْ فی السمٰوٰت والارض یہاں فی السموٰۃ (مَنْ) موصولہ کے
واقع ہے جوکہ اپنے متعلق محذوف کے ساتھ صلہ واقع ہے موصول کے لئے۔

فـائده: مذکورہ چار مواضع میں سے پہلے دوجگہوں میں (نکرہ محضہ اور معرفہ محضہ) میں نکرہ اور معرفہ مقید ہیں محضہ سے
خالد ازہری نے اس قید کی فوا عد الاعراب کے حاشیہ میں یہ پیش کیا ہے کہ اگر جارومجرور نکرہ ومعرفہ محضہ کے بعد واقع
نہ ہوں بلکہ غیر محضہ کے بعد واقع ہوں تو اسوقت اس جارومجرور میں دوترکیبیں جائز ہیں اول یہ کہ صفت واقع ہوں اور دوم
یہ کہ حال واقع ہوں مثال جیسے (یعجبنی الزهر فی اکمامه) اس مثال میں (الزهر) معرفہ ہے الف ولام جنس
سے جوقریب ہے نکرہ سے جیسا کہ جامع الدروس جلد اول بحث الف ولام میں ہے کہ (واعلم ان ما تصحبه
الـجـنـسـية هو فی جکم النكرة من حيث معناه وان سبقه اَلْ لان تعريفه بها لفظی لامعنوی فهو له
حكم عَلم الجنس كما تقدم فی فصل سابق) فصل سابق میں ہے کہ (وعَلَمُ الجنس نكرة فی المعنی
لانـه غيرُ مختص بواحد من افراد جنسه كما يختص عَلم الشخص وتعريفه انما هو من جهة اللفظ
فهو يعامل معاملة علم الشخص فی احكامه اللفضلية) اور مثال دوم جیسے (هذا ثمر يانع على اغصانه
اس مثال میں (ثـمـر) موصوف ہے (یانع) صفت ہے اور موصوف جب نکرہ ہو تو اس میں عموم ہوتا ہے جیسے یہاں ثمر



(تشریح)

مذکور میں (ثـمـر) یانع وغیر یانع دونوں کو شامل ہے جب اس کے لئے صفت (یـانـع) لائی گئی تو اس صفت کی وجہ سے
خصوصیت پیدا ہوگئی اس لئے کہ تخصیص کی وجہ سے نکرہ کا اشتراک اور احتمال کم ہوجاتا ہے یا بالکل ہی مرتفع ہوجاتا ہے پس
یہ نکرہ معرفہ سے قریب ہوجائیگا بہرحال یہاں (ثـمـر) موصوف قریب من الـمـعـرفه ہے لہذا جائز ہے کہ جارومجرور
صفت واقع ہوں (ثمر) سے اور یہ بھی جائز ہے کہ حال واقع ہوں (ثمر) سے۔

اس کے بعد یہ بھی ذہن نشین کریں کہ جارومجرور کا متعلق جوازاً اس وقت حذف ہوتا ہے کہ متعلق واضح اور مشہور چیز ہو
استعمال کے رو سے اور یا پھر کوئی قرینہ اور دلیل موجود ہو مثال اول کی متنبی کے اس قول میں ہے!

شعر بابی مَنْ ودِدْتُه فافترَقْنا وقضى الله بعدَ ذاکَ اجتماعا

اس شعر میں (بـابـی) جارومجرور کا متعلق ہے وہ (افدیی) فعل خاص ہے جو بسبب اپنے شہرت اور وضوح کے محذوف
ہے۔ مثال اس متعلق کی جو کسی قرینے کی بنا پر جوازاً محذوف ہو جیسے اس قول میں یعنی (سـادرس التـاریخ فی المساء
اما الادب ففی الصباح) اس قول میں (فی الصباح) جارومجرور کا متعلق (سـادرس) فعل خاص محذوف ہے
اور یہاں قرینہ ماقبل کا جملہ ہے اصل میں یوں ہے (اما الأدبُ فسادرسه فی الصباح) الغرض جارومجرور کا متعلق
اگر فعل خاص ہے تو بغیر کسی قرینہ کے حذف اس کا ناجائز ہے اس لئے کہ فعل خاص بغیر قرینہ کے مفہوم نہیں ہوتا ہے اور
جب فعل خاص مفہوم نہ ہو تو جارومجرور بھی غیر تام ہوں گے یعنی کوئی چیز واقع نہیں ہوسکتے۔

فـائده: جارومجرور کا متعلق عامل ہوتا ہے جارومجرور میں جیسا کہ قبل ازیں ابن یعیش نحوی کے تحقیق سے معلوم ہوا مگر اسم
زمان ومکان جو عمل نہیں کرتے آیا یہ متعلق ہوسکتے ہیں کہ نہیں النحو الوافی جلد دوم میں بحث حروف جارہ کے اندر ہے کہ
متعلق ہوسکتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت (وكـذالك الـمشتق الذی لايعمل كاسم الزمان واسم المكان نحو
انقضى مسعاك لتأيِيْد الحق وعرفنا مد خلك الى اعوانه) اور النحو الوافی کے حاشیہ میں ہے کہ (هذا
هو الراجح لان المشتق غير العامل لايخلو من رائحة الفعل راجع حاشيتی الخضری والصبان اول
باب اِعْمال اسم الفاعل الخ)

حاشیہ خضری جلد دوم میں اسم فاعل کے عمل کے بحث میں الفیہ کا مندرجہ ذیل شعر میں (عن مضيه) جارومجرور واقع ہیں
ان کے متعلق کو اسم مکان قرار دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

(تشریح)

شعر کفعلہ اسم فاعل فی العمل ان کان عن مضیہ بمعزل

حاشیہ خضری میں ہے کہ ( بمعزل بکسر الزای کما ھو الروایۃ فیکون اسم مکان والباء ظرفیۃ وعن مضیہ متعلق بہ لاکتفاء الظرف برائحۃ الفعل وان کان اسم المکان لا یعمل فی غیرہ )

اور حاشیہ صبان جلد دوم میں بحث اسم فاعل کے اندر مذکورہ جار ومجرور کے بارے میں مندرجہ ذیل تحقیق ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو ( وعن مضیہ متعلق بمعزل لانہ وان کان اسم مکان یصح تعلق الظرف بہ لانہ یکتفی بما فیہ رائحۃ الفعل فھو کقولک رایتُ مدخلک الی الدار فبطل منع البعض صحۃ تعلقہ بمعزل واستغنی عما تکلفہ فیہ )

جاننا چاہئے کہ ( رائحۃ الفعل ) سے مراد معنی مصدری ہے اور اسم زمان ومکان بھی معنی مصدری پر شامل ہوتے ہیں جامع الدروس جلد اول بحث شبہ فعل میں ہے کہ شبہ فعل اسماء میں سے وہ ہیں جو معنی مصدری پر دلالت کریں ملاحظہ ہو ( شبہ الفعل من الاسماء والمراد بہ الاسماء التی تشبہ الافعال فی الدلالۃ علی الحدث )

بعد میں جامع الدروس میں کہا گیا ہے کہ ( وھی تسعۃ انواع المصدر واسم الفاعل واسم المفعول والصفۃ المشبھۃ باسم الفاعل وصیغ المبالغۃ واسم التفضیل واسم الزمان واسم المکان واسم الالۃ) اس مذکورہ عبارۃ میں شبہ فعل کی جو مراد پیش کی گئی ہے اس تعریف کی رو سے اسم زمان ومکان شبہ فعل میں داخل ہیں اور اگر شبہ فعل کی تعریف یہ ذکر کی جائے کہ شبہ فعل وہ ہے جو عمل میں مشابہ ہو فعل کے ساتھ پھر تو اسم زمان ومکان اور اسم آلہ پر شبہ فعل کا اطلاق نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ چیزیں عامل نہیں ہیں۔

## حروف جارہ میں سے بعض حروف جارہ متعلق نہیں چاہتے ہیں

جاننا چاہئے کہ قبل ازین کہا گیا کہ حرف جر کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے مگر بعض حروف جارہ متعلق نہیں چاہتے ہیں تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) مجموعہ نحو میر ص ۶۹ ) پر شرح مأۃ عامل عبد الرسول میں مندرجہ ذیل حروف جارہ کو متعلق سے مستغنی قرار دیا گیا ہے

شعر چند حرف جر بدان مستغنی از متعلق اند رُبَّ حَاشَا لَاتَ لَو لَا ھم خَلَا دیگر عَدَا
ہم لعل آمد دگر پس حرف زائد در کلام سابقا تفصیل ہر زائد بیان کردم ترا



(تشریح)

یعنی حروف جارہ میں سے یہ حروف متعلق نہیں چاہتے

(۱) رُبَّ (۲) حَاشَا (۳) خَلَا (۴) عَدَا (۵) لَاتَ یہ عیسیٰ نحوی کے نزدیک حرف جر ہے (۶) لولا یہ سیبویہ کے نزدیک حرف جر ہے (۷) لَعَلَّ یہ لغت عُقَیل میں حرف جر ہے (۸) حرف جر زائد جیسے من . با.

اور عوامل برکوی کے حاشیہ میں بحث حروف جارہ کے اندر کہا گیا ہے کہ حروف جارہ متعلق کے اعتبار سے مندرجہ ذیل تین قسم پر ہیں ملاحظہ ہو عبارت ( حروف الجر علی ثلاثۃ اقسام قسم یحتاج الی متعلق دائما وھو الی وعن وعلی ووا والقسم وتاؤہ)

تہذیب التوضیح جلد اول بحث حروف جارہ میں ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ قسم کے حروف متعلق نہیں چاہتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت

( ۱ ) الزائد کا لباء ومِن نحو کفی با للّٰہِ شہیْداً . ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غیرُ اللّٰہ .

( ۲ ) لَعَلَّ فی لغۃ عُقَیل ( ۳ ) لَوْلَا فیمن قال لولایَ ولولاکَ ( ۴ ) رَبَّ فی نحو رب رجل صالح لَقِیتُ او لَقِیْتُہ ( ۵ ) حروف الاستثناء وھی خَلَا وَعَدَا وحَاشَا اذا خفضن .

نیز اشمونی میں مذکورہ بالا حروف کو متعلق سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور ابن ھشام نے قواعد الاعراب میں باب ثانی کے اندر کہا ہے کہ مندرجہ ذیل چار حروف متعلق سے مستثنیٰ ہیں

(۱) حرف جر زائد جیسے با ومِنْ . (۲) لَعَلَّ . (۳) لو لا . (۴) کاف تشبیہ۔

اور ابن ھشام نے مغنی اللبیب جلد دوم میں باب ثالث کے اندر کہا ہے کہ مندرجہ ذیل چھ قسم کے حروف متعلق سے مستثنیٰ ہیں

(۱) حرف جر زائد جیسے با ومِنْ . (۲) لَعَلَّ . (۳) لَوْلَا . (۴) رُبَّ . (۵) کاف تشبیہ اخفش اور ابن عصفور کے نزدیک

(۶) حرف استثناء یعنی خَلَا وعَدَا وحَاشَا

مزید تحقیق کے لئے مغنی اللبیب کو دیکھا جائے نیز ( رُبَّ ) کے تعلق کے بارے میں سیوطیؒ نے ھمع الھوامع جلد دوم میں بحث حروف جارہ کے اندر بحث کی ہے وہ بھی بوقت ضرورت ملاحظہ ہو اور النحو الوافی جلد دوم میں بحث حروف جارہ کے اندر ہے کہ مشہور حروف جارہ زائدہ چار ہیں یعنی ( مِنْ . باء . لام . کاف . ) اور جامع الدروس جلد سوم میں بحث حروف جارہ میں ہے کہ ( لایزاد من حروف الجر الامن والباء والکاف واللام )

اور عوامل برکوی میں بحث حروف جارہ کے اندر ہے کہ ( ولا بُد لھذا الحروف من متعلق فعل او شبھہ او معناہ

## (تشریح)

الا الزائد منها نحو کفی بالله وبحسبک درهمٌ ورُبَّ وحاشا وخَلا وعَدَا ولَوْ لا ولَعَلَّ فانها لا تتعلق بشیء ) اورعوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ حروف جارہ باعتبار متعلق کے تین قسم پر ہیں ملاحظہ ہو عبارت ( حروف الجر علی ثلاثة اقسام قسم یحتاج الی المتعلق دائما وهو الی وعن وعلی وواو القسم وتاؤه ومن ومنذُ وکَیْمَه وقسم لایحتاج الی المتعلق اصلا وهو رُبَّ رحاشا وخَلا وعَدا ولَوْلا ولَعَلَّ وقسم یحتاج الی المتعلق فی بعض الاوقات وهو اللام والکاف والباء ومِنْ )

جاننا چاہئے کہ یہ آخری قسم کے حروف جارہ جومحتاج ہوتے ہیں متعلق کی طرف بعض اوقات میں اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ کبھی اصلی ہوتے ہیں اور کبھی زائد جیسا کہ النحو الوافی جلد دوم میں بحث حروف جارہ کے اندر ہے ملاحظہ ہو عبارت ( وحروف الجر السابقة کلها اصلیة الاربعة وهی من والباء واللام والکاف فهذه الاربعة تستعمل اصلیة حیناً وزائدة حیناً آخر والَّا لَعَلَّ ورُبَّ فانهما حرفا جر شبیهان بالزائد وکذالولافی رأیٍ اشر نا الیه من قبل ) لہذا مذکورہ حروف جارہ جب اصلی ہوں تومحتاج ہوتے ہیں متعلق کی طرف اوراگر زائد ہوں تو متعلق سے مستغنی ہوتے ہیں۔

فائدہ : ھمع الہوامع جلد دوم میں بحث حروف جارہ کے اندر کہا گیا ہے کہ حروف جارہ زائدہ میں سے ( باء) چھ جگہوں میں زائد ہوتی ہے ملاحظہ ہو عبارت( وتزاد توکیدا فی مواضع ستة وهی الفاعل والمفعول والمبتداء والخبر والحال والتوکید وهی مذکورة فی محالها ) ان چھ مواضع میں سے توکید سے مراد تاکید معنوی کے الفاظ ہیں جیسے ( نفس وعین ) جیسا کہ مغنی اللبیب جلد اول میں بحث (باء) کے اندر ہے کہ ( السادس التوکید بالنفس والعین ) نیز اس مقام کے تفصیل کے لئے حاشیہ صبان جلد دوم اور النحو الوافی جلد دوم بحث (باء ) زائدہ کو دیکھا جائے اور جن مواضع میں (باء ) زائد ہوتی ہے ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مثال فاعل کی جیسے کفی بالله وَلِیاً . یہاں لفظ جلالہ میں باء زائدہ ہے لہٰذا (اللّٰہ ) حرف جر کی وجہ سے مجرور لفظاً اور مرفوع تقدیراً فاعل ہے ( کَفیٰ) فعل کے لئے۔

(۲) مثال مفعول کی جیسے ولا تُلْقُوْا باید یکم الی التهلکة . اس آیۃ میں با زائدہ ہے لہذا (ایدیکم ) مجرور تقدیراً منصوب معنیٰ مفعول بہ ہے ( لاتلقوا ) فعل کے لئے۔



## (تشریح)

(۳) مثال مبتدا کی جیسے بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ . یہاں (بحسبک ) میں باء زائدہ ہے مدخول اسکا لفظاً مجرور اور معنیٰ مرفوع ہے اور مبتدا ہے۔

(۴) مثال خبر کی مگر خبر مشروط ہے اس سے کہ وہ خبر (لَیْسَ ) کا ہو یا (مامشبه بلیس ) کا ہو اور یا مبتدا کے اول میں حرف اِستفہام (هَلْ ) واقع ہو تو ایسے جگہ میں باء کا زائد ہونا قیاسی ہے جیسا کہ کافیہ اور اسکے شروح میں ہے مثال استفہام کی هَلْ زیدٌ بِقَائِم . مثال خبر لیس کی جیسے لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ. مثال خبر مامشبه بلیس کی جیسے مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ.

(۵) حال کی مثال مندرجہ ذیل شعر میں ہے فَمَا رَجَعْتُ بِخَائِبَةٍ رکابٌ حکیمُ بن المسیب منتها ها ) مذکورہ شعر میں محل استشهاد (بخائبة ) کا لفظ ہے لہذا ( بخائبة ) میں باء زائدہ ہے اور خائبۃ مجرور لفظاً منصوب معنیٰ حال مقدم ہے رکابٌ ذو الحال سے جامع الدروس اور کتاب موسوعہ میں ہے کہ زائد ہونا (باء) کا حال میں جب کہ عامل اس کا منفی ہو یہ سماعی ہے۔

(۶) مثال تاکید کی جیسے جَاءَ القَائِدُ بِنَفْسِهِ . یہاں (بنفسه ) میں (نفس) تاکید معنوی کے الفاظ میں سے ہے اور اسمیں ( باء) زائدہ ہے لہذا (نفس ) لفظاً مجرور اور معنیٰ مرفوع ہے اور تاکید ہے (اَلْقَائِدُ کی ) نیز (شاهدتُ المُعَلِّمَ بِعَیْنِهِ ) یہاں (بِعَیْنِهِ) میں عَیْن تاکید معنوی ہے اس میں (باء) زائدہ ہے لہذا (بعینه ) لفظاً مجرور اور معنیٰ منصوب ہے اور تاکید ہے ( اَلْمُعَلِّمَ ) کی

فائدہ: کتاب موسوعہ میں ہے کہ (با ) آٹھ جگہوں میں زائد ہوتی ہے ان میں سے چھ تو مذکورہ بالا مواضع ہیں بقیہ دو مندرجہ ذیل ہیں (۱) فعل تعجب کے صیغہ میں یعنی ( اَفْعِلْ بِهِ ) کے اندر اور (۲) (علیک) کے بعد جیسے ( عَلَیْکَ بالصدقِ) یہاں (علیک ) اسم فعل امر ہے اور ( بِا لصِّدْقِ) میں (باء) زائدہ ہے لہذا (الصدق ) لفظاً مجرور اور معنیٰ منصوب ہے اور مفعول بہ ہے ( علیک ) اسم فعل کے لئے جو (اَلْزِمْ ) امر حاضر کے معنیٰ میں ہے۔

حروف جارہ زائدہ میں سے ( مِنْ) کے بارے میں جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ ( مِن) مندرجہ ذیل تین جگہوں میں زائد ہوتی ہے (۱) فاعل (۲) مفعول بہ (۳) مبتدا اور ابن عقیل جلد سوم میں ہے کہ (مِن) زائدہ کے لئے جمہور بصریین کے نزدیک مندرجہ ذیل دو شرطیں ہیں شرط اول یہ ہے کہ مدخول اس کا نکرہ ہو۔ شرط دوم یہ ہے کہ اس سے پہلے مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے ایک واقع ہو یعنی۔ (۱) نفی (۲) نہی (۳) حرف استفہام هَلْ مثال فاعل کی یعنی جبکہ

(تشریح)

[illegible]

سوال: [illegible]

جواب: [illegible]

[illegible]

سببِ اول: [illegible]

سببِ دوم: [illegible]

[illegible]

زائد مستعمل: [illegible]



(تشریح)

[illegible]

فائدہ: [illegible]

[illegible]

## حرف جر زائد کیوں متعلق نہیں چاہتا؟

[illegible]

## (تشریح)

مندرجہ ذیل کتابوں کی عبارت۔

(۱) النحو الوافی جلد دوم بحث حروف جارہ میں ہے (وانما لم یتعلق الجار الزائد مع مجرورہ بعامل لان التعلق والزیادة متعارضان اذا الداعی للتعلق هو الارتباط المعنوی بین عامل عاجز ناقص المعنی واسم یکمله لایصل الیه اثر ذالک العامل الا بمساعدة حرف جر اصلی وشبهه اما الزائد فلا یدخل الکلام لیعین علی الاکمال وایصال الاثر من العامل العاجز الی الاسم المجرور وانما یدخل الکلام لتاکید معناه القائم وتقویته کله لاللربط)

(۲) مغنی اللبیب جلد دوم بحث شبہ جملہ میں ہے (وذالک لان معنی التعلق الارتباط المعنوی والاصل ان افعالا قُصِرَتْ من الوصول الی الاسماء فَاُعِیْنَتْ علی ذالک بحروف الجر والزائد انما دخل فی الکلام تقویة له وتوکیدا ولم یدخل للربط)

### حرف جر زائد کی علامت اور یہ کہ حرف جر زائد معنی پر دلالت کرتا ہے کہ نہیں؟

جاننا چاہئے کہ حرف جر زائد کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیں تو اس سے کلام کے اصلی معنی میں کوئی خرابی نہ آئی ہو ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل کتابوں کی عبارات

(۱) ھدایۃ النحو بحث حروف جارہ میں ہے (وزائدة وعلامته ان لایختل المعنی باسقاطها نحو ما جاءنی مِنْ اَحَدٍ) اس مثال میں (من احد) میں (من) زائد ہے اور (ماجاء نی مِن احد) کا اصلی معنی عموم ہے کیونکہ جملہ نکرہ ہے جیسا کہ حاشیہ صبان جلد دوم بحث حروف جارہ کے اندر ہے (لان النکرة الملازمة للنفی تدل علی العموم نصًا فزیادة مِنْ تاکید لذالک) جاننا چاہئے کہ حرف جر جب زائد ہوتا کید کے لئے تو گویا کہ جملہ میں تکرار ہو رہا ہے جیسا کہ تصریح میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ (لان زیادة الحرف بمنزلة اعادة الجملة ثانیا) الغرض (ماجاءنی مِنْ احد) کا اصلی معنی عموم ہے اگر اس سے (مِنْ) کو حذف کیا جائے تب بھی کلام اپنی اس عموم والی معنی پر دلالت کر رہا ہے ہاں یہ ضرور ہوگا کہ کلام کے اصل معنی کی تاکید کے لئے (مـــن) کو جو زائد کیا گیا تھا وہ تاکیدی معنی (مـــن) کے حذف کرنے سے حاصل نہ ہوگا لیکن کلام کے اصل بمعنی پھر بھی باقی ہے۔

(۲) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے کہ (وزائدة وعلامتها انها لو حذفت لم یختل المعنی نحو ما جاءنی من احد)



## (تشریح)

خالد ازہری نے تصریح میں کہا ہے۔ (نحو ما جاءنی من احد فهو لتاکید التنصیص لان النکرة الملازمة للنفی تدل علی العموم نصا فزیادة مِنْ انما افاده مجرد التوکید لان ما جاء احد وما جاء من احد سیان فی افهام العموم من دون احتمال)

رہی یہ بات کہ حرف جر زائد معنی پر دلالت کرتا ہے یا زائد بمعنی بیکار ہے مفتاح العوامل شرح شرح مأة عامل میں ہے کہ زائد کے معنی بیکار کے نہیں ہے کلام بلغاء اور خصوصاً قرآن وحدیث میں کوئی چیز بے معنی اور بیکار محض نہیں ہوتی البتہ بعض مخصوص قسم کے فوائد مثلاً تاکید کا فائدہ یا فصاحت کی زیادتی جسے کلام کو زیادہ تر خوشنما بنانے میں دخل ہے فوت ہو جاتے ہیں الغرض حرف جر اصلی اور حرف جر زائد دونوں کے لئے معنی ہے مگر فرق یہ ہے کہ حرف جر اصلی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو معنی اس کے دخول سے پہلے کلام میں نہیں تھا اور حرف جر زائد ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے دخول سے پہلے کلام میں موجود ہے اور حرف جر اس معنی کی تقویۃ وتاکید کے لئے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ حرف جر زائد کو اگر حذف کیا جائے تو کلام کے اصلی معنی میں کوئی خرابی نہیں آتی النحو الوافی میں ہے کہ (ان الحرف الاصلی لابد ان یاتی بمعنی فرعی جدید لم یکن فی الجملة قبل مجیئه اما الحرف الزائد فلایاتی بمعنی جدید وانما یؤکد ویقوی المعنی العام الذی تضمنه الجملة کلها من قبل مجیئه) بہرحال حرف جر زائد معنی پر دلالت کرتا ہے جو تاکید ہے البتہ ربط اور ایصال کے اعتبار سے زائد ہے۔

### حروف جارہ تین قسم پر ہیں

**فــائده** : منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ حرف جر تین قسم پر ہے اصلی زائد شبیہ بالزائد (واعلم ان حرف الجر امّا ان یفید معنی خاصا ویکون له متعلق واما الا یفید معنی خاصا ولایکون له متعلق واما ان یفید معنی خاصا ولایکون له متعلق فالاول الحرف الاصلی الذی یعقد له النحاة باب حروف الجر والثانی هو الحرف الزائد کالباء فی بحسبک درهم ومن فی قولک ماز ارنی من احد والثالث هو الشبیه بالزائد وانما اشبه الزائد فی انه لامتعلق له واشبه الاصلی فی الدلالة علی معنی خاص کالترجی فی لعل والتقلیل فی رب)

## (تشریح)

### بعض حروف جارہ کے ساتھ ما کافّۃ لاحق ہوتا ہے

جاننا چاہئے کہ پانچ حروف جارہ کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے یعنی (مِن وعَنْ وباء ورُبَّ وکاف) ان حروف میں سے اگر (من وعن وباء) کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتو ان کو عمل سے نہیں روکتا ہے جیسا کہ الفیہ میں ہے اور شرح ابن عقیل جلد دوم میں حروف جارہ کی بحث میں ان کی یہ مثالیں دی گئی ہیں (۱) مِنْ کی مثال مِمَّا خَطِيْٓأٰتِهِمْ (۲) عن کی مثال عَمَّا قَلِيْلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ (۳) باء کی مثال فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ)

اور اگر ما کافہ (رُب اور کـــــاف) کے بعد لاحق ہوتو کبھی ان کو عمل سے روک دیتا ہے اور کبھی نہیں روکتا ہے عمل سے،

نہ روکنے کی مثال درج ذیل دو اشعار میں:

(۱) مَاوِيَّ یا رُبَّتَما غارَةٍ　　　شَعْوَاءَ کاللَّذْعَةِ بِالْمِيْسَمِ

اس شعر میں (ربتما) میں (ما) غیر کافہ ہے

(۲) وننْصُرُ مَوْلَانَا ونَعْلَمُ اَنَّهُ　　　كَمَا النَّاسِ مَجْرُوْمٌ عَلَيْهِ وجَارِمٌ

اس شعر میں (کما الناس) میں (ما) غیر کافہ ہے۔

اور عمل سے روکنے کی مثال مندرجہ ذیل اشعار میں ہے

(۱) فَاِنَّ الْحُمْرَ مِنْ شَرِّ الْمَطَايَا　　　كَمَا الْحَبِطَاتُ شَرُّ بَنِيْ تَمِيْمِ

اس شعر میں (کما الحبطات) میں (ما) کافہ زائدہ ہے

(۲) رُبَّمَا الْجَامِلُ الْمُؤَبَّلُ فِيْهِمْ　　　وَعَنَاجِيْجُ بَيْنَهُنَّ الْمِهَادُ

اس شعر میں (ربما الجامل) میں ما کافہ زائدہ ہے

**تنبیہ**: مذکورہ اشعار کا حل منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل میں ہے لہٰذا حاشیہ مذکورہ ملاحظہ ہو۔

### حرف جر کا حذف اور عمل کا باقی ہونا

**فـائدہ**: حروف جارہ میں سے (رُبَّ) مندرجہ ذیل حروف کے بعد کبھی حذف ہوتا ہے مگر اس کا عمل باقی رہتا ہے جیسا کہ



## (تشریح)

تہذیب التوضیح و جامع الدروس اور کتاب موسوعہ اور نیز النحو الوافی جلد دوم میں ہے کہ (یجوز حذف رُبَّ، لفظا مع ابقاء عملها ومعنا ها)

(۱) فا کے بعد جیسے اس شعر میں ہے فَمِثْلُکِ حُبْلیٰ قد طَرَقْتُ ومُرْضِعٍ　　　فَاَلْهَيْتُهَا عن ذی تَمَائِمَ مُحْوِلِ

(۲) واو کے بعد جیسے اس شعر میں ہے وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخیٰ سُدُوْلَهُ　　　عَلَيَّ بِاَنْوَاعِ الْهُمُوْمِ لِيَبْتَلِی

(۳) بَل کے بعد قلیلا جیسے اس شعر میں ہے　بل بلد ملءُ الفِجاجِ قَتَمُهُ　　　لایُشْتریٰ کَتّانُهُ وجَهْرَمُه

جاننا چاہئے کہ رُبَّ ان مذکورہ مواضع کے علاوہ بھی حذف ہوتا ہے مگر وہ بہت قلیل ہیں جیسا کہ اس شعر میں ہے

رَسْمِ دارٍ وَقَفْتُ فِی طَلَلِہٖ　　　كِدتُ اَقْضِی الحیاۃَ من جَلَلِهٖ

اس شعر میں (رسم) اصل میں (رب رسمِ دارٍ) ہے رُب حذف ہے۔

اور یہ بات بھی جان لیں کہ (رُبَّ) کے علاوہ بھی حرف جر حذف ہوتا ہے پھر وہ دو قسم پر ہے سماعی و قیاسی جیسا کہ تہذیب التوضیح اور جامع الدروس میں حروف جار کی بحث میں کہا گیا ہے سماعی کی مثال اس قول میں ہے (کیف اَصْبَحْتَ قالَ خَيْرٍ عَافَاکَ اللّٰهُ) یہاں (خیر) میں حرف جر (علیٰ) حذف ہے مگر اس کا عمل باقی ہے یہ اصل میں (علی خَيْرٍ) ہے حرف جر قیاسا چھ مواضع میں حذف ہوتا ہے مگر ان کا عمل باقی رہتا ہے (۱) لفظ جلالہ سے پہلے قسم میں جیسے (اللّٰهِ لَاَ خُذَنَّ مِنَ الْاُمَّةِ خِدْمَةً صَادِقَةً ای وَاللّٰهِ) یہاں واللہ سے واو قسمیہ حذف ہے (۲) استفہامیہ کے بعد جب اس پر حرف جر داخل ہو جیسے (بکم درھم اِشْتَرَيْتَ ای بکم مِنْ درھم) (۳) حرف عطف کے بعد کہ اگر اس محذوف حرف جر کو ذکر کیا جائے تو اس کا جملہ بنا صحیح ہو جیسے (لِخالِدٍ دَارٌ وسعیدٍ بُسْتان ای ولسعید بستان) (۴) حرف کَیْ سے پہلے جیسے اس قول باری تعالیٰ شانہ میں ہے اِلیٰ اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا ای لِکی تقر یہاں (کَیْ) جو ناصب مضارع ہے اس سے پہلے (لام) جارہ حذف ہے (۵) اَنَّ اور اَنْ سے پہلے جیسے عَجِبْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ ای مِنْ اَنَّکَ قَائِمٌ وَاَنْ قُمْتَ ای مِنْ اَنْ قُمْتَ.

(۶) معطوف سے) یعنی وہ (لَيْسَ اور مَا) حجازیہ کے خبر پر معطوف ہو، بشرطیکہ ان دونوں کی خبر پر حرف جر کا داخل ہونا صحیح ہو جیسے (لَسْتُ مُرْجِعاً فرصةً ضَاعَتْ ولا قادرٍ علی ردها) یہاں (مُرْجِعًا) خبر ہے فعل ناقص کیلئے اور معطوف علیہ ہے (ولا قادرٍ) اس پر معطوف ہے، اور اس سے حرف جر حذف ہے اصل میں (ولا بقادرٍ) ہے، نیز معطوف علیہ جو (مرجعًا) ہے، اس پر دخول حرف جر کا صحیح ہے لہٰذا اس کا مجرور پڑھنا بسبب توھم دخول حرف جر کے جائز

## (تشریح)

ہے، یعنی گویا کہ وہ حرف جر یہاں داخل ہے، اور اصل میں (لستُ بمرجع) ہے

اس توھم کی بناء پر معطوف یعنی (ولا قادرٍ) مجرور ہے جیسا کہ النحو الوافی جلد دوم میں حروف جارہ کی بحث میں ہے، عبارت ملاحظہ ہو (وعلی اساس ھذا الجواز الموھوم عطفنا علیه بالجر وھذا ھو العطف الذی یسمیه النحاۃ العطف علی التوھم)

## (ظرف مستقر وظرف لغو)

جاننا چاہئے کہ جار اور مجرور کو ظرف بھی کہتے ہیں، حالانکہ اصل میں ظرف کا اطلاق ظرف زمان اور ظرف مکان پر ہوتا ہے مگر چونکہ جار و مجرور ظرف زمان و ظرف مکان کی طرح فعل کی طرف تعلق کے اعتبار سے محتاج ہوتے ہیں لہذا جار و مجرور پر بھی ظرف کا اطلاق ہوتا ہے الاظہار والعوامل برکوی کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ (وانما سُمِّیَ الجارو والمجرور ظرفا لکونه جاریا مجری الظرف فی الاحتیاج الی الفعل) پھر اگر جار و مجرور کا متعلق افعال عامہ سے محذوف ہے تو اس جار و مجرور کو ظرف مُسْتَقر کہتے ہیں اور اگر جار و مجرور کا متعلق محذوف نہیں یا محذوف ہے مگر افعال عامہ سے نہیں بلکہ افعال خاصہ سے ہے تو اس جار و مجرور کو ظرف لغو کہتے ہیں جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی میں ہے (وقد یحذف المتعلق فان کان المحذوف فعلا عاما متضمنا (ای مفھوما معنا ھما منھما بحسب الاستعمال لابحسب الوضع) فی الجار والمجرور یسمیان ظرفا مستقرا نحو زید فی الدار ای حَصَلَ وان لم یکن کذالک (ای فعلاعاما متضمنا فی الجار والمجرور) اولم یحذف متعلقه یُسَمَّیَانِ ظرفا لغوا نحو زیدٌ فی الدار ای أکلَ وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ)

**فائدہ**: کتاب الاظہار والعوامل برکوی کے بین السطور میں ہے کہ فعل عام کا معنی شامل ہونا ہے یعنی یہ تمام موجودات کو شامل ہوتا ہے ملاحظہ ہو (فعلاً عاماً ای شامل لکل الموجودات کالکائن والحاصل والوجود والثبوت والاستقرار والوقوع)

نیز جاننا چاہئے کہ یہاں فعل عام اور فعل خاص سے مراد فعل اصطلاحی نہیں بلکہ فعل سے فعل لغوی یعنی مصدر مراد ہے جیسا



## (تشریح)

کہ عوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ (فان کان المتعلق المحذوف فعلاً عاماً المراد بالفعل ھٰھنا الفعل اللغوی الشامل لشبه الفعل ومعناه)

**فائدہ**: ابن هشام نے قواعد الاعراب میں کہا ہے کہ اگر جار و مجرور مندرجہ ذیل چار چیزوں میں سے کوئی ایک واقع ہو تو حذف متعلق کا واجب ہے اور اس جار و مجرور کو ظرف مستقر کہتے ہیں اور متعلق افعال عامہ میں سے اسم ہوگا جیسے (کَائِنٌ) یا فعل ہوگا جیسے (اِسْتَقَرَّ) مثلا اور وہ چار چیزیں یہ ہیں

(۱) جار و مجرور باعتبار اپنے متعلق کے صفت واقع ہوں جیسے رَأیْتُ طَائِراً علی غُصْنٍ.

(۲) صِلَّه واقع ہوں جے وله من فی السمٰوٰت

(۳) خبر واقع ہوں مخبر عنہ سے جیسے الحمد للّٰه

(۴) حال واقع ہوں جیسے فَخَرَجَ عَلیٰ قَوْمِهٖ فِی زِیْنَتِهٖ.

نیز عوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ (الجار والمجرور فی اربعة مواضع یکون ظرفا مستقرا الخ)

**فائدہ**: النحو الوافی جلد دوم کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ متعلق اگر افعال خاصہ سے ہے تو اس کا حذف بغیر قرینہ کے جائز نہیں عبارت ملاحظہ ہو (ولا یصح حذف المتعلق الخاص الابدلیل یدل علیه وعِنْدَئِذٍ یجوز حذفه) اور عدم جواز کی وجہ بھی اسی حاشیہ میں مذکور ہے کہ فعل خاص جار و مجرور سے مفہوم نہیں ہوتا ہے اس لئے بغیر قرینہ کے حذف اس کا ناجائز ہے۔ اور النحو الوافی جلد دوم کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں کہا گیا ہے کہ ظرف مُسْتقر کی صورت میں اگر (کَانَ) فعل حذف ہو تو وہ (کَانَ) تامّه بمعنی وَجَدَ) ہوگا نیز اگر متعلق محذوف (کَائِنٌ) اسم مشتق ہو تو یہ بھی تامہ ہوگا۔

**فائدہ**: جاننا چاہئے کہ متعلق جب محذوف ہو تو اب یہ جار و مجرور اور ظرف قائم مقام ہیں اس محذوف متعلق کے لہذا اب متعلق محذوف کے آثار اس قائم مقام کی طرف منتقل ہونگے جیسا کہ شرح مفصل ابن یعیش جلد اول میں ہے (واعلم انک لما حذفت الخبر الذی ھو اِسْتَقَرَّ او مُسْتَقَرٌّ واقمت الظرف مقامه علی ماذکرنا صار الظرف ھو الخبر والمعاملة معه وھو مغایر المبتدأفی المعنی ونقلت الضمیر الذی کان

## (تشریح)

فی ا لاستقرار الی الظرف وصار مرتفعا بالظرف کما کان مرتفعا بالا ستقرار ثم حذفت الاستقرار وصار اصلامرفوضالا یجوز اظهاره للا ستثنا ء عنه بالظرف الخ) اورآگے کہا گیا ہے کہ (واعلم انک اذا قلت زید عند ک فعندک ظرف منصوب بالا ستقرار المحذوف سواء کان فعلا او اسماوفیه ضمیر مرفوع والظرف وذالک الضمیر فی موضع رفع بانه خبر المبتداء واذا قلت زید فی الدار اومن الکرام فالجار والمجرور فی موضع نصب بالا ستقرار علی حد انتصاب عندک اذاقلت زید عندک ثم الجار والمجرور والضمیر المنتقل فی موضع رفع بانه خبر المبتدأ)

### ظرف مستقر اور ظرف لغو کی وجہ تسمیہ

جاننا چاہئے کہ جارومجروراورظرف کوشبہ جملہ بھی کہتے ہیں۔النحو الوافی جلددوم کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ شبہ جملہ کی ان دونوں قسموں کو(مستقر) اور (لغو) کہتے ہیں ملاحظہ ہو (وشبه الجملة بنو عیه یسمی مستقرا بفتح القاف والمراد مستقر فیه حین یقع متعلقه کوناً عاماً یفهم بدون ذکره ویسمی لغواً حین یقع متعلقه کوْناً مذکورا اور محذوفاً لقرینة تدل علیه وانما سمی مستقرا لامرین سبقت الاشارة الیهما لاستقرار معنی عامله فیه ای فهمه منه ولانه حین یصیر خبرا مثلا ینتقل الیه الضمیر من عامله المحذوف ویستقر فیه وبسبب هذین الامرین استحق عامله الحذف وجوباً وسُمّیَ اللغو لغوالان وجوده ضئیل الاثر مع وجود عامله اذلا یستقر فیه معنی عامله ولا یتحمل ضمیره وفی هذه الحالة یکون العامل الملفوظ به فی الجملة هو الخبراو الصفة او الصلة او الحال الخ)

<u>فـائده</u>: النحو الوافی جلددوم کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں ہے کہ جارومجروراورظرف جب حامل ضمیر ہوتو حقیقت میں یہ مفرد نہیں ہیں ملاحظہ ہو عبارت(اولان کلاً من الظرف والجار مع مجروره لیس مفردا فی الحقیقة بل هو مرکب اذیحمل معه الضمیر المستتر الذی انتقل الیه من العامل المحذوف علی الوجه الذی بسطناه)

عو
حاشیہ



## (تشریح)

<u>فائده</u>: جارومجروراورظرف کوشبہ جملہ کہنے کی وجہ النحو الوافی جلددوم میں حاشیہ کے اندرذکر کی گئی ہے کہ (ولما کان کل منهما صالحاً لان یتعلق بالفعل المحذوف ویدُلُّ علیه وعلی فاعله بغیر خفاء ولا لبس کان شبه الجملة بمنزلة النائب عنهما والقائم مقامهما والفعل مع فاعله جملة فما ناب عنها وقام مقامها شبیه بها لذالک اَسْمَوْهُ شبه الجملة) اورآگے کہا گیا ہے کہ (وبسبب انتقال الضمیر الی شبه الجملة وصحة تعلقه بالمشتق سَمَّوْهُ شبهَ الوصفِ اَیْضاً)

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جارومجرور یاظرف یہ خودخبروغیرہ نہیں ہیں بلکہ خبروغیرہ حقیقت میں ان کا متعلق محذوف ہے جیسا کہ النحو الوافی کے حاشیہ میں حروف جارہ کی بحث میں کہا گیا ہے ملاحظہ ہو (فلیس الخبر اوغیره عندهم هو الظرف نفسه او الجار مع مجروره مباشرة انما الخبر هو المحذوف ویتعلق به کل واحد من هٰذین الخ)

### ظرف اور جارومجرور عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

کواکب الدریہ جلددوم میں باب اسماء عاملہ میں ہے کہ (واما الظرف والجار و المجرور فالاصح انه یجوز اعمالهما بشرط اعتمادهما علی نفی او استفهام او موصوف او موصول او مخبر عنه اوذی حال ویتعلقان حینئذ بکون عام واجب الحذف کالاستقرار والحصول والکون والوقوع والثبوت ویسمیان بالظرف المستقر بفتح الکاف لتعلقهما بالاستقرار وهو الکون العام لا لِاِ ستقرار الضمیر فیهما لان قضیته انهما اذا رفعا الاسم الظاهر لایسمیان بذالک وعملهما کاستقرار فیرفعان الضمیر المسمی بضمیر الاستقرار فی نحو زید فی الدار وعندک والظاهر فی نحو اَفِی اللّٰهِ شک وزید عندک ابوه وهو ای مرفوعهما فاعل.

والاصح انهما الرافعان له بنیا بتهما علی المحذوف وانه یجوز کونه مبتدا مؤخرا وهما الخبر)

جاننا چاہئے کہ اس موضوع پر سیوطی نے همع الهوامع جلددوم میں بحث(الظرف والمجرور) کے اندر تفصیل سے کلام کیا ہے اور نیز ابن هشام نے مغنی اللبیب جلددوم کے اندر باب ثالث میں اس موضوع پرکلام کیا ہے لہٰذا مزید تحقیق کے لئے مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

## (تشریح)

### مجرور بحرف جرزائداور مجرور بحرف جرشبیہ بالزائد کی حکم

جامع الدروس جلد سوم میں حروف جارہ کے بحث میں ہے کہ حرف جرزائد کے مجرور پر ماقبل والے عامل کی موافقت سے اعراب آتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (حکم المجرور بحرف جر زائد انه مرفوع المحل او منصوبه حسب مایطلبه العامل قبله )

نیز جامع الدروس میں ہے کہ ( حاشا. خلا . عدا. ) کے مدخول پر مستثنیٰ کا اعراب آئے گا ملاحظہ ہو (اما المجرور بحرف جر شبیه بالزائد فان کان الجار خلا وعدا وحاشا فهو منصوب محلا علی الاستثناء وان کان الجار رُبَّ فهو مرفوع محلاً علی الابتداء نحو رُبَّ غَنِيَّ الیوم فقیرٌ غداً رُبَّ رَجُلٍ کَرِیمٍ اکرمتُه الاذا کان بعدها فعل متعد لم یا خذ مفعوله فهو منصوب محلا علی انه مفعول به للفعل بعده نحو رب رجلٍ کریمٍ اکرمتُه فان کان بعدها فعل لازم او فعل متعد ناصبٌ للضمیر العائد علی مجرور ها فهو مبتدأ والجملة بعده خبره نحو رُبَّ عَامِلٍ مُجْتَهِدٍ نَجَحَ رُبَّ تلمیذٍ مجتهدٍ اکرمتُهُ) مزید تفصیل کے لئے جامع الدروس اور عوامل برکوی کی طرف رجوع کریں۔

### تقدم حرف جر کا اپنے متعلق سے

جاننا چاہئے کہ جارو مجرور اگر نائب فاعل واقع ہوں تو انکا تقدم اپنے متعلق پر نا جائز ہے کیونکہ اس وقت جارو مجرور بمنزلہ فاعل کے ہیں جیسے فاعل اپنے فعل سے مقدم نہیں ہوسکتا تو یہ بھی مقدم نہیں ہوسکتے اور اگر جارو مجرور نائب فاعل نہیں تو ان کی تقدیم اپنے متعلق پر جائز ہے جیسا کہ عوامل برکوی میں ہے ملاحظہ ہو (وقَدْ يُسْنَدُ المتعلق الی الجار والمجرور فیکون مرفوع المحل علی انه نائب الفاعل نحو مُرَّ بزَیْدٍ ویجوز تقدیم ماعدا هذا علی متعلقه نحو بِزَیْدٍ مَرَرْتُ )

### اگر جارو مجرور معرفہ یانکرہ کے بعد واقع ہوں تو ان کی ترکیبی حیثیت اور حکم کیا ہے؟

جاننا چاہئے کہ ابن ھشام نے قواعد الاعراب اور نیز مغنی اللبیب جلد ثانی میں باب ثالث کے اندر کہا ہے کہ جارو مجرور اگر



## (تشریح)

نکرہ محضہ کے بعد واقع ہوں تو یہ نکرہ محضہ کے لئے صفت ہوتے ہیں اور اگر معرفہ محضہ کے بعد واقع ہوں تو یہ معرفہ محضہ سے حال واقع ہوتے ہیں اور اگر ایسے اسم کے بعد واقع ہوں کہ وہ تنکیر وتعریف مین (محض) یعنی خالص نہیں ہے تو جائز ہے کہ یہ جارو مجرور صفت واقع ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس اسم غیر محضہ سے حال واقع ہوں الحاصل یہاں کل چار صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) رَئَیْتُ طَائِراً عَلَی غُصْنٍ. یہاں (علی غصن) جارو مجرور اپنے متعلق محذوف کے اعتبار سے (طائرا) کی صفت واقع ہورہے ہیں جونکرہ محضہ ہے۔

(۲) رَئَیْتُ الْهِلَالَ فِی الْاُفُقِ) یہاں (فی الافق) جارو مجرور اپنے متعلق محذوف کے اعتبار سے (الهلال) کے لئے حال واقع ہورہے ہیں جو معرفہ محضہ ہے۔

(۳) یُعْجِبُنِی الزهر فی اَکْمَامِهٖ) یہاں جارو مجرور (الزهر) معرفہ غیر محضہ کے بعد واقع ہیں کیونکہ (الزهر) بالف ولام جنسی ہے جو قریب من النکرہ ہوتا ہے لہذا جائز ہے کہ (فی اکمامه) جارو مجرور (الزهر) سے صفت واقع ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ حال واقع ہوں (الزهر) سے۔

(۴) هذا ثَمَرٌ یَانِعٌ علی اغصانه یہاں (ثمرٌ) موصوف اور (یانعٌ) صفت واقع ہے اور موصوف اپنے صفت کے سبب سے قریب من المعرفہ ہے لہذا (ثمر) نکرہ غیر محضہ ہے جائز ہے کہ (علی اغصانه) اس نکرہ غیر محضہ کی صفت واقع ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ حال واقع ہو)۔

## ﴿نحومیر﴾

دوم حروف مشبہ بالفعل وآن شش است اِنَّ واَنَّ وکَاَنَّ ولٰکِنَّ ولَیْتَ ولَعَلَّ این حروف را اسمی باید منصوب وخبرے مرفوع چون اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ زید را اسم اِنَّ گویند وقائمٌ را خبر اِنَّ بدانکه اِنَّ واَنَ حروف تحقیق است وکَاَنَ حرف تشبیہ ولٰکِنَّ حرف استدراک ولیت حرف تمنی ولَعَلَّ حرف ترجی۔

## (طرز المبتدی)

(**قوله دوم حروف مشبه بالفعل** ) یعنی حروف عاملہ جو کہ اسم پر داخل ہوتے ہیں ان کی دوسری قسم حروف مشبہ

## (طرز المبتدی)

بالفعل ہیں اور یہ چھ حروف ہیں۔ اِنَّ . اَنَّ . کَاَنَّ . لٰکِنَّ . لَیْتَ . لَعَلَّ . یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں مگر ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مبتدا کو مبتدا نہیں کہا جاتا بلکہ مبتدا کو ان حروف کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو ان حروف کی خبر کہا جاتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ (تحقیق زید کھڑا ہے) اس مثال میں (اِنَّ) حرف مشبہ بالفعل ہے اور مدخول اس کا جملہ اسمیہ ہے اصل میں (زیدٌ قائمٌ) یعنی مبتدا و خبر تھا جب اس پر اِن داخل ہوا تو اس نے زید کو نصب دیا اور قَائِمٌ کو رفع اب (زیداً) کو اسم اِنَّ اور (قَائِمٌ) کو خبر اِنَّ کہتے ہیں۔

<u>فـائـده</u> :(اِنَّ و اَنَّ ) حروف تحقیق ہیں یعنی یہ دونوں مضمون جملہ اسمیہ کی تحقیق کے لئے آیا کرتے ہیں مضمون جملہ اسمیہ سے مراد یہ ہے کہ جملہ خبریہ کی خبر کا مصدر نکال کر اسے مبتدا کی طرف مضاف کیا جائے جیسے زیدٌ قَـائِمٌ میں (قائم) خبر کا مصدر (قِیامٌ) لے لیا اور اس کو مبتدا یعنی (زیدٌ) کی طرف مضاف کر کے (قِیَـامُ زَیْدٍ) بنالیا یہ مضمون جملہ اسمیہ ہوگیا (اِنَّ) نے اس بات کا فائدہ دیا کہ مضمون جملہ جو (قیام زید) ہے بلاشک وشبہ ثابت ہے۔

اور (کَاَنَّ) حرف تشبیہ ہے یعنی کَـاَن تشبیہ پیدا کرنے کے لئے آیا کرتا ہے بمعنی (گویا۔گویا کہ) جیسے (کَـاَنَّ زَیْدًا اَسَـدٌ) یعنی زید بہت بہادر ہے اور بہادر ہونے میں شیر سے مشابہ ہے اور (لٰـکِـنَّ) حرف استدراک ہے استدراک کے معنی لغت میں کسی نقصان کا تدارک کرنا اور اصطلاح میں کلام سابق سے جو شبہ پیدا ہوا اس کے دور کرنے کو استدراک کہتے ہیں مثلاً زید اور عمرو دونوں ساتھ ساتھ رہتے ہیں جب ان میں سے ایک کسی کام کو جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے ہمراہ رہتا ہے لہذا جب کوئی شخص کہے کہ جَـاءَ نِـی زَیْدٌ تو فوراً ذہن میں یہ خیال آئے گا کہ عمرو بھی آیا ہوگا اس کے بعد متکلم نے کہا (لٰکِنَّ عمرو مَا جَاءَ) تو لٰکِنَّ سے کلام ماسبق سے جو شبہ پیدا ہو گیا تھا اس کو زائل کر دیا۔

اور (لَیْتَ) حرف تمنی ہے یعنی لَیْتَ اِنشاء تمنی کے لئے آتا ہے اردو میں بمعنی (کاش) جیسے لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ کاش جوانی لوٹ آتی۔اور (لَعَلَّ) حرف ترجی ہے یعنی لَعَل یہ حرف ترجی ہے جو انشاء ترجی کے لئے آتا ہے اردو میں بمعنی (امید اور شاید) جیسے لَعَلَّ عَمْرًا غَائِبٌ (شاید کہ عمرو غائب ہو)۔

(وجـه تسـمیه) یہ حروف چونکہ افعال کے مشابہ ہوتے ہیں اسلئے ان کو مشبہ بفعل کہتے ہیں فعل سے مشابہ ہونے کی پانچ وجہیں ہیں۔

(۱) جیسا کہ فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں چنانچہ اِنَّ . اَنَّ .اور لَیْتَ ـ ثلاثی یعنی تین حرفی



## (طرز المبتدی)

ہیں۔اور کَاَنَّ .اور . لٰکِنَّ .اور . لَعَلَّ . چار حرفی ہیں

(۲) دوم وزن میں فعل کے مشابہ ہوتے چنانچہ اِن (بالکسر) فِر (امر) کے وزن پر ہے اور اَن (بالفتح) فَر ماضی کے وزن پر ہے اور۔ کَـاَنَّ قَطَعْنَ (جمع مؤنث غائبات) کے وزن پر ہے اور۔ لٰکِنَّ ضَارِبْنَ امر حاضر کے وزن پر ہے اور لَیْتَ لَیْسَ (فعل ناقص) کے وزن پر ہے اور لَعَلَّ میں ایک لغت لَعَنَّ بھی ہے یہ بھی اس لغت کے اعتبار سے قَطَعْنَ کا ہم وزن ہے۔

(۳) سوم معنی کے لحاظ سے بھی فعل کے مشابہ ہیں چنانچہ اِنَّ . اَنَّ میں حَقَّقْتُ کے معنی اور کَاَن میں شَبَّهْتُ کے معنی اور لٰکِن میں اِسْتَدْرَکْتُ کے معنی اور لَیْتَ میں اَتَمَنّی کے معنی اور لَعَلَّ میں اَتَرَجّی کے معنی پائے جاتے ہیں۔

(۴) چہارم حرکت کے لحاظ سے بھی مشابہ ہیں چنانچہ جس طرح ماضی مبنی بر فتح ہوا کرتی ہے اسی طرح یہ سب حروف مشبہ بالفعل بھی مبنی بر فتح ہوتے ہیں۔

(۵) پنجم عمل میں بھی مشابہ ہیں فعل کے ساتھ چنانچہ جس طرح فعل دو اسموں میں تصرف کر کے ایک کو مرفوع کر دیتا ہے جو فاعل کہلاتا ہے اور دوسرے کو منصوب جو اس کا مفعول بنتا ہے لہذا یہ حروف اصل عمل میں فعل کے مساوی ہیں مگر چونکہ یہ حروف فعل کے، مشابہت سے عمل کرتے ہیں تو فعل اصل ہے یہ فرع ہیں لہذا ان کا مرفوع ان کے منصوب کے بعد ہوتا ہے تاکہ اصل اور فرع میں امتیاز باقی رہے۔

## (تشریح)

### <u>حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ</u>

میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (الحروف المشبهة بالفعل لفظاً ومعنى اما لفظاً فلكونها على ثلاثة احرف او ازيد كالفعل وكون او اخرها مفتوحة كآخر الفعل الماضى ولاز المفتوحة مشابهة زائدة بالفعل لفظا واما معنىً فلان معانيها معانى الافعال كما هوا لمشهور وايضاً هذه الحروف مشابهة للفعل فى دخو لها على الاسماء ولما كانت هذه الحروف مشابهةً للفعل لفظاً ومعنىً جعلو اعملها عمل الافعال وعملها على نحوين اصلى وهو تقديم المرفوع على المنصوب وفرعى وهو تقديم المنصوب على المرفوع وهذه الحروف انما تعمل بمشابهة الافعال فتكون فروعاً لها

## (تشریح)

فی العمل وعملها الفرعی تقدیم المنصوب علی المرفوع فیکون منصوبها مقدماً علی المرفوع) الغرض یہ حروف فعل کی مشابہت سے عمل کرتے ہیں اور فعل کا عمل دو قسم پر ہے اصل کہ اس میں مرفوع منصوب پر مقدم ہوتا ہے اور دوم فرعی کہ وہ عکس ہے اصل کے عمل کا اور چونکہ یہ حروف عمل میں فرع ہیں فعل کے لہٰذا ان کو فعل کا عمل فرعی دیا گیا ہے اور فعل کا عمل فرعی یہ ہے کہ منصوب مرفوع پر مقدم ہو تو ان حروف میں بھی ان کا منصوب انکے مرفوع سے مقدم ہوتا ہے۔ اور مزید تفصیل کے لئے شرح عصام علی الکافیہ اور حاشیہ متوسط کو دیکھا جائے نیز علامہ زجاجی نے کتاب الجمل میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں مشابہت کی اور وجوہ بھی ذکر کی ہیں لہٰذا مزید تفصیل کے لئے کتاب جمل دیکھ لیں۔

اور شرح انموذج میں ہے کہ (الحروف المشبهة بالفعل وجه شبهها بالفعل لفظی ومعنوی اما اللفظی فلکونها ثلاثیة ورباعیة مفتوح الاخر کالماضی واما المعنوی فلکونه کلُ واحد منهاً بمعنی الفعل فان معنی اِنَّ واَنَّ حَقَّقْتُ ومعنی لٰکِنَّ استدرکْتُ ومعنی کَاَنَّ شَبَّهْتُ ومعنی لیت تمنیتُ ومعنی لعل تَرَجَّیْتُ)

**فائدہ**: یہ جو کہا جاتا ہے کہ حروف مشبہ بالفعل مشابہ ہیں فعل کے ساتھ معنی میں اس معنی سے معنی تضمنی مراد ہے یعنی معنی مصدری جو (تو کید تشبیہ۔ تمنی۔ ترجی۔ استدراک) ہے نہ کہ معنی مطابقی جو عبارت ہے تین چیزوں سے یعنی (زمانہ نسبت الی الفاعل معنی مصدری) جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے (ووجود معنی الفعل اعنی الحدث من معانیها الثلاثة لاالزمان والنسبة الی الفاعل) نیز جامع الدروس جلد دوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ (وسمیت مشبهة بالفعل لفتح أواخرها کالماضی ووجود معنی الفعل فی کل واحدة منها فان التاکید والتشبیه والاستدراک والتمنی والترجی هی من معانی الافعال)

## نواسخ ابتداء

**فائدہ**: مبتدا اور خبر پر جو عوامل داخل ہوتے ہیں ان کو نواسخ ابتداء کہتے ہیں جیسا کہ متممۃ الاجرومیہ اور اسکی شرح الفواکہ الجنیہ میں ہے کہ (العوامل الداخلة علی المبتدا والخبر تسمی النواسخ ونواسخ الابتداء هی ثلاثة انواع الاول مایرفع المبتدأ وینصب الخبر وهو کَانَ واخواتها والحروف المشبهة بلیس وافعال



## (تشریح)

المقاربة والثانی ماینصب المبتداء ویرفع الخبر وهو اِنَّ واخواتها ولا التی لنفی الجنس والثالث ماینصب المبتداء والخبر جمیعا وهو ظن واخواتها) اور الفواکہ الجنیہ میں ہے کہ (وتسمی هذه العوامل النواسخ من غیر قید وتسمی ایضاً نواسخ الابتداء لانها تدخل علی المبتداء فترفع عنه حکمه ای عمل الابتداء فیه أخذاً من النسخ وهو لغة الرفع وتصیر هی عاملة فیه لانها عوامل لفظیة واللفظی اقوی من المعنوی وکما تنسخ حکم المبتداء تنسخ حکم الخبر)

نیز ابن عقیل جلد اول میں افعال ناقصہ کی بحث میں ہے کہ (لما فرغ من الکلام علی المبتداء والخبر شرع فی ذکر نواسخ الابتداء وهی قسمان افعال وحروف فالا فعال کَانَ واخواتها وافعال المقارَبَةِ وظَنَّ واخواتها والحروف ماواخواتها ولاالتی لنفی الجنس واِنَّ واخواتها)

اور حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ (قوله وتسمیٰ النواسخ) من النسخ وهو الازالة لازالتها حکم المبتداء والخبر وانما ازالته لانها عامل لفظی والابتداء عامل معنوی واللفظی اقوی من المعنوی)

## حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ ما کافّہ کالحوق

شرح مأۃ عامل میں ہے کہ ان تمام پر ما کافہ داخل ہو کر ان کو عمل سے روک دیتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وتدخل ما الکافة علی جمیعها فتَکُفُّهَا عن العمل کقوله تعالیٰ اِنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ و اِنَّمَا زَیْدٌ مُنقطِلقٌ)

ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ ما کافہ کے بعد یہ حروف جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہو سکتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت (وتدخل حینئذ علی الافعال) یعنی ازا دخلت ما جاز حینئذ ان تدخل علی الجملة الاسمیة والفعلیة فتقول انما زید قائم وانما قام زید وانما یقوم زید و ادخال ما علیها یفید مایفیده النفی والاثبات فاذاقلت انما زید قائم فمعناه ما زید الا قائم وانما الهکم الله فمعناه ما الهکم الا اللّٰه) علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ ما کافہ کو (مُهَیِّئة) بھی کہتے ہیں (لانها هیأت هذه الاحرف للدخول علی الافعال)۔

**فائدہ**: جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کے بعد اگر (ما موصولہ) یا (ما مصدریہ) لاحق ہو تو یہ ما ان کو عمل سے نہیں روکتا ہے لہٰذا اگر ان کے ساتھ ما موصولہ لاحق ہو تو یہ ما موصولہ منصوب محلاً ان کا اسم ہوگا، جامع الدروس میں

(تشریح)

ہے کہ( فان لحقتها ماالموصولة كانت ما اسمها منصوبة محلاً كقوله تعالیٰ اِنَّ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ
ای ان الذی عندکم ینفد )اوراگران کے ساتھ مامصدریہ لاحق ہوتو اس کا مابعد بتاویل مصدر ہوکران کا اسم ہوتاہے
جامع الدروس میں ہے کہ(وان لحقتها ماالمصدرية كانَ ما بعد ها فی تاويل مصدر منصوب علی ا
اسم ان نحو ان ما تستقيم حسن ای ان استقامتک حسنة )

## ماکافہ ماموصولہ اور مامصدریہ کی پہچان

جاننا چاہئے کہ حروف مشبہ بالفعل کے بعد ماکافہ، ماموصولہ اور مامصدریہ جولاحق ہوتے ہیں ان کی پہچان کا طریقہ جا
الدروس میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ مامصدریہ و ماموصولہ حروف مشبہ بالفعل سے جدا لکھے جاتے ہیں بخلاف ماکا
کے ملاحظہ ہو(وحينئذ تكتب ما منفصلة كما رأيت بخلاف ( ما الكافة ) فانها تكتب متصلة كما
عرفت فيما سلف )

تنبیہ : ماقبل میں کہا گیا کہ ماکافہ جب حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ لاحق ہوتو وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے
جامع الدروس جلد دوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ لیتَ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اس میں اِعْمَال او
اِلْغَاء دونوں جائز ہیں ملاحظہ ہو(غير انَّ ليت يجوز فيها الاعمال والاهمال بعد ان تلحقها ما هذه
تقول ليتما الشبابَ يعودُ و ليتما الشبابُ يعودُ واعمالها حينئذ احسنُ من اهمالها ) وکذا فی
الفواكه الجنية للفاكهی )

## اِنَّ و اَنَّ و كَاَنَّ و لٰكِنَّ میں

## تخفیف حذف نون کے ساتھ

جامع الدروس جلد دوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ(يجوز ان تخفف (اِنَّ و اَنَّ و كَاَنَّ ولكنَّ
بحذف النون الثانية فيقال اِنْ و اَنْ و كَاَنْ و لٰكِنْ )
رہی یہ بات کہ مذکورہ حروف تخفیف کے بعد بھی عامل ہے یا نہیں تو متمۃ الآجرومیہ میں ہے کہ( و تخفف ان المكسورة
فيكثر اهمالها نحو ان كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ وَيقل اعمالها نحو وان كلاًّ



(تشریح)

ليوفينهم فی قرأة من خفف ان ولما فی الآيتين و تلزم اللام فی خبرها اذا اهملت وان خففت
ان المفتوحة بقى اعمالها ولكن يجب ان يكون اسمها ضمير الشان وان يكون محذوفاً و
يجب ان يكون خبرها جملة نحو عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنَ واذا خففت كَاَنْ بقى اعملاها و يجوز
حذف اسمها و ذكره فی اللفظ لكنه قليل كقوله كأنْ ظبية تعطو الى وارق السلم وان خففت
لكن وجب اهمالها )

اور ابن حاجب نے کافیہ میں کہا ہے کہ(وتخفف المكسورة فتلزمها اللام ويجوز الغاؤها ويجوز دخولها
علی فعل من افعال المبتداء خلافا للكوفيين فی التعميم و تخفف المفتوحة فتعمل فی ضمير شان
مقدر فتدخل علی الجمل مطلقا و شذا عمالها فی غيره و يلزمها مع الفعل السين او سوف او قد
او حرف النفی اوْ لوْ كَاَنَّ للتشبيه و تخفف فتلغى علی الافصح لكن للاستدراک تتوسط بين
كلامين متغايرين معنی و تخفف فتلغى و تجوز معها الواو )
اور شرح مأۃ عامل عبدالرسول میں مذکورہ تفصیل کو مندرجہ ذیل تین اشعار میں یوں ذکر کیا گیا ہے

(شعر) گر مخفف میشوند این چار پس ملغی شوند — از عمل داخل شوند اینک بافعال ای فتا
لیک مکسورہ دخولش نیست جز بر باب کان — باعملت و کادہم اعمال ایشان شد روا
غیر لکن کش نشد در حالت خفت عمل — شد عمل مفتوحہ را اندر ضمیر ای باوفا

تنبیہ اس بحث کی مکمل تفصیل شروح آجرومیہ و شروح الفیہ اور شروح کافیہ میں ملاحظہ ہو )

## حروف مشبہ بالفعل کی خبر حروف مشبہ بالفعل پر

## یا ان کے اسماء پر مقدم ہوسکتی ہے یا نہیں؟

تمۃ الآجرومیہ میں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر حروف مشبہ بالفعل پر نہ مُقدم ہوسکتی ہے اور نہ ہی حروف مشبہ بالفعل
اور ان کے اسماء کے درمیان آسکتی۔ ہاں اگر خبر ظرف ہوتو گنجائش ہے عبارت ملاحظہ ہو( ولا يتقدم خبر هذه
الاحرف عليها ولا يتوسط بينها و بين اسمها الا اذا كان ظرف اور جارا و مجرورا نحو اِنَّ لَدَيْنَا

(تشریح)

اَنۡكالاً  اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَةً)

اورعلامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیۃ میں کہا ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر انُ پرمقدم نہیں ہوسکتی اگرچہ خبرظرف یا جارومجرور ہوملاحظہ ہو(ولا یتقدم خبر هذه الا حرف علیها ولو ظرفا و مجرورا فلا یقال قائم اِنَّ زیداً ولا عندک او فی الدر اِنَّ زَیۡداً لضعفها فی العمل)

اورابن حاجب نے کافیہ میں کہا ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبران کے اسماء پرمقدم نہیں ہوسکتی ہاں اگرظرف ہوتومقدم ہوسکتی ہے ملاحظہ ہو(وامره کامر خبر المبتداء الا فی تقدیمه الا اذا کان ظرفا) میرسیدشریف نے شرح کافیہ میں اسی مقام میں کہا ہے کہ(فحینئذ یجوز تقدیمه علی الاسم لما فی الظرف من الاتساع فلا یجوز اِنَّ قائم زیداً و یجوز اِنَّ فی الدار زیداً)

فائدہ جامع الدروس جلددوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کے بعد اگرظرف یاجارمجرورواقع ہوں تو اس وقت اسم مؤخر ہوتا ہے اس لئے اس پررفع پڑھنا غلط ہے بلکہ وہ منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان کا اسم مؤخر ہے اوراکثر لکھنے اور پڑھنے والے اس خیال سے اس کورفع پڑھتے ہیں کہ وہ انَّ کی خبر ہے ملاحظہ ہو (فائده متی جاء بعد ان او احدی اخواتها ظرف او جار مجرور کان اسمها مؤخرا فلیتنبه الطالب الی نصبه فان کثیرا من الکتاب والمتکلمین یخطئون فیرفعونه لتوهمهم انه خبرها نحو ان عندک لخیرا و نحوا لعلّ فی سفرک خیرا)

## اِنَّ مکسورہ کے بعدلام تاکید کا آنا

جامع الدروس جلددوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ(تختص ان المکسورة الهمزة دون سائر اخواتها بجواز دخول لام التاکید وهی التی یسمونها لام الابتداء الخ)

متممۃ الآجرومیہ میں ہے کہ(و تدخل لام الابتداء بعد ان المکسورة فقط علی اربعة اشیاء علی خبرها بشرط کونه مؤخرا مثبتا نحو اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ وعلی اسمها بشرط ان یتاخر عن الخبر نحو اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَةً وعلی ضمیر الفصل نحو اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ وعلی معمول الخبر بشرط تقدمه علی الخبر نحو ان زیداً لعمر ضارب) اورعلامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیۃ میں کہا ہے کہ



(تشریح)

یہ لام مزید تاکید کیلئے مفید ہے ملاحظہ ہو( وتدخل لام الابتداء بعد ان المکسورة فتزداد الجملة تاکیدا)

اورجامع الدروس جلددوم میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ اس لام کے دوفائدے ہیں ملاحظہ ہوعبارۃ(واعلم ان لِلام البتداء فائدتین الفائدة الاولی توکید مضمون الجملة المثبتة ولذا تُسمّٰی لام التوکید وانما یسمونها لام الا بتداء لانها فی الاصل تدحل علی المبتداء او لانها تقع فی ابتداء الکلام)

تنبیہ: اس سے پہلے کہا گیا کہ(ان) مکسورہ میں اگرتخفیف ہوتو اسکے ساتھ لام لازم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تخفیف کے بعداس کی صورت (ان) نافیہ جیسی ہوتی ہے اس لئے فرق کرنے کیلئے اس کے بعد لام لازم ہوتا ہے تاکہ نفی اوراثبات کے درمیان فرق ہوجائے جیساکہ شریفیہ شرح کافیہ میں ہے عبارت ملاحظہ ہو( وتخفف المکسورة فیکون صورتها صورة ان نافیه فیلزمها اللام لئلا یقع الاشتباه و یجوز الغاؤها عن العمل وعلی هذا التقدیر لابد من اللام لئلا یقع الاشتباه بین النفی والاثبات) نیزمعلوم ہوکہ ان مفتوحہ کے بارے میں اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ ان مفتوحہ میں اگرتخفیف ہوتو جس فعل پر وہ داخل ہے اس پرسین،سوف،قد،یاحرف نفی) کا داخل ہونا ضروری ہے شرح انموذج میں اس کی وجہ یہ پیش کی گئی ہے کہ(وذالک للفرق بینها وبین ان الناصبة) مگرجاننا چاہئے کہ مذکورہ فعل سے مرادفعل متصرف ہے جیساکہ عوامل ملاحسن اوردرایۃ النحو میں ہے ملاحظہ ہو(واما مع غیر المتصرف فلا نحو بلغنی ان لیس زیدٌ قائماً

## اِنَّ اوراَنَّ کےدرمیان فرق

کافیہ اورشرح متوسط میں ہے کہ(اِنَّ) بالکسر جملہ کی معنی کومحفوظ رکھتا ہے اوراس کومزیدمؤکد بنادیتا ہے ملاحظہ ہوعبارت (فان لا یغیر معنیٰ الجملة بل توکدها فاذا قلت انَّ زیدا قائمٌ افدت به ما افدته فی قولک زید قائم مع زیادة التاکید والمبالغة) بخلاف(اَنَّ) بالفتح کے کہ وہ اسے بدل کرمفرد کی حیثیت دے دیتا ہے(وان تغیر معنی الجملة لانها مع الجملة التی بعدها فی حکم المفرد) اورشرح مأۃ عامل عبدالرسول میں مذکورہ فرق کو شعرمیں یوں بیان گیا گیا ہے۔

اِنَّ اَنَّ از بہرتحقیقند فرقست ان قدر    میکند مفتوحہ درتاویل مفرد جملہ را

فائدہ: درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے کہ(اَنَّ) مفتوحہ کا جملہ کوتاویل مفرد میں کرنے کا طریقہ یوں ہے

(تشریح)

(و طريقة جعل الجملة التي بعدها في حكم المفرد ان يجعل مصدر الخبر مضافا الى الاسم فتقول بلغني انّ زيداً قائمٌ اى بلغني قيام زيد او يجعل مصدر الخبر مضافا الى ما يضاف الى الاسم اذا كان ما يضاف اليه متعلقا له فتقول في انّ زيدا اخوه منطلق بلغني انطلاق اخ زيد فان مصدر الخبر اضيف الى الاخ المضاف الى الاسم وذالك الاخ متعلق بزيد) یعنی زید اور اخ کے درمیان تعلق اخوۃ کا ہے) جب (انّ) مفتوحہ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مؤول بالمفرد ہے تو یہ مفید نہیں ہو سکتا ہے جب تک اس سے پہلے فعل یا اسم یا ظرف نہ ہو جیسا کہ شرح جامی کی بعض نسخوں میں ہے۔ (والفرق بينهما انّ انّ المكسورة مع اسمها و خبرها كلام تام بخلاف انّ المفتوحة فانها مع اسمها و خبرها في حكم المفرد ولا تفيد حتى يكون قبلها فعل كما مر او اسم نحو حقّ انّ زيدا قائم او ظرف نحو عندي انك قائم)

کتنی جگہوں میں (اِنّ) مکسورہ یعنی ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے

اور کتنی جگہوں میں (انّ) مفتوحہ یعنی ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے

[illegible]

جیسا کہ علامہ [illegible] نے [illegible] میں کہا ہے (واعلم ان لفظة (ان) اذا وقعت في الكلام واردت ان تعلم انها مكسورة او مفتوحة وهل كسرها جائز او واجب فاحفظ هذا الضابط وهو كل موضع لا يجوز فيه ان يسدّ المصدر مسدّها مسدّ معموليها وجب فيه كسرها وان وجب فيه ذالك تعين فتحها ويجوز الفتح والكسر ان صح الاعتباران)

[illegible]

(۵) وهمز انّ افتح لسد مصدر مسدها وفي سوى ذاك اكسر



(تشریح)

علامہ [illegible] نے اس شعر کی تشریح میں کہا ہے (يعني ان همزة ان المكسورة تفتح اذا سدّ المصدر مسدها اى اذا اولت هي و ما بعدها بالمصدر) وقوله وفي سوى ذالك اكسر اى اذا لم يسد المصدر مسدها) اور القواعد الاساسیہ میں ہے (فيجب كسر همزة انّ اذا حلّت محل الجملة حيث لا يصح ان تؤول مع ما بعدها بمصدر يسُدُّ مسدّها و مسدّ معموليها و يجب فتحها اذا حلّت محلّ المفرد حيث يجب ان تُؤوّل مع ما بعدها بمصدر يسُدُّ مسدّها ومسدّ معموليها و يجوز فتحها و كسرها حيث يجوز التاويل بمصدر و عدمه

[illegible]

[illegible]

(مواضع انّ مکسورہ)

[illegible]

(۱) جب انّ [illegible] جیسے انّ زيدا قائم

[illegible] (و دخل فيه صورتان الاولى ان لا يتقدمها شيء نحو قوله تعالى انّا اعطيناك الكوثر والاخرى ان يتقدمها حرف من حروف الابتداء نحو قوله تعالى ألا انّ اولياء الله) [illegible]

(۲) جب [illegible] جیسے والله انّ زيدا قائم

[illegible] (وشمل المقترن خبرها باللام نحو قوله عزّ و جل والعصر ان الانسان لفي خسر والمجرد منها نحو قوله تعالى حم (۱) والكتاب المبين (۲) انّا انزلناه)

(۳) جب [illegible] (وآتيناه من الكنوز ما انّ مفاتحه)

(۴) جب (انّ) [illegible] جیسے زيد انه قائم [illegible] اسم العين

## (تشریح)

ھو مادل علی ذات ای شیء قائم بنفسه و یقابله اسم المعنی وھو مادل علی شیئی قائم بغیرہ کالعلم والشجاعة و نحوھما)

(۵) جب اِنَّ کی خبر پر لام ابتدائیہ داخل ہو جیسے عَلِمْتُ اِنَّ زیداً لَقَائِمٌ.

(۶) جب ان قول کے بعد واقع ہو بشرطیکہ وہ قول متضمن نہ ہو (ظن) کی معنی کو۔ مطلب یہ ہے قول معنائے (ظن) پر دلالت نہ کرے موافقی مثال جیسے قُلْ اِنَّ اللّٰهَ وَاحِدٌ

اور اگر قول متضمن ہو (ظن) کی معنی کو تو اس قول کے بعد (ان) مفتوح ہوتا ہے جیسا کہ جامع الدروس وغیرہ میں ہے جامع الدروس کی عبارت ملاحظہ ہو (فان تضمن معناہ فتحت بعدہ لان مابعدھا مؤول حینئذ بالمفعول به نحو اَتَقُوْلُ اَنَّ عبد اللّٰه یفعل ھذا ای اَتَظُنُّ انه یفعله)

اور یہ بھی یاد رہے کہ قول کے بعد سے مراد یہ ہے کہ جو جملہ مقولہ ہے اس کے شروع میں (ان) واقع ہو جیسا کہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ (وبعد القول فی اول الجملة المحکمية به نحو قال انی عبد اللّٰه) لان مقول القول لا یکون الا جملة بخلاف الواقعة فی اثنائها نحو قال زید اعتقادی اَنَّ عمراً فاضلٌ)

__فائدہ:__ زجاجی نے کتاب الجمل میں کہا ہے کہ (وقومٌ من العرب یُجرون اَتَقُوْلَ فی الاستفھام للمخاطب خاصَّةً مجرَی اَتَظنّ فیقولون اتقول انّ زیداً شاخصٌ کما یقولون اَتَظُنُّ زیداً شَاخِصاً ھؤلاء یفتحون اَنَّ بعد القول فی الاستفھام)

__فائدہ:__ یہ جو کہا گیا کہ قول کے بعد (ان) مکسور ہوتا ہے مراد اسے قول کا پورا باب ہے جیسا کہ زجاجی نے جمل میں کہا ہے کہ (وکذالک ماتصرَّف منه مثل یقول و تقول وما اشبه ذالک) نیز درایۃ النحو میں ہے کہ (ویجب الکسر ایضا اذا کان بعد القول وما یشتق منه)

(۷) جب ان حتی ابتدائیہ کے بعد واقع ہو جیسے مَرِضَ زیدٌ حَتّٰی اِنَّھم لا یَرْجُوْنَهٗ.

یاد رہے کہ حتّٰی تین قسم پر ہے (۱) ابتدائیہ (۲) عاطفہ (۳) جارہ۔

یہاں حتی سے مراد ابتدائیہ ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے اور جس جملہ پر یہ داخل ہے اس کے لئے محل از اعراب نہیں جیسا کہ جامع الدروس جلد دوم میں ہے (والجملة بعدھا لا محل لها من الاعراب لانها ابتدائية او استافية)



## (تشریح)

(۸) جب ان حروف تصدیق کے بعد واقع ہو جیسے نعم اِنَّ زیداً قائمٌ.

(۹) جب ان حروف تنبیہ کے بعد آئے جیسے اَلا اِنَّ زیداً قائمٌ.

جاننا چاہئے کہ حروف تنبیہ کو حروف افتتاح اور حروف ابتداء بھی کہتے ہیں کیونکہ ان سے کلام کا افتتاح و ابتدا ہوتا ہے جیسا کہ اظہار والعوامل برکوی کی حواشی میں ہے نیز خضری بھی ملاحظہ ہو۔

(۱۰) جب ان واو حالیہ کے بعد آئے جیسے قول باری میں وَاِنَّ فَرِیْقاً مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکَارِھُوْنَ.

### __مواضع اَنَّ مفتوحہ__

وہ جگہیں جہاں (ان) کا ہمزہ مفتوح ہوتا ہے وہ بھی دس ہیں جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی میں ہے۔

(۱) جس جملہ کے اول میں مادہ الف ونون کا ہو اور وہ فاعل واقع ہو جیسے بلغنی اَنَّک قائمٌ.

(۲) جس جملہ میں مادہ الف ونون کا ہو اور وہ مفعول واقع ہو جیسے علمتُ اَنَّ زیداً قَائِمٌ.

(۳) جس جملہ میں مادہ الف ونون کا ہو اور وہ مبتداء مؤخر واقع ہو جیسے عِندی اَنَّک قائمٌ۔

(۴) جس جملہ میں مادہ الف ونون کا ہو اور وہ مضاف الیہ واقع ہو جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ اَنَّ زیداً قَائِمٌ.

(۵) مادہ الف ونون کا (لَوْ) کے بعد واقع ہو جیسے لَوْ اَنَّکَ قَائِمٌ لَکَانَ کَذَا

(۶) مادہ الف ونون کا (لَوْلَا) کے بعد واقع ہو جیسے لولا اَنَّکَ ذَاھِبٌ لَکَانَ کذا.

(۷) مادہ الف ونون کا ما مصدریہ توقیتیہ کے بعد واقع ہو چونکہ یہ ما وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لئے اس کو توقیتیہ کہتے ہیں جیسے اِجْلِسْ مَا اَنَّ زیداً قائمٌ ای ما ثبت اَنَّ زیداً قَائِمٌ بمعنی مُدَّة ثبوت قیام زَیْدٍ.

(۸) مادہ الف ونون کا حرف جر کے بعد واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّکَ مُهْمَلٌ.

(۹) مادہ الف ونون کا (حَتّٰی) عاطفہ کے بعد واقع ہو جیسے عَرَفْتُ اُمُوْرَکَ حَتّٰی اَنَّکَ صَالِحٌ.

(۱۰) مادہ الف ونون کا (مُذْ و مُنْذ) کے بعد واقع ہو جیسے مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ اَنَّکَ قَائِمٌ و مُنْذُ اَنَّکَ قَائِمٌ.

### __وہ مواضع جن میں ہمزہ کا کسرہ وفتحہ دونوں جائز ہیں__

القواعد الاساسیہ میں حروف مشبہ بالفعل کی بحث میں ہے کہ پانچ جگہوں میں ہمزہ کا کسرہ وفتحہ دونوں جائز ہیں ملاحظہ ہو عبارۃ

## (تشریح)

اوّلاً: بعد اذا الفجائیه نحو خرجت فاذا اِنَّ اسدا واقفٌ

ثانیاً: بعد فاء الجزاء نحو ان تجتهدُ فاَنَّکَ تَنْجَحُ

ثالثاً: فی موضع التعلیل نحو اُطْلُبُ الْعِلْمَ اِنَّهٗ سبیلُ الفَلاحِ

رابعاً: بعد فعل قسم بدون اللام بعده نحو اُقْسِمُ اِنَّ الدَّارَ ملک سلیم۔

خامساً: بعد لا جَرَمَ اِنَّ اللّٰهَ یعلم۔

ان مذکورہ پانچ جگہوں کی مزید تحقیق القواعد الاساسیہ میں ملاحظہ ہو۔

**فائدہ:** (ان) مکسورہ کے بعض مقامات کومندرجہ ذیل اشعار میں کسی شاعر نے یوں ذکر کیا ہے۔

(شعر) ان را در چار جا مکسور خوان — ابتداء و بعد قول و قسم دان

چون در آید بر خبر او لام نیز — دائما مکسور خوان ای عزیز

اسی طرح (ان) مفتوحہ کے بعض مواضع کومندرجہ ذیل اشعار میں ذکر کیا گیا ہے۔

(شعر) ان را در پنج جا مفتوحه خوان — بعد علم و بعد ظن و درمیان

بعد لولا بعد لو پنجم بدان — تا نیفتی هیچگه در سهو آن

## ﴿ نحو میر ﴾

سوم ما و لا المشبهتان بِلَیْسَ وآن عمل لَیْسَ میکنند چنانکه گوئی مَا زَیْدٌ قَائِماً زید اسم ماست وقائما خبراو

## (طرز المبتدی)

یعنی اسم میں عمل کرنے والے حروف کی تیسری قسم (ما و لا) ہیں۔

### وجہ تسمیہ

ماولا کواس لئے مشبھتان بلیس کہتے ہیں کہ مشابہ ہیں لَیْسَ فعل ناقص کے ساتھ معنی نفی میں یعنی جس طرح (لَیْسَ) کے معنی نفی کے ہیں اسی طرح ان کے معنی بھی نفی کے ہیں جب یہ حروف مشابہ ہیں لیس کے ساتھ معنی نفی میں تو یہ دونوں (لَیْسَ) کی مشابہت سے عمل کرتے ہیں یعنی جیسے (لَیْسَ) مبتداء وخبر پرداخل ہوکر مبتداء کورفع اور خبر کونصب دیتا ہے۔



## (طرز المبتدی)

بعد مبتدا کواسم (لَیْسَ) اور خبر کوخبر (لَیْسَ) کہتے ہیں۔

تواس طرح (ماولا) بھی مبتداء وخبر پرداخل ہوتے ہیں مبتدا کورفع اورخبر کونصب دیتے ہیں جیسے مَازَیْدٌ قَائِماً (زید کھڑا نہیں ہے) تواس مثال میں (زیدٌ) ما کااسم اور (قائماً) اس کی خبر واقع ہے۔

## (تشریح)

(ما و لا المشبهتان) نواسخ مبتداء وخبر میں سے یہاں کتاب نحومیر میں یہ دوسری قسم ہے۔

وجہ تسمیہ: صاحب نحومیر نے شریفیہ میں کہا ہے کہ (ماو لا المشبهتان فی معنی النفی)

اوردرایۃ النحو میں ہے کہ (اسم ما و لا المشبهتان بلیس من حیث النفی والدخول علی المبتداء والخبر)

اورالفواکہ الجنیہ میں ہے کہ (واما الحروف المشبهة بلیس فی النفی والجمود والدخول علی الجمل الاسمیة)

### ماولا کاعمل

جاننا چاہئے کہ (ماولا) کا مبتداوخبر میں عامل ہوناعنداھل الحجاز ہے، بنی تمیم کہتے ہیں کہ (ماولا) کے مدخول میں عامل معنوی یعنی (ابتداء) ہے جیسا کہ جاراللہ زمخشری نے کتاب انموذج میں کہا ہے ملاحظہ ہو (وخبر ما و لا بمعنی لیس وهی اللغة الحجازیة والتمیمیة رفعهما علی الابتداء) اورعلامہ محمد بن عبدالغنی نے شرح انموذج میں کہا ہے کہ (ودلیل الحجازیة قوله تعالیٰ مَاهٰذَا بَشَراً، وَمَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ و دلیل التمیمیة دخولهما علی القبیلتین اعنی الاسماء والافعال فان العوامل یجب ان تختص باحدهما)

### ماولا کےعمل کے لئے شرائط

جامع الدروس جلد دوم اور نیز الفواکہ الجنیہ میں (ما) کےعمل کیلئے مندرجہ ذیل چار شرطیں ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) (ما) کی خبراس کے اسم پرمقدم نہ ہو اگرمقدم ہوتو اس کاعمل باطل ہے مثال جیسے ما مُسِیْئٌ مَنْ اَعْتَبَ

(۲) خبرکامعمول اس کے اسم پرمقدم نہ ہو اگرمقدم ہوگا توعمل اس کا باطل ہے مثال جیسے مَا اَمْرَ اللّٰهِ اَنَا عاصٍ

اورلیکن اگرمعمول خبرکاظرف یا مجرور بحرف جرہوتو تقدم جائز ہے جیسے ماعندی انت مُقِیماً وَمَابِکَ اَنَا مُنْتَصِراً

## (تشریح)

اور اگر خبر کا معمول نفس خبر پر مقدم ہو تو یہ جائز ہے اگر چہ معمول غیر ظرف اور غیر جار و مجرور ہو جیسے
مَا اَنا اَمرَکَ عَاصِیاً۔

(۳)(ما) کے بعد (ان) کو زیادہ نہ کیا جائے اور اگر زیادہ کیا گیا ہو تو اس کا عمل باطل ہوگا۔ مثال جیسے مَا اِنْ اَنْتُم نَعَتْ

(۴)(مــــــا) کی نفی کو (الّا) کے ذریعہ باطل نہ کیا گیا ہو اگر باطل کیا گیا تھا تو عمل اس کا باطل ہوگا مثال جیسے
وَما اَمرُنا اِلّا وَاحِدَةٌ۔

اور علامہ سیوطی نے ایک اور شرط کا اضافہ کیا ہے کہ (ما) مؤکدہ نہ ہو دوسرے (ما) سے ورنہ اس کا عمل باطل ہے مثال جیسے
مَا مَا زَیدٌ قَائمٌ۔

اور (لا مشبہ بلیس) کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو ما ولا کے لئے تھیں جیسا کہ صاحب جامع الدروس نے کہا ہے
مگر تہذیب التوضیح میں ہے کہ علاوہ تیسری شرط کے کیونکہ (لا) کے بعد (ان) اصلاً زائد نہیں ہوتا ہے البتہ (لا) کے عمل
کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ (لا) کا اسم اور خبر نکرہ ہوں لہٰذا اس کا عمل معارف میں شاذ ہے۔

**فائدہ:** لا مشبہ بلیس کی خبر اکثر حذف ہوتی ہے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے ملاحظہ ہو (والغالب علی خبر
لا هذه ان یکون محذوفا

**فائدہ:** جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (لامشبہ بلیس) کی خبر غالباً حذف ہوتی ہے ملاحظہ ہو (والغالب علی
خبر لا هذه ان یکون محذوفا کقوله

مَنْ صَدَّ؟ عَنْ نیرانها  فانا ابن قیسٍ لا بَرَاحُ
(ای لا بَرَاحَ لِی)

## ﴿نحو میر﴾

چہارم لائے نفی جنس اسم این لا اکثر مضاف باشد منصوب و خبرش مرفوع چون لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِی الدَّارِ و اگر نکرہ
مفرد باشد مبنی باشد بر فتحہ چون لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ و اگر بعد او معرفہ باشد تکرار لا با معرفہ دیگر لازم باشد و لا مُلغی باشد یعنی
عمل نہ کند و آن معرفہ مرفوع باشد بابتداء چون لا زَیدٌ عِنْدِیْ ولا عَمرٌو و اگر بعد آن لا نکرہ مفرد باشد مکرر با نکرہ دیگر



## ﴿نحو میر﴾

درو پنج وجہ روا است
چون لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ولا حَوْلٌ ولا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ و لا حَوْلَ ولا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ولا حَوْلٌ ولا قُوَّةٌ
اِلَّا بِاللّٰهِ. وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ.

## (طرز المبتدی)

(قوله چهارم لائے نفی جنس) یعنی اسم میں عمل کرنے والے حروف کی چوتھی قسم لائے نفی جنس ہے۔

<u>**وجہ تسمیہ:**</u> لائے نفی جنس کو اس لئے لائے نفی جنس کہتے ہیں کہ یہ دلالت کر رہا ہے اس بات پر کہ خبر منفی ہے اس جنس
کے تمام افراد سے جو اس کے بعد واقع ہے یعنی مدخول ہے لائے نفی جنس کی مثلاً اگر کوئی کہے کہ (لا رَجُلَ فِی الدَّارِ) تو
اس کا معنی ہے (ای لیس فیها احد من الرجال لا واحد ولا اکثر) یعنی گھر میں ہونا منفی ہے ہر فرد رجل سے
الغرض لائے نفی جنس دلالت کر رہا ہے اس پر کہ خبر لا کا منفی ہے اسم لا کے ہر فرد سے۔

جاننا چاہئے کہ (لائے نفی جنس) کا مدخول جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور حروف مشبہ بالفعل کی طرح مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع
دیتا ہے بعدہ مبتداء اسم (لائے نفی جنس) اور خبر۔ خبر (لائے نفی جنس) کہلاتی ہے جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِی الدَّارِ
اس مثال میں (غُلَامَ رَجُلٍ) مرکب اضافی لا کا اسم ہے اور (ظَرِیفٌ) لا کی خبر اول ہے اور (فِی الدَّارِ) یہ جار و مجرور
متعلق ہیں (ثَابِتٌ) کے ساتھ (ثَابِتٌ) اپنے متعلق کے ساتھ خبر ثانی ہے (لا) کے لئے۔

<u>**فـائـدہ:**</u> لائے نفی جنس کے مدخول میں پانچ صورتیں ہیں جن میں سے بعض میں عامل ہے اور بعض میں مُلغی عن العمل
ہے یعنی عمل نہیں کرتا اور ان پانچ صورتوں کی تفصیل یوں ہے دیکھا جائے گا کہ لا کا اسم معرفہ ہے یا نکرہ۔

(۱) اگر معرفہ ہے تو اس معرفہ کا تکرار دوسرے معرفہ اور (لا) سے ضروری ہے لا ملغی عن العمل ہوگا اس کے اسم و خبر میں
عامل معنوی یعنی ابتداء ہے جو مبتداء اور خبر دونوں کو رفع دیتا ہے اور عامل معنوی کا بیان باب سوم میں آئے گا
ان شاء اللّٰہ۔

اور اگر لا کا اسم نکرہ ہے پھر دیکھا جائے گا کہ مضاف اور شبہ مضاف ہے یا نکرہ مفردہ ہے یعنی مضاف و شبہ مضاف نہیں

(۲) اگر مضاف و شبہ مضاف ہے تو اس صورت میں لا عامل ہوگا اس کا اسم منصوب ہوگا مضاف کی مثال

(طرز المبتدی)

لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ.

مثال شبہ مضاف کی لَا طالِعاً جَبَلاً حَاضِرٌ اور اگر لا کا اسم نکرہ مفردہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہاں مفرد مقابلہ میں مضاف و شبہ مضاف کے ہے یعنی اسم لا کا مضاف وشبہ مضاف نہ ہو پھر عام ہے کہ مفرد ہو یا کہ تثنیہ اور جمع بہرحال اگر لا کا اسم نکرہ مفردہ ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ (لا) اور اسم کے درمیان فاصلہ ہے یا نہیں۔

(٣) اگر فاصلہ ہے تو تکرار نکرہ کا دوسرے نکرہ اور لا سے ضروری ہے اور لا مُلْغٰی عن العمل ہوگا اسکے اسم وخبر میں عامل معنوی یعنی ابتداء عامل ہوگا جیسے لَا فِيْهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ اور اگر فاصلہ نہیں تو پھر دیکھا جائے گا اسم نکرہ دوسرے اسم نکرہ اور لا کے ساتھ مکرر ہے یا نہیں

(٤) اگر مکرر نہیں تو اس وقت لا عامل ہوگا اور اس وقت اسم لا متضمن ہوتا ہے معنائے (مِنْ) کو جو مبنی الاصل ہے لہٰذا لا کا اسم ظاہراً تو مبنی علی الفتح ہے مگر محلاً منصوب ہے لا کی وجہ سے جیسے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ۔

(٥) اور اگر لا کا اسم نکرہ دوسرے نکرہ اور لا کے ساتھ مکرر ہے تو اس وقت اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں بعض صورتوں میں (لا عامل) ہے اور بعض میں نہیں اور وہ پانچ صورتیں یہ ہیں۔

(١) دونوں اسم مبنی بر فتح ہوں اور دونوں جگہ لائے نفی جنس کا ہو اور عامل ہو لہٰذا دونوں اسم منصوب محلاً اسم ہوں گے لا کے اور خبر محذوف ہوگی جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور تقدیر عبارت اس طرح ہے لاحول ولا قوة ثابتان لاحد الا باللّٰهِ.

(٢) دونوں اسم مرفوع ہوں اور دونوں جگہ لا مُلْغٰی ہوگا یعنی عمل نہیں کرے گا اور ان میں عامل معنوی یعنی ابتداء ہے لہٰذا مبتدا ہوں گے اور خبر ان کا حذف ہے جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(٣) اسم اول مبنی بر فتح ہو (لا) اس میں نفی جنس کے لئے ہو لہٰذا اسم اول منصوب محلاً اسم ہے لا کیلئے اور خبر اس کی محذوف ہوگی اور اسم دوم مرفوع ہو تنوین کے ساتھ اور دوسرا ''لا'' زائد ہو جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(٤) اسم اول مرفوع ہو تنوین کے ساتھ اور (لا) ملغی عن العمل ہو اور عامل اس میں معنوی یعنی ابتداء ہو اور اسم دوم مبنی بر فتح ہو اور (لا) اس میں نفی جنس کے لئے ہو لہٰذا اسم دوم منصوب محلاً اسم ہوگا ''لا'' کا اور خبر محذوف ہوگی جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(٥) اسم اول مبنی بر فتح ہو اور (لا) اس میں نفی جنس کے لئے ہو لہٰذا اسم اول منصوب محلاً اسم ہوگا لا نفی جنس کا اور خبر



(طرز المبتدی)

محذوف ہوگی اور اسم دوم منصوب ہو تنوین کے ساتھ اور دوسرا (لا) زائد ہو جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ.

(تشریح)

(لائے نفی جنس) جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (لانافية للجنس هي التي تَدُلُّ على نفي الخبر عن الجنس الواقع بعدها على سبيل الاستغراق اى يراد نفيُهُ عن جميع افراد الجنس نصّاً لا على سبيل الاحتمال ونفي الخبر عن الجنس يَستلزم نفيَهُ عن جميع افراد و تُسَمّٰى لا هذه لا للتّبرئة ايضاً لانها تفيد تبرئة المتكلم للجنس و تزيهه اياه عن الاتصاف بالخبر) اور بعد میں کتاب مذکور میں ہے کہ (فاذا قلت لا رجل في الدار كان المعنى لا من رجل فيها اى ليس فيها احد من الرجال لا واحد و لا اكثر لذالك لا يصح ان تقول لا رجل في الدار بل رجلان او ثلاثة مثلا لان قولك لا رجل في الدار نص صريح على نفي جنس الرجل فقولك بعد ذالك بل رجلان تناقض)

(عمل لائے نفی جنس)

**فائدہ:** شریفیہ شرح کافیہ میں ہے کہ (لائے نفی جنس) حروف مشبہ بالفعل یعنی (اِنَّ) جیسا عمل کرتا ہے ملاحظہ ہو (اعلم ان لا التي لنفي الجنس عملها عمل اِنَّ حملا للنقيض على النقيض او حملاً للنظير على النظير لان اِنَّ لتاكيد الاثبات و لا لتاكيد النفي)

اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (تعمل لا النافية للجنس عمل اِنَّ فتنصب الاسم و ترفعُ الخبر نحو لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ) وانما عملت عملها لانها لتاكيد النفي والمبالغةِ فيه كما اَنَّ اِنَّ لتاكيد الاثبات والمبالغة فيه)

**تنبیہ:** جاننا چاہئے کہ لائے نفی جنس نواسخ مبتدا وخبر میں سے اس کتاب میں تیسری قسم ہے۔

(لائے نفی جنس کے عمل کیلئے شرائط)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (و يشترط في اعمالها عمل اِنَّ اربعة شروط:

(١) ان تكن نصّاً على نفي الجنس بان يراد بها نفي الجنس نفيا عاما لا على سبيل الاحتمال فان لم

(تشریح)

تکن لنفی الجنس علی سبیل التنصیص بان ارید بها نفی الواحد او نفی الجنس علی سبیل الاحتمال فهیٰ مهملة و ما بعدها مبتداء و خبر نحو لا رجل مسافر)

(٢) ان یکون اسمها و خبرها نکرتین فان کان المسند الیه بعد معرفة اهملت ووجب تکرارها نحو لا سعید فی الدار ولا خلیل.

(٣) ان لا یفصل بینها و بین اسمهابفاصل. فاذا فصل بینهما بشینی ولو بالخبر اهملت ووجب تکرارها نحو لا فی الدار رجل ولا امرأة وکان ما بعدها مبتداٗء و خبراً.

(٤)ان لا یدخل علیها حرف جرّ. فان سبقها حرف جر کانت مهملة وکان مابعدها مجرور به نحو سافرت بلا زاد)

## لائے نفی جنس کے اسم کی اقسام اوران کے احکام

(١) اگرلائے نفی جنس کا اسم مضاف اور یا شبہ مضاف ہوتو منصوب ہوگا جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ فی الدار۔ متوسط کے حاشیہ میں ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم مضاف ہونے کی صورت میں اس لئے معرب ہے کہ اضافۃ مانع ہے بناء سے ملاحظہ ہو ( لان الاضافة مانعة عن البناء لاختصاصها بالاسماء والاصل فیها الاعراب ) نیز حاشیہ مذکورہ میں ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم اگر مضاف ہوتو منصوب ہوتا ہے کیونکہ یہ عمل میں مشبہ بالفعل (اِنَّ ) پرمحمول ہے اوراسی کا عمل کرتا ہے ملاحظہ ہوعبارت ( وانما نصب اذا کان مضافا ولم یرفع لانه حمل علی نقیضه وهو اِنَّ فیعمل عمله)

اورمثال مشابہ مضاف کا جیسے لَا طَالِعاً جَبَلاً حَاضِرٌ

شرح کافیہ متوسط میں ہے کہ شبہ مضاف کی مشابہت مضاف کے ساتھ عامل اور متمم اور مخصص ہونے کے اعتبار سے ہے ملاحظہ ہوعبارت ( ومشابهته المضاف من حیث ان کل واحد منهما عامل فیما بعده ومن حیث ان ما بعدهما متمم و مخصص لهما)

(٢) اواگرلائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہےتو اسم معرفہ کا تکرار دوسرے اسم معرفہ اور لاء کے ساتھ ضروری ہے اوراسم مرفوع ہوگا اوراس میں عامل معنوی یعنی ابتداء ہے۔ متوسط میں ہے کہ(واما الرفع فلان لا لا یعمل فی المعارف لان وضعها لنفی النکرات فلا تعمل الاَ فیها واما التکریر فلا نه مبنی علی جواب سوال سائل سأل



(تشریح)

فقال ازید فی الدار ام عمروٌ فوجب التکریر فی الجواب لیکون مطابقا للسوال)

(٣) اوراگرلائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہواورلائے نفی جنس اوراسکے اسم کے درمیان فاصلہ ہوتو تکرار نکرہ کا دوسرے نکرہ اورلا کے ساتھ ضروری ہے۔

متوسط میں ہے کہ( وکذالک اذا کان مفصولا بین لا وبین الاسم فوجب الرفع والتکریر فیقول لا فی الدار رجل ولا امرأة اما الرفع فلبطلان عمل لا بالفصل لضعف عمله واما التکریر فلانه مبنی علی سوال سائلٍ سَأل. فقال اَرَجلٌ فی الدار اَمْ امرأة فوجب التکریر فی الجواب للمطابقة)

(٤) اوراگرلائے نفی جنس کا اسم مفرداورنکرہ ہواور (لا) اوراس کے اسم کے درمیان فاصلہ نہ ہو نیز اسم نکرہ دوسرے لا اور اسم نکرہ کے ساتھ مکرربھی نہیں تو اس وقت لائے نفی جنس مبنی برفتح ہوتا ہے مثال جیسے لا رَجُلَ فی الدار مبنی ہونے کی وجہ شریفیہ شرح کافیہ میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ اس وقت اسم لا کا مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہے ملاحظہ ہو(وانما یبنی اسمها حال کونها مفردا نکرة لِتَضَمُّنِهِ معنی الحرف اذ معنی لا رجل لامن رجل و بتضمن معنی الحرف یجعل الاسم مبنیاً)

(٥) اوراگرلائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہے لائے نفی اوراسم کے درمیان فاصلہ نہیں مگر اسم نکرہ دوسرے نکرہ اور (لا) کے ساتھ مکرر ہےتو ایسی صورۃ میں پانچ وجوہ جائز ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(١) دونوں اسم مبنی برفتح ہوں اور دونوں جگہ لا نفی جنس کا ہو جیسا کہ صاحب نحو میر نے شرح کافیہ شریفیہ میں کہا ہے کہ(بان یکون لافی کل منهما لنفی الجنس ویکون النکرة الواقعة بعدهما مبنیا علی الفتح )جیسے لا حولَ ولا قوة الا باللّٰه.

جاننا چاہئے کہ یہاں باعتبار ترکیب دوصورتیں ہوسکتی ہیں اول صورت یہ ہے کہ اس کوایک ہی جملہ قرار دیا جائے تو اس وقت تقدیر عبارۃ اس طرح ہوگی (لاحول ولا قوة ثابتان لاحد الا باللّٰه)

یہاں (لاقوة ) مفرد کا عطف (لاحول) مفرد پر ہے معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر منصوب محلا اسم ہے (لاء) نفی جنس کے لئے (ثابتان) صیغہ اسم فاعل میں ضمیر (هما) مستتر ہے اورراجع ہے لائے نفی جنس کے اسم کی طرف بعدہ مرفوع محلا فاعل ہے اسم فاعل کیلئے (لاحد ) میں (لام) جرف جر (احد) مستثنیٰ منہ (اِلّا) حرف استثنیٰ (باللّٰه) میں (باء) حرف جر

## (تشریح)

(اللّٰہ) مجرور لفظاً مجرور برائے جار، جار اپنے مجرور سے ملکر مستثنیٰ مفرغ ہے (احدٍ) مُستثنیٰ منہ کیلئے، مُستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر مجرور ہے (لام) جارہ کیلئے، حرف جر اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہیں (ثابتان) کے (ثابتان) اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مرفوع لفظاً بالف خبر ہے (لائے نفی جنس) کیلئے (لائے نفی جنس) با اسم وخبر خود جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ کو دو جملے قرار دیئے جائیں۔

اس وقت تقدیر عبارت اور اصل عبارت اس طرح ہوگی (لا حول عن المعصية ثابتٌ لاحدٍ الا باللّٰه ولا قوة على الطاعة ثابتٌ لاحدٍ الا باللّٰه) یعنی اللہ کی مدد کے سوا کسی کی مدد سے گناہ سے نہیں بچ سکتے اور اللہ کی مدد کے سوا کسی کی مدد سے طاعت پر قوت نہیں ہے۔

**فائدہ**: متوسط کی حاشیہ میں ہے کہ (قال اهل اللغة الحول الحركة والحيلة اى لا حركة ولا حيلة ولا استطاعة الا بمشية اللّٰه تعالىٰ وقيل معناه لا حول فى رفع الشر ولا قوة فى تحصيل الخير الا باللّٰه تعالىٰ وقيل لا حول عن معصية اللّٰه تعالىٰ و لا قوة على طاعة اللّٰه تعالىٰ الا بعونه)

(۲) دونوں اسم مرفوع ہوں اور دونوں جگہ (لا) مُلغی عن العمل ہو جیسا کہ متوسط میں ہے ملاحظہ (رفع الاول والثانى نحو لا حولٌ ولا قوةٌ الا باللّٰه فحولٌ مبتداء و قوةٌ عطف عليه وباللّٰه خبره ولا يكون للاعملٌ) تقدیر عبارت یوں ہے (لاحول ولاقوة ثابتان لاحدٍ اِلَّا باللّٰه) اور اس دوسرے طریقے کی وجہ شریفیہ میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ (ورفعهما بان يكون هذا الكلام جواباً لقول من قال اَحولٌ و قوةٌ بغير اللّٰه فجيئى بالرفع فيهما ليكون الجواب مطابقا للسوال)

اور ہندی میں ہے کہ (رفعهما على عدم البناء والحمل على الابتداء لمطابقته السوال) یہاں بھی باعتبار ترکیب کے دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ لا حول ولاقوة الا باللّٰه کو ایک جملہ مانا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ دو جملے مانے جائیں اور تقدیر عبارت بمثل ماسبق ہے۔

(۳) اسم اول مبنی بر فتح ہو اور پہلا (لا) نفی جنس کا ہو اور اسم دوم مرفوع ہو تنوین کے ساتھ اور دوسرا (لا) زائد ہو جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ) یہاں خبر حذف ہے اصل عبارت یوں ہے (لا حَوْلَ ولا قُوَّةٌ ثَابِتَانِ لِاَحَدٍ اِلَّا بِاللّٰهِ) اس صورت میں دوسرے اسم کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عطف ہے اسم (لا) کے محل بعید پر جو رفع ہے کیونکہ



## (تشریح)

لائے نفی جنس کا اسم اصل میں مبتداء ہے اور اب جو اعراب ہے لائے نفی جنس کے اسم کے لئے وہ نصب ہے محلاً اسی کو محل قریب کہا جاتا ہے اور اسی وجہ کی توضیح میں شریفیہ کے اندر ہے کہ (وفتح الاول و رفع الثانى على ان يكون لا زائدة والثانى معطوف على المحل البعيد لِاِسْمِ لاَ الْاُوْلىٰ)

یہاں بھی باعتبار ترکیب کی دو صورتیں ہیں جیسا کہ جامی میں ہے (عطف مفرد على مفرد بان يقدر لهما خبر واحد او عطف جملة على جملة بان يقدر لكل منهما خبر) اور تقدیر عبارت بمثل ماسبق ہے۔

(۴) اسم اول مرفوع ہو اس بنا پر کہ اس پر جو (لا) داخل ہے یہ (لا) مشبہ بلیس کا ہو مگر جو (لا) بمعنی لَیْسَ ہوتا ہے اس کا عمل ضعیف ہے جہاں بھی ہو خواہ اس مقام میں ہو یا کسی دوسرے جگہ کیونکہ ما و لا (لَیْسَ) کے مشابہت سے عمل کرتے ہیں مگر (لا) کی مشابہت (لَیْسَ) کے ساتھ کم ہے جیسا کہ کافیہ میں مرفوعات کی بحث میں ہے کہ (وهو فى لا شاذ)۔

فاضل ہندی نے اس مقام میں کہا ہے کہ (وهو اى عمل لَيْسَ او اِجراء حكم لَيْسَ او التشبية بِلَيْسَ فى لَا شاذ لقصور شبهها لان ليس لنفى الحال ولا لَيْسَ كذالک فتقتصر على مُوْرد السماع نحو قوله من صَدَّ عن نيرانها فانا ابن قيس لا براح

خود ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (وهو فى لا شاذ يريد ان الرفع بلا فى المسند اليه تشبيها بليس قليل وانما يأتى للضرورة لا فى سعة الكلام

اور ابن حاجب نے شرح کافیہ میں اس صورت کے متعلق کہا ہے کہ (واما رفع الاول و فتح الثانى فوجهه ان اولى جعلت لا المشبهة بليس فلذا قيل على ضعف لان استعمال لا بمعنى ليس قليل)

اور دوسرا (لا) نفی جنس کا ہے جیسا کہ شریفیہ میں ہے کہ (و فتح الثانى على ان يكون لا فيه لنفى الجنس واسمها مبنيا على الفتح)

جاننا چاہئے کہ اس صورت میں یعنی اسم مرفوع ہو اور اسم دوم مبنی بر فتح ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسم اول مرفوع ہو اس بنا پر کہ پہلا (لا) ملغی عن العمل ہو جیسا کہ رضی میں ہے اب اگر پہلا (لا) لَیْسَ کے معنی میں ہو تو اس وقت (لاحول ولاقوة الا باللّٰه) دو جملے ہوں گے جیسا کہ شرح جامی میں ہے کہ (فهذا على التوجيه الاول متعين لعطف جملة على جملة اى لا حول اِلَّا باللّٰه ولا قوة الا باللّٰه والا يلزم قوله الا باللّٰه منصوبا و مرفوعاً)

## (تشریح)

یعنی (الا بـالـلّٰہ) باعتبار اپنے متعلق محذوف کے خبر ہے تو بتقاضائے ''لا'' بمعنیٰ ''لیـس'' کے منصوب ہوگا کیونکہ اس لا کی خبر منصوب ہوتی ہے اور بتقاضائے لائے نفی جنس مرفوع ہوگا کیونکہ خبر لانفی جنس کی مرفوع ہوتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اگر پہلا (لا) لَیْسَ کے معنی میں نہ ہو بلکہ ملغی عن العمل ہو آیا لاحو ل و لا قوۃ الا باللّٰہ ایک جملہ ہوگا یا دو، شرح جامی میں ہے کہ دونوں محتمل ہیں بایں طرز کہ عطف مفرد کا مفرد پر ہو یعنی (لا قـوۃ) کا عطف (لاحول) پر ہو اور دونوں کے لئے ایک ایک خبر ہو تو ایک جملہ بنے گی اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ مَوْجُوْدَانِ لِاَحَدٍ اِلَّا بِاللّٰہِ)

یا عطف جملے کا جملے پر ہو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ (لَا حـولَ عـن الـمـعـصـیۃ مـوجـود لِاحـدٍ اِلَّا بِـاللّٰہِ ولا قوۃَ عَلَی الطَّاعَۃِ مَوْجُوْدٌ لِاَحدٍ اِلَّا بِاللّٰہِ)

(۵) اسم اول مبنی بر فتح ہو اور پہلا (لا) نفی جنس کا ہو اور اسم دوم منصوب مع تنوین ہو اور دوسرا (لا) زائد ہو تاکید نفی کیلئے جیسا کہ شریفیہ میں ہے (فیـکـون لا الاولـی لنفی الجنس و الثانیۃ مزیدۃ لتاکید النفی والثانی معطوف علی الاول) صاحب متوسط نے کہا ہے کہ اس وقت (لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ) ایک جملہ بنے گا مگر شرح جامی میں ہے کہ دو جملے بھی ہو سکتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت (ویـجـوز ان یقدر لھما خبر واحد وان یقدر لکل منھما خبر علی حدۃ)

<u>فائدہ</u>: متوسط میں لائے نفی جنس اور لا بمعنی لیس کے درمیان فرق یوں ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو (والفرق بین لا التی لـنـفـی الـجـنـس ویـبـن لا التی بمعنی لیس ان الاول لنفی الجنس و الماھیۃ والثانی لنفی واحد من الـجـنـس مثلا اذا قلت لا رجل فی الدار کان معناہ ان لیس فی الدار ھذا الجنس فاذن لا یجوز ان یـکـون فیھـا واحـد او اثـنـان او ثـلاثۃ او غیرھا واذا قیل لا رجل فی الدار کان معناہ نفی واحد من جنس الرجال ویجوز کون واحد آخر و اثنین او اکثر منھا)



## ﴿ نحومیر ﴾

پنجم حروف نداو آن پنج ست یـا و اَیـا ھیـا و ایْ وھمزہ مفتوحـہ و این حروف منادائ مضاف رانصب کنند چون یا عَبْدَ اللّٰہِ ومشابہ مضاف راچون یا طالعاً جبلاً ونکرہ غیر معین راچنانکہ اعمیٰ گوید یا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ ومنادائے مفرد معرفہ مبنی باشد بر علامت رفع چون یـا زَیْـدُ و یَا زَیْدَان ویَا مُسْلِمُوْن و یَامُوْسٰی ویا قَاضِیْ بدانکہ ایْ و ھمزہ برائے نزدیک ست و اَیا و ھیَا برائے دور ویا عام ست۔

## (طرز المبتدیٰ)

(قـولـہ پـنـجـم حـرو ف ندا) یعنی اسم میں عمل کرنے والے حروف کی پانچویں قسم حروف ندا ہیں۔ (نِدا) یہ باب مُفَـاعَلَۃٌ کا مصدر ہے لغت میں بمعنی آواز دینا۔ اصطلاح میں کسی کی توجہ کو حرف کے ذریعہ طلب کرنا جو اَدْعُوْ کے قائم مقام ہو ندا کہلاتا ہے اور حروف ندا پانچ ہیں (یا و ایا و ھیا و ایْ و ھمزہ مفتوحہ یعنی اَ)۔

جاننا چاہئے کہ یہاں تین چیزیں ہیں (۱) حروفِ ندا (۲) مُنادِیْ کسر دال کے ساتھ (۳) مُنادی فتح دال کے ساتھ۔

<u>اول حروف ندا</u>: یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ سے کسی کو پکارا جائے اور یہ وہی مذکورہ پانچ حروف ہیں، دوم مُنادِی بکسر دال بمعنی طالب اقبال یعنی طالب توجہ بالفاظ دیگر پکارنے والا، سوم مُنادی بفتح دال بمعنی پکارا ہوا ہو۔ یہاں منادیٰ سے مراد وہ اسم ہے کہ اس پر ایک حرف حروف ندا میں سے داخل ہو۔

## <u>عمل حروف ندا</u>

جان لو کہ حروف ندا کا عمل منادیٰ کو نصب دینا ہے لفظاً یا محلاً۔ جو منادیٰ لفظاً منصوب ہوتا ہے اس کیلئے تین شرطیں ہیں۔

شرط اول یہ ہے کہ منادیٰ مضاف ہو جیسے یا عَبْدَ اللّٰہِ

شرط دوم یہ ہے کہ منادیٰ مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً (اے پہاڑ کے چڑھنے والے)

جاننا چاہئے کہ مشابہ مضاف اسے کہتے ہیں جو لفظاً مضاف نہیں ہوتا مگر اپنے معنی کے تام نہ ہونے میں مشابہ ہے مضاف کیساتھ یعنی جیسے مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتے اسی طرح مشابہ مضاف بھی دوسری چیز کے ملے بغیر تام نہیں ہوتا ہے جیسے یـا طَالِعاً جَبَلاً میں (طَالِعاً) مشابہ مضاف ہے جو جَبَلاً کے بغیر تام نہیں ہوتا اس لئے کہ چڑھنے کیلئے کوئی جگہ ہونی چاہئے جس کا ذکر ضروری ہے۔

## (طرز المبتدی)

شرط سوم یہ ہے کہ منادی نکرہ غیر مقصودہ یعنی غیر معین ہو جیسے اندھا کہے یـــــا رَجُلاً خُـــذْ بِیَـــدِیْ (اے کوئی مرد میرے ہاتھ کو پکڑ)

**فائدہ:** نکرہ دو قسم پر ہے اول نکرہ مقصودہ، دوم نکرہ غیر مقصودہ۔
نکرہ مقصودہ وہ ہے کہ بوقتِ ندا ایک معین شخص کا ارادہ ہو جیسے یَا رَجُلُ مگر یاد رہے کہ نکرہ مقصودہ میں ندا کے وقت شخص کی تعیین قصداً اور توجہ سے ہوتی ہے اور دوم نکرہ غیر مقصودہ یہ وہ ہے کہ بوقت ندا ایک معین شخص کا ارادہ نہ ہو جیسے یا اِنْسَانُ کہ یہاں بوقت ندا عندالمتکلم مخصوص بالخطاب ایک معین شخص نہیں ہے۔
الحاصل نکرہ مقصودہ اور نکرہ غیر مقصودہ اصل میں دونوں نکرہ ہیں مگر فرق یہ ہے کہ نکرہ مقصودہ میں جنس کے افراد میں سے ایک فرد کو توجہ اور خطاب کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے لہٰذا دخول حرف ندا سے معرفہ ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مبنی ہوتا ہے علامت رفع پر بخلاف نکرہ غیر مقصودہ کے کہ وہ جنس کے افراد میں سے ایک فرد عام مراد ہوتا ہے اس لئے دخول حرف ندا کے بعد بھی نکرہ رہتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ منصوب ہوتا ہے۔ رہا وہ منادی جو محلاً منصوب ہوتا ہے تو اس کیلئے دو شرطیں ہیں۔
شرط اول یہ ہے کہ منادی مفرد ہو (یعنی مضاف اور شبہ مضاف نہ ہو) کیونکہ یہاں مفرد مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلہ میں آیا ہے جیسا کہ لائے نفی جنس کے بحث میں مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلہ میں ہے۔
شرط دوم یہ ہے کہ منادی معرفہ ہو خواہ وہ پہلے ہی سے معرفہ ہو یا منادی بننے کے بعد معرفہ ہو گیا ہو جب منادی مفرد معرفہ ہو تو مبنی ہوتا ہے علامت رفع پر جیسے یـــا زیدُ یہ منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو پہلے ہی سے معرفہ ہے اور مبنی ہے علامت رفع یعنی (ضمہ) لفظی پر ویـــا زَیْـدَانِ یہ اس منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوا ہے اس لئے کہ علم کا تثنیہ اس کو نکرہ کرنے کے بعد ہوتا ہے پھر جب اس پر حرف ندا داخل ہوا تو معرفہ ہو گیا اور (زیـدان) میں علامت رفع (الف) ہے لہٰذا الف پر مبنی ہے۔
ویـا مُسْـلِمُوْنَ یہ اس مفرد معرفہ کی مثال ہے کہ حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوا ہے اور مبنی ہے علامت رفع پر جو (واو) ہے۔



## (طرز المبتدی)

ویـــا مُـوسـیٰ یہ اس مفرد معرفہ کی مثال ہے جو ندا سے پہلے ہی معرفہ ہے اور مبنی علامت رفع یعنی (ضمہ تقدیری پر)
ویا قَاضِیْ یہ اس مفرد معرفہ کی مثال ہے جو ندا کے بعد معرفہ بنا ہے اور مبنی ہے علامت رفع پر جو (ضمہ تقدیری) ہے۔
(قوله بدانکه ای و همزه برائے نزدیک) صاحب نحو میر یہاں سے حروف ندا کے طریقہ استعمال بتار ہے ہیں چنانچہ کہتا ہے کہ جاننا چاہئے کہ حروف ندا میں سے (ای و همزه یعنی أ) یہ نزدیک شخص کو پکارنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور (اَیَـا و هَیَا) یہ دونوں دور شخص کو پکارنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور (یا) یہ عام ہے قریب اور دور دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

## (تشریح)

### (حکم منادی)

(واین حروف منادی مضاف را بنصب کنند) جاننا چاہئے کہ منادی کی اصل اعراب نصب ہے اس لئے کہ منادی منصوبات میں سے ہے پھر کبھی لفظاً منصوب ہوتا ہے اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے محلاً منصوب ہوتا ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد سوم میں ہے (**وحکم المنادی انه منصوب اما لفظاً و اما محلاً فینصب لفظاً بمعنی انه یکون معربا منصوبا کما تنصب الاسماء المعربة اذا کان نکرة غیر مقصودةٍ او مضافا او شبیه به**) اور آگے کہا گیا ہے کہ (**وینصب محلا بمعنی انه یکون مبنیا فی محل نصب اذا کان مفردا معرفة او نکرة مقصودة**)
جاننا چاہئے کہ ان مذکورہ عبارات میں منادی کے شرائط کا بھی بیان ہے مگر ہم نے طرز مبتدی میں شرائط کے بیان میں تہذیب التوضیح کی طرز کو اختیار کیا ہے۔

### (منادی کے اقسام)

متممۃ الاجرومیۃ میں ہے کہ منادی کی مندرجہ ذیل پانچ اقسام ہیں۔
(**والمنادی خمسة انواع المفرد العلم والنکرة المقصودة والنکرة غیر المقصودة والمضاف والمشبه بالمضاف فاما المفر العلم والنکرة المقصودة فیبنیان علی الضم ان کان مفردین نحو یازید ویا رجل او جمع تکسیر نحو یا زُیُوْدُ او جمع مؤنث سالم نحو یا مسلمات او مرکبا مزجیا**

(تشریح)

نحو یا معدی کرب ( بضم الباء) و یبنیا ن علی الالف فی التثنیة نحو یا زیدان و یا رجلان وعلی الواو فی الجمع نحو یا زیدون والثلاثة الباقیة منصوبة لا غیر وھی النکرة غیر المقصودة کقول الاعمی یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ و المضاف نحو یا عبد اللّٰہ والمشبه بالمضاف نحو یا حسنا وجهه و یا طَالِعاً جَبَلاً ویا رَحِیماً للعباد)

(منادیٰ مضاف ) جاننا چاہئے کہ منادیٰ جب مضاف ہو تو اس پر نصب آتا ہے مگر اس اضافة سے کونسی قسم مراد ہے تو کواکب الدریہ میں ہے کہ یہ اضافة عام ہے خواہ معنوی ہو جو مفید تعریف ہوتا ہے اضافۃ لفظی ہو جو مفید تعریف نہیں ہے ملاحظہ ہو عبارت ( والمضاف سواء کانت الاضافة معرفة للمضاف و تسمی محضة نحو یا عبد اللّٰہ أم غیر معرفة له و تسمی غیر محضة نحو یا حسن الوجہ )

(مشابہ مضاف ) کواکب الدریہ جلد دوم میں شبہ مضاف کی تعریف یوں کی گئی ہے (والمشبه بالمضاف فی توقف فهم معناه علی ما بعده کتوقف المضاف الی المضاف الیه فهو ما اتصل به شئی من تمام معناه سواء کان مرفوعا نحو یا حسنا وجهُهُ او منصوبا به نحو یا ضارِبًا زَیْدًاو یا طَالِعاً جَبَلاً او مجرور متعلق به و ذالک نحو یا رحیما بالعباد)

<u>فائدہ</u> : نهایۃ التحقیق شرح کافیہ میں ہے شبہ مضاف کی اس مشہور مثال یعنی یا طالعاً جبلا پر اعتراض کیا گیا ہے کہ (طالعاً) اسم فاعل کا صیغہ ہے اور (جبلاً) میں عامل ہے حالانکہ اس کے عمل کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا اعتماد ایک ایسے لفظ پر ہو جو اس سے پہلے واقع ہو اور وہ چیزیں جن پر اسم فاعل اعتماد کر کے عامل بنتا ہے وہ چھ ہیں جن کا بیان باب سوم میں ہے۔

یہاں اسم فاعل سے پہلے ان چھ چیزوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں تو پھر کیسے عامل ہے؟ اس سوال سے جن جوابات کو پسند کیا گیا ہے وہ یہ ہیں ملاحظہ ہو (ویمکن ان یقال انه معتمد علی موصوف معرفا تقدیرا بدلیل تعرف صفتة والتقدیر یا ایها الطالع جبلا فحذف ایها للاختصار ثم حذف اللام لئلا یجتمع ألتا التعریف ثم نصب طالعا لکونه مضارعا للمضاف علی انه یحتمل ان یکون هذا



(تشریح)

المثال علی قول الاخفش والکوفیین فانهم یجوزون عمل اسم الفاعل بدون الاعتماد)

(نکرہ غیر معین ) جاننا چاہئے کہ نکرہ دو قسم پر ہے مقصودہ وغیرہ مقصودہ، مقصودہ کو نکرہ معین اور غیر مقصودہ کو نکرہ غیر معین بھی کہتے ہیں، کواکب الدریہ میں دونوں کی تعریف ملاحظہ ہو (النکرة وھی ماعرض تعریفها بالنداء بان قصد بها معین کقولک یا رجل ترید به شخصا معینا والنکرة غیر المقصودة بالذات وانما المقصود واحد من افرادها نحو یا انسانا انقذنی)

اور کتاب موسوعہ میں ہے کہ (النکرة المقصودة ھی نوع من انواع المنادی نحو یا رجل اذا کنت تنادی واحدا معینا تَتَّجِهُ الیه بالنداء و تقصده دون غیره والنکرة المقصودة بالنداء معرفة بسبب القصد فی ندائها وھی قبل النداء نکرة )

اور علامہ مکودی نے آجرومیہ کی شرح میں کہا ہے کہ (والنکرة المقصودة ھی النکرة التی قصدت فی النداء بالاقبال علیها وھی فی باب النداء معرفة علی نیة الالف واللام فاذا قلت یا رجل کانک قلت یا الرجل) اور آگے چل کر کہتا ہے کہ (اما النکرة غیر المقصودة فقولک یا رجلا اذا نادیت رجلا غیر معین ومثل ذالک قول الاعمی یا رجلا خذ بیدی لا یعنی رجلا بعینه بل کل من اجابه فهو مراده )

اور ابن یعیش نحوی نے مفصل کی شرح میں کہا ہے کہ (نحو یا زید و یارجل فرجل نکرة فی الاصل وانما صار معرفة فی النداء و ذالک انک لما قصدت قصده واقبلت علیه صار معرفة باختصاصک ایاه بالخطاب دون غیره )

اور ابن یعیش نے نکرہ غیر مقصودہ کے بارے میں کہا ہے کہ (الثالث النکرة وھی منصوبة ایضاً فی النداء وذالک قولک یا رجلا ویا غلاما فغلام و رجل فی هذا الموضع یراد به الشائع لانه لم یوجه الخطاب نحو هما مختصا بالنداء ومثال ذالک الاعمی یقول یا رجلا خذ بیدی و یا غلاما اجزنی فلا یقصد بذالک غلاما بعینه ولا رجلا بعینه)

(یا زَیْدَانِ ) بظاہر یہ نکرہ مقصودہ کی مثال ہے جیسا کہ حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے ملاحظہ ہو (یا زیدانِ الظاهر انه من النکره المقصودة اذلا یُثَنَّی العلم ولا یجمع الا بعد تنکیره ولذا تلزمه أل فی غیر النداء .

## (تشریح)

غیر عوضاً عن العلمیة فکذا یعوض عنها تعریف النداء )نیز الفواکہ الجنیۃ میں ہے کہ(یا زیدانِ ویارجلان مراد بهما معین )باقی رہا(یا مسلمونَ اور یا قَاضِیْ )ان کا نکرہ مقصودہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ دونوں مبنی ہیں علامت رفع پر اور نکرہ علامت رفع پر اس وقت مبنی ہوتا ہے کہ وہ نکرہ مقصودہ ہو۔

فائدہ : علم پر جیسے زید اگر حرف ندا داخل ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ وہ اپنے علمیت پر باقی رہتا ہے جیسا کہ حاشیہ صبان جلد دوم میں ہے(علی ما یرفع به سابقا علی النداء کالعلم والصحیح بقاؤه علی تعریفه بالعلمیة وازداد بالنداء و ضوحاً وقیل سلب تعریفه بالعلمیة و تعرف بالنداء )مگر یہاں یہ شبہ وارد کیا گیا ہے کہ علم جب بوقت نداء یعنی سابقہ تعریف بالعلمیۃ پر باقی ہے تو بوقت اضافۃ کیوں نکرہ ہوتا ہے اس سوال کا جواب حاشیہ صبان میں یہ دیا گیا ہے ملاحظہ ہو سوال مع جواب( فان قلت العلم اذا ارید اضافته نکرة فما الفرق قلت لیس المقصود من الاضافة الا تعریف المضاف او تخصیصه فلو اضیف مع بقاء التعریف کانت الاضافة لغواً ولیس المقصود من النداء التعریف بل طلب الاصغاء فلا حاجة الی تنکیر المنادی اذا کان معرفة )

فائدہ: الف ولام اور حرف ندا جمع نہیں ہوتے کیونکہ دونوں آلہ تعریف ہیں پھر بھی اگر الف ولام اور حرف ندا جمع ہوگئے تو ان کے درمیان فاصلہ مندرجہ ذیل الفاظ سے ضروری ہے(ایها، هذا ، ایهذا) جیسا کہ شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (اعلم ان اجتماع حرف النداء مع اللام غیر جائز لان حرف النداء واللام کلاهما آلتان للتعریف فعند اجتماعهما یکون احدهما لغواً فلا بد من ان یتوسل باسم مبهم ویکون بحسب الظاهر منادی ویکون المعرف باللام صفة ویکون المنادی فی الحقیقة ذالک المعرف وذاک الاسم المبهم اما ای مع هاء التنبیه واما هذا و اخواته واما ایهذا معا فاذا ارید نداء المعرف باللام قیل یا ایها الرجل ویا هذا الرجل ویا أیهذا الرجل )

مگر یاد رہے کہ اس مذکورہ قاعدہ سے لفظ (اللّٰہ) مستثنیٰ ہے اس لئے کہ لفظ (اللّٰہ) میں الف ولام عوض ہے حرف اصلی سے کہ وہ ہمزہ ہے اصل میں (اِلٰہ) ہے لہٰذا یہ الف ولام بمنزلہ جزءِ کلمہ کے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمزہ ندا کے وقت قطعی ہوتا ہے اور ندا کے علاوہ وصلی ہے جو درج کلام میں حذف ہوتا ہے جیسے اَعُوْذُ باللّٰہ ومِنَ اللّٰہ )شریفیہ۔



## (تشریح)

فائدہ: لفظ(اللّٰہ) سے بیشتر حرف ندا حذف ہوتا ہے اور اسکے عوض میں میم مشددہ مفتوحہ تعظیم پر دلالت کرنے کیلئے آخر میں لاحق ہوتا ہے جیسے اللّٰھُمَّ ارحمنا( جامع الدروس )۔

فائدہ: ندا کے وقت علم اور الف ولام جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ اسرار العربیہ میں ہے ملاحظہ ہو( انما منعنا من الجمع بین التعریفین اذا کانا بعلامة لفظیة کیاء مع الالف واللام والعلمیة لیست بعلامة لفظیة فَبان الفرق بینهما )

فائدہ: منادی جب مفرد معرفہ ہو تو مبنی ہوتا ہے شریفیہ شرح کافیہ میں صاحب نحومیر نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے(وسبب بناء هذا القسم من المنادیٰ انه واقع موقع الکاف الاسمیة المشابهة بکاف الخطاب الحرفیة فی الافراد والتعریف لان قولک یا زید بمنزلة ادعوک وتلک الکاف مثل کاف ذالک وهو مبنی الاصل فلما شابه الاسم المعرب بحرف الخطاب صار مبنیاً)

### (منادی میں عامل کون ہے )

ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے کہ( فان قیل فما العاملُ فیه النصب قیل اختلف النحویین فی ذالک فذهب بعضهم الی ان العامل فیه النصب فعلٌ مقدر والتقدیر فیه اَدْعُوْ زَیْداً و اُنَادِیْ زَیْداً و ذهب آخرون الی انه منصوب ب (یا) لانها نابت عن اَدْعُوْا و اُنَادِیْ )مزید تحقیق کیلئے شرح جامی کو دیکھا جائے۔

فائدہ: حرف ندا بعض اوقات حذف بھی ہو جایا کرتا ہے جیسے یوسف اعرض اور السلام علیک ایها النبی الخ ۔اصل میں یا یوسف اور یا ایها النبی تھا۔

تنبیہ: منادی کے بہت سے احکام ہیں لہٰذا مزید تحقیق کیلئے کافیہ اور اسکی شروح اور الفیہ اور اس کی شروح کو دیکھا جائے۔

### ﴿ نحومیر ﴾

فصل دوم در حروف عاملہ در فعل مضارع وآن بر دو قسم است قسم اول حروفیکہ فعل مضارع را نصب کنند وآن چہار اند اول اَنْ چون اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ وانْ با فعل بمعنی مصدر باشد یعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ وبدین سبب اورا مصدریہ گویند دوم لَنْ چون لَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ ولَنْ برائے تاکید نفی است، سوم کَیْ چون اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ، چہارم اِذَنْ چون اِذَنْ اُکْرِمَکَ در جواب کسیکہ گویند اَنَا اٰتِیْکَ غداً .

## (طرز المبتدی)

**(قولہ در حروف عاملہ در فعل مضارع)** اس سے پہلی فصل میں اُن حروف عاملہ کا بیان تھا جو اسم میں عمل کرتے تھے اب اس دوسری فصل میں ان حروف عاملہ کا بیان ہے جو فعل میں عمل کرتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہیں۔ پہلی قسم ایسے حروف کے بیان میں ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، وہ چہار ہیں اول اَنْ جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ یہاں (اَنْ) حرف عامل نے (تَقُوْمَ) فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

**فائدہ**: (ان) نصب کے علاوہ فعل مضارع کی معنی میں بھی عامل ہے وہ اس طرح کے فعل مضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ کہ یہاں (تقومَ) مؤول بالمصدر ہے یعنی اُرِیْدُ قِیَامَکَ کے معنی میں ہے۔

دوم لَنْ) ہے جیسے لَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ (زید ہرگز نہیں نکلے گا)

سوم کَیْ) جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ (میں نے اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں) معلوم ہو کہ (کی) (تا کہ) کے معنی میں ہوتا ہے جیسے مثال مذکور کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

چہارم اِذَنْ بمعنی اس وقت جیسے اِذَنْ اُکْرِمَکَ (میں اس وقت تیرا اکرام کروں گا)

یہ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو کہے اَنَا اٰتِیْکَ غَداً (میں تیرے پاس کل آؤں گا)

## (تشریح)

(اول اَنْ) جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (اَنْ وھی حرف مصدریۃ و نصب و استقبال) آگے وجہ تسمیہ بتایا گیا ہے کہ (وسمیت مصدریۃ لانھا تجعل ما بعدھا فی تاویل مصدر فتاویل یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم) یرید اللّٰہ التخفیف عنکم وسمیت حرف نصب لنصبھا المضارع و سمیت حرف استقبال لانھا تجعل المضارع خالصاً للاستقبال و کذالک جمیع النواصب المضارع تمحضہ الاستقبال بعد ان کان یحتمل الحال والاستقبال)

**فائدہ**: (اَنْ) کے عمل کیلئے شرط یہ ہے کہ مصدریہ ہو احتراز ہوا مفسرہ زائدہ اور مخففہ سے اگر (اَنْ) مُفَسِّرَہ اور یا زائدہ یا مخففہ ہو تو وہ مضارع کو نصب نہیں دے گا۔

حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ اَنْ مفسرہ وہ ہے جس سے پہلے ایک ایسا جملہ ہو جو معنی قول پر دال ہو مگر صریح قول کے حروف پر



## (تشریح)

مشتمل نہ ہو اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ (ان) مفسرہ (اَیْ) کے معنی میں ہوتا ہے مثال فَاَوْحَیْنَا اِلَیْہِ اَنِ اصنع الفلک) ای ان اصنع الفلک)

اور سبیل الہدٰی حاشیہ قطر الندی میں ہے کہ (ان تسبقھا جملۃ دالۃ علی معنی القول ولیست مشتملۃ علی حروفہ ولا مؤولۃ بہ فلو جئت بجملۃ مشتملۃ علی صریح القول لم تحتج الی تفسیر لان صریح القول غیر محتاج للتفسیر فتکون الجملۃ بعدہ مفعولا بہ ولا یؤتی بان) مزید تحقیق کیلئے حاشیہ سبیل الہدٰی کو دیکھا جائے۔

## (اَنْ) زائدہ

ابن ہشام نے مغنی اللبیب جلد اول میں کہا ہے کہ (اَنْ زائد) چہار معین جگہوں میں واقع ہوتا ہے۔

(۱) لَمَّا توقیتیہ کے بعد جیسے (وَلَمَّا اَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطاً سِیْءَ بِھِمْ)

(۲) فعل قسم اور (لو) کے درمیان واقع ہو جیسے قول شاعر میں (فَاُقْسِمُ اَنْ لَوِ الْتَقَیْنَا)

(۳) کاف جارہ اور اسکے مجرور کے درمیان واقع ہو جیسے قول شاعر میں (کان ظبیۃٍ تَعْطُوْا اِلَی وَارِقِ السَّلَمِ)

(۴) اذا کے بعد جیسے اس قول شاعر میں (فَاَمْھَلَہٗ حَتّٰی اِذَا اَنْ کَاَنَّہٗ)

## (اَنْ) مخففہ

ان مخففہ سے مراد اَنْ مخفف من المثقل ہے جس کا عمل ضمیر شان محذوف میں ہوتا ہے جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی)

الحاصل (اَنْ) کیلئے عمل اور عدم عمل کے اعتبار سے تین احوال ہیں جیسا کہ حاشیہ ابی النجا میں ہے عبارت ملاحظہ ہو (ولاَنْ من حیث العمل و عدمہ ثلاثۃ احوال فان وقعت بعد علْم ای یقین تعین کونھا مخففۃ من الثقیلۃ واسمھا ضمیر الشان قال تعالیٰ علم ان سیکون منکم مرضیٰ وان وقعت بعد ظن ای حسبان جاز ان تکون المخففۃ من الثقیلۃ فلا تنصب الفعل و جاز ان تکون المصدریۃ فتنصبہ وعلی ھذا قرئ و حسبوا ان لا تکون فتنۃ بالرفع والنصب وھو ارجح وان وقعت بعد ما سوی ذالک فھی المصدریۃ و یجب النصب نحو اَطْمَعُ ان یغفرلی واخاف ان یأکلہ الذئب) ای طرح شرح قطر میں بھی کہا گیا ہے لہٰذا توضیح کیلئے شرح قطر ملاحظہ ہو۔

(تشریح)

مگر یاد رکھو یہ جو کہا گیا کہ (علم) کے بعد انْ مخفف ہوتا ہے اس (علم) سے مراد یہ ہے کہ (اَنْ) سے پہلے ایسا لفظ واقع ہو جو یقین پر دال ہو جیسا کہ سبیل الھدی میں ہے ملاحظہ ہو (المراد ان یکون ما تقدم علیها دالا علی الیقین سواء کان من لفظ العلم ام لم یکن من لفظه نحو رَای و تحقق و تیقن و تبین کذالک ظَنَّ اذا ارید به الیقین نحو ظننت ان سیقوم خالد اذا اردت به معنی ایقنت فانکان العلم المتقدم لا یقصد به الیقین بل یقصد به الظن جاز ان تکون مصدریة ناصبة للمضارع و جاز ان تکون مخففة من الثقیلة و لهذا قرئی فی قوله تعالیٰ افلا یرون ان لا یرجع برفع یرجع علی اَنَّ (اَنْ) السابقة مخففة من الثقیله وبالنصب علی انها مصدریة ناصبة للمضارع)

**فائدہ**: ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ (ان) سے پہلے اگر کوئی ایسا لفظ ہو جو علم پر دال ہو تو اس وقت مضارع مرفوع ہوتا ہے نیز ان مخففہ اور فعل مضارع کے درمیان فاصلہ مندرجہ ذیل چہار حروف سے واجب ہے۔

(۱) حرف سین سے فاصلہ ہو جیسے عَلِمَ اَنْ سیکونُ.

(۲) حرف نفی سے جیسے اَفَلا یَرَوْنَ اَنْ لَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلاً.

(۳) قَدْ فاصلہ ہو جیسے عَلِمْتُ اَنْ قَدْ یَقُوْمُ زَیْدٌ.

(۴) لَوْ فاصلہ واقع ہو جیسے اَنْ لَّوْ یَشَاءَ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعاً.

**فائدہ**: ابن عقیل جلد اول بحث معرفہ ونکرہ میں ہے کہ (اَنْ) مصدریہ مندرجہ ذیل تین چیزوں پر داخل ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (ان المصدریة و توصل بالفعل المنصرف ماضیا مثل عَجِبْتُ مِنْ اَنْ قَامَ زَیْدٌ و مُضَارِعاً نحو عَجِبْتُ مِنْ اَنْ یَقُوْمَ زَیْدٌ و امر ا نحو اَشَرْتُ اِلَیْهِ بِاَنْ قُمْ فان وقع بعدها فعل غیر متصرف نحو قوله تعالیٰ وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وقوله تعالیٰ وَاَنْ عَسٰی اَنْ یَکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فهی مُخَفَّفَةٌ من الثقیلة) مگر اَنْ مصدریہ فقط مضارع میں عامل ہے نہ کہ ماضی اور امر میں جیسا کہ حاشیہ خضری میں ہے ملاحظہ ہو (و توصل بالفعل المنصرف ماضیا لکن لا تنصبه اتفاقا لانها لم تؤثر فی معناه شیئاً بخلاف ان الشرطیة لما قلبته الی الاستقبال ناسب عملها فی محله فالموصولة بالماضی و کذا بالامر هی الناصبة للمضارع عند الجمهور لا غیرها وان کانت سائر النواصب لا تدخل علی غیره لانها



(تشریح)

ام الباب فتوسع فیها ووصلها بالماضی اتفاقا وبالامر عند سیبویه بدلیل دخول الجار علیها فی نحو کتبتُ الی بِاَنْ قُم اولا تقعد اذ لا یَدخل الا علی الاسم فتؤَوَّلُ بمصدر)

**فائدہ**: (اَنْ) مصدریہ موصول حرفی ہے موصول حرفی ہر وہ حرف ہے جو اپنے مدخول کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اور موصول حرف کے مندرجہ ذیل پانچ حروف ہیں جیسا کہ کتاب صمدیہ میں ہے وہ حروف یہ ہیں (اَنْ . اَنَّ . مَا . لَوْ . کَیْ) حاشیہ خضری میں ہے کہ (وهی خمسة نظمها السندوبی) فقال

وَهَاکَ حُرُوْفاً بالمصادرِ اُوِّلَتْ — وَذِکْرِی لَهَاخَمْساً اَصَحُّ کَمَا رَوَوْ

وهَا هِیَ اَنْ بالفتح اَنَّ مشددا — وزِیْدَ عَلَیْهَا کَیْ فَخُذْهَا وَمَا وَلَوْ

(لَنْ) جامع الدروس جلد دوم میں ہے (لن و هی حرف نفی و نصب و استقبال فهی فی نفی المستقبل کالسین وسوف فی اثباته وهی تفید تاکید النفی لا تابیدَهُ واما قوله تعالٰ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَاباً فمفهوم التابید لیس من لَنْ و انما هو من دلالة خارجیة لان الخلق خاص باللّٰه وحدَهُ)

(کَیْ) شرح مأة عامل میں ہے (وکی لِلسَّبَبِیَّةِ ای یکونُ ما قبلها سببا لما بعدها مثل اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجنة فان الاسلامَ سبب لدخول الجنة)

جامع الدروس میں ہے کہ (کَیْ) اَنْ مصدریہ کے بمثل اپنے مدخول کو مصدر کے تاویل میں کر دیتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (کی وهی حرف مصدریة و نصب واستقبال فهی مثل اَنْ تجعل ما بعدها فی تاویل مصدر فاذا قلتَ جئتُ لِکَیْ اَتَعَلَّمَ فالتاویلُ جِئْتُ للتعلُّمِ وما بعدها مؤول بمصدرِ مجرورٍ باللامِ) لہٰذا (کی) بھی ان مصدریہ کی طرح موصول حرفی ہے جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع میں کہا ہے۔

**فائدہ**: جامع الدروس جلد دوم میں ہے (کی) مصدریہ سے پہلے لام جارہ تعلیلیہ ظاہرا یا کہ مقدرا ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (والغالب ان تسبقها لام الجر المفیدة للتعلیل نحو لکیلا تاسوا علی ما فاتکم فان لم تسبقها فهی مقدرة نحو استقم کی تُفْلَحَ ویکون المصدر المؤول حینئذ فی موضع الجر باللام المقدرة اَیْ یکون منصوباً علی نزع الخافض)

## (تشریح)

علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ لام حذف ہوتا ہے مگر نیت میں باقی ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت ( ولکن حذفت اللام استغناء عنها بنيتها ) نیز الفواکہ الجنیہ میں ہے کہ اگر (کی) سے پہلے لام نہیں یعنی نہ ظاہراً لام ہے اور نہ ہی مقدر ہے تو اس وقت (کـــی) جارہ تعلیلیہ ہے اس کے بعد (اَنْ) مقدر ہے مضارع کو یہی (اَنْ) مقدرہ نصب دیتا ہے۔

اور علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ اگر (کـی ) سے پہلے (لام) اور اسکے بعد (ان) ظاہر ہوں تو اس وقت جائز ہے کہ (کـی ) مصدریہ ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ (کی) جارہ ہو عبارت ملاحظہ ہو (فـان ظهـرت اللام قبلهـا وَاَنْ بـعـدهـا جاز كونها مصدرية و كونها جارة كقوله اردت لكيما ان تطير بقربتى وما افهمه كلامه من ان كى حرف مشترک يكون ناصبا و جارا هو مذهب الجمهور)

(اِذَنْ) شرح مأۃ عامل میں ہے کہ (واذن لـلـجـواب والـجـزاء ) یعنی اذن جواب اور جزا کیلئے آتا ہے اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (اذن وهـى حـرف جـوابٍ و جزاءٍ ونصب و استقبال تقول اذن تُفْلِحَ جواباً لـمن قال ساجتهدُ و قد سميت حرف جوابٍ لانها تقع فى كلام يكون جواباً لكلام سابق و سميت حرف جزاءٍ لان الكلام الداخلة عليه يكون جزاء لمضمون الكلام السابق)

اور حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ (والـمـراد بـكـونها للجواب ان تقع فى كلام يجاب به عن كلام آخر ملفوظ او مقدر ) اور بعد میں ہے کہ (والـمـراد بـكـونهـا للجزاء ان يكون مضمون الكلام الذى هى فيه جزاء لمضمون كلام آخر )

اور جامع الدروس میں ہے کہ اذن کے عمل کیلئے مندرجہ ذیل تین شرطیں ہیں۔

(۱) اذن صدر کلام میں واقع ہو احتراز ہوا انا اِذَنْ اُكافِئُکَ سے۔

(۲) اس کا مدخول استقبال کیلئے خالص ہو یعنی صرف استقبال کے معنی پر دال ہو احتراز ہوا اِذَنْ اَظُنُّکَ صَادِقاً سے کہ یہ جواب واقع ہو کسی کہنے والے کے اس قول میں یعنی (اِنِّـــــى اُحِبُّکَ ) کیونکہ ظاہر ہے کہ اس وقت (اَظُنُّکَ) حال کے معنی میں ہے۔

(۳) یہ ہے کہ اِذَنْ اور اس کے مدخول کے درمیان فاصلہ نہ ہو احتراز ہوا (اذن هُـم يَـقـومـون بـالواجب ) سے کہ یہ جواب واقع ہو کسی کہنے والے کے اس قول کے یعنی ( يجود الاغنياء بالمال فى سبيل العلم )



## (تشریح)

تنبیہ : جامع الدروس میں ہے کہ فاصلہ کی شرط سے مندرجہ ذیل دو چیز میں مستثنیٰ ہیں یعنی یہ چیزیں اگر فاصلہ واقع ہوں پھر بھی اِذَنْ عامل ہوتا ہے وہ دو یہ ہیں۔

اول قسم جیسے اِذن و اللّٰه اکرمک .دوم لاءِ نافیہ جیسے اذن لا اَجيئکَ ) مزید تحقیق کیلئے جامع الدروس ملاحظہ ہو۔

## ﴿ نحو میر ﴾

وبدانکہ ان بعد از شش حروف مقدر باشد وفعل مضارع رانصب کند حَتّٰی نحو مَـرَرْتُ حَتّٰـى اَدْخُـلَ الْبَـلَدَ ولام جحد نحو ما كان اللّٰه لِيُعَذِّبَهُمْ واَوْ بمعنى اِلٰى يا اِلَّا نحو لَالْزِمَنَّکَ اَوْ تُعْطِيَنِىْ حَقِّیْ وواؤ الصرف ولام کی وفا کہ در جواب شش چیز است امر نہی ونفی واستفہام وتمنی وعرض وامثلتها مشهورة.

## (طرز المبتدی)

(قـولـه بـدانـکـه ان بـعـد از شـش حروف مقدر باشد ) جاننا چاہئے کہ اَنْ چھ حروف کے بعد مقدر ہوا کرتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اول حتی کے بعد جیسے مَـرَرْتُ حَتّٰـى اَدْخُلَ الْبَلَدَ (میں گذرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوا) اس مثال میں ادخل سے قبل اَنْ مصدر ہے اور فعل مضارع ادخل کو نصب دیا ہے اصل میں مررت حتی اَنْ ادخل البلد ہے۔

اور دوم لام جحد کے بعد۔ جحد کے لغوی معنی انکار کے ہیں اور اصطلاح میں لام جحد وہ ہے جو کَـانَ منفی کے خبر پر داخل ہو تاکید نفی کے واسطے جیسے مـا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ( خدا انہیں یقیناً عذاب نہیں دے گا) یہاں لام کے بعد اَن مقدر ہے اور فعل مضارع (یعذب) کو نصب دیا ہے اصل میں (لِاَنْ يعذبهم) ہے اور سوم اَوْ کے بعد یعنی اس اَوْ کے بعد جو اِلٰی یا اِلَّا کے معنی میں ہو جیسے لَاَلْـزِمَنَّکَ اَوْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ (البتہ لازم پکڑوں گا میں تجھ کو یہاں تک کہ تو میرا حق مجھے دیدے ) اور اگر (اَوْ) الا کے معنی میں ہو تو معنی یہ ہوگا (البتہ لازم پکڑوں گا میں تجھ کو مگر کہ تو میرا حق مجھ کو دیدے ) بہر دو صورت یعنی خواہ (اَوْ) اِلـــی کے معنی میں ہو یا اِلَّا کے معنی میں اس اَوْ کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اصل میں (لَاَلْزِمَنَّکَ اَوْ اَنْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّیْ ) ہے۔

## (طرز المبتدی)

چہارم واوصرف کے بعد، صرف کے لغت میں معنی (روکنا) کے ہیں اور اصطلاح میں (واو الصرف) عبارۃ ہے اس واو سے کہ مدخول اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس چیز کے اعادے کا جو معطوف علی پر داخل ہے جیسے (لاتَاْکُلِ السَّمَکَ و تَشْرَبَ اللَّبَنَ) یعنی مچھلی نہ کھا کہ تو دودھ پیتا ہے) مطلب یہ ہے کہ تجھ سے مچھلی کا کھانا اور دودھ پینا جمع نہ ہوں) اب اس مثال میں (وتشرب) میں جو واو ہے یہ واو الصرف ہے جو در اصل واو عاطفہ اور حرف عطف ہے اور اس کے بعد (اَنْ) مقدر ہے فعل مضارع (وتشرب) کو نصب دیا ہے اصل میں (واَنْ تَشْرَبَ) ہے اور یہ جو کہا گیا تھا کہ مدخول اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اس چیز کے اعادے کا جو اسکے مدخول پر داخل ہو یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ (لاتاکل السمک) یہ معطوف علیہ ہے اس پر (لام نہیں) داخل ہے یہ لاء نہی (وتشرب) پر داخل نہیں ہو سکتا ہے اور یہ (واو) اس کو روکتا ہے اس لئے کہ اگر (لام نہی) وتشرب پر بھی داخل ہو تو معنی خراب ہو جاتی ہے اور متکلم کی غرض فوت ہو جاتی ہے کیونکہ قائل کا مقصد اس قول سے یہ ہے کہ اَکْلِ سمک اور شُرْبِ لبن کو ایک زمانہ میں جمع مت کر اور یہ معنی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب لام (تاکل) کا (وتشرب) پر داخل نہ ہو اور اگر (لام) داخل ہو تو معنی یہ ہوگا کہ مچھلی اور دودھ دونوں کو مت کھاؤ حالانکہ یہ متکلم کی مراد نہیں۔

**فائدہ**: کہا جاتا ہے کہ مچھلی اور دودھ کو ایک ساتھ کھانے سے (برص کا) مرض پیدا ہوتا ہے اور پنجم لام کَیْ کے بعد اور لام کی سے مراد وہ لام جارہ ہے جو (کی) کی طرح سببیت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے (اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّۃَ) (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں) اب یہاں (لادخل) میں (لام) لام کی ہے اور اس کے بعد اَنْ مقدر ہے اور فعل مضارع (ادخل) کو نصب دیا ہے۔

اور ششم فا کے بعد جو چھ چیزوں کے جواب میں آتی ہے وہ یہ ہیں

امر و نہی و نفی و استفہام و تمنی اور عرض صاحب نحو میر نے کہا ہے کہ ان کی مثالیں مشہور ہیں لہٰذا صاحب نحو میر نے بنا بر شہرت مثالوں کو چھوڑ دیا ہے مگر نحو میر کی حاشیہ میں مثالیں مذکور ہیں۔

اول امر جیسے زُرْنِی فَاُکْرِمَکَ (تو میری زیارت کرتا کہ میں تیرا اکرام کروں) اس مثال مین (زرنی) امر ہے اس کے جواب میں (فاکرمک) کے اندر (فاء) آئی ہے لہٰذا اس فا کے بعد (اَنْ) مقدر ہے (اُکْرِمَ) مضارع کو نصب



## (طرز المبتدی)

دیا ہے اصل میں (فَاَنْ اُکْرِمَکَ) ہے۔

دوم نہی جیسے لَا تَشْتِمْنِیْ فَاَضْرِبَکَ (تو مجھ کو گالی مت دے تا کہ میں تجھ کو ماروں) اس مثال میں (لا تشتمنی) نہی ہے اس کے جواب میں (فاضربک) کے اندر (فاء) آئی ہے لہٰذا اس (فا) کے بعد ان مقدر ہے (اَضْرِبَ) مضارع کو نصب دیا ہے اصل میں (فَاَنْ اَضْرِبَکَ) ہے۔

سوم نفی جیسے (مَاتَاْتِیْنَا فَتُحَدِّثَنَا) اس مثال میں (ماتاتینا) نفی ہے اور اسکے جواب میں (فتحدثنا) کے اندر (فاء) آئی ہے لہٰذا اس فا کے بعد (اَنْ) مقدر ہے اور (فَتُحَدِّثَ) فعل مضارع کو نصب دیا ہے اور اصل میں (فَاَنْ تُحَدِّثَنَا) ہے۔

چہارم استفہام جیسے اَیْنَ بَیْتُکَ فَاَزُوْرَکَ (تیرا گھر کہاں ہے کہ میں تیری زیارت کروں) اس مثال میں (اَیْنَ) استفہام ہے اور اس کے جواب میں (فَاَزُوْرَکَ) کے اندر (فاء) آئی ہے لہٰذا اس فاء کے بعد (اَنْ) مقدر ہے اور (اَزُوْرَ) مضارع کو نصب دیا ہے اصل میں (فَاَنْ اَزُوْرَکَ) ہے۔

پنجم تمنی جیسے لَیْتَ لِیْ مَالاً فَاُنْفِقَ مِنْهُ) کاش میرے پاس مال ہوتا تا کہ میں اس کو خرچ کرتا) اس مثال میں (لَیْتَ) تمنی ہے اس کے جواب میں (فَاُنْفِقَ مِنْهُ) کے اندر (فا) آئی ہے لہٰذا اس کے بعد (اَن) مقدر ہے اور (اُنْفِقَ) فعل مضارع کو نصب دیا ہے اصل میں (فَاَنْ اُنْفِقَ مِنْهُ) ہے۔

ششم عرض جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا (آپ ہمارے یہاں کیوں نہیں اترتا کہ آپ کچھ بہتری پالیتے) اس مثال میں (اَلَا تَنْزِلُ) عرض ہے اسکے جواب میں (فَتُصِیْبَ خَیْرًا) کے اندر (فاء) آئی ہے لہٰذا اس کے بعد (اَنْ) مقدر ہے اور (تُصِیْبَ) فعل مضارع کو نصب دیا ہے اصل میں (فَاَنْ تُصِیْبَ) ہے۔

### (تشریح)

(وبدانکہ اَنْ بعد از شش حروف مقدر باشد) علامہ سیوطی نے ہمع الہوامع جلد دوم میں کہا ہے کہ نواصب مضارع میں سے (اَنْ) اُمُّ الباب اور اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ (اَنْ) ظاہرا و تقدیرا عمل کرتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (اَنْ ام الباب فلهذا تنصب ظاهرة و مقدرة) اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ بقیہ نواصب صرف ظاہرا عمل کرتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت (بخلاف بقية النواصب فلا تعمل الا ظاهرة)

## (تشریح)

(حَتّٰی) حتّٰی کے بعد اَن کے مقدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں ان دو شرطوں کے بعد مضارع منصوب ہوگا۔

(۱) یہ ہے کہ حتّٰی جارہ ہو پھر کبھی (الی) کے معنی میں ہوتا ہے جیسے صُمْ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ اور کبھی (لام) کے تعلیلیہ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اِجْتَهِدْ حَتّٰی تَنْجَحَ اور کبھی (اِلَّا) کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ بعض اشعار میں آیا ہے

(شعر) لَیْسَ العَطَاءُ مِنَ الْفُضُوْلِ سَمَاحَةً حَتّٰی تجودَ وما لَدَیْکَ قَلِیْلٌ (القواعد الاساسیہ)

(۲) یہ ہے کہ مضارع مستقبل کے معنی میں ہو، احتراز ہوا اس مضارع سے جو حال کے معنی میں ہو جیسے نَامُوْا حَتّٰی لَا یَسْتَیْقِظُوْنَ و مَرِضَ زَیْدٌ حَتّٰی لَا یَرْجُوْنَهٗ (جامع الدروس جلد دوم وقواعد الاساسیہ)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے (فان ارید بالفعل معنی الحال فلا تقدر اَنْ بل یُرْفع الفعل بعدها قطعاً لانها موضوعة للاستقبال نحو ناموا حتی ما یستیقظون ومنه قولهم مرض زیدٌ حتی مایرجونه و تکون حتی حِیْنَئِذٍ حرف ابتداءٍ والفعل بعدها مرفوعٌ للتجرد من الناصب والجازم و حتی الابتدائیة حرف تبتدأ به الجمل والجملة بعدها مستانفة لا محل لها من الاعراب و علامت کون الفعل للحال ان یصلح وضع الفاء فی موضع حتی فاذا قلت ناموا فلا یستیقظون و مرض زید فلا یرجونه صَحَّ ذالِکَ) مزید تفصیل کیلئے شرح قطر و جامع الدروس ملاحظہ ہو۔

<u>فائدہ</u>: حتی جارہ کے بعد (اَنْ) اس لئے مقدر ہوتا ہے کہ ظاہراً تو مدخول حتّٰی کا فعل ہے اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا ہے مگر جب حتی کے بعد ان کو مقدر مانا جائے تو اَن فعل مضارع کو مصدر کے تاویل میں کر دیتا ہے۔

اب تاویل کے بعد وہ مجرور معناً مجرور ہوتا ہے حرف جر حتی کیلئے جیسا کہ الفواکہ الجنیہ میں ہے ملاحظہ ہو (وانما اضمرت ان بعدها لتکون مع الفعل فی تاویل مصدر مجرور معنی)

<u>فائدہ</u>: تہذیب التوضیح اور اشمونی جلد سوم میں ہے کہ (حَتّٰی) تین قسم پر ہے عبارت ملاحظہ: د تہذیب التوضیح کی (فائدہ تجیئی حتی فی الکلام علا ثلاثة اضرب عاطفة و جارة و قد تقدمتا و ابتدائیة ای حرف تبتداء بعدہ الجمل و تستانف فتدخل علی الجمل الاسمیة والفعلیة التی فعلها مضارع او ماض)



## (تشریح)

فتح رب البریہ میں ہے کہ (وخرج بها العاطفة وهی التی تعطف بعضا علی کل نحو مات الناس حتی الانبیاء و جاء الحجاج حتی المشاة والابتدائیة وهی التی تبتدأ بعدها الجمل) اور حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ حتی ابتدائیہ کو اس لئے ابتدائیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد غالبا مبتداء ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارۃ (وانما سمیت ابتدائیة لوقوع المبتدأ بعدها غالباً)

اس تفصیل کی بعد جان لو کہ یہاں بحث نواصب مضارع میں حتی سے مراد حتی جارہ ہے جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے ملاحظہ ہو (وکذا حتی الجارة وانما لم یقید بها الناظم کا الاصل لانها المرادة حیث اطلقت فی هذا الباب)

<u>فائدہ</u>: حتی جارہ کے لئے مندرجہ ذیل تین معانی ہیں جیسا کہ جامع الدروس میں ہے عبارت ملاحظہ ہو (حَتّٰی وهی حتی الجارة التی بمعنی الی او لام التعلیل فالاولی نحو قالوا لن نبرح علیه عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ والثانی نحو اطع اللّٰه حتی تفوز برضاه ای الی ان یرجع و لتفوز وقد تکون بمعنی اِلّا کقوله

لَیْسَ العطاءُ مِنَ الْفُضُوْلِ سَمَاحَةً حتی تجود ومالدیک قلیل

ای اِلَّا تَجُوْدَ: جاننا چاہئے کہ حتی کے معانی میں جس لام کا ذکر آیا ہے اس لام کو (لام کی) اور (لام تعلیلیہ) کہا جاتا ہے ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (ومعناه معنی کی فلذالک سمیت لام کی) اور ازہری نے شرح اجرومیہ میں کہا ہے کہ (وتسمی هذه اللام لام التعلیل)

اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ جس حتّٰی کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اس کیلئے دو معانی ہیں عبارت ملاحظہ ہو (ولحتّٰی التی ینتصب الفعل بعدها معنیان فتارة تکون بمعنی کی و ذالک اذا کان ما قبلها علة لما بعدها نحو اسلم حتی تدخل الجنة وتارة تکون بمعنی الی وذالک اذا کان مابعدها غایة لما قبلها کقوله تعالیٰ لن نبرح علیه عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ)

(**ولام جحد**) خالد ازہری نے آجرومیہ کی شرح میں لام جحد کے بارے میں کہا ہے کہ (ولام الجحود ای لام النفی وهی الواقعة فی خبر کان المنفیة بما او فی خبر یکن المنفیة بلم نحو وما کان اللّٰه لیعذبهم لم یکن اللّٰه لیغفر لهم فیعذب و یغفر منصوبان بان مضمرة بعد لام الجحود وجوبا وسمیت هذه

(تشریح)

اللام لام الجحود لكونها مسبوقة بالكون المنفى والنفى يسمى جحوداً)

علامہ ابی النجا نے مذکورہ عبارت کے شرح میں کہا ہے کہ (اعلم ان ذكر ما ولم و ذكر كان ويكن قيد فخرج بقية ادوات النفى حتى لما و بقية الافعال حتى النوسخ لعدم السماع) یاد رکھو کہ یہاں کان سے ناقصہ مراد ہے جیسا کہ خضری میں ہے (ولم يقيد كان بالناقصة لانها المردا عند الاطلاق فلام بعد التامة لام كى لا الجحود)

**فائدہ**: یہاں کان اور یکن کی خبر میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے ملاحظہ ہو (تنبيه اختلف فى خبر كان او يكن فذهب البصريون الى انه محذوف و هذه اللام جارة متعلقة بذالك الخبر المحذوف وذهب الكوفيون الى انه الفعل الواقع بعد اللام وهذه اللام زائدة لتوكيد االنفى وجرى عليه ابن مالك فى متن التسهيل و صرح به ولده لكن الذى فى شرح التسهيل موافقة البصريين)

**فائدہ**: ابن حاجب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح کافیہ میں لام جحد اور لام (کی) کے درمیان فرق کے بارے میں کہا ہے کہ (ويفرق بينهمابان تلك للتعليل وهذه ليست للتعليل وبان هذه لو اسقطت لم يختل المعنى المراد و تلك لو اسقطت اختل المعنى وبانْ هذه بعد نفى دخل على كان و تلك ليست كذالك)

خالد ازہری نے کہا ہے کہ ان تمام مثالوں میں (فا) اور (واو) کے بعد جو جواب واقع ہے وہ اَن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

(واَوْ) فتح رب البریہ میں ہے کہ (واَوْ التى بمعنى الى وهى التى ينقضى ما قبلها شيئاً فشيئاً كما فى قولك لالزمنك او تقضينى حقى والتى بمعنى الا وهى التى ينقضى ما قبلها دفعة واحدة كما فى قولك لاقتلن الكافر او يسلم والتى بمعنى التعليل وهى التى يكون ماقبلها علة فيما بعدها كما فى قولك لاطيعن اللّٰه او يغفرلى بخلاف التى للعطف)

(واوْ بمعنى الى انْ يا الّا انْ) حاشیہ صبان میں کہا ہے کہ صواب یہ ہے یہاں عبارت میں۔



(تشریح)

(انْ) حذف ہو یعنی عبارت یوں ہو واو بمعنى الىٰ او الّا ملاحظہ ہو عبارت (موقع الىٰ ان و الّا انَ الصواب حذف ان فان او انما وقعت موقع الى وحدها او الا وحدها) مزید تحقیق کیلئے حاشیہ صبان جلد سوم ملاحظہ ہو۔

(ولام كى) خالد ازہری نے شرح اجرومیہ میں کہا ہے کہ (لام كى التعليلية واضيفت الى كى لانها تخلفها فى افادة التعليل نحو جئتك لازورك فانه يصح ان تحذف اللام و تعوض عنها كى وتقول جئت كى ازورك)

(وفا كه در جواب شئى چيز است) کواکب الدریہ جلد دوم میں ہے کہ یہ فا سببیہ ہے پھر اختلاف ہے کہ عاطفہ ہے کہ نہیں، جمہور کے نزدیک عاطفہ ہے مگر رضی نے انکار کیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (فاء السببية وهى التى يقصد بها كون ماقبلها سببا لما بعدها وهل هى حينئذ عاطفة ام لا قال الجمهور نعم وقال الرضى لا محتجا بان فاء العطف لا تفيد السببية الا اذا عطفت جملة على جملة وذا مفقود ها لان الجمهور قالو التقدير فى نحو زرنى فأكرمك ليكن منك زيارة فاكرام منى فعطفوا المصدر المنسبك (المؤول) من ان وصلتها على مصدر متخيل من الفعل السابق فلذالك ادعى الرضى انها لمحض السببية وان ما بعد الفاء مبتدأ محذوف الخبر وجوباً والتقدير عنده زُرنىْ فاكرامك ثابت ورد بانه يلزم عليه حذف الخبر وجوباً من غير شيئى يسد مسده وهو ممتنع)

اور علامہ ابی النجا نے مذکورہ فا کے بارے میں کہا ہے کہ (المفيدة للسببية اى ان ما قبلها سببٌ لما بعدها والمراد السببية مع العطف لانها مع افادتها السببية عاطفة مصدرا مقدرا على مصدر متوهم والتقدير فى نحو ما تأتينا فتحدثنا ما يكون منك اتيانا فتحديث وكذا يقدر فى جميع المواضع)

نیز حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ سببیت کے قید سے وہ فا نکل گیا جو محض عطف کیلئے ہوتا ہے جیسے ولا يؤذن لهم فيعتذرون نیز فا استینافیہ بھی نکل گیا جیسے اسئل زيداً فيخبرك بالرفع اى فهو يخبرك.

**فائدہ**: جیسا فاء چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد مضارع منصوب ہوتا ہے اسی طرح واو الصرف بھی چھ چیزوں کے جواب میں آتا ہے اور اس کے بعد مضارع منصوب ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ خالد ازہری نے

## (تشریح)

شرح آجرومیہ میں (فا) اور (واو الصرف) کومندرجہ ذیل نو چیزوں کے جواب میں ذکر کیا ہے۔

(۱) امر جیسے اَقْبِل فاحسنَ او واحسنَ الیک .

(۲) لام نہی جیسے لا تخاصم زیداً فیغضب او ویغضب .

(۳) عرض جیسے الا تنزل عندنا فتصیبَ عِلماً او و تُصیبَ عِلماً.

(۴) تحضیض جیسے ھلا اکرمتَ زیدا فیشکرَ او یشکرَ.

(۵) تمنی جیسے لیت لی مالاً فَاَتَصَدَّقَ منه او واَتَصَدَّقَ منه .

(۶) ترجی جیسے لعلی ارجع الشیخ فیفهمنی او و یفهمنی.

(۷) دعاء جیسے رب وَفِّقنِیْ فاعملَ صالحا او واعملَ صالحا.

(۸) استفہام جیسے هل زید فی الدار فامضِیَ اِلَیْه او وامضیَ اِلَیْه.

(۹) نفی جیسے ماتأتینا فتحدثَنا او و تحدثَنا.

**فائدہ**: محمد بن عبد الغنی نے انموذج کی شرح میں کہا ہے کہ واو الصرف اور فا کے بعد مضارع کے منصوب ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو (واعلم ان النصب باضمار اَنْ بعد الواو والفاء مشروط بشرطین احدهما مشترک والآخر مختص اما المشترک فهو ان یکون قبل الواو والفاء احد الامور الستة المذکورة فی الکتاب واما المختص بالواو فالجمعیة بین ما قبلها وما بعدها واما المختص بالفاء فسببیة ما قبلها لما بعدها)

حاصل یہ ہے کہ واو الصرف اور فا دونوں کیلئے دو دو شرطیں ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔ واو الصرف کی شرطیں دیکھئے۔

(۱) یہ ہے کہ اس کے ماقبل اور مابعد دونوں کے مضمون کا حصول ایک زمانہ میں ہو۔

(۲) یہ ہے کہ واو الصرف امر نہی نفی استفہام تمنی اور عرض کے بعد واقع ہو اور (فا) کی بھی دو شرطیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہ اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہو۔

(۲) یہ ہے کہ وہ امر نہی، نفی، استفہام، تمنی یا عرض کے بعد ہو۔



## (تشریح)

**فائدہ**: شرح انموذج میں ہے کہ (حتی لام اور اَوْ) کے بعد اَنْ اسلئے مقدر مانا جاتا ہے تاکہ مابعد ان تین چیزوں کا مدخول بن سکے حتی، لام اور اَوْ کے لئے ملاحظہ ہو عبارۃ (اما بعد حتی واللام فلا نهما حرفا جر فیجب ان یضمر اَنْ بعدهما حتی یصیر ما بعدهما فی تاویل الاسم فان حرف الجر لا یدخل علی الافعال واما بعد اَوْ فلا نها بمعنی حرف الجر ایضاً اعنی الی)

اور (واو الصرف) کے بعد (اَنْ) کے مقدر ہونے کی وجہ شرح انموذج میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ واو الصرف اور فا کا ماقبل نفی کے علاوہ انشاء ہے اور واو الصرف اور فا کا مابعد اِخبار ہے اور عطف انشا کا خبار پر غیر مناسب ہے لہٰذا (واو) اور (فا) کے بعد (اَنْ) کو مقدر مانا جاتا ہے تاکہ مضارع مصدر کی تاویل میں ہوکر اس مصدر پر عطف ہو جو ماقبل میں انشاء سے سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل مثالوں میں یعنی

(۱) لا تنکل السمک و تشرب اللبن یہ مثال واو الصرف کی ہے۔

(۲) وائِتِنِیْ فاکرمک یہ مثال امر کی ہے۔

(۳) ولا تطغَوْا فیه فیحلَّ علیکم غضبی یہ مثال نہی کی ہے۔

(۴) وما تأتینا فتحدثنا یہ مثال نفی کی ہے۔

(۵) وهل اَسْئَلُکَ فَتُجِیْبَنِی یہ مثال استفہام کی ہے۔

(۶) ولَیْتَنِیْ عندک فَاَفُوْزَ یہ مثال تمنی کی ہے۔

(۷) واَلا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خیراً منَّا یہ مثال عرض کی ہے۔

ان سب مثالوں میں تاویل کے بعد معنی اس طرح ہوگی۔

(۱) لا یکن منک اَکْل السمک و شرب اللبن

(۲) ولیکن اتیانا منک فاکرام منی

(۳) ولا یکن طغیان منکم فحلول غضب مِنِّی.

(۴) ولم یکن منک اتینا فحدیث مِنّیٰ

(۵) وهل یکون سوال مِنّی فاجابة منک

## (تشریح)

(۶) ولیت لی عندک حصولا ففوزا.(۷) والا نزول لک بنا فاصابة خیر مِنّا

اورشرح انموذج میں نفی کی جواب میں فا کے آنے اور اسکے بعد اَن کے مقدر ہونے کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ (وامافی النفی فلحمله علی النهی لانهما اخوان من حیث انهما یدلان علی ترک الفعل)

## ﴿ نحومیر ﴾

قسم دوم حروفے کہ فعل مضارع را بجزم کند وآن پنج ست لَمْ و لَمَّا ولام امرو لائے نهی واِنْ شرطیه چون لَمْ یَنْصُر و لَمَّا یَنْصُرْ ولِیَنْصُرْ ولَا تَنْصُرْوانْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ.

بدانکہ اِنْ دردو جملہ رود چون اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ جملہ اول راشرط گویند وجملہ دوم راجزاء واِنْ برائے مستقبل ست اگرچہ در ماضی رود چون اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ واین جاجزم تقدیری بود زیراکہ ماضی معرب نیست۔

## (طرز المبتدی)

(قوله قسم دوم حروفے که فعل مضارع را بجزم کند) یہاں سے ان حروف کا بیان شروع ہوتا ہے جوفعل مضارع کو جزم دیتے ہیں چنانچہ مصنف کہتا ہے کہ حروف عاملہ کی دوسری قسم وہ حروف ہیں جوفعل مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ پانچ حروف ہیں یعنی لَمْ .ولَمَّا .ولام امر. ولائے نهی اور اِنْ شرطیه جیسے لَمْ یَنْصُرْ .ولَمَّا یَنْصُرْ. ولِیَنْصُرْ .ولَا تَنْصُرْ اور اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ.

**فائدہ**: اِنْ دوجملوں پرداخل ہوتا ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ پہلے جملہ کوشرط اور دوسرے کوجزاء کہتے ہیں۔

**فائدہ**: اِنْ مستقبل کیلئے ہے یعنی فعل کومستقبل کے معنی میں کردیتا ہے یہاں تک کہ اگر اسکے بعد فعل ماضی بھی آوے تو اس کوبھی مستقبل کی معنی میں کردے گا جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (اگرتو مارے گا تو میں ماروں گا) مگر یادرہے کہ یہاں جزم محلاً ہوگا اس لئے کہ ماضی مبنی ہوتی ہے اورمبنی میں عامل کا عمل محلاً ہوا کرتا ہے نہ کہ لفظاً۔

**فائدہ**: اگرشرط اور جزاء دونوں مضارع ہوں یا صرف شرط مضارع ہوتو مضارع میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اور اِنْ تَضْرِبْ ضَرَبْتُ اگرشرط ماضی اور جزاء مضارع ہوتو جزاء میں جزم اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے اِنْ ضَرَبْتَ اَضْرِبْ یہاں اَضْرِبْ جزاء کومجزوم اور مرفوع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔



## (تشریح)

(قسم دوم حروف که فعل مضارع را بجزم کند) جاننا چاہئے کہ جوازم فعل دوقسم پر ہیں اول حروف دوم اسماء قسم دوم جوکہ اسماء ہیں یہ دوفعلوں کو جزم دیتے ہیں جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ ان کا بیان باب سوم میں آنے والا ہے۔ رہا قسم اول جوکہ حروف ہیں یہ پھر دوقسم پر ہیں۔ایک قسم وہ ہے جودوفعلوں کوجزم دیتی ہیں یہ فقط (اِنْ) ہے اور قسم دوم وہ حروف ہیں جوایک فعل کوجزم دیتی ہے یہ چاہر حروف ہیں لَمْ . لَمَّا. لام امر. لام نهی (جامع الدروس جلددوم)

**فائدہ**: جامع الدروس جلددوم میں ہے کہ جزم دوقسم پر ہے لفظی ومحلی ۔عبارت ملاحظہ ہو (وجزمه اما لفظی ان کان معرباً کما مُثِّلَ واما محلی ان کان مبنیاً نحو لاتَشْتَغِلَنَّ بغیر النافِعِ)

**فائدہ**: فاکہی نے کشف النقاب میں کہا ہے کہ (ویجزم المضارع بالسکون او بحذف حرف اذا دخل علیه احد هذه الا حرف الاربعة) یعنی مضارع دخول جوازم کے وقت مجزوم ہوگا سکون کیساتھ یا حذف حرف کے ساتھ مگر یادرہے کہ حذف حرف دوقسم پر ہے اول حذف حرف علۃ جیسے لَمْ یَدْعُ اصل میں یَدْعُوْ ہے، دوم حذف نون اعرابی یہ سات صیغوں میں ہوتا ہے۔یعنی یَضْرِبَانِ ، یَضْرِبُوْنَ . تَضْرِبان. تَضْرِبَان. تَضْرِبُوْنَ .تَضْرِبِیْنَ . تَضْرِبَانِ)

**فائدہ**: جامع الدروس جلددوم میں ہے کہ باب کَانَ میں حالت جزم میں مضارع سے نون کا حذف جائز ہے مگر چند شرائط کے بعد عبارت ملاحظہ ہو (انها یجوز حذف نون المضارع منها بشرط ان یکون مجزوماً بالسکون وان لا یکون بعده ساکنٌ ولا ضمیرٌ متصل ومثال ما اجتمعت فیه الشروط قوله تعالیٰ لَمْ اَکُ بَغِیاً) اصل میں لَمْ اَکُنْ ہے۔

(لَمْ و لَمَّا) جامع الدروس جلددوم میں ہے کہ (لَمْ و لَمَّا تُسَمَّیَانِ حرفی نفيٍ وجزمٍ و قلب لانهما تنفیان المضارع و تجزمانه و تقلبانِ زمانَه من الحال او الاستقبال الی المُضِيّ فان قلتَ لَمْ اَکْتُبْ او لَمَّا اَکْتُبْ کَانَ المعنی انکَ ما کتبتَ فیما مضی)

## (لَمْ اور لَمَّا کے درمیان اشتراک)

کواکب الدریہ میں ہے کہ لَمَّا اور لَمْ مندرجہ ذیل امور میں شریک ہیں (فمن ثَمَّ شارکت لم فی امور الحرفیة

## (تشریح)

والا ختصاص بالمضارع ونفیه و جزمه و قلب معناه ماضیا وجواز دخول همزة الاستفهام علیهما)

## (لَمْ اور لَمَّا کے درمیان فرق)

علامہ غلا ئینی نے جامع الدروس جلد دوم میں کہا ہے کہ (والفرق بین لَمْ و لَمَّا من اربعة اوجهٍ)

(۱) ان لم للنفی المطلق فلا یجب استمرار نفی مصحوبها الی الحال بل یجوز الاستمرار کقوله لم یَلِدْ ولم یُوْلَدْ ویجوز عَدَمه ولذا لک یصح ان تقول لم افعل ثم فعلت واما لما فهی للنفی المستغرق جمیع اجزاء الزمان الماضی حتی یتصل بالحال ولذالک لا یصح ان تقول لما افعل ثم فعلت لان معنی قولک لما افعل انک لم تفعل حتی الآن وقولک ثم فعلتُ یناقض ذالک لهذا تُسَمّٰی حرف استغراقٍ ایضا لان النفی بها یستغرق الزمان الماضی کله .

(۲) ان المنفی بلم لا یتوقع حصوله والمنفی بلما متوقع الحصو ل فاذا قلت لَمَّا اُسَافِرْ فَسَفَرُکَ مُنْتَظرٌ.

(۳) یجوز وقوع لم بعد اداةِ شرط نحو اِنْ لم تجتهد تندم ولا یجوز وقوع لما بعدها .

((۴) یجوز حذف مجزومِ لَمَّا نحو قَارَبْتُ المدینة ولَمَّا ای ولَمَّا ادخلها ولا یجوز ذالک فی مجزوم لَمْ الافی الضرورة)

فائدہ : حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ لَمْ غالبا مضارع کو جزم دیتا ہے مگر کبھی اس کے بعد مضارع مرفوع بھی ہوتا ہے جیسے قول شاعر میں (یوم الصلیفاء لم یُوْفُوْنَ بالجارِ) یہاں (لَمْ یُوْفُوْنَ) میں علامت رفع اثبات نون ہے۔

## (لَمَّا کا دخول فعل ماضی پر)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ فعل ماضی پر جو (لَمَّا) داخل ہوتا ہے وہ لَمَّا نافیہ جازمہ نہیں بلکہ اس کو لَمَّا حینیہ کہتے ہیں جو ظرف ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (لما الداخلة علی الفعل الماضی لیست نافیة جازمة وانما هی بمعنی حِیْنَ فاذا قلت لما اِجْتَهدَ اکرمتُه فالمعنی حِیْنَ اِجْتَهَدَا کرمته ومن الخطاء ادخالها علی المضارع اذا ارید بها معنی حیث فلا یقال لما یجتهد اکرمه بل الصواب ان یقال حین یجتهد



## (تشریح)

لانها لا تسبق المضارع الا اذا کانت نافیة جازمة)

اور عوامل ملا حسن میں ہے کہ لَمَّا اگر مضارع پر داخل ہو تو جازمہ ہے اور اگر ماضی پر داخل ہو تو ظرفیہ ہے اور اگر مضارع و ماضی کے غیر پر داخل ہو تو (الّا) کے معنی میں ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وهی مع المضارع جازمة ومع الماضی ظرف نحو لما قُمْتَ قُمْتُ و مع غیرهما بمعنی الّا نحو اِنْ کُلٌّ لَمّا جمِیْعٌ لَدَیْنا مُحْضَرُوْن) حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ جو لَمَّا بمعنی اِلَّا ہوتا ہے اس کو لَمَّا ایجابیہ کہتے ہیں۔

(ولام امر) عوامل ملا حسن میں ہے کہ (ولام الامر لطلب الفعل نحو لِیَضْرِبْ زَیْدٌ ویدخل علی الغائب والمتکلم دون المخاطب الا ان یکون مجهولا)

فائدہ : لام امر کو لام دعا بھی کہا جاتا ہے اگر دعاء میں استعمال ہو جیسا کہ فاکہی نے آجرومیہ میں کہا ہے کہ (ولام الدعاء وهی لام الامر فی الحقیقة ولکن سمیت لام الدعاء تأدیبا نحو لیقض علینا ربک)

اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے (اعلم ان طلب الفعل او ترکه ان کان من الادنی الی الاعلی سمی دعاء تادبا وسمیت اللام ولا حرفی دعاء نحو لیقض علینا ربک و نحو لا تؤاخذنا بما فعل االسفهاء منا ا و کذالک الامر بالصیغة یسمی فعل دعاء نحو رب اغفرلی)

فائدہ: جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (لام الامر مکسورة الا ذا وقعت بعد الواو والفاء فالاکثر تسکینها نحو فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ وقد تسکن بعد ثم)

(ولاء النهی) عوامل ملا حسن میں ہے کہ (ولاء النهی لطلب الترک و تدخل علی االصیغ مطلقا نحو لا یضربْ ولا تضربْ ولا اَضْرِبْ ولا نَضْرِبْ)

(واِنْ) عوامل ملا حسن میں ہے (واِنْ یدخل علی فعلین یُسَمّٰی الاولُ شرطاً والثانی جزاء)

## (شرط اور جزاء کا اعراب)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ شرط اور جزاء میں اعراب کے اعتبار سے مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شرط و جزا دونوں مضارع ہوں تو اس وقت دونوں میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ یَنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ ما قد سَلَف.

(تشریح)

(۲) اگر دونوں ماضی ہوں تو جزم محلی ہوتا ہے جیسے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ.

(۳) اگر اول ماضی اور ثانی مضارع ہو تو جزا میں جزم و رفع دنوں جائز ہیں مگر رفع کی صورت میں بھی جملہ محلا مجزوم ہوتا ہے اس بنا پر کہ وہ جزاء ہے شرط کی، نیز معلوم ہو کہ اس صورت میں جزم اَحْسن اور رفع حَسَن ہے جیسے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ .

(۴) اگر شرط و جزا دونوں مضارع ہیں مگر شرط پر (لَـــمْ) داخل ہے تو اس صورت میں جزا میں جزم و رفع دونوں جائز ہیں جیسے اِنْ لَمْ تَقُمْ اَقُمْ .

(۵) اگر اول مضارع اور ثانی ماضی ہو تو شرط پر لفظا جزم واجب ہے جیسے حدیث میں ہے من يقمْ لَيْلَةَ القدر ايمانا و احتسابا غُفرله ما تقدم من ذنبه. مگر معلوم ہو کہ یہ صورت بہت کم ہے۔

(۶) اگر جزا مضارع ہے مگر اس پر فا داخل ہو تو اس وقت جزا پر لفظا جزم ممتنع ہے مگر محلا مجزوم ہوتا ہے جیسے وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ منه .

(۷) اگر جزا جملہ ہو مگر مقترن ہو فا یا اذا سے تو اس صورت میں جملہ محلا مجزوم ہوگا جیسے (اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ. وَاِنْ تنتهوا فهو خيرٌ لكم . وإن تُصِبْهُمْ سيئة بما قدمت ايديهم اذاهم يقنطون ) مزید تحقیق کیلئے جامع الدروس ملاحظہ ہو۔

(شرط اور جزاء میں اصل کیا ہے؟)

ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ شرط کیلئے ضروری ہے کہ وہ جملہ فعلیہ ہو اور جزاء میں اولیٰ یہ ہے کہ وہ جملہ فعلیہ ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ جملہ اسمیہ ہو عبارت ملاحظہ ہو (ويجب فى الجملة الاُولىٰ ان تكون فعلية واما الثانية فالاصل فيها ان تكون فعلية ويجوز ان تكون اسمية نحو اِنْ جَاءَ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهُ وَاِنْ جَاءَ زَيْدٌ فَلَهُ الْفَضْلُ)

اور القواعد الاساسیہ میں ہے کہ شرط کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں۔

(ويجب فى الشرط ان يكون فعلا خبريا متصرفا غير مقترن بقد اولن او مالنا فية او السين او سوف) القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے (المراد بالفعل الخبرى ما ليس امر او لانها ولا مسبوقا باداة من ادوات الطلب ) اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے (المراد بالفعل الخبرى ماليس امرا ولا نهيا



(تشریح)

ولا مسبوقا باداة من ادوات الطلب كالاستفهام والعرض والتحضيض )

فائدہ : جامع الدروس وغیرہ میں ہے کہ اداۃ شرط کے بعد اگر اسم واقع ہو تو وہاں درحقیقت فعل مقدر ہوتا ہے عبارت ملاحظہ ہو (فان وقع اسم بعد ادلة من ادوات الشرط فهناك فعلٌ مقدر كقوله تعالى وان احد من المشركين اِسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ ) یہاں (اَحَدٌ) سے پہلے اِسْتَجَارَكَ فعل محذوف ہے اور دوسرا استجارک مُفَسِّرْ ہے محذوف استجارک کیلئے۔

(اَلْجَزْمُ بِالطَّلَبِ)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ مضارع اگر جواب واقع ہو مندرجہ ذیل چیزوں کا تو مضارع مجزوم ہوگا عبارت ملاحظہ ہو (اذا وقع المضارع جوابا بعد الطلب يُجْزَمُ كأن يقع بعد امرٍ او نهيٍ او استفهامٍ او عرضٍ او تحضيضٍ او تمنٍّ او ترَجٍّ نحو تعلم تَفُزْ

لا تَكْسَلْ تَسُدْ هل تفعل خيرا تُؤجرْ الا تزورُنَا تكن مسروراً

هَلَّا تجتهدُ تنلْ خيراً ليتنى اجتهدتُ اَكُنْ مسروراً لَعَلَّكَ تُطِيْعُ اللّٰهَ تفز بالسعادة ) اور جامع الدروس وغیرہ نحو کے کتابوں میں ہے کہ مذکورہ چیزوں کے جواب میں مضارع اسلئے مجزوم ہوتا ہے کہ یہاں ان شرطیہ فعل شرط کے ساتھ محذوف ہے لہٰذا مضارع (اِنْ) محذوف کی وجہ سے مجزوم ہے (وجزم الفعل بعد الطلب انما هو بان المحذوفة مع فعل الشرط فتقدير قولك جُدْ تَسُدْ. جُدْ فان تَجُدْ تَسُدْ و تقدير قولك هل تفعل خيرا تُؤجَرْ هل تفعل خيرا فان تفعل خيرا تُؤجَرْ وقِسْ على ذالك ) وقيل ان الجزم بالطلب نفسه لتضمنه معنى الشرط )

(فاء جزائیہ کا جزا پر لانا)

(وبدانکه چون جزائی شرط جمله اسمیه باشد ) یہاں سے ان مواضع کا بیان ہے جہان جزء پر فاء جزائیہ کا لانا ضروری ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ (فاء) کے اعتبار سے جزاء کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ متوسط شرح کافیہ میں ہے۔

## (تشریح)

(۱) وہ جزا جس پر فا کا دخول ممتنع ہو۔

(۲) وہ جزا جس پر فا کا دخول جائز ہو۔

(۳) وہ جزا جس پر فا کا دخول واجب ہو۔

انہیں تین مواضع کا بیان کافیہ میں یوں ہے۔

**(وان كان الجزاء بغير قد لفظاً او معناً لم تجز الفاء وان كان مضارعاً مثبتاً او منفياً بلا فالوجهان وإلّا فالفاء)** شرح متوسط میں ہے کہ **(اشارة الى بيان جزاء الذى يمتنع دخول الفاء عليه والجزاء الذى يجوز ولا يجب والجزاء الذى يجب)**

اس مقام کی تفصیل میں جانے سے پہلے ایک دو باتیں بطور تمہید ذہن نشین کیجئے۔

(۱) یہ کہ جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ شرط کیلئے ضروری ہے کہ وہ فعل خبری ہو احتراز ہوا انشاء سے اور فعل متصرف ہو، احتراز ہوا فعل غیر متصرف سے نیز مندرجہ ذیل حروف کے ساتھ مقترن نہ ہو قد. لَنْ. مانافیہ . سین .سوف.)

(۲) یہ ہے کہ جزا میں اولیٰ یہ ہے کہ وہ فعل شرط کے بمثل ہو جیسا کہ جامع الدروس، تصریح اور الفیہ میں ہے جب جزا شرط جیسا ہو تو دونوں کے درمیان ربط واقع ہے لہٰذا ربط پیدا کرنے کیلئے (فا) کے دخول کی ضرورۃ نہیں ہاں جب جزا شرط جیسا نہ ہو تو اب شرط اور جزاء کے درمیان ربط اور تعلق پیدا کرنے کیلئے جزاء پر (فا) جزائیہ کو داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے کہ **(والاصل فى جواب الشرط ان يكون كفعل الشرط اى الاصل فيه ان يكون صالحا لان يكون شرطا غير انه قد يقع جوابا ما هو غير صالح لان يكون شرطا فيجب حينئذ اقترانه بالفاء لتربطه بالشرط بسبب فقدُ المناسبة اللفظية حينئذٍ بينهما وتكون الجملة بِرُمَّتِهَا فى محل جزم على انها جواب الشرط و تسمى هذه الفاء فاء الجواب لوقوعها فى جواب الشرط وفاء الربط لربطها الجواب بالشرط)**

(۳) یہ کہ (فا) کو کیا مناسبت ہے کہ وہ یہاں ربط پیدا کرنے کیلئے جزاء پر داخل ہوتا ہے؟ تو اس کی وجہ تصریح میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ **(وخصت الفاء بذالک لما فيها من معنى السببية ولمناسبتها للجزا معنى وذالک من حيث ان معناها التعقيب بلا فصل كما ان الجزاء يتعقب على الشرط)**



## (تشریح)

نیز حاشیہ صبان میں ہے **(وخصت الفاء لما فيها من معنى السببية والتعقيب والجزاء مُتَسَبِّبٌ عن الشرط و متعقب عنه افاده فى التصريح)**

(۴) یہ ہے کہ (اِنْ) شرطیہ کے ئے دو تاثیر ہیں اول یہ کہ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اس کو تاثیر لفظی کہتے ہیں دوم یہ کہ فعل کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اگر چہ فعل ماضی پر داخل ہو اس کو بھی معنی میں مستقبل کے کر دے گا اس کو تاثیر معنوی کہتے ہیں۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد جان لو کہ (فا) کا جو دخول ہے جزا پر اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ حرف شرط قطعی طور پر جزا میں مؤثر ہے یا نہیں؟ لہٰذا اس اعتبار سے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) حرف شرط قطعی طور پر جزا میں مؤثر ہو تو اس وقت فا کا دخول جزا پر ممتنع ہے اس لئے کہ اس وقت ربط کی ضرورت نہیں۔

(۲) حرف شرط کے جزا میں تاثیر اور عدم تاثیر دونوں کا احتمال ہو تو اس وقت فا کا جزا پر داخل ہونا جائز ہے۔

(۳) حرف شرط جزا میں یقیناً مؤثر نہیں تو اس وقت فا کا دخول جزا پر واجب ہے تا کہ دلالت کرے کہ یہ جزا ہے۔

شرط کے اسی ضابطہ کا بیان متوسط شرح کافیہ میں یوں مذکور ہے ملاحظہ ہو عبارۃ **(والضابطة فيه انه ان اثر حرف الشرط فى الجزا معنى قطعا لم يجز دخول الفاء عليه لعدم الاحتياج وان احتمل تاثيره و عدم تاثيره فيه جاز الامر ان واذا لم يؤثر قطعا يجب دخول الفاء عليه ليدل على انه جواب الشرط**

**فاشار الى الاول** **بقوله واذا كان الجزا ماضيا بغير قد لفظاً اومعناً اى اذا كان الجزا ماضيا نحو ان ضربْتَ ضَرَبْتُ اومعنى نحو ان ضربْتَ لَمْ اَضْرِبْ ولم يكن به قد لفظاً ولا معناًلم يجز دخول الفاء عليه لتحقق تاثير حرف الشرط فيه حينئذ وهو جعله للاستقبال وانما قال بغير قَدْ لفظاً او معناً لانه لو كان مع قد لفظاً كقوله تعالىٰ ان يسرق فقد سرق اخ له من قبل او معنى كقوله تعالىٰ ان كان قميصه قد من قبل فصدقت اى فقد صدقت وجب دخول الفاء عليه لانتفاء تاثير حرف الشرط فيه لان الغرض الماضى المحقق)**

**واشار الى الثانى** **بقوله وان كان مضارعاً مثبتا او منفياً بلا فالوجهان اى وان كان الجزا مضارعاً مثبتا جاز الامران دخول الفاء من حيث انه جعل خبر مبتدأ محذوف فلم يؤثر فيه حرف الشرط**

## (تشریح)

نحو ان قمت فیقوم ای فھو یقوم و ترک الفاء من حیث انه لم یجعل خبر مبتدأ بل جواب الشرط وھو اولیٰ لان عدم الحذف اولیٰ من الحذف نحو ان قمت تقم و کذالک اذا کان الجزاء مضارعا منفیا جاز الوجھان دخول الفاء کقوله تعالیٰ ومن یؤمن بربه فلا یخاف بخسا ولا رھقا ان جعل لالنفی الاستقبال فلم یکن لحرف الشرط تاثیر فیه لامتناع اجتماع العلتین علی معمول واحد و جاز ترک الفاء ان جعل لا لمجرد النفی فکان لحرف الشرط تاثیر فیه فجعله الاستقبال وانما قید المنفی بلا لان المنفی بما اولن یجب دخول الفاء علیه لامتناع تاثیر حرف الشرط فیه لان المراد بالمنفی بما ھو الحال مع کونه جوابا للشرط وبالمنفی بلن ھو الاستقبال.

واشار الی الثالث بقوله والا فالفاء یعنی ان لم یکن الجزاء ماضیا بغیر قد لفظا او معنی ولم یکن المضارع مثبتا ولا منفیا بلا وجب دخول الفاء لا متناع تاثیر حرف الشرط فیه سواء کان جملة اسمیة کقوله تعالیٰ أفان مت فھم الخالدون او امرا کقوله تعالی قول ان کنتم تحبون الله فاتبعونی او نھیا کقوله تعالیٰ وان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار او استفھاما کقولک ان ترکتنا فمن یرحمنا او دعاء نحو ان اکرمتنا فیرحمک الله او کان ماضیا مقترنا بقد لفظاً او تقدیراً کما مر او منفیا بما ولم کما مر الی غیر ذالک)

### وہ جگہیں جہاں میں جزا پر فا کا دخول واجب ہے

القواعد الاساسیہ میں ہے کہ (ویجب ربط جواب الشرط بالفاء فی سبعة مواضع)

(۱) اذا کان جملة اسمیة نحو فان تعف فالعفو من شِیَم الکِرام

(۲) اذا کا ن فعلا جامدا نحو من یزرنی فلست اُقصّر فی اِکرامه

(۳) اذا کان فعل طلبیّاً نحو من سألک فاَجِبْهُ

(۴) اذا کان منفیاً بما اولنْ نحو من یأتِ اِلیَّ فما اَرُدُّهُ خائباً او فلنْ اُرده خائبا

(۵) اذا کان مقرونا بقد او السین او سوف نحو من مدحک بما لیسَ فیک فقد ذمّکَ وان اَسأت فستَندمُ او فسوف تندم.



## (تشریح)

(٦) اذا کان مُصَدَّراً باداة شرط نحو من یَزُرُکَ فَان کانَ حَسَنِ السِّیرةِ فاَکْرِمْهُ

**فائده:** کبھی ربط کیلئے جملہ اسمیہ میں (اذا فجائیہ) کو لایا جاتا ہے جیسا کہ نحو کی کتابوں میں ہے ملاحظہ ہو عبارۃ القواعد الاساسیہ کی (وقد تربط الجملة الاسمیة باذا الفجائیة کما تربط بالفاء وذالک اذا کانت اداة الشرط ان او اذا وکانت جملة الجواب خبریة موجبة غیر مقرونة بناسخ نحو وان تصبھم سیئةٌ بما قدمت ایدیھم اذا ھُمْ یَقْنَطُوْنَ)

### (طرز اجرا)

(س) مِنَ الْجَھْلِ (مِنْ) لفظ مستعمل ہے یا مُہمل؟

(ج) مستعمل ہے

(س) (مِنْ) مفرد ہے یا مرکب؟

(ج) مفرد ہے

(س) مفرد کی کونسی قسم ہے؟

(ج) حرف ہے۔

(س) معرب ہے یا مبنی؟

(ج) مبنی ہے

(س) مبنی الاصل ہے یا غیر اصل؟

(ج) مبنی الاصل یعنی حرف ہے۔

(س) من حرف عامل ہے یا غیر عامل؟

(ج) عامل ہے

## (طرز اجرا)

(س) عامل لفظی ہے یا معنوی؟

(ج) عامل لفظی ہے

(س) عامل لفظی کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ج) عامل لفظی کی تین قسمیں ہیں۔حروف۔افعال۔اسماء۔

(س) من کونسی قسم ہے؟

(ج) حرف عامل ہے۔

(س) حروف عامل میں سے کونسی قسم ہے؟

(ج) حرف جر ہے۔

(س) حرف جر کا مدخول اور عمل کیا ہے؟

(ج) مدخول اس کا اسم ہوتا ہے عمل اس کا اسم کے آخر میں جر دینا [illegible]

(س) یہاں (مِنْ) کا مدخول اور معمول کون ہے؟ نیز علامت جر [illegible]

(ج) مِن الجھل میں مدخول حرف جر کا (الجھل ) ہے اور [illegible] ره ہے۔

سوال: اَلْجَھْلِ لفظ مستعمل ہے یا مھمل؟

جواب: مستعمل ہے۔

(س) مفرد ہے یا مرکب؟

(ج) مفرد ہے

(س) کونسی قسم ہے؟

(ج) اسم ہے۔



## (طرز اجراء)

(س) معرب ہے یا مبنی؟

(ج) معرب ہے۔

(س) معرب کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ج) معرب کی دو قسمیں ہیں اسم متمکن جب ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع جب خالی ہو دو قسم کے نونات سے۔

(س) الجھل معرب کی کونسی قسم ہے؟

(ج) اسم متمکن ہے۔

(س) الجھل اسم معرفہ ہے یا نکرہ ؟

(ج) معرفہ یعنی معرفہ بالف ولام ہے۔

(س) مذکر ہے یا مؤنث؟

(ج) مذکر ہے۔

(س) واحد، تثنیہ اور جمع میں سے کونسی قسم ہے؟

(ج) واحد ہے۔

(س) اس کی اعراب حرکاتی ہے یا حروفی؟

(ج) حرکاتی ہے۔

(س) اعراب حرکاتی کی کتنی قسمیں ہیں اور الجھل کونسی قسم ہے؟

(ج) اعراب حرکاتی کی دس قسمیں ہیں۔الجھل کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے۔

(س) اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی کتنے اسماء پر آتا ہے اور (الجھل) ان میں کونسی قسم ہے؟

## (طرز اجراء)

(ج) اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی لسان عرب میں چہار اسماء پر آتا ہے یعنی مفرد منصرف صحیح، جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف، اسم منسوب اور (الجهل) مفرد منصرف صحیح ہے۔

(س) الجهل. عامل ہے یا معمول؟ (ج) معمول ہے (من) حرف جر کیلئے۔

**تنبیہ**: اسی طرح بقیہ عوامل یعنی تمام حروف عاملہ کو گذشتہ طرز پر قیاس کیا جائے اور مبتدی سے بار بار دریافت کیا جائے تو ان شاء اللّٰہ بہت فائدہ ہوگا کیونکہ مشہور ہے کہ (من كَرَّ قَرَّ).

(۱) اِنَّ العِلْمَ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ مِنَ الْجَهْلِ وَضِيَاءُ الْاَبْصَارِ

(۲) فَتَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ

(۳) اِنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ مُسْرِعَانِ فِيْ هَدْمِ الْاَعْمَارِ

(۴) مَا مَعْرُوْفُكَ ضَائِعاً

(۵) لَا اِيْمَانَ لمن لا امانَةَ له ولا دينَ لمن لا عهد له

(۶) لا سيفَ ولا رمح فی جانب العقل والرأی

(۷) قال لقمان لابنه يا بنيَّ اتخذ الف صديق والف قليل ولا تتخذ عدوًّا واحدا والواحد كثير.

(۸) عَلَيْكَ اَنْ تَصْحَبَ ذَالْعَقْلِ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ كَرَمَهُ اِنْتَفِعْ بِعَقْلِهِ.

(۹) ومن لم يجتنب مصادقة الاحمق او شک ان يتخلق باخلاقه

(۱۰) انما بعثتُ لِاُتمِمَ مكارمَ الاخلاق.

## ﴿ نحو میر ﴾

### باب دوم در عمل افعال

بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست وافعال در اعمال بر دو گونہ است۔ قسم اول معروف بدانکہ فعل معروف خواہ لازم باشد یا متعدی فاعل را بر فع کند چون قَامَ زَيْدٌ و ضَرَبَ عَمْرٌو.



## (طرز المبتدی)

**(قوله باب دوم در عمل افعال)** یعنی دوسرا باب افعال کے عمل میں ہے۔

**(قوله بدانكه هيچ فعل غير عامل نيست)** جاننا چاہئے کہ کوئی فعل ایسا نہیں ہے جو عمل نہ کرتا ہو۔

**فائدہ**: صاحب نحو میر لفظ (ہیچ فعل) میں اشارہ کرتا ہے کہ افعال بہت ہیں اور وہ آٹھ ہیں (۱) فعل متعدی (۲) فعل لازمی (۳) فعل متصرف (۴) فعل غیر متصرف (۵) فعل تام (۶) فعل ناقص (۷) فعل معروف (۸) فعل مجہول ان آٹھ افعال میں سے کوئی فعل غیر عامل نہیں ہوتا ہے۔ پھر یہ افعال دو قسم میں منحصر ہوں گے اول معروف، دوم مجہول۔ اب یہاں سے فعل معروف کے عمل کا بیان ہو رہا ہے اور فعل مجہول کا بیان بعد میں آئے گا۔

**فعل معروف**: وہ ہے کہ اس کا فاعل مذکور ہو اور اس کو فعل معلوم بھی کہتے ہیں پھر فعل معروف دو قسم پر ہے اول لازمی، دوم متعدی۔

**فعل لازمی**: وہ ہے کہ اس کا اثر فاعل سے مفعول بہ کی طرف تجاوز نہ کرے جیسے ذَهَبَ سَعِيْدٌ. لہٰذا فعل لازمی فاعل کا محتاج ہوتا ہے نہ کہ مفعول بہ کا۔ اور فعل متعدی وہ ہے کہ فعل کا اثر فاعل سے مفعول بہ کی طرف تجاوز کرے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرواً (زید نے عمرو کو مارا) لہٰذا فعل متعدی فاعل کا محتاج ہوتا ہے کہ اس فعل کو پیدا کرے۔ اسی طرح مفعول بہ کا محتاج ہوتا ہے تاکہ یہ فعل اس پر واقع ہو۔

### فعل معروف کا عمل

جاننا چاہئے کہ فعل معلوم خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے قَامَ زَيْدٌ (زید کھڑا ہے) یہ فعل لازمی کی مثال ہے و ضَرَبَ زَيْدٌ (زید نے مارا) یہ فعل متعدی کی مثال ہے دونوں مثالوں میں دونوں فعلوں نے اپنے اپنے فاعل کو رفع دیا ہے۔

## (تشریح)

**(باب دوم در عمل افعال)** علامہ سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد اول میں کہا ہے کہ عمل اصل ہے فعل میں اور فرع ہے اسم اور حرف میں لہٰذا فعل کے عمل سے سوال کرنا کہ یہ کس سبب سے عامل ہے؟ مناسب نہیں رہا اسم و حرف ان کے عمل سے سوال کرنا مناسب ہے کہ کہا جائے کہ یہ اسم یا حرف کس سبب سے عامل ہیں۔

(تشریح)

عبارت ملاحظہ ہو(العمل اصل فی الافعال فرع فی الاسماء والحروف فما وجد من الاسماء والحروف عاملاً فینبغی ان یسأل عن الموجب لعمله کذا فی شرح الجمل)

یادرہے کہ(اصالة فی العمل) سے مراد یہ ہے کہ وہ خود بنفسہ عامل ہو نہ کسی اور سبب سے جیسا کہ سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں ہے کہا ہے کہ(ومعنی الاصالة ان یعمل بنفسه لابسبب غیره).

(بدانکه هیچ فعل غیر عامل نیست) علامہ برکوی نے الاظہار والعوامل میں کہا ہے کہ(فکل فعل یرفع و ینصب معمولات کثیرة) اور بین السطور میں ہے کہ (الفعل مطلقا سواء کان لازما اور متعدیا تاما او ناقصامعروفااو مجهولا متصرفا او غیره فعل قلب اولا)

(فعل معروف) جامع الدروس جلداول میں ہے کہ(فالفعل المعلوم ما ذُکر فاعله فی الکلام نحو مَصَّرَ الْمَنْصُوْرُ بغداد ای جَعَلَهَا مِصْراً)

(فعل لازمی) جامع الدروس جلداول میں ہے(الفعل اللازم هو مالا یتعدی اثره فاعله ولا یتجاوزه الی المفعول به بل یبقی فی نفس فاعله مثل ذَهَبَ سَعِیْدٌ وسَافَرَ خَالِدٌ)

جامع الدروس جلد اول میں ہے کہ فعل متعدی وہ ہے جس میں فعل کا اثر فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ تک پہنچتا ہے عبارت ملاحظہ ہو(الفعل المتعدی هو ما یتعدی اثره فاعله و یتجاوزه الی المفعول به مثل فَتَحَ طَارِقٌ الْاَنْدُلُس وهو یحتاج الی فاعل یفعله و مفعولٍ به یقع علیه ویسمی ایضاً الفعل الواقع لوقوعه علی المفعول به والفعل المجاوز لمجاوزته الفاعل الی المفعول به)

فعل متعدی کی دو قسمیں ہیں

**فائدہ:** جامع الدروس جلداول میں ہے کہ فعل متعدی کی دو قسمیں ہیں متعدی بنفسہ اور متعدی بغیرہ۔ عبرت ملاحظہ ہو (الفعل المتعدی اما متعدٍ بنفسه واما متعدٍ بغیره فالمتعدی بنفسه ما یصل الی المفعول به مباشرةً ای بغیر واسطة، حرف الجر مثل بریتُ الْقَلَمَ و مفعوله یسمی صریحاً والمتعدی بغیره ما یصل الی المفعول به بواسطة حرف الجر مثل ذَهَبُ بِکَ بمعنی اَذْهَبْتُکَ و مفعوله یسمی غیر صریح



(تشریح)

وقد یأخذ المتعدی مفعولین احدهما صریحٌ والآخر غیر صریح نحو اَدُّوا الامانات الی اهلها منصوب محلا علی انه مفعول به غیر صریح)

فعل متعدی ولازمی کی علامت

جامع الدروس جلداول میں علامت فعل متعدی کی یہ بتایا ہے کہ(وعلامته ان یقبل هاء الضمیر التی تعود الی المفعول به مثل اِجْتَهَدَ الطالبُ فَاَکْرَمَهُ استاذه . اما هاء الضمیر اللتی تعود الی الظرف او المصدر فلا تکون دلالة علی تعدی الفعل ان لحقته فالاول مثل یوم الجمعة سرته والثانی مثل تجمل بالفضیلة تجملا کان یتجمله سلفک الصالح فالهاء فی المثال الاول فی موضع نصب علی انها مفعول فیه وفی المثال الثانی فی موضع نصب علی انها مفعول مطلق) اور شرح مکودی بر آجرومیہ کے حاشیہ میں ہے کہ مصدر کا (ھـــــا) متعدی ولازمی دونوں کے ساتھ لاحق ہوتا ہے عبارت ملاحظہ ہو(والتقیید ها غیر المصدر للاحتراز عن هاء المصدر فانها تتصل باللازم والمتعدی نحو اَلْمُرور مررتُهُ والضَرْب ضَرَبْته)

اور فعل لازم کے بارے میں جامع الدروس میں ہے کہ(مَتٰی یکونُ الفعلِ لازماً) آگے لکھتا ہے(یکون الفعل لازماً اذا کان من افعال السجایا والغرائز ای الطبائع وهی مادلت علی معنی قائم بالفاعل لازمٍ له و ذالک مثل شَجُع و جَبُنَ وحَسُنَ و تَبُعَ اور دَلَّ علی هیئة مثل طَال و قَصَر وما اشبه ذالک

او علی نظافةٍ کَطُهرَ الثوبُ و نَظُفَ

او علی دنسٍ کوَسِخَ الْجِسْمُ و دَنَسَ و قَذِرَ

او علی عرضٍ غیر لازمٍ ولا هو حرکةٌ کَمَرِضَ و کَسِلَ و نَشِطَ و فَرِحَ و حَزِنَ و شَبِعَ و عطِش

او علی لون کا حْمَرَّ او اخْضَرَّ اَدِمَ

او علی عیب کَعَمِشَ و عَوِرَ

او علی حلیة کَنَجِلَ و دَعِجَ و کَحَلَ.

## (تشریح)

او کان مُطاوعاً لفعلٍ متعدٍّ الی واحد کمددت الحَبْلَ فامْتَدَّ

او کان علی وزن فعُلَ المضموم العین کحَسُنَ و شَرُفَ و جَمُلَ و کَرُمَ

او علی وزن اِنْفَعَلَ کانْکَسَرَ وانْحَطَمَ وانْطَلَقَ

او علی وزن اِفْعَلَّ کاغْبَرَّ وازْدَرَّ

او علی وزن اِفْعَالَّ کازْوَارَّ

او علی وزن اِفْعَلَلَّ کاقْشَعَرَّ

او علی وزن اِفْعَنْلَلَ کاحْرَنْجَمَ و اِقْعَنْسَسَ

اور حاشیہ اظہار للبرکوی میں ہے کہ فعل متعدی کی جاننے کیلئے ضابطہ یہ ہے کہ جوفعل تمام بدن سے ہوتا ہو وہ لازمی ہے جیسے قَامَ وَذَھَبَ اور جوفعل بدن کے ایک عضو سے یا قلب (دل) اور یا حس سے ہوتا ہو وہ متعدی ہے جیسے ضَرَبَ و عَلِمَ و ذَاقَ اور آخر میں ہے (وھذا استقرائی جائز التخلف والحق ان متعلق الفعل ان کان مایستغنی عن تصریحہ فلازم والا فمتعد)

جامع الدروس جلداول میں ہے کہ فعل لازمی تین چیزوں سے متعدی ہوتا ہے۔

(١) یہ ہے کہ فعل لازمی باب افعال کی طرف منقول ہو جیسے اَکْرَمْتُ الْمُجْتَھِدَ کہ مجرد اس کا (کَرُمَ) ہے اور (کَرُمَ) فعل لازمی ہے جب اس کو باب افعال (اکرمت) کی طرف نقل کیا گیا تو متعدی ہوا۔

(٢) یہ ہے کہ فعل لازمی باب تفعیل کی طرف منقول ہو جیسے عَظَّمْتُ الْعُلَمَاءَ کہ مجرد اس کا (عَظُمَ) ہے اور عَظُمَ فعل لازمی ہے جب اس کو باب تفعیل (عَظَّمْتُ) کے طرف نقل کیا گیا تو متعدی ہوا۔

(٣) فعل لازمی متعدی ہو حرف جر کے واسطہ سے جیسے خَرَجْتُ بہٖ کہ خَرَجْتُ قبل از الحاق (با) لازمی ہے جب (با) کو لاحق کیا گیا تو متعدی ہوا۔ عبارت ملاحظہ ہو (یصیر الفعل متعدیا باحد ثلاثۃ اشیاء اما نقلہ الی باب اَفْعَلَ مثال اکرمت المجتھد واما بنقلہ الی باب فَعَّلَ الْمُضَعَّف العین مثال عظَّمْتُ الْعُلَمَاءَ واما بواسطۃ حرف الجر مثل اعرض عن الرذیلۃ و تَمَسَّکَ بالفضیلۃ)

نیز جاراللہ زمخشری نے انموذج میں اسباب تعدیہ کو تین شمار کیا ہے عبارت ملاحظہ ہو (و للتعدیۃ ثلاثۃ اسباب الھمزۃ



## (تشریح)

وتثقیل الحَشْو و حرف الجر نحو اَذْھَبْتُہٗ و فَرَّحْتُہٗ و خَرَجْتُ بہٖ)

محمد بن عبدالغنی نے شرح انموذج میں کہا ہے کہ (اقول التعدیۃ جعل الشئی متعدیا و ذالک الشئی قد یکون لازما فیجعل متعدیا الی مفعول واحد کالامثلۃ المذکورۃ فان کُلاًّ من ذَھَبَ و فَرِحَ و خَرَجَ لازم وقد صَارَ بالھمزۃ والتشدید والباء متعدیا الی مفعول واحد وقد یکون متعدیا فی الاصل الی واحد فیجعل متعدیا الی اثنین نحو عَلَّمْتُہُ الْقُرْاٰنَ فان عَلِمَ بمعنی عَرَفَ متعد الی مفعول واحد وبالتشدید صار متعدیا الی اثنین فیجعل متعدیا الی ثلاثۃ نحو اَعْلَمْتُ زیداً عمراً فَاضِلاً فان علم المتعدی الی مفعولین قد صار بالھمزۃ متعدیا الی ثلاثۃ)

**تتمہ** : فعل متصرف وہ ہے جو معانی کے ادا کرنے کی غرض سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہو پھر فعل متصرف دو قسم پر ہے جیسا کہ جامع الدروس جلداول میں ہے اول تام التصرف، دوم ناقص التصرف۔ تام التصرف وہ ہے کہ اس کے لئے ماضی، مضارع، امر وغیرہ گردانیں آئیں اور ناقص التصرف وہ ہے کہ اس کیلئے بعض گردانیں آئیں جیسے ماضی ومضارع یا مضارع وامر۔ عبارت ملاحظہ ہو (وناقص التصرف وھو مایأتی منہ فعلان فقط اِمَّا الماضی والمضارع مثل کادَ یکادُ واَوْشَکَ یُوْشِکُ وما زالَ وما یَزَالُ وما انفکَّ وما یَنْفَکُّ وما بَرِحَ وما یَبْرَحُ وکلھا من الافعال الناقصۃ واِمَّا المضارع والامر نحو یَدَعُ و دَعْ و یَذَرُ و ذَرْ)

اور فعل متصرف کے مقابلہ میں فعل غیر متصرف ہے اس کا دوسرا نام فعل جامد ہے کتاب موسوعہ میں فعل جامد کی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے (الفعل الجامد ھو الفعل الذی یلازم صیغۃً واحدۃً لا یُفارقھا وھو ثلاثۃ انواع)

(١) الملازم للماضی منہ افعال المدح والذم نعم بئس ساء حَبَّذا و فعلا التعجب ما اَفْعَلَہٗ و اَفْعِلْ بہٖ وافعال الاستثناء خَلا عَدَا حاشَا و اخوات کَادَ التالیۃ کَرُبَ عَسٰی. حَرٰی. اِخْلَوْلَقَ. اَنْشَاءَ. اَخَذَ ومنہ ایضاً مادامَ. لَیْسَ. کَثُرَمَا. قَلَّمَا. شَدَّ مَا. طَالَمَا. سُقِطَ فی یدہ. ھَدَّ) جامع الدروس میں ہے کہ سُقِطَ بمعنی نَدِمَ فعل جامد ہے۔ (ومنھا ھَدَّ فی قولھم ھذا رجل ھَدَّکَ من رجل ای کفاک من رجل)

(٢) الملازم للامر نحو ھَبْ. تَعَلَّمْ. ھَاتِ. تعال. ھَلُمَّ فی لغۃ تمیم.

(٣) الملازم للمضارع نحو یَھِیْطُ بمعنی یَصِیْحُ و یَضِجُّ) مزید تفصیل وتحقیق کیلئے جامع الدروس جلداول

## (تشریح)

بحث فعل جامد کو دیکھا جائے۔

ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے کہ چھ افعال کے علاوہ بقیہ تمام افعال متصرف ہیں (وکل الافعال تتصرف الاستة افعال وهی نِعْمَ و بِئْسَ وعَسٰی و لَیْسَ و فعل التعجب و حَبَّذَا ۔

**فـائـده** : فاعل کی تقدیم فعل پر عند البصر یین جائز نہیں جیسا کہ ابن عقیل جلد اول بحث فاعل میں ہے عبارت ملاحظہ ہو (ولایجوز تقدیمه علی رافعه فلا تقول الزیدانِ قامَ)

## ﴿ نحو میر ﴾

وشش اسم را نصب کند اول مفعول مطلق را چون قَامَ زَیْدٌ قِیَاماً و ضَرَبَ زَیْدٌ ضَرْباً دوم مفعول فیہ را چون صُمْتُ یَوْمَ الْجُمعةِ و جَلَسْتُ فَوْقَکَ سوم مفعول معہ را چون جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّات اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ چہارم مفعول لہ را چون قُمْتُ اِکْرَاماً لِزَیْدٍ و ضَرَبْتُهٗ تَادِیْباً پنجم حال را چون جَاءَ زَیْدٌ رَاکِباً ششم تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل با فاعل ابہامی باشد چون طَابَ زَیْدٌ نَفْساً اما فعل متعدی مفعول بہ را نصب کند چون ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً واین عمل فعل لازم را نباشد۔

## (طرز المبتدی)

(قوله و شش اسم را نصب کند) یعنی فعل خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع دیتا ہے اور چھ اسموں کو یعنی (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول فیہ (۳) مفعول معہ (۴) مفعول لہ (۵) حال (۶) اور تمیز کو نصب دیتا ہے۔

اور چھ اسموں کی مثالیں یہ ہیں۔

(۱) مفعول مطلق جیسے قَامَ زَیْدٌ قِیَاماً (زید کھڑا ہوا کھڑا ہونا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے مفعول مطلق (قِیَاماً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (زید) کو رفع دیا ہے۔ وَضَرَبَ زَیْدٌ ضَرْباً (مارا زید نے مارنا) یہ فعل متعدی کی مثال ہے جو مفعول مطلق (ضَرْباً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (زَیْدٌ) کو رفع دیا ہے۔

دوم مفعول فیہ جیسے صُمْتُ یَوْمَ الجمعةِ (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے مفعول فیہ ظرف زمان (یَوْمَ الْجمعة) کو نصب دیا ہے اور فاعل (التاءُ) کو محلا رفع دیا ہے کیونکہ ضمیر مبنی ہوتی و جَلَسْتُ فَوْقَکَ



## (طرز المبتدی)

(میں تیرے اوپر بیٹھا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے مفعول فیہ ظرف مکان (فَوْقَکَ) کو نصب دیا ہے اور فاعل (التاء) کو محلا رفع دیا ہے۔

سوم مفعول معہ جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ (سردی جبون کے ساتھ آ گیا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے مفعول معہ (والجبات) کو نصب دیا ہے علامت نصب یہاں جُبَّاتِ میں کسرہ ہے کیونکہ (جُبَّاتِ) جمع مؤنث سالم ہے جس میں حالت نصبی حالت جری کی تابع ہوتی ہے لہٰذا حالت نصبی کسرہ کی شکل میں آیا کرتا ہے اس لئے (جُبَّاتِ) پر کسرہ آیا ہے اب یہی کسرہ نصب ہے اور فاعل (اَلْبَرْدُ) کو رفع دیا ہے۔

چہارم مفعول لہ جیسے قُمْتُ اِکْرَاماً لِزَیْدٍ (میں زید کی تعظیم کیلئے کھڑا ہوا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے مفعول لہ (اکراماً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (التاءُ) کو محلا رفع دیا ہے و ضَرَبْتُهٗ تَادِیْباً (میں نے اسے ادب سکھانے کیلئے مارا) یہ فعل متعدی کی مثال ہے جس نے مفعول لہ (تادیباً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (التا) کو محلا رفع دیا ہے۔

پنجم حال جیسے جَاءَ زَیْدٌ رَاکِباً (زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) یہ فعل لازم کی مثال ہے جس نے حال (راکباً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (زَیْدٌ) کو رفع دیا ہے۔

ششم تمیز جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْساً (زید اپنے ذات کے اعتبار سے اچھا ہے) یہ فعل لازمی کی مثال ہے جس نے تمیز (نَفْساً) کو نصب دیا ہے اور فاعل (زَیْدٌ) کو رفع دیا ہے۔

**فائدہ** : تمیز باب تفعیل کا مصدر ہے لغت میں بمعنی (جدا کرنا، ممتاز کرنا) اصطلاح میں اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی مبہم چیز کے ابہام کو دور کرے پھر تمیز کی دو قسم ہیں۔

اول وہ تمیز جو کہ فعل اور فاعل کے مابین نسبت و تعلق میں جو ابہام ہو اس کو دور کرے تو اس وقت اس تمیز میں عامل فعل ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْساً یہاں (طَابَ) فعل کی نسبت ہے (زَیْدٌ) فاعل کی طرف مگر اس نسبت میں ابہام ہے یعنی معلوم نہیں کہ زید جو اچھا ہے از روئے علم کے ہے یا نفس وذات کے یا کسی اور چیز کے سبب سے جب (نَفْساً) تمیز کو ذکر کیا گیا تو (نفساً) نے اس ابہام کو دور کیا جو (طَابَ) فعل اور اس کے فاعل (زَیْدٌ) کے درمیان تھا۔ یاد رہے کہ یہاں فعل کی عمل میں تمیز کی یہی قسم مراد ہے یعنی فعل تمیز کی دو قسموں میں سے فقط اسی قسم میں عامل ہے چنانچہ صاحب نحو میر نے کہا ہے

## (طرز المبتدی)

کہ (ششم تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل با فاعل ابہامی باشد)

دوسری قسم تمیز یہ ہے کہ ایسے ابہام کو دور کرے جو کسی مفرد میں موجود ہو جیسے عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتاً (میرے پاس ایک رطل ہے از روئے تیل زیتون کے) یہاں لفظ (زَیْتاً) نے اس ابہام کو دور کیا ہے جو (رطل) میں موجود تھا یعنی معلوم نہیں تھا کہ ایک رطل دودھ ہے، گھی ہے، یا شہید ہے یا کیا چیز ہے؟ جب (زَیْتاً) تمیز کو ذکر کیا گیا تو اس نے (رطل) سے ابہام کو دور کیا اور مقصود کو واضح کیا کہ (رطل) سے مراد زیتون کا تیل ہے مگر یہاں فعل کے عمل میں یہ قسم مراد نہیں کیونکہ اس قسم کا ناصب فعل نہیں ہوتا بلکہ خود وہ اسم مفرد ہے جسے اسم تام کہتے ہیں اور اس کی تفصیل باب، سوم اسماء عاملہ میں آئے گی۔

<u>فائدہ</u> فعل متعدی مفعول بہ کو بھی نصب دیتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً یہاں ضَرَبَ فعل متعدی ہے اور مفعول بہ عمراً کو نصب دیا ہے اور فاعل (زَیْدٌ) کو رفع دیا ہے مگر یہ عمل فعل لازم کیلئے نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ مفعول بہ نہیں چاہتا۔
الحاصل فعل متعدی فاعل کو رفع اور سات چیزوں کو نصب دیتا ہے فعل لازمی فاعل کو رفع اور چھ چیزوں کو نصب دیتا ہے۔

## (تشریح)

(شش اسم را بنصب کند) عوامل برکوی میں ہے کہ وہ معمول جو منصوب ہوتا ہے اس کی تقدیم فعل پر جائز ہے (فکل فعل یرفع و ینصب معمولات کثیرة و یجوز تقدیم منصوب علیه) کتاب مذکور کی حاشیہ میں ہے (لقوته فی العمل) عوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ اس حکم سے افعال مقاربہ اور بعض افعال ناقصہ مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ بعض افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ کی خبر ان پر مقدم نہیں ہو سکتی۔
(واین عمل فعل لازم را نباشد) عوامل برکوی میں ہے کہ فعل دو قسم پر ہے اول متعدی، دوم لازمی مگر فعل لازمی مفعول بہ کو بغیر واسطہ حرف جر کے نصب نہیں دے سکتا۔ ملاحظہ ہو عبارت (وهو علی نوعین لازم و متعدفا للازم ما یتم فهمه بغیر ما وقع علیه الفعل نحو قَعَدَ زَیْدٌ وَلَا یَنْصِبُ المفعول به بغیر حرف الجر) جامع الدروس جلد اول کے حاشیہ میں ہے کہ فعل لازمی کا مفعول بہ غیر صریحی ہے اعراب کے اعتبار سے حرف جر کی وجہ سے مجرور لفظاً ہوتا ہے مگر معنیً و محلاً منصوب ہوتا ہے عبارت ملاحظہ ہو (المفعول هنا غیر صریح وهو مجرور لفظاً منصوب محلا کما تقدم)



## ﴿ نحو میر ﴾

فصل بدانکہ فاعل اسمے است کہ پیش از وی فعلے باشد مسند بدان اسم بر طریق قیام فعل بدان اسم چون زَیْدٌ در ضَرَبَ زَیْدٌ ومفعول مطلق مصدریست کہ واقع شود بعد از فعلے وآن مصدر بمعنی آن فعل باشد چون ضَرْباً در ضَرَبْتُ ضَرْباً و قِیَاماً در قُمْتُ قِیَاماً ومفعول فیہ اسمیست کہ فعل مذکور درو واقع شود واورا ظرف گویند وظرف بر دو گونہ است ظرف زمان چون یَوْمَ در صُمْتُ یَوْمَ الْجُمْعَةِ وظرف مکان چون عِنْدَ در جَلَسْتُ عِنْدَکَ ومفعول معہ اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واو بمعنی مَعَ چون وَالْجُبَّاتِ در جَاءَ الْبُرْدُ وَالْجُبَّاتِ ای مَعَ الْجُبَّاتِ

## (طرز المبتدی)

(قوله فصل بدانکه فاعل اسمیست) اس سے پہلے فعل معلوم کے عمل کا بیان تھا اب یہاں سے جن چیزوں یعنی فاعل . مفعول مطلق. مفعول فیه . مفعول معه . مفعول لهٗ. حال .تمیز. اور مفعول به میں فعل معلوم عامل تھا ان کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ بعض احکام کو بھی ذکر کیا جا رہا ہے۔
سب سے پہلے فاعل کی تعریف۔ فاعل لغت میں بمعنی (کرنے والا) اصطلاح میں فاعل وہ اسم ہے جس کے اندر چار شرطیں پائے جائیں مگر شرائط سے پہلے تین فوائد کا جاننا ضروری ہے۔

<u>فائدہ (۱)</u>: نسبت دو قسم پر ہے۔ اول نسبت قیامی، دوم نسبت وقوعی۔ نسبت قیامی اس کو کہتے ہیں کہ فعل یا شبہ فعل (کی نسبت) اپنے فاعل کی طرف ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ.
نسبت وقوعی فعل مجہول یا اسم مفعول کی نسبت اپنے نائب فاعل کی طرف ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ.

<u>فائدہ (۲)</u>: عامل اور معمول کی بحث میں شبہ فعل سے مراد وہ چیزیں ہیں جو فعل کے ساتھ عمل میں مشابہ ہوں وہ چیزیں اسم فاعل .اسم مفعول . صفت مشبه . مصدر . اسم فعل . افعل التفضیل. ظرف اور جار و مجرور ہیں مگر یہاں بحث فاعل میں اسم مفعول مستثنیٰ ہے کیونکہ اسم مفعول فعل مجہول کا عمل کرتا ہے لہٰذا اس کے لئے فاعل نہیں ہوتا ہے۔

<u>فائدہ (۳)</u>: یہ ہے کہ فاعل اور اسم فاعل میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ فاعل معمول ہوتا ہے جیسے لفظ زَیْد. ضَرَبَ زَیْدٌ میں۔ رہا اسم فاعل یہ عامل ہوتا ہے اور صیغہ صفت کا ہوتا ہے جیسے ضَارِبٌ اور اس کا بیان باب سوم میں آنے والا ہے

## (طرز المبتدی)

ان تین فوائد کے بعد جان لو کہ فاعل کے لئے چار شرطیں ہیں۔

شرط اول یہ ہے کہ فاعل اسم ہو

شرط دوم یہ ہے کہ اس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو۔

شرط سوم یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کی نسبت اس اسم کی طرف ہو۔

شرط چہارم یہ ہے کہ نسبت فعل یا شبہ فعل کی بطریق قیام ہو یعنی وہ فعل وشبہ اس اسم کی طرف اس طرح مسند ہو کہ وہ فعل و شبہ فعل اس کے ساتھ قائم ہو۔ احتراز ہوا نائب فاعل سے کیونکہ نائب فاعل کی طرف اگر چہ فعل وشبہ فعل مسند ہے مگر یہ نسبت بطریق وقوع ہے یعنی اس اسم پر فعل وشبہ فعل کا وقوع ہوتا ہے جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ (مارا گیا زید)

موافقی مثال اس فاعل کی کہ اس سے پہلے فعل ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ (زید نے مارا) یہاں ضَرَبَ زَيْدٌ میں (زَيْدٌ) ایک اسم ہے جس سے پہلے ضَرَبَ فعل ہے جو زید کی طرف مسند ہے اور اس کے ساتھ قائم ہے مگر اس پر واقع نہیں۔ موافقی مثال اس فاعل کی کہ اس سے پہلے شبہ فعل ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ (زید کا باپ کھڑا ہے) اس مثال میں (اَبُوْهُ) اسم ہے اس سے پہلے (قَائِمٌ) شبہ فعل ہے جو (اَبُوْهُ) کی طرف مسند اور اس کے ساتھ قائم ہے مگر اس پر واقع نہیں۔

**(قوله و مفعول مطلق)** اور مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل کے بعد آوے اور اس فعل کے معنی میں ہو جیسے ضَرْباً ضَرَبْتُ ضَرْباً میں یعنی (مارا میں نے مارنا) اس مثال میں (ضَرْباً) مفعول مطلق ہے جو مصدر ہے اور (ضَرَبْتُ) فعل کے بعد واقع ہے۔ اور اس فعل کے معنی میں ہے۔

مگر یادر ہے کہ مصدر فعل کی مجموعہ معنی میں نہیں ہیں کیونکہ فعل اصطلاحی کی مجموعہ معنی میں تین چیزیں ہیں۔ اول معنی مصدری، دوم زمانہ، سوم نسبت الی الفاعل بلکہ ہم معنی ہونے سے مطلب یہ ہے کہ فعل کی مجموعہ معنی میں ایک جز مصدر ہے اس مصدری معنی میں مفعول مطلق اور فعل مشترک ہے۔ مثلاً ضَرَبْتُ ضَرْباً کی معنی ہے (مارا میں نے مارنا) اس معنی میں جو (مارنے) کا تکرار ہے تو پہلا (مارنا) ضَرَبْتُ فعل کی معنی مصدری ہے اور دوسرا (مارنا) ضَرْباً مفعول مطلق کی معنی ہے اور اسی مصدری معنی میں جو (مارنا) ہے دونوں مشترک ہیں۔

**فائدہ**: مفعول مطلق تین قسم پر ہے۔



## (طرز المبتدی)

(۱) تاکیدی جو فعل کی تاکید کیلئے استعمال ہوتا ہے (۲) نوعی جو بیان نوع وقسم کے لئے ہوتا ہے (۳) عددی جو بیان عدد اور حساب کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر ان تین قسموں کی تفصیل سے پہلے ایک فائدے کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ فِعْلَةٌ کسر (فا) سے یہ وزن نوع کے لئے استعمال ہوتا ہے اور فَعْلَةٌ فتح (فا) سے یہ وزن عدد کیلئے استعمال ہوتا ہے اس تمہیدی فائدے کے بعد اب ان تین قسموں کی بیان یوں ہے۔

کہ دیکھا جائے گا کہ مفعول مطلق کی معنی فعل سے زائد ہے یا نہیں۔ اگر زائد نہیں اس مفعول مطلق تاکیدی کہتے ہیں جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً (مارا میں نے مارنا) اگر زائد ہے تو دیکھا جائے گا کہ نوع کے طریقے پر زائد ہے یا عدد کے طریقے پر اگر نوع کے طریقے پر زائد ہے تو اس کو مفعول مطلق نوعی کہتے ہیں جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْمُصَلِّيْ (بکسر جیم (میں نمازی کا سا بیٹھنا بیٹھا) یہاں دو مصدر ہیں (۱) (جُلُوْس) جو فعل جَلَسْتُ کی معنی ہے (۲) (جِلْسَةٌ) جو مفعول مطلق ہے مگر (جِلْسَةٌ) کا معنی فعل کے معنی (جُلُوْس) سے زائد ہے کیونکہ فعل سے جو جلوس اور بیٹھنا مفہوم ہوتا ہے وہ مطلق ہے۔ اور مفعول مطلق سے جو مصدری معنی مفہوم ہوتا ہے وہ مقید ہے (نماز کے بیٹھنے) کے ساتھ لہٰذا اس تقیید کی بنا پر مفعول مطلق کا معنی فعل کی معنی سے زائد ہوئی۔

اگر عدد کے طریقے پر مفعول مطلق کا معنی فعل کے معنی سے زائد ہے تو اس کو مفعول مطلق عددی کہتے ہیں جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً (بفتح جیم) (بیٹھا میں ایک دفعہ بیٹھنا) اس مثال میں بھی دو مصدر ہیں ایک تو (جَلَسْتُ) فعل کا معنی ہے، دوسرا (جَلْسَةً) مفعول مطلق ہے مگر مفعول مطلق کا معنی فعل کے معنی سے زائد ہے کیونکہ جو مصدر فعل سے مفہوم ہوتا ہے وہ مطلق ہے اور مفعول مطلق سے جو مصدری معنی مفہوم ہوتا ہے وہ مقید ہے (ایک دفعہ کے بیٹھنے) کے ساتھ لہٰذا اس تقیید کی بنا پر مفعول مطلق کا معنی فعل کے معنی سے زائد ہوئی۔

**(قوله و مفعول فيه)** اور مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ فعل مذکور اس میں واقع ہو اس کو ظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ اول ظرف زمان جیسے صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا) اس مثال میں (يَوْمَ) ظرف زمان ہے دوم ظرف مکان جیسے جَلَسْتُ عِنْدَكَ میں (عِنْدَ)۔

**(قوله و مفعول معه)** اور مفعول معہ وہ اسم ہے کہ ذکر کیا جائے واو کے بعد جو کہ معنی میں مع کے ہو جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ ای مَعَ الْجُبَّاتِ.

## (تشریح)

(بدانکه فاعل اسمیست ) فاعل کالغۃ میں معنی ہے (مَنْ اَوْجَدَ الْفِعْلَ ) رسالہ جاءزید بر ہامش متن آجرومیہ) اور فعل کے اصطلاحی تعریف کو صاحب نحو میر نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے (بدانکه فاعل اسمیست که پیش ازوے فعلے باشد مسند بدان اسم بر طریق قیام فعل بدان اسم ) فاعل کی تعریف میں جو کہا گیا ہے کہ فاعل اسم ہوتا ہے یہ اسم عام ہے خواہ اسم صریح ہو یا اسم تاویلی جیسا کہ ابن عقیل جلد اول بحث فاعل میں ہے (والمراد بالاسم ما یشمل الصریح نحو قَامَ زَیْدٌ والمُؤولَ به نحو یُعْجِبُنِی اَنْ تَقُوْمَ ای قِیَامُکَ )

**فائدہ**: علامہ مکودی نے شرح آجرومیہ میں کہا ہے کہ فاعل فقط اسم ہوتا ہے نہ کہ فعل اور حرف ( الفاعل هو الاسم المرفوع المذکور قبله فعل فُهِمَ منه ان الفاعل لا یکون الاسماً ولا یکون فعلا ولا حرفا)

اور فاعل کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ فاعل سے پہلے فعل ہو، یاد رہے ہ تقدم فعل کا فاعل پر ضروری ہے جیسا کہ علامہ مکودی نے شرح آجرومیہ میں کہا ہے کہ (وفهم من قوله المذکور قبله فعله ان الفاعل لا یکون الا متأخرا عن فعله ولا یتقدم علیه)

**فائدہ**: فاعل دو قسم پر ہے کہ ایک وہ ہے جس کی طرف فعل مسند ہو، دوم وہ ہے جس کی طرف شبہ فعل مسند ہو جیسا کہ عصمت علی الجامی میں ہے (الفاعل المعرف هٰهنا نوعان یصدق علی احدهما ما اسنداليه الفعل وعلی الآخر ما اسند الیه شبه الفعل ) حاصل یہ ہے کہ فاعل سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے شبہ فعل سے مراد وہ چیزیں ہیں جو فعل کے ساتھ عمل میں مشابہ ہوں شرح جامی میں درج ذیل چیزوں کو شبہ فعل کہا گیا ہے۔ (اسم فاعل . صفت مشبه. مصدر . اسم فعل ، افعل التفضیل . ظرف ) مگر شرح کافیہ متوسط میں (اسم فاعل . صفت مشبه. مصدر . اسم تفضیل . اسماء افعال . ظرف اور جار و مجرور کو شبہ فعل کہا گیا ہے۔

مگر یاد رہے کہ اسم مفعول اگرچہ شبہ فعل ہے مگر یہاں بحث فاعل میں وہ مستثنٰی ہے کیونکہ اس کا مرفوع فاعل نہیں جیسا کہ شرح متوسط میں ہے (لا کاسم المفعول لان مرفوعه لیس بفاعل بل مفعول ما لم یُسَمَّ فاعله)

نیز یہاں فاعل کی بحث میں مصدر سے مراد مصدر معلوم ہے کیونکہ مصدر مجہول کیلئے فاعل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ فعل مجہول کے حکم میں ہے اس کیلئے نائب فاعل ہوتا ہے جیسا کہ شرح جامی کے بعض حواشی میں ہے کہ (وکذالمصدر المعلوم لانه فی قوة ان مع الفعل المعلوم کما ان المصدر المجهول فی قوة اَنْ مع الفعل المجهول)



## (تشریح)

اور فاعل کی تعریف میں (بر طریق قیام) کی قید سے مفعول مالم یسم فاعله خارج ہوگیا کیونکہ فعل اس پر واقع ہوتا ہے اس کے ساتھ قائم نہیں ہوتا۔

**فائدہ**: قیام فعل کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ فعل اس اسم سے صادر ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرْب (مارنا) زید سے صادر ہو رہا ہے۔ دوم یہ کہ فعل اس اسم سے صادر نہ ہو بلکہ صرف اس کے ساتھ قائم ہو جیسے طَالَ زَیْدٌ (زید لمبا ہوگیا) اور مَاتَ زَیْدٌ (زید مرگیا) درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے کہ (ویدخل فیه نحو مَاتَ زَیْدٌ و طَالَ عَمْرٌو لان الموت والطول قَائِمٌ بفاعله وان لم یکن صادرا عنه لانه عرض وکل عرض قائم بمعروضه)

اس کے بعد اب درج ذیل مثالوں میں فاعل کی دونوں قسموں کو ملاحظہ کریں یعنی ایک وہ فاعل کہ اس سے پہلے فعل واقع ہے، دوم وہ فاعل کہ اس سے پہلے شبہ فعل ہے۔

(۱) ضَرَبَ زَیْدٌ. یہ مثال ہے اس فاعل کی جس سے پہلے فعل واقع ہے۔

(۲) أَقَائِمٌ الزَّیدان . یہ اس فعل کی مثال ہے جس سے پہلے شبہ فعل اسم فاعل واقع ہے۔

(۳) زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ . یہ اس فاعل کی مثال ہے جس سے پہلے شبہ فعل صفت مشبہ واقع ہے۔

(۴) عَجِبْتُ مِنْ ضَرْبٍ زَیْدٌ عمراً. یہ مثال ہے اس فاعل کی جس سے پہلے شبہ فعل مصدر واقع ہے۔

حاشیہ خضری میں ہے کہ اس مثال میں (ضَرْبٍ ) پر تنوین ہے اور (زیدٌ) پر رفع ہے ملاحظہ ہو عبارت (بتنوین ضرب و رفع زید علی انه فاعل المصدر ولا یصح اضافته الیه لان الکلام فی الفاعل المرفوع لفظاً )

اسی طرح حاشیہ سید السند بر متوسط میں بھی ہے۔

(۵) زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ۔ اس مثال میں اَفْضَلُ شبہ فعل اسم تفضیل ہے فاعل اس کا (هُوَ) ہے جو راجع ہے (زید) کی طرف۔

(۶) نَزَالِ . یہاں نَزَالِ شبہ فعل اسم فعل ہے فاعل اس کا (اَنْتَ) ہے جو نَزَالِ میں مضمر ہے۔

(۷) زَیْدٌ عِنْدَکَ . اس مثال میں (عِنْدَکَ) شبہ فعل ظرف ہے فاعل ظرف کا (هُوَ) ہے جو ظرف عِنْدَکَ میں مستتر ہے اور راجع ہے (زید) کی طرف جیسا کہ متوسط کے حاشیہ میں فاعل کی بحث میں ہے۔

(۸) زَیْدٌ فِی الدَّارِ . اس مثال میں (فی الدار ) شبہ فعل جار و مجرور ہے فاعل اس کا (هُوَ) ہے جو جار و مجرور میں مستتر ہے۔

## (تشریح)

__تنبیہ__ : مذکورہ مثالوں میں سے بعض شرح ابن عقیل جلد اول بحث فاعل سے اور بعض حاشیہ متوسط بحث فاعل سے ماخوذ ہیں۔

## (ظرف اور جار ومجرور کا عمل)

علامہ سیوطی نے جمع الجوامع جلد دوم میں کہا ہے کہ اگر ظرف اور جار ومجرور اسم فاعل کی طرح مندرجہ ذیل چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کریں یعنی (حرف نفی. استفهام . موصوف. موصول. مبتداء. ذو الحال) پر تو اپنے مابعد کو بنا بر فاعلیت رفع دیتے ہیں عبارت ملاحظہ ہو (الظرف والمجرور اذا اعتمد اكالوصف على نفى او استفهام او موصوف او موصول او صاحب خبر او حال رفعا مابعدهما فاعلا نحو مافى الدار اَحَدٌ و افى الدر زيدٌو مررت برجل معه صقر و جاء الذى فى الدار ابوه و زيد عندك اخوه و مررت بزيد على جُبة)

ثم قال الاكثرون بوجوبه وقال قوم هو راجح ويجوز مع ذالك كونه مبتداء مؤخرا والظرف خبر مقدم و اختاره ابن مالك و قال قوم الراجح فيه الابتدائية ويجوز كونه فاعلاً اوجبها اى الابتدائية السهيلى فهذا اربعة مذاهب واختلفوا على الاول هل العامل للرفع على الفاعلية الفعل المحذوف الذى هو متعلقهماالمقدر باستقر اوالعامل هما نيابة عنه لقربهما منه باعتماد هما على قولين قال فى المغنى والمختار الثانى بدليل امتناع تقديم الحال فى نحو زيد فى الدار جالسا ولوكان العامل الفعل لم يمتنع واختار ابن مالك الاول لان الاصل فى العمل الفعل ولتعادل المرجحين فى الامامة ارسلت الخلاف من غير ترجيح فان لم يعتمدا على شىء مما ذكر نحو فى الدار او عندك زيد فالا بتدائية واجبة خلافا للاخفش والكوفية فى اجاز تهم الوجهين لان الاتعماد عندهم ليس بشرط)

## (وجہ تسمیہ شبہ فعل)

جامع الدروس جلد سوم کے حاشیہ میں ہے ( شبه الفعل هو اسم الفاعل واسم المفعول والمصدر واسم التفضيل والصفة المشبهة وااسم الفعل وكلها تعمل فيما يليها عمل الفعل لذا كانت شبيهة به)



## (تشریح)

اور یہ بات بھی ذہن نشین کریں کہ یہاں بحث فاعل میں شبہ فعل سے مراد شبہ فعل معلوم ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد دوم بحث فاعل میں ہے یہ چیزیں ہیں (والمراد بشبه الفعل المعلوم اسم الفاعل والمصدر واسم التفضيل والصفة المشبهة ومبالغة اسم الفاعل واسم الفعل فهى كلها ترفع الفاعل كالفعل المعلوم ومنه الاسم المستعار نحو اكرِم رجلا مِسْكاً خُلُقُهُ فخلقه فاعلِ لمسك مرفوع به لان الاسم المستعار فى تأويل شبه الفعل المعلوم والتقدير صاحب رجلا كا لمِسک)

## (احکام فاعل)

جاننا چاہئے کہ احکام فاعل بہت ہیں جو کافیہ وغیرہ میں مذکور ہیں مگر اس کے احکام میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(ا) یہ ہے کہ فاعل کو مرفوع پڑھنا واجب ہے مگر کبھی مندرجہ ذیل جگہوں میں لفظاً مجرور ہوتا ہے جیسا کہ منحۃ الجلیل برابن عقیل اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے (وقد يجر لفظ الفاعل باضافة المصدر نحو قوله تعالىٰ ولو لا دفعُ اللّٰهِ الناس او باضافة اسم المصدر نحو قوله عليه السلام مِنْ قُبْلَةِ الرجل امرأته الوضوءَ وقد يجر الفاعل بالباء الزائدة وذالك فى افعل الذى على صورة فعل الامر فى باب التعجب نحو قوله تعالىٰ اَسْمِعْ بهم و اَبْصِرْ)

اور جامع الدروس میں ہے (او بالباء او من او اللام الزائدات نحو ماجائنا مِنْ اَحَدٍ و كفى باللّٰه شهيداً و هَيْهات هَيْهات لما توعدون) لما توعدون میں (لام) حرف جر زائد ہے اور (ما) اسم موصول فاعل ہے اسم فعل (هيهات) کیلئے۔

نیز احکام فاعل میں سے ہے کہ فعل پر فاعل کی تقدیم جائز نہیں جیسا کہ شرح مأۃ عامل میں بحث فاعل کے اندر ہے (ولا يجوز تقديم الفاعل على الفعل بخلاف المفعول فان تقديمه عليه جائز)

نیز احکام فاعل میں سے یہ ہے کہ حذف فاعل ناجائز ہے جیسا کہ شرح مأۃ عامل میں ہے (ولا يجوز حذف الفاعل بخلاف المفعول فان حذفه جائز نحو ضَرَبَ زَيْدٌ)

__فائدہ__ : عوامل برکوی کے حاشیہ میں بحث معمول میں ہے کہ فاعل تین قسم پر ہے (الفاعل على ثلاثة اقسام . فاعل فى اللفظ والمعنى مثل زيد قامَ و فاعل فى المعنى فقط دون اللفظ نحو كفى باللّٰه شهيداً

(تشریح)

و فاعل فی اللفظ دون المعنی مثل مَاتَ فُلانٌ)

(مفعول مطلق)

**(وجہ تسمیہ)** مسالک البہیہ میں ہے (واین اسم رامفعول مطلق گویند بدان جہت کہ صحت اطلاق لفظ مفعول بران مقید بحرف بایافی یالام یامع نیست بخلاف مفاعیل بواقی چون مفعول بہ ومفعول فیہ ومفعول لہ ومفعول معہ کہ بدون قید بیکی ازحروف مذکورہ اطلاق مفعولیت بران درست نیست) اسی طرح شرح جامی میں بحث مفعول مطلق کے اندر یہی وجہ تسمیہ ذکر کی گئی ہے۔

**فائدہ**: مفعول مطلق تین قسم پر ہے تاکیدی، نوعی، عددی، جیسا کہ کافیہ اور غایۃ التحقیق شرح کافیہ میں ہے (ویکون المفعول المطلق للتاکید حیث لا یزیدُ دلالۃ علی دلالۃ الفعل والنوع حیث دل علی بعض انواع الفعل والعدد حیث دل علی العدد نحو جلست جُلوساً نظیر للتاکید و جلست جلسۃ بکسر الجیم نظیر للنوع ای جَلَسْتُ نوعا من الجلوس و جلست جَلْسَۃً بفتح الجیم للعدد ای جلست مرۃً واحدۃً)

**فائدہ**: مَفعَلُ فتح میم اور فتح عین کے ساتھ یہ وزن ظرف کیلئے ہے اور مِفعَل کسر میم اور فتح عین کے ساتھ یہ وزن اسم آلہ کیلئے آتا ہے اور فَعْلَۃٌ فتح فا وسکون عین کیساتھ یہ وزن (مرّۃ) یعنی حصول فعل مرۃً واحدۃ کیلئے آتا ہے۔ اور فِعْلَۃٌ فتح فا وسکون عین کیساتھ یہ وزن نوع کیلئے آتا ہے۔ سعدیہ شرح زنجانی میں ہے (والفِعْلُ بکسر الفاء للنوع من الفعل تقول ھو حَسَنُ الطِعْمَۃ والجِلْسَۃِ ای حسنُ نوعٍ من الطعام والجلوس وقال المصنف فی شرح الھادی والمرادبالنوع الحالۃ التی علیھا الفاعل تقول ھو حسن الرکبۃ اذا کان رکوبہ حَسَناً یعنی ان ذالک عادتہ فی الرکوب وھو حسن الجلسۃ یعنی ان ذالک لما کان موجودا منہ صار حالۃ لہ)

ان مذکورہ اوزان کو مراحُ الارواح میں ایک شعر کے اندریوں ذکر کئے گئے ہیں۔

(شعر)

المَفعَل للموضع والمِفعَل لِلاٰلۃ والفِعْلۃ للمرَّۃ والفَعْلۃ للحالۃ



(تشریح)

تہذیب التوضیح جلد دو میں ہے (اسم المرۃ ھو اسم مصوغ من فعل تام متصرف غیر قلبی و غیر دال علی صفۃ ملازمہ کافعال السجایا للدلالۃ علی حصول الفعل مرۃ واحدۃ فلا یصاغ من نحو کَادَ و عسٰی و عَلِمَ و ظَرُفَ وھو من الثلاثی علی زنۃ فَعلۃ بالفتح کجَلَسَ جَلْسَۃً و لَبِسَ لَبْسَۃً و اَکَلَ اَکْلَۃً. الا اذا کان بناء المصدر علی فعلۃ کرحمۃ و دعوۃ و نشدۃ فیدل علی الوحدۃ منہ بالوصف بالوحدۃ و شبھھا لا بالصیغۃ کدعوۃ واحدۃ و نشدۃ فردۃ و من غیر الثلاثی بزیادۃ تاء علی مصدرہ القیاسی کانطلاقۃ و استخراجۃ مالم یکن المصدر ایضا بالتاء کاقامۃ فیدل علیہ بالوصف فیقال اقامۃ واحدۃ واسم الھیئۃ ھو اسم مصوغ بالشروط المتقدمۃ للدلالۃ علی الحال التی یکون علیھا الفاعل عند الفعل و زنتہ علی فِعْلَۃ بالکسر کالجِلْسَۃِ والرکبۃ والقتلۃ الا اذا کان المصدر بالتاء فیدل علی الھیئۃ بالوصف او الاضافۃ نحو نشد الضالَّۃ نشدۃ عظیمۃ او نشدۃ الملھوف اما بناءہ من غیر الثلاثی فشاذ الخ)

**فائدہ**: مسالک البہیہ میں ہے کہ اَولیٰ یہ ہے کہ مفعول مطلق لفظاً ومعناً فعل مذکور کے ساتھ متفق ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً مگر یہ بھی جائز ہے کہ وہ مغایر ہو فعل مذکور سے باعتبار حروف اصلی کے یا باعتبار باب کے۔ یہ مذہب ہے جمہور کا مگر سیبویہ کے نزدیک ضروری ہے کہ مفعول مطلق موافق ہو فعل مذکور کے ساتھ لفظاً ومعناً عبارت ملاحظہ ہو (دانستنیست کہ اصل در مفعول مطلق آنست کہ ہم در لفظ وہم در معنی متفق فعل مذکور بود چنانکہ گذشت وگاہی در لفظ مغائر فعل مذکور بود یا باعتبار حروف اصلی چون قعدتُ جُلُوساً یا باعتبار باب چون انبتَ اللّٰہُ نباتاً واین مذہب جمہور است اما سیبویہ چونکہ مغایرت را اصلاً روا ندارد فعل دیگر متفق اللفظ مقدر کند فیقول قعدتُ فجلستُ جلوساً وانبت اللّٰہُ فنبتَ نباتاً)

**(مفعول فیہ)** علامہ فاکہی نے کشف النقاب میں کہا ہے کہ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں بوجہ وقوع فعل کے اس میں کیونکہ ہر فعل زمان یا مکان میں واقع ہونے کا محتاج ہوتا ہے۔ پھر ظرف دو قسم پر ہے زمان ہوگا یا مکان۔

اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے (المفعول فِیہ و یُسَمّٰی ظرفاً ھو اسم یَنْتَصِبُ علی تقدیر (فِیْ) یُذْکَرُ لبیان زمان الفعل او مکانہ) القواعد الاساسیہ میں ہے کہ مفعول فیہ کا عامل فعل ہے یا شبہ فعل ہے جیسے اَنَا صَائِمٌ غداً.

(تشریح)

**فائده** :مفعول فیہ کے نصب کیلئے شرط تقدیر(فِیْ ) ہےلہذا اگر معنی فی کو متضمن نہ ہوتو پھر عام اسماء کی طرح حسب عوامل کبھی مبتداء اور کبھی خبر اور کبھی مفعول بہ ہوتا ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد سوم میں ہے(اما اذا لم یکن علی تقدیر فی ﻓ ` یکون ظرفا بل یکون کسائر الاسماء علی حسب ما یطلبه العامل فیکون مبتدأ و خبراً نحو یوُمــ یوْمٌ سعیدٌ و فاعلا نحو جاء یومُ الجمعة و مفعولاً به نحو لا تضیع اَیامَ شبابک ویکون غیر ذالک وسیأتی بیانه)

**فــــائده**: جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جوظرف کے قائم مقام ہوتی ہیں لہذا وہ بنابر مفعول فیہ منصوب ہوتی ہے ۔

(۱)وہ لفظ جودلالت کرے کلیۃ یابعضیۃ پراور مضاف ہوظرف کی طرف جیسے مَشَیْتُ کلَّ النهار اَوْ بَعْضَ النهار.

(۲)صفت ظرف کی جیسے وَقَفْتُ طوِیْلاً من الوقت ای وَقَفْتُ زَماناً طوِیْلاً.

(۳)اسم اشاہ جیسے مَشَیْتُ هذا الیوم مَشْیاً مُتعِباً .

(۴)وہ عدد جو مبهم مُمَیِّز ہوظرف سے جیسے سافرْتُ ثلاثِیْن یوْماً.

(۵)وہ مصدر جومضاف الیہ واقع ہوظرف کے لئے مگرظرف حذف ہوجیسے سافرتُ طُلُوْعَ الشمس اصل میں ہے سافرت وقت طلوع الشمس.

(۶)مندرجہ ذیل چہار الفاظ بنابر مفعول فیہ منصوب ہوتے ہیں ۔اس لئے کہ وہ متضمن ہوتے ہیں معنی فی کو۔

(۱) احـقّاً انّکَ ذاهِبٌ اصل میں (افی حق ) ہےاورافی حق اپنے متعلق محذوف کے ساتھ خبر مقدم ہےاور(انک ذاهبٌ )بتاویل مصدر مبتداء مؤخر ہےاس پر قیاس کیا جائے بقیہ تین آئندہ الفاظ کو

(۲)غیر شکٍ انّی علی حقٍ

(۳)وجَهْدَ رَأْیی انّکَ مُصِیْبٌ (۴) وظَنّاً مِنّیْ انّکَ قَادِمٌ.

**فــــائده**: پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ظرف جار ومجرور کی طرح متعلق کے لئے محتاج ہوتا ہے اب یہاں واپس ذکر کیا جاتا ہے تا کہ مسئلہ خوب ذہن نشین ہو جائے اوراس موضوع پر صاحب جامع الدروس نے جس انداز سے کلام کیا ہے بعینہ اسی عبارت کو یہاں نقل کیا جاتا ہے لہذا عبارت ملاحظہ ہو۔



(تشریح)

(متعلق الظرف : کلما نُصِب من الظروف یحتاج الی ما یتعلق به من فعلٍ او شبهه کما یحتاج حرف الجر الی ذالک و متعلقه اما مذکور نحو غبتُ شهراً و جلست تحتَ الشجرة واما محذوف جوازاً او وجوباً

فیحذف جوازا ان کان کونا خاصاًو دَلَّ علیه دلیل نحو عند العلماء فی جواب مَن قال این اجلسُ و یحذف وجوباً فی ثلاثِ مسائل .

(۱) ان یکون کونا عاما یصلح لان یُرادَ به کلُ حَدَثٍ کمَوْجُود و کائن و حاصِل ویکون المتعلق المقدر اما خبرا نحو العصفور فوقَ الغُصْنِ والجَنَّةُ تحت اقدام الامهات واما صفةً نحو مررتُ برجل عند المدرسة واما حالاً نحو رأیتُ الهَلالَ بین السحابِ وامَّا صِلةٌ للموصول نحو حَضَرَ مَنْ عندَهُ الخبرُ الیَقِیْنُ غیر ان متعلق الصلة یجبُ ان یُقَدَّرَ فعلاً کحصلَ و یَحصلُ و کَانَ ویکونُ ووُجِدَ یُوْجَدُ لوجوب کونها جملةً.

(۲)ان یکون الظرف منصوباً علیٰ الاشتغال بان یَشْتَغِلَ عنهُ العاملُ المتاخرُ بالعمل فی ضمیره نحو یوم الخمیس صُمْتُ فِیْه ووقت الفجر سافرتُ فیه فیوم ووقت منصوبان علی الظرفیة بفعل محذوف لاشتغال الفعل المذکور عن العمل فیهما بالعمل فی ضمیرهما والفعل المحذوف مقدَّر من لفظ الفعل المذکور غیر انه یجوز التصریح به کما علمت فی باب الاشتغال.

(۳) ان یکون المتعلق مسموعاً بالحذف فلا یجوز ذکرُهُ کقولهم حینئذٍ الآن ای کَانَ ذالک حینئذٍ فاسمع الآنَ فحینئذٍ والآن منصوب کل منهما بفعل محذوف وجوباً لانه سُمع هکذا محذوفاً وهذاکلام یقال لمن ذکر اَمْراً قد تقادم زمانه لینصرفِ عنه الی ما یعنیه الآن)

**فائده**: القواعدالاساسیہ میں ہے کہ مفعول فیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے عامل سے مؤخر ہومگر مقدم بھی ہوتا ہے پھر کبھی جوازمقدم ہوتا ہے جیسے یَوْمَ الْخمیسِ صُمْتُ اور کبھی وجوباً مقدم ہوتا ہے یہ اس وقت کہ اس ظرف کیلئے صدارت کلام ضروری ہوجیسے اَیْنَ توجهتَ.

## (تشریح)

(ومفعول معہ) آجرومیہ میں ہے کہ (المفعول معه هو الاسم المنصوب الذی یذکر لبیان مَنْ فُعِلَ معه الفعل)

اورعلامہ مکودی نے اس عبارت کی شرح میں کہا ہے کہ (یعنی ان المفعول معه یجیئی لبیان الشئی الذی فُعِلَ ذالک الفعل معه و هو فضلة منتصبة بعد تمام الکلام)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ مفعول معہ کیلئے تین شرطیں ہیں۔

شرط اول یہ ہے کہ فضلہ ہو احتراز ہو اعمدہ سے جیسے اشترک سعیدٌ و خلیلٌ مذکورہ مثال میں واو مَعُ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ واو عطف کیلئے ہے اور فعل (اشترک) سعید اور خلیل دونوں کی طرف مسند ہے کیونکہ فعل مشترک متعدد سے ہوتا ہے، نہ کہ ایک سے لہٰذا سعید اور خلیل دونوں عمدہ ہیں۔

شرط دوم یہ ہے کہ ماقبل مفعول معہ کا جملہ ہو، اگر اس سے پہلے مفرد تھا جیسے (کل امرئ و شانه) تو اس وقت عطف ہوتا ہے ماقبل پر یعنی (امرئ) مضاف الیہ (کل) کیلئے (کل) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کے معطوف علیہ ہے (وشانه) اس پر عطف ہے معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر کے یہ ہوا مبتدا خبر (مقترنان) محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے (کل امرئ و شانه مُقْتَرِنَانِ).

شرط سوم یہ ہے کہ (واو مع) کے معنی میں ہو اگر (واو عطف) کیلئے متعین تھا تو مابعد اس کا مفعول نہیں ہوسکتا کیونکہ واو مع کے معنی میں نہیں جیسے (جاء خالدٌ و زیدٌ قبله) یہ واو اس لئے مع کے معنی میں نہیں کہ کلام کا معنی فاسد ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ (جاء خالد مع سعید قبله) تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ موافقی مثال اَسْتَوَی الماءُ والخشبةَ ای مع الخشبة

علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں مذکورہ مثال کی شرح میں کہا ہے کہ (وانما المقصود ان الماء بلغ فی ارتفاعه الی الخشبة فاستوی معها ای ارتفع والخشبة هنا مقیاس یعرف به قدر ارتفاع الماء و زیادته)

<u>فائدہ</u>: جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ مفعول معہ کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے مثال فعل کی جیسے جَاءَ البردُ والجبات مثال شبہ فعل کی جیسے اَنَا ذَاهِبٌ و خالداً.



## (تشریح)

مگر یاد رہے کہ ابن الانباری نے اسرار العربیہ کے اندر اس کے عامل میں اختلاف کو بھی نقل کیا ہے تفصیل کیلئے وہاں رجوع ہو۔

<u>فائدہ</u>: جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ (واعلم انه لا یجوز ان یتقدم المفعول معهُ علی عامله ولا علی مُصاحبه)

<u>فائدہ</u>: انموذج جو کہ زمخشری کی تصنیف ہے اس کے حواشی میں ہے (الفرق بی هٰذه الواو والواو العاطفة ان العاطفة یقتضی الشرکة فی الفعل والاعراب دون المصاحبة وهذه الواو یقتضی المصاحبة فی الفعل من غیر مشارکة فی الاعراب)

## ﴿ نحومیر ﴾

ومفعول لہ اسمی است کہ دلالت کند بر چیزے کہ سبب فعل مذکور باشد چون اِکْرَاماً در قُمْتُ اِکْرَاماً لِزَیْدٍ وحال اسمی ست نکرہ کہ دلالت کند بر ہیئت فاعل چون راکِباً در جَاءَ زَیْدٌ راکِباً یا بر ہیئت مفعول چون مَشْدُوْداً در ضَرَبْتُ زَیْداً مَشْدُوْداً یا بر ہیئت ہر دو چون رَاکِبَیْن در لَقِیْتُ زَیْداً رَاکِبَیْن وفاعل ومفعول را ذو الحال گویند وآن غالباً معرفہ باشد واگر نکرہ باشد حال را مقدم دارند چون جَاءَ نِیْ رِاکِباً رَجُلٌ وحال جملہ نیز باشد چون رَأَیْتُ الاَمِیْرَ وھُوَ رَاکِبٌ.

## (طرز المبتدی)

(قوله و مفعوله) یعنی مفعول لہ وہ اسم ہے کہ دلالت کرے ایسی چیز پر جو فعل مذکور کے صادر ہونے کا سبب بنی ہو جیسے اِکْرَاماً. قُمْتُ اِکْرَاماً لِزَیْدٍ میں (میں زید کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا) اب اس مثال میں لفظ (اکراماً) اس وجہ اور سبب کو بیان کرتا ہے جس کی بنا پر متکلم سے (قِیام) کا فعل عمل میں آیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: مفعول لہ دو قسم پر ہے۔

اول وہ ہے کہ اس کی تحصیل کیلئے فعل کیا گیا ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِیْباً. اس مثال میں (تادیباً) مفعول لہ ہے اس کے حصول کیلئے (ضَرْب) ہوا ہے۔

(طرز المبتدی)

دوم وہ ہے کہ اس مفعول لہ کے وجود کی وجہ سے فعل ہوا ہو جیسے قَعَدتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً. اس مثال میں (جُبْناً) مفعول لہ ہے اور فعل (قُعُوْداً) اس کی تحصیل کیلئے نہیں بلکہ اس کے وجود کی وجہ سے ہوا ہے یعنی لڑنے والے شخص کو پہلے (جُبْن) لاحق ہوا اس کے بعد فعل (قعود) اس سے صادر ہوا۔

(قولہ و حال اسمی سست) حال کا لغت میں معنی ہے (صفت) یعنی یہ ایک ایسی صفت ہے جو شئی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جیسے کیف حالک ای شانک و صفتک اور حال مصطلح کو بھی اسی وجہ سے حال کہتے ہیں کہ وہ اسی صفت پر دلالت کرتا ہے اور اصطلاح میں حال وہ اسم ہے جو نکرہ ہو اور فاعل کی ہیئت یعنی حالت اور کیفیت پر دلالت کرے جیسے (راکباً) جَاءَ زَیْدٌ رَاکِباً میں (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اس مثال میں (زید) ذوالحال اور فاعل ہے اور (راکباً) نے جو کہ حال ہے (زید) فاعل کی حالت کو بیان کیا ہے کہ زید کا آنا سوار ہونے کی حالت میں تھا۔

یا حال دلالت کرے مفعول کی حالت پر جیسے مَشْدُوْداً ضَرَبْتُ زَیْداً مشْدُوْداً میں (میں نے زید کو مارا اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) اس مثال میں (مشدودا) حال نے (زیدا) مفعول کی حالت کو بیان کیا ہے۔

یا حال دلالت کرے مفعول کی حالت پر جیسے مَشْدُوْداً ضَرَبْتُ زَیْداً مشْدُوْداً میں (میں نے زید کو مارا اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) اس مثال میں (مَشْدُوْداً) حال نے (زَیْداً) مفعول کی حالت کو بیان کیا ہے کہ اس کا مارنا بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں تھا۔

یا حال دلالت کرے فاعل اور مفعول دونوں کی حالت پر جیسے رَاکِبَیْنِ لَقِیْتُ زَیْداً رَاکِبَیْنِ میں (میں زید سے ملا اس حال میں کہ دونوں سوار تھے) اس مثال میں (رَاکِبَیْنِ) حال نے (تُ) فاعل اور (زَیْداً) مفعول دونوں کی حالت کو بیان کیا ہے۔

__فائدہ__: مذکورہ مثالوں میں فاعل اور مفعول کو ذوالحال کہتے ہیں اور (ذوالحال) کا معنی ہے صاحب حال یعنی حال والا چونکہ فاعل اور مفعول کی حالت بیان کی جاتی ہے لہٰذا ان کو صاحب حال اور حال والے کہتے ہیں۔

__فائدہ__: ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور اگر اتفاقاً نکرہ ہو تو اس صورت میں حال کو ذوالحال سے مقدم لانا واجب ہے جیسے جَاءَ نِی رَاکِباً رَجُلٌ اس مثال میں (رَجُلٌ) ذوالحال ہے (راکِباً) حال ہے جو (رجل) ذوالحال سے مقدم واقع ہے۔



(طرز المبتدی)

**سوال**: جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو کیوں ذوالحال سے مقدم کرنا واجب ہے؟

**جواب**: تاکہ حالت نصبی میں صفت سے التباس نہ ہو جیسے رَأَیْتُ رَجُلاً رَاکِباً (میں نے ایک مرد کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اس مثال میں (رَاکِباً) (رَجُلاً) کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور حال بھی، تو اب یہ طے کرنا دشوار ہے کہ آیا (راکِباً) صفت ہے (رَجُلاً) کی یا حال ہے، لہٰذا حال کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم رکھتے ہیں (رأیتُ رَاکِباً رَجُلاً) کہتے ہیں اور اس صورت میں صفت سے التباس نہیں ہوگا اس لئے کہ صفت اپنے موصوف سے مقدم نہیں ہوتی اور یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ (رَجُلاً) صفت ہو (رَاکِباً) سے کیونکہ (رَجُلاً) اسم ذاتی ہے جو فقط ذات پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس میں صفت ہونے کی صلاحیت نہیں کہ وہ راکبا سے صفت واقع ہو سکے۔

جاننا چاہئے کہ ذوالحال اگر نکرہ ہو حالت نصبی میں ذوالحال اور حال کا تو التباس موصوف اور صفت سے آتا ہے کیونکہ اس صورت میں ذوالحال اور حال کا اعراب ایک ہے جیسا کہ موصوف اور صفت میں موصوف اور صفت کا اعراب ایک ہوتا ہے جیسا کہ توابع کی بحث میں مذکور ہے مگر حالت رفعی اور نصبی میں کوئی التباس نہیں کیونکہ حالت رفعی ونصبی میں ذوالحال اور حال کا اعراب جدا ہے موصوف اور صفت کی صورت میں اعراب کے اندر موافقت ضروری ہے مثلاً حالت رفعی کا مثال (جاء نی رَجُلٌ رَاکِباً) ہے یہاں (رَجُلٌ) ذوالحال مرفوع ہے اور (رَاکِباً) حال منصوب ہے اگر یہ دونوں موصوف اور صفت ہوتے تو اعراب دونوں کا ایک ہوتا جب ایک نہیں تو اس صورت میں کوئی التباس نہیں اسی طرح حالت جری میں ذوالحال مجرور ہوتا ہے اور حال منصوب ہوتا ہے جیسے (مَرَرْتُ بِرَجُلٍ راکِباً) یہاں (برجلٍ) ذوالحال مجرور ہے اور (راکِباً) حال منصوب ہے چونکہ دونوں کا اعراب جدا ہے تو کوئی التباس نہیں مگر ان دوصورتوں میں بھی طرداللباب حال کو ذوالحال سے مقدم رکھتے ہیں تاکہ تینوں حالتیں یعنی حالت رفعی۔ نصبی۔ جری۔ تاخیر حال اور تقدیم ذوالحال میں ایک دوسرے کے موافق ہوں۔

__فائدہ__: (طرد) سے مراد موافقت ہے اور (باب) سے مراد یہاں تین حالتیں ہیں۔

__فائدہ__: کبھی حال جملہ بھی ہوتا ہے مگر جملہ سے مراد یہاں بحث حال میں جملہ خبریہ ہے یعنی حال جس طرح کہ مفرد ہوتا ہے جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے بخلاف جملہ انشائیہ کے کہ وہ حال نہیں ہوتا جملے کی مثال جیسے رَأَیْتُ الْاَمِیْرَ وَهُوَ

## (طرز المبتدی)

رَاکِبٌ (میں نے امیر کو دیکھا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اس مثال میں (اَلْاَمِیْرَ) ذوالحال ہے (واو) حالیہ کہلاتا ہے (ھُوَ) مبتدا ہے (رَاکِبٌ) خبر ہے (ھُوَ) مبتدا اپنے خبر (رَاکِبٌ) سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال واقع ہے (اَلْاَمِیْرَ) سے۔

## (تشریح)

(مفعول لہ) جاننا چاہئے کہ مفعول لہ دو قسم پر ہے۔ ایک وہ ہے جس میں لام جارہ ملفوظ ہوتا ہے اس صورت میں مفعول لہ مجرور ہوتا ہے جیسے جئتک لِاِکْرَامِکَ۔

دوم وہ ہے کہ جس میں لام جارہ مقدر ہوتا ہے مگر نیت میں باقی ہے اس صورت میں مفعول لہ منصوب ہوتا ہے جیسا کہ مسالک البہیہ میں ہے۔

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ مفعول لہ کے منصوب ہونے کیلئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) یہ کہ مفعول لہ مصدر ہو احتراز ہوا و الارض وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ سے

(۲) یہ کہ مصدر قلبی ہو یعنی مصدر ہو ایسے فعل کا جس کا منشاء حواس باطنی ہوں جیسے حُب. تعظیم. بغض. خوف وغیرہ ہیں اگر مصدر غیر قلبی ہو تو نصب اس کا جائز نہیں جیسے جئتک لِلْقِرَاۃِ

(۳) یہ کہ یہ مصدر فعل مذکور کے ساتھ زمان اور فاعل میں متحد ہو، احتراز ہوا سَافَرْتُ لِلْعِلْمِ سے کہ یہاں زمانہ فعل کا ماضی ہے اور زمانہ علم کا مستقبل ہے نیز احتراز ہوا اَحْبَبْتُکَ لتعظیمک العلمَ سے کہ یہاں (محبۃ) کا فاعل متکلم ہے اور (تعظیم) کا فاعل مخاطب ہے۔

(۴) یہ ہے کہ یہ مصدر علۃ ہو حصول فعل کی احتراز ہوا عظمت العلماء تعظیماً سے کہ یہاں (تعظیما) مفعول مطلق ہے۔

<u>فائدہ</u>: جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ مفعول لہ کی تقدیم اپنے عامل پر جائز ہے خواہ مفعول لہ بے لام ہو یا بالام جیسے (رَغْبَۃً فِی الْعِلْمِ اَتَیْتُ وللتجارۃِ سَافَرْتُ)

(وحال اسمی ست) اظہار و العوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ حال لغت میں عبارت ہے اس صفت سے



## (تشریح)

جو غیر کیساتھ قائم ہوتا ہے اور حاشیہ لب النجا میں ہے کہ وہ صفت عام ہے خیر کے قبیل سے ہو یا شر کے قبیل سے پھر حال کا اسم ہونا عام ہے اسم صریح ہو جیسے رَاکِباً جاء نی زیدٌ راکِباً میں، یا اسم تاویلی ہو کیونکہ حال جملہ بھی ہوتا تو اس صورت میں جملہ اسم مفرد کی تاویل میں ہوتا ہے جیسا کہ کواکب الدریہ جلد دوم اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے مثلاً اگر کہا جائے (جاءَ سعیدٌ یَرْکُضُ) تو جملہ حالیہ (یرکُضُ) (راکضاً) کی تاویل میں ہوتا ہے تاویل کے بعد مذکور مثال یوں ہوگی یعنی (جاء سعیدٌ رَاکِضاً)

## (حال کی شرائط)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ حال کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ حال صفت منتقلہ ہو اور یہی اصل ہے حال میں جیسے جاءَ زَیْدٌ رَاکِباً مگر کبھی حال صفت ثابتہ بھی ہوتا ہے جیسے هذا اَبُوْکَ رَحِیْماً. و خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً.

(۲) یہ ہے کہ حال نکرہ ہو جیسے جَاءَ زَیْدٌ راکِباً مگر کبھی معرفہ بھی ہوتا ہے اگر اس کی تاویل نکرہ کے ساتھ صحیح ہو جیسے جاء زَیْدٌ وَحْدَهٗ ای منفرداً.

(۳) یہ ہے کہ حال معنی کے اعتبار سے وہی ذوالحال ہو جیسے جاءَ سَعِیْدٌ رَاکِباً کہ یہاں (رَاکِباً) بعینہ وہی سعید ہے۔

(۴) یہ ہے کہ صیغہ مشتق کا ہونہ کہ جامد کا۔

مگر یاد رہے کہ میر سید شریف نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے حال کے لئے مشتق ہونے کی شرط لگائی ہے مگر یہ صحیح نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو ہیئت پر دلالت کرے وہ حال ہو سکتا ہے۔

<u>فائدہ</u>: حال کیلئے نکرہ ہونے کا شرط اس لئے ہے کہ اگر حال معرفہ ہو تو حالت نصبی میں حال کی مشابہت صفت کے ساتھ آتی ہے جیسے ضَرَبْتُ زَیْداً الراکبَ (غایۃ التحقیق)

## (دلالت کند بر ہیئت فاعل)

<u>سوال</u>: جَاءَ زَیْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَۃٌ اس مثال میں (زید) ذوالحال ہے اور (والشمس طالعۃ) یہ جملہ حال ہے نہ کہ ہیئت فاعل اور نہ ہی ہیئت مفعول پر دلالت کرتا ہے۔

## (تشریح)

**جــواب** : کواکب الدریہ میں بحث حال میں ہے کہ ہر وہ جملہ جس کیلئے محلی اعراب ہو اس میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ مؤول بالمفرد ہوتا ہے تو جملہ حالیہ بھی ان جملوں سے ہے کہ اس کے لئے محلی اعراب ہے لہٰذا یہاں جملہ حالیہ بھی مؤول بالمفرد ہے لہٰذا مذکورہ مثال میں تاویل کے بعد عبارت یوں بنی گی جاء زید مقارناً طلوعَ الشمس اس تاویل کے بعد ظاہر ہے کہ جملہ حالیہ (زید) ذوالحال کی حالت پر دلالت کر رہا ہے جو (مقارنت) ہے۔

**تـنـبـیـه** : مذکورہ قاعدہ کو خوب ذہن نشین کیا جائے کیونکہ بہت سے ایسے جملے ہیں جو حال واقع ہوتے ہیں مگر بظاہر نہ ہیئت فاعل اور نہ ہی ہیئت مفعول پر دلالت ہوتی ہے تو ان سب میں یہی تاویل ہوتی ہے مثلاً قرآن کریم میں ہے (ولئن اکله الذئب ونحن عصبة) یہاں بھی (ونحن عصبة) جملہ حالیہ ہے مگر ہیئت فاعل یا ہیئت مفعول پر دال نہیں۔ تو یہاں بھی کہا جائے گا کہ جملہ حالیہ مؤول بالمفرد ہے یعنی (ولئن اکله الذئب مقارناً بعصبتنا) کی تاویل میں ہے۔

### (یا بر ہیئت ہر دو)

جاننا چاہئے کہ جیسا کہ ایک حال کیلئے دو ذوالحال جائز ہیں یہ بھی جائز ہے کہ ایک ذوالحال کیلئے متعدد حال ہوں جیسا کہ ابن عقیل جلد اول میں ہے جیسے جاء زَيْدٌ رَاكِباً ضَاحِكاً اس مثال میں (زید) ذوالحال ہے (رَاكِباً) اور (ضاحكا) دونوں میں عامل (جَاءَ) ہے اور دونوں حال واقع ہیں ایک ذوالحال سے جو (زید) ہے۔

النحو الوافی جلد دوم میں ہے کہ اس صورت میں دوسرے حال کو حال مترادفہ کہتے ہیں۔ مترادفہ متوالیہ کے معنی میں ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ذوالحال اول کی ضمیر کو ذوالحال قرار دیا جائے اور حال ثانی کو اس ضمیر سے حال بنایا جائے تو اس وقت اس دوسرے حال کو حال متداخلہ کہتے ہیں۔

**فائدہ** : النحو الوافی جلد دوم میں ہے کہ اگر حال (امّا) تفصیلہ اور یا (لاء) کے بعد واقع ہو تو تکرار حال واجب ہے جیسے اس قول باری میں انا هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا. مثال (لاء) کی رئیت بكرا لا مستبشرا ولا ضاحكاً. یاد رہے کہ یہ دوسری مثال ابن عقیل جلد اول کے حاشیہ سے لی گئی ہے۔

### (وآن غالبا معرفہ باشد)

توضیح اور اس کی شرح تصریح میں ہے کہ ذوالحال میں اصل تعریف ہے کیونکہ (حال) حکم ہے اور (ذو الحال) محکوم علیہ ہے



## (تشریح)

اور محکوم علیہ کا حق یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو کیونکہ شیئ مجہول پر حکم لگانا غیر مفید ہے عبارت ملاحظہ ہو (واصل صاحب الحال التعريف لانه محكوم عليه بالحال و حق المحكوم عليه ان تكون معرفة لان الحكم على المجهول لا يفيد غالباً)

(واگر نکرہ باشد حال را مقدم دارند) مسالک البہیہ میں ہے کہ ذوالحال اگر نکرہ ہو تو حال اس لئے اس سے مقدم ہوتا ہے کہ حالت نصبی میں حال کی مشابہت صفت کے ساتھ آتی ہے رہا حالت رفعی اور حالت جری میں اگرچہ التباس نہیں آتا ہے مگر طرداللباب حال کو ذوالحال سے مقدم کرتے ہیں۔

(وحال جمله نیز باشد) جاننا چاہئے کہ کہ اصل حال میں افراد ہے جیسا کہ ابن عقیل میں ہے مگر کبھی جملہ بھی ہوتا ہے وہ اس لئے کہ حال نکرہ ہوتا ہے اور جملہ بھی نکرہ کے حکم میں ہے جیسا کہ متوسط شرح کافیہ میں ہے اور ابن عقیل جلد اول کے حاشیہ سبیل الہدیٰ میں ہے کہ جملہ جب حال واقع ہو تو اس کیلئے چار شرطیں ہیں عبارت ملاحظہ ہو

(يشترط في الجملة التي تقع حالا اربعة شروط)

(۱) وهو ان تكون الجملة مشتملة على رابط يربطها بالحال اما الواو واما الضمير واماهما معاً

(۲) والشرط الثانی ان تكون الجملة خبرية فلا يجوز ان تكون الحال جملة انشائية

(۳) والشرط الثالث الا تكون جملة الحال تعجبية

(۴) والشرط الرابع ان لا تكون مصدرة بعَلَم استقبال و ذالک نحو سوف. ولَن وادوات الشرط الخ)

### (جملہ حالیہ میں رابط)

جملہ جب حال واقع ہو تو (رابط) یعنی تعلق دینے والی چیز کی ضرورت اس لئے ہے کہ جملہ میں چونکہ مسند الیہ اور مسند دونوں موجود ہیں اب وہ مستقل فی نفسہ ہے کسی کی طرف محتاج نہیں حالانکہ ذوالحال اور حال میں تعلق ضروری ہے لہٰذا اس تعلق کیلئے رابط کے بغیر چارہ نہیں تاکہ حال اور ذوالحال کے درمیان جوڑ پیدا ہو جائے۔

الحاصل جملہ مستقل فی نفسہ ہوتا ہے جب کسی چیز کے ساتھ اس کا تعلق ہو تو رابط کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق میں ہے عبارت ملاحظہ کریں (وانما احتاجت الى الضمير لان الجملة من حيث هي هي مستقلة فاذا

## (تشریح)

تعلقت بشئی یحتاج الی رابط الخ) اسی طرح رضی میں بحث خبر اور حال میں ہے (لان الجملة فی الاصل کلام مستقل فاذا قصدت جعلها جزء الکلام فلا بد من رابطة تربطها بالجزء الآخر) اور عقد النامی میں بحث حال میں ہے کہ اگر رابط نہ ہو تو حال ذوالحال سے اجنبی ہوتا ہے لہٰذا حال واقع نہیں ہو سکتا (لا بد لها من رابطة والا لکانت اجنبية عن صاحبها فلا تقع حالاً منه).

## (تفصیل رابط)

رابط میں اصل یہ ہے کہ ضمیر ہو مگر جملہ حالیہ میں کبھی رابط ضمیر ہوتی ہے یا واو ہوتا ہے یا دونوں ہوتے ہیں جیسا کہ ابن عقیل جلد اول میں ہے (الاصل فی الحال والخبر والصفة الافراد و تقع الجملة موقع الحال کما تقع موقع الخبر والصفة ولا بد فیها من رابط وهو فی الحالية اما ضمير نحو جاء زيدٌ يَدُهٗ على رَأْسِهٖ اَوْ واوٌ و تُسَمّٰى واو الحال وواو الابتداء وعلامتها صحة وقوع إذْ موقعها نحو جاء زيدٌ و عَمْرٌو قَائِمٌ التقدير اذ عمرو قَائِمٌ او الضمير والواو معا نحو جاءَ زيد وَهُوَ نَاوٍ رِحْلَةً)

پھر جملہ حالیہ جیسا کہ ابن عقیل جلد اول میں ہے، دو قسم پر ہے اسمیہ ہوگا یا فعلیہ، پھر فعلیہ ماضی ہوگا یا مضارع۔ پھر ہر ایک دو قسم پر ہے یعنی جملہ اسمیہ مثبت ہوگا یا منفی، جملہ فعلیہ ماضویہ مثبت ہوگا یا منفی۔ نیز مضارع مثبت ہوگا یا منفی۔ یہ کل چھ صورتیں ہونگے ان چھ صورتوں میں صرف جملہ حالیہ جب فعل مضارع مثبت ہو تو اس میں رابط فقط ضمیر ہوتی ہے اس کے علاوہ جو پانچ صورتیں ہیں ان میں رابط واو ہوتا ہے یا ضمیر یا دونوں۔ ابن عقیل کی عبارت ملاحظہ ہو (الجملة الحالية اما ان تكون اسمية او فعلية والفعل اما مضارع او ماضٍ و كل واحدة من الاسمية والفعلية اما مثبتة او منفية وقد تقدم انه اذا صدرت الجملة بمضارع مثبت لا تصحبها الواو بل لا تربط الا بالضمير فقط و ذكر فی هذا البيت ان ما عدا ذالک يجوز فيه ان يُرْبط بالواو وحدها او بالضمير وحده او بهما فيدخل فی ذالک الجملة الاسمية مثبتة او منفية والمضارع المنفی والماضی المثبت والمنفی)

سوال: جملہ حالیہ جملہ انشائیہ کیوں نہیں ہوتا ہے؟

جواب: سید رکن الدین استرآبادی نے متوسط شرح کافیہ میں کہا ہے کہ حال حقیقت میں ایک خبر ہے اور خبر کے لئے



## (تشریح)

خارج ہوتا ہے یعنی خارج میں اس کیلئے موجود ہونا ضروری ہے تو واجب ہے کہ حال ایسا جملہ ہو جو محتمل صدق و کذب ہو وہ جملہ خبریہ ہے۔ رہا جملہ انشائیہ وہ تو بقول ازہری لفظ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور زوال لفظ کے ساتھ زائل ہوتا ہے۔

الحاصل جملہ انشائیہ فی نفسہ ثابت نہیں، چہ جائے کہ اس کے ذریعہ سے کسی شئی کو دوسری چیز کیلئے ثابت کیا جائے کیونکہ اثبات الشئی یہ فرع ہے ثبوت الشئی فی نفسہ کی جیسا کہ فاضل ہندی نے شرح کافیہ میں کہا ہے۔

## (حال ظرف اور جار و مجرور بھی ہوتا ہے)

کواکب الدریہ جلد دوم میں ہے کہ حال ظرف اور جار مجرور بھی ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ ظرف و جار و مجرور میں درحقیقت حال، ظرف اور جار و مجرور کا متعلق ہے، مثال ظرف کا (رَئَيْتُ الهلالَ بينَ السحابِ) اس مثال میں (الهلال) مفعول بہ ذوالحال ہے (بین) ظرف مکان مضاف ہے (السحاب) کی طرف، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہے (کائنا) مقدر کیلئے (کائنا) اپنے فاعل اور مفعول فیہ کے ساتھ حال ہے (الهلال) سے۔

مثال جار و مجرور کی جیسے (فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ) یہاں (فَخَرَجَ) میں ضمیر مستتر ذوالحال ہے (علی قومه) جار و مجرور ظرف لغو متعلق ہے (فَخَرَجَ) کے ساتھ (فی زینته) میں جار و مجرور ظرف مستقر متعلق ہے (کائنا) محذوف کے ساتھ (کائناً) اپنے فاعل و متعلق کے ساتھ حال ہے (فَخرجَ) میں ضمیر (هُوَ) سے

## (حال کا عامل)

رضی متوسط اور جامع الدروس میں ہے کہ حال میں عامل مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے۔

اول فعل . دوم شبه فعل . سوم معنائے فعل .

جاننا چاہئے کہ بحث حال میں مراد معنائے فعل سے مراد ہر وہ لفظ ہے جس سے معنائے فعل مستفاد ہوتا ہو مگر اس کے حروف فعل کے حروف سے جدا ہوں معنائے فعل کو باب حال میں عامل معنوی کہتے ہیں اور وہ یہ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں۔

(۱) اسم فعل جیسے (صَهْ سَاكِتاً) یہاں (صَهْ) اسم فعل بمعنی امر ہے اور عامل ہے (سَاكِتاً) حال میں۔

(۲) اسم اشارہ جیسے (هذا خالد مقبلا) یہاں (هذا) اسم اشارہ سے (اُشِيْرُ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (مقبلاً) حال میں

(۳) حرف تشبیہ جیسے (كَاَنَّ خالدا مقبلا اَسَدٌ) یہاں (كَاَنَّ) سے (تشبهتُ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے

## (تشریح)

(مقبلاً) حال میں۔

(۴) حروف تمنی وترجی مثال حرف تمنی کی (لیت السرورَ دائماً عندنا) یہاں (لیت ) حرف تمنی سے (تمنیت) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (دَائِماً) حال میں مثال حرف ترجی کی جیسے (لَعَلَّکَ مُدَّعِیاًعلی حق) یہاں (لعل ) حرف ترجی سے (تَرَجَّیتُ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (مُدعیا) حال میں۔

(۵) حروف استفہام جیسے (ماشانک واقفاً ) یہاں (ما ) استفہامیہ سے (اَستَفهِمُ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (واقفا ) حال میں۔

(۶) جارومجرور جیسے ( زید فی الدارِ قائما ) یہاں (فی الدار ) جارومجرور سے (استقر ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (قائماً ) حال میں۔

(۷) ظرف جیسے (زید عندک قائماً) یہاں (عندک ) ظرف سے (استقر ) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (قائماً) حال میں۔

(۸) حروف ندا جیسے (یا ابنا مُنعِماً ) یہاں (یا ) حرف ندا سے (اَدْعُوْا) فعل مستفاد ہوتا ہے اور عامل ہے (مُنعِماً) حال میں۔

### (حال اپنے عامل سے مقدم ہوسکتا ہے یانہیں؟)

جاننا چاہئے کہ اصل حال میں یہ ہے کہ وہ اپنے عامل سے متاخر ہومگر کبھی اپنے عامل سے جواز اً مقدم ہوسکتا ہے اگر اس کا عامل فعل متصرف یا شبہ فعل ہو سوائے مصدر اور اسم تفضیل کے، ان دونوں پر حال کی تقدیم ناجائز ہے مثال اس حال کی کہ جس کا عامل فعل متصرف ہے اور وہ اپنے عامل سے مقدم ہے جیسے (راکبا جاء زید ) اصل میں (جاء زیدٌ راکباً) ہے شبہ فعل پر تقدیم کی مثال جیسے ( مُسرِعاً خالِدٌ منطلق ) یہاں (مُسرِعاً ) حال ہے عامل اس میں (منطلق ) شبہ فعل ہے مگر حال اپنے عامل سے مقدم ہے۔

### (وہ چیزیں کہ ان پر حال کی تقدیم ناجائز ہے؟)

جاننا چاہئے کہ مندرجہ ذیل چیزوں پر حال کی تقدیم ناجائز ہے۔

اول فعل غیر متصرف پر جیسے کے فعل تعجب ونعم اور بئس ہے تقدیم حال ناجائز ہے۔ ابن عقیل میں ہے کہ فعل غیر متصرف



## (تشریح)

خود غیر متصرف ہے لہٰذا اپنے معمول میں تصرف تقدیم نہیں کرسکتا لہٰذا فعل تعجب (ما احسن زیدا ضاحکا ) میں (ضاحکا ما احسن زیدا) ناجائز ہے۔

دوم مصدر اگر عامل ہے حال میں تو حال کی تقدیم مصدر پر ناجائز ہے جیسے (یعجبنی اعتکاف اخیک صائما ) یہاں (اعتکاف ) مصدر عامل ہے (صائما) مصدر میں لہٰذا تقدیم صائما کا اعتکاف مصدر پر ناجائز ہے کیونکہ مصدر بوقت عمل مؤول ہے اَن مع الفعل سے اور اَن موصول حرفی ہے اس کا مابعد اس سے مقدم نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ متوسط شرح کافیہ اور تصریح شرح توضیح میں ہے۔

سوم اسم تفضیل پر حال کی تقدیم ناجائز ہے ۔

چہارم اگر حال میں عامل معنوی ہے یعنی وہ چیز کہ اس سے معنائے فعل مستفاد ہوتا ہے تو اس عامل پر بھی تقدیم حال ناجائز ہے اور وہ چیزیں جن سے معنائے فعل مستفاد ہوتا ہے ان کا بیان امثلہ کے ساتھ ماقبل میں آچکا ہے ہاں عامل معنوی میں اگر حال کا عامل ظرف ہے تو اس عامل پر حال مقدم ہوسکتا ہے کیونکہ ظروف بوجہ کثرت استعمال کے نیز ہر چیز اپنے وقوع میں ان کی طرف محتاج ہوتا ہے اس لئے ظرف میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ان پر ان کا معمول مقدم ہو۔

### (تقسیم حال)

مسالک البہیہ میں ہے کہ حال دو قسم پر ہے اول منتقلہ، دوم مؤکدہ۔

(اول حال منتقلہ) منتقلہ ایسے حال کو کہتے ہیں جو ذوالحال سے جدا ہوسکے یعنی ایک وصف غیر لازم ہو جیسے جائنی زیدٌ راکباً یہاں (زید ) ذوالحال ہے اور (راکبا) حال ہے اور یہ (رکوب ) ایسا وصف ہے جو ذوالحال کے ساتھ لازم وثابت نہیں لہٰذا حال کا انفکاک ذوالحال سے جائز ہے باین طور کہ (زید ) ذوالحال پیدل آوے اور حال کے اقسام میں سے یہی قسم کثیر الاستعمال ہے جیسا کہ ابن عقیل جلد اول میں ہے۔

(دوم حال مؤکدہ ) حال مؤکدہ اس حال کو کہتے ہیں جو ذوالحال سے منتقل نہ ہو یعنی یہ ایک وصف لازم ہوتا ہے جیسے (دَعَوْتُ اللّٰه سَمِیْعاً ) یہاں (اللّٰه) ذوالحال اور (سَمِیْعاً) حال ہے اور (سمع ) ایک ایسا وصف ہے جو ممتنع الانفکاک ہے۔

## (تشریح)

**وجہ تسمیہ** : حال مؤکدہ کواسلئے حال مؤکدہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی کلام سے ظاہر ہے اس کے ذکر کئے بغیر۔ مگر اس کو صرف تاکید کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے پھر حال مؤکدہ تین قسم پر ہے۔ اول وہ ہے جو عامل کی تاکید کیلئے ذکر کیا جائے جیسے (تَبَسَّمَ ضَاحِکاً) دوم وہ ہے جو ذوالحال کی تاکید کیلئے لایا جائے جیسے (جاءَ التلامیذُ کُلُّھُمْ)۔ سوم وہ ہے جو جملہ کے مضمون کی تاکید کیلئے ذکر ہو جیسے اَنَا زَیْدٌ مَعْرُوْفاً.

ہمع الھوامع اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ حال میں مختلف اعتبارات سے مختلف تقسیمیں کی جاتی ہیں لہٰذا حال باعتبار زمان کے دو قسم پر ہے جیسا کہ النحو الوافی جلد دوم میں ہے۔

اول مقارنہ. دوم مُقَدَّرہ .

حال مقارنہ وہ ہے کہ حال اور اس کے عامل کا زمانہ ایک ہو یعنی دونوں کا معنی ایک زمانہ میں متحقق ہو باین طور کہ ایک کا معنی باعتبار وقوع کے دوسرے سے متاخر نہ ہو جیسے جاء نی زَیْدٌ راکباً اور حال مُقَدَّرَہ جس کو مُسْتَقْبلہ اور مُنْتَظِرَہ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے۔ یہ وہ حال ہے کہ حال کا معنی باعتبار وقوع کے اپنے عامل کے معنی سے متاخر ہو جیسا کہ النحو الوافی جلد دوم میں ہے مگر چونکہ اس حال کے وجود کو عامل کے زمانہ میں فَرض کیا جاتا ہے تو اس کو مقدرہ کہتے ہیں جیسا کہ شرح کافیہ عنایت اللہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارت (ومقدرة وھی التی قُدِّر و فُرِضَ وجودھا فی وقت العامل نحو فادخلوھا خالدین فان خلودھم لیس بموجود فی وقت الدخول بل الخلود قُدِّرَ و فُرِضَ فی وقت الدخول)

## ﴿ نحو میر ﴾

وتمیز اسمی ست کہ رفع ابہام کند از عدد چون عندی اَحَدَ عشر دِرْھماً یا از وزن چون عندی رِطْلٌ زَیْتاً یا از کیل چون عندی قَفِیْزَانِ بُرّاً یا از مساحت چون مافی السماء قدر راحةٍ سحاباً .

## (طرز المبتدی)

(قولہ تمیز) تمیز کی لغت میں معنی ہے جدا کرنا اور اصطلاح میں تمیز وہ اسم ہے جو کسی مبہم چیز سے ابہام و پوشیدگی کو دور کرے۔ پھر تمیز کی دو قسمیں ہیں اول وہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کی نسبت سے ابہام کو دور کرے اس کا بیان پہلے



## (طرز المبتدی)

گذر چکا۔ دوسری وہ تمیز ہے جو مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے اور ایسی تمیز کی پانچ قسمیں ہیں۔

اول: یہ کہ عدد سے ابہام کو دور کرے جیسے عندی اَحَدَ عَشَرَ دِرْھِماً یہاں (درھما) تمیز نے (احد عشر) کے عدد میں جو ابہام تھا اس کو دور کیا کیونکہ (احد عشر) کے جنس میں ابہام تھا۔ نہ معلوم وہ کونسا جنس ہے تو اس کے بعد (درھما) تمیز نے جنس کو بتلایا کہ وہ (درھم) ہیں لہٰذا تمیز نے عدد میں جو ابہام تھا اس کو دور کیا ہے۔

دوم: یہ کہ وزن سے ابہام کو دور کرے جیسے عندی رِطْلٌ زَیْتاً (میرے پاس ایک رطل زیتون کا تیل ہے) یہاں (زیتا) نے (رطل) سے جو وزن ہے ابہام کو دور کیا ہے۔

**فائدہ**: رطل عرب کے ایک وزن کا نام ہے آدھ سیر کے برابر ہوتا ہے۔

سوم: کیل یعنی پیمانہ سے ابہام کو دور کرے جیسے عندی قَفِیْزَانِ بُرّاً (میرے پاس دو قفیز ہیں از روئے گیہوں کے) یہاں (برا) نے (قفیزان) سے ابہام کو دور کیا ہے۔

**فائدہ**: قفیز عرب کا ایک پیمانہ ہے۔

چہارم: مساحت یعنی پیمائش سے تمیز ابہام کو دور کرے جیسے مافی السماء قدر راحةٍ سحاباً (نہیں ہے آسمان پر ہتھیلی کے برابر از روئے بادل کے) یہاں (سحابا) نے (قدر راحة) سے ابہام کو دور کر دیا۔

**فائدہ**: مِسَاحت (بکسر میم بمعنی زمین کا ناپنا پیمائش سے) اور پیمائش میں ہتھیلی۔ بالش۔ گز۔ جریب وغیرہ جو پیمائش کیلئے استعمال ہوتے ہیں سب آگئے۔

پانچواں: یہ کہ تمیز ذات مَقِیْس سے ابہام کو دور کرے جیسے علی التمرة مِثْلُھَا زُبْداً (کھجور پر ہے مثل اس کے از روئے مکھن کے) یہاں (مثلھا) کے جنس اور ذات میں ابہام تھا (زُبْداً) نے دور کیا ہے۔

## (تشریح)

(وتمیز اسمی است) ابن ہشام انصاری نے شرح شذور الذھب میں کہا ہے کہ (وھو فی اللغة بمعنی فصل الشئی عن غیرہ قال اللہ تعالیٰ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ) ای انفصلوا من المؤمنین

(تشریح)

(تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ) اى ينفصل بعضها من بعض)

اور مسالک البہیہ میں ہے (دوم از منسوب خاص تمییز ست وآن لغۃً جدا کردن باشد، اصطلاحاً عبارت از اسمی ست که دور کند ابہامی را که در ذاتی بحسب الوضع راسخ ومستقر بود، عام ازینکه آن ذات مذکور باشد چون هذا رطل زَيْتاً پس لفظ زَیت در ترکیب مذکور رفع ابہام میکند که در ذات رطل حین الوضع ثابت بود چه لفظ رطل ہر چند بر موضوع له معین که عبارت از وزن خاص باشد دلالت دارد لیکن من جہۃ الذات چنان در حیز اختفاست که بلی ذکر مُمَیِّز خاص ہمچو زیت و عسل ونحو آن احتمالش بر ہمہ موزونات دائر ست۔

یا مقدر چون طَابَ زَيْدٌ نَفْساً پس لفظ نفساً کشف ابہامی مینماید که در ذات مقدر است وآن متعلق از متعلقات زید باشد یعنی چیزی منسوب بزید از نفس ودار واَب واُبوة وجز آن وپوشیده نیست که طاب ہر چند در لفظ اسناد بزید دارد ولیکن در معنی مسند بسوی ہمان متعلق است الخ)

(مُمَيَّزُ عنه دو قسم پر ہے)

مسالک البہیہ میں ہے کہ مُمَيَّزُ عنه جو محتاج ہوتا ہے اپنے ابہام کے دور کرنے میں تمییز کی طرف۔ یہ دو قسم پر ہے کہ اول یہ کہ مذکور ہو یہ مُفرد ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ یہاں مفرد مقابلہ میں جملہ، شبہ جملہ اور مضاف کے آیا ہے یعنی مبہم ممیز جو کہ ذات مذکور ہے یہ جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف نہ ہو۔

دوم وہ ہے کہ مُمَيَّزُ عنه مقدر ہو پھر مفرد دو قسم پر ہے۔ اول مقدار، دوم غیر مقدار۔

قسم اول: جو مفرد مقدار ہے یہ ضرور مندرجہ ذیل مقادیر خمسہ سے ہوگا۔

(۱) عدد (۲) وزن (۳) کَیل (۴) مِساحت (۵) مقیاس

اور تاشکندی علی الکافیہ میں مذکورہ اقسام کو مندرجہ ذیل شعر میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

شعر مقادیر ای برادر پنج بشناس عدد وزن ذراع کیل و مقیاس

**فائدہ**: شرح جامی ورضی میں ہے کہ یہاں تمیز کی بحث میں مقدار سے مقدار کا آلہ مراد نہیں یعنی نفس کیل اور قفیز مراد نہیں بلکہ مقدار سے یہاں مراد مَعْدود . مَوْزون . مِكْيَل . مَمْسُوح . مَقِيس ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں



(تشریح)

ابہام ہوتا ہے جنس کے لحاظ سے تمییز بیان جنس کے لئے آتا ہے۔

**فائدہ**: اگر لسان عرب میں مذکورہ مقادیر سے مراد مقدار کا آلہ ہو تو اس وقت وہ اشیاء بغیر اضافت کی استعمال نہیں ہوتے اور اضافت بھی لامی ہوتی ہے جیسا کہ سیوطی نے ہمع الہوامع میں کہا ہے۔

(عدد دو قسم پر ہے)

(از عدد) شذور الذہب اور جامع الدروس میں ہے کہ عدد دو قسم پر ہے اول صریح یہ وہ عدد ہے کہ معلوم المقدار ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ.

دوم عدد کنائی یہ وہ عدد ہے جو کنائی ہوتا ہے ایک ایسے عدد سے جو مجہول المقدار ہو اور اس عدد کے الفاظ (كم . كَأَيِّن . كذا) ہیں۔ یہ عدد کنائی بھی اپنی ذات کے اعتبار سے مبہم ہوتا ہے لہٰذا تمییز کا محتاج ہوگا جیسے عدد صریح تمییز کا محتاج ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ یہاں نحو میر میں عدد سے مراد عدد صریح ہے کیونکہ عدد کنائی اور اسکی تمییز سے صاحب نحو میر باب سوم میں بحث کرتا ہے۔

**فائدہ**: جس چیز سے ابہام کو دور کیا جاتا ہے اس کو مُبْهم مُمَيَّز کہتے ہیں اور (مُمَيَّز) صیغہ ہے اسم مفعول کا اور خود تمیز کو (مُمَيِّز) کہتے ہیں اور مُمَيِّز صیغہ ہے اسم فاعل کا مثلاً (اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً) میں احد عشر یہ مُبْهم مُمَيَّز ہے اور اس کی ذات میں ابہام ہے یعنی اس کے ذات اور جنس میں ابہام ہے معلوم نہیں کہ اس سے کونسا معدود مراد ہے تو اس کے بعد رجلا کو بطور تمییز اضافہ کیا گیا اور اس تمییز نے ابہام کو دور کیا اور جنس کو واضح کیا کہ اس معدود سے جنس (رجل) مراد ہے اسی پر بقیہ مقادیر کو قیاس کیا جائے۔

(عدد تمییز کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہے)

ابن ہشام انصاری نے شذور الذہب میں کہا ہے کہ عدد تمییز کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہے۔

(۱) وہ عدد ہے جو بلکل تمییز کی طرف محتاج نہیں ہوتا (وهو الواحد والاثنان ولا تقول واحد رجل ولا اثنا رجلين واما قوله فيه ثنتا حنظل فضرورة)

(۲) وہ عدد ہے جو ایسی تمییز کا محتاج ہو جو جمع اور مجرور ہو (هو الثلاثة والعشرة وما بينهما تقول عندى ثلاثة

## (تشریح)

رجال و عشرة نسوة و کذا ما بینهما و یستثنی من ذالکَ ان یکون التمییز کلمة المأة فانها یجب افرادها تقول عندی ثلثمِأةِ ولا یجوز ثَلاثُ مِئاتٍ ولا ثلاثُ مِئِینَ الا فی ضرورة)

**فائده**: سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے کہ عدد قلیل یعنی تین سے دس تک یہ عدد قلیل غالباً جمع قلت کی طرف مضاف ہوتا ہے بشرطیکہ اس معدود کیلئے جمع قلت کا صیغہ ہو اور اگر اس معدود کیلئے جمع قلت کا صیغہ نہیں بلکہ اس کیلئے جمع کثرت کا صیغہ مستعمل ہے تو بوقت اضافت یہی جمع کثرت کا صیغہ متعین ہے جیسے ثلاثة رجالٍ اور اگر اس معدود کیلئے جمع قلت کا صیغہ ہے پھر بھی جمع کثرت کی طرف مضاف ہوتا ہے تو یہ طریقہ قلیل ہے جیسے (ثلاثة قروء) یہاں معدود کے لئے جمع قلت کا صیغہ ہے کہ وہ (اقراءٌ) ہے۔

غایۃ التحقیق میں ہے کہ (ثلاثة اقراء) میں جو اضافت عدد قلیل کی جمع کثرت کے صیغہ کی طرف ہے یہ ایک حکمت پر مبنی ہے وہ نکتہ اور حکمت یہ ہے کہ یہاں اس بات پر تنبیہ مقصود ہے کہ عورتیں چونکہ اپنے ازواج کی طرف انتہائی خواہشمند ہوتی ہیں لہٰذا یہ تین (قروء) بھی ان کے حق میں کثیر ہے لہٰذا عدد ثلاث مضاف ہوا ہے جمع کثرت کی طرف اور (تربص) کا امام حریری نے درۃ الغواص میں اس اضافت کیلئے ایک اور وجہ بھی لکھی ہے واللہ اعلم و علمہ اتم.

**فائده**: امام حریری نے درۃ الغواص میں کہا ہے کہ تین سے دس تک اس عدد کا وضع قلیل کیلئے ہے تو اس کا اضافت ایسے جمع کی طرف جو قلت کیلئے ہو زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس وقت عدد اور معدود میں توافق آتا ہے۔

**فائده**: ہمع الہوامع میں ہے کہ عدد قلیل کی اضافت اسم جمع کی طرف جیسے ثلاث القوم یا اسم جنس کی طرف جیسے ثلاث نخلٍ جائز ہے یا نہیں تو اس میں تین اقوال ہیں۔ایک قول میں یہ اضافت جائز ہے کیونکہ کلام عرب میں وارد ہے اور قرآن میں ہے (وفی المدینة تسعة رهط)

(۳) وہ عدد ہے جو ایسی تمییز کا محتاج ہو جو مفرد اور منصوب ہو (والثالث ما یحتاج الی تمییز مفر منصوب وهو الاَحدَ عَشَرَ والتسعة والتسعون وما بینهام نحو انی رأیتُ احد عشر کو کبا) اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ و تِسْعُوْنَ نَعْجَةً)

سوال: گیارہ سے ننانوے عدد کیلئے تمییز مفرد منصوب آتی ہے مگر قرآن میں (وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا) تمییز جمع ہے۔



## (تشریح)

(اسباطا) تمییز جمع ہے۔

**جواب**: اَسبَاطًا ظاہراً تمییز معلوم ہوتا ہے مگر یہ تمییز نہیں بلکہ یہ بدل ہے (اثنتی عشرة) سے تمییز (فرقةً) کا لفظ ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں (اثنتی عشرة فرقة) ہے۔

(۴) وہ عدد ہے جو ایسی تمییز کا محتاج ہو جو مفرد اور مجرور ہو یہ عدد (مأة) اور (اَلْف) ہے (والرابع ما یحتاج الی تمییز مفرد مخفوض وهو المأة والالف تقول عندی مِائةُ رَجُلٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ)

(۵) عدد کنائی ہے یعنی (کَمْ) خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ مگر کم استفہامیہ کی تمییز منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ غلاماً عِنْدَکَ اور کبھی مجرور بھی ہوتی ہے جیسے (بکَمْ دِرْهَمٍ اِشتریْتُ) شذور الذهب میں ہے (فالنصب علی الاصل والجر بمن مضمرة لا بالاضافة خلافا للزجاج)

مگر یاد رہے کہ (کَمْ) استفہامیہ کی تمییز مفرد ہوتی ہے شذور الذهب میں ہے (ولا یکون تمییزها الامفردا) اور (کَمْ) خبریہ کی تمییز مجرور ہوتی ہے شذور الذهب میں ہے (ولکنه لا یکون الا مخفوضا کما ذکرنا ثم تارة یکون مجموعا کتمییز الثلاثة والعشرة واخواتهما و تارة یکون مفرداً کتمییز المأة والالف وما فوقها)

اور کم استفہامیہ و کم خبریہ کی تمییز سے صاحب کتاب باب سوم میں بحث کرتا ہے۔

(یا از وزن) جیسے (عندی رِطْلٌ زَیْتاً) مصباح المنیر میں ہے کہ (رطل) عرب کے ایک وزن کا نام ہے جو آدھ سیر کے برابر ہوتا ہے۔اور غایۃ التحقیق میں ہے کہ (رطل) فتح را و کسرا را دونوں سے پڑھنا جائز ہے مگر افصح اور اصح کسرا ہے مزید تحقیق کیلئے عصام علی الکافیہ اور جامع الغموض کو دیکھا جائے۔اور مذکور مثال میں جو لفظ (زَیْت) ہے غیاث اللغات میں ہے کہ زَیْت بالفتح و در آخر تائے فوقانی روغن تخم درخت زیتون در بعض بلاد آنرا بچراغ میسوزند برائے دفع درد گزیدن زنبور اثر تمام دارد۔

**فائده**: شذور الذهب میں ہے کہ (مثقال ذرة خیرا) میں مثقال ذرة یہ حقیقتاً وزن نہیں بلکہ مشابہ ہے وزن کے ساتھ ملاحظہ ہو عبارت (مثقال ذرة خیرا) فهذا یُعَدُّ شبه الوزن ولیس به حقیقة لان مثقال ذرة لیس اسماً لشئی یُوْزَنُ به فی عرفنا) مزید تحقیق کیلئے شذور الذهب ملاحظہ کریں۔

## (تشریح)

(کیل )غیاث اللغات میں ہے(کیل )بالفتح بمعنی پیمودن و پیمانہ ہر دو آمدہ مگر یہاں ( عندی قفیزان برا)میں مراداس سے پیمانہ ہےاور(قفیز) مصباح المنیر میں ہے کہ قفیز عرب کا ایک پیمانہ ہے۔

(از مساحت )کریم اللغات میں ہے(مِسَاحت) بمعنی پیمائش اور عصام شرح کافیہ میں ہے( اَوْیُمْسَحُ به الشیٔ کالذراع وقدر راحة و قدر شبر)الغرض(مساحت )بھی مقدار ہوتی ہےاوراس سے مرادوہ آلہ مقدار ہے جس سے ناپتے وقت اس کا تماس شئی آخر سے ہوتا ہے جیسے(ذراع گز)اور(راحت۔ ہتھیلی)وغیرہ ہیں مگر یہاں بحث تمیز میں مراد(مساحت )سے شیئ مَمْسُوح مراد ہے۔

(پانچوان قسم مقیاس )یعنی مقدار کی پانچویں قسم مِقْیَاس ہے۔غیاث اللغات میں ہے(مقیاس) بالکسر اندازہ وآنچہ کہ بدان اندازہ گیرند)اورابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ(فالمقیاسُ المقدار یقال قِسْتُ الشَّیئی بالشئی اذا قدرته به )استملی جامی کی حاشیہ میں ہے( وانما سمی هذا القسم مقیاساً لانک قستَ علی التمرة ما علیها من الزُبد و کذالک غیر هذا المثال )الغرض(علی التمرة مثلها زُبُداً)میں (مثل )یہ شیئ مَقِیْس ہےاوراس میں ابہام ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق میں ہے (فالاسم المبهم المحتاج الی التمییز هو المثل لابهامه )

اورغایۃ التحقیق میں ہے( وانما قال هذا الكلام لان التمرة توكل في العرب مع الزُبُدِ )اورجامع الغموض شرح کافیہ میں ہے کہ یہ ایک نسخہ ہے جو دماغ اور بینائی کیلئے مفید ہے نیز قوۃ باہ کو زیادہ کرتا ہے۔اورشرح عصام علی الکافیہ میں ہے کہ اس مثال میں مماثلۃ سے مرادمماثلۃ فی القدر مراد ہے، نہ مماثلۃ فی الوصف۔جیسے ذائقہ ہے لہٰذا ترجمہ مثال مذکور کا یون ہوگا ( کھجور پر ہے مثال اس کھجور۔کے مقدار میں باعتبار مکھن کے ) یہ ترجمہ جامع الغموض شرح کافیہ سے ماخوذ ہے۔

**فائدہ** : ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ مقیاس اور بقیہ مقدار کے اقسام میں فرق یہ ہے کہ مقیاس کے علاوہ جومقدار کے اقسام ہیں ان کی وضع ایک معین مقدار کیلئے ہے بخلاف مقیاس کے کہ اس کی وضع ایک معین مقدار کے لئےنہیں )

**فائدہ** . تمییز کی مذکورہ اقسام میں عامل اسم تام ہے جس کا بیان باب سوم میں آنے والا ہے ان شاء اللہ



## (تشریح)

اور کشف النقاب نیز حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ یہ اسماء اگر چہ جامد ہیں باوجود جمود کے عامل ہیں مگر عمل ان کا بر طریق تشبیہ ہے یعنی یہ اسماء مبهمہ اسم فاعل اوراسم مفعول کے ساتھ مشابہ ہیں یعنی جس طرح اسم فاعل طلبگار ہوتا ہے ایک ایسے اسم کے لئے جواس کے بعد واقع ہو، یہ بھی اپنے تمام ہونے کے بعد ایک ایسے اسم کوطلب کرتے ہیں جوان کے بعد واقع ہو مثلا(اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً )یہ مشابہ ہے(زیدٌ ضاربٌ رجلاً )کے ساتھ یعنی جس طرح(ضارِبٌ) ( رجلاً )کوطلب کرتا ہےتو(احد عشر )بھی(رجلاً) کوطلب کرتا ہے لہٰذا فقط طلب میں دونوں شریک ہیں اگر چہ(احد عشر رجلا)میں(رجلاً) منصوب بنابر تمییز ہےاور(زیدٌ ضارِبٌ رجلاً)میں رجلاً منصوب بنابر مفعولیت ہے۔

**دوم مفرد غیر مقدار** : شروع میں ذکر اہوا کہ مبہم ممیز جومفرد ہے۔یہ دو قسم پر ہے۔اول مفرد مقدار۔دوم مفرد غیر مقدار۔مفرد مقدار کا بحث ختم ہو اب یہاں سے مفرد غیر مقدار کا بحث شروع ہے

اس کی مثال ( عِنْدِیْ خَاتَمٌ حَدِیْداً ) ہے۔اس قسم میں تمییز اکثر مجرور ہوتی ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ واقع ہوتی ہے مبہم ممیز کیلئے جیسا کہ مسالک البہیہ میں ہے نیز مسالک البہیہ میں ہے کہ اس قسم کی تمییز مفرد ہوتی ہے اگر اس سے اس جنس کے انواع مقصود نہ ہوں اگر اس جنس کے انواع مراد ہوں تو پھر تثنیہ اور جمع آسکتی ہے جیسے(خاتمان حدیدین وخواتم حدائد)

(دوم ذات مُقَدَّرُ )اس سے پہلے ذکر ہوا تھا کہ مبہم ممیز دو قسم پر ہے۔اول ذات مذکور۔دوم ذات مقدار۔ذات مذکور کا بحث ختم ہوا۔اب یہاں سے مبہم ممیز ذات مقدر کا بیان ہے وہ یوں کہ ذات مقدر جو ہے نسبت سے پیدا ہوتا ہے تفصیل یہ ہے کہ تمییز اگر رفع ابہام کا کرے ایسی ذات سے کہ وہ نسبت کی سبب سے پیدا ہو پھر وہ نسبت عام ہے کہ جملہ میں ہو یاشبہ جملہ واضافۃ میں ہو مثال اس نسبت کی جو جملہ ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ نفساً. اب یہاں(نفساً) ایسی ذات سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو مقدار ہے کیونکہ مذکورہ مثال میں نہ (طَابَ )میں ابہام ہےاور نہ کہ (زیدٌ) میں ابہام ہےاور نہ کہ اصل نسبت میں ابہام ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق میں ہے۔

کیونکہ نسبت جو ہے وہ معلوم اور محقق ہے بلکہ ابہام امر مقدر میں ہے لہٰذا معنی مثال مذکور کی یوں ہوگی ( طَابَ اَمْرٌ مِنْ اُمُوْرِ زَیْدٍ) اس مثال میں یہی امر مبہم ممیز ہے بعد میں اس امر کی تفسیر (نفساً) سے کی جاتی ہے لہٰذا مبہم ممیز حقیقت میں وہ چیز ہے جو منسوب ہے زید کی طرف نہ کہ خود نسبت جیسا کہ غایۃ التحقیق میں ہے ملاحظہ ہو عبارت ( فالمبهم فی الحقیقة

(تشریح)

هو الشئی المنسوب الیه لا النسبة وقوله نفساً تفسیر للمنسوب الیه المجهول لا لنفس النسبة الا انهم قالو انه تمییز عن النسبة نظرا الی ان الابهام ناشٍ عن جهة النسبة)

اور مزادشبہ جملہ سے یہ چیزیں ہیں یعنی اسم فاعل بافاعل جیسے الحوض مُمْتَلِئٌ ماءً. اسم مفعول بانائب فاعل جیسے الارض مُفَجَّرَةٌ عیوناً صفت مشبہ بافاعل جیسے زیدٌ شریفٌ نسباً. اسم تفضیل بافاعل جیسے زید اَفْضَلُ اَباً مصدر بافاعل جیسے اَعْجَبَنِیْ طِیبُهٗ عِلْماً اوراسی پر قیاس ہے وہ چیز جو فعل کے معنی میں ہے جیسے (حَسْبُکَ زَیْدٌ رَجُلاً) الغرض مذکورہ اشیاء شبہ جملہ کہلاتے ہیں ان کی نسبت سے ذات مقدر پیدا ہوتا ہے اوراس میں ابہام ہے بعد میں (ماءً) وغیرہ تمییز واقع ہے اس ذات مقدر سے۔ اورمثال اس تمیز کی جوابہام ایسی ذات مقدر سے دور کرے جواضافت کی نسبت سے پیدا ہو جیسے (اعجبنی طِیبُ زَیْدٍ اَباً) اس مثال میں طیب زیدٍ مضاف اور مضاف الیہ ہیں۔ اس اضافت کی نسبت سے ذات مقدر پیدا ہوئی اوراس میں ابہام ہے اس ابہام کو (اَباً) نے دور کیا ہے گویا کہ (اباً) تفسیر واقع ہے اس ذات مقدر کیلئے جو کہ مجہول ہے۔

(ذات مقدر میں عامل کون ہے؟)

یادر ہے کہ جب تمییز ذات مقدر سے رفع ابہام کرے تو اس میں عامل فعل وشبہ فعل ہے جیسا کہ صاحب نحو میر نے کہا ہے (ششم تمییز راوقتیکہ درنسبت فعل بافاعل ابہامے باشد چون طَابَ زَیْدٌ نَفْساً)

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ تمییز فقط اسم صریح ہوتا ہے لہٰذا درج ذیل چیزیں یعنی جملہ وشبہ جملہ اور جار ومجرور تمییز واقع نہیں ہوسکتے۔

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ تمییز میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو مگر کبھی لفظاً معرفہ معنیً نکرہ ہوتی ہے جیسے طِبْتُ النَّفْسَ کہ یہاں (النفس) اگر چہ لفظاً معرفہ معلوم ہوتا ہے مگر معناً نکرہ ہے کیونکہ یہاں الف ولام زائد ہے۔

**فائدہ** : تمییز میں اصل یہ ہے کہ اسم جامد ہو مگر تمییز اگر ایسا وصف ہے جو اپنے موصوف کے قائم مقام ہو تو تمییز اسم مشتق بھی ہوتی ہے جیسے (لِلّٰہِ دَرُّهٗ فَارِساً) کہ یہ اصل میں (للّٰہ دَرُّهٗ رَجُلاً فَارِساً) ہے۔

**فائدہ** : عنایت اللہ شرح کافیہ میں ہے (والفارس اسم الفاعل من فرس ای حذق بامر الخلیل هذا القول



(تشریح)

یستعمل فی التعجب ای هذا الخیر الصادر من الممدوح لیس فی وسعه بل هو من صنع اللّٰه تعالیٰ المصدر للعجائب)

**فائدہ** : قطر الندی اور جامع الدروس میں ہے کہ تمییز کبھی بیان ذات یا بیان نسبت کے لئے نہیں ہوتی ہے بلکہ فقط تاکید کیلئے آتی ہے جیسے (ان عدة الشهور عند اللّٰه اثنا عشر شهرا) اب یہاں (شهرا) جو کہ تمییز ہے بیان ذات کیلئے نہیں کیونکہ جب (ان عدة الشهور عند اللّٰه اثنا عشر شهرا) کہا گیا تو ذات (اثنا عشر) کی معلوم ہوئی لہٰذا (شهرا) جو کہ تمییز ہے یہ معناً مؤکد ہے (شهور) کیلئے۔

(تمییز نسبت چار قسم پر ہے)

شرح شذور الذهب میں ہے کہ تمییز نسبت چار قسم پر ہے

حاصل اس بحث کا یوں ہے کہ تمییز نسبت شروع میں دو قسم پر ہے جیسا کہ مسالک البہیہ میں ہے۔ اول مُحَوَّل۔ دوم غیر مُحَوَّل ۔مُحَوَّل وہ ہے کہ اصل وضع میں مرفوع یا منصوب ہو مگر بعد میں اس کو متغیر کر کے تمییز بنایا جائے پھر مُحَوَّل تین قسم پر ہے۔

(۱) مُحَوَّل فاعل سے جیسے (وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْباً) کہ اصل میں (واشتعل شَیْبُ الرأسِ) ہے۔

(۲) مُحَوَّل مفعول سے جیسے (فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْناً) اصل میں (فَجَّرْنا عُیُوْنَ الْاَرضِ) ہے۔

(۳) مُحَوَّل مبتداء سے جیسے (اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً) اصل میں (مَالِیْ اَکْثَرُ) ہے (مال) جو کہ مضاف ہے اس کو حذف کیا گیا اس کے بعد ضمیر متکلم کو مرفوع منفصل بنایا گیا اور اس محذوف مضاف کو تمییز بنایا گیا تو (اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً) ہو گیا۔

دوم غیر مُحَوَّل وہ ہے کہ اصل وضع میں اسی طریقے پر مستعمل ہو اگر چہ معناً فاعل یا مفعول ہو جیسے (نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ)

(تمییز اپنے عامل سے مقدم ہو سکتی ہے یا نہیں؟)

شرح انموذج میں ہے کہ اگر تمییز کا عامل اسم ہے تو اس وقت اپنے عامل پر باتفاق نحاة مقدم نہیں ہو سکتی اور اگر عامل فعل ہے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ فعل عامل پر مقدم ہو سکتی ہے کیونکہ فعل عمل میں قوی ہے۔ دلیل میں

## (تشریح)

مندرجہ ذیل شعر کو پیش کرتے ہیں کہ اس میں تمییز اپنے عامل فعل پر مقدم ہے۔

شعر اتھجر لیلی بالفراق حبیباً وما کاد نَفْساً بالفراق تطیب

اس شعر میں (نَفْساً) تمییز ہے جو (تطیب) فعل پر مقدم واقع ہوئی ہے مگر مختار یہ ہے کہ تقدیم تمییز مطلقاً ناجائز ہے خواہ عامل فعل ہو یا اسم اور متمۃ الآجرومیہ میں اسی کو جمہور کا مذہب کہا گیا ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ تقدیم تمییز اپنے عامل پر اس لئے ناجائز ہے کہ جو غرض تمییز سے ہے وہ فوت ہوتا ہے کیونکہ مقصود تمییز سے یہ ہے کہ اولاً کلام میں ابہام ہو بعد میں تمییز کے ذریعے سے رفع ابہام ہوا اور تقدیم تمییز اس غرض کو فوت کرتا ہے۔

اور شرح انموذج میں مذکورہ شعر سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ فصیح (وما کادَ نَفْسِیْ) ہے اور (نفسی) کادَ کا اسم ہے اس کی خبر (تطیبُ) ہے۔

## (تمییز اور حال کے درمیان فرق)

**فائدہ**: متوسط کے حاشیہ میں ہے کہ تمییز اور حال میں فرق یہ ہے کہ حال ذات کے ہیئت سے ابہام کو دور کرتا ہے اور تمییز خود ذات سے ابہام کو دور کرتا ہے۔ مزید تحقیق کیلئے شرح قطر اور اس کا حاشیہ سبیل الھدیٰ دیکھا جائے۔

## ﴿نحو میر﴾

ومفعول بہ اسمی ست کہ فعل فاعل برو واقع میشود چون ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً بدانکہ این ہمہ منصوبات بعد از تمامی جملہ باشند وجملہ بفعل وفاعل تمام شود و بدین سبب گویند اَلْمَنْصُوْبُ فَضْلَۃٌ

## (طرز المبتدی)

(قولہ و مفعول بہ) مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً (زید نے عمرو کو مارا) اس مثال میں (عَمْراً) مفعول بہ ہے جس پر فاعل کا فعل جو (ضَرَبَ) ہے واقع ہے۔

**فائدہ**: مفعول بہ دو قسم پر ہے اول صریحی، دوم غیر صریحی۔

صریحی وہ ہے کہ فاعل کا فعل اس پر صراحۃً واقع ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْداً و ضَرَبَکَ اور مفعول بہ۔ غیر صریحی وہ ہے کہ فاعل کا فعل اس پر صراحۃً واقع نہ ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں (زید) ہے کہ اس پر فاعل کا فعل جو



## (طرز المبتدی)

(مرور) ہے بواسطہ حرف جر واقع ہے۔

(قولہ بدانکہ این ہمہ منصوبات بعد از تمامی جملہ باشند) یعنی یہ تمام منصوبات جو مفعول مطلق سے شروع ہوئے اور مفعول بہ پر ختم ہوئے۔ جملہ کے تمام ہونے کے بعد آیا کرتے ہیں اور جملہ فعلیہ میں فعل اور فاعل پر جملہ مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے جملہ ہونے کیلئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ جملہ کے مکمل ہونے کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور جملہ میں یہ دو چیزیں موجود ہیں۔ رہے منصوبات تو یہ جملہ کے تمام ہونے کے بعد آیا کرتے ہیں کیونکہ منصوبات جملہ سے زائد ہوتے ہیں اسی وجہ سے تو کہا جاتا ہے کہ (المنصوبُ فُضْلَۃٌ) منصوب زائد چیز ہے۔

**فائدہ**: فَضْلَۃٌ فتح فا کے ساتھ بمعنی بچا ہوا اور ضرورت سے زائد چیز کو کہتے ہیں۔

## (تشریح)

(مفعول بہ اسمی است) حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ یہاں اسم عام ہے خواہ اسم صریح ہو یا اسم تاویلی۔ مثال اسم صریح کی جیسے ضَرَبْتُ زَیْداً یہاں زَیْداً اسم صریح مفعول بہ واقع ہے اور مثال اسم تاویلی کی جیسے (اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ) اس مثال میں اَنْ تَقُوْمَ مؤول ہے (قِیَامَکَ) سے جو کہ مصدر ہے الغرض یہاں اَنْ تَقُوْمَ اگرچہ ظاہراً فعل ہے مگر مصدر کے تاویل میں ہو کر کے مفعول بہ ہے (اُرِیْدُ) فعل کیلئے۔

(کہ فعل فاعل بر و واقع شود) حاشیہ ابی النجا و ہندی اور الفواکہ الجنیہ میں ہے کہ یہاں فعل سے مراد فعل لغوی یعنی مصدر ہے ملاحظہ ہوں عبارات۔

(۱) نحو ضَرَبْتُ زَیْداً فزَیْداً مفعول به لوقوع الفعل الذی هو الضرب علیه و رکبتُ الفرسَ فالفرس مفعول به لوقوع الفعل الذی هو الرکوب علیه) الفواکه الجنیه.

(۲) المفعول به هو ما وقع علیه فعل الفاعل والمراد به اللغوی دون الصطلاحی) هندی.

**فائدہ**: نحو میر میں مفعول بہ کی جو تعریف ہے یہ زمخشری اور ابن حاجب کے نزدیک ہے جیسا کہ ابن ہشام نے وبل الصدی میں اور سیوطی نے ہمع الھوامع میں کہا ہے مگر اس تعریف پر سوال ہوتا ہے کہ (مَا ضَرَبْتُ زَیْداً) اور (لَا تَضْرِبْ زَیْداً) میں فاعل کا فعل (زیداً) پر واقع نہیں حالانکہ مفعول ہے۔ اس سوال سے خود ابن حاجب نے شرح کافیہ

## (تشریح)

میں جواب دیا ہے کہ (وقوع) سے مراد تعلق ہے یعنی اس فعل کا اس اسم سے ایسا تعلق ہو کہ وہ فعل بغیر اس اسم کی سمجھ میں نہ آوے ملاحظہ ہو عبارت (ونعنی بالوقوع تعلقه بما لایعقل الا به)

**فائدہ**: علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیۃ میں کہا ہے کہ وقوع سے مراد وقوع حِسّی مراد نہیں بلکہ مراد وقوع سے وقوع معنوی ہے (ولیس المراد بوقوع الفعل الوقوع الحِسّی کما فی هذین المثالین لعدم جریانه فیمامثل به من نحو (واتقوا اللّٰه) ونحو و یقیمون الصلوٰة بل الوقوع المعنوی وهو تعلق فعل الفاعل بشئی من غیر واسطة حرف جر بحیث لا یعقل الفعل بدون تعقل ذالک الشئی سواء نسب الیه الفعل بطریق الاثبات کما مثل او بطریق النفی نحو لم اضرِبْ زَیْداً)

### (مفعول بہ کی اقسام)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ مفعول بہ دو قسم پر ہے صریح وغیر صریح (المفعول به قسمان صریح و غیر صریح والصریح قسمان ظاهرٌ نحو فتح خالدالحِیْرَةَ و ضمیر مّتصل نحو اکرمتُکَ واکرمْتُهُمْ او منفصل نحو ایاک نعبد وایاک نستعین ونحو اِیَّاهُ اُرِیْدُ و غیر الصریح ثلاثة اقسام مُؤَوَّلٌ بمصدر بعد حرفٍ مصدریٍّ نحو علمتُ اَنَّکَ مُجْتَهِدٌ و جملة مؤوَّلة بمفردٍ نحو ظَنَنْتُکَ تجتهدُ و جارو مجرور نحو اَمْسَکْتُ بِیَدِکَ وقد یسقط حرف الجر فَیَنْتَصِبُ المجرور علی انه مفعول به و یسمی المنصوب علی نزع الخافظ فهو یرجع الی اصله من النصب)

جاننا چاہئے کہ مفعول بہ غیر صریح کی تین قسموں میں سے پہلی قسم جو کہ حرف مصدری کے بعد واقع ہوتی ہے اور مصدر سے مؤول ہوتی ہے یہ حروف کتاب صمدیہ میں پانچ شمار کئے گئے ہیں مگر جامع الدروس جلد سوم میں بحث حروف مصدریہ میں ہمزہ تسویہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور وہ چھ حروف یہ ہیں (اَنْ. اَنَّ. کَیْ. ما. لَوْ. همزه تسویه) ان کی مثالیں جامع الدروس میں یہ دیے گئے ہیں۔

(۱) سَرَّنِیْ اَنْ تلازمَ الفضیلة

(۲) اُحِبُّ اَنَّکَ تجتنبُ الرذیلةَ

(۳) اِرْحَمْ لِکَیْ تُرْحَمَ



## (تشریح)

(۴) أوَدُّ لو تجتهد

(۵) واللّٰه خلقکم وما تعملون

(۶) سواءٌ علیهم ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لم تُنْذِرْهُمْ) یہاں پہلا ہمزہ تسویہ کی ہے اور جامع الدروس میں ہے (والمصدر المؤول بعدها یکون مرفوعاً او منصوباً او مجروراً بحسب العامل قَبْلَهٗ) مزید تفصیل کیلئے جامع الدروس کو دیکھا جائے۔

**فائدہ**: الاظہار والعوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے کہ مفعول بہ صریحی فعل متعدی کے ساتھ مختص ہے رہا مفعول بہ غیر صریحی یہ فعل متعدی ولازمی کی درمیان مشترک ہے۔

**فائدہ**: حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ مفعول بہ منصوب ہوتا ہے مگر نصب عام ہے لفظاً ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْداً یا محلاً ہو جیسے ضَرَبْتُ هذا اور یا کہ تقدیراً ہو جیسے ضَرَبْتُ الفتٰی و غُلامِیْ۔

**قاعدہ**: سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاشباہ والنظائر جلد دوم یں کہا ہے کہ جب لفظ مفعول بغیر قید (بہ) کے ذکر ہو تو مراد اس سے مفعول بہ ہوتا ہے چونکہ مفعول بہ بنسبت بقیہ مفاعیل کی بکثرت استعمال ہوتا ہے لہٰذا تخفیف کیلئے اس سے لفظ (بہ) کو حذف کرتے ہیں۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمع الہوامع جلد اول میں کہا ہے کہ مفعول بہ کے عامل میں اختلاف ہے (وقد اختلف فی ناصب المفعول به فالبصریون علی انه عامل الفاعل الفعل او شبههٗ وقال هشام من الکوفیین هو الفاعل و قال الفرّاء هو الفعل والفاعل معا و قال خلف معنی المفعولیة ای کونه مفعولا کما قال فی الفاعل ان عامله کونه فاعلا)

**فائدہ**: جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ مفعول بہ فعل اور فاعل دونوں سے متاخر ہو مگر کبھی فاعل پر یا فعل اور فاعل دونوں پر مقدم ہوتا ہے مگر اس کی تفصیل کیلئے جامع الدرس یا نحو کی بقیہ کتابوں کو دیکھا جائے۔

(بدین سبب گویند المنصوب فَضْلَةٌ) مراد فضلہ سے یہاں یہ ہے کہ یہ منصوبات جملہ کے تمام ہو جانے کے بعد آیا کرتے ہیں کیونکہ وہ جملہ کے ضروری اجزاء جیسے کے مسند اور مسند الیہ ہے نہیں ہیں اگر چہ بسا اوقات کلام کا فائدہ دینا

## (تشریح)

ان کے ذکر کرنے پر موقوف ہوتا ہے جیسا کہ علامہ فاکہی نے ملحۃ الاعراب کی شرح میں کہا ہے (والمراد بالفضلة هنا ما يقع بعد تمام الجملة وان توقفت فائدة الكلام عليه الا ترى ان مرَحاً فى قوله تعالىٰ ولا تمش فى الاض مرحاً منصوب على الحال ولو اسقط لَفَسَدَ المعنى و مثله وما خلقنا السموات والارض وما بينهما لاعبين)

## (فائدہ جلیلہ)

فوائد نافعہ جو کہ ملحق ہے حل ترکیب کامل برشرح مأۃ عامل کے ساتھ تو اس فوائد نافعہ میں ہے کہ اردو میں فاعل ومفعول وغیرہ کی علامت کیا ہے۔

(۱) فاعل کی علامت یہ ہے کہ جملہ کا ترجمہ کرنے سے کلمہ کے آخر میں لفظ (نے) آوے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عَمْراً میں، یعنی مارا زید نے عمرو کو، یہاں زید فاعل ہے۔

(۲) اور جس کے آخر میں لفظ (کو) آوے وہ مفعول بہ ہے جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمروا میں۔ یعنی مارا زید نے عمرو کو۔ یہاں زید فاعل اور عمرو مفعول بہ ہے۔

(۳) اور جس کے آخر میں لفظ (میں) آوے وہ مفعول فیہ ہے جیسے جِئْتُ السوقَ میں۔ یعنی آیا میں بازار میں یہاں سوق مفعول فیہ ہے۔

(۴) اور جس میں لفظ (ساتھ) آوے وہ مفعول معہ ہے جیسے جاء البرد و الجبات میں۔ یعنی آئی سردی ساتھ جبوں کے۔ یہاں **الجبات** مفعول معہ ہے۔

(۵) اور جس کے ترجمہ میں لفظ (واسطے) کا ہو وہ مفعول لہ ہے جیسے ضربتُ زیدا تادیباً میں۔ یعنی مارا میں نے زید کو ادب کے واسطے۔ یہاں تادیبا مفعول لہ ہے۔

(۶) اور جس کے ترجمہ میں لفظ (گیا) ہو وہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ میں یعنی مارا گیا زید۔ یہاں زید مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

(۷) اور جس کے آخر میں (حالانکہ) آوے وہ حال ہے جیسے جاء زید راکباً میں یعنی آیا زید دراں حالیکہ سوار تھا۔ یہاں راکباً حال ہے۔



## (تشریح)

(۸) اور جس کے ترجمہ میں لفظ (از روئے) آوے وہ تمییز ہے جیسے طَابَ زیدٌ علماً میں۔ یعنی خوش ہوا زید ازروئے علم کے۔ یہاں علماً تمیز ہے۔

(۹) اور جس کے ترجمہ میں لفظ (ایسا) آوے وہ موصوف وصفت ہوں گے جیسے جاء نی رجل عالم میں۔ یعنی آیا میرے پاس ایسا شخص کہ عالم تھا۔ یہاں رجل موصوف عالم صفت ہے۔

(۱۰) اور جس میں لفظ (کا) یا (کی) یا (کے) ظاہر ہو تو وہ مضاف ومضاف الیہ ہوں گے جیسے جاء نی غُلامُ زَیْدٍ میں۔ یعنی آیا میرے پاس غلام زید کا۔ یہاں غلام مضاف اور زید مضاف الیہ ہے۔

## ﴿نحو میر﴾

فصل بدانکہ فاعل بر دو قسم است مظہر چون ضَرَبَ زَیْدٌ ومضمر بارز چون ضَرَبْتُ ومضمر مُستتر یعنی پوشیدہ چون زَیْدٌ ضَرَبَ کہ فاعل ضَرَبَ هُوَ است در ضَرَبَ مستتر۔ بدانکہ چون فاعل مؤنث حقیقی باشد یا ضمیر مؤنث علامت تانیث در فعل لازم باشد چون قَامَتْ هِنْدٌ و هِنْدٌ قَامَتْ ای هِیَ و در مظہر مؤنث غیر حقیقی و در مظہر جمع تکسیر دو وجہ روا باشد چون طَلَعَ الشَّمْسُ و طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ الرِّجَالُ و قَالَتِ الرِّجَالُ

## (طرز المبتدی)

(قولہ فاعل بر دو قسم است) یہاں مصنف رحمہ اللہ فاعل کی اقسام کو ذکر کر رہا ہے لہٰذا فاعل کی دو قسمیں ہیں۔ اول اسم ظاہر جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ اس مثال میں (زَیْدٌ) فاعل اسم ظاہر ہے۔ دوم مضمر یعنی فاعل اسم ضمیر ہو پھر فاعل مضمر دو قسم پر ہے۔ اول بارز جو لفظ میں ظاہر ہو جیسے ضَرَبْتُ میں (تُ) فاعل مضمر بارز ہے۔ دوم مُستتر یعنی پوشیدہ ہو جیسے زیدٌ ضَرَبَ میں هُوَ کہ یہاں (ضَرَبَ) فعل کا فاعل هُوَ ضمیر ہے جو ضَرَبَ میں پوشیدہ ہے اور زید کی طرف لوٹتی ہے۔

(قولہ بدانکہ چون فاعل مؤنث حقیقی باشد) یہاں سے مصنف رحمہ اللہ فاعل کے احکام کو ذکر کر رہا ہے۔

حکم اول یہ ہے کہ فاعل اگر مظہر مؤنث حقیقی ہو یا فاعل ضمیر ہو جس کا مرجع مؤنث حقیقی ہو یا مؤنث غیر حقیقی ہو تو ان تینوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قَامَتْ هِنْدٌ و هِنْدٌ قَامَتْ. وَالشَّمْسُ طَلَعَتْ پہلی مثال میں فاعل مؤنث حقیقی ہے۔ دوسری میں فاعل ضمیر ہے یعنی (هِیَ) جس کا مرجع مؤنث حقیقی یعنی (هِنْدٌ) ہے۔ تیسری مثال میں

## (طرز المبتدی)

فاعل ضمیر ہے یعنی (هِیَ) جس کا مرجع (الشمسُ ) مؤنث غیر حقیقی ہے۔

حکم دوم یہ ہے کہ فاعل اگر مظہر مؤنث غیر حقیقی ہو یا فاعل مظہر جمع تکسیر ہو تو ان دونوں صورتوں میں فعل میں علامت تانیث کا ترک اور ذکر دونوں جائز ہیں جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ اور طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور قَالَ الرِّجَالُ اور قَالَتِ الرِّجَالُ پہلی مثال میں فاعل مؤنث غیر حقیقی ہے اور دوسری مثال میں فاعل جمع تکسیر ہے۔

(و مضمر مستتر )مُستتر باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی (چھپنے والا) چونکہ یہ فعل میں چھپی ہوتی ہے لہٰذا اس کا نام مستتر رکھا گیا اس کا مصدر اِستِتَارٌ ہے اور اِستِتَارٌ لازم آتا ہے اس لئے اس سے اسم مفعول نہیں آ سکتا لہٰذا مُستَتَرٌ بصیغہ اسم مفعول جو عام طور پر رائج ہے صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے غیاث اللغات (مستتر بالضم وتائی فوقانی اول مفتوح وتائی فوقانی دوم مکسور پنہان ودر پردہ شوندہ واین لفظ بفتح تائی فوقانی دوم خطا است چراکہ استتار لازم نہ متعدی و ظاہر است کہ صیغہ اسم مفعول از لازم نمی آید)

(بدانکه چون فاعل مؤنث حقیقی باشد )جاننا چاہئے کہ فاعل اگر مؤنث ہے تو اس کے عامل میں تائے تانیث لاحق ہوتی ہے پھر عامل اگر فعل ماضی تو اس کے آخر میں تاء تانیث لاحق ہوتی ہے جیسے حَضَرَتْ سُعَادُ. اور اگر فعل مضارع ہے تو اس کے شروع میں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوتی ہے جیسے تَقُوْمُ لَیْلٰی اور اگر صیغہ صفت کا ہے تو اس کے آخر میں تاء متحرکہ لاحق ہوتی ہے جیسے سلیمٌ مؤدَبَةٌ ابْنَتُهٗ.

### (فاعل کے عامل میں چار جگہ لحوق تانیث واجب ہے)

(۱) یہ ہے کہ فاعل ضمیر متصل ہو مگر مرجع دو چیزوں میں سے ایک ہو یعنی مؤنث حقیقی ہو جیسے سُعَادُ حَضَرَتْ اور یا مؤنث غیر حقیقی ہو جیسے اَلنَّارُ اِشْتَعَلَتْ .

(۲) یہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر اور مؤنث حقیقی ہو نیز اپنے عامل کے ساتھ متصل ہو جیسے تَعَلَّمَتِ الفتاةُ و تَنوحُ الحَمَامَةُ. ابن عقیل جلد اول میں ہے کہ (قال فلانة) شاذ ہے۔

(۳) یہ ہے کہ فاعل ضمیر مستتر ہو مگر مرجع دو چیزوں میں سے ایک ہو یعنی جمع تکسیر مؤنث ہو یا جمع مؤنث سالم ہو جیسے اَلْفَوَاطِمُ اَوِ الْفَاطِمَاتُ فَرِحَتْ او فَرِحْنَ .

(۴) یہ ہے کہ فاعل ضمیر مستتر ہو اور ضمیر کا مرجع ایسا جمع تکسیر ہو جو مذکر غیر عاقل کیلئے ہے جیسے اَلْاَیَّامُ بِکَ ابْتَهَجَتْ (القواعد الاساسیہ) مزید تحقیق کیلئے جامع الدروس کو دیکھا جائے۔



## (تشریح)

### (فاعل کے عامل میں درج ذیل پانچ جگہوں میں ذکر تانیث اور ترک تانیث دونوں جائز ہیں)

(۱) یہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو نیز فاعل اور عامل کے درمیان فاصلہ بھی ہو بشرطیکہ فاصل ( اِلّا . غیر . سوی ) کے الفاظ نہ ہوں۔ جیسے حَضَرَ او حضرت، الیومَ فتاةٌ . القواعد الاساسیہ میں اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ ( فالتانیث علی مقتضی الظاهر والتذکیر لبُعد الفاعل عن فعله بالفاصل بحیث ضَعُفَ استدعاؤه للعلامة)

(۲) یہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو جیسے طَلَعَ او طَلَعتِ الشَّمسُ .القواعد الاساسیہ میں اس کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ ( فالتانیث علی اعتبار اللفظ والتذکیر باعتبار ان الفاعل غیر مؤنث حقیقیة )

(۳) یہ ہے کہ فاعل ضمیر ہو مگر مرجع جمع مکسر عاقل کا ہو جیسے التلامیذُ اجتهدتْ او اجتهدُوْا. ترک تانیث اس اعتبار سے ہے کہ (التلامیذ ) مؤول بہ جمع ہے اور لفظ جمع مذکر ہے ذکر تانیث اس اعتبار سے ہے کہ (التلامید ) مؤول (جماعةٌ ) ہے جماعة مؤنث ہے۔

(۴) یہ ہے کہ فاعل مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے ایک ہو۔

(۱) فاعل جمع تکسیر ہو پھر عام ہے کہ مذکر کی جمع تکسیر ہو یا مؤنث کی جیسے جاءَ او جاءَ العُلماءُ

(۲) فاعل اسم جمع ہو جیسے حَضَرَ او حضرت النِّساءُ (۳) فاعل اسم جنس ہو جیسے اَوْرَقَ اَوْ اَوْرَقَت الشَّجرُ.

القواعد الاساسیہ میں ہے کہ ( التانیث فی هذه الانواع علی التأویل بالجماعة و لتذکیر علی التاویل بالجمع )یعنی مذکورہ چیزیں اگر مؤول بالجماعة ہوں چونکہ جماعة مؤنث ہوتا ہے تو فعل مؤنث ہوتا ہے۔ جیسے نعم او نعمت الفتاةُ سُعَادُ . و بئسَ او بئستِ المرأةُ هِندٌ و ساءَ او ساءت التلمیذةُ سُلُوکُها

القواعد الاساسیہ میں ہے کہ ( واثبات التاء فی کل ذالک۔ اَولٰی لانه الاصل ولا مقتضی لنعدول عنه)

### (فاعل کے عامل میں چہار جگہ لحوق تانیث ممتنع ہے)

(۱) یہ ہے کہ فاعل اور اس کے عامل کے درمیان فاصلہ (اِلّا) کے واسطے سے ہو جیسے مَا اَقْبَلَ اِلّا فَاطِمَةُ .

القواعد الاساسیہ میں ہے کہ (واعلم انه اذا کان الفاصل الّا اوغیره او سوی فالجمهور علی عدم اثبات

(تشریح)

التاء نحو مَاقَامَ اِلَّا هندٌ وذالک باعتبار المعنی لان الفاعل فی الحقیقة مذکر محذوف والاسم المذکور بدل منه والتقدیر ما قَامَ اَحدٌ اِلَّا هِندٌ)

(۲) یہ ہے کہ فاعل درج ذیل چار چیزوں میں سے ایک ہو۔

(۱) فاعل ایسا اسم ظاہر ہو جو لفظاً مؤنث مگر معناً مذکر ہو جیسے اِجْتَهَدَ طَلْحَةُ (۲) فاعل ضمیر ہو مگر مرجع ایسا اسم ہو جو لفظاً مؤنث مگر معنًی مذکر ہو جیسے طلحةُ اجتهدَ (۳) فاعل ایسا اسم ظاہر ہو جو لفظاً و معناً مذکر ہو جیسے سَافَرَ محمدٌ.

(۴) فاعل ضمیر ہو مگر مرجع ایسا لفظ ہو جو لفظاً و معنًی مذکر ہو جیسے مُحَمَّدٌ سَافَرَ.

(۳) یہ ہے کہ فاعل جمع مذکر سالم کا صیغہ ہو جیسے اَفْلَحَ الْمُتَّقُوْنَ (تہذیب التوضیح جلد اول)

(فاعل پر رفع پڑھنا واجب ہے)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ فاعل کا مرفوع ہونا واجب ہے مگر پانچ جگہوں میں لفظاً مجرور معنًی مرفوع ہوتا ہے اور وہ مواضع درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ مصدر مضاف ہو اپنے فاعل کی طرف تو اس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوتا ہے جیسے اِکْرامُ الْمَرْءُ اَبَاهُ فَرْضٌ عَلَيْه. جامع الدروس میں ہے کہ (اکرام مضاف والمرأ مضاف الیه من اضافة المصدر الی فاعله مجرور لفظاً بالاضافة مرفوع حکما لانه فاعل المصدر)

(۲) یہ ہے کہ فاعل مضاف الیہ واقع ہو اسم مصدر عامل کیلئے جیسے سَلِّمْ عَلى الفقير سَلامَکَ على الغنی. جامع الدروس میں ہے کہ (سلام مضاف والکاف مضاف الیه من اضافة اسم المصدر الی فاعله ولها محلان من الاعراب قریب وهو الجر بالاضافة و بعید هو الرفع علی انها فاعل)

(۳) یہ ہے کہ فاعل مجرور ہو (باء) جارہ زائدہ کیلئے جیسے وكَفىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْداً. جامع الدرس میں ہے (والاصل وکفی اللّٰهُ شَهِيْداً)

(۴) یہ ہے کہ فاعل مجرور ہو (مِنْ) زائدہ کیلئے جیسے ما جاءَ نا مِنْ اَحَدٍ. جامع الدروس میں ہے (والاصل ماجائنا اَحدٌ فاحدٌ فاعل جاء فهو مجرور لفظابمن الزائدة)

(۵) یہ ہے کہ فاعل مجرور ہو (لام) زائدہ کیلئے جیسے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ. جامع الدروس میں ہے



(تشریح)

(والاصل هیهات ما توعدون ای بَعُدَ فاللام حرف جر زائد وما موصول فاعل لاسم الفعل وهو هیهات و محله القریب الجر باللام الزائدة ومحله البعید الرفع علی انه فاعل هَيْهَاتَ و هیهات الاخری توکید هیهات الاولی)

(حذف فاعل کا ناجائز ہے مگر اس قاعدے سے چند جگہیں مستثنیٰ ہیں)

تتمة الاجرومیه میں ہے (وللفاعل احکام منها انه لا یجوز حذفه لانه عمدة) اور الکواکب الدریہ شرح تتمۃ الاجرومیہ میں ہے (والعمدة لایجوز حذفها ولانه منزل من فعله منزلة جزئه) الکواکب الدریہ میں ہے کہ اس قاعدے سے چند مواضع مستثنیٰ ہیں ملاحظہ ہو عبارت (وقد استثنی من قاعدة عدم جواز حذف الفاعل صور یجوز فیها حذفه الاولی الاستثناء المفرغ نحو ما قام الا هند اذا اصله ما قام احدٌ الا هندٌ لان استثناء لا یتصورُ الا من مستثنیٰ منه. الثانیة اَفْعِلْ فی التعجب اذا دل علیه مقدم مثله نحو اَسْمِعْ بِهِمْ و اَبْصِرْ ای بِهِمْ فحذف بهم من الثانی لدلالة الاول علیه فالباء فیه زائدة وجوباً والهاء ضمیر متصل فی محل رفع فاعل والمیم علامة للجمع. الثالثة فاعل المصدر اذا لم یکن المصدر بدلا من فعله نحو او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیما ای او اطعامه و نحو لایسأم الانسان من دعاء الخیر ای من دعائه بالخیر فحذف فاعل المصدر فیهما ولا یقال فیه ضمیر مستتر علی الاصح لان کان المصدر بدلا من فعله ففاعله مستتر فیه وُجُوباً نحو سَقْیاًلَکَ الرابعة نائب الفاعل نحو رُقِضِیَ الْاَمْرُ ای وقَضَی اللّٰهُ الامرَ.

الخامسة اذا حذف عامله فیحذف معه و هو کثیر جدا مثل من قَابَلْتَ فتقول صدیقاً ای قابَلْتُ صدیقا)

یہ آخری مثال النحو الوافی جلد دوم سے ماخوذ ہے مزید تحقیق کیلئے خضری وحاشیہ صبان ج ۲۔ والنحو الوافی ج ۲ ملاحظہ ہوں۔

(فاعل کی تقدیم اپنے عامل پر خواہ فعل ہو یا شبہ فعل ناجائز ہے)

تتمۃ الآجرومیہ میں ہے (منها ای من احکام الفاعل انه لایجوز تقدیمه علی الفعل فان وُجِدَ ما ظاهره انه فاعل مقدم وجب تقدیر الفاعل ضمیرا مستترا ویکون المقدم اما مبتداء نحو زید قام واما فاعلا

(تشریح)

بفعل محذوف نحو وان احد من المشرکین استجارک لان اداة الشرط لا تدخل علی المبتداء)
آیت مذکورہ میں ہے (احد) فاعل ہے فعل اس کا محذوف ہے وجوباً۔
علامہ تحریر نے نحو کہ تحیہ میں کہا ہے کہ (احد فاعل لفعل محذوف یفسرہ المذکور والتقدیر
وان استجارک احد استجارک وانما وجب حذفہ لان المذکور عوض عنہ لانہم
لایجمعون بین العوض والمعوض عنہ وانما لم یجعل احد مبتداء واستجارک خبرہ من
غیر حذف لان اداة الشرط لا تدخل علی المبتداء لانہا موضوعة لتعلیق فعل بفعل فہی مختصة
بالجمل الفعلیة علی الاصح)
حضرت جلال الدین سیوطی میں ہے (ولا یجوز تقدیمہ ای الا فی الضرورة کما نص علیہ الاعلم وابن
عصفور وھو ظاھر کلام سیبویہ وقیل یمتنع مطلقا لان الفعل و فاعلہ کجزأی کلمة فلا یقدم عجز
ھ علی صدرھا فان وجد ماظاھرہ التقدیم وجب کون الفاعل ضمیرا مستترا والمقدم اما مبتداء
کزید ضرب او فاعل بمحذوف نحو وان احد من المشرکین استجارک)

(جملہ فاعل ہوسکتا ہے یا نہیں؟)

حضرت جلال الدین بحث فاعل میں ہے کہ جملہ تاویل کے بغیر بالکل فاعل نہیں ہوسکتا ملاحظہ ہو عبارت (ولا تقع الجملة
فاعلا بلا تاویل اصلا فلا یقال یعجبنی یقوم زید وظھر لی اَقَامَ زیدٌ ام عَمْرٌ خلافا للکوفیین)
اور تحریر العوامل برکوی میں ہے کہ جب جملہ میں تاویل ہو چاہے کہ (لفظ) کے تاویل میں ہو۔ (لفظ) کے تاویل
سے مراد یہ ہے کہ جملہ سے مراد اس کا لفظ ہو بغیر اس اعتبار کے کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرے یا جملہ مصدر کے تاویل میں
ہو بواسطہ مصدر کے تاویل میں ہو یا بلاواسطہ الغرض جب مؤول بالفظ ہو یا مؤول بالمصدر ہو تو اس تاویل کے بعد جملہ
(مبتداء۔ فاعل۔ نائب فاعل) وغیرہ بن سکتا ہے۔
اب مثال اس جملہ کی جو مؤول ہے لفظ کے ساتھ اور مبتداء واقع ہے جیسے (زَیْدٌ قَائِمٌ جُمْلَةٌ اِسْمِیَّةٌ ای ھذا اللفظ
جملة اسمیة) مثال اس جملہ کی جو مؤول بالمصدر ہے اور فاعل واقع ہے جیسے یَبْلُغُنِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ ای بَلَغَنِیْ
قیامک مگر یہ مثال ہے اس جملہ کی جو مؤول بالمصدر ہے بواسطہ حرف مصدری کے جو (اَنَّ) ہے کیونکہ (اَنَّ) ہمزہ



(تشریح)

ہمزہ و تشدید نون کے ساتھ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور موصول حرفی ہے جو اپنے مدخول جملہ کو مفرد کے تاویل میں
کردیتا ہے اور مثال اس جملہ کی جو مؤول بالمصدر ہے بلاواسطہ حرف مصدری کے جیسے اس قول باری تعالیٰ میں (یَوْمَ
یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ای یوم نَفْعِ صِدْقِ الصادقین) اس آیت میں (ینفع الصادقین صدقھم) جملہ فعلیہ
مؤول بالمصدر ہے اور مضاف الیہ واقع ہے (یوم) کیلئے۔
مزید تحقیق کیلئے اظہار العوامل برکوی باب ثانی اور ہمع الہوامع جلد اول کو دیکھا جائے۔

﴿نحو میر﴾

قسم دوم مجہول بدانکہ فعل مجہول بجائے فاعل مفعول بہ را برفع کند و باقی را بنصب چون ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ
اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْباً شَدِیْداً فِیْ دَارِہٖ تَأْدِیْباً وَالْخَشَبَةَ وفعل مجہول را فعل مالم یُسَمَّ فاعلہ گویند و مرفوعش را مفعول
مالم یُسَمَّ فاعلہ گویند۔

(طرز المبتدی)

(قولہ قسم دوم مجہول) جب مصنف رحمہ اللہ قسم اول فعل معروف کے عمل سے فارغ ہوا۔ اب یہاں سے قسم دوم
فعل مجہول کے عمل سے بحث کررہا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ دوسری قسم فعل مجہول ہے۔ جاننا چاہئے کہ فعل مجہول بجائے فاعل
کے مفعول بہ کو رفع دیا کرتا ہے اور باقی مفاعیل یعنی مفعول مطلق۔ مفعول فیہ۔ مفعول معہ۔ مفعول لہ کو نصب دیا کرتا ہے۔
مصنف رحمہ اللہ نے ایک طویل مثال ذکر کیا ہے جس میں مفعول بہ کے ساتھ باقی مفاعیل بھی موجود ہیں۔
اور فعل مجہول نے مفعول بہ کو رفع دیا ہے اور باقی مفاعیل کو نصب دیا ہے وہ طویل مثال یہ ہے (ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ
الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْباًشَدِیْداًفِیْ دارِہٖ تَأْدِیْباً وَالْخَشَبَةَ) (ترجمہ) زید کو مارا گیا شدید طریقہ پر جمعہ کے دن
امام کے سامنے زید کے گھر میں لکڑی سے ادب سکھانے کیلئے) اس مثال میں (ضُرِبَ) فعل مجہول ہے (زید) اصل میں
مفعول بہ ہے اس کو فعل مجہول نے رفع دیا ہے باقی مفاعیل کو نصب دیا ہے یعنی (یوم الجمعة مفعول فیہ) ظرف زمان ہے
(امام الْاَمِیْر) مفعول فیہ ظرف مکان ہے (ضَرْباً) مفعول مطلق ہے (شدیداً) مفعول مطلق کی صفت ہے اور اس
صفت کی وجہ سے (ضَرْباً) مفعول مطلق نوعی ہے یعنی مراد (ضَرْب) سے ایک نوع ہے جو (شدید) ہے (فی دارہ)

## (طرز المبتدی)

جارو مجرور مفعول بہ غیر صریحی ہے اور فعل مجہول نے اس کو معناً نصب دیا ہے (تــادیبــاً) مفعول لہ ہے (والخشبۃ) مفعول معہ ہے۔

**(قولہ و فعل مجہول را فعل مالم یسم فاعلہ گویند)** یہاں سے مصنف رحمہ اللہ فعل مجہول کا دوسرا نام ذکر کر رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ فعل مجہول کو (**فعل مالم یسم فاعلہ**) بھی کہتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ (**فعل مالم یسم فاعلہ**) میں (ما) سے مراد (مفعول) ہے اور (لم یُسَمَّ) بمعنی (لَمْ یُذْکر) ہے اب (**فعل مالم یسم فاعلہ**) عبارت کا معنی ہوا (فعل اس مفعول کا کہ جس کا فاعل مذکور نہ ہو)

**(قولہ مرفوعش را مفعول مالم یسم فاعلہ گویند)** یعنی فعل مجہول جس مفعول کو رفع دیتا ہے اس کو (**مفعول مالم یسم فاعلہ**) کہتے ہیں اور دوسرا نام اسکا نائب فاعل بھی ہے۔ یاد رہے کہ یہاں (**مفعول مالم یسم فاعلہ**) میں (ما) سے مراد فعل ہے۔ تو عبارت کا معنی یوں ہوتا ہے کہ مفعول اس فعل کا کہ جس کا فاعل مذکور نہ ہو۔

## (تشریح)

**(فعل مجہول)** فعل مجہول اس فعل کو کہتے ہیں جس کا فاعل معلوم و مذکور نہ ہو اور مفعول کو اس کا قائم مقام بنا کر فعل کو اسی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ (زید کو مارا گیا)۔

**فائدہ**: مجہول اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی نامعلوم چونکہ فعل مجہول کا فاعل ذکر نہ کئے جانے کی وجہ سے نامعلوم ہوتا ہے لہٰذا اس کو مجہول کہتے ہیں۔

### (وہ اسباب جن کی وجہ سے فاعل حذف ہوتا ہے)

جاننا چاہئے کہ فعل مجہول کا فاعل جو حذف ہوتا ہے وہ یا تو کسی غرض لفظی کی وجہ سے حذف ہوتا ہے جیسے کہ ایجاز ہے یعنی متکلم فاعل کو حذف کرتا ہے تا کہ لفظ مختصر ہو اور یا کسی غرض معنوی کی وجہ سے حذف ہوتا ہے مثلاً فاعل معلوم ہے (ہمع الہوامع)۔

اور جامع الدروس جلد دوم میں مندرجہ ذیل اسباب حذف کو نوٹ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت

**(۱) یحذف الفاعل امام للعلم به فلا حاجة الى ذكر لانه معروف نحو و خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا.**



## (تشریح)

(۲) واما للجهل به فلا يمكنك تعيينه نحو سُرِقَ الْبَيْتُ اذا لم تعرف السارق.

(۳) واما للرغبة فى اخفائه لِلابهام نحو رُكِبَ الحصانُ اذا عرفت الراكب غير انك لم ترد اظهاره.

(۴) واما للخوف عليه نحو ضُرِبَ فُلانٌ اذا عرفتَ الضاربَ غير انك خفت عليه فلم تذكره.

(۵) واما للخوف منه نحو سُرِقَ الحصان اذا عرفت السارق فلم تذكره خوفا منه لانه شريف مثلاً.

(۶) واما لشرفه نحو عُمِلَ عَمَلٌ مُنْكَرٌ اذا عرفتَ العامل فلم تذكره حفظاً لشرفه.

(۷) واما لانه لا يتعلقُ بذكره فائدةٌ نحو واذا حُيِّيتُم بتحية فحيوا باحسن منها او رُدُّوْهَا فذِكْرُ اللذى يُحَيِّيُ لا فائدةَ منه وانما الغرض وجوب رد التحية لكل من يُحَيِّي.

(**بجائے فاعل مفعول به را برفع کند**) یعنی فعل مجہول فاعل کے بجائے اپنے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے بشرطیکہ مفعول بہ موجود ہو اور مفعول بہ کے علاوہ بقیہ مفعولوں کو اگر وہ موجود ہوں نصب دیتا ہے جیسے کہ اس طویل مثال میں جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس میں مفعول بہ کے علاوہ بقیہ مفاعیل بھی موجود ہیں اور وہ مثال (ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ امامَ الْاَمِیْرِ ضَرْباً شَدِیْداً فِیْ دارہ تَأْدِیْباً وَالْخَشَبَةَ) ہے۔

متوسط کے حاشیہ میں سوال وارد کیا گیا ہے کہ مفعول تو فاعل کا ضد ہے اس کو کیسے فاعل کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور بعد میں جواب بھی دیا گیا ہے ملاحظہ ہو عبارت (**فان قيل المفعول ضد الفاعل فى المعنى فكيف يجوز ان يقام مقامه و يرتفع ارتفاعه**

**قُلْنَا انما جاز لأن للفعل طرفين طرف الصدور وهو للفاعل و طرف الوقوع وهو للمفعول فكان بينهما مشابهة من حيث الطرفية فيصح ان يقوم مقامه و جاز الارتفاع**)

**فائدہ**: فعل مجہول کے عمل کیلئے مفعول بہ کے ساتھ جو بقیہ مفاعیل کو مصنف رحمہ اللہ نے مذکورہ مثال میں جمع کیا ہے اور ان میں مفعول مطلق کو جو کہ (ضَرْباً) ہے (شدیداً) کے ساتھ مقید کیا ہے یہ اس لئے تا کہ مفعول مطلق کا نائب فاعل بننا صحیح ہو جیسا کہ شرح جامی و متوسط اور حاشیہ متوسط کے اندر ہے۔

بیان اس کا یوں ہے کہ فعل و فاعل آپس میں مغایر ہوتے ہیں اور نائب فاعل بھی ایسی چیز ہو سکتا ہے کہ وہ فعل سے مغایر ہو

## (تشریح)

اور مفعول مطلق بغیر کسی قید کے اضافہ کرنے کے فعل سے مغایر نہیں کیونکہ جس معنی پر مفعول مطلق تاکیدی دلالت کرتا ہے بعینہ اسی معنی پر فعل بھی دلالت کرتا ہے اب اگر مفعول مطلق تاکیدی کو باوجود عدم مغایرت کے نائب فاعل بنایا جائے تو اس میں فائدہ نہیں حالانکہ فاعل و نائب فاعل بوجہ عُمدہ ہونے کے فائدہ کے محل ہوتے ہیں لہٰذا جو چیز فائدہ کا محل نہ ہو وہ فاعل کے قائم مقام کیسے ہوسکتی ہے۔ ہاں جب مصدر کے ساتھ کوئی وصف وغیرہ لاحق ہو تو وہ بسبب اس قید کے فعل سے مغایر ہوتا ہے لہٰذا نائب فاعل ہوسکتا ہے۔

اور میر سید شریف نے شریفیہ میں کہا ہے کہ (انما وصف الضرب بالشده تنبیها علی ان المصدر لا یقوم مقام الفاعل بلا قید مخصص فلا تقول ضُرِبَ ضَرْباً اذ لا فائدة ح فی ذکر المصدر اصلا لدلالة الفعل علیہ)

نیز یاد رہے کہ (ضَرْباً شدیداً) میں ضَرْباً جو کہ مفعول مطلق نوعی ہے یہ صیغہ کے اعتبار سے مفعول مطلق نوعی نہیں بلکہ یہ مفعول مطلق نوعی ہے باعتبار صفت شدت کے لہٰذا اس کیلئے فِعْلَةٌ کا وزن جو (کسرفا) کے ساتھ ہوتا ہے ضروری نہیں یعنی اس وزن کے بغیر بھی مفعول مطلق نوعی آسکتا ہے جیسے کہ یہاں (ضرباً) مفعول مطلق نوعی ہے باعتبار صفت شدت کے۔

(وفعل مجهول را فعل مالم یسم فاعله گویند و مرفوعش را مفعول مالم یسم فاعله گویند) مذکورہ عبارت کی تشریح میں شریفیہ شرح کافیہ میں کہا گیا ہے (مفعول مالم یسم فاعله کلمة ما موصوفة و عبارة عن الفعل ای مفعول فعل لم یسم ای لم یذکر فاعله و اذا قلت فعل مالم یسم فاعله فکلمة ما عبارة عن المفعول یعنی فعل المفعول الذی لم یسم فاعل ذالک المفعول)

<u>فائدہ</u>: مفعول مالم یسم فاعلہ کو (نائب فاعل) کہنا اصطلاح ابن مالک نحوی کا ہے جیسا کہ خضری جلد اول میں ہے (النائب عن الفاعل هذه الترجمة مصطلح المصنف وهی اولی و اخصر من قول الجمهور المفعول الذی لم یسم فاعله لانه لا یشمل غیر المفعول مما ینوب کالظرف اذا المفعول به هو المراد عند الاطلاق ولانه یشمل المفعول الثانی فی نحو اُعْطِیَ زَیْدٌ دِیْناراً ولَیْسَ مُرَاداً) مزید تحقیق کیلئے خضری شرح ابن عقیل کو دیکھا جائے۔



## (تشریح)

اور خالد ازہری نے تصریح میں کہا ہے کہ (قال ابو حیان لم ار مثل هذه الترحمة لغیر ابن مالک والمعروف باب المفعول الذی لم یسم فاعله)

### (فعل مجہول فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے)

ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ فعل مجہول فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے فعل لازم سے نہیں آتا ملاحظہ ہو عبارت (فان کان الفعل غیر متعد الی مفعول به نحو قَامَ و سَارَ لم یجز رَدُّهُ الی مالم یسم فاعله لانه اذا حذف الفاعل یُصَاغُ الفعل للمفعول و لَیْسَ لهذا الفعل مفعول یقوم مقام الفاعل فأي شیئی یقوم مقام الفاعل فی مالم یسم فاعله الخ)

مگر یاد رہے کہ اگر فعل لازمی کو متعدی کہا جائے تو اس کیلئے مجہول آتا ہے شرح مفصل میں اس کیلئے (سِیْرَ بِزَیْدٍ) کی مثال دی گئی ہے۔ دیکھئے (سَارَ) لازمی باب ہے جب اس کو (با) سے متعدی کیا گیا تو (سِیْرَ بِزَیْدٍ) ہوا اب یہاں (سِیْرَ) ماضی مجہول ہے (بزیدٍ) جار و مجرور اس کا نائب فاعل ہے۔

القواعد الاساسیہ میں ہے (المجهول یختص بالفعل المتعدی بنفسه او بالواسطة نحو مُرَّ بِزَیْدٍ ولا یاتی من اللازم اذا لا مفعول له فیسنَدُ الیه ولا یکون من المجهول امر بل ماض و مضارع لاغیر)

مگر یاد رہے کہ فعل لازمی کیلئے امر حاضر مجہول بالام اور امر غائب مجہول نہیں آتا مگر امر حاضر بے لام یہ لازمی و متعدی دونوں کیلئے آتا ہے۔

<u>فائدہ</u>: فعل لازمی اگر مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے ایک ہے تو اس کیلئے فعل مجہول آسکتا ہے جیسا کہ القواعد الاساسیہ میں ہے (وقد یبنی الفعل اللازم للمجهول اذا کان نائب فاعله ظرفاً او مصدراً او جاراً و مجروراً نحو اُجْتُمِعَ الْیَوْمُ و اُحْتُفِلَ اِحْتِفَالٌ عَظِیْمٌ و فُرِحَ بحضورک)

<u>فائدہ</u>: الاشباہ والنظائر جلد دوم میں ہے کہ افعال مجہول بننے کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں ملاحظہ ہو عبارت (قال ابن عصفور فی المقرب الافعال ثلاثة اقسام قسم لایجوز بناؤه للمفعول باتفاق وهو الافعال التی لا تتصرف نحو نِعْمَ و بِئْسَ و قسم فیه خلاف وهو کَانَ واخواتها المتصرفة و قسم لا خلاف فی

## (تشریح)

جواز بنائه للمفعول وهو مابقی من الافعال المتصرفة)

### (کتنی چیزوں کیلئے نائب فاعل آتا ہے؟)

جاننا چاہئے کہ نائب فاعل جیسے کہ فعل مجہول کیلئے آتا ہے اسی طرح اسم مفعول و اسم منسوب اور مصدر کیلئے بھی آتا ہے۔ یادرہے کہ مصدر سے مصدر مجہول مراد ہے جامع الدروس جلد دوم میں اسم مفعول اور اسم منسوب کیلئے مندرجہ ذیل مثالیں ذکر کی گئیں ہیں۔

(۱) والمَحْمُوْدُ خُلُقُهُ مَمْدُوْحٌ. وخلقه اسند الی شبه الفعل المجهول وهو المحمود)

(۲) صَاحِبْ رَجُلاً نَبَوِياً خُلُقُهُ. فخلقه نائب فاعل لنبوی مرفوع به لان الاسم المنسوب فی تأویل اسم المفعول والتقدیر صَاحِبْ رَجُلاً منسوباً خلقه الی الانبیاء)

النحو الوافی جلد دوم میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مصدر مجہول کیلئے نائب فاعل آتا ہے کہ نہیں؟ مگر صحیح قول یہ ہے کہ مصدر مجہول کیلئے بھی نائب فاعل آتا ہے جیسے (عَجِبْتُ من أَكْلٍ الطُّعَامُ بتنوین المصدر (أَكْلٍ) و رفع کلمة الطعام علی اعتبارها نائب فاعل له) اسی طرح حاشیہ صبان جلد دوم میں بھی ہے ملاحظہ ہو عبارت (وفی ارتفاعه بالمصدر المؤول بان والفعل المبنی للمجهول خلاف)

اور بعد میں کہا گیا ہے (والاصح الجواز حیث لا لُبس کعجبت من اکل الطعام بتنوین اکل و رفع الطعام) مزید معلومات کیلئے حاشیہ صبان دیکھا جائے۔

### (فاعل کے حذف ہونے کے بعد فاعل کے احکام منتقل ہوتے ہیں نائب فاعل کی طرف)

(ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ فاعل کے حذف ہونے کے بعد فاعل کے احکام نائب فاعل کی طرف منتقل ہوتے ہیں، ملاحظہ ہو عبارت (وحیث حذف فاعل الفعل فانک تُقِيْمُ مقامه المفعول به و تعطیه احکامه المذکورة له فی بابه فتصیره مرفوعاً بعد أن کان منسوباً و عمدة بعد أن کان فضلةً وواجب التاخیر عن الفعل بعد أن کان جائز التقدیم علیه و يُؤنثُ له الفعل ان کان مؤنثاً الخ)



## (تشریح)

### (نائب فاعل، فاعل کی طرح تین قسم پر ہے)

کتاب موسوعة الصرف والنحو والاعراب میں ہے کہ نائب فاعل بمثل فاعل کے تین قسم پر ہے ملاحظہ ہو عبارت (و نائب الفاعل کفاعل ایضاً ثلاثة اقسام صریح نحو سُرِقَ الْبَيْتُ و ضمیر نحو أُكْرِمْتُ و مؤوّل نحو يُحْمَدُ أن تجتَهِدُوْا والتأویل يُحْمَدُ اجتهادُكُمْ)

(تنبیه) رہی یہ بات کتنی چیزیں نائب فاعل ہوسکتے ہیں تو اس بات کو صاحب کتاب نے فعل متعدی کے بحث میں ذکر کیا ہے وہاں بحث ہوگا ان شاء الله.

## ﴿نحومیر﴾

فصل بدانکہ فعل متعدی بر چہار قسم است اول متعدی بیک مفعول چون ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا، دوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا باشد چون اَعْطٰی و آنچہ درمعنی او باشد چون اَعْطَيْتُ زَيْداً دِرْهَماً و این جا اَعْطَيْتُ زَيْداً نیز جائزست، سوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا نہ باشد و این در افعال قلوب ست چون عَلِمْتُ و ظَنَنْتُ وحَسِبْتُ و خِلْتُ و زَعَمْتُ و رَاَيْتُ ووَجَدْتُ چون عَلِمْتُ زَيْداً فَاضِلاً و ظَنَنْتُ زَيْداً عَالِماً، چہارم متعدی بسہ مفعول چون اَعْلَمَ و اَرٰی و اَنْبَأَ و اَخْبَرَ و خَبَّرَ و نَبَّأَ و حَدَّثَ چون اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْداً عَمْراً فَاضِلاً بدانکہ این ہمہ مفعولات مفعول بہ اند و مفعول دوم در باب عَلِمْتُ و مفعول سوم در باب اَعْلَمْتُ و مفعول لہ و مفعول معہ را بجائے فاعل نتوانند نہاد و دیگر ہارا شاید و در باب اَعْطَيْتُ مفعول اول بمفعول مالم یسم فاعله لائق تر باشد از مفعول دوم۔

### (طرز المبتدی)

(قوله فعل متعدی بر چهار قسم است) اس سے پہلے فعل مجہول کے عمل میں کہا گیا ہے کہ فعل مجہول بجائے فاعل کے مفعول بہ کو رفع دیا کرتا ہے اور مفعول بہ جو ہے وہ فعل متعدی کیلئے آتا ہے چونکہ ہر مفعول بہ نائب فاعل نہیں ہوسکتا ہے اور مفعول بہ کے علاوہ بقیہ مفاعیل میں سے بھی بعض نائب فاعل نہیں ہوسکتے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ نے اس فصل میں اولاً

## (طرز المبتدی)

فعل متعدی کے اقسام کو ذکر کیا ہے اور بعد میں اس کو بھی ذکر کیا ہے کہ کس فعل متعدی کے مفعول بہ کو قائم مقام فاعل بنایا جا سکتا ہے نیز بقیہ مفاعیل میں سے جو مفعول نائب فاعل نہیں ہو سکتا اس کو بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد جان لو کہ تعداد مفعول کے اعتبار سے فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

اول فعل متعدی ایک مفعول کے ساتھ جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً (زید نے عمرو کو مارا)

**فائدہ**: جو فعل متعدی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف یہ لسان عرب میں بہت ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایسے فعل سے مفعول کا حذف جائز ہے لہذا ضَرَبَ زَیْدٌ پڑھنا صحیح ہے۔

دوم متعدی دو مفعول کے ساتھ یعنی دوسرا وہ فعل ہے جو کہ متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف اور ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو جیسے اَعْطٰی کہ یہ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے کسی ایک مفعول پر اختصار جائز ہے یعنی اس فعل کی دو مفعولوں میں سے اگر کسی ایک کو حذف کیا جائے تو جائز ہے جیسے اَعْطَیْتُ زَیْداً دِرْھَماً (میں نے زید کو ایک درہم دیا) اب اس مثال میں اعطیتُ زیداً (میں نے زید کو دیا) بھی جائز ہے اور اَعْطَیْتُ دِرْھَماً بھی۔

**فائدہ**: یہ حکم یعنی دو مفعولوں میں سے ایک پر اختصار صرف اعطٰی کیلئے نہیں بلکہ یہ حکم ان تمام افعال کو شامل ہے جو اَعْطٰی کے ہم معنی ہوں، ہم معنی سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا فعل ہو جس کے دونوں مفعول ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مغایر اور مباین ہوں، علامت ان کا یہ ہے کہ ایک دوسرے پر محمول نہیں ہوتے اور ایسے افعال کلام عرب میں بہت ہیں جیسے کَسَوْتُ زیداً جُبَّۃً (میں نے زید کو جبہ پہنایا) واسلمتُ زیداً مالَہٗ (میں نے زید کو اس کا مال حوالہ کر دیا)

سوم فعل متعدی دو مفعول کے ساتھ لیکن ایک مفعول پر اختصار درست نہ ہوگا، یہ افعال قلوب میں ہے یعنی یہ حکم صرف افعال قلوب کے ساتھ مخصوص ہے جیسے عَلِمْتُ زَیْداً فاضلاً (میں نے زید کو فاضل جانا) کہ یہاں (عَلِمْتُ زَیْداً) یا (علمتُ فاضلاً) کہنا جائز نہیں اور افعال قلوب سات ہیں یعنی

(۱) عَلِمْتُ (۲) ظَنَنْتُ (۳) حَسِبْتُ (۴) خِلْتُ (۵) زَعَمْتُ (۶) رَأَیْتُ (۷) وَجَدْتُ.

**وجہ تسمیہ**: قلوب جمع قلب کی ہے یعنی (دل) چونکہ ان افعال میں یقین اور ظن کے معنی پائے جاتے ہیں اور ان معانی کا تعلق اور قیام بجائے اعضاء ظاہری کے انسان کے دل ہی سے ہوتا ہے اس لئے انہیں افعال قلوب کہتے ہیں۔



## (طرز المبتدی)

**فائدہ**: افعال قلوب میں سے تین یعنی عَلِمْتُ۔ رَأَیْتُ۔ وجدتُ یقین کے معنی میں آتے ہیں جیسے علمتُ زیداً صادقاً (میں نے زید کو سچا یقین کیا) اور تین یعنی ظَنَنْتُ۔ حَسِبْتُ اور خِلْتُ (ظن اور گمان) کے معنی میں آتے ہیں جیسے ظَنَنْتُ زیداً جَاھِلاً (میں نے زید کو جاہل خیال کیا) اور ایک یعنی (زَعَمْتُ) یقین اور گمان دونوں معنی میں مشترک ہے چنانچہ (زَعَمْتُ اللّٰہَ رَحِیْماً) میں نے خدا کو مہربان یقین کیا۔ اس مثال میں یقین کے معنی میں ہے اور (زعمتُ زیداً کَرِیْماً) (میں نے زید کو سخی خیال کیا) اس مثال میں ظن اور گمان کے معنی میں ہے۔

**فائدہ**: چونکہ افعال قلوب میں یقین اور ظن کے معنی میں پائے جاتے ہیں اس لئے ان کا دوسرا نام افعال الشکِّ والیقین بھی ہے یہاں شک سے مراد ظن ہے۔

چہارم: فعل متعدی تین مفعول کے ساتھ یعنی بعض افعال ایسے ہیں جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْداً عَمْراً فَاضِلاً (خدا نے زید کو یقین دلایا کہ عمرو فاضل ہے) اور یہ افعال سات ہیں یعنی اَعْلَمَ۔ اَنْبَاءَ اَخْبَرَ۔ خَبَّرَ۔ نَبَّأَ۔ حَدَّثَ.

(قولہ بدانکہ این ہمہ مفعولات مفعول بہ اند) جاننا چاہئے کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں یعنی فعل متعدی کے جو ایک یا دو اور یا تین مفعول ہوتے ہیں وہ مفعول بہ ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کو نائب فاعل بنانا درست نہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ دوسرا مفعول باب عَلِمْتُ میں اور تیسرا مفعول باب اَعْلَمْتُ میں اور مفعول لہ اور مفعول معہ کو فاعل کا قائم مقام نہیں بنایا جا سکتا، ان کے سوا دوسروں کو جیسے مفعول مطلق و مفعول فیہ ہے اور باب اَعْطَیْتُ میں پہلا مفعول مفعول مالم یسم فاعلہ کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت مفعول دوم کے یعنی باب اَعْطَیْتُ میں اگرچہ دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول کو نائب فاعل بنایا جا سکتا ہے تاہم بہ نسبت مفعول دوم کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا زیادہ بہتر ہے یعنی (اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَماً) اولیٰ ہے (اُعْطِیَ زَیْداً دِرْھَمٌ) سے کیونکہ پہلا مفعول (زید) ہے جو لینے والا ہے اور (درہم) دی ہوئی چیز ہے اور لینے والے کا نائب فاعل ہونا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے۔

## (تشریح)

(بدانکہ فعل متعدی بر چہار قسم ست )الاظہار والعوامل برکوی میں ہے( والمتعدی مالم یَتِمّ فہمُہٗ بغیر ما وقع علی الفعل وهو علی ثلاثة اضرب الاول متعدٍّالی مفعول واحدٍ )مطلب یہ ہے کہ فعل متعدی اپنے مدلول کی فہم میں اور اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے مفعول بہ کی طرف جیسا کہ الاظہار کے حاشیہ میں ہے ( ای لایمکن فهم مدلوله مع الغفلة عن المفعول به لتوقف وجوده علی وجود المفعول به)پھر اگر اس کا مفہوم ایک مفعول بہ پر موقوف ہے تو ایک مفعول بہ کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اگر دو پر موقوف ہے تو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اگر تین پر موقوف ہے تو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے۔

**فائدہ**: فعل متعدی کا عدم تعدیہ جائز ہے جیسا کہ اصول ابن سراج میں ہے(واعلم ان کل فعل متعد لک ان لا تعديه و سواء عليک کان يتعدی الی مفعول واحد اوالی مفعولين او الی ثلاثة ولک ان تقول ضربت ولا تذکر المضروب لتفيد السامع انه قد کان منک ضرب و کذالک ظننت يجوز ان تقول ظننت و علمت الخ)

(اول متعدی بیک مفعول چون ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا )الاظہار والعوامل برکوی میں ہے کہ اس فعل متعدی کی مفعول بہ کا حذف جائز ہے خواہ کوئی قرینہ ہو یا نہ ہو ملاحظہ ہو عبارت( ویجوز حذف مفعوله بقرينةٍ و بدونها)

(دوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بریک مفعول روا باشد )الاظہار والعوامل برکوی میں ہے(ويجوز حذفهما وحذف احدهما مع قرينة و بدونها )لہٰذا اعطيتُ زيداً میں جو اقتصار ہے ایک مفعول پر یہ جائز ہے اور حذف دونوں کا بھی جائز ہے جیسے زَيْدٌ يُعْطِیُ ای زيد يُعْطِیُ عَمْراً درهماً.

### (جو افعال اعطیت کے ہم معنی ہیں وہ بہت ہیں )

جاننا چاہئے کہ جو فعل متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف اور اقتصار ایک مفعول پر جائز ہوتا ہے اس قسم کے افعال بہت ہیں جیسا کہ الکواکب الدریہ میں ہے(وافعاله کثيرة )نیر رضی میں ہے( يعنی ان المتعدی الی اثنين علی ضربين اما ان لا يکون مفعولاه فی الاصل مبتداء و خبر کاعطيتُ زيدا درهماً ولا حصر لهٰذا النوع من الافعال)



## (تشریح)

**قاعدہ** : ابن السراج نے الاصول فی النحو میں کہا ہے کہ ( والافعال التی تتعدی الی مفعول واحد کلها اذا نقلتها من فَعَلَ الی اَفْعَلَ کَانَتْ من هذا الباب تقول ضَرَبَ زيدٌ عَمْراً ثم تقول اَضْرَبْتُ زيداً عمراً)

(چون اعطی و آنچه در معنی او باشد ) سے مراد ہر وہ فعل جس کا معنی اعطی کے معنی کی طرح دو مفعولوں کو چاہتا ہو اور علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے ثانی غیر ہو اول کا جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی میں ہے ملاحظہ ہو عبارت ( القسم الاول ماکان مفعوله الثانی مباينا للاول نحو اعطيت زيدا درهما)

اور المکودی شرح الفیہ میں ہے کہ باب اعطیت میں دو مفعولوں میں سے ایک معناً فاعل ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت ( اذا کان الفعل متعديا الی اثنين من غير باب ظن فلا بُدَّان يکون احدهما فاعلا فی المعنی واصله ان يتقدم علی ماليس فاعلا فی المعنی کقولک اعطيتُ زيداً درهماً فزيدا هو الفاعل فی المعنی لانه هو الذی اخذ الدرهم)

**فائدہ**: جو افعال اَعْطٰی کے معنی میں ہوتے ہیں وہ بہت ہیں مگر ان میں سے چند درج ذیل ہیں جو کتاب موسوعۃ النحو والصرف ) سے ماخوذ ہیں( المتعدی الی مفعولين وهو قسمان قسم ينصب مفعولين لَيْسَ اصلهما مبتدأ و خبراً نحو أعطی.سَأَلَ . مَنَحَ. کَسَا. اَلْبَسَ. رزق . أطعم. سقی . زَوَّر. أسکن . أنسی. حَبَّب. جزی. أنشد)

(افعال قلوب )یہاں درج ذیل چند باتوں کا جاننا ضروری ہے

(ا)وجہ تسمیہ . النحو الوافی جلد دوم میں ہے(سميت هذه الافعال بذالک لان معانيها قائمة بالقلب متصلة به وهی المعانی النفسية التی تعرف اليوم بالأمور النفسية و يسميها القدماء الامور القلبيةلاعتقادهم ان مرکزها القلب )

القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے(انما سميت افعالَ قلوبٍ لان معانيها من العلم والظن والشک قائمة بالقلب و متعلقة به من حيث انها صادرة عنه لا عن الجوارح والاعضاء الظاهرة )

متوسط شرح کافیہ میں ہے(وانما سميت هذه الافعال افعال القلوب لانها لا تحتاج فی صدورها

(تشریح)

الی الجوارح والاعضاء الظاهرة بل تکفی فیها القوة العقلیة)

درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے( وانما سمیت هذه الافعال بافعال القلوب لانها غیر مفتقرة فی صدورها الی الجوارح والاعضاء الظاهرة بل یکفی فیها القوی الباطنة لان بعضها للشک و بعضها للیقین و کلاهما من افعال القلوب و لذا تسمّٰی بافعال الشک والیقین والشک فی اللغة هو خلاف الیقین و من قال و کأنهم ارادو بالشک الظن والا فلا شیئی من هذه الافعال بمعنی الشک المقتضی تساوی الطرفین فقد خلط اللغة باصطلاح اهل المیزان ) الکواکب الدریہ میں ہے ( وتسمی افعال الشک والیقین لانها منها مایفید الشک و منها مایفید الیقین والعلم والمراد بالشک مطلق التردد الشامل للظن)

(٢) ہر فعل قلبی دو مفعولوں کی طرف متعدی نہیں ہوتا ملاحظہ ہوں منقولہ عبارات۔

الکواکب الدریہ میں ہے( ولیس کل فعل قلبی یتعدی لاثنین بل القلبی ثلاثة انواع مالا یتعدی بنفسه بل بحرف الجر نحو فکر و تفکر تقول فَکَرَ زید فی کذا و تَفَکَّر فیه . وما یتعدی لواحد وهو عرَف و فَهِمَ . وما یتعدی لاثنین والیه الاشارة وهی اربعة عشر فعلا الخ)

القواعد الاساسیہ میں ہے (فافعال القلوب منها مالا یتعدی بنفسه نحو فَکَرَ و تَفَکَّرَ ومنها ما یتعدی لواحد نحو عَرف و فَهِمَ و منها ما یتعدی لاثنین وهو المراد هُنا)

الفوائد الجنیہ میں ہے(ولیس کل فعل قلبی یتعدی لاثنین بل القلبی ثلاثة انواع مالا یتعدی بنفسه کفَکَّرَ و تَفَخَّرَ وما یتعدی لواحد کعَرِفَ و فَهِمَ و ما یتعدی لا ثنین والیه الاشارة بقوله وهی اربعة عشر فعلا)

(٣) النحو الوافی جلد دوم میں ہے(الفعل القلبی المتصرف قد یکون له الماضی والمضارع والامر والمصدر واسم الفاعل واسم المفعول وبقیة المشتقات المعروفة لکن الناسخ الذی یعمل فی هذا الباب هو الماضی)

القواعد الاساسیہ میں ہے( و کل ما یشتق من افعال القلوب یَعْمَل عَمَلَ ماضیها )



(تشریح)

(۴) افعال قلوب میں سے عَلِمْتُ . رأیتُ . وَجَدتُّ ) یہ تین یقین کے معنی میں آتے ہیں جیسے

( عَلِمْتُ زیدا اَمِیْناً (میں زید کو امانت دار یقین کیا)

(ورأیتُ زیدا فاضلا (میں نے زید کو فاضل یقین کیا)

(ووجدتُّ زیدا فاضلا (میں زید کو فاضل یقین کیا)

اور افعال قلوب میں سے درج ذیل تین افعال گمان کے معنی میں آتے ہیں جیسے ظَنَنْتُ زیدا عالماً (میں نے زید کو عالم گمان کیا) اور حَسِبْتُ زیدا کاتباً (میں نے زید کو لکھنے والا گمان کیا) اور خِلْتُ زیداً نائماً (میں نے زید کو سونے والا گمان کیا)

اور افعال قلوب میں سے ایک فعل یعنی زَعَمْتُ مشترک ہے یعنی کبھی یقین کے معنی میں آتا ہے اور کبھی گمان کے معنی میں جیسے زعمت اللہ رَحِیْماً (میں نے اللہ کو رحیم یقین کیا) اور جیسے زَعَمْتُکَ کریماً (میں نے تجھ کو کریم گمان کیا) (بَدْرِ مُنِیر)

(۵) افعال قلوب میں دو مفعولوں میں سے مفعول واحد پر اقتصار جائز نہیں اس لئے کہ اگر ایک کو نَسْیاً مَنْسِیاً حذف کیا جائے تو مسند الیہ بغیر مسند کے رہے گا اور یا تو مسند بغیر مسند الیہ کے رہے گا کیونکہ یہ دو مفعول دراصل مبتداء و خبر ہیں جیسا کہ شریفیہ میں ہے(وفی هذاالقسم لایجوز الاقتصار علی مفعول واحد وجعل مفعول الآخر محذوفا نسیا منسیا والا یلزم اما وجود المسند الیه بدون المسند اووجود المسندبدون المسند الیه وهذا باطل لکن حذف احد المفعولین بان یکون الآخر مقصودا و مراد عند قیام القرینة جائز و ان کان قلیلا فی الاستعمال واما حذف المفعولین معا و جعلها نسیاً منسا فجائز)

مثال اس کی دونوں مفعول بوقت قرینہ کے حذف ہوں جیسے هَل ظَنَنْتُ خَالِداً مُسَافِراً اس کے جواب میں کہا جائے ظَنَنْتُ اَیْ ظَنَنْتُهُ مُسَافِراً مثال اس کی کہ ایک مفعول قرینہ کے وقت حذف ہو جیسے هَلْ تَظُنُّ اَحَداً مُسَافِراً جواب میں کہا جائے اَظُنُّ خَالِداً اور جب قرینہ نہ ہو تو حذف ناجائز ہے خواہ ایک کا ہو یا دو کا۔

**فائدہ** : مصنف رحمہ اللہ نے یہاں فعل متعدی کے بحث میں دو مفعولوں میں سے ایک پر (اقتصار) کے موقع پر بجائے حذف کے لفظ (اِقْتِصَار) اختیار فرمایا ہے (اقتصار) کے معنی بے دلیل وقرینہ حذف کر دینا جیسا کہ شرح الشرح مائۃ عامل اور جامع الدروس جلد اول میں ہے مگر یہاں (اقتصار) سے مصطلح معنی مراد نہیں اس لئے کہ مصنف رحمہ اللہ نے

## (تشریح)

اَعْطَیْتُ کے مفعولوں کے متعلق بھی (اقتصار) کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ باب اعطیتُ میں ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے مطلقاً خواہ قرینہ ہو یا نہ ہو جیسا کہ الاظہار والعوامل برکوی میں ہے (الاول ما کان مفعوله الثانی مباینا للاول نحو اَعْطَیْتُ زیدا درهما و یجوز حذفهما وحذف احدهما مع قرینة و بدونها) لہٰذا (اقتصار) سے مراد (المحذوف بدون الآخر) ہے یعنی ایک مفعول بہ کو حذف کر دینا اور دوسرے مفعول بہ کو باقی رکھنا۔

## (عَلِمْتُ . رَأَیْتُ . وَجَدتُّ . ظَنَنْتُ. کا دوسرا طرز استعمال)

جاننا چاہئے کہ افعال قلوب میں سے عَلِمْتُ . رَأَیْتُ . وَجَدتُّ . ظَنَنْتُ. کبھی یقین اور گمان کے علاوہ اور معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں مگر اس وقت مذکورہ افعال صرف ایک ہی مفعول کی طرف متعدی ہوں گے جیسا کہ زمخشری نے مفصل میں کہا ہے نیز شرح مأۃ عامل میں بھی ان کے دوسرے طرز استعمال ذکر کیا گیا ہے۔

## (تفصیل)

(۱) عَلِمْتُ : جامع الدروس جلد اول میں ہے (والثانی عَلِمَ بمعنی اِعْتَقَدَ کقوله تعالیٰ فان عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ) بعد میں کہا گیا ہے (فان کانت بمعنی عرف کانت متعدیة الی واحد مثل علمتُ الامر ای عرفته ومنه قوله تعالیٰ واللّٰهُ اخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شیئاً) اور ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں کہا ہے (علمتُ) اذا ارید به معرفة ذات الاسم ولم یکن عارفا به قبل ولا بد فیه من شیئی من ادراک الحاسة فتقول علمت زیدا ای عرفته شخصه ولم تکن عرفته قبل ذالک) ولیس بمنزلة قولک علمت زیدا عالماً اذا اَخْبَرْتَ انک علمته متصفا بهذه الصفة ولم تکن عرفته قبل ذالک وان کنت عارفا بذاته مجردة من هذه الصفة)

## (عِلْم و مَعْرِفَت میں فرق)

مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل میں ہے (علم ومعرفت میں فرق) علم بمعنی دانستن فعل قلب میں شئی مع الحکم کا علم درکار ہے۔ اور نفس شئی کا علم معرفت کہلاتا ہے جیسے (عَلِمْتُ زَیْداً) (میں نے زید کو پہچان لیا) یہاں کوئی حکم مذکور نہیں اور (عَلِمْتُ زَیْداً اَمِیْناً) میں زید کے علم کے ساتھ اس کے امین ہونے کا علم بھی شامل ہے۔



## (تشریح)

(۲) رَأَیْتُ : جامع الدروس جلد اول میں ہے (الاول (رأی) بمعنی عَلِمَ و اعتقد الخ) آگے کہا گیا ہے (فان کانت رأی بصریة ای بمعنی ابصر و رأی بعینه فهی متعدیة الی مفعول واحد) اور شرح مأۃ عامل میں ہے (ورأیتُ قد یکون بمعنی ابصرتُ کقوله تعالیٰ فَانْظُرْ ما ذا تریٰ) یعنی رأیتُ کبھی ابصرتُ آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے فانظر ماذا تریٰ (تم معاملہ پر غور کرلو کہ تم کیا دیکھتے ہو) اور شرح مفصل میں ابن یعیش نحوی نے کہا ہے (رایتُ) تجی علی ضربین (احدهما بمعنی ادراک الحاسة تقول رأیتُ زیدا ای اَبْصَرْتُهٗ فتعدی الی مفعول واحد ولا یکون ذالک المفعول الا مما یُبْصَرُ قال اللّٰه تعالی و تراهم یَنْظرُوْنَ الیک وهم لایبصرون فتری ههنا بمعنی بصر العین والهاء والمیم مفعول به و ینظرون الیک فی موضع الحال (والثانی) ان تکون من رؤی القلب فتعدی الی مفعولین الخ)

(۳) وَجَدْتُّ : جامع الدروس جلد اول میں ہے (والخامس وَجَد بمعنی عَلِمَ واعتقد و مصدرها الوُجُوْدُ والوجدان مثل وجدت الصدق زینة العقلاء الخ)

اور آگے کہا گیا ہے (لم تکن من هذا الباب و ذالک مثلا وجدت الکتاب وجودا ووجدانا بکسر الواو فی الوجد ان ای اَصَبْتُهٗ ظهرت به بعد ضیاعه) مزید تفصیل کیلئے جامع الدروس کو مطالعہ کیا جائے۔

اور شرح مأۃ عامل میں ہے (ووَجَدْتُّ قد یکون بمعنی اَصَبْتُ مثل وجدتُ الضَّالَّةَ ای اَصَبْتُهَا) یعنی (وَجَدْتُّ) کبھی (اَصَبْتُ) (پالینے) کے معنی میں آتا ہے جیسے وَجَدْتُّ الضَّالَّةَ (مین نے گم شدہ چیز پالی)

(۴) ظَنَنْتُ : شرح مأۃ عامل میں ہے۔ (وظَنَنْتُ اذا کان مِنَ الظِّنَّةِ بمعنی التُّهْمَةِ لم یَقْتَضِ المفعول الثانی مثل ظَنَنْتُ زَیْداً ای اِتَّهَمْتُهٗ) یعنی ظننتُ جب ظِنَّةٌ ۔ بکسر ظاء وتشدید نون سے ماخوذ ہو بمعنی تہمت لگانا تو وہ افعال قلوب میں سے نہیں ہے اور وہ دوسرا مفعول نہیں چاہتا ہے جیسے ظَنَنْتُ زیدا (میں نے زید کو مُتّہم کیا)

یاد رہے جو (ظَنَنْتُ) افعال قلوب میں سے ہے وہ (ظَنٌّ) بفتح ظاء سے ماخوذ ہے بمعنی گمان۔

تنبیہ : ظن کبھی یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے الذین یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلاقُوْا رَبِّهِمْ (جن کو یقین ہے کہ

## (تشریح)

ان کوملنا ہے اپنے رب سے ) زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کوسمجھنے کیلئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں ۔ دو ضابطے ہیں (۱) جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور پھر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کے دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہیں (۲) ہر وہ ظن جس کے بعد اَن خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے جیسے بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول ( بلکہ تمہیں شک تھا کہ اب رسول واپس نہ ہوں گے ) اور ہر وہ ظن کہ جس کے ساتھ ان مشددہ متصل ہوگا بمعنی یقین ہوگا جیسے مذکورہ الذین يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلاَقُوْا رَبِّهِمْ (لغات القرآن) مزید تحقیق کیلئے لغات القرآن ملاحظہ ہو۔

جامع الدروس جلد اول میں ہے (فان كانت بمعنى اِتَّهَمَ . فهى متعدية الى واحد مثل ظن القاضى فلانا اى اتهمه والظنين والمظنون المتهم ومنه قوله تعالىٰ وماهو على الغيب بظنين اى متهم ) شرح مفصل میں ہے (واما من قرأ بضنين فانه اراد بخيل و فعيل ههنا بمعنى فاعل اى باخل لانه لازم لايبنى منه مفعول )

**فائدہ**: مذکورہ افعال کیلئے اور معانی بھی ہیں جیسا کہ ھدایۃ النحو کے حاشیہ میں ہے مگر وہ معانی چونکہ (علم وظن) سے قریب نہیں ہیں لہٰذا بقیہ معانی سے اکثر نحاۃ بحث نہیں کرتے ۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ جب افعال قلوب یقین اور ظن کے معنی میں مستعمل نہ ہوں تو ان کو افعال قلوب نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ ھدایۃ النحو میں ہے ( فلا تكون حينئذ من افعال القلوب )

### (افعال قلوب کیلئے تین حالات ہیں )

ابن ہشام نے شذور الذهب میں کہا ہے کہ ( ثم اعلم ان لافعال القلوب ثلاث حالات الاِعْمَال. والاِلْغاء والتعليق)

مذکورہ تین حالات میں سے اول اعمال یعنی نصب دینا ہے دونوں مفعولوں کو پھر اعمال کی دو صورتیں ہیں ۔ اول یہ کہ عمل واجب ہے ۔ دوم یہ کہ عمل جائز ہے عمل اس وقت واجب ہے کہ یہ افعال اپنے دونوں مفعولوں سے مقدم ہوں مگر



## (تشریح)

اس شرط کے ساتھ کہ ان افعال کے بعد کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ اس کیلئے صدارت کلام ضروری ہو جیسے استفہام وغیرہ ہیں جیسے ظَنَنْتُ زَيْداً عَالِماً. اور عمل جائز اس وقت ہے کہ یہ افعال اپنے دونوں مفعولوں کے وسط میں واقع ہوں یا اپنے دونوں مفعولوں سے مؤخر واقع ہوں وسط کی مثال جیسے زَيْداً ظَنَنْتُ عَالِماً اور مؤخر کی مثال جیسے زَيْداً عَالِماً ظَنَنْتُ .

دوم اِلْغاء . یعنی جائز ہے کہ یہ افعال عمل نہ کریں ۔ یہ اس وقت ہے کہ یہ اپنے مفاعیل کے وسط میں واقع ہوں اور یا کہ اپنے مفاعیل سے مؤخر ہوں مثال وسط کی جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ عَالِمٌ اس صورت میں اگر چہ ابطال عمل جائز ہے مگر اعمال اَحْسن ہے جیسا کہ شذور الذهب میں ہے ( والاعمال مع التوسط اَحْسَنُ من الالغاء) اور مثال تاخیر کی جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ ظَنَنْتُ مگر معلوم ہو کہ اس صورت میں ابطال عمل اَحْسن ہے اعْمَال سے جیسا کہ شذور الذهب میں ہے (والالغاء مع التأخير احسن من الاعمال )

سوم تعلیق: مراد تعلیق سے یہ ہے کہ یہ افعال لفظاً ملغی عن العمل ہوں یعنی عمل نہ کریں مگر محلاً عامل ہوں یعنی مابعد ان کا محلاً منصوب ہو اس بنا پر کہ وہ دونوں مفعولوں کے جگہ میں واقع ہے اب یہ تعلیق کب ہے تو یہ اس وقت ہے کہ ان افعال کے مفعولوں کے درمیان کوئی ایسی چیز عارض ہو کہ اس کیلئے صدارت کلام ضروری ہے ۔ اور وہ چیزیں مندرجہ ذیل دس اُمور ہیں ۔

(۱) لام ابتدائیہ جیسے عَلِمْتُ لَزَيْدٌ فَاضِلٌ.

(۲) لام جواب قسم جیسے عَلمتُ ليقومَنَّ زَيْدٌ اى علِمْتُ واللهِ لَيَقُومَنَّ زَيْدٌ.

(۳) استفہام عام ہے کہ حرف استفہام ہو جیسے علمتُ أزَيْدٌ فى الدار اَمْ عَمْرٌو .

(۴) ما نافیہ جیسے علمتُ ما زَيْدٌ قَائِمٌ.

(۵) لا نافیہ جواب قسم میں جیسے علمتُ وَاللّٰهِ لا زَيْدٌ فى الدر ولا عَمْرٌوا.

(۶) انْ نافیہ جواب قسم میں جیسے علمتُ وَاللّٰهِ اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بمعنى ما زيدٌ قَائِمٌ.

(۷) لَعَلَّ جیسے وإنْ اَدْرِىْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ .

اس مثال میں (اَدْرِىْ ) افعال قلوب میں سے ہے ایک تعداد کے مطابق جیسا کہ جامع الدروس میں ہے۔

(۸) لَوْ شرطیہ جیسے قول شاعر میں (وَقَدْ عَلِمَ الْاَقْوَامُ لَوْ انّ حاتماً + اَرادَ ثَراءَ الْمَالِ كَانَ لَهُ وَفْرُ)

## (تشریح)

(۹) وہ اِنَّ جس کے خبر میں لام ہو جیسے عَلِمْتُ اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ.

(۱۰) کَمْ خبریہ جیسے الم یَرَوْ کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ من القرون انهم اليهم لا يرجعون.

## (اِلغاء وتعلیق کے درمیان فرق)

میر سید شریف نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے کہ الغاء وتعلیق کے درمیان دو طریقوں سے فرق ہے

(۱) الغاء جائز ہے بخلاف تعلیق کہ وہ واجب ہے۔

(۲) الغاء عبارت ہے ابطال عمل سے لفظاً ومعناً بخلاف تعلیق کے کہ وہ عبارت ہے ابطال عمل سے لفظاً نہ معناً۔

## (افعال تحویل)

جامع الدروس جلد اول میں ہے کہ افعال تحویل جو (صَیَّرَ) کے معنی میں ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل سات افعال ہیں۔

(۱) صَیَّرَ جیسے صَیَّرْتُ العَدُوَّ صدیقا.

(۲) رَدَّ جیسے ود کثیر من اهل الکتاب یرودونکم من بعد ایمانکم کفارا

(۳) تَرَکَ جیسے و تَرَکْنَا بعضهم یومئذ یموج فی بعض

(۴) تَخِذَ جیسے تَخِذْتُکَ صِدیقا

(۵) اِتَّخَذَ جیسے واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلا

(۶) جعل جیسے وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا.

(۷) وَهَبَ جیسے وَهَبَنِیَ اللّٰهُ فِداءَ المخلصین.

یہ مذکورہ افعال بھی جب صَیَّرَ کے معنی میں ہو تو دو مفعولوں کو نصب دیتے ہیں جو کہ اصل میں مبتداء وخبر ہیں اور اگر یہ افعال (صَیَّرَ) کے معنی میں نہیں تھے جیسے رَدَّ کہ رجع کے معنی میں بھی آتا ہے اور (تَرَکَ) کہ خلّی یعنی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے جیسے تَرَکْتُ الْجَهْلَ ای خَلَّیْتُهٗ اور (جعل) کہ خلقَ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے جعل الظلمات والنور ای خلق الظلمات والنور تو اس وقت یہ افعال ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور مذکورہ افعال میں سے (وَهَبَ) اعطنی کے معنی میں بھی آتا ہے تو اس وقت باب اعطی سے شمار ہوگا دو مفعولوں کے ساتھ متعدی ہوگا جیسے وَهَبْتُکَ فَرَساً.



## (تشریح)

اور علامہ برکوی نے الاظہار والعوامل میں کہا ہے (والقسم الثالث افعال ملحقة بافعال القلوب فی مجرد الدخول علی المبتداء و الخبر و عدم جواز حذفهما معاً او حذف احدهما فقط بلا قرینة و قلة حذف احدهما فقط بها نحو صَیَّرَ و جعَلَ و تَرَکَ واتخذ)

## (چہارم متعدی بسہ مفعول چون اَعْلم اللّٰه زَیْداً عَمْراً فَاضِلاً)

ان افعال کی مفاعیل کے اختصار میں تفصیل یوں ہے کہ ان کا مفعول اول بمثل مفعول اَعْطَیْتُ کی ہے پس اس کا حذف جائز ہے ثانی اور ثالث مفعول بمثل مفعول عَلِمْتُ ہیں پس ایک کو حذف کرنا بلا قرینہ اور دوسرے کو چھوڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر دونوں کو حذف کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ شریفیہ اور متوسط میں ہے ملاحظہ ہو عبارت متوسط کی (هذه الافعال المتعدیة الی ثلاثة مفاعیل حکم مفعولها الاول کمفعول اعطیت بمعنی انه یجوز ان تذکره مفردا من غیر ذالک المفعولین الآخرین و یجوز ان تذکره مع ذکر المفعولین الآخرین کما انه یجوز ان یذکر المفعول الاول لا عطیتُ منفردا عن الثانی ویجوز ان تذکره مع ذکر الثانی)

اور آگے کہا گیا ہے (والثانی والثالث کمفعولَیْ علمتُ ای حکم مفعولی هذه الافعال الثانی والثالث کحکم مفعولی علمت بمعنی انه یجوز ترک مفعول الثانی والثالث معاً و لا یقتصر علی احدهما کما لا یقتصر علی احد مفعولی علمتُ لان مفعولی هذه الافعال الثانی والثالث هما مفعولا باب علمت علی الحقیقة تقول اعلمتُ عمرا خیر الناس من غیر ذکر المفعول الاول ولا تقول اعلمت زیدا عمرا من غیر ذکر الثالث ولا اعلمت زیدا خیر الناس من غیر ذکر الثانی).

(و مفعول دوم در باب عَلِمْتُ) اس سے پہلے کہا گیا کہ فعل متعدی کے مفاعیل مفعول بہ ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کو نائب فاعل بنانا درست نہیں ہے لہٰذا یہاں سے تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ مفاعیل میں سے کون نائب فاعل بن سکتا ہے اور کون نہیں؟ چنانچہ کہتے ہیں کہ باب علمتُ میں دوسرے مفعول۔ باب اعلمتُ میں تیسرے مفعول، مفعول لہ

(تشریح)

اور مفعول معہ کو فاعل کا قائم مقام نہیں بنا سکتے ان کے سوا دوسروں کو قائم مقام بنایا جا سکتا ہے اور باب اعطیت میں پہلا مفعول مفعول مالم یسم فاعلہ کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت دوم کے۔

مذکورہ مفاعیل میں سے جو نائب فاعل نہیں ہو سکتے ان کے وجوہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) مفعول دوم باب علمت میں۔ یعنی باب عَلِمْتُ کے دوسرے مفعول کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں یہ اس لئے کہ دوسرا مفعول یعنی (فَاضِلاً) فعل کے دخول سے قبل مفعول اول یعنی (زَیْداً) کا مسند ہے اس واسطے کہ زَیْدٌ فَاضِلٌ اصل میں مبتداء وخبر ہیں اور جب دوسرا مفعول نائب فاعل ہوگا تو اس وقت یہ مسند الیہ ہو جائے گا اور ایک وقت میں ایک چیز کا مسند اور مسند الیہ ہونا جائز نہیں جیسا کہ شریفیہ میں ہے ملاحظہ ہو عبارت (لان مفعولہ الثانی مسند الی المفعول الاول والاول مسند الیہ والاقتصار علی احد المفعولین غیر جائز فی باب عَلِمْتُ فاستکرهُوا اَن یجعلو المفعول الثانی الذی هُوَ المسند مع وجود المفعول الاول الذی هو المسند الیہ قائماً مقام الفاعل الذی هُو المسند الیہ فیجوز عُلِم زَیْدٌ قائماً ولا یجوز عُلِمَ زَیْداً قَائِمٌ)۔

(۲) ومفعول سوم در باب اَعْلَمْتُ: یعنی اَعْلَمَ اور اس کے ہم معنی افعال متعدی کے تیسرے مفعول کو نائب فاعل نہیں بنایا جا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی عَلِمْتُ کی طرح تیسرے مفعول کا ایک وقت میں مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آتا ہے جو ناجائز ہے جیسا کہ شریفیہ میں ہے (وکذ المفعول الثالث من باب اَعْلَمْتُ لانہ کالمفعول الثانی من باب علمتُ وکل واحدٍ من المفعول الاول والثانی من باب اَعْلَمْتُ تقوم مقام الفاعل ففی مثل اَعْلَمْتُ زَیْداً عَمْراً قائماً یجوز اُعْلِمَ زَیْدٌ عمْراً قائماً ولایجوز اُعْلِمَ زَیْداً عَمراً قَائِمٌ کما عُلم فی باب عَلِمْتُ)

(۳) ومفعول لہ: یعنی مفعول لہ کو نائب فاعل نہیں بنایا جا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مفعول لہ کا نصب سببیت پر دلالت کرتا ہے نائب فاعل کی صورت میں رفع آئے گا اور سببیت پر کوئی ایسی چیز نہیں کہ دلالت کرے لہٰذا مفعول لہ کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں۔ جیسا کہ شریفیہ میں ہے (اما المفعول لہ فلانہ علة لاقدام الفاعل علی الفعل فحقہ ان یکون باللام لیدل علی علیتہ ولما حذف اللام و جعل منصوباً یکون نصبہ دلیلا علی علیتہ فلا ینبغی ان تغیر نصبہ الی الرفع اذ یلزم ح ان لا یکون فیہ شیئی یدل علی العلیة



(تشریح)

فلا یجوز ضُرِبَ تَاْدِیْبٌ)

(مفعول لہ باللام کا نائب فاعل بنانا جائز ہے یا نہیں؟)

شرح جامی میں بحث مرفوعات کے اندر ہے کہ مفعول لہ باللام کا نائب فاعل بنانا جائز ہے ملاحظہ ہو عبارت (والمفعول لہ بلا لام لان النصب مشعر بالعلیة فلو اسند الیہ لفات النصب والاشعار بخلاف ما ذا کان مع اللام نحو ضُرِبَ لِلتَّاْدِیْبِ)

مگر نحو میر کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مفعول لہ مطلقا نائب فاعل نہیں بن سکتا ہے خواہ بغیر لام ہو یا باللام ہو اور مفعول لہ باللام کے متعلق صاحب نحو میر نے شرح کافیہ میں کہا ہے (واما لو لم یحذف اللام فیجوز ان یقام مقام الفاعل نحو ضُرِب للتادیب لکن یقال لہ الجرو والمجرور دون مفعول لہ لانہ من قبیل المنصوبات)

اور کافیہ کی عبارت سے بھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفعول لہ مطلقا نائب فاعل نہیں بن سکتا ہے جیسا کہ عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے (وظاهر العبارة ان المفعول لہ لایقع مطلقا وهو الذی حققہ الرضی حیث قال انما لم یقع المفعول لہ لان نائب الفاعل یجب ان یکون کالفاعل من ضروریات الفعل و کثیرا ما یکون الفعل بلا غرض بخلاف المصدر والزمان والمکان فانہ لایکون بدونها غالبا فلا یقال جنی للسمن)

<u>فائدہ</u>: رضی میں مندرجہ ذیل چیزوں کو ضروریات فعل میں سے شمار کیا گیا ہے جیسا کہ فاعل ضروریات فعل میں سے ہے (ولا شک ان الفعل لا بدلہ من مصدر اذ هو جزءہ و کذ الا بدلہ من زمان و مکان یقع فیهما ولا بد للمتعدی من مفعول بہ یقع علیہ وکذ المجرور مفعول بہ لکن بواسطة)

(حرف الجر ولهذا کان کل مجرو رلیس من ضروریات الفعل لم یقم مقام الفاعل کا لمجرور بلام التعلیل نحو جِئْتُکَ للسمن فلا یقال جنی للسمن اذ رُبَّ فعل بلا غرض لکونہ عبثا فمن ثم لم یقم المفعول لہ مقام الفاعل)

اور سیوطی نے ہمع الهوامع جلد اول میں کہا ہے کہ مفعول لہ بغیر لام میں اتفاق ہے کہ نائب فاعل بنتا ہے مگر باللام کے نائب فاعل بننے میں دو قول ہیں ملاحظہ ہو عبارت (ولا یجوز نیابة المفعول لہ اذا کان منصوباً اتفاقا

(تشریح)

وفی المجرور بحرف جر قولان الخ)

(۴) مفعول معہ: یعنی مفعول معہ کو اس لئے نائب فاعل بنانا جائز نہیں ہے کہ مفعول معہ مع الواو نائب فاعل ہوگا یا بدون واو پس اگر مع الواو ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ معطوف بغیر معطوف علیہ کے ہو مثال اِستویٰ السماءُ والخشبۃ ہے جب فاعل حذف ہو اور مفعول معہ کو نائب فاعل بنایا جائے تو مذکورہ مثال اُستُوِیَ وَالخشبۃُ ہوتا ہے اور اگر مفعول معہ کو بدون واو کے نائب فاعل بنایا جائے تو اس وقت اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا کیونکہ مفعول معہ کیلئے شرط یہ ہے کہ واو کے بعد واقع ہو ملاحظہ ہو عبارت (وکذالک المفعول معه نحو اِستَوَی الماءُ وَالخشبۃَ لایقع مقام الفاعل لانه لووقع مقام الفاعل لکان اما مع الواو نحو اُستُوِیَ وَالخشبۃُ اولا نحو اُستُوِیَ الخشبۃُ لا سبیل الی الاول لانه یلزم المعطوف بدون المعطوف علیه لان المفعول معه معطوف علی ماقبله بالحقیقة ولا سبیل الی الثانی لان المفعول معه هو المذکور بعد الواو) اور ابن حاجب نے شرح کافیہ میں بھی یہی مذکورہ وجہ پیش کی ہے۔

فائدہ: متوسط میں ہے کہ حال اور تمیز بھی نائب فاعل نہیں بن سکتے۔ اور رضی جلد اول بحث مرفوعات میں ہے کہ (وکذا التمییز والمستثنٰی لَیسا من ضروریاته واجاز الکسائی نیابة التمییز لکونه فی الاصل فاعلافقال فی طَابَ زَیدٌ نَفساً طِیبَتْ نفسُ زَیدٍ واما الحال فانها وان کانت من ضروریات الفعل لکن قلة مجیئها فی الکلام مَنَعَتْها من النیابة عن الفاعل الذی لابد لکل فعل منه)

(ودیگر هارا شاید) یعنی مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ اوروں کو نائب فاعل بنانا جائز ہے

(وہ اشیاء کہ نائب فاعل ہوتے ہیں)

جامع الدروس اور تہذیب التوضیح میں ہے کہ حذف فاعل کے بعد چہار چیزوں میں سے ایک نائب فاعل ہوتا ہے ملاحظہ ہو جامع الدروس جلد دوم کی عبارت (ینوب عن الفاعل بعد حذفه احد اربعةِ اشیاء)

(۱) المفعول به نحو یُکرَمُ المُجتَهدُ.

واذا وجد فی الکلام فلا ینوب عن الفاعل غیره مع وجوده لانه اولیٰ من غیره بالنیابة لکون الفعل



(تشریح)

اشد طلبا له من سواهُ فیرتفع هو علی النائبیة و ینتصب غیره نحو أکرم زُهَیرٌ یوم الجمعة امام التلامیذ بجائزةٍ سنیة اکراما عظیماً)

(۲) الجارو والمجرور بحرف الجر نحو نُظِرَ فی الامر ومنه قوله تعالیٰ ولما سُقِطَ فی ایدیهم علی شرط ان لا یکون حرف الجر للتعلیل فلا یقال وُقِفَ لَکَ ولامِنْ اجلک الخ)

آگے کہا گیا ہے (واذا ناب المجرور بحرف الجر عن الفاعل یقال فی اعرابه انه مجرور لفظاً بحرف الجر مرفوع محلا علی انه نائب فاعل غیر انه ان کا مؤنثا لا یؤنثْ فعله بل یجبْ ان یبقی مذکرا تقول ذهب بفاطمة ولا یقال ذهبت بفاطمة)

اور القواعد الاساسیہ میں ہے (ویجوز تقدیم المجرور علی فعله باقیاً علی نیابة له فتقول بهِندٍ مُرَّ)

اور شرح قطر الندی میں ہے کہ جارو مجرور کے نائب فاعل ہونے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مفعول بہ موجود نہ ہو۔

فائدہ: علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ (وظاهر کلامه ان النائب هو مجموع الجارو المجرور وهو اختیار ابن مالک والتحقیق انه المجرور فقط لانه المفعول حقیقة والجار انما جیئی به لا یصال معنی الفعل الی الاسم)

(۳) الظرف المُتَصَرِّفُ المختصُّ نحو مُشی یَومٌ کامِلٌ و صِیمَ رمَضانُ)

اور الفواکہ الجنیہ میں ہے (الثانی الظرف المختص المتصرف مکانیا کان او زمانیاً فالاول نحو جُلِسَ امامک والثانی نحو صِیمَ رمضانُ)

جاننا چاہئے کہ ظرف کے نائب فاعل ہونے کے لئے درج ذیل تین شرطیں ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے شرح قطر الندی میں کہا ہے (۱) یہ کہ متصرف ہو (۲) یہ کہ مختص ہو (۳) یہ کہ مفعول بہ موجود نہ ہو۔

(ظرف متصرف اور مختص سے کیا مراد ہے؟)

(۱) شرح قطر میں ظرف متصرف کے متعلق کہا گیا ہے (ان یکون متصرفا لاملازما للنصب علی الظرفیة)

(۲) القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے (المراد بالمتصرف عدم الالتزام لحالة واحدة فی الاستعمال فلا ینوب مثل لدی واذ لملازمتهما الظرفیة)

(تشریح)

(۳) جامع الدروس جلد دوم میں ہے (والمتصرف من الظروف ما یصح وقوعه مسند الیه کیوم ولیلة و شهر و دهر و امام و وراء و مجلس و جهة ونحو ذالک وغیر المتصرف منها مالا یقع مسند الیه ولا یکون الا ظرفا کحیث و عوض و قط والآن و مع واذا او ظرفا او مجرورا بمن کعند ولدی ولدن (وقبلُ و بعدُ و ثَمَّ) (بفتح الثاء) او بالی کمتی او بمن والی کأین وما کان کذالک لاینوب عن الفاعل لانه لا یسند الیه اذ لایجوز فیه الرفع کما یصح ان تسند الی یوم و شهر و رمضان فتقول جاء یومُ الجمعة و مَضی علی الامرِ شَهرٌ و رمضانُ شهرٌ مبارکٌ)

اورظرف مختص کے متعلق القواعدالاساسیہ کے حاشیہ میں ہے (ویختص الظرف بالوصف نحو صِیمَ یومٌ کاملٌ او بالاضافة نهو صِیمَ یومُ الخمیس او بالعلمیة نحو صِیمَ رَمضانُ)

اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے (والمراد باختصاصه ان یکون مقیدا غیر مبهم و هو یختص بالوصف نحو جلس مجلس مفیدٌ او بالاضافة نهو سهرتُ لیلة القدر او بالعلمیة نحو صِیمَ رمضانُ فلا تنوب عن الفاعل مثل زمان ووقت و مکان و نحو ها من الظروف المبهمة غیر المختصة فلا یقال وقف زمان ولا انتظر وقت ولا جلس مکان فان اختصت بقید یقیدها جازت نیابتها نحو وقف زمان طویل وانتظر وقت قصیر وجلس مکان رحب)

(۴) مصدر) ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ مصدر کے نائب فاعل ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں۔

شرط اول یہ ہے کہ مصدر مختص ہو تہذیب التوضیح میں ہے کہ مصدر مختص سے مراد یہ ہے کہ مقید ہو (وصف یا اضافت اور یا عدد کے ساتھ) ملاحظہ عبارت (والمختص ما یقید بوصف او اضافة او عدد) نیز جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ (والمراد باختصاصه ان یکون مقیدا غیر مبهم و یختص بالوصف نحو وُقِفَ وُقُوفٌ طویلٌ او ببیان العدد نحو نُظِرَ فی الامر نظرتان او نظرات او ببیان النوع نحو سِیرَ سَیرُ الصَّالِحِینَ)

شرط دوم یہ ہے کہ مصدر متصرف ہو یعنی لازم النصب نہ ہو بنا بر مصدریت جیسا کہ تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے

(المتصرف مالایلزم النصب علی المصدریة کَمَعَاذَ اللّٰه و سُبْحَانَ اللّٰه)



(تشریح)

نیز جامع الدروس میں ہے (والمتصرف من المصادر ما یقع مسند الیه کاکرام و احتفال واعطاء و فتح و نصر و نحوها و غیر المتصرف منها مالا یصح ان یقع مسند الیه لانه لایکون الا منصوبا علی المصدریة ای علی المفعولیة المطلقة نحو معاذ اللّٰه و سبحان اللّٰه فلا ینوب مثل هذا عن الفاعل لانه لا یجوز الرفع فَیُسْنَدَ الیه)

شرط سوم یہ ہے کہ مفعول بہ موجود نہ ہو۔

(و در باب أَعْطَیْتُ مفعول اول بمفعول مالم یسم فاعله لائق تر باشد)

یعنی باب اَعطَیتُ میں پہلا مفعول مفعول مالم یسم فاعلہ بننے کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت دوم کے کیونکہ اَعطَیتُ زَیداً دِرهَماً میں مفعول اول (زیدا) ہے جو آخِذ اور لینے والا ہے اور (درهما) دی ہوئی چیز ہے اور لینے والے کا نائب فاعل ہونا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں فاعلیت کے معنی پائے جاتے ہیں جیسا کہ متوسط شرح کافیہ میں ہے (نحو اعطیت زیداً درهماً اولی من اقامة المفعول الثانی لان الاول آخذ والثانی مأخوذ ولاشک ان نسبة الآخذ الی الفاعل اکثر من نسبة الماخوذ الی الفاعل)

مگر یاد رہے کہ باب اعطیتُ میں دونوں مفعولوں کو نائب فاعل بنانا جو کہ جائز ہے یہ اس وقت کہ التباس نہ آتا ہو ورنہ اول کو نائب فاعل بنانا واجب ہے جیسا کہ تہذیب التوضیح وغیرہ میں ہے (فان أمن اللبس باقامة جازت نحو کُسِیَ خلیلاً جُبَّةٌ وان لم یؤمن امتنعت فتقول اُعطِیَ خَلِیلٌ علیّاً ولا تقول اُعطِیَ خلیلاً عَلِیٌّ لالتباس الآخذ بالمأخوذ)

**فائدہ** : باب اعطیتُ میں جب التباس کا خوف نہ ہو تو دونوں مفعولوں میں سے ہر ایک کو نائب فاعل بنانا درست ہے مگر بات فقط اَولویت میں ہے۔ وجہ یہ ہے جیسا کہ شرح انموذج میں ہے کہ یہاں باب اعطیت میں دونوں مفعول مبتداء خبر نہیں کہ ایک مسند ہے دوسرے کی طرف تاکہ کوئی ممنوع لازم آجاوے جیسا کہ باب علمتُ میں لازم آتا تھا۔

**فائدہ** : تأویل کے بعد جملہ نائب فاعل بن سکتا ہے جیسا کہ علامہ ابی النجا نے حاشیہ ابی النجا میں کہا ہے (وهو الاسم المرفوع الذی لم یُذکر معه فاعله یشمل الصریح والمؤول والظاهر والمضمر و خرج عنه الجملة

(تشریح)

ولاحرف والفعل الاا ان ایراد لفظها او تجعل اَعْلاماً)

﴿ نحومیر ﴾

فصل بدانکہ افعال ناقصہ ہفدہ اند کان و صارو ظل و بات و اَصْبَح. واضحی و امسٰی و عَادَ و اٰض و غِدا وراح. و مَا زَال و ما اَنفَکَ و ما برِحَ و ما فتِیئَ و ما دَامَ وَلَیْسَ

این افعال بفاعل تنہا تمام نشوند ومحتاج باشند بخبر ے بدین سبب اینہارا ناقصہ گویند ودر جملہ اسمیہ روند ومسندالیہ را برفع کنند ومسند را بہ بنصب چون کَانَ زَیْدٌ قَائِماً ومرفوع رااسم کَانَ گویند ومنصوب راخبر کَانَ وباقی را برین قیاس کن بدانکہ بعضے از ین افعال دربعضے احوال بفاعل تنہا تمام شوند چون کَانَ مَطَر شد باران بمعنی حَصَلَ واورا کَانَ تامہ گویند وکَانَ زائدہ نیز باشد۔

(طرز المبتدی)

(قولہ فصل بدنا کہ افعال ناقصہ ہفدہ اند) جاننا چاہئے کہ افعال ناقصہ سترہ ہیں۔ کَانَ. صَار. ظَلَّ. بَاتَ. اَصْبَحَ. اَضْحٰی. اَمْسٰی. عَادَ. آضَ. غَدَا. رَاحَ. مَا زَالَ. مَا انْفَکَ. مَابَرِحَ. مَا دَامَ. لَیْسَ. مَافَتِئَ.

(قولہ و محتاج باشد بخبرے) یہاں سے افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے یعنی یہ افعال تنہا فاعل پر پورے نہیں ہوتے بلکہ ایک خبر کے محتاج ہوتے ہیں لہٰذا اس نقصان کی وجہ سے ان افعال کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

(قولہ و در جملہ اسمیہ روند) یہاں سے افعال ناقصہ کے مدخول کا بیان ہے یعنی یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں مسندالیہ کو رفع دیتے ہیں اور مسند کو نصب جیسے کان زَیْدٌ قائما (زید کھڑا تھا)

اس جملہ میں کَانَ فعل ناقص ہے۔ زیدٌ کو اسم کانَ اور قائما کو خبر کان کہتے ہیں

(قولہ و باقی را برین قیاس کن) یعنی سترہ افعال میں سے مثال صرف کَانَ کی دی گئی ہے اور بقیہ سولہ افعال کو اسی پر قیاس کرو۔

(قولہ بدانکہ بعضے ازین افعال) یعنی جاننا چاہئے کہ ان میں سے بعض افعال بعض حالات میں فقط فاعل پر پورے ہو جاتے ہیں جیسے کَانَ مَطَرٌ (بارش ہوئی) کہ یہاں کَانَ بمعنی حَصَلَ (حاصل ہوئی) کے ہوتا ہے اور اس کو



(طرز المبتدی)

کَانَ تامہ کہتے ہیں۔

فائدہ: سترہ افعال ناقصہ میں سے تین افعال کے علاوہ یعنی (مافَتِئَ. مَا زَالَ. لَیْسَ) بقیہ تامہ بھی آتے ہیں اور ناقصہ بھی مگر مذکورہ تین افعال لازم النقصان ہوتے ہیں۔

فائدہ: جب فعل ناقص تام ہو تو پھر ناقصیت سے نکل کر فعل تام لازم بنے گا جیسے کَانَ مطرٌ (بارش ہوئی) یہاں کَانَ حَصَلَ فعل لازم کے معنی میں ہے۔

(قولہ و کان زائدہ نیز باشد) یعنی کَانَ زائدہ بھی ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بعض مرتبہ کان زائدہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو اگر عبارت اور لفظ سے حذف کر دیا جائے تو معنی مقصود میں خلل نہ آئے جیسے کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِیْ الْمَھْدِ صَبِیّاً. ای کیف نکلم مَنْھُوَ فی الْمَھْدِ صَبیّا (اس سے کیونکہ بات کریں جو گھوارہ کا ایک بچہ ہو)

فائدہ: تامہ اور ناقصہ ہونے میں تمام افعال شریک ہیں مگر زائدہ ہونے میں فقط کَانَ مختص ہے اسی وجہ سے صاحب نحومیر نے کہا ہے کہ (کَانَ) زائدہ بھی ہوتا ہے اور زیادت کی نسبت فقط کان کی طرف کیا۔

فائدہ: ماقبل سے معلوم ہوا کہ کَانَ تین قسم پر ہے (١) ناقصہ (٢) تامہ (٣) زائدہ اور ہر ایک کی تعریف بھی معلوم ہوئی

(تشریح)

(فصل بدانکہ افعال ناقصہ) جاننا چاہئے کہ فعل اس اعتبار سے کہ اپنے فاعل کے ساتھ جملہ ہوتا ہے یا نہیں۔ دو قسم پر ہے اول فعل ناقص، دوم فعل تام جیسا کہ خود صاحب نحومیر نے کہا ہے (این افعال بفاعل تنہا تمام نہ شوند و محتاج باشد بخبری بدین سبب اینهارا ناقصہ گویند)

اسی مذکورہ عبارت سے فعل تام بھی معلوم ہوا کہ فعل تام وہ ہے جو تنہا فاعل پر پورہ ہو یعنی اپنے فاعل کے ساتھ جملہ بنے جیسے ضَربَ زیْدٌ مثلاً.

نیز رضی میں ہے (انما سمیت ناقصة لانها لا تمم بالمرفوع بها کلاما بل بالمرفوع مع المنصوب بخلاف الافعال التامة فانها تتم کلاما بالمرفوع دون المنصوب وما قال بعضهم من انها سمیت ناقصةلانها تدل علی الزمان دون المصدر لَیْسَ بشئی لان کَانَ فی نحو کَانَ زَیْدٌ قائماً یدل علی

## (تشریح)

الکون الذی هو الحصول المطلق و خبره یدل علی الکون المخصوص وهو کون القیام ای حصوله) مزید تحقیق کیلئے رضی ملاحظہ ہو مگر ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل میں اور ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے کہ افعال ناقصہ مصدر پر دلالت نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ حقیقۃ افعال نہیں ہیں بلکہ ان کو افعال عبارت اور افعال لفظیہ کہتے ہیں تفصیل کیلئے شرح مفصل و اسرار العربیہ ملاحظہ ہوں۔

**فائدہ** : مذکورہ اختلاف کی بنا پر اس میں بھی اختلاف ہے کہ افعال ناقصہ جار و مجرور اور ظرف کیلئے متعلق ہوتے ہیں یا نہیں؟

سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم میں کہا ہے کہ مبرد۔ ابو علی فارسی۔ ابن جنی۔ جرجانی۔ ابن برہان، شلوبین، ان علماء کے نزدیک چونکہ افعال ناقصہ مصدر پر دلالت نہیں کرتے لہٰذا جار و مجرور اور ظرف کیلئے متعلق نہیں ہو سکتے مگر ایک جماعت کے نزدیک افعال ناقصہ مصدر پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا جار و مجرور اور ظرف کیلئے متعلق ہو سکتے ہیں۔

### (افعال ناقصہ تین قسم پر ہیں)

قطر الندی اور تہذیب التوضیح میں ہے کہ افعال ناقصہ تین قسم پر ہیں۔

(۱) وہ ہیں جو بغیر کسی شرط کے عمل کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل افعال ہیں۔

کان . بات . ظلّ . اَضحٰی . اَصبح . اَمسٰی . صار . آض . غدا . راح . لیس . عادَ .

(۲) وہ ہیں کہ ان کا عمل مشروط ہے اس سے کہ ان سے پہلے نفی یا نہی ہو جیسا کہ تہذیب التوضیح اور قطر میں ہے وہ مندرجہ ذیل چار افعال ہیں۔

(مَازال . مَابرحَ . مَافتِئ . مَاانفَکَّ) پھر نفی عام ہے جیسا کہ ہمع الہوامع میں ہے یعنی وہ نفی حرف ہو جیسے لَنْ نَبْرَحَ عَلَیْهِ عاکِفِیْن . ولا یزالُوْن .

مختلفین یا فعل ہو جیسے لَسْتَ بَرِحُ مجتهداً اور یا کہ اسم ہو جیسے زهیرٌ غیرُ مُنفکٍّ قَائماً بالواجب.

یاد رہے کہ نفی کبھی حذف بھی ہوتا ہے جیسا کہ ہمع الہوامع میں ہے مثال جیسے تفتأ تذکر یوسف ای لا تفتأ مثال نہی کی لا تزلُ ذاکر الموْت .



## (تشریح)

### زَالَ تین قسم پر ہے

تصریح و تہذیب التوضیح اور کشف النقاب کے حاشیہ میں ہے کہ (زال) تین قسم پر ہے ایک ان میں سے فعل ناقص ہے۔

(۱) زَالَ بروزن فَعِلَ مضارع اس کا یَزَالُ بروزن یَفعَلُ ہے یہ (علم) کے باب سے ہے جو اِستَمَرَّ کے معنی میں ہے اور فعل ناقص ہے جو متعدی و لازمی سے متصف نہیں ہوتا ہے۔

(۲) زَالَ بروزن فَعَلَ مضارع اس کا یَزِیْلُ ہے یہ ضَرَبَ یَضْرِبُ کے باب سے ہے جو جدائی اور تفریق کے معنی میں آتا ہے اور فعل تام ہے جو متعدی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف۔ کہا جاتا ہے زِلْ ضَأنَکَ مِنْ مَعْزِکَ ای مَیِّزْ بَعْضَها مِنْ بَعْضٍ .

(۳) زَالَ بروزن فَعَلَ مضارع اس کا یَزُوْلُ آتا ہے یہ نصر ینصر کے باب سے ہے جو انتقال کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے زَالَ زَیْدٌ عَنْ مَکَانِهٖ ای انتقل عنه. اور یہ فعل تام لازمی ہے۔

(۳) قسم وہ فعل ناقص ہے کہ عمل اس کا مشروط ہے اس سے کہ اس سے پہلے ما مصدریہ ظرفیہ داخل ہو یہ ایک فعل ہے یعنی (مَادام) جیسے مَا دُمْتُ حَیّاً یعنی (مُدَّةَ دَوَامِیْ حَیّاً) وجہ تسمیہ مصدریہ اور ظرفیہ کہلانے کا۔

(۱) اس ما کو مصدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ موصول حرفی ہے جو اپنے مدخول کے ساتھ مؤول بالمصدر ہوتا ہے۔

(۲) اس ما کو ظرفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نائب ہوتا ہے ظرف کا کہ وہ (مُدَّة) ہے کواکب الدریہ میں ہے کہ (ما دمتُ حیّاً) اصل میں (مُدَّةَ ما دمتُ حَیّاً) تھا، مضاف یعنی (مدة) کو حذف کیا گیا بعدہ (ما صول حرفی) کو مضاف کے قائم مقام کر دیا گیا ہوا (مادمت حیا).

### فعل ناقص کے معمول کی شرائط

ہمع الہوامع اور حاشیہ صبان وغیرہ میں ہے کہ فعل ناقص کے اسم کیلئے درج ذیل چار شرطیں ہیں۔

(۱) اسم فعل ناقص کا ایسی چیز نہ ہو جس کیلئے صدارت کلام ضروری ہے جیسے اسماء استفہام و اسماء شرط وغیرہ ہیں۔

(۲) وہ اسم لازم الحذف نہ ہو جیسے کہ وہ مبتداء کہ خبر اس کا اصل میں صفت ہے مگر زیادتی مدح یا ذم یا ترحم وغیرہ کی قصد سے اس کو اپنے موصوف سے منقطع کر لیا گیا ہو جیسے الحمد للّٰہ اهل الحمد یہاں مبتداء محذوف ہے اصل میں (هُوَ اهل الحمد) ہے۔ (هُوَ) مبتدا ہے (اهل الحمد) خبر ہے مگر یہ خبر اصل میں صفت ہے (اللّٰہ) کے لئے۔ بقیہ مثالوں کو

## (تشریح)

کافیہ وشرح جامی میں بحث مبتداء میں ملاحظہ کریں۔

**فائدہ**: عقد النامی میں ہے کہ یہاں مبتدا اس لئے واجب الحذف ہے تا کہ یہ توھم نہ ہو کہ یہ اصل میں دو جملے ہیں۔

(۳) یہ کہ مبتداء ایسا اسم نہ ہو کہ صرف ایک طریقے پر استعمال ہوتا ہو جیسے (اَیْــمَــن) کہ یہ قسم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ و(طوبیٰ) مؤمن کیلئے اور (وَیْل) کافر کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

(۴) یہ ہے کہ وہ اسم (لولا اِمْتِنَاعِیه) یا (اذا فجائیه) کا مابعد نہ ہو۔

اور افعال ناقصہ کے خبر کیلئے شرط یہ ہے کہ جملہ انشائیہ نہ ہو جیسا کہ ہمع الہوامع میں ہے مزید تفصیل کیلئے ہمع الہوامع اور حاشیہ خضری جلد اول ملاحظہ ہوں۔

## (مرفوع را اسم کان گویند منصوب را خبر کان گویند)

**فــائده** : علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ افعال ناقصہ کے اسم کو اسم کانَ حقیقتاً اور فاعل مجازاً کہتے ہیں اور ان کے خبر کو خبر کانَ حقیقتاً اور مفعول مجازاً کہتے ہیں (ویسمی اسمها حقیقتاً و فاعلا مجازاً و یسمی خبر ها حقیقة و مـفـعـولا مجازاً) مگر یاد رہے کہ ابن حاجب کے نزدیک افعال ناقصہ کا اسم حقیقتاً فاعل ہے اسی وجہ سے ابن حاجب نے اسم کانَ کو مرفوعات میں ذکر نہیں کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ متوسط (اعـلـم انـمـا ذكـر خبر كان فی المنصوبات وان لم یذکر اسمه فی المرفوعات لجعل الاول مشابها بالمفعول و جعل الثانی الفاعل نفسه فكان داخلا حینئذٍ فی الفاعل)

(بدانکہ بعضے ازین افعال در بعض احوال بفاعل تنہا تمام شوند چون كَانَ مَطَرٌ شد باران بمعنی حَصَلَ)

یاد رہے کہ فعل ناقص جب تام ہو تو فعل تام لازمی کے معنی میں ہوتا ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ کی تشریح جو كَـانَ تَـامـه کے بارے میں ہے کہ یعنی (بمعنی حَــصَــلَ) وہ اس قاعدے پر مبنی ہے پھر وہ فعل لازم اسی مقام کے مناسبت سے بنایا جاتا ہے۔ جیسے حَـصَـلَ . حَـدَثَ. وَجَـدَ . وَقَعَ . ثَبَتَ وغیرہ اور یہ حکم فقط كَـانَ کے ساتھ مختص نہیں جیسا کہ کشف النقاب اور تہذیب التوضیح اور کواکب الدریہ میں ہے۔

(۱) کشف النقاب میں علامہ فاکھی نے کہا ہے (واذا استـعـمـلـت تامه كانتْ بمعنی فعل لازم كما اشار اليه



## (تشریح)

بقوله و هـكـذا يـصـنـع كل من نفث ای لفظ الخ نحو قد كانَ المطرُ ای حدث ومنه وان كَانَ ذو عسرة ای وان حَصَلَ ولا يختص ذالك بكَانَ بل سائر اخواتها تستعمل تامة ما عدا لَيْسَ و زَالَ و فَتِئَ نحو سبحان الله حين تمسون و حين تصبحون ما دامت السموات والارض واما ليس و زَالَ و فَتِئَ فانها ملازمة للنقص وما اوهم خلافه يؤول)

(۲) تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے (وتـسـتـعـمـل هذه الافعال تامة فتكتفی بمرفوعها نحو وإنْ كان ذو عسـرة فـنـظرة الی ميسرة ای وان وجد .فسبحان اللّٰه حين تمسون و حين تصبحون ای حين تـدخـلـون فـی الـمـسـاء و حيـن تـدخـلـون فی الصباح (خالدين فيها مادامت السموات والارض ای مابقيت)

(۳) کواکب الدریہ میں ہے (ثـم اذا استـعـمـلـت هذه الافعال تامة كانت بمعی فعل لازم و يقدر فی كل شیئ ما يقتضی له المقام)

(وكَــانَ زائده نیز باشد) جان لو کہ افعال ناقصہ میں سے فقط (كَـانَ) زائد ہوتا ہے اسی لیئے مصنف رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں زیادۃ کی نسبت (كَانَ) کی طرف کی ہے نیز درج ذیل عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) مصطفیٰ غلاینی جامع الدروس میں لکھتے ہیں

(تختص كَانَ من بين سائر اخواتها بستة اشياء)

(۱) انها قد تزاد الخ.

(۲) الکواکب الدریہ میں ہے (و تختص كان عن اخواتها بامور بجواز زيادتها لفظاً و معناً)

(۳) ابن ہشام انصاری توضیح شرح الفیہ میں لکھتے ہیں (وتختص كَانَ بامور منها جواز زيادتها بشرطين)

(۴) علامہ سیوطی نے ہمع الہوامع میں لکھتے ہیں (تـخـتـص كَانَ ايضاً بانها تزاد بشروط الخ) مزید تفصیل کیلئے ہمع الہوامع دیکھی جائے۔

## (كَانَ زائده کے شرائط)

ابن ہشام شرح قطر میں لکھتے ہیں (وزائـدة فلا تحتاج الی مرفوع ولا الی منصوب و شرط زيادتها امران

## (تشریح)

باحدھما ان تکون بلفظ الماضی )یعنی شرط اول یہ ہے کہ صیغہ ماضی کا ہو احتراز ہو اصیغہ مضارع وغیرہ سے جیسے یکون و کُنْ. والثانی ان تکون بین شیئین متلازمین لَیْسا جاراً و مجروراً کقولک مَاکَانَ اَحْسَنَ زَیداً اَصْلُہٗ ما اَحْسَنَ زَیْداً فزیدت کَانَ بین ما و فعل التعجب ولا نعنی بزیادتھا انھا لم تدل علی معناً البتۃ بل انھا لم یؤت بھا للاسناد)

عدم اسناد سے مراد یہ ہے کہ کَانَ زائدہ کیلئے فاعل نہیں مگر بعض کہتے ہیں کہ اس کیلئے فاعل ہے ہمع الھوامع میں ہے (وقد اختلف فی کان المزیدۃ ھل لھا فاعل فذھب السیرافی والصمیری الی انھا رافعۃ لضمیر المصدر الدال علیہ الفعل کأنہ قیل کَانَ ھو ای کَانَ الکَوْن و ذھب الفارسی الی انھا لافاعل لھا لان الفعل اذا استعمل استعمال ما لا یحتاج الی فاعل استغنی عنہ بدلیل اَنْ قَلَّ ما فعل ولما استعملتہ العرب للنفی لم یحتج الیہ اجراء لہ مجری حرف النفی واختارہ ابن مالک ووجھہ بانھا تشبہ الحرف الزائد فلا یبالی بخلوھا من الاسناد)

**فائدہ**: شرط دوم میں کہا گیا تھا کہ کَانَ کے زیادۃ کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شیئین متلازمین کے درمیان میں ہو اور شیئین متلازمین کی شرح میں ابن عقیل جلد اول میں ہے (وقد ذکر ابن عصفور انھا تزاد بین الشیئین المتلازمین کالمبتداء و خبرہ نحو زیدٌ کَانَ قَائِمٌ و الفعل و مرفوعہ نحو لم یُوْجَد کَانَ مثلُکَ والصلۃ والموصول نحو جاء الذی کَانَ اَکْرَمْتُہٗ والصفۃ والموصوف نحو مررتُ برجلٍ کَانَ قَائِمٍ الخ) اوراشمونی جلد اول میں ہے (وقد تزاد کان فی حَشْوٍ ای بین شیئین واکثر ما یکون ذٰلک بین ما و فعل التعجب کَمَا کَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَ الخ)

جاننا چاہئے کہ کَانَ زائدہ کیلئے زیادہ تر (ما کَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَ) کی مثال دی جاتی ہے، اس مثال کی ترکیب حاشیہ ابن عقیل میں یوں بیان کی گئی ہے کہ (ما تعجبیہ) مبتدا ہے۔ رہی یہ بات کہ مبتداء تو معرفہ ہوتا ہے (ما تعجبیہ) نکرہ ہے تو اس کے جواب میں الاشباہ والنظائر میں سیوطیؒ نے کہا ہے کہ تین جگہوں میں مبتداء نکرہ واقع ہوسکتا ہے ان میں سے ایک (ما تعجبیہ) ہے اور (کَانَ) زائد ہے اور (اَصَحَّ) فعل ماضی یعنی فعل تعجب ہے اور فاعل اس کا ضمیر (ھُوَ) ہے جو وجوبا اس میں مستتر ہوتا ہے اور راجع ہے ما تعجبیہ کی طرف اور (عِلْمَ) مضاف ہے اور



## (تشریح)

(مَنْ) اسم موصول ہے اور (تقدم) فعل ماضی ہے فاعل اس کا (ھو) ہے جو جوازاً اس میں مستتر ہوتا ہے اور راجع ہے (مَنْ) موصول کی طرف اب فعل اپنے فاعل کے ساتھ یہ جملہ لا محل لھا من الاعراب صلہ ہے اسم موصول کیلئے اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کے مضاف الیہ ہے (عِلْمَ) کیلئے اور (عِلْمَ) مضاف اپنے مضاف الیہ کے ساتھ مفعول بہ ہے (اَصَحَّ) کیلئے اور (اَصَحَّ) فعل اپنے فاعل ومفعول بہ کے ساتھ مرفوع محلاً خبر ہے مبتداء کیلئے۔

## (کَانَ زائدہ کے مراد میں آراءِ علماء)

(۱) حاشیہ خضری جلد اول میں ہے (و معنی زیادتھا انھا لا تعمل شیئ: فلا مرفوع لھا علی الاصح لانھا قسم غیر الناقصۃ والتامۃ کما فی الشارح و قیل تامۃ و مرفوعھا ان لم یکن ظاھراً ھو ضمیر مصدرھا فمعنی زیادتھا حینئذ عدم اختلال المعنی بدونھا ثم ھی باقیۃ علی دلالتھا علی الماضی علی المشھور و قیل لا بل لمجرد التوکید و لا تدل علی الحدث اتفاقاً کذا قیل وھو مشکل علی القول با ن لھا مرفوعاً لانھا حینئذٍ مسندۃ الیہ ولا یسند من الفعل الا حدثہ)

(۲) شرح قطر الندیٰ میں ہے (وزائدۃ فلا تحتاج الی مرفوع ولا الی منصوب) آگے کہا گیا ہے کہ (ولا نعنی بزیادتھا انھا لم تدل علی معناً البتۃ بل انھا لم یؤت بھا للاسناد)

(۳) الکواکب الدریہ میں ہے (و تختص کان عن اخواتھا بامور بجواز زیادتھا لفظاً و معناً فلا تفید الدلالۃ علی المعنی ولایسند الیھا فاعل بل یکون وجودھا کعدمھا کالحرف الزائد و یبقی الکلام بعد حذفھا علی معناہ قبلہ الا فی التاکید قال ھطیل فی شرح المفصل و ھذا معنی الزائد فی کل موضع الخ وقال ابوبکر الخبیصی و قد تکون ملغاۃ فی اللفظ دون المعنی کقولک زیدٌ کَانَ قَائِمٌ فتدل کَانَ علی ان القیام کَانَ فیما مضی آہ و فی الرضی اعلم ان کَانَ تزاد غیر مفیدۃ لشیئی الا محض التاکید کقولہ تعالی مَنْ کَانَ فِیْ الْمَھْدِ صَبِیّاً)

(۴) متوسط شرح کافیہ میں ہے نیز شرح مفصل ابن یعیش وغیرہ میں ہے کہ کَانَ زائدہ دو قسم پر ہے ملاحظہ ہو عبارت متوسط کی (و زائدۃ ای و تکون زائدۃ وھی قسمان احدھما ان تکون زائدۃ فی اللفظ دون المعنی نحو زیدٌ کَانَ قَائِمٌ لافادتھا الزمان الماضی والغائھا فی اللفظ والا جود تاخیرھا و ثانیھا ان تکون

## (تشریح)

زائدة فی اللفظ والمعنی کقوله تعالیٰ کیف نکلم من کَانَ فی ... صبیا و انما دخلت تحسینا لی الکلام و تاکیدا له و نصب صبیا علی الحال )

**فائده** : نحو میر میں کَانَ کی تین قسمیں ذکر کئے گئے ہیں۔یعنی ناقصه . تامه . زائده. مگر ایک قسم اور بھی ہے جس کو زمخشری نے مفصل میں ذکر کیا ہے جو کَان شانیه سے موسوم ہے اس کو شانیہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ شان کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمٌ (شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے)

ابن یعیش نحوی نے کہا ہے کہ کَانَ شانیه ضمیر شان پر داخل ہوتا ہے جو اس میں مستتر ہے اور (کَانَ) کے بعد والا جملہ اس ضمیر کی تفسیر ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ کان جو شان سے موسوم ہے آیا کان تامہ کی قسم ہے یا ناقصہ کی، تو ابن درستویہ کے نزدیک یہ کان تامہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ شرح مفصل میں ہے اور ابن یعیش کے نزدیک یہ ناقصہ کے قبیل سے ہے ملاحظہ ہو عبارت ( وهذا القسم من اقسام کان یؤول الی القسم الاول وهی الناقصة من حیث کانت مفتقرة الی اسم و خبر و انما افرودها بالذکر و جعلوها قسما قائمابنفسه لان لها احکاما تنفرد بها و تخالف فیها الناقصه و ذالک ان اسم هذه لایکون الا مضمرا و تلک یکون اسمها ظاهرا و مضمرا و المضمر هنا لا یعود الی مذکور و من تلک یعود الی مذکور و لا یعطف علی هذا الضمیر و لایؤکد ولا یبدل منه بخلاف تلک ولا یکون الخبر عنها الا جملة علی المذهب و تلک یکون خبرها جملة و مفردا والجملة فی خبر هذه لا تفتقر الی عائد یعود منها الی المخبر عنه وفی تلک یجب ان یکون فیها عائد فلما خالفتها فی هذه الاحکام جُعِلَتْ قسما قائما بنفسه )

ہمع الہوامع میں ہے ( وقد اختلف فی کان شانیه فالجمهور علی انها من اقسام الناقصة الخ)

**فائده**: ابن ہشام شرح قطر میں لکھتے ہیں کہ (کَانَ) کے لام کلمہ کو حذف کرنا جائز ہے درج ذیل شرائط کے ساتھ۔

شرط اول یہ ہے کہ مضارع کا صیغہ ہو۔

شرط دوم یہ ہے کہ مضارع مجزوم ہو۔



## (تشریح)

شرط سوم یہ ہے کہ مضارع پر وقف نہ کیا جاوے۔

شرط چہارم یہ ہے کہ مضارع کے ساتھ ضمیر منصوب متصل نہ ہو احتراز ہوا اِن یَکُنْهُ فلن تُسَلَّطُ علیه سے۔ معلوم ہو یہ حدیث کے الفاظ ہیں (رواہ مسلم فی کتاب الفتن )

شرط پنجم یہ ہے کہ مضارع کے بعد کوئی ساکن نہ ہو احتراز ہوا لم یکنِ الّذین کفروا من اهل الکتاب سے، موافق مثال جیسے ( ولم اکُ بَغِیاً) اصل میں (اَکُوْنُ) ہے۔ضمہ حرف جازم کی وجہ سے حذف ہوا بعدہ التقاء ساکنین آیا واو اور نون کے درمیان واو مدہ کو حذف کیا گیا بعدہ نون کو تخفیف کیلئے حذف کیا گیا لَمْ اَکُ ہوگیا۔

**فائده** : افعال ناقصہ کے ماضی کے صیغے جو عمل کرتے ہیں وہی عمل ان کی بقیہ صیغے یعنی مضارع اسم فاعل و اسم مفعول، امر اور مصدر وغیرہ بھی کرتے ہیں یعنی اسم مرفوع و خبر منصوب چاہتے ہیں۔

**فائده** : علامہ سیوطی الاشباہ والنظائر جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ جار و مجرور اور ظرف کے فعل ناقص کے ساتھ متعلق ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔مبرد۔ابوعلی فارسی، ابن جنی، جرجانی، ابن برہان، شلوبین کے نزدیک جار و مجرور اور ظرف فعل ناقص کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتے کیونکہ افعال ناقصہ معنی مصدری پر دلالت نہیں کرتے۔

اور ایک جماعت کے نزدیک افعال ناقصہ حدث پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ جار و مجرور اور ظرف متعلق ہو سکتے ہیں۔

### (خبر افعال ناقصہ کا افعال ناقصہ پر مقدم ہو سکتا ہے یا نہیں؟)

کافیہ اور اس کے شرح شریفیہ میں ہے کہ افعال ناقصہ تقدیم خبر کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں (۱) جن افعال کے شروع میں حرف (ما) نہیں ہے ان پر تقدیم خبر جائز ہے۔

(۲) جن کے شروع میں حرف (ما) ہے ان پر تقدیم خبر نا جائز ہے۔

(۳) ایک فعل یعنی (لَیْسَ) مختلف فیہ ہے ملاحظہ ہو عبارت (وهی ای الافعال الناقصة فی تقدیمها ای تقدیم اخبارها علیها انفسها علی ثلاثة اقسام قسم یجوز تقدیم اخبارها علیها بالاتفاق وهو من کان الی راح بالترتیب المذکور فی الکتاب اذا الفعل عامل قوی یجوز تقدیم معموله علیه ولا مانع یمنع

## (تشریح)

عنه وقسم لايجوز فيه تقديم الخبر عليه وهو مافى اوله ما سواء كانت نافية او مصدرية اما النافية فلان النفى يقتضى صدر الكلام ويمنع تقديم ما فى حيزه عليه والمصدرية فلان ما المصدرية كَانْ و اَنَّ المفتوحة من الحروف الموصولة فهى مع مابعدها بمنزلة شئى واحد فكما فى الموصولات الاسمية لا يجوز تقديم مافى حيز الصلة على الموصول كذا لا يجوز تقديم ما فى حيز هذا الحروف عليها الخ)

اورآگے ہے( وقسم مختلف فيه وهو ليس فذهب جمع من النحاة الى انه لايجوز تقديم خبره عليه اذ معناه النفى وله صدر الكلام فلا يجوز تقديم معمول النفى عليه فذهب جمع الى جواز التقديم نظراً الى ان عمل لَيسَ للفعلية لا للنفى كما سبق )مزید تحقیق کیلئے شریفیہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

## ﴿ نحومیر ﴾

فصل بدانکہ افعال مقاربہ چارست عَسٰی و کَادَ و کَرَبَ و اَوْشکَ واین افعال در جملہ اسمیہ روند چون کَانَ اسم رابرفع کنند وخبر رابنصب الاآنکہ خبرا ینہا فعل مضارع باشد با اَنْ چون عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یابے اَنْ چون عَسٰی زَیْدٌ یَخْرُجُ وشاید کہ فعل مضارع با اَنْ فاعل عَسٰی باشد واحتیاج بخبر نیفتد چون عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ درمحل رفع بمعنی مصدر۔

## (طرز المبتدی)

(قوله افعال مقاربه) مُقَارَبَتُ فتح را کے ساتھ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی ( قریب ہونا ) اصطلاح میں وہ افعال ہیں جو یہ بتلانے کیلئے وضع کئے گئے ہیں کہ خبر کا حصول اسم کیلئے قریب ہے اور افعال مقاربہ چہار ہیں عَسٰی . کَادَ . کَرَبَ اور اَوْشَکَ اوران کا مدخول جملہ اسمیہ ہے۔

## (عمل افعال مقاربہ کا)

افعال مقاربہ کَانَ ناقصہ کی طرح یہ بھی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ان افعال کی خبر فعل مضارع مع اَنْ ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ (زید کا نکلنا قریب ہے ) پہلی مثال میں عَسٰی فعل مقارب ہے (زَیْدٌ)



## (طرز المبتدی)

کو رفع دیا ہے یہ عَسٰی کا فاعل یعنی اسم کہلاتا ہے اور (اَنْ یَّخْرُجَ ) فعل مضارع مع اَنْ منصوب محلاً بعَسٰی یہ خبر ہے عَسٰی کی۔ ترکیب اس طرح ہوگی کہ (اَنْ) حرف ناصب مضارع ہے (یَخْرُجُ) فعل مضارع اس میں (هُوَ) ضمیر راجع بطرف زَیْدٌ یہ فاعل ہے یَخْرُجُ فعل مضارع کے، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر یعنی (خُرُوْجَ) منصوب محلاً بعَسٰی خبر ہوئی عَسٰی کی۔ عَسٰی اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ )

**فائدہ**: چونکہ عَسٰی میں لَعَلَّ حرف ترجی کے بمثل امید کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے جملہ انشائیہ ہوگا۔

اور دوسری مثال میں عَسٰی فعل مقارب ہے (زَیْدٌ ) کو رفع دیا ہے یہ اسم ہے عَسٰی کا اور (یَخْرُجُ ) فعل مضارع اس میں ضمیر هُوَ راجع بطرف زَیْدٌ یہ فاعل ہے فعل مضارع کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ منصوب محلاً عامل اس میں عَسٰی ہے یہ خبر ہوئی عَسٰی کی۔

(قوله و شايد كه فعل مضارع با اَنْ فاعل عَسٰی باشد ) یہاں سے عَسٰی تامہ کا بیان ہے جاننا چاہئے کہ عَسٰی دو قسم پر ہے اول ناقصہ دوم تامہ اگر اسم اس کا اسم محض یعنی اسم حقیقی ہے اسم تاویلی نہیں اور خبر اس کا فعل مضارع ہے تو اس صورت میں عَسٰی ناقصہ ہوگا اور اگر فاعل اس کا اسم تاویلی یعنی فعل مضارع پر اَنْ مصدریہ داخل ہے تو یہ مضارع مصدر کے تاویل میں ہو کر فاعل ہوگا عَسٰی کا تو اس صورت میں عَسٰی تامہ ہوگا اور اس کے لئے خبر کی ضرورت باقی نہیں رہتی جیسے عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ (قریب ہے کہ زید نکلے ) اب یہاں عَسٰی فعل تام ہے ان یخرج زید .خروج زید مصدر کے تاویل میں ہے مرفوع محلاً فاعل ہے عَسٰی کا۔

## (تشریح)

(افعال مقاربہ )مقَارَبَۃٌ بفتح را۔ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے بمعنی ( قریب ہونا ) اصطلاح میں وہ افعال ہیں جو یہ جتلانے کیلئے وضع کئے گئے ہیں کہ خبر کا حصول فاعل یعنی اسم کیلئے قریب ہے۔

مسالک البہیہ میں ہے (نوع دوم افعال مقاربت است وآن افعالی ست کہ دلالت کند برقرب حصول خبر مراسم را)

**فائدہ**: شافیہ میں ہے کہ باب مفاعلۃ مشارکۃ کیلئے ہوتا ہے

(وفَاعَلَ لِنِسْبَةِ اَصْلِهٖ اِلٰى اَحَدِ الْاَمرَيْنِ مُتَعَلقا بالاخر للمشاركة صريحاً فَيَجِئُى الْعَكْسُ ضِمْناً

(تشریح)

نحو ضَارَبْتُهُ و شَارَكْتُه')

اورسیدعبداللہ شرح شافیہ میں ہے(وَفَاعَلَ لنسبة اصله وهو مصدر فعله الثلاثی الی احد الامرین حال كون اصله متعلقا بالاخر للمشاركة بين الامرين فی اصل الفعل تعلقاً صريحاً بان يكون الامر الآخر متعلقا بالاول ضِمْناً لان نسبة الفعل اذا كانت على سبيل المشاركة كان ذالک الفعل منسوبا الى كل واحد من المشاركين نحو ضَارَبْتُهُ و شَارَكْتُهُ فانه يدل صريحا على نسبة الضرب والشركة الى المتكلم متعلقا بضمير الغائب ويدل ضمنا على نسبتهما الى ضمير الغائب مُتَعَلِّقاً بالمتكلم و يكون معنى ضَارَبَ زَيْدٌ عَمْراً شَارَكَ زَيْدٌ عمراً فی الضرب)

اورمناہج الکافیہ شرح شافیہ میں ہے ( فيجئ العكس ضمنا لان مَنْ شارک زيدا فی شئی شاركه زيد فيه نحو ضاربتُهُ و شاركتُهُ اذا صل كل منهمان وهو الضرب والشركة منسوب الى ضمير المتكلم متعلقا بالغائب ای واقعاً عليه ضمنا فكل منهما فاعل من وجه و مفعول من وجه )

نیز شافیہ میں ہے کہ باب مفاعلۃ کبھی معنائے شرکت سے خالی ہوتا ہے تو اس میں فقط فعل کی نسبت ہوتی ہے بغیر شرکت کے جیسے (سَافَرْتُ) ملاحظہ ہو عبارت مناہج الکافیہ فی شرح الشافیہ کی( و بمعنى فَعَلَ بالتخفيف ای لِنَسْبة الفعل الى الفاعل لاغير نحو سَافَرْتُ بمعنى سَفَرْتُ )اور رضی علی الشافیہ میں ہے( كَسَافَرْتُ بمعنى سَفَرْتُ ای خَرَجْتُ الى السفر )اب رہی یہ بات کہ یہاں نحو میر میں لفظ مُقَارَبَهُ جواز باب مفاعلہ ہے مشارکۃ کیلئے ہے یا نہیں، تو علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ یہاں شرکۃ کیلئے نہیں ہے( وصيغة فَاعَلَ بفتح ثالثه قد تاتی بمعنى اصل الفعل وهو المراد هنا)

اورحاشیہ خضری جلداول میں ہے یہاں مشارکۃ کیلئے بھی ہوسکتا ہے( وقيل والمراد اصل القُرْب كَسَافَرَ لا حقيقة المفاعلة لانه للخبر فقط و قد يقال يلزم من وضعها لقرب الخبر من الاسم دلالتها على قرب الاسم من الخبر فتكون على بابها )

نیز حاشیہ صبان جلداول میں ہے کہ لفظ مُقَارَبَهُ یہاں شرکۃ اور عدم شرکۃ دونوں کیلئے ہوسکتا ہے(والمقاربة مفاعلة على غير بابها والمراد اصل القرب لان الفعل هنا من واحد كَسَافَرَ لا مِنْ اِثْنَين كَقَاتَلَ اَفَادَهُ سم



(تشریح)

وتبعه البعض وغيره ولَكَ ان تجعلها على بابها لقرب كل من معنى الاسم و معنى الخبر من الآخر وان كانت دلالتها على قرب الخبر بالوضع و على قرب الاسم باللزوم )

الحاصل اگر یہاں افعال مقاربہ میں لفظ مقاربہ جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے مشاركة بين الاثنين کیلئے نہ ہو تو افعال مقاربہ کا معنی ہوگا افعال القُرْب جیسا کہ الکواکب الدریہ میں ہے( واما الافعال المقاربة ای القُرْب ای الافعال الدالة على قرب حصول الخبرو دنوه فالمقاربة مفاعلة ولكن المراد بها هنا اصل الفعل وهو القرب وهی مصدر قَارَبَ الشئی يقاربه مقاربة )

فائدہ : ابن ہشام کی کتابوں سے نیز ابن عقیل اور متممۃ الاجرومیہ وغیرہ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کے تمام افعال کو افعال مقاربہ کہنا یہ از قبیل تغلیب ہے جیسے (قمرین) شمس وقمر کیلئے کیونکہ یہ سب قرب والے معنی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ بعض ان میں سے حصول خبر کے شروع ہونے پر دلالت کرتے ہیں یعنی دلالت کرتے ہیں کہ حصول خبر شروع ہوا ہے جیسے كَرَبَ زَيْدٌ يخرج (زید نے یقیناً نکلنا شروع کر دیا ہے)

مگر الکواکب الدریہ میں ہے کہ ابن حاجب نے کافیہ میں افعال مقاربہ کی جو تعریف کی ہے اس تعریف کی رو سے اس باب کے تمام افعال معنی قُرْب میں شریک ہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت کافیہ کی (افعال المقاربة ما وضع لدنو الخبر رجاءً أو حصولاً او اَخذا) یعنی افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جن کی وضع قرب خبر کیلئے ہو پھر عام ہے وہ قرب علی سبیل الرجاء ہو یا علی سبیل الحصول اور شروع ہو۔

لہٰذا مذکورہ تعریف کی رو سے خبر کا فاعل کیلئے قریب الحصول ہونا تین طرح سے ہوتی ہے۔

(۱) باعتبار امید یعنی متکلم صرف اس امر کی امید اور طمع رکھتا ہے کہ حصول خبر فاعل یعنی اسم کیلئے قریب ہے نہ کہ یقین۔ اس قرب کیلئے عَسٰی ہے جیسے عَسٰی زَيْدٌ اَنْ يَخْرُجَ (امید ہے کہ زید عنقریب نکلے)

(۲) باعتبار جزم متکلم یعنی متکلم کو صرف امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ خبر کا حصول قریب ہے اسم کیلئے اس قرب پر دلالت کرنے کیلئے كَادَ ہے جیسے كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَخْرُجَ (یقیناً زید نکلنے کے قریب ہے)

(۳) باعتبار جزم متکلم یعنی متکلم کو یقین ہے کہ فاعل نے تحصیل خبر کا عمل شروع کیا ہے اس قرب پر دلالت کرنے کے لئے درج ذیل افعال ہیں یعنی جَعَلَ. طَفِقَ (بکسر الفاء) اَخَذَ كَرَبَ (بفتح الراء وکسرہا) جیسے كَرَبَ زَيْدٌ يَخْرُجُ

## (تشریح)

(یقیناً زید نے نکلنا شروع کیا)

## (افعال مقاربہ چار ہیں)

مصنف رحمہ اللہ نے افعال مقاربہ چار ذکر کیا ہے کہ بعینہٖ انہیں چار کو زمخشری نے انموذج میں بھی ذکر کیا ہے۔ مگر زمخشری نے مفصل میں اور ابن حاجب نے کافیہ میں سات افعال ذکر کئے ہیں اور ابن مالک نے گیارہ افعال ذکر کئے ہیں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں چالیس افعال ذکر کئے ہیں۔

اب رہی بات کہ یہ کلمات سہ اقسام میں کیا ہیں؟

تو ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ عَسٰی کے علاوہ باقی سب باتفاق علماء افعال ہیں۔ رہا عَسٰی تو اس میں اختلاف ہے۔ ثعلب اور ابن سراج نحوی نے عَسٰی کو حرف شمار کیا ہے۔

اور بعد میں ابن عقیل میں محاکمہ کیا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عَسٰی بھی اپنے اخوات کی طرح فعل ہے اس لئے کہ اس کے آخر میں فعل کی علامت ضمیر مرفوع متصل لگتی ہے جیسے عَسَیْتَ عَسَیْتُ عَسَیْتُمَا.

**فائدہ**: عَسٰی کو ابن عقیل جلد اول میں ضَرَبَ یَضْرِبُ کے باب سے شمار کیا گیا ہے اور ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے کہ (کَادَ) اجوف واوی ہے باب عَلِمَ یَعْلَمُ سے اور غایۃ التحقیق میں (کَرَبَ) کو باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے شمار کیا گیا ہے اور (اَوْشَکَ) باب افعال کا ماضی ہے خضری جلد اول میں ہے (اَوْشَکَ فلان یُوْشِکُ اِیْشَاکاً ای اَسْرَعَ السیر)

اور ابن مالک نے الفیہ میں کہا ہے کہ مذکورہ چار افعال میں سے (کَادَ. اَوْشَکَ) یہ فعل متصرف ہیں بقیہ دو یعنی (عَسٰی و کَرَبَ) یہ فعل غیر متصرف ہیں۔

(واین افعال در جملہ اسمیہ روند چون کَانَ) یعنی افعال مقاربہ عمل میں محمول ہیں افعال ناقصہ پر ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں درج ذیل وجوہ ذکر کئے ہیں۔

(۱) جیسے کہ افعال ناقصہ مبتداء وخبر پر داخل ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مبتداء وخبر پر داخل ہوتے ہیں۔

(۲) جیسے کہ افعال ناقصہ وجود خبر کی زمانے کا فائدہ دیتے ہیں اسی طرح یہ افعال قرب وقوع خبر کا فائدہ دیتے ہیں۔

اور شریفیہ ذہمع الہوامع میں درج ذیل وجوہ حمل ذکر کئے ہیں۔



## (تشریح)

(۱) جیسے کہ افعال ناقصہ تنہا فاعل پر پورے نہیں ہوتے بلکہ خبر کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح افعال مقاربہ بھی تنہا اپنے فاعل پر پورے نہیں ہوتے بلکہ خبر کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۲) جیسے کہ افعال ناقصہ میں بعض افعال تامہ ہوتے ہیں یعنی فقط فاعل پر پورے ہوجاتے ہیں تو افعال مقاربہ میں بھی بعض ایسے افعال ہیں جو تامہ ہوتے ہیں۔

**فائدہ**: ہمع الہوامع اور النحو الوافی جلد اول میں ہے کہ افعال مقاربہ زائد نہیں ہوتے جیسے کہ فعل ناقص کَانَ زائد ہوتا ہے یہی مذہب ہے جمہور نحاۃ کا مگر اخفش نے کہا ہے کہ افعال مقاربہ میں سے (کَادَ) زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اَکَادُ اُخْفِیْهَا فَلَا اَقُوْلُ هِیَ آتِیَةٌ کی تاویل میں ہے۔

**سوال**: جب افعال مقاربہ افعال ناقصہ سے اتنے قریب ہیں تو ان کو جدا قسم کیوں شمار کیا گیا ہے؟

**جواب**: غایۃ التحقیق میں ہے کہ چونکہ ان کی خبر مشروط ہے اس سے کہ وہ فقط مضارع ہو اور افعال ناقصہ کیلئے یہ شرط نہیں لہٰذا یہ ایک مستقل قسم بن گئے اور جدا ذکر کئے گئے ابن ہشام نے شذور الذهب میں کہا ہے کہ اگر افعال مقاربہ کی خبر کے احکام افعال ناقصہ کی خبر سے جدا نہ ہوتے تو ان کو جدا ذکر نہ کیا جاتا۔

(الّا آنکہ خبر اینها فعل مضارع باشد) الاظہار والعوامل للبرکوی میں ہے کہ افعال مقاربہ چونکہ قرب خبر پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا چاہئے کہ ان کا خبر بھی ایسا لفظ ہو جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو ابھی تک ثابت نہیں اور یہ معنی مضارع میں ہے۔

## (با اَنْ چون عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یا بے اَنْ)

(۱) عَسٰی ابن عقیل میں ہے کہ عَسٰی کا خبر اَنْ کے ساتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے اور بغیر اَنْ کے قلیل ہے یہی مذہب ہے سیبویہ کا۔ اب رہی یہ بات کہ عَسٰی کا خبر عموماً اَنْ کے ساتھ کیوں استعمال ہوتا ہے تو ابن یعیش وغیرہ نے کہا ہے کہ عَسٰی لَعَلَّ حرف ترجی کے معنی میں ہے اور ترجی بمعنی امید ہے اور امید باعتبار مستقبل کے ہوتا ہے اَنْ بھی استقبال کیلئے ہے لہٰذا مزید تاکید اور توضیح حاصل ہوگی۔

(۲) اَوْشَکَ: ابن عقیل میں ہے کہ اَوْشَکَ کا خبر بھی عَسٰی کی خبر کی طرح ہے کہ اَنْ کے ساتھ زیادہ اور بغیر اَنْ کے

(تشریح)

کم استعمال ہوتا ہے۔

(۳) کَادَ : ابن عقیل میں ہے کہ کَادَ کا خبر اَنْ کے ساتھ کم استعمال ہوتا ہے اور بغیر اَنْ کے زیادہ۔ امام حریری نے درۃ الغواص فی اَوھام الخواص میں کہا ہے کہ کَادَ کا وضع مقاربۃ الفعل کیلئے ہے یعنی مقاربۃ پر اَبْلغ طریقے سے دلالت کرتا ہے مثلاً اگر کہا جائے کہ کَادَ زَیْدٌ یَفْعَلُ معنیٰ اس کا ہوگا ای قَرُبَ وقوعه فی الحال جیسے کہ شرح مفصل ابن یعیش میں ہے اور اَنْ دلالت کرتا ہے تاخیر فعل پر یعنی اسکے وقوع پر زمان مستقبل میں، الحاصل (کَادَ) اور (اَنْ) کے دلالت میں فرق ہے کیونکہ (کَادَ) مقاربت حالی پر اور اَنْ مقاربت استقبالی پر دلالت کرتا ہے اب اگر (کَادَ) کے خبر پر (اَنْ) داخل ہو تو تناقض آئے گا بخلاف خبر عَسٰی کے کہ اس پر اگر اَنْ داخل ہو تو کوئی تناقض نہیں، اس لئے کہ عَسٰی امید کیلئے ہے اور امید کا تعلق استقبال کے ساتھ ہوتا ہے اور (اَنْ) بھی استقبال کیلئے ہے لہٰذا تناقض نہیں بلکہ مزید تاکید کا فائدہ دے گا۔

**فائدہ** : الکواکب الدریہ میں ہے کہ کبھی کَادَ کے خبر پر اَنْ داخل ہوتا ہے اور کبھی عَسٰی کے خبر پر اَنْ نہیں آتا، وجہ یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے پر محمول ہوتے ہیں کیونکہ عَسٰی اور کَادَ اصل معنیٰ مقاربۃ میں شریک ہیں اگرچہ مقاربۃ کے طریقے میں فرق ہے۔

(۴) کَرَبَ : یہ بمثل کَادَ کے ہے کہ اس کا خبر بھی اَنْ کے ساتھ کم اور بغیر اَنْ کے زیادہ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ابن عقیل میں ہے۔

تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ افعال مقاربہ میں سے کسی کے خبر پر (ان) آتا ہے اور کسی کے خبر پر نہیں آتا بعینہ اسی تفصیل کی طرف مصنف رحمہ اللہ نے اپنی اس عبارت میں اشارہ کیا ہے یعنی (اِلّا آنکه اینها فعل مضارع باشد با اَنْ چون عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ یا بے اَنْ چون عَسٰی زَیْدٌ یَّخْرُجُ)

**(وشاید که فعل مضارع با اَنْ فاعل عسٰی باشد و احتیاج بخبر نیفتد)**

یہاں سے مصنف رحمہ اللہ عَسٰی تامہ کا ذکر کر رہا ہے۔ صاحب نحو میر نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ عَسٰی دو طریقوں سے استعمال ہوتا ہے ایک استعمال میں ناقصہ اور دوسرے میں تامہ ہوتا ہے۔



(تشریح)

خلاصہ یہ کہ اگر عَسٰی کے بعد اسم صریح ہو اسم تاویلی نہ ہو اور اسم صریح کی بعد فعل مضارع مع اَنْ ہو تو اس وقت عَسٰی ناقصہ کہلاتا ہے جیسے عَسٰی زیدٌ اَنْ یُّخْرُجَ اور اگر عَسٰی کے بعد اسم صریح نہ ہو بلکہ فعل مضارع مَعَ اَنْ ہو تو اس وقت عَسٰی تامہ ہوگا اور اَنْ یَّخْرُجَ فعل مضارع مؤول بالمصدر یعنی (خروج زید) کے معنیٰ میں ہو کر مرفوع محلاً فاعل ہوگا عَسٰی کیلئے اور اسے خبر کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ملاحظہ ہو عبارت (**واستعماله علی وجهین احدهما ان یکون فاعله اسماً محضاً و خبره فعلا مضارعاً مع اَنْ لان الرجاء متعلق بالمستقبل واَنْ علامة للاستقبال کما تقول عَسٰی زیدٌ اَنْ یُّخْرُجَ والثانی ان یکون فاعله ان مع الفعل المضارع نحو عَسٰی اَنْ یُّخْرُجَ زَیْدٌ و عَسٰی فی هذا الاستعمال فعل تام لکونه مع الفاعل کلاما تاما و زید فی هذا الترکیب فاعل یخرج وفی الاستعمال الاول فعل ناقص محتاج الی الاسم والخبر واذا وقع فی خبره الفعل مع اَنْ فهو مؤول بالمصدر فیحتاج الی المضاف ای عسی زید ذا خروج او یقال المصدر فی معنی اسم الفاعل ای عسی زید خارجاً**)

عَسٰی کے خبر پر جب ان داخل ہو، مضاف کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے تاکہ محض وصف کا حمل ذات پر نہ ہو جو کہ اسم عسی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ (او یقال المصدر فی معنی الاسم الخ) تو یہ مصدر بھی مؤول باسم فاعل اسی وجہ سے ہوتا ہے تاکہ محض وصف کا حمل ذات پر نہ ہو۔

**فائدہ** : صاحب نحو میر نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ عَسٰی اپنے تمام استعمالات میں (انشاء الرجیٰ) کے معنیٰ میں ہے نہ کہ (خبر عن الرجی) کے، الغرض عَسٰی اپنے اسم و خبر یا فاعل کے ساتھ جملہ انشائیہ ہوتا ہے نہ کہ خبریہ کیونکہ عَسٰی حرف ترجی (لَعَلَّ) کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے۔

**فائدہ** : مصنف رحمہ اللہ نے عَسٰی تامہ کے بارے میں لفظ (شاید) استعمال کیا ہے غرض اس سے یہ ہے کہ (عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ) جیسے جملہ میں ضروری نہیں کہ عَسٰی تامہ ہو بلکہ عَسٰی ناقصہ بھی ہو سکتا ہے، تفصیل تو ابن عقیل جلد اول میں ہے مگر خلاصہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ اگر عَسٰی کے بعد اَنْ مع الفعل ہو اور اس کے بعد اسم صریح نہ ہو مطلب یہ ہے کہ عَسٰی کا اسناد (اَنْ مع الفعل) کی طرف ہو جیسے عَسٰی ان یقوم تو اس صورت میں عَسٰی یقیناً تامہ ہوگا

## (تشریح)

اوراگر (اَانْ مع الفعل) کے بعداسم ظاہرہوجیسے عَسٰی اَنْ یقوم زَیْدٌ تواس میں دوقول ہیں۔

(۱) یہ کہ اس صورت میں بھی عَسٰی تامہ متعین ہے یہ قول شلوبین نحوی کا ہے۔

(۲) یہ کہ اس صورت میں عَسٰی تامہ متعین نہیں بلکہ اس مثال میں دوترکیبیں جائز ہیں، یہ قول مبرد، سیرافی، اورابوعلی فارسی کا ہے۔

ترکیب اول یہ کہ عَسٰی تامہ ہو۔ترکیب دوم یہ کہ عَسٰی ناقصہ ہواور یہ مثال تنازع فعلین کے قبیل سے ہوجیسا کہ شرح الشرح مأۃ عامل میں تصریح کی گئی ہے۔

الحاصل یہ کہتے ہیں کہ عَسٰی فعل مقارب ہے اورفعل دوم سے پیچھے جواسم ہے یعنی عَسٰی اَن یقومَ زَیْدٌ میں (زیدٌ) یہ مرفوع ہے فعل اول (عَسٰی) سے لہٰذا یہ اسم مؤخر ہوگا عَسٰی کیلئے اور فعل دوم کا فاعل ضمیر مستتر ہے جوراجع ہے اسم عَسٰی کی طرف، یہ اگرچہ اضمار قبل از ذکر ہے مگر لفظاً ہے رتبتاً نہیں، اس لئے کہ اسم عَسٰی کا معنی ورتبہ مقدم ہے لہٰذا رتبۃ اضمار قبل از ذکر نہیں۔

پھر عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ میں فعل دوم یعنی ان یخرج مؤوّل بالمصدر منصوب محلاً خبر ہے عَسٰی کا۔ الحاصل چونکہ عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ جیسے مثال میں مذکورہ تین اقوال ہیں تو صاحب نحومیر نے لفظ یقین کے بجائے لفظ شاید استعمال کیا اور کہا ہے (شاید که فعل مضارع با اَنْ فاعل عَسٰی باشد)

### (خبرافعال مقاربہ کی افعال مقاربہ پر مقدم ہوتا ہے یانہیں؟)

سیوطی رحمہ اللہ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے کہ (فیه مسائل الاولی لا یتقدم الخبر فی هذا الباب علی الفعل فلا یقال اَنْ یقوم عسی زید اتفاقا کما حکاه فی البسیط و یتوسط بین الفعل و الاسم اذا لم یقترن بـاَنْ اتفاقانحو طفق یصلیان الزیدان) اورآگے کہا گیا ہے (فان اقترن باَنْ ففی التوسط قولان احدهما الجواز وعلیه المبرد والسیرافی و صححه ابن عصفور والثانی المنع وعلیه الشلوبین)

مزید تفصیل کیلئے ہمع الہوامع ملاحظہ ہو۔



## ﴿نحومیر﴾

فصل بدانکہ افعال مدح وذم چہارست نعم و حَبَّذَا برائے مدح و بِئْسَ و سَاءَ برائے ذم وہرچہ مابعد فاعل باشد آن رامخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم گویند وشرط آن ست کہ فاعل معرف باللام باشد چون نـعـم الـرجـل زَیْدٌ یا مضاف بسوئے معرف باللام چون نعم صاحب القوم زَیْدٌ یا ضمیر مُسْتتر ممیز بنکرہ منصوبہ چون نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ فاعل نِعْمَ هُوَ است مستتر در نِعْمَ و رَجُلاً منصوب ست بر تمییز زیرا کہ هُوَ مبہم ست و حَبَّذَا زَیْدٌ حب فعل مدح ست وذا فاعل اوو زَیْدٌ مخصوص بالمدح وہمچنین بِئْسَ الرَّجُلُ زَیْدٌ و سَاءَ الرَّجُلُ عَمْرٌو .

### (طرز المبتدی)

(قوله فصل بدانکه افعال مدح و ذم) مَدْحٌ بفتح میم وسکون دال مصدر کا صیغہ ہے لغت میں بمعنی بُرا کہنا۔ اصطلاح میں وہ افعال ہیں جوانشاء مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔

اور یہ افعال چہار ہیں نِعْمَ . حَبَّذَا مدح کیلئے آتے ہیں۔اور بِئْسَ و سَاءَ ذم کیلئے ہیں۔

فائدہ: افعال مدح کے فاعل کے بعد جواسم ہوتا ہے اسے مخصوص بالمدح کہتے ہیں اورافعال ذم کے فاعل کے بعد جو اسم ہوتا ہے اسے مخصوص بالذم کہتے ہیں۔

### (اَفْعَال مدح و ذم کاعمل)

جاننا چاہئے کہ افعال مدح و ذم غیر متصرف اور لازمی ہیں فاعل کو رفع دیتے ہیں مگر ان کے فاعل کے استعمال کیلئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) شرط یہ کہ فاعل ان کا معرف باللام ہو جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ (زید اچھا مرد ہے)

(۲) شرط دوم یہ کہ یا تو فاعل ان کا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَیْدٌ (زید اچھا صاحب قوم ہے)

(۳) شرط یہ کہ یا فاعل ان کا ضمیر مستتر مُمَیَّزْ ہو نکرہ منصوبہ سے یعنی فاعل مُبْہَم مُمَیَّزْ ہو اور تمیز اس مبہم مُمَیَّزْ کا نکرہ منصوبہ ہو جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ (زید مرد ہونے کے اعتبار سے اچھا ہے) اس مثال میں (نِعْمَ) کا فاعل (هُوَ) ہے جو کہ

## (طرز المسدی)

(نِعْمَ) میں پوشیدہ ہے رَجُلاً منصوب ہے تمییز کی بنا پر اس لئے کہ (هُوَ) مُبْهَم ہے۔

**فائدہ**: حَبَّذا فعل مدح کے فاعل کیلئے مذکورہ شرطیں نہیں بلکہ فاعل حَبَّذَا کا ہمیشہ (ذا) ہی ہوتا ہے جیسے حَبَّذَا زَيْدٌ (زید اچھا شخص ہے) اس مثال میں حَبَّذا فعل مدح۔ ذا فاعل اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

(قوله و همچنين بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْد) یعنی جس طرح افعال مدح کے عمل کیلئے تین شرطیں ہیں اسی طرح افعال ذم کے عمل کیلئے بھی وہی شرطیں ہیں جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ (زید برا مرد ہے) و بِئْسَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَيْدٌ و بِئْسَ رَجُلاً زَيْدٌ اور (سَاءَ) کو بِئْسَ پر قیاس کیا جائے۔

## (تشریح)

### (افعال مدح وذم)

ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ افعال مدح وذم کے فعل ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور نحاۃ کے نزدیک فعل ہیں اور کوفیین میں سے ایک جماعت کے نزدیک یہ اسماء ہیں۔ تفصیل کیلئے ابن عقیل اور ابن الانباری کی تصنیف الانصاف دیکھی جائے۔

کافیہ اور اس کی شرح شریفیہ میں ہے (افعال المدح والذم ما وضع لانشاء مدح و ذم فمثل مَدَحْتُ و ذَمَمْتُ و كَرُمَ و لَؤُمَ و غيرها لكونها اخباراً عن المدح خارجة عنها) حاصل یہ ہے کہ افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح اور ذم کیلئے وضع کئے گئے ہیں پس مَدَحْتُ (میں نے اس کی مدح کی) اور ذَمَمْتُ (میں نے اس کی مذمت کی) اگرچہ مدح اور ذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کا وضع انشاء مدح وذم کیلئے نہیں بلکہ ان سے اخبار مدح وذم کا کام لیا جا رہا ہے یعنی یہ مدح وذم زمانہ ماضی میں موجود ہو چکے ہیں جن کی اس کلام سے خبر دی جا رہی ہے، لہٰذا ان جیسے افعال کو مدح اور ذم نہیں کہیں گے۔

اور شرح جامی کے حاشیہ میں ہے کہ مَدَحْتُ و ذَمَمْتُ کا امر کا صیغہ بھی افعال مدح وذم میں سے شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ طلب انشاء مدح کیلئے ہے، نہ کہ انشاء مدح کیلئے اسی طرح (مَا اَحْسَنَ زَيْداً) جو کہ فعل تعجب کا صیغہ ہے یہ بھی افعال مدح وذم میں سے شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس کا وضع انشاء تعجب کیلئے ہے، نہ کہ انشاء مدح کیلئے۔



## (تشریح)

### (افعال مدح وذم متصرف ہیں یا غیر متصرف)

شرح مأۃ عامل میں ہیں کہ افعال مدح وذم غیر متصرف ہیں۔ (واعلم انه لا يجوز التصرف فى هذه الافعال غير الحاق التاء فيها ولهذا سميت هذه الافعال غير متصرفة)

مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل میں ہے کہ ان افعال میں بجز اس کے کہ ان کے آخر میں تائے ساکنہ کا الحاق ہو اور کوئی تصرف جائز نہیں اور (حَبَّذا) مرکب میں تو تا کا الحاق بھی نہیں ہو سکتا اسی لئے یہ افعال غیر متصرفہ کہلاتے ہیں۔

یاد رہے کہ افعال مدح وذم میں صرفی تصرفات میں سے تائے تانیث انکے آخر میں لاحق ہوتی ہے جیسے نِعْمَتْ، بِئْسَتْ، سَاءَتْ اور حَبَّتْ مگر اس شرط کے ساتھ کہ (حَبَّ) سے فاعل یعنی (ذا) لاحق نہ ہو جیسا کہ شرح مأۃ عامل کے حاشیہ میں ہے ہاں اگر فاعل (حَبَّ) سے لاحق ہو تو پھر لحوق تا ممتنع ہے اور اوپر جو کہا گیا کہ یہ افعال غیر متصرف ہیں یعنی ان افعال سے مضارع، فاعل امر وغیرہ بلکہ خود ماضی کے دوسرے صیغے بھی نہیں آتے اور ایسے افعال کو افعال جامدہ بھی کہتے ہیں بوجہ عدم تصرف کے۔

حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (واعلم انهما يستعملان تارة للاخبار بالنعمة والبؤس فيتصرفان كسائر الافعال تقول نعم زيد بكذا ينعم به فهو ناعم وبئس زيد يبأس فهو بائس واخرى لا نشاء المدح والذم فلا يتصرفان لما سيأتى وهو المراد هنا) اور شریفیہ شرح کافیہ میں سَاءَ کے متعلق کہا گیا ہے (وسَاءَ من السوء بفتح السين فى افادة الذم مثل بِئْسَ الخ واما سَاءَ ما خوذ من السُوْء بضم السين بمعنى الحُزْن فيستعمل فى الخبرية وليس من افعال الذم يقال سَاءَ نى يَسُوْءُ نِى)

**فائدہ**: امام راغب نے کہا ہے کہ (سُوْء) ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں ڈال دے خواہ دینی امور میں سے یا احوال بدنیہ میں سے یا ان حالات میں سے ہو کہ جو جاہ و مال کے چھوٹ جانے اور دوست بچھڑ جانے سے پیدا ہوتے ہیں (لغات القرآن)

شرح مفصل ابن یعیش میں ہے کہ (حَبَّ) اصل میں مفتوح العین متصرف اور متعدی ہے، کہا جاتا ہے حَبَّهُ يَحِبُّهُ لیکن جب (حَبَّ) سے مدح کا ارادہ کیا گیا تو فعل مضموم العین فعل لازمی کی طرف منتقل کیا گیا اب فعل غیر متصرف ہے۔

(وشرط آن ست که فاعل معرف باللام باشد) جاننا چاہئے کہ افعال مدح وذم فعل لازمی ہے جیسا کہ الاظہار والعوامل کے متن اور حاشیہ میں ہے لہٰذا عمل بھی فعل لازمی کا کرتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ ان کے فاعل

## (تشریح)

کے لئے جو تین شرطیں نحو میر وغیرہ کتب نحو میں مذکور ہیں آیا یہ شرائط ان کے عمل کے لئے ہیں یا ان کے فاعل کے طریقہ استعمال کے لئے ، یہی الاظہار والعوامل کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے عمل کے لئے ہیں۔ یہ ہے عبارت (وشرطها ای شرط استعمالها للمدح والذم من حیث العمل) مگر کافیہ کے بعض حواشی میں ہے کہ یہ شرائط ان کے استعمال کے لئے ہیں (وشرطها ای شرط استعمالهما لاشرط عملهما لانه یوهم انهما یُستعملان بلا عمل لو فقد الشرط ولیس کذالک) غرض یہ کہ یہ افعال نکرہ میں بھی عمل کرتے ہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) شرح مفصل ابن یعش کے حاشیہ میں ہے کہ کوفیین اور ابن السراج کے نزدیک فاعل نعم کا نکرہ ہوسکتا ہے مگر عام نحاۃ نے اس کو منع کیا ہے بلکہ اس کو ضرورۃ پر محمول کہا ہے۔

(۲) اشمونی شرح الفیہ جلد سوم میں ہے (ونقل اجازة عن الکوفیین وابن السراج وخَصَّه عامة الناس بالضرورة وزعم صاحب البسیط انه لم یرد نکرة غیر مضافة ولیس کذالک بلْ ورد لکنه اقل من المضاف نحو نعم غلام انت ونعم تیمٌ) مثال اس فاعل کی جو نکرہ مضاف ہے۔ جیسے فنِعْمَ صَاحِبة قَوْمٍ۔

### افعال مدح وذم کے فاعل معرف باللام کے الف ولام کی تعین میں اختلاف ہے

(۱) ابن حاجبؒ نے کافیہ کی شرح میں کہا ہے کہ یہ الف ولام عہد ذہنی کا ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت (ولَیْسَ التعریف فی فاعله بتعریف واحد معهود وانما هو لتعریف المهعود فی الذهن وذالک مبهم ومن ثم توهم کثیر من النحویین انه للعموم ولیس الامر علی ذالک اذ لا یفسر العموم بالواحد الخ) اسی طرح شروح کافیہ مثلا ہندی، شرح جامی، عصام، میں بھی اس الف ولام کو عہد ذہنی کہا گیا ہے۔

(۲) ابن عقیل شرح الفیہ جلد دوم میں ہے (واختلف فی هذه اللام فقال قوم هی للجنس حقیقة فمدحت کُلَّه من اجل زید ثم خصصتَ زیدا بالذکر فتکون قد مدحته مرتین وقیل هی للجنس مجاز اوکانت قد جعلت زیدا الجنس کله مبالغة وقیل هی للعهد)

(۳) ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے کہ یہ الف ولام جنس کے لئے ہے ملاحظہ ہو عبارت (فالالف واللام



## (تشریح)

هنا لتعریف الجنس ولَیْسَتْ للعهد الخ) بعد میں ابن یعیش نے کہا ہے کہ مفصل میں زمخشری کی مراد بھی یہی ہے کہ نعم الرجل زید میں الف ولام جنس کا ہے۔

(۴) سیوطی نے ہمع الهوامع اور درج بالا کتابوں کی طرف رجوع ہو۔ واللّٰہ اعلم وعلمه اتم.

(حَبَّذَازَیْدٌ) شرح مأۃ عامل میں ہے کہ حبذ ا کا فاعل ذا ہوتا ہے اور اس کا مخصوص بالمدح ہمیشہ فاعل کے بعد ہی مذکور ہوتا ہے۔

اور ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے (جعلوا فاعله مبهما ثم فسروه بالخصوص علی نحو ما فعلوا فی نحو قولهم نعم الرجل زید و ذا ههنا وان کا ن من الفاظ الاشارة لم یرد به مشارٌ الیه بعینه و انما ارید به مشارًا الیه فی الذهن کما قیل فی الرجل فی قولهم نعم الرجل ولا یتغیر ذاعن هذا اللفظ وان کان الممد وح مثنی او مجموعا اومذکرا او مؤنثا)

فائدہ : الفیہ اور اس کی شروح میں ہے کہ حبذا پر اگر (لا) داخل ہو تو ذم کے لئے ہوتا ہے، المکودی شرح الفیہ میں ہے (وان ترد ذما فقل لا حبذا یعنی انک اذا اردت بحبذا لذم دخلت علیه لا فتقول لاحبذا زید فتساوی معنی بئسَ لان نفی المدح ذم)

### (نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ)

جب فاعل نعم کا ضمیر ہو تو تمیز ضروری ہوتی ہے چند وجوہ کی بنا پر جیسا کہ ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے ان وجوہ میں سے ایک وجہ درج ذیل ملاحظہ ہو۔ (والثانی لولم یمیزوا فی نعم لا لتبس الفاعل بالمخصوص بالمدح فی کثیر من المواضع وذالک فی مثل نعم رجلا السلطان فلو ذَهَبْتَ تحذف رَجُلًا لَمْ یدر هل السلطان فاعل والمخصوص بالمدح محذوف او سیذکر ام الفاعل مضمر والسلطان المخصوص بالمدح)

جاننا چاہئے کہ نحو میر کی عبارت میں لفظ (نکرہ منصوبہ) ہے یہاں نکرہ اور منصوبہ دونوں قیود واقعی ہیں کیونکہ تمیز تو نکرہ ہی ہوتا ہے۔ نیز یہاں مبہم ممیز ضمیر ہے مضاف نہیں ہوسکتی لہذا یہاں تمیز پر جر بھی منع ہے۔

## (تشریح)

### افعال مدح وذم کا فاعل عام کیوں ہوتا ہے؟

(۱) شرح مفصل ابن یعیش میں ہے (فان قیل ولم لا یکون الفاعل اذاکان ظاهراً الا جنساً قیل لوجهین احدهما ما یحکی عن الزجاج انهما لما وضعا لمدح العام والذم العام جعل فاعلهما عاما لیطابق معناهما اذ لو جعل خاصا لکان نقضا للغرض لان الفعل اذا اسند الی عام عم واذا اسند الی خاص خص)
نیز ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں بھی یہی وجوہ پیش کئے ہیں جو شرح مفصل میں ہیں لہٰذا مزید تحقیق کے لئے مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع ہو۔

### افعال مدح وذم کے فاعل میں اضمار قبل الذکر کیوں ہوتی ہے؟

(۱) ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے (فان قیل فلم خصت نعم وبئس بهذا الاضمار فیهما قیل لان المضمر قبل الذکر علی شریطة التفسیر فیه شبه من النکرة اذکان لا یفهم الی من یرجع حتی یفسر وقد بیننا ان نعم وبئس لا تلیهما معرفة محضة فضارع المضمر هنا مافیه الالف واللام من اسماء الاجناس فان قیل فما فائدة فی هذا الاضمار وهلا اقتصروا علی قولهم نعم الرجل زید قیل فیه فائدتان احدهما التوسع فی اللغة والاخری التخفیف فان لفظ النکرة اخف مما فیه الالف و اللام) اور ابن الانباری نے بھی تقریبا یہی وجوہ اسرار العربیہ میں پیش کئے ہیں۔

### حبّذا کا فاعل کیوں ذا ہے اور اس کے ساتھ کیوں مرکب ہے؟

ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے (فان قیل لم خص حب بالترکیب مع ذا من بین سائر الاسماء قیل لان ذا اسم مبهم ینعت بالاجناس وحکم حبَّ هناک کحکم نعم فرکبوه مع ذا لینوب عن اسماء الاجناس اذ لا ینعت الا بها والنعت والمنعوت شیئی واحد ایضا فان ذا مبهم فصار بمنزلة المضمر فی نعم وکذالک فسر بالنکرة کما یفسر فی نعم فتقول حبذا رجلا کما تقول نعم رجلا فقیا سهما واحد)

### کبھی مخصوص بالمدح کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ معلوم ہو

جاراللہ زمخشری نے مفصل میں کہا ہے (وقد یحذف المخصوص اذاکان معلوما کقوله عزوجل نعم العبد



## (تشریح)

ای نعم العبد ایوب وقوله فنعم الماهدون ای فنعم الماهدون نحن)

ابن یعیش نے کہا ہے (الاصل ان یذکر المخصوص بالمدح أو الذم للبیان الا انه قد یجوز اسقاطه وحذفه اذا تقدم ذکره أو کان فی اللفظ مایدل علیه وأکثر ماجاء فی الکتاب العزیز محذوفا)

قال اللّٰه تعالی نعم العبد ای ایوب والمراد ایوب علیه السلام ولم یذکره لتقدم قصته.

وقال والارض فرشناها فنعم الماهدون ای فنعم الماهدون نحن.

وقال تعالی فقدرنا فنعم القادرون أی نحن.

وقال تعالی ولنعم دار المتقین أی دارهم.

وقال فنعم عقبی الدار أی عقباهم.

وقد جاء مذکوراً قال بئس ما اشتروا به انفسهم ان یکفروا فان یکفروا فی موضع رفع بانه المخصوص بالذم ای کفرهم)

### (افعال مدح وذم کی ترکیب)

ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ ان میں دو ترکیبیں مشہور ہیں۔

(۱) یہ کہ نعمَ فعل مدح، الرجل اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم، زَیْدٌ مخصوص بالمدح مبتدا موخر، مبتداء مؤخر اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوگا بعض نے اسی ترکیب کو صحیح کہا ہے کیونکہ اس صورت میں جملہ کا کوئی جزء محذوف نہیں ہے۔ علامہ مکودی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ مذکورہ ترکیب متفق علیہ ہے

(۲) یہ کہ مخصوص بالمدح خبر ہو مبتدا محذوف کیلئے، تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ نِعْمَ الرَّجُل هُوَ زَیْد۔ اس صورت میں دو جملے ہوں گے اول نعم الرجل نعم فعل اپنے فاعل الرجل سے مل کر جملہ انشائیہ ہوگا۔ اور ھُوَ مبتدا زید خبر، مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوتا ہے۔ المکودی شرح الفیہ میں ہے کہ یہ ترکیب مختلف فیہ ہے اور ابن مالک نے اس کو سیبویہ کی طرف نسبت کیا ہے اور صاحب نحو میر نے شریفیہ شرح کافیہ میں اس ترکیب کو بہتر قرار دیا ہے اور کہا ہے (او المخصوص المدح خبر مبتدا محذوف مثل نعم الرجل زید فانک اذا قلت نعم الرجل کانَّ سائلا یقول من هو فقلت فی الجواب زید بتقدیر هو زید وهذا المذهب اصح واولی کما ذکر فی الکتب المبسوطة)

## (تشریح)

ابن عقیل میں ہے(وقیل هو مبتدا خبره مخدوف والتقدير زيد الممدوح )شرح المکودی میں ہے کہ یہ ابن عصفور کا قول ہے جو مرغوب عنہ ہے

**فائده** : شرح مفصل ابن یعیش جلد دوم میں ہے کہ (نعم وبئس )کا فاعل اگر مؤنث ہو تو(نعم وبئس ) میں الحاق علامۃ تانیث وترک علامۃ تانیث دونوں جائز ہیں جیسے نعمت الجارية هند وبئست الامة جاريتک وان شئت قلت نعم الجارية هند وبئس الامة جاريتک)

یہاں اسقاط اور الحاق علامۃ تانیث اس لئے جائز ہے کہ فاعل یہاں جنس ہے(والجنس مذكر فاذا انث اعتبر اللفظ واذا ذكر حمل على المعنى).

**فائده** : ابن عقیل میں ہے کہ فعل مدح وذم کا فاعل اگر اسم ظاہر ہے تو آیا اس کے ساتھ تمیز جمع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اس میں تین مذاہب ہیں۔

(۱) یہ کہ جائز نہیں۔ یہ سیبویہ کا قول ہے لہٰذا نعم الرجل رجلا زيدٌ نا جائز ہے

(۲) قول یہ کہ جائز ہے۔

(۳) قول یہ ہے کہ تمیز اگر ایسی چیز کے لئے مفید ہے جس پر فاعل دلالت نہیں کرتا تو جائز ہے جیسے نعم الرجل فارسا زيدٌ اور اگر ایسی چیز کے لئے مفید ہے کہ اس پر فاعل دلالت کرتا ہے تو جمع جائز نہیں جیسے نعم الرجل رجلا زيدٌ.

مگر مذکورہ ترکیبوں میں سے پہلی صورت پر ایک سوال ہوتا ہے کہ خبر جب جملہ واقع ہو تو اسمیں ایک عائد اور رابطہ ضروری ہے جو مبتداء کی طرف راجع ہوتا کہ اس عائد کی وجہ سے جملہ اور مبتدء میں ربط اور تعلق پیدا ہو جائے پس اگر عائد نہ ہوگا تو خبر کا مبتدا کے ساتھ ارتباط نہ ہوگا اور یہاں نعم الرجل زيد میں مخصوص بالمدح یعنی زید کو اگر مبتدا بنایا جائے اور (نعم الرجل ) کو خبر مقدم تو رابط اور عائد کیا ہے؟ جواب یہ دیا جاتا ہے کہ روابط سیوطی نے الاشباہ والنظائر جلد دوم میں دس ذکر کئے ہیں اور شرح جامی میں درج ذیل چار چیزیں ہیں۔

(۱) یا تو ضمیر ہوگی جیسے زيد ابوه قائم کہ یہاں عائد ابوه میں ضمیر ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہے۔

(۲) یا تو الف ولام ہوگا جیسے نعم الرجل زيد یہاں الرجل میں الف ولام زید کی طرف عائد ہے۔



## (تشریح)

یعنی اگر الف ولام عہدی ہے تو معہود ذھنی میں ایک فرد مبھم ہے مخصوص بالمدح سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے اور یہی مخصوص اصل میں معہود ہوتا ہے جب یہی معہود ہے تو الف ولام رابط ہے۔

اور اگر الف ولام جنسی ہے تو وہ عموم پر دال ہے اس عموم میں مبتدا بھی داخل ہے بعد میں اسکو خاص کیا گیا ہے اس وجہ سے تو اسکو مخصوص بالمدح کہتے ہیں الحاصل مبتدا کا داخل ہونا تحت العموم یہی رابط ہے جیسا کہ ابن یعیش نے کہا ہے۔

(۳) یا اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ میں رکھا جائے جیسے الحاقة ماالحاقة کہ اس کی اصل (الحاقة ماهى )تھی پس (هِیَ) ضمیر کی جگہ میں اسم ظاہر یعنی الحاقة کو رکھا گیا۔ پس الحاقة جملہ خبریہ ہو کر خبر ہے الحاقة مبتداء اول کی تو اس میں الحاقۃ ثانی الحاقۃ اول مبتدا کی طرف راجع ہے۔

(۴) یا خبر مبتدا کی تفسیر واقع ہو جیسے.قل هو الله احد . میں(هُوَ) مبتدا ہے اور(الله احد ) یہ پورا جملہ اس مبتدا کی خبر اور (هُوَ) سے جو مراد ہے وہی لفظ اللہ سے ہے لہٰذا لفظ اللہ ھُوَ کی تفسیر ہوگئی اور عائد ہے ھُوَ کی جانب والله اعلم

الحاصل نعم الرجل زيد میں اگر نِعْمَ الرجل خبر ہو اور زید مبتدا تو عائد الف ولام ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

فصل بدانکہ افعال تعجب دو صیغہ از ہر مصدر ثلاثی مجرد باشد اول مـا اَفْعَلَهٗ چون مَـا اَحْسَـنَ زَيْدًا ما بمعنی اَی شَیْءٍ است درمحل رفع بابتدا و اَحْسَنَ درمحل رفع خبر مبتدا وفاعل اَحْسَـنَ هُوَ است درو مستتر وزیداً مفعل بہ، دوم اَفْعِلْ بِـهٖ چون اَحْسِنْ بِزَيْدٍ اَحْسِنْ صیغہ امر ست بمعنی خبر تقدیرش اَحسَنَ زَيْدٌ ای صَارَ ذَا حُسْنٍ وبا زائدہ است۔

## (طرز المبتدی)

(قوله فصل بدانکه افعال تعجب ) جاننا چاہئے کہ فعل تعجب کے دو صیغے ہر ثلاثی مجرد کے مصدر سے ہوتے ہیں تعجب کے لغت میں معنی ہے ( حیرت اور متحیر ہونا ) اور اصطلاح میں وہ افعال ہیں جو انشاء تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ وہ دو صیغے یہ ہیں

اول: مَااَفْعَلَهٗ جیسے مَااَحْسَنَ زَيْدًا ( زید کتنا اچھا ہے )اس کی اصل عبارت یوں ہے اَیُّ شَيءٍ اَحْسَنَ زَيْدًا. یہاں لفظ (مَـا)اَیُّ شَـيءٍ کے معنی میں ہے مرفوع محلا عامل اس میں اِبتِدا ہے اور ابتدا عامل معنوی ہے جو عامل معنوی کے

## (طرز المبتدی)

بحث میں آئیگا۔ بہرحال (ما) بمعنی اَیُّ شَیءٍ مبتدا ہے اور اَحْسَنَ فعل ماضی اس میں ھُوَ راجع بطرف مبتدا مرفوع محلًا جس میں عامل اَحْسَنَ ہے اور یہ ضمیر فاعل ہے اَحْسَنَ کے لئے اور زَیْداً منصوب لفظاً عامل اس میں اَحْسَنَ یہ مفعول بہ ہے اَحْسَنَ کے لئے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ مرفوع محلا بعامل معنوی جو کہ ابتدا ہے یہ خبر ہوئی اب مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ لفظی ترجمہ (کس چیز نے زید کو صاحب حسن کردیا)

دوم: اَفْعِلْ بِہٖ جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ اَحْسِنْ باب افعال سے امر کا صیغہ ہے مگر یہاں ماضی کا معنی دیتا ہے یہی مراد ہے لفظ (بمعنی خبر) سے اور اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کی اصل عبارت یوں ہے (اَحْسَنَ زَیْدٌ) یعنی صَارَ ذَاحُسْنٍ لفظی ترجمہ صاحب حسن ہوا زید محاورہ اور عام ترجمہ (زید کیا ہی حسین ہے) اور (بِزَیْدٍ) میں باء حرف جر زائدہ ہے فاعل میں جیسا کہ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْداً میں باء زائد ہے۔

**فائدہ**: باء کبھی زائد ہوتی ہے کہ اگر اس کو حذف کردیں تو اس سے کلام کے اصل معنی میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

## (تشریح)

(افعال تعجب) جاراللہ زمخشری نے مفصل میں کہا ہے۔

(ومن اصناف الفعل فعلا تعجب) تعجب مصدر ہے باب تفعل سے لغت میں (التعجب حیرة تعرض للانسان عند سبب جهل الشئی) یعنی تعجب وہ حیرت ہے جو انسان کو کسی شے کے متعلق اس وقت لاحق ہوتی ہے جبکہ اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا، لغات القرآن بحوالہ تاج العروس اور اصطلاح میں وہ افعال ہیں جو انشاء تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہوں جیسا کہ کافیہ میں ہے (فعلا تعجب ماوضع لانشاء التعجب) اب رہی یہ بات کہ حیرت اور تعجب کب نفس میں حاصل ہوتی ہے ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے (اعلم ان التعجب معنی يحصل عند المتعجب عند مشاهدة ما يجهل سببه ويقل فى العادة وجود مثله وذالک المعنى كالدهش والحيرت مثال ذالک انا لو رأينا طائرا يطير لم نتعجب منه لجرى العادة بذالک ولو طار غير ذى جناح لوقع التعجب منه لانه خرج عن العادة وخفى سبب الطيران ولهذا المعنى لايصح التعجب من القديم سبحانه لانه عالم لا يخفى عليه شئى فاما قرائة من قراء بل عجبته



## (تشریح)

ویسخرون بضم التاء فتاوله على رد الضمير الى النبى ﷺ اى قل بل عجبت ويسخرون او انه اخرج مخرج العادة فى استعمال المخلوقين تعظيما لامره وتفخيماله)

اس کے بعد جان لو کہ تعجب کے صیغے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول سماعی دوم قیاسی۔

اول جو سماعی صیغے ہیں یہ بہت ہیں جیسا کہ القواعد الاساسیہ میں وغیرہ میں ہیں۔

(۱) علامہ فاکہی نے کشف النقاب میں کہا ہے (وله صيغ كثيرة دالةعليه منها ما هو بالقرينة نحو سبحان الله ان المؤمن لا ينجس ومنها ما هو بالوضع نحو ما اَفْعَلَهُ واَفْعِلْ به وهاتان الصيغتان اقتصر النحويون عليهما فى هذا الباب)

(۲) القواعد الاساسیہ میں ہے (تنبيه للتعجب صيغ كثيرة يبوب لها فى كتب اللغة العربية منها. كيف تكفرون بالله و كنتم امواتا فاحياكم. ومنهافى الحديث سبحان الله ان المؤمن لا ينجس. ومنها من كلام العرب "لله دره فارسًا" ومنها من قول الاعشى:

بانت لتحز ننا عفارة    يا جارتا ما انت جاره

ومنها:

واهًا لِلَيْلىٰ ثم واهًا واهًا    هى المنى لو اننا نلنا ها

مگر یاد رہے کہ مذکورہ صیغے سماعی کہلاتے ہیں۔

(۳) ابن الناظم نے شرح الفیہ میں کہا ہے (ويُدل عليه بصيغ مختلفة نحو قوله تعالىٰ كيف تكفرون بالله وقوله ﷺ لابى هريرةؓ سبحان لله ان للمؤمن لاينجس الخ) اور آگے کہا ہے کہ (والمبوب له فى كتب العربية صيغتان مالفعله وافعل به)

(۴) النحو الوافی جلد سوم میں ہے (له اساليب كثيرة تنحصر فى نوعين احد هما مطلق لاتحديد وله ضابط وانما يُترَكُ لمقدرة المتكلم ومنزلته البلاغية ويفهم بالقرينة والاخر اصطلاحى. اوقياسى مضبوط بضوابط وقواعد محدودة ولا تكاد تختلف فى استعماله اقدار المتكلمين الخ) اور آگے کہا ہے کہ (اما النوع الاصطلاحى او القياسى فصيغتان مالفعله وافعل به) مزید تفصیل کے لئے اور صیغ سماعی جاننے کے لئے النحو الوافی ملاحظہ ہو۔

(تشریح)

(٥) جامع الدروس جلداول میں ہے (ویکون بالفاظ کثیرة کقوله تعالی کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم امواتا فاحیاکم وکحدیث سبحان للّٰہ المؤمن لاینجس حیا ولا میتا ونحو للّٰہ دَرُّہٗ فَارِسًا الخ) اورآگے کہا گیا ہے کہ (وکل ذالک انما یفهم من قرینة الکلام لاباصل الوضع والذی یفهم التعجب بصیغه الموضوعة للتعجب انما هو فعلا التعجب)

تنبیه: یہاں تیسرا صیغہ جو (فَعُلَ) کے وزن پر ہے آیا وہ قیاسی صیغہ ہے یا سماعی تو اس کی تفصیل ان شاء اللّٰہ بعد میں آئیگی۔ مگر اول بحث ان دو قیاسی صیغوں کی جو مشہور اور مُبَوَّب ہیں کتب نحو میں۔

اول: مَا اَفْعَلَهٗ جیسے ما اَحْسَنَ زَیْدًا جاننا چاہئے کہ فعل تعجب فَعَلَ مضموم العین سے بنتا ہے خواہ اصل میں مضموم العین ہو یا منقول ہو مضموم العین سے جیسا کہ رضی جلد دوم میں ہے (قیل لایُبنی فعل التعجب الا من فَعُلَ مضموم العین فی اصل الوضع او من المنقول الی فَعُلَ اذا کان من غیره نحو ما اضرب وما اقتل لیدل بذالک علی ان المتعجب منه صار کا لغریزة لان باب فَعُلَ موضوع لهذالمعنی)

اورشرح مفصل ابن یعیش جلد دوم میں ہے (فان قیل اذا زعمتم ان هذه همزة التعدیة وهمزة التعدیة ابدا تزید مفعولا وانت فی التعجب اذا قلت ماضرب زیدا فمازاد تعدیة لانه بعد النقل یتعدی الی مفعول واحد علی ماکان علیه قبل النقل بل اذا قلت ما اعلم زیدا فانه ینقص بهذا التعدی لانه قبل التعجب قد کان مما یتعدی الی مفعولین وفی التعجب صار یتعدی الی مفعول واحد لا غیر فما بال ذالک کذالک فالجواب ان التعجب باب مبالغة مدح او ذم وذالک لایکون الابعد تکرر ذالک الفعل منه حتی یصیر کا لطبیعة والغریزة فحینئذ تنقله فی التقدیر الی فَعُلَ بالضم فیصیر ضَرُبَ وعَلُمَ کماقالوا قَضُوَ الرجل ور مُوَ حین ارادو ا المدح والمبالغة وهذا البناء لایکون متعدیا فاذا ارید التعجب منه نقلوه بالهمزة فیتعدی حینئذ الی مفعول واحد لانه قبل النقل کان غیر متعد)

اس کے بعد جان لو کہ (مَا اَفْعَلَهٗ) میں جو لفظ (ما) ہے یہ ما تعجبیه کہلاتا ہے۔ ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے کہ لفظ (ما) کو تعجب میں اس لئے زیادہ کیا گیا ہے کہ اس میں غایۃ ابہام ہے اور شئی جب مبہم ہو تو وہ اعظم فی النفس ہوتا ہے ملاحظہ ہو عبارت (ان قال قائل لم زیدت مافی التعجب نحو ما احسن زیدا دون غیر ها قیل لان



(تشریح)

مافی غایة الابهام والشئی اذاکان مبهما کان اعظم فی النفس لا حتماله امور ا کثیره فلهذا کانت زیادتها فی التعجب اولی من غیرها)

تہذیب التوضیح جلداول میں ہے کہ (ما افعله) میں جو (ما) ہے اس کے اسم اور مبتداء ہونے میں اجماع ہے (اما الصیغة الاولی فما فیها اسم اجماعا لان فی افعل ضمیرا یعود الیها واجمعو اعلی انها مبتدا لانها مجردة للا سناد الیها)

البتہ (ما) کے معنی میں اختلاف ہے جیسا کہ اسرار العربیہ میں ہے (فان قیل فما معناه قیل اختلف النحو یون فی ذالک) تہذیب التوضیح جلداول میں ہے (ثم قال سیبویه هی نکرة تامة بمعنی شئی ابتدئ بها لتضمنها معنی التعجب والجملة بعد ها خبر فموضعها رفع)

ابن عقیل جلد دوم میں (ما) کے بارے میں زیادہ مذاہب نقل کئے گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔ (ومَا قد منا مِنْ ان ما نکرة تامة هو الصحیح والجملة التی بعد ها خبر ه عنها والتقدیر شئی اَحْسَنَ زَیْدًا ای جعله حسناً وذهب الا خفش الی انها موصولة والجملة التی بعد ها صلتها والخبر مخدوف والتقدیر الذی اَحْسَنَ زَیْداً شئی عظیم وذهب بعضهم الی انها استفها میة والجملة التی بعد ها خبر عنها والتقدیر ایُّ شئی احسن زیدا، وذهب بعضهم الی انها نکرة موصوفة والجملة التی بعدها صفة لها والخبر مخدوف والتقدیر شئی احسن زیدًا عظیم)

فائده: سیبویہ کے مسلک کے مطابق فعل تعجب کا ما نکرہ تامہ ہے نکرہ اس لئے کہ (شئی) کے معنی میں ہے اور شئی نکرہ ہے اور ما کو اس وقت تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ خبر کے علاوہ کسی دوسرے چیز کی طرف جیسے کے صفت ہے اور یا کہ صلہ ہے محتاج نہیں ہوتا جیسا کہ النحو الوافی جلد سوم میں ہے (یریدون بالتنکیر انها بمعنی شَئیِ اَیِّ شَئیِ وبالتمام انها لا تحتاج اِلَّا للخبر) پھر اگر (ما) محتاج ہو صلہ کی طرف تو اس ما کو معرفہ موصولہ اور معرفہ ناقصہ کہتے ہیں اور اگر (ما) صفت کے طرف محتاج ہو تو اس ما کو نکرہ موصوفہ اور نکرہ ناقصہ کہتے ہیں جیسا کہ جامع الدروس وتہذیب التوضیح میں ہے۔

فائده: ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے کہ افعال ناقصہ میں سے صرف کَانَ (ماتعجبیہ) کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے (مَا کَانَ اَحْسَنَ زَیْدًا) اور کہا ہے کہ کَانَ حالت زیادت میں زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے مگر چونکہ

## (تشریح)

ملغی عن العمل ہے لہٰذا اس کے لئے اسم وخبر اور فاعل نہیں ہوتا ہے اور کہا ہے کہ یہی مذہب ہے محققین کی جیسے ابن سراج وابوعلی فارسی ہیں اور ابوالقاسم زجاجی نے جمل میں کہا ہے کہ (کَانَ) اس صورت میں عامل ہے بایں طور کہ (ما مرفوع محلا مبتدا ہے اور (کَانَ) فعل ناقص اسمیں ضمیر (هُوَ) راجع ہے ما کے طرف مرفوع محلا اسم ہے کَانَ کا اور (اَحْسَنَ زَیْدًا اپنے اسم وخبر سے مل کر مرفوع محلا خبر ہے کَانَ کا کَانَ اپنے اسم وخبر سے مل کر مرفوع محلا خبر ہے مبتدا کے لئے)

**دوم: اَفْعِلْ بِهٖ** جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ . یادرہے کہ اَفْعِلْ ظاہرامر کا صیغہ ہے مگر اصل میں قبل از نقل بطرف فعل تعجب بمعنی خبر یعنی فعل ماضی ہے لہٰذا اب بوقت تعجب معنی اس کا نہ انشاء امر ہے اور نہ کہ بمعنی ماضی ہے لہٰذا صاحب نحومیر نے جو کہا ہے کہ (بمعنی خبر تقدیر ش اَحْسَنَ زَیْدٌ ای صَارَ ذَا حُسْنٍ) یہ بطور حکایت ہے یعنی قبل از نقل بطرف تعجب یہ صیغہ ہے ماضی کا اسی طرح دوسرا صیغہ جو (مَا اَفْعَلَهٗ) یہ بھی اصل میں ماضی ہے مگر ابھی معنی اس کا انشاء تعجب ہے نہ کہ ماضی جیسا کہ ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وهذه التقديرات كلها باعتبار الاصل لا على انها الآن بهذا المعنى وانها معناها الانشاء كما تقول في بِعْتُ فعل ماضي يعني في الاصل اذا كنت مريدا به معنى الانشاء فكذالك هذا) مزید تفصیل کے لئے شرح ابن حاجب علی الکافیہ ملاحظہ ہو اور جامع الدرس جلد اول میں ہے (وهما فعلان ماضيان وقد جائت الثانية منهما على صيغة الامر وليست بفعل امر ومدلول كلا الفعلين واحد وهو انشاء التعجب) اور منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل میں ہے کہ (اَحْسِنْ) اصل میں ماضی ہے جب اس سے تعجب کا ارادہ کیا گیا تو متضمن ہوا معنائے تعجب کو پھر ماضی سے منتقل ہوا امر کی طرف تا کہ صورت انشاء کا ہو لہٰذا (اَحْسِنْ بِزَیْدٍ) ہوا مگر یاد رہے کہ اَحْسِنْ جو کہ صورۃً صیغہ واحد مذکر مخاطب کی ہے اور امر کے اس صیغہ میں تو ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے مگر یہاں اس میں ضمیر مستتر نہیں بلکہ خلاف قیاس فعل امر مسند ہے اسم ظاہر کی طرف جو (زید) ہے اور اس صیغہ میں یہ اسناد چونکہ خلاف قیاس ہے تو اصلاح لفظ کے لئے حرف جر باء کو زیادہ کیا گیا ہے تا کہ صورت فضلہ کی ہو مگر یہاں باء فاعل میں زائد ہے جیسا کہ (كفى بالله شهيدا) میں زائد ہے مگر دونوں میں فرق ہے، یہاں تعجب میں (بِزَیْدٍ) میں باء لازم ہے بغیر ضرورت شعری کے اس کا حذف ناجائز ہے مگر كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا . میں باء لازم نہیں بلکہ ضرورت کے بغیر بھی اس کا حذف جائز ہے جیسا کہ قطر اور جامع الدروس میں ہے۔

**فائدہ**: اَحْسِنْ بِزَیْدٍ میں ہمزہ صیرورت کے لئے ہے جس کی طرف صاحب نحومیر کا قول (صَارَ ذَاحُسْنٍ) مشیر ہے



## (تشریح)

تہذیب التوضیح جدل دوم میں ہے کہ صیرورت کا معنی شئی کا صاحب شئی ہونا کہا جاتا ہے (اَوْرَقَ الشجر ای صار ذا ورقٍ یہاں بھی احسن زید ای صار ذاحُسْنٍ)

**فائدہ**: زجاج وغیرہ بعض نحاۃ نے کہا ہے کہ فعل تعجب کا دوسرا صیغہ یعنی (اَفْعِلْ بِهٖ) یہ صورۃً ومعنیً امر ہے اور فاعل اس کا ضمیر مستتر ہے اور حرف جر مفعول پر داخل ہے اور جاراللہ زمخشری نے اسی کو پسند کیا ہے اور پہلا قول کہ (اَفْعِلْ بِهٖ) صورتاً امر معنی خبر اور ماضی ہے یہ سیبویہ کا ہے اور یہی مشہور ہے مگر زمخشری نے قول سیبویہ کو تعسف کہا ہے۔ واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم. یاد رہے کہ اس اختلاف کو جامع الدروس وغیرہ کتب فن میں ملاحظہ کیا جائے۔

### (فعل تعجب زمانہ پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟)

سیوطی نے جمع الجوامع میں کہا ہے (والا كثر على ان فعل التعجب يدل على الماضى المتصل بالحال فاذا اريد الماضى المنقطع أتى بكان أو المستقبل أتى بيكون وقيل انما يدل على الحال دون الماضى حكى عن المبرد وقيل يدل على الثلاثة الحال والماضى والاستقبال ويقيد فى الماضى بكان و أمسىٰ وفى الحال بالآنَ وفى الاستقبال بيكون ونحوه من الظروف المستقبلة كقوله تعالىٰ اسمع بهم وابصر يوم يأتوننا قاله ابن الحاج) اور النحو الوافی جلد دوم کے حاشیہ میں ہے کہ فعل تعجب کے ساتھ اگر لفظ کَانَ یا یکون ہو تو زمانہ پر دلالت کرتا ہے، یا کوئی قرینہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ ایک معنی پر دلالت کرتا ہے تو اس وقت فعل تعجب کا دلالت زمانہ پر صحیح ہے، ورنہ فعل تعجب عند المحققین زمانہ پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ جملہ تعجبیہ کو زمانہ سے خالی کیا گیا ہے اب مدلول اس کا فقط انشاء تعجب ہے۔

### (فعل تعجب کا معمول فعل تعجب سے مقدم نہیں ہوسکتا ہے)

ابن عقیل جلد دوم اور شرح ابن حاجب علی الکافیہ میں ہے کہ فعل تعجب کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا مَا اَحْسَنَ زَیْدًا میں زَیْدًا مَا اَحْسَنَ یا مَا زَیْدًا اَحْسَنَ ناجائز ہے اور اَحْسِنْ بِزَیْدٍ میں بِزَیْدٍ اَحْسِنْ ناجائز ہے نیز فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان فاصلہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر فعل تعجب اور معمول کے درمیان جار ومجرور یا ظرف کے ذریعہ سے ہو تو یہ جائز ہے یہی قول مشہور ہے۔

(تشریح)

**فائدہ**: متوسط شرح کافیہ میں ہے کہ فعل تعجب اس فعل سے بنتا ہے کہ جس فعل سے اسم تفضیل بنے کیونکہ فعل تعجب واسم تفضیل معنی زیادتی میں شریک ہیں لہٰذا جس فعل سے اسم تفضیل نہ بنے تو اس سے فعل تعجب بھی نہیں بن سکتا۔

**فائدہ**: مَااَحْسَنَ زَیْداً میں زَیْداً اور اَحْسِنْ بِزَیْدٍ میں زَیْدٍ متعجب منہ ہے۔ابن عقیل جلد دوم

(شرائط فعل تعجب)

جس فعل سے فعل تعجب بنتا ہے اس کے لئے درج ذیل آٹھ شرائط ہیں ان میں سے اول شرط النحو الوافی جلد سوم سے اور بقیہ سات شرطیں ابن عقیل جلد دوم سے نقل کی گئی ہیں۔

(۱) شرط یہ ہے کہ فعل تعجب فعل ماضی سے بنے احتراز ہو غیر ماضی سے جیسے یضْرِبُ وغیرہ

(۲) شرط یہ ہے کہ فعل متصرف سے بنے احتراز ہوا فعل غیر متصرف سے جیسے نِعْمَ وغیرہ

(۳) شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنے احتراز ہوا اِنْطَلَقَ و دَحْرَجَ وغیرہ سے

(۴) شرط یہ ہے کہ اس فعل کا معنی مفاضلہ وزیادتی کو قبول کرلے احتراز ہوا مـــــاتَ سے کیونکہ ایک شخص کا موت بہ نسبت دوسرے کے زیادہ نہیں ہوتا۔

(۵) شرط یہ ہے کہ فعل تام سے بنے احتراز ہوا فعل ناقص سے جیسے کَانَ وغیرہ لہٰذا مَا اَکْوَنَ زَیْداً قائماً صحیح نہیں بخلاف کوفیین کے کہ وہ قائل جواز ہیں۔

(۶) شرط یہ ہے فعل مثبت سے بنے احتراز ہوا فعل منفی سے جیسے ماضربْتُ زَیْداً

(۷) شرط یہ ہے کہ اس فعل کا صفت مشبہ افْعَلُ کے وزن پر نہ ہو احتراز ہوا ان افعال سے جو الْوان یاعُیُب پر دلالت کرتے ہیں جیسے سوِدَ و عوِرَ کہ ان کا صفت مشبہ اَسْوَدُ و اَعْوَرُ ہے۔

(۸) شرط یہ ہے کہ فعل ماضی معلوم سے بنے احتراز ہوا ماضی مجہول سے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ.

نصیحت

فراموش مکن حق استاد علم — کہ بر همت اوست بنیاد عُلم
اگر در دلت مهر استاد نیست — بدست امید تو جز باد نیست
کسے راکہ محکوم استاد شد — بسے برنیاید کہ مخدوم شد



(تشریح)

(تاشکندی برکافیہ)

هر کہ ناکس بود در اصل وسرشت — بہ تقالب دهر کس نشود .
سگمگس راچون کنی مقلوب — قلب اوجز سگمگس نشود ·

(عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ بحوالہ احسن الوسائل فی معرفۃ الاوائل)

(بدانکہ افعال تعجب دوصیغہ از ہر ثلاثی مجرد باشد)

فعل تعجب کے دوصیغہ ہیں یا تین درج ذیل کتابوں میں تیسرا صیغہ یعنی (فَعُلَ) کو بھی فعل تعجب کا صیغہ کہا گیا ہے

(۱) ابن هشام نے قَطْر میں درج ذیل دوصیغے ذکر کئے ہیں (باب التعجب له صيغتان ما اَفْعَلَهُ و اَفْعِلْ بِه )

مگر ابن ہشام نے شذور الذہب میں (فَعُلَ) کو بھی فعل تعجب کہا ہے (وهى مَا افْعلهُ و افْعِلْ به و فَعُلَ)

(۲) النحو الوافی جلد سوم میں بھی (فَعُلَ) کو فعل تعجب میں شمار کیا گیا ہے (هنـاک صيـغ للتعجب واشهر ها فَعُلَ بضم العين وهو فعل لازم نحو كَبُرَتْ كلمةً تخرج من فم الجاحد وخَبُثَ لفظاً يجرى على لسانه )

(۳) النحو الوافی میں ہے کہ اشمونی میں بھی (فَعُلَ ) کو فعل تعجب کہا گیا ہے ملاحظہ ہو اشمونی جلد دوم کی عبارت (الثـانی التـحـويـل الـى فـعُـلَ بـالـضـم لـقـصـد المبالغة فى المدح والتعجب نحو ضَرُبَ الرجل وفَهُمَ بمعنى مَا اَضْرَبَهُ وما اَفْهَمَهُ)

(۴) ارشاد الصرف میں بھی (فَعُلَ) کو فعل تعجب کہا گیا ہے جیسا کہ فعل تعجب کے گردان میں (ما اضربه واضر وَضَرُبَ)

مگر درج ذیل کتابوں میں وزن (فَعُلَ) کو اصطلاحی فعل تعجب سے نکالا گیا ہے

(۱) الکوکب الدریہ جلد دوم میں ہے (ولَيْـسَ كـل فـعـل افـاد هـذا الـمـعنى بطريق اللزوم يُسَمّٰى فعل تعجب بل المصطلح عليه المبوب له فى النحو صيغتان ) اس کے بعد کتاب مذکور میں ہے (فما فى الشذ ور الـذهب من جعلها ثلاث صيغ عَدّ منها فَعُلَ بفتح الفاء وضم العين كشَرُفَ وحَسُنَ خلاف الاصطلاح كـمـا اشار اليه الرضى لان القصد من شرف وحسن الاخبار بشرفه وحسنه ويلزم منه التعجب منهما بخلاف ما احسن زيدا واحسن به فانه ليس القصد منه الا انشاء التعجب)

(۲) رضی میں ہے (فـعـل التـعـجـب فى اصطلاح النحاة هو ما يكون على صيغة ما افعله وافعل به

## (تشریح)

دالا علی المذکور ولیس کل فعل افاد هذا المعنی یسمی عند هم فعل التعجب)

(۳) جامع الدروس جلداول میں ہے کہ وزن (فَعُلَ) ملحق ہے فعل مدح وذم کے ساتھ (الملحق بنِعْمَ وبئْسَ قد یجری مجری نعم وبئس فی انشاء المدح او الذم کل فِعْل ثلاثی مجرد علی وزن فَعُلَ المضموم العین علی شرط ان یکون صالحاً لان یبنی منه فعل التعجب نحو كَرُمَ الفتی زُهَيْرٌ ولُؤُم الخائِنُ فلان فان لم یکن فی الاصل علی وزن فَعُلَ حَوَّلْتَهُ الیه لان هذا الوزن یدل علی الخصال والغرائز التی تستحق المدح او الذم فتقول فی المدح من كَتَبَ وفَهِمَ كتبت الرجلُ خالد وفهُمَ التلميذُ زُهَيْرٌ) حاصل یہ ہے کہ ثلاثی مجرد بروزن (فَعُلَ) انشاء مدح وذم کے لئے مفید ہے مگر مدح وذم کے ساتھ تعجب کا فائدہ دیتا ہے بلکہ تعجب کا معنی اس میں قوی ہوتا ہے حتی کہ بعض نحاۃ نے اس کو فعل تعجب میں شمار کیا ہے مگر ایسا نہیں بلکہ یہ وزن فعل مدح وذم کے ساتھ ملحق ہے۔

ملاحظہ ہو جامع الدروس کی عبارت (ویفید مایجری مجری نِعْمَ وبئْسَ مع المدح والذم التعجب ومعنی التعجب فیه قوی ظاهر کما رَأيت حتی ان بعض العلماء اَلْحَقَهُ بباب التعجب و الحق انه ملحق ببا بین لتضمنه المعنین) واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم۔

**فائدہ**: ما احسن زید میں (ما) اسمیہ کہلاتا ہے اور علامت ہے تعجب کا اسی وجہ نے اس (ما) کو تعجبیه کہا جاتا ہے اور (اَحْسَنَ) میں جو ہمزہ ہے تعدیہ اور نقل کے لئے ہے اصل میں (حَسُنَ زَيْد) ہے۔ جب اس سے فعل تعجب کا ارادہ کیا گیا تو اسکو متغیر کر کے (ما اَحْسَنَ زَيْداً) ہوا۔

نوادرالاصول شرح فصول اکبری میں ہے کہ تعدیہ کا معنی ہے لازمی باب کو متعدی بنانا اور تہذیب التوضیح جلد دوم میں ہے کہ تعدیہ عبارت ہے اس سے کہ اصل فعل یعنی فعل لازمی کے فاعل کو مفعول بنانا مثلاً ذَهَبَ زَيْدٌ کو جب متعدی بنایا جائے تو (اَذْهَبْتُ زَيْداً) ہوتا ہے اس مثال میں (زیدا) کو جو کہ فعل لازمی میں فاعل تھا فعل متعدی میں مفعول بنایا گیا ہے۔

**فائدہ**: تہذیب التوضیح جلداول میں ہے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ (مااحسن زیدا) میں (ما) اسم ہے کیونکہ ضمیر اَحْسَنَ کا اس کے طرف راجع ہے اور اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ لفظ (ما) مبتدا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ



## (تشریح)

اس کا معنی کیا ہے یعنی موصولہ ہے یا موصوفہ وغیرہ

**فائدہ**: جاراللہ زمخشری نے مفصل میں کہا ہے کہ (ما) اسمیہ چار قسم پر ہے

(۱) موصولہ معرفہ جو بمنزلہ الذی کی ہے

(۲) نکرہ پھر یہ دو قسم پر ہے نکرہ موصوفہ نکرہ غیر موصوفہ جو (شئی) کے معنی میں ہے

(۳) استفہامیہ جیسے وما تلک بیمینک یا موسیٰ

(۴) ان شرطیہ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ماتَفْعل اَفْعلُ (شرح مفصل ج۱)

## (بیان مذاہب ما تعجبیہ میں)

(۱) خلیل اور سیبویہ کے نزدیک (ما) نکرہ تامہ یعنی مانکرہ غیر موصوفہ ہے جو (شئی) کے معنی میں ہے۔ مرفوع محلا بعامل معنوی مبتدا ہے الغرض یہ مانکرہ تامہ ہے جو مستقل ہوتا ہے کسی صفت یا صلہ کے طرف محتاج نہیں مطلب یہ ہے کہ یہ مانکرہ محضہ یعنی نکرہ غیر معین ہے نکرہ مخصصہ نہیں جو صفت وغیرہ کے قید سے اس میں تخصیص ہوتا کہ قریب من المعرفہ ہو۔ یاد رہے اگر (ما) محتاج ہو صلہ کے طرف اسکو معرفہ موصولہ کہتے ہیں اور اگر محتاج ہو صفت کی طرف اسکو نکرہ موصوفہ کہتے ہیں جیسا کہ النحو الوافی جلد سوم کے حاشیہ میں ہے۔ بہرکیف عند سیبویہ وخلیل (ما) بمعنی شئی مرفوع محلا مبتدا ہے اور (اَحْسَنَ) فعل ماضی غیر متصرف جو کہ تعجب کے لئے ہے اس میں ضمیر (هُوَ) مستتر دائمی راجع بطرف مبتدا (زَيْداً) مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر مرفوع محلا بعامل معنوی بتأ ویل مفرد خبر برائے مبتدا تقدیر اس کا ہے (شئی اَحْسَنَ زَيْداً)

(۲) اخفش کے نزدیک (ما) (موصولہ ہے (اَحْسَنَ زَيْداً) یہ جملہ لامحل لها من الاعراب صلہ برائے موصول۔ موصول باصلہ خود یہ ہوا مرفوع محلا بعامل معنوی مبتداء خبر محذوف ہے یعنی (شَيْئٌ عَظِيْمٌ)۔

(۳) ابن درستویہ اور زجاج کے نزدیک (ما) استفہامیہ ہے مرفوع محلا بعامل معنوی مبتدا ہے بعد والا جملہ خبر ہے تقدیر عبارت یوں ہے (اَیُّ شَيْئٍ اَحْسَنَ زَيْداً) (شرح مفصل ابن یعیش ج۲) معلوم ہو کہ صاحب نحو میر نے اسی قول کو پسند کیا ہے جیسا کہ کہا ہے (ما بمعنی ایُّ شئی است)

(۴) ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ (ما) نکرہ موصوفہ ہے بعد والا جملہ صفت ہے موصوف اپنی صفت

## (تشریح)

سے مل کر مبتدا ہے خبر محذوف ہے یعنی (عَظِیم) اصل عبارت یوں ہے (شَیٔ اَحْسَنَ زَیْدا عَظِیم)

**سوال:** مـاحسن زَیْدا میں (ما) مبتدا ہے اور مبتدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرفہ ہو یا قریب من المعرفہ ہو مبتدا قریب من المعرفہ اسوقت ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص ہو اور تخصیص کی چھ قسمیں ہیں جن کو ابن حاجب نے کافیہ میں ذکر کیا ہے الغرض مااَحْسَنَ زَیْداً. میں (ما) جو کہ مبتدا واقع ہے بعض صور میں نکرہ ہے یعنی سیبویہ و خلیل کے قول میں ما نکرہ ہے نیز استفہامیہ و موصوفہ کے صورت میں نکرہ ہے جیسا کہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب جلد اول میں کہا ہے اب سوال یہ ہے کہ (ما) نکرہ کیسے مبتدا واقع ہے؟

**جواب:** یہ ہے کہ سیبویہ و متقدمین نحاۃ نے نکرہ کے مبتدا ہونے کے لئے صرف فائدے کا شرط لگایا ہے یعنی نکرہ کو مبتدا بنانے کی صحت کا مدار فائدہ پر ہے نہ کہ ان تخصیصات پر جن کا نحویوں نے ذکر کیا ہے کہ جن کی توجیہات میں کمزور تکلفات کی حاجت پڑتی ہے لہٰذا اس قول کی بناپر حصول فائدہ کی وجہ سے (کَوْ کَبُ نِ انْقَضَّ السَاعَةَ) (ستارہ ابھی ٹوٹا ہے) بغیر کسی تاویل کے کہنا جائز ہے اور عدم فائدہ کی وجہ سے رَجل قائم کہنا جائز نہیں ہے الغرض یہ قول اقرب الی الصواب ہے اور اسی کو محققین نے پسند فرمایا ہے جیسا کہ شرح جامی میں ہے۔ اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ نکرہ چودہ شرائط کے بعد مفید بنتا ہے ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ نکرہ باوجود اپنے ابہام کے اگر مفید ہے تو اس کا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے جیسا کہ اسماء شرط اور اسماء استفہام و ماتعجبیہ اور کم خبر یہ ہے۔

**فائدہ:** فعل تعجب کا دوسرا صیغہ (اَحْسِنْ بِزَیْدٍ) ہے یہ بھی اصل میں فعل ماضی ہے جیسا کہ منحۃ الجلیل میں ہے جب اس سے تعجب کا ارادہ کیا گیا تو متضمن ہوا تعجب کے معنی کو پھر ماضی سے امر کے طرف منتقل ہوا تا کہ صورت بھی انشاء کا ہو اور اسکے اصل کے طرف مصنف رحمہ اللہ نے اپنے قول (تـقـدیـر ش اَحْسَنَ زَیْد) میں اشارہ کیا ہے بہر کیف (احسن بزیدٍ) اصل میں ماضی ہے جیسا کہ خود مصنف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ (تقدیر ش اَحْسَنَ زَیْد) یعنی اصل اس کا اَحْسَنَ زَیْدٌ ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ (اَحْسِنْ بِـزَیْدٍ) میں ہمزہ صیرورت کے لئے ہے تہذیب التوضیح میں ہے کہ صیرورت کا معنی ہے (شئی کا صاحب شئی ہونا) کہا جاتا ہے (اَوْرقَ الشجر ای صار ذا ورق) اسی صیرورت کے طرف مصنف نے اپنے قول (صار ذا حُسْنٍ) میں اشارہ کیا ہے کہ ہمزہ (اَحْسِنْ) کا صیرورت کے لئے ہے۔



## (تشریح)

**فائدہ:** علامہ زجاجی نے کہا ہے کہ (اَحْسِنْ بزیدٍ) منقول ماضی سے نہیں اور فاعل اس کا (اَحْسِن) میں مستتر ہے اور بِـزَیْدٍ مفعول بہ ہے (حرف باء) مفعول میں زائد ہے اسی قول کو زمخشری نے پسند کیا ہے اور یہ قول کہ احسنُ اصل میں ماضی ہے یہ قول سیبویہ کا ہے اسکو زمخشری نے تعَسُّف سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم

مگر یاد رہے پہلے بھی شاید کہا گیا ہے کہ فعل تعجب کو ماضی کہنا یہ باعتبار اصل کے ہے نہ کہ ابھی بوقت استعمال برائے تعجب کیونکہ ابھی تو معنی اس کا انشاء ہے اور انشاء جیسا کہ غایۃ التحقیق میں ہے عبارت ہے (اثبات امرٍ لم یکن) سے نیز ابن حاجب نے اپنے شرح علی الکافیہ میں کہا ہے (وهذه التقدیرات کلها باعتبار االاصل لاعلی انها الان بهذا المعنی وانما معناها الانشاء کما تقول فی بِعْتُ فعل ماضی یعنی فی الاصل اذا کنت مرادا به معنی الانشاء فکذالک هذا)

نیز النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ فعل تعجب کے ساتھ اگر (کان) یا (یکون) کا لفظ ہے یا کوئی قرینہ ہے تو زمانے پر دلالت کرتا ہے ورنہ عند المحققین فعل تعجب زمانے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ جملہ تعجبیہ کو خالی کیا گیا ہے زمانے سے بلکہ مدلول اس کا صرف انشاء تعجب ہے۔

### فعل تعجب کا معمول اس سے مقدم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ابن عقیل جلد دوم و شرح ابن حاجب میں ہے کہ فعل تعجب کا معمول فعل تعجب سے مقدم نہیں ہوسکتا لہٰذا (مااحسن زیدا) میں (زیدا ما احسن) اور یا (ما زیدا احسن) نا جائز ہے نیز (اَحْسِنْ بزیدٍ) میں (بزید احسن) نا جائز ہے نیز فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان فاصلہ جائز نہیں مگر جار و مجرور اور ظرف سے فاصلہ جائز ہے کہ ان میں توسع ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

**فائدہ:** متوسط شرح کافیہ میں ہے کہ فعل تعجب اس فعل سے بنتا ہے کہ جس سے اسم تفضیل بنے لہٰذا جس فعل سے اسم تفضیل نہ بنے تو اس سے فعل تعجب بھی نہیں بنتا وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں زیادتی کی معنی میں شریک ہیں۔

## (طرز اجراء)

(س) أکَلَ عامل لفظی ہے یا معنوی؟

(ج) عامل لفظی ہے

(س) عامل لفظی کتنے قسم پر ہے اور أکَلَ کون سی قسم ہے؟

(ج) عامل لفظی تین قسم پر ہے حروف۔ افعال، اسماء، أکَلَ فعل عامل ہے

(س) فعل عمل کے لحاظ سے کتنے قسم پر ہے؟

(ج) دو قسم پر ہے اول فعل معروف دوم فعل مجہول

(س) أکَلَ فعل معروف ہے یا فعل مجہول؟

(ج) فعل معروف ہے

(س) فعل معروف کتنے قسم پر ہے؟

(ج) دو قسم پر ہے اول متعدی دوم لازمی

(س) فعل معروف کیا عمل کرتا ہے؟

(ج) فعل معروف خواہ متعدی ہو یا لازمی فاعل کو رفع دیتا ہے پھر اگر لازم ہے تو چھ اسموں کو نصب دیتا ہے اور اگر متعدی ہے تو سات چیزوں کو نصب دیتا ہے

(س) أکَلَ فعل متعدی ہے یا لازمی؟

(ج) فعل متعدی ہے

(س) عمل کے متعلق بتاؤ کہ یہاں اس نے کیا عمل کیا ہے؟

(ج) أکَلَ اپنے فاعل (زید) کو رفع دیا ہے اور اپنے مفعول بہ (الطعام) کو نصب مگر معلوم ہو کہ یہاں علامت رفع ضمہ لفظی ہے اور علامت نصب فتحہ لفظی ہے۔ الحاصل أکَلَ عامل ہے۔ (زید . و طعام) یہ دونوں اسکے معمول ہیں۔

**تنبیہ** : کتاب کی شروع میں جو کہا گیا تھا کہ جملے کے کلمات جب بہت ہوں تو ان کلمات کا آپس میں ایک دوسرے سے جو تعلق ہے ان کو دیکھا جائے کہ کیا کیا تعلق ہے لہٰذا اساتذہ کو چاہئے کہ یہاں بحث عوامل میں مبتدی سے علم نحو میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اس تعلق کلمات سے بھی دریافت کریں۔



## (طرز اجراء)

مثلاً یہاں۔ (أَکَلَ زَیْدُ الطعامَ) میں یہ دریافت کیا جائے کہ یہ تین کلمات ہیں ان کے آپس میں کونسی تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ یہاں (فعل و فاعل اور مفعول بہ) والی تعلق ہے یعنی۔ أکَلَ فعل ہے (زَیْدُ) فاعل۔ (الطعامَ) مفعول بہ ہے۔

(س) زَیْدُ۔ معرب ہے یا مبنی؟

(ج) معرب ہے

(س) معرب کتنے قسم پر ہے اور زید کونسی قسم ہے؟

(ج) معرب دو قسم پر ہے اول فعل مضارع جبکہ دو قسم کی نونات سے خالی ہو دوم اسم متمکن جبکہ ترکیب میں واقع ہو۔ (زید) اسم متمکن ہے جو کہ ترکیب میں یعنی اپنے عامل کے ساتھ ہے

(س) زید۔ معرفہ ہے یا نکرہ؟

(ج) معرفہ ہے

(س) اسم معرفہ کتنے قسم پر ہے زید کونسی قسم ہے؟

(ج) اسم معرفہ سات قسم پر ہے زید علم ہے

(س) زید مذکر ہے یا مؤنث؟

(ج) مذکر ہے

(س) اسم تین قسم پر ہے۔ واحد، تثنیہ، جمع۔ زید کونسی قسم ہے؟

(ج) واحد ہے

(س) زید کا اعراب حرکاتی ہے یا حرفی؟

(ج) حرکاتی ہے۔

(س) اعراب حرکاتی کتنے قسم پر ہے اور زید کا اعراب ان اقسام میں سے کونسی قسم ہے؟

(ج) اعراب حرکاتی پانچ قسم پر ہے زیدٌ کا جو اعراب ہے وہ حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے

(س) زید عامل ہے یا معمول؟

(ج) معمول ہے یعنی فاعل ہے (أکَلَ) کا۔

(طرز اجراء)

(س) الطعام معرب ہے یا مبنی؟

(ج) معرب ہے۔

(س) معرب کتنے قسم پر ہے الطعام کونسی قسم ہے؟

(ج) معرب دو قسم پر ہے الطعام اسم متمکن ہے جو ترکیب میں واقع ہے یعنی اپنے عامل کے ساتھ ہے

(س) اسم معرفہ ہے یا نکرہ؟

(ج) معرفہ ہے

(س) معرفہ کتنے قسم پر ہے اور الطعام کونسی قسم ہے؟

(ج) معرفہ سات قسم پر ہے( الطعام )معرفہ بالف ولام ہے

(س) الطعام اسم مذکر ہے یا مؤنث؟

(ج) مذکر ہے

(س) اسم تین قسم پر ہے واحد تثنیہ جمع یہ کونسی قسم ہے؟

(ج) واحد ہے

(س) الطعام کا اعراب حرکاتی ہے یا حروفی؟

(ج) حرکاتی ہے۔

(س) اعراب حرکاتی کتنے قسم پر ہے اور الطعام کا اعراب ان میں سے کونسی قسم ہے؟

(ج) اعراب حرکاتی پانچ قسم پر ہے الطعام کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے

(س) الطعام عامل ہے یا معمول؟

(ج) معمول ہے یعنی مفعول بہ ہے (اکل) کے لئے

(خُلِقَ الْاِنْسَانُ)

(س) خُلق الانسان لفظ مستعمل ہے یا مہمل؟

(ج) مستعمل ہے۔



(طرز اجراء)

(س) لفظ مستعمل کتنے قسم پر ہے؟

(ج) دو قسم پر ہے مفرد و مرکب

(س) مسئولہ لفظ مفرد ہے یا مرکب؟

(ج) مرکب ہے

(س) کس کس سے مرکب ہے؟

(ج) فعل اور اسم سے

(س) مرکب مفید ہے یا غیر مفید؟

(ج) مرکب مفید ہے

(س) مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) مرکب مفید دو قسم پر ہے جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ مسئولہ لفظ خبریہ ہے

(س) جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) جملہ خبریہ دو قسم پر ہے جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ مذکورہ لفظ جملہ فعلیہ ہے

(س) جملہ میں عمدہ اجزاء دو ہوتے ہیں یعنی مسند الیہ و مسند۔ مسئولہ لفظ میں مسند الیہ کون ہے اور مسند کون؟

(ج) خُلِقَ مسند اَلْاِنْسَانُ مسند الیہ ہے

(س) خلق معرب ہے یا مبنی؟

(ج) مبنی یعنی فعل ماضی ہے

(س) مبنی اصل ہے یا غیر اصل؟

(ج) مبنی اصل ہے یعنی ماضی ہے

(س) خُلق عامل ہے یا غیر عامل؟

(ج) عامل ہے

(س) عامل لفظی ہے یا معنوی؟

## (طرز اجراء)

(ج) عامل لفظی ہے

(س) عامل لفظی کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) عامل لفظی تین قسم پر ہے مسئولہ لفظ فعل عامل ہے

(س) فعل عمل کے اعتبار سے کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) فعل عمل کے لحاظ سے دو قسم پر ہے فعل معروف و فعل مجہول خُلِقَ فعل مجہول ہے

(س) فعل مجہول کیا عمل کرتا ہے؟

(ج) فعل مجہول بجائے فاعل کے مفعول بہ کو رفع دیا کرتا ہے اور باقی منصوبات کو نصب دیتا ہے اور یہاں اَلْاِنْسَانُ کو جو اصل میں مفعول بہ ہے خلق نے اس کو رفع دیا ہے اب نائب فاعل کہلاتا ہے

(س) اَلْاِنْسَانُ معرب ہے یا مبنی؟

(ج) معرب ہے

(س) معرب کتنے قسم پر ہے اور الانسان کونسی قسم ہے؟

(ج) معرب دو قسم پر ہے اسم متمکن جبکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل مضارع بشرطیکہ دو قسم کے نونات سے خالی ہو مسئولہ لفظ اسم متمکن ہے جو کہ اپنے عامل خُلِقَ کے ساتھ ہے۔

(س) مسئولہ لفظ معرفہ ہے یا نکرہ؟

(ج) معرفہ ہے

(س) معرفہ کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) معرفہ سات قسم پر ہے مذکورہ لفظ معرفہ بالف ولام ہے

(س) مسئولہ لفظ مذکر ہے یا مؤنث؟

(ج) اسم مذکر ہے

(س) اسم تین قسم پر ہے۔ واحد تثنیہ اور جمع مذکورہ لفظ ان میں سے کونسی قسم ہے؟

(ج) واحد ہے۔



## (طرز اجراء)

(س) الانسان کا اعراب حرکاتی ہے یا حروفی؟

(ج) اعراب حرکاتی ہے۔

(س) اعراب حرکاتی کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) اعراب حرکاتی پانچ قسم پر ہے مذکورہ لفظ کا اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی ہے

(س) اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی تمام کلام عرب میں کتنے اسماء پر آتا ہے اور مذکورہ لفظ کونسی اسم ہے؟

(ج) اعراب حرکاتی لفظی غیر تبعی تمام لسان عرب میں چار اسماء پر آتا ہے یعنی مفرد منصرف صحیح، منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور اسم منسوب، یہ منفرد منصرف صحیح ہے۔

(س) الانسان . عامل ہے یا معمول؟

(ج) معمول ہے یعنی خُلِقَ کا نائب فاعل ہے

نوٹ : فعل معروف خواہ متعدی ہو یا لازمی اسکے بقیہ معمولات کو اسی طریقے پر دریافت کیا جائے نیز فعل مجہول کے بقیہ معمولات کو اسی مذکورہ طریقہ پر قیاس کیا جائے۔

## لَیْسَ الْحَرُّ شَدِیْدًا

(س) مسئولہ لفظ مستعمل ہے یا مہمل؟

(ج) مستعمل ہے

(س) مفرد یا مرکب؟

(ج) مرکب ہے

(س) مرکب مفید ہے یا غیر مفید؟

(ج) مرکب مفید ہے

(س) مرکب مفید کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) مرکب مفید دو قسم پر ہے جملہ خبریہ و جملہ انشائیہ مذکورہ لفظ جملہ خبریہ ہے

(س) جملہ خبریہ کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) جملہ خبریہ دو قسم پر ہے جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ مذکورہ لفظ جملہ فعلیہ ہے۔

## (طرز اجراء)

(س) لَیْسَ معرب ہے یا مبنی؟

(ج) مبنی ہے

(س) مبنی کتنے قسم پر ہے اور مذکورہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) مبنی آٹھ یا سات قسم پر ہے۔ مسئولہ لفظ فعل ماضی ہے

(س) مبنی اصل ہے یا غیر اصل؟

(ج) مبنی اصل یعنی فعل ماضی ہے

(س) لَیْسَ عامل لفظی ہے یا معنوی؟

(ج) عامل لفظی ہے

(س) عامل لفظی کتنے قسم پر ہے اور مسئولہ لفظ کونسی قسم ہے؟

(ج) عامل لفظی تین قسم پر ہے یعنی۔ حروف عاملہ۔ افعال عاملہ۔ اسماء عاملہ۔ مذکورہ لفظ جو ہے فعل عامل ہے

(س) فعل معروف ہے یا فعل مجہول؟

(ج) فعل معروف ہے

(س) اس فعل کا نام کیا ہے؟

(ج) فعل ناقص

(س) افعال ناقصہ کتنے ہیں نیز یہ بتاؤ کہ مدخول انکا کیا چیز ہے اور عمل بھی بتاؤ؟

(ج) افعال ناقصہ سترہ ہیں مدخول ان کا مبتدا و خبر ہوتا ہے۔ عمل ان کا یہ ہے کہ مبتدا کو رفع دیتے ہیں یہ ان کا اسم کہلاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں یہ ان کا خبر کہلاتا ہے

(س) یہاں لَیْسَ فعل ناقص کا اسم و خبر کون ہیں؟

(ج) اَلْحَر۔ یہ اسم ہے فعل ناقص کی اور۔ شَدِیْدًا یہ خبر ہے فعل ناقص کی

نوٹ: اس جملے میں بقیہ الفاظ یعنی (اَلْحَرُّ اور شَدِیْدًا) کو اس طریقے پر دریافت کیا جائے جیسا کہ ماسبقہ جملوں میں ہوتا تھا یعنی ہر ایک کو الگ الگ دریافت کیا جائے مگر سوال کو معرب و مبنی سے شروع کیا جائے عامل و معمول تک



## (طرز اجراء)

نیز فعل معروف کی بقیہ معمولات جیسے مفعول مطلق مفعول فیہ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز مفعول معہ وغیرہ کو ماسبق طرز پر دریافت کیا جائے مثلاً ایک ایسے جملے سے سوال کہ اسمیں فعل و فاعل کے بعد مفعول مطلق یا منصوبات میں سے کوئی اور معمول ہو تو آخر میں یوں سوال کیا جائے کہ فعل معروف اگر متعدی ہے فاعل کو رفع اور سات چیزوں کو نصب دیتا ہے یہاں اس فعل معروف نے کیا عمل کیا ہے؟ تو جواب میں کہا جائے کہ اس فعل معروف نے فاعل کو رفع دیا ہے اور مفعول مطلق کو نصب دیا ہے اور فاعل و مفعول میں سے ہر ایک کی تعین بھی کرے کہ یہ فاعل ہے اور یہ فلان مفعول ہے۔

اور نیز بقیہ عوامل جیسے فعل لازمی۔ افعال مقاربہ۔ افعال مدح وذم وغیرہ کو ماسبقہ طرز پر دریافت کی جائیں۔

مگر معلوم ہو کہ بار بار مبتدی سے مختلف عوامل و معمولات کی متعلق دریافت کیا جائے اس طرز سے ایک تو گذشتہ اسباق خوب ذھن نشین ہوں گے دوم عوامل اوران کے معمولات میں مہارت ہوتی ہے۔

## ﴿ نحو میر ﴾

باب سوم در عمل اسماء عاملہ و آن یازدہ قسم ست اول اسماء شرطیہ بمعنی اِنْ و آن نو است مَنْ و مَا و اَیْنَ و مَتٰی و اَیٌّ و اَنّٰی و اِذْ مَا و حَیْثُمَا و مَهْمَا فعل مضارع را بجزم کنند چون مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ و مَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ و اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ و مَتٰی تَقُمْ اَقُمْ و اَیَّ شَیْءٍ تَاْکُلْ اٰکُلْ و اَنّٰی تَکْتُبْ اَکْتُبْ و اِذْ مَا تُسَافِرْ اُسَافِرْ و حَیْثُمَا تَقْصِدْ اَقْصِدْ و مَهْمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ.

## (طرز المبتدی)

(قوله باب سوم در عمل اسماء عامله) یعنی تیسرا باب اسماء عامل میں ہے اور اسماء عاملہ کی گیارہ قسمیں ہیں اول اسماء شرطیہ جو اِنْ کے معنی میں ہوتے ہیں اور وہ نو ہیں مَنْ. مَا. اَیْنَ. مَتٰی. اَیٌّ. اَنّٰی. اِذْمَا. حَیْثُمَا. مَهْمَا. مدخول ان اسماء کی دو فعل ہوتے ہیں۔ عمل ان اسماء کی یہ ہے کہ دونوں فعلوں کو جزم دیتے ہیں، معرب کو لفظاً مبنی کو محلاً اور فعل اول کو شرط اور فعل دوم کو جزاء کہتے ہیں جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ (تو مارے گا میں بھی ماروں گا) و مَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ (جو کچھ تو کرے گا میں بھی کروں گا) وَاَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ (جس جگہ تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا) و مَتٰی تَقُمْ اَقُمْ (جس وقت تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا)۔

## (طرز المبتدی)

| | |
|---|---|
| و ايّ شَيءٍ تأكُل اَكُلْ | (جس چیز کو تو کھائے گا میں بھی کھاؤں گا) |
| و انّٰی تکتُبْ اَکتُبْ | (جس جگہ تو لکھے گا میں بھی لکھوں گا) |
| و اِذْ ماتسافِرْ اُسافِر | (جس وقت تو سفر کرے گا میں بھی سفر کروں گا) |
| و حَیثُما تقصِدْ اَقصِدْ | (جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی کروں گا) |
| و مَهما تقعُدْ اَقعُدْ. | (جس وقت تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا) |

**فائده** . اسماء شرطیہ کو (کَلِمُ المُجازَاتُ) بھی کہتے ہیں اور (مجازات) باب مفاعلت کا مصدر ہے ہفت اقسام میں ناقص یائی ہے بمعنی (جزاء اور بدلہ دینا) چونکہ اسماء شرطیہ جزا کو چاہتے ہیں اس لئے ان کو کَلِمُ المجازات کہتے ہیں۔

## (تشریح)

(اول اسماء شرطیہ) ان کو کلم المجازات بھی کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: (۱) بدر منیر شرح نحو میر میں ہے کہ (کلم) جمع کلمۃ کی ہے اور (مجازات) باب مفاعلت کا مصدر ہے اور ناقص یائی ہے بمعنی (جزاء و بدلہ دینا) چونکہ یہ کلمات جزاء کو چاہتے ہیں اس لئے ان کو کلمات المجازات کہتے ہیں۔

(۲) عنایت اللہ شرح کافیہ میں ہے (ویجزم المضارع کلم المجازات حروفا کانت او اسماء ای کلمات تدل علی کون احد الجملتین جزاءً للاخر فالمجازات بمعنی الجزاء).

(۳) عصام شرح کافیہ میں ہے (و کلم المجازات المجازات هی الجزاء علی مافی القاموس ای کلم یقتضی الجزاء کاضافة الادواة فی قولهم اداة الشرط)

(۴) نحو میر کے حاشیہ میں ہے (وآن را کلم المجازات هم گفته اند و کلم المجازات بمعنی کلمات الشرط والجزاء)

(۵) غایۃ التحقیق شرح کافیہ میں ہے (و کلم المجازات ای کلمات الشرط و الجزاء)

(بمعنی اِنْ) مطلب یہ ہے کہ یہ اسماء اس وقت فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں کہ معنی (اِنْ) پر مشتمل ہوں حاشیہ نحو میر میں معنی اِنْ کے بارے میں کہا گیا ہے (بمعنی ان کہ آن سببیت اول برائے ثانی است) یعنی معنی (اِنْ) سے مراد یہ ہے



## (تشریح)

کہ فعل اول فعل ثانی کے وجود کیلئے سبب ہو فعل اول کو شرط اور فعل ثانی کو جزاء کہا جاتا ہے اور جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ اسماء شرطیہ مبنی بھی اس وجہ سے ہیں کہ وہ متضمن ہیں معنی (ان) کو (وهی یعنی اِنْ ام الابواب وغیرها مما یجزم فعلین انما جز مها لتضمنه معناها فان قلت من یزرنی اُکرِمْهُ فالمعنی ان یزرنی احد اکرمه ولذالک بنیت ادوات الشرط لتضمنها معناها)

حاصل یہ ہے کہ یہ اسماء اگر معنی (اِنْ) پر مشتمل نہ ہوں تو وہ مضارع کو جزم نہیں دیتے مثلاً (مَنْ) اگر موصولہ ہو یا استفہامیہ ہو تو وہ مضارع کو جزم نہیں دیگا۔

شرح مفصل جلد دوم میں ہے کہ یہ کلمات اگر معنی اِن پر مشتمل نہ ہوں تو جزم نہیں دیتے بلکہ اس وقت اسم موصول یا استفہام اور یا ظرف ہوں گے۔

(و آن نه است) یعنی اسمائے شرطیہ نو ہیں، انہی کو زمخشری نے انموذج میں بھی ذکر کیا ہے۔ مگر ابن حاجب وغیرہ نے نو کلمات سے زیادہ ذکر کئے ہیں۔

(فعل مضارع را بجزم کنند) یعنی یہ نو کلمے ان شرطیہ کے معنی پر شامل ہونے کی وجہ سے مضارع کو جزم دیتے ہیں اور ہمیشہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں پہلا جملہ شرط اور دوسرا جزا کہلاتا ہے۔ شرح مأۃ عامل میں ہے (و تدخل علی الفعلین ویکون الفعل الاول سببا للفعل الثانی ویسمی الاول شرطا والثانی جزاءً)

اور ابن عقیل جلد دوم میں ہے (یقتضین جملتین احداهما وهی المقدمة تسمی شرطا والثانیة وهی المتأخرة تسمی جزاء و یجب فی الجملة الاولیٰ ان تکون فعلیة واما الثانیة فالاصل فیها ان تکون فعلیة و یجوز ان تکون اسمیة نحو اِنْ جَاءَ زَیْدٌ فَلَهُ الْفَضْلُ)

اور شرح الشرح مأۃ عامل میں ہے کہ ان کلمات کی جزاء جملہ اسمیہ بھی ہوتا ہے (ولا شک فی صحة وقوع جزاء هذه الاسماء جملة اسمیة کما قال اللّٰه مَنْ قَتَلَ مؤمناً متعمدا فجزاءه جهنم)

### ﴿شرط اور جزاء اگر جملہ فعلیہ ہوں تو ان میں چار صورتیں ہیں﴾

ابن عقیل جلد دوم میں ہے (اذا کان الشرط والجزاء جملتین فعلیتین فیکونان علی اربعة انحاء) وہ چار صورتیں درج ذیل ہیں (۱) یہ کہ دونوں فعل ماضی ہوں جیسے مَنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (۲) یہ کہ دونوں فعل مضارع ہوں

## (تشریح)

جیسے مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِب (۳) یہ کہ اول ماضی اور جزاء مضارع ہو جیسے مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ.

(۴) یہ کہ اول یعنی شرط مضارع ہو دوم یعنی جزاء ماضی ہو جیسے (قولہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَّقُمْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ) شرح مأۃ عامل میں ہے کہ شرط اور جزاء اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا ان میں سے اول مضارع اور دوسرا فعل مضارع نہ ہو تو فعل مضارع میں جزم واجب ہے، یاد رہے کہ مضارع میں جزم لفظاً اور ماضی میں محلاً ہوتا ہے جیسا کہ علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے (ثم الفعلان ان کان مضارعین فالجزم للفظھما او مَاضیین فالجزم لمحلھما او مختلفین ماضیاً او مضارعاً او عکسہ فلکل مما حکمہ) اور علامہ مکودی نے شرح الفیہ میں کہا ہے (فاما الماضی الواقع شرطاً او جزاء فھو فی موضع جزم لانہ مبنی لایظھر فیہ اعراب واما جزم المضارع فلا اشکال فیہ شرطا کان او جزاء فی الاوجہ الاربعة ویجوز رفع المضارع اذا کانَ جزاءً)

<u>فائدہ</u>: علامہ ابو زید مکودی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ صیغہ ماضی اگر شرط یا جزاء واقع ہو وہ بمعنی ماضی نہیں ہوتا بلکہ وہ مستقبل کے معنی میں ہوتا ہے (و معنی الماضی الواقع شرطاًو جواباً الاستقبالُ فھو ماضٍ لفظاًمستقبل معنی و لذالک تقول اِنْ قامَ زَیْدٌ غداً قُمْتُ بَعْدَ غدٍ)

اور علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں بھی اسی طرح کہا ہے (ولا یکون ماضی المعنی لانہ مفروض حصولہ فی المستقبل فیمتنع مضیہ فلا تقول اِنْ قامَ زَیْدٌ اَمْس واما قولہ تعالیٰ اِنْ کنتُ قُلْتُہٗ فقد عَلِمْتَہٗ فالمعنیٰ اِنْ تَبَیَّنَ اَنِّیْ کُنْتُ قُلْتُہٗ) مزید تفصیل کیلئے حاشیہ خضری ملاحظہ ہو۔

(۱) حاشیہ ابی النجا میں ہے (والاول من الفعلین یُسَمّٰی فعل الشرط والاضافة بیانیة و جعل شرطا لانہ علامة علیٰ وجود الثانی والشرط فی اللغة العلامة والثانی من الفعلین یُسَمّٰی جواب الشرط وجزائہ تشبھالہ بجواب السوال و بجزاء الاعمال لانہ یقع بعد الوقوع الشرط کما یقع الجواب بعد السوال والجزاء بعد الفعل المجازی علیہ)

(۲) حاشیہ صبان میں ہے (قال ابو حیان التسمیة بھما مجاز فان الجزاء الثواب او العقاب علی فعل والجواب ما وقع فی مقابلة کلام السائل لکن لما اشبہ الفعل الثانی فی ترتبہ علی الاول الجزاءَ



## (تشریح)

والجواب سُمِّیَ جزاءً و جواباً)

(۳) خضری جلد دوم میں ہے (فاما التسمیة بھا مجاز فی الاصل ثم صار حقیقة عرفیة) یعنی لغت میں اگرچہ جزاء بمعنی ثواب ہے اور جواب سائل کی کلام کے مقابل میں آتا ہے مگر اب فعل ثانی کو جزا اور جواب کہنا یہ حقیقت اصطلاحیہ وعرفیہ ہے یعنی یہ اطلاق اب علم نحو کے اصطلاح میں حقیقت ہے۔

### (کلمات شرط چار قسم پر ہیں)

(۱) تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے (جازم الفعلین وھو اربعة انواع. حرف باتفاق وھو اِنْ، وحرف علی الاصح وھو اذ ما. واسم باتفاق وھو مَنْ و مَا و مَتٰی و اَيّ و اَیْنَ واَیَّانَ و اَنّٰی و حُیْثُما و کیفما واسم علی الاصح وھو مَھْمَا)

(۲) القواعد الاساسیہ میں ہے (وکل ھذہ الادوات اسماء ما عدا اِنْ فھی حرف واختلف فی اذ ما فعدّھا بعض النحاة اسماً و عَدَّھا بعضھم حرفاً)

### (کلمات شرط لحوق ما کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں)

تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے (فائدة) ادوات الجزم فی لحاق ما علی ثلاثة اَضْرب ضَرْبٌ لا یجزم الا مقترنا بما وھو حیثُ و اِذْ و ضَرْبٌ لا تلحقلہ ما وھو مَنْ. ومَا. ومَھْمَا. و اَنّٰی و ضَرْبٌ یجوز فیہ الامران وھو اِنْ و اَيّ و مَتٰی وَاَیْنَ و اَیَّانَ)

### (اسماء تسعہ کے مواقع استعمال)

معلوم ہو کہ درج ذیل تفصیل شرح مأۃ عامل سے منقول ہے

(۱) مَنْ یہ صرف ذوی العقول ہی میں استعمال ہوتا ہے مثال مَنْ یُّکْرِمْنِیْ اُکْرِمْہُ.

(۲) **مَا** یہ بیشتر غیر ذوی العقول میں استعمال ہوتا ہے جیسے ما تَشْتَرِ اَشْتَرِ ای اِنْ تَشْتَر الفرس اَشْتَر الفرس.

(۳) اَيّ یہ ذوی العقول ہی میں استعمال ہوتا ہے اور اسکے لئے اضافت لازم ہے جیسے اَیُّھُمْ یَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْہُ ای اِنْ یَّضْرِبْنِیْ زَیْدٌ اَضْرِبْہُ واِن یَّضْرِبْنِیْ عَمْرٌ و اضْرِبْہُ.

## (تشریح)

تنبیہ : اَيّ ایک اسم مبہم ہے اس کا ابہام مضاف الیہ سے رفع ہوتا ہے مثلاً اَيّ کا اردو ترجمہ کون۔کونسا، جونسا ہے اس میں انسان، حیوان، وقت، مکان سب شامل ہیں، کونسا آدمی، کونسا جانور، کونسی جگہ، کونسا وقت جب یوں کہا جائے اَيُّهُم اِضْرِبْنِیْ یا اَيُ الفرس یااَیّ حِیْنٍ یااَیُّ مکان ،تب معلوم ہوگا کہ یہاں فلان چیز مراد ہے جب اَیٌّ میں ابہام مضاف الیہ سے رفع ہوتا ہے تو یہ کہنا کہ اَيّ صرف ذوی العقول ہی میں مستعمل ہے یہ بیجا معلوم ہوتا ہے بلکہ استعمال اس کا عام ہے لہٰذا اس میں صلاحیت عاقل غیر عاقل، ظرف زمان وظرف مکان سب کا ہے جیسا کہ شرح الشرح ماۃ عامل میں ہے ( لا اَدْرِیْ من این اخذ هذاالحکم و قد شاع استعماله فی غیر ذوی العقول نحو ایاما تدعُوا فله الاسماء الحسنی ایما الاجلین قضیتُ فلا عُدْوَان عَلَیَّ وفی شرح اللباب اَيّ اسم مبهم مُبَیَّنٌ بالمضاف الیه فقد یضاف الی الاشخاص نحو اَیُ رَجُلٍ یاتِیْنِیْ اُکرمه والی المکان نحو اَیَّ مکَانٍ تجلس فیه اجلس فیه والی الزمان نحو اَیَ حَیْنٍ تقدم فیهاا کرمک)

اور علامہ فاکھی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے (وَاَيّ بالتشدید موضوع بحسب ما یضاف الیه فتکون لمن یعقل فی نحو ایهم یقم اقم معه ولما لا یعقل فی نحو اَیَ الدّواب ترکب ارکب وللمکان فی نحو اَیَ مکان تجلس اجلس وللزمان فی نحو اَیَ یوم تصم اصم معک)

فائدہ :اَیُّ کا مضاف الیہ کبھی حذف ہوتا ہے اس کے عوض میں تنوین آتا ہے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے ( وقد یحذف المضاف الیه فیلحقها لتنوین عوضا منه کما فی الآیته الکریمة اذا التقدیر ای اسم تدعُوا )

(۴) اَیْنَ یہ مکان کیلئے آتا ہے جیسے اَیْنَ تَجْلِسُ اَجْلِسُ.

(۵) مَتٰی یہ زمانہ کیلئے آتا ہے جیسے مَتٰی تذهبُ اَذْهَبُ.

(۶) اَنّٰی یہ مکان کیلئے آتا ہے جیسے اَنّی تَکُنْ اَکُنْ ای ان تکن فی البلد اکن فی البلد وان تکن فی البادیة اکن فی البادیة.

(۷) اِذْ مَا . شرح الشرح ماۃ عامل میں ہے کہ (اِذْ مَا) سیبویہ کے نزدیک بمثل (اِنْ) شرطیہ کے حرف ہے مگر



## (تشریح)

مبرد وابن السراج کے نزدیک ظرف ہے الحاصل (فهی اما بمعنی اِنْ او بمعنی مَتٰی قال الشاعر مصرع

اذما دخلتَ علی الرسول فقل له ای اِنْ دخلتَ او مَتٰی دخَلتُ

وفی شرح اللباب ومن العوامل اذ وحیث مکفوفین بِمَا فالاول للزمان والثانی للمکان )

نیز القواعد الاساسیہ میں ہے ( واختلف فی اذ ما فعدَّها بعض النحاة إسماً و عَدَّها بعضهم حرفاً).

(۸) و حَیْثُمَا . مکان کیلئے آتا ہے یعنی ظرف مکان ہے جیسے حَیْثُمَا تَقْعُدْ اَقْعُدْ (جہاں تم بیٹھو گے وہاں میں بیٹھوں گا)

(۹) مَهْمَا . زمان کیلئے آتا ہے جیسے مَهْمَا تَذْهَبْ اَذْهَبْ (جس وقت تم جاؤ گے میں بھی جاؤں گا)

### (اسمائے شرط کو صدر کلام یعنی کلام کے ابتداء میں آنا ضروری ہے)

(۱) سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع اور اس کی شرح ہمع الہوامع میں کہا ہے ( مسئلة البصریون قالوا لاداة الشرط الصدر ای صدر الکلام فلا یسبقها معمول معمولها ای لایجوز تقدیم شئی من معمولات فعل الشرط ولا فعل الجواب علیها لانها عندهم کاداة الاستفهام وما النافیة ونحو هما مما له الصدر ولا یعمل ما قبلها فیما بعدها وانما تقع مستانفة او مبنیة علی ذی خبر او نحوه) مزید تفصیل کیلئے ہمع الہوامع ملاحظہ ہو۔

(۲) القواعد الاساسیہ کے حاشیہ میں ہے ( واسماء الشرط لها صدر الکلام فلا یعمل فیها ما قبلها الا اذا کان حرف جر او مضافا فان عمل فیها غیر ذالک بطل عملها و خرجت عن الشرطیة نحو اِنَّ مَن یطلب یجد)

### (کبھی فعل شرط حذف بھی ہوتا ہے)

القواعد الاساسیہ میں ہے ( ویحذف فعل الشرط بعد اِنْ المدغمة فی لا نحو تکلّم بخیر والا فاسکُتْ ای وان لا تتکلم بخیر فاسکت)

### (کبھی جواب بھی حذف ہوتا ہے)

القواعد الاساسیہ میں ہے ( ویحذف جواب الشرط اذا دل علیه دلیل و یشترط فی ذالک ان یکون الشرط ما ضیا لفظا نحو انت فائز ان اجتهدتَ او معنی نحو سَتَنْدِمُ ان لَمْ تجتهد )

(تشریح)

اس وقت ماقبل والا جملہ عوض ہوگا جزا کا (انما یعتاض عن جواب الشرط فی مثل ذالک بالجملة التی تقدمته فیقدر له مثلها ونکته لا یجوز التصریح بالمقدر لا متناع الجمع بین العوض والمعوض عنه)

حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (وما یتقدم علی الاداة من شبه الجواب فهو دلیله والجواب محذوف لاهو الجواب نفسه خلافاً للکوفیین)

(کبھی شرط اور جزاء دونوں حذف ہوتے ہیں)

القواعد الاساسیہ میں ہے (وقد یحذف الشرط والجواب معاً ویبقی شیئی من متعلقاتهما نحو من سَلَّمَ علیک فَسَلِّمْ علیه والّا فلا ای و من لم یسلم علیک فلاتسلم علیه)

(اسمائے شرطیہ کا اعراب یعنی اسمائے شرطیہ ترکیب میں کیا واقع ہوتے ہیں)

اسمائے شرطیہ میں اعراب اور ترکیب کو درج ذیل چار کتابوں سے نقل کیا گیا ہے لہذا تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) جامع الدروس جلد دوم میں ہے (ادوات الشرط منها ما هو حرف وهما إنْ و إذْمَا علی خلافٍ فی اذ ما کما تقدم و منها ماهو اسم مُبْهم تَضَمَّنَ معنی الشرط وهی مَن و مَا و مَهْمَا و اَيٌّ و کیفما ومنها ما هو ظرف زمانٍ تَضَمَّنَ معنی الشرط وهی اَیْنَ و اَنّی و اَیَّانَ و مَتی و اِذْ و منها ماهو ظرف مکان تَضمن معنی الشرط وهی حیثما، فما دَلَّ علی زمان او مکان فهو منصوب محلا علی انه مفعول فیه لفعل الشرط. و مَنْ و ما و مهما ان کان فعل الشرط یطلب مفعولاً به فهی منصوبة محلاً علی انها مفعول به له نحو ما تُحَصِّلُ فی الصِّغَر ینفعک فی الکبر من تجاور فاحسِنْ اِلَیْه مَهْمَا تَفْعَلْ تُسْأل عنه وان کان لازماً او متعدّیاً استوفی مفعوله فهی مرفوعَةٌ محلاً علی انها مبتداءٌ و جملة الشرط خبرهٗ نحو ما یجیءُ به القدر فلا مَفَرَّ مِنْه من یَجُدْ یجدْ مهما ینزل بک من خطب فاحتمله ما تَفْعَلْهُ تَلْقَهُ مَنْ تَلْقَهُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ مهما تفعلوه تجدوه و کیفما تکون فی موضع نصبٍ علی الحال من فاعل فعل الشرط نحو کیفما تکن یکن ابناؤک واَيٌّ. تکونُ بحسبِ ما تُضاف الیه فان اُضِیْفَتْ الی زمانٍ او مکان کانت مفعولاً فیه نحو اَيَّ یَوْمٍ تَذْهَبْ اَذْهَبْ اَيّ بلدٍ تسکن اسکن وان اُضیفت الی مصدر کانت مفعولاً مطلقاً نحو اَیَّ اِکرامٍ تکرِم اُکرِمْ وان اُضیفت الی غیر الظرف والمصدر فحکمها



(تشریح)

حکم مَنْ ومَا و مَهْمَا. فتکون مفعولاً به فی نحو ایَّ کتابٍ تقرأ تستفد و مبتدا فی نحو اَیُّ رَجلٍ یَجُدْ یَسُدْ اَیُّ رجلٍ یخدمْ اُمَّتَهُ تَخْدُمْهُ)

فائده: تمام کلمات شرط مبنی ہیں بغیر اَیٌّ کے جیسا کہ جامع الدروس میں ہے (و کُلُّ ادوات الشرط مبنیة الا اَیّاً فهی معرَبةٌ بالحرکات الثلاث مُلا زِمةً للاضافة الی المفرد کما رأیتَ)

(۲) سبیل الهدی حاشیہ قطر الندی میں ہے (اعلم ان ادوات الشرط الاحدی عشرة المذکورة تنقسم الی اربعة اقسام الاول ما هو حرف باتفاق جمیع النحاة وهو اِنْ والثانی ما هو مختلف فیه والراجح کونه حرفا وهو اذما. والثالث ماهو مختلف فیه والراجح انه اسم وهو مهما والرابع ما هو اسم باتفاق جمیع النحاة وهو الباقی.

ثم اعلم ان ما هو اسم سواء کان متفقا علی اسمیته ام مختلفا فیها: اما ان یدل علی ظرف نحو این و متی و ایَّان و حیثما فهو فی محل نصب علی الظرفیة و متعلقه فعل الشرط واما ان یدل علی حدث و ذالک یتصور فی اَیّ وفی مَا لان اَیّاً بحسب ما تضاف الیه وهی قد تضاف الی مصدر نحو اَیَّ ضرب تضرب اضرب ولان ما موضوعة لما لا یعقل و قد یکون ما لا یعقل حدثاً و قد قال المُعْرِبُوْنَ فی قوله تعالیٰ ما ننسخ من آیة ان التقدیر ای نَسْخٍ نَنْسخ وهی حینئذٍ مفعول مطلق فان لم تدل الاداة علی ظرف ولا حدث فاما ان یکون الذی بعدها فعلا لازما واما ان یکون فعلاً متعدیا فان کان الذی بعدها فعلا لازماً نحو من یخرج اخرج معه فالاداة حینئذ فی محل رفع مبتداء وان کان ما بعدها فعلا متعدیا فاما الا یستوفی مفعوله واما ان یستوفیه فان لم یستوف مفعوله نحو من تخاصم اخاصم فالاداه حینئذ فی محل نصب مفعول به لفعل الشرط. وان استوفی مفعوله نحو من تُخاصمه اخاصمه فهو من باب الاشتغال ومعنی ذالک انه یجوز اعرابه مبتداء فالجملة بعده فی محل رفع خبره و یجوز اعرابه مفعولا به لفعل محذوف یفسره المذکور فالجملة بعده لا محل لها مفسرة)

(۳) تهذیب التوضیح جلد اول میں ہے (و حاصل اعراب اسماء الشرط ان الاداة ان وقعت بعد حرف

## (تشریح)

جر او مضاف فهی فی محل جر نحو عَمّا تسال اسال و خادم من تکلم اکلم وان وقعت علی زمان او مکان فهی فی محل نصب علی الظرفیة لفعل الشرط ان کان تاماً و لخبره ان کان ناقصا وان وقعت علی حدث فمفعول مطلق لفعل الشرط نحو اَیَّ عمل تعمل اعمل او علی ذات فان کان فعل الشرط لازماًاو متعدیا واستوفی معموله فهی مبتداء خبره علی الاصح جملة الجواب وان کان متعدیا غیر مستوف لمفعوله فهی مفعول )

(۴)المصباح المنیر شرح نحو میر میں ہے(فائدہ : یادرکھو کہ اسمائے شرطیہ میں سے مَنْ : ما. اَی کے اعراب تین ہو سکتے ہیں اول ان کو مرفوع پڑھا جائے اس وجہ سے کہ یہ مبتداء قرار دیئے جائیں۔ دوم منصوب پڑھا جائے اس وجہ سے کہ ان کو فعل شرط جو ان کے بعد مذکور ہے ان کا مفعول بہ مقدم قرار دیا جائے۔ سوم ان کو مضاف الیہ بنایا جائے یا ان پر حرف جر داخل کیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں یہ مجرور ہوں گے جیسے بـایّهِم اقتدیتُم اهدیتُم بمن تاکل اکل اور ان کے سوا دوسرے اسماء شرطیہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اول مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوں جیسے متی تقعد اقعد دوم ان اسماء پر حرف جر داخل کرنے سے مجرور ہوں۔

## (تتمة)

(۱)اِنْ اداۃ شرط میں اُمّ الباب کہلاتا ہے اس کی وجہ سیوطی رحمہ اللہ نے الاشباہ والنظائر جلد دوم میں یوں ذکر کی ہے (اِنْ اصل ادواة الشرط و اُمُّ الباب قال ابن یعیش لانها تدخل فی مواضع الجزاء کلها و سائر حروف الجزاء لها مواضع مخصوصة فمَنْ شرط فی مَنْ یعقل و متٰی شرط فی الزمان ولیست ( اِنْ) کذالک بل تاتی شرطا فی الاشیاء کلها)

(۲)القواعد الاساسیہ وغیرہ میں ہے ( وقد تستعمل ان بعد واو الحال لمجرد الوصل والربط فتستغنی عن الجواب نحو زَیْد واِنْ کثر ماله بخیل و یقال لها حینئذٍ اِن الوصلیة)

(۳) سیوطی رحمہ اللہ نے الاشباہ والنظائر جلد دوم میں کہا ہے کہ وہ کونسا عامل ہے جس میں اس کا معمول عامل ہو ( وای عامل یعمل فیه معموله )



## (تشریح)

بعد میں کہا ہے کہ وہ ادواۃ شرط ہیں ( ادواة الشرط فانها تعمل فی الافعال الجزم والافعال تعمل فیها النصب )

(۴) کلمات شرط لحوق ما کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں۔ تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے ( فائدة) ادواة الجزم فی لحاق ما علی ثلاثة اَضْرُبٍ ضَرْبٌ لایجزم الا مقترنا بما وهو حیث واِذْ و ضَرْبٌ لا تلحقه ما وهو مَنْ وَمَا ومَهْمَا و اَنّٰی و ضَرْبٌ یجوز فیه الامران وهو اِنْ و اَیٌّ و مَتٰی واَیْنَ وَاَیَّانَ)

### (شرط اور جزاء کی وجہ تسمیہ)

(۱) حاشیہ ابی النجا میں ہے ( والاول من الفعلین یسمی فعل الشرط والاضافة بیانیة و جعل شرطا لانه علامة علی وجود الثانی والشرط فی اللغة العلامة والثانی من الفعلین یسمی جواب الشرط و جزائه تشبها له بجواب السوال و بجزاء الاعمال لانه یقع بعد وقوع الشرط کما یقع الجواب بعد السوال والجزاء بعد الفعل المجازی علیه )

(۲) حاشیہ صبان میں ہے ( قال ابو حیان التسمیة بهما مجاز فان الجزاء الثواب او العقاب علی فعل والجواب ما وقع فی مقابلة کلام السائل لکن لما اشبه الفعل الثانی فی ترتبه علی الاول الجزاء والجواب سمی جزاء وجواباً)

(۳) حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے(فالتسمیة بهما مجاز فی الاصل ثم صار حقیقة عرفیة ) یعنی لغت میں اگرچہ جزاء بمعنی ثواب ہے مگر اب فعل ثانی کو جزاء کہنا حقیقۃ عرفیہ ہے یعنی اصطلاح نحو میں اب فعل ثانی کو جزاء کہنا یہ حقیقت ہے۔

تنبیہ : شرط اور جزاء کے بعض ضروری مسائل باب اول کے آخر میں حروف جوازم کی بحث میں ذکر کئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

### ﴿ نحو میر ﴾

دوم اسمائے افعال بمعنی ماضی چون هَیْهَاتَ و شَتَّانَ و سَرْعَانَ اسم رابنا برفاعلیت برفع کنند چون هَیْهَاتَ یَوْمُ الْعِیْدِ ای بَعُدَ سوم اسمائے افعال بمعنی امر حاضر چون رُوَیْدَو بَلْهَ و حَیَّهَلْ و عَلَیْکَ و دُوْنَکَ و هَا اسم رانصب کنند

﴿نحو میر﴾

بنابر مفعولیت چون رُوَیْدَ زَیْداً ای اَمْهِلْه.

(طرز المبتدی)

(قوله دوم اسمائے افعال بمعنی ماضی ) یعنی اسمائے عاملہ میں سے دوسرے اسمائے افعال ہیں جو ماضی کے معنی میں آتے ہیں جیسے ھَیْھَاتَ شَتَّانَ اور سَرْعَانَ.

عمل ان کا یہ ہے کہ اسم کو فاعل ہونیکی وجہ سے رفع دیتے ہیں جیسے ھَیْھَاتَ یَوْمُ الْعِیْدِ (عید کا دن دور ہو گیا) اس مثال میں ھَیْھَاتَ اسم فعل بَعُدَ ماضی کے معنی میں ہے اور (یومُ ) کو رفع دیا ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اور شَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ ماضی کے ہے، کہا جاتا ہے شَتَّانَ زَیْدٌ یعنی افترق زَیْدٌ (زید جدا ہو گیا) اور سَرْعَانَ بمعنی سَرُعَ (تیز ہوا) از باب شَرُفَ ، کہا جاتا ہے سَرُعَ زَیْدٌ خُرُوْجاً (تیز ہوا زید از روئے نکلنے کے یعنی زید تیزی سے نکلا)

(قوله سوم اسمائے افعال بمعنی امر حاضر ) یعنی اسمائے عاملہ میں سے سوم اسمائے افعال بمعنی امر حاضر ہیں جیسے رُوَیْدَ . بلہ. حَیَّھَلْ . عَلَیْکَ. دُوْنَکَ اور ھَا مدخول ان اسماء کا اسم ہے اور عمل ان کا یہ ہے کہ اسم ظاہر کو نصب دیتے ہیں مفعول بہ ہونے کی وجہ سے جیسے رُوَیْدَ زَیْداً ای اَمْھِلْهُ (اس کو مہلت دے )

(تشریح)

(قولہ دوم اسماء افعال بمعنی ماضی ) تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے کہ اسم فعل وہ لفظ ہے جو قائم مقام ہوتا ہے فعل کا معنی اور عمل میں ( اسم الفعل ما ناب عن الفعل فی المعنی و العمل لم یتاثر بالعوامل ولم یکن فضلة کشتانَ و صَهْ و اَوَّهْ)

اور جامع الدروس جلد اول میں ہے ( اسم الفعل کلمة تدل علی مایدل علیه الفعل غیر انها لا تقبل علامَتَهُ)

اور سیوطی رحمہ اللہ نے ہمع الھوامع میں کہا ہے ( ھی اسماء قامت مقامها ای مقام الافعال فی العمل غیر متصرفة لا تصرف الافعال اذلا تختلف ابنیتها لاختلاف الزمان ولا تصرف الاسماء اذ لا یسند الیها فتکون مبتداة او فاعلة ولا یخبر عنها فتکون مفعولا بها او مجرورة و بهذا القید خرجت الصفات والمصادر فانها وان قامت مقام الافعال فی العمل الا انها تتصرف تصرف الاسماء فتقع



(تشریح)

مبتداة و فاعلا و مفعولا) مزید تحقیق کیلئے ہمع الہوامع ملاحظہ ہو۔

(۱) ھَیْھَاتَ : سیوطی رحمہ اللہ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے کہ ھیھات میں چھتیس لغات ہیں۔ مزید تحقیق کیلئے ہمع الہوامع ملاحظہ ہو۔

(۲) شَتَّانَ: شرح مأۃ عامل میں ہے شَتَّانَ اِفْتَرَقَ کے معنی کے لئے موضوع ہے جیسے شَتَّانَ زَیْدٌ و عَمْرٌو یعنی زید و عمر و ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

فائدہ : الکواکب الدریہ جلد دوم میں ہے کہ جمہور کے نزدیک شتان افتراق کے معنی میں ہوتا ہے مگر زمخشری نے کہا ہے کہ افتراق سے (افتراق فی المعانی) مراد ہے ( و شتان بمعنی افترق کذا اطلقة الجمهور و قیده زمخشری بان یکون الافتراق فی المعانی والاحوال والجهل والصحة والسقم قال فلا تستعمل فی غیر ذالک لا تقول شَتَّانَ الخَصْمَانُ عن مجلس الحکم ولا شتانَ المتبایعان عن محل العقد)

(سوم اسماء افعال بمعنی امر حاضر)

( ۱ ) (رُوَیْدَ) شرح مأۃ عامل میں ہے ( فانه موضوع لَاَمْهِلْ وهوه یَقَعُ فی اول الکلام مثل رُوَیْدَ زَیْداً ای اَمْهِلْ زَیْداً) مفتاح العوامل شرح الشرح ماۃ عامل میں ہے کہ (رُوَیْدَ) جب اسم فعل ہو تو وہ اول کلام میں واقع ہوتا ہے برخلاف (رُوَیْدَ) صفت کے جیسے سَارُوْا یَسُرّاً رُوَیْداً ( چلے وہ چال نرم ) یا (رُوَیْدَ) حال کے جیسے سَارَ الْقَومُ رُوَیْداً اَیْ ( مُرْدودِیْنَ) یہاں رُوَیْداً قوم سے حال واقع ہے (یعنی چلی قوم درآن حالیکہ وہ نرمی اختیار کرنے والی تھی ) کہ یہاں رُوَیْداً اول کلام میں واقع نہیں کیونکہ یہ روید وہ روید نہیں جو بمعنی اَمْهِلْ موضوع ہے یا مثلاً رُوَیْدَ عَمْرٍو (باضافت رُویدا الی عمرو) کہ یہ رُوَیْدَ مصدر ہے جو عمرو مفعول کی طرف مضاف ہو رہا ہے یہ (رُوَیْدَ) اگر چہ اول کلام میں واقع ہے مگر یہ بھی وہ (رُوَیْدَ) نہیں جو بمعنی اَمْهِلْ امر ہو اور اپنے مابعد اسم کو بصورت مفعول نصب دے )

(۲) ( بَلْهَ ) شرح مأۃ عامل میں ہے ( و ثانیها بَلْهَ فانه موضوع لِدَعْ مثل بَلْهَ زَیْداً ای دَعْ زَیْداً) یعنی دوسرا بَلْهَ ہے اس کے معنی دَعْ کے ہیں (جو امر ہے بمعنی اُتْرُکْ ) جیسے بَلْهَ زَیْداً یعنی دَعْ زَیْداً ( چھوڑ زید کو)۔

یاد رہے کہ بَلْهَ بھی (رُوَیْدَ) کی طرح کبھی بمعنی مفعول مطلق یعنی بمعنی مصدر مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے کہا جاتا ہے

## (تشریح)

بَلْهَ زَیْدٍ بمعنی ترک زید (زید کا چھوڑنا) ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ رُوَیـد و بَلْهَ اگر مابعدان کا مجرور ہے تو یہ مصدر یعنی مفعول مطلق ہیں اور اگر مابعدان کا منصوب ہے تو یہ اسم فعل ہوں گے (فـان انـجـر مابعد هما فهما مصدران نـحـو رُوَیْدَ زَیْدٍ ای اِرْوَادَ زَیْدٍ ای اِمْهَالَهٗ وهو منصوبٌ بفعل مضمر و بَلْهَ زَیْدٍ ای تَرْکَهٗ وان انتصب ما بعد هما فهما اسمًا فعل نحو رُوَیْدَ زَیْداًای اَمْهِلْ زَیْداً و بَلْهَ عَمْراًای اُتْرُکْهُ)

(۳) حَیَّهَلْ: شرح مأۃ عامل میں ہے (وخـامسا حَیَّهَلْ فَاِنَّهٗ موضوع لِایْتِ مثلا حَیَّهَل الصلوة ای اِیْتِ الـصلوٰۃَ) سیوطی رحمہ اللہ نے ہمع الہوامع جلد سوم میں کہا ہے (و تستعـمـل بـمعنی قَدِّمْ نحو حَیَّهل الثرید و بـمـعـنی عَجِّلْ متعدٍ بالباء نحو حیهل بکذا اَوْ بالی نحو حیهل الی کذا و بمعنی اَقْبِلْ فیتعدی بعلی نحو حیهل علی کذا و فیها لغات) اور جامع الدروس جلد اول میں ہے (وحَیِّلْ الامر ای ائته) جامع الدروس میں بھی باقی معانی مذکور ہیں تفصیل کیلئے جامع الدروس ملاحظہ ہو۔

(۴) عَلَیْکَ: شرح مأۃ عامل میں ہے (و رابـعهـا عَـلَیْکَ فـانَّهٗ مَوْضُوْعٌ لِاَلْزِمْ مِثْلُ عَلَیْکَ زَیْداً اَیْ اَلْزِمْ زَیْدٍ) یعنی چپٹ زید کو لگے رہو زید کے ساتھ اس کا پیچھا مت چھوڑو۔
الکواکب الدریہ میں ہے کہ (عَلَیْکَ) اصل میں جارومجرور ہے بعد میں نقل ہوا اسم فعل امر کی طرف (عَـلَیْکَ فهو فی الاصل جارو مجرور ثم نقل و صار اسم فعل امر)

(۵) دُوْنَکَ: شرح مأۃ عامل میں ہے (و ثـالثها دُوْنَکَ فانه موضوع لِخُذ مثل دُوْنَکَ زَیْداً ای خُذْ زَیْـداً) یعنی زید کو پکڑ۔ الکواکب الدریہ میں ہے کہ (دونک) اصل میں ظرف مکان ہے منتقل ہوا اسم فعل امر کی طرف (وهو فی الاصل ظرف مکان مضاف الی ضمیر المخاطب ثم نقل عن ذالک و صار اسم فعل امر) مفتاح العوامل شرح الشرح مأۃ عامل میں ہے کہ (دُوْنَکَ) ظرف اور کاف خطاب سے مرکب ہے اور (عَلَیْکَ) علی جارہ اور کاف خطاب سے مرکب ہے مگر دونوں جگہ معنی ترکیبی متروک ہے اب وضع ثانی میں (دُوْنَکَ خُــذْ) کے مقابلہ پر اور (عَلَیْکَ اَلْزِمْ) کے مقابلہ پر موضوع ہوئے ہیں۔

(۶) ها: شرح مأۃ عامل میں ہے (و سـادسهـا ها فَاِنَّهٗ موضوع لِخُذْ مثل ها زَیْداً ای خُذْ زَیْداً و قد جاء



## (تشریح)

لـه ثلث لغـاتٍ. (۱) هَا بسکون الهمزة. (۲) وهَاء، بزیادة الهمزة المکسورة (۳) وهاءَ بزیادة الهمزةَ المفتوحةِ) مسالک البہیہ میں ہے کہ (ها) کے بعد کبھی ہمزہ، کبھی کاف، کبھی میم اور کبھی ہمزہ و کاف دونوں کولاحق کرتے ہیں (وگاہی بعد ها ہمزہ بیفزایند وآن بمنزلہ کاف ذالک است یقال هَاءَ یا رَجُلُ و کذاهاء ما ها ؤُمُ وهاءَ یا اِمْرَأَۃُ و هَاؤُما و هَاؤُنَّ مانند ذَالِکَ ذالکما ذالکم وگاہی بجای ہمزہ کاف آرند یقال هَاکَ هَاکُمَا هاکُمْ هَاکِ هاکما هاکُنَّ وگاہی ہمزہ وکاف ہردو فیـقـال هَاءَ نکَ هَاء کُمَا هَاءَ کُمْ هَاءَ کِ هَائَکُمَا هَاءَ کُنَّ) اسی طرح ہمع الہوامع جلد سوم میں بھی مذکور تفصیل مذکور ہے۔

### (اسم فعل جس فعل کے معنی میں ہے اسی کے حکم میں ہے)

سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع اور اس کی شرح میں کہا ہے (و حـکـمهـا غـالبـا فـی التعدی واللزوم و غیرهما کاظهار فاعلها واضماره حکم موافقها معنی فرُوَیْدَ متعدٍ لان فعله اَمْهِلْ فیقال رَوَیْدَ زَیْداًو صَهْ لازمٌ لان فعـلـه اُسْـکُتْ و فاعل کلیهما مضمر و جوبا کفعلیهما و مظهر فی هَیْهَاتَ زَیْدٌ کما تقول بَعُدَ زَیْدٌ و احتـرز بـغالباً مِنْ آمِیْن فانه بمعنی اِسْتَجِبْ وهو متعد ولم یحفظ لها مفعول و کذا اِیْه بمعنی زِدْنِیْ لـکـن یـخـالـفـه فـی انهـا لایبرز معها ضمیر بل یستکن فیها مطلقا بخلاف الفعل فتقول صِهْ للواحـد والاثنین والجمع والمذکر والمؤنث بلفظ واحد) تہذیب التوضیح جلد اول میں ہے (عَمَلُهَا بعمل اسم الـفـعـل عـمـل مسماه فی التعدی واللزوم غالبا فان کان مسماه لازما کان اسم فعله کـذالک تقول هَیْهَاتَ نَجْدُ کما تقول بَعُدَتْ نَجْدُ و کذا ان کان متعدیا تقول تراک محمدا کما تقول اترک محمداً و من غیر الغالب آمین بمعنی اِسْتَجِبْ فانه لازم و فعله متعد) القواعد الاساسیہ میں ہے (وقد یکون اسم الفعل بمعنی المتعدی ولا ینصب المفعول به کآمین واِیْه)

<u>فائدہ</u>: اسم فعل کا صیغہ واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب کیلئے لفظ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مگر جن اسماء افعال کے آخر میں کاف خطاب لاحق ہوتا ہے اس میں مخاطب کی رعایت ہوتی ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد اول میں ہے (واسم الفعل یلزم صیغة واحدة لجمیع فتقول صَهْ للواحد والمثنی والجمع والمذکر والمؤنث الا هالحقتهٗ کاف الخطاب فیراعی فیه المخاطب فتقول عَلَیْکَ نَفْسَکَ وعَلَیْکِ نَفْسَکِ و علیکما

(تشریح)

انفسکما وعلیکم انفسکم و علیکُنَّ انفسکُنَّ و اِلَیْکَ عَنِّیْ و اِلیکِ عَنِّی و الیکما عَنِّی والیکم عَنِّی والیکُنَّ عَنِّی و هَاکَ الکتابَ و هَاکِ الکتابَ و هاکُما الکتابَ وهاکُم الکتابَ و هَاکُنَّ الکتابَ)

**فـائده** : کاف خطاب بعض اسماء افعال کے ساتھ لازم ہوتا ہے اور بعض کے ساتھ نہیں جیسا کہ جامع الدروس جلداول میں ہے( اِلّا انها فی رُوَیْدَکَ و هَاکَ غیر لازمة لان النقل عن المصدر او حرف التنبیه وقع مجرداً عنها فلم تَـصِرْ جُزْأً من الکلمة لذا یجوز انفکاکها عنهما فقول رُوَیْدَ اَخَاکَ وها الکتاب اَمَّا فی اِلَیْکَ و دُوْنَکَ و نحوهما من المنقول عن حرف جر او ظرف فهی لازمة له لانَّ النقل قد وقع فیه مَصْحُوباً بها فصَارَ وَاِیَّاها کلمةً واحِدَةًیُرَادُ بها الامرُلذا لا یجوز انفکاکها عنه کما جاز فی رُوَیْدَکَ و هَاکَ)

اورجامع الدروس جلداول میں ہے ( ویجوز فی ها ان تجرد من الکاف فتکون بلفظ واحد للجمیع وان تلحقها الکافُ فتتصرف بحسب المخاطب و یجوز ان یقال فیها هاءَ بلفظٍ واحدٍ للجمیع والا فصحُ ان تتصرف همزتُها فیُقال هاءَ للواحد وهاءِ للواحدة وهاؤما لمثنی واهاؤمُ لجمع الذکور وهاؤُنَّ لجمع الاناث و منه قولهُ تعالیٰ هَاؤُمُ اقْرَؤُوْا کتابیه ای خُذُوْهُ فاقرَؤُوْهُ)

(اسماء افعال کے آخر میں جوکاف لاحق ہوتا ہے

آیااس کیلئے محل از اعراب ہے یانہیں؟ )

(۱) جامع الدروس جلداول میں ہے( والکاف فی رُوَیْدَکَ وهَاکَ حرفُ خطابٍ لا محل له من الاعراب علی الاصح وفی اِلَیْکَ و عَلَیْکَ و دونک و نحوها لااعراب لها علی الصحیح لانها صارت جزءاً من الکلمة و جزء الکلمة لااعراب له فالاعراب انما هو لهذه الکلمة برمتها )

(۲) القواعدالاساسیه کے حاشیه میں ہے( للنحاة فی اعراب الکاف اللاحقة لاسماء الافعال المنقولة عن ظرف او عن جار و مجرور اقوال اَصَحُّها ان هذه الکاف حرف خطاب لا محل له من الاعراب لانها صارت جزءاً من الکلمة واما فی غیر المنقول مثل هاک، فهم متفقون علی انها حرف خطاب )



(تشریح)

(۳) سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع اوراسکی شرح میں کہا ہے کہ جواسماء افعال منقول ہیں جار ومجرور یاظرف سے ان کے کاف کے اعراب میں تین اقوال ہیں، قول صحیح یہ ہے کہ یہ کاف محلا مجرور ہے اور یہی مذہب ہے بصریین کا اور آخر میں کہا ہے کہ (وقال ابن بابشاذ الکاف المتصلة بهذا الظروف حرف خطاب لا ضمیر فلا محل لها من الاعراب )

(۴) تہذیب التوضیح جلداول میں ہے کہ مذکورہ کاف کیلئے محل اعراب ہے( و موضعه جر بالاضافة مع الظروف و بالحروف مع المنقول من الحروف )

(اسم فعل کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا)

(۱) سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع اوراس کی شرح ہمع الهوامع میں کہا ہے ( ولا یتقدم معمولها علیها فلا یجوز ان یقال زیدا علیک ولا زیداً رُوَیْدَ لانها فرع فی العمل عن الفعل فضعفت ولا تضمر ای لا تعمل مضمرة بان تحذف و یبقی معمولها فی الاصح فیهما وجوز الکسائی ان یتصرف فیها بتقدم معمولها علیها اجراء لها مجری اصولها و جعل منه قوله تعالیٰ کتاب اللّٰه علیکم )

وقول الشاعر یا یها المائح دلوی دونکما :

وجوز ابن مالک اعمالها مضمرة و خرج علیه هذا البیت فجعل دَلْوِیُ مفعولا بدونک مضمرا لدلالة مابعده علیه)

(۲) علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے( ولکنه یخالف مسماه فان لفعل یعمل محذوفا و یتقدم معموله المنصوب علیه واسم الفعل لا یعمل محذوفا ولا یتقدم معموله علیه بل یجب تاخیره عنه لضعفه فی العمل فلا تقول زیدا دُوْنک کما تقول زَیْداً خُذْ خلافا للکسائی فی اجازة ذالک الحاقاً للفرع باصله )

(۳) خضری جلددوم میں ہے ( قوله ولا یجوز تقدیمه اجازه الکوفیون تمسُّکاً بقوله کتاب اللّٰه علیکم وقول الشاعر .

یا اَیُّهَا المائح دلوی دُوْنَکا اِنِّیْ رأیْتُ النَّاسَ یَقْصِدُ ونَکَا.

اُجِیْبَ بان کتاب مصدر منصوب بفعل محذوف مؤکد لمضمون ( و حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ)

## (تشریح)

ای کتب ذالک اللہ علیکم کتاباً فحذف الفعل واضیف المصدر الی فاعلہ) مزید تحقیق کیلئے حاشیہ خضری ملاحظہ ہو۔

## ﴿ نحو میر ﴾

چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال عمل فعل معروف کند بشرط آنکہ اعتماد کردہ باشد بر لفظے کہ پیش ازو باشد و آن لفظ یا مبتداء باشد در لازم چون زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ. و در متعدی چون زیدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْراً. یا موصوف چون مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ بَکْراً. یا موصول چون جَاءَ نِیْ الْقَائِمُ اَبُوْهُ و جَائَنِیْ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْراً. یا ذو الحال چون جَائَنِیْ زَیْدٌ رَاکِباً غُلَامُهٗ فَرَساً. یا ہمزہ استفہام چون اَضَارِبٌ زَیْدٌ عَمْراً. یا حرف نفی چون مَا قَائِمٌ زَیْدٌ ہمان عمل کہ قَامَ و ضَرَبَ میکرد قَائِمٌ و ضَارِبٌ میکند۔

## (طرز المبتدی)

(قولہ چہارم اسم فاعل) یعنی اسمائے عاملہ میں سے قسم چہارم اسم فاعل ہے۔ اسم فاعل اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے یعنی اسم فاعل اگر فعل لازم سے مشتق ہے تو صرف فاعل کو رفع دے گا اور اگر فعل متعدی سے مشتق ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا۔

مگر اسم فاعل کا یہ عمل مشروط ہے درج ذیل چہار شرائط کے ساتھ۔

(۱) یہ کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اگر بمعنی ماضی ہو تو اسم فاعل عامل نہ ہوگا بلکہ اس وقت اسم فاعل اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ ضَارِبِ عَمْرٍو اَمْسِ (گذرا میں زید پر جس نے کل گزشتہ عمرو کو مارا تھا)

(۲) یہ کہ اسم فاعل مکبر کا صیغہ ہو احتراز ہو امصغر سے جیسے ھذا ضُوَیْرِبٌ زیدٌ نہیں کہا جاتا ہے

(۳) یہ کہ اسم فاعل موصوف نہ ہو احتراز ہو اجَاءَ نِیْ ضَارِبٌ شَدِیْدٌ سے۔

(۴) یہ کہ اسم فاعل درج ذیل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کئے ہوئے ہو ورنہ عامل نہ ہوگا۔

(۱) اسم فاعل کا اعتماد یا تو مبتداء پر ہو اور اسم فاعل اس کی خبر واقع ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ (زید کا باپ کھڑا ہے) یہ اسم فاعل لازم کی مثال ہے جو (زَیْدٌ) مبتداء پر اعتماد کئے ہوئے ہیں اور جس نے صرف (اَبُوْهُ) فاعل کو رفع دیا ہے



## (طرز المبتدی)

اور جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْراً (زید کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے) یہ اسم فاعل متعدی کی مثال ہے جو (زَیْدٌ) مبتدا پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور جس نے (اَبُوْهُ) فاعل کو رفع اور (عَمْراً) مفعول بہ کو نصب دیا ہے۔

(۲) یا اسم فاعل کا اعتماد موصوف پر ہو اور اسم فاعل اس کی صفت واقع ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ بَکْراً (میں ایک ایسے مرد پر گذرا جس کا باپ بکر کو مارنے والا ہے) یہ اسم فاعل متعدی کی مثال جو (رجلٍ) موصوف پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور جس نے (اَبُوْهُ) فاعل کو رفع اور (بَکْراً) مفعول بہ کو نصب دیا ہے۔

(۳) یا اسم فاعل کا اعتماد اسم موصول پر ہو اور اسم فاعل اس کا صلہ واقع ہو جیسے جَاءَ نِیْ الْقَائِمُ اَبُوْهُ (میرے پاس وہ شخص آیا جس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے) یہ اسم فاعل لازم کی مثال ہے جو اَلْ موصول پر اعتماد کئے ہوئے ہیں اور جس نے (ابوہ) فاعل کو رفع دیا ہے جو کہ واو ہے کیونکہ رفع واو سے بھی ادا ہوتا ہے اور جیسے جَاءَ نِیْ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْراً (میرے پاس وہ شخص آیا جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے) یہ اسم فاعل متعدی کی مثال ہے جو (اَلْ) موصولہ پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور جس نے (اَبُوْهُ) فاعل کو رفع اور (عَمْراً) مفعول بہ کو نصب دیا ہے۔

(۴) یا اسم فعل کا اعتماد ذو الحال پر ہو اور اسم فاعل اس سے حال واقع ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِباً غُلَامُهٗ فَرَساً (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہونے والا ہے) یہ اسم فاعل متعدی کی مثال ہے جو (زیدٌ) ذو الحال پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور جس نے (غُلَامُهٗ) فاعل کو رفع اور (فَرَساً) مفعول بہ کو نصب دیا ہے۔

(۵) یا اسم فاعل کا اعتماد ہمزہ استفہام پر ہو جیسے اَضَارِبٌ زَیْدٌ (کیا زید عمرو کو مارنے والا ہے) یہ اسم فاعل متعدی کی مثال ہے جو (أ) ہمزہ استفہام پر اعتماد کئے ہوئے ہے اور جس نے (زَیْدٌ) فاعل کو رفع اور (عَمْراً) مفعول بہ کو نصب دیا ہے۔

(٦) یا اسم فاعل کا اعتماد حرف نفی پر ہو جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ (زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) یہ اسم فاعل لازم کی مثال ہے جو (ما) حرف نفی پر اعتماد کئے ہے اور جس نے (زیدٌ) فاعل کو رفع دیا ہے۔

## (تشریح)

(قولہ اسم فاعل) کافیہ اور اس کی شرح شریفیہ میں ہے (اسم الفاعل ما ای اسم اشتق من فعل ای حدث موضوعاً لمن قام ذالک الفعل بہ بمعنی الحدوث)

## (تشریح)

یعنی اسم فاعل وہ اسم ہے جو مصدر سے اس ذات کے لئے مشتق ہو جس کے ساتھ یہ مصدر بطریق حدوث اور تجدد (نہ کہ بطریق ثبوت ودوام) قائم ہو جیسے ضَارِبٌ بمعنی (مارنے والا ایک مرد) پس ضاربٌ اسم فاعل ہے جو (ضَرْبٌ) مصدر سے ذات مرد کیلئے مشتق ہوا ہے اور یہ معنی مصدری یعنی مارنا ذات مرد کے ساتھ بطریق ناپائیداری قائم ہے یعنی مارنا جو کہ معنی مصدری ہے اس ذات کے ساتھ کچھ دیر تک قائم رہے گا جب تک کہ اس ذات سے مارنا صادر ہو رہا ہو اور یہ معنی جب اس ذات سے ختم ہو جائے گا تو اس کے بعد اس ذات کے ساتھ قائم نہیں رہے گا یعنی ایسا نہیں کہ (مارنا) اس ذات کیساتھ مسلسل اور پائیدار طور پر قائم رہے بس یہی مراد ہے تجدد اور حدوث سے۔

### اسم فاعل کے عمل کی بنیاد

(۱) مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل میں ہے (بات یہ ہے کہ اسم فاعل کا عمل بمشابہت فعل مضارع ہوتا ہے جس سے یہ ماخوذ ہے یعنی اسم فعل عدد حروف اور حرکات سکنات میں لفظی طور پر فعل مضارع کے مشابہ ہے یعنی تعداد حروف اور تعداد حرکات وسکنات میں فعل مضارع اور اسم فاعل برابر ہیں اگرچہ نوعیت حرکات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں مگر ایسا اختلاف لفظی توافق میں خلل انداز نہیں، دیکھئے یَفْعَلُ اور فَاعِلٌ دونوں کے حروف چار چار ہیں اور دونوں میں تین تین حرکتیں اور ایک ایک سکون ہے۔

الغرض مضارع اور اسم فاعل لفظی اعتبار سے پورے طور پر متفق ہیں اور جہاں کہیں نوع حرکت کا اختلاف ہے تو وہ مضر نہیں مگر لفظی مناسبت پوری مشابہت نہیں کہلاتی تاوقتیکہ لفظی توافق کے ساتھ معنوی توافق نہ ہو، لہٰذا ضروری ہوا کہ معنی حَدْثِیُ اور نسبت الی فاعل مَا کے ساتھ جو پہلے سے اسم فاعل میں موجود ہیں زمانہ حال یا استقبال بھی ارادۃً شامل ہو تاکہ فعل سے مشابہت تامہ ہو کر عمل قوی ہو جائے۔

خلاصہ بحث یہ کہ اصل عامل فعل ہے اسم کا عمل فعل کی مشابہت پر موقوف ہے جو اسم جتنا فعل سے زیادہ مشابہ ہوگا اسی قدر عمل اس کا قوی ہوگا اسم فاعل کو فعل مضارع سے بلحاظ تعداد حروف وحرکات وسکنات لفظی مشابہت حاصل تھی، لہٰذا اپنے قریب والے اسم میں یعنی فاعل میں رفع کا عمل کر سکے گا اور اسی طرح ظروف وغیرہ میں بھی جہاں عمل کا توسع رہتا ہے بلاشرط عامل ہوگا لیکن معنوی مشابہت ہونے کے باعث جو کمزوری پائی جاتی ہے تاوقتیکہ شرائط مذکورہ سے اس کمزوری کو دور نہ کر دیا جائے نصب کا عمل نہ کر سکے گا۔



## (تشریح)

تنبیہ : فاعل اگر اسم ظاہر ہے تو بغیر شرط اعتماد کے اسم فاعل اس میں عمل نہیں کر سکتا جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا ان شاء اللّٰہ)

(۲) ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے (اعلم ان اسم الفاعل يجرى على ثلاثة اضرب للماضى والحال والاستقبال كما ان الفعل كذالک الا ان الفعل تختلف صيغته للزمان و تتفق فى اسم الفاعل لان الفعل بابه التصرف والاسماء بابها الجمود و عدم الاختلاف وانما يعمل من اسم الفاعل ما كان بمعنى الحال او الاستقبال نحو هذا ضاربٌ زيداً غداً و مكرم خالدا الساعة لانه على لفظ المضارع اذكان جاريا عليه فى حركاته و سكناته و عدد حروفه وهو فى معناه فلما اجتمع فيه ماذكر عمل عمله فاما اذا كان بمعنى الماضى فانک لا تعمله اذلا مضارعة بينه و بين الماضى الا ترى ان ضارباً ليس على عدد ضَرَبَ ولا مثله فى حركاته و سكناته فلذالک لا تقول زيد ضارب عمراً اَمْسِ الخ) اور شرط اعتماد کے بارے میں بعد میں شرح مذکور میں کہا گیا ہے (قد تقدم القول بان اصل العمل انما هو للافعال كما ان اصل الاعراب انماهو للاسماء واسم الفاعل محمول على الفعل المضارع فى العمل للمشابهة التى ذكرناها كما ان المضارع محمول عليه فى الاعراب واذ علم ذالک فليعلم ان الفروع ابدا تنحط عن درجات الاصول فلما كانت اسماء الفاعلين فروعاً على الافعال كانت اضعف منها فى العمل)

اور چند سطروں کے بعد کہا گیا ہے کہ (ولذالک من الضعف لا يعمل حتى يعتمد على كلام قبله من مبتداء او موصوف او ذى الحال او استفهام او نفى)

الغرض اسم فاعل کا عمل بمشابہت فعل مضارع ہوتا ہے اور شرائط مذکورہ جو اسم فاعل کے عمل کیلئے لگائے جاتے ہیں وہ اس لئے تاکہ اسم فاعل کی مشابہت فعل مضارع کے ساتھ مکمل ہو جائے کیونکہ اسم فاعل کمزور عامل ہے لہٰذا کمزور عامل کو قوی بنانے کیلئے یہ شرطیں درکار ہیں جیسا کہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا۔

### اسم فاعل کے عمل کیلئے جو شرطیں ہیں ان کی وضاحت

(۱) یہ کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ عمل کے وقت اسم فاعل کی مشابہت فعل مضارع کیساتھ کامل طور پر ہو جائے اس لئے کہ اسم فاعل کا عمل مضارع کے مشابہ ہونیکی وجہ سے ہے پس یہ مضارع کے

## (تشریح)

ساتھ لفظاً تعداد حروف اور حرکات وسکنات میں مشابہ تھا، لہٰذا عمل کیلئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط لگائی تا کہ وہ معنیً بھی اس کے مشابہ ہو جائے جیسا کہ درایۃ النحو وغیرہ میں ہے ( وانما اشترط احدھما لعمل اسم الفاعل لان عمله لمشابهة المضارع فيجب ان لا يخالفه فى الزمان لانه لو خالفه فيه لفاتت قوة المناسبة وهو المشابهة لفظا و معناً)

مگر یادر ہے کہ معنی حال میں عموم ہے خواہ حال حقیقی ہو یا حکائی یعنی معنی حال کیلئے ضروری نہیں کہ وہ حقیقی اور واقعی حال ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ واقعہ زمانہ تکلم کے اعتبار سے ماضی ہو مگر متکلم اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے اسے حال کی صورت میں پیش کرے پس بلحاظ حکایت متکلم اس کو حال قرار دیا جائے گا، دیکھئے زید آج اس واقعہ کی حکایت بیان کرتا ہے جو کل پیش آچکا ہے اور اس لحاظ سے تو ماضی ہے مگر وہ اپنے بیان میں اس کو حال کی صورت دیکر اس کی تصویر بلفظ مضارع پیش کرتا ہے گویا کہ واقعہ اسی وقت کا ہے جس وقت متکلم اس کی خبر دے رہا ہے چنانچہ کہتا ہے کَانَ زَیْدٌ یَضْرِبُ عَمْراً اَمْسِ. یوں نہیں کہتا کہ کَانَ زَیْدٌ ضَرَبَ عَمْراًاَمْسِ. حالانکہ یہ ضَرْب کل واقع ہو چکی ہے چنانچہ اَمْسِ کا لفظ اس کے گذشتہ ہونے کی صاف دلیل ہے کیونکہ اَمْسِ گذشتہ کل کو کہتے ہیں مگر تعبیر بلفظ مضارع ہو رہی ہے جو یقیناً حال کا پتہ دیتی ہے اسی طرح قرآن عزیز میں وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ کو سمجھ لیں کہ اس کا تعلق اصحاب کہف کا واقعہ سے ہے جو نزول آیت کے زمانہ سے صدہا برس بیشتر کا ہے مگر تعبیر میں وہی استحضار حکایت حال ماضی کا طریق اختیار فرمایا گیا وَكَلْبُهُمْ قَدْ كَانَ بَسَطَ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ کی جگہ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ فرمایا۔ اصحاب کہف کا کتا اپنی دونوں کلائیاں یا ہاتھ غار کے آستانہ پر پھیلائے ہوئے ہے یعنی اس وقت اپنے دونوں ہاتھ غار کی چوکھٹ پر بچھائے بیٹھا ہے غرض یہاں واقعہ کی قدامت کے باعث یہ سمجھنا کہ یہ اسم فاعل بمعنی ماضی ہے اور (ذراعیہ ) میں نصب کا عمل کر رہا ہے جیسا کہ کسائی نے سمجھا اور اس بنا پر اشتراط حال واستقبال کو غیر ضروری قرار دیا صحیح نہیں۔ (مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل)

اور درایۃ النحو میں ہے (والمرد بالحال والاستقبال اعم من ان يكون تحقيقاًاو على سبيل الحكاية لئلا يشكل بمثل قوله تعالىٰ و كلبهم باسط ذراعيه بالوصيد فان باسطا هٰهنا وان كان ماضيا لكن المراد حكاية الحال الخ)

اور تہذیب التوضیح میں ہے (كونه للحال او الاستقبال لاللماضى خلافا للكسائى ولاحجة له فى



## (تشریح)

قوله تعالىٰ و كلبهم باسط ذراعيه بالوصيد لانه على ارادة حكاية الحال الماضية والمعنى يبسط ذراعيه بدليل و نقلبهم ولم يقل وقلبناهم )

اور حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (حكاية حال اى بدليل و نقلبهم دون قلبناهم والمعنى يبسط ذراعيه والمشهور فى حكاية الحال ان يقدر الماضى واقعاً زمن التكلم . وقيل ان يقدر المتكلم نفسه موجوداً فى زمن وقوع الفعل و يعبر على كل بما يدل على الحال و كون الآية من ذالك انما هو باعتبار المخاطبين لاالخالق جَلَّ و علا فان الدنيا عنده كاللحظة الواحدة و قيل لا حاجة الى الحكاية لان حال اهل الكهف مستمر الى الآن فيجوز ان يلاحظ فى باسط جانب الحال فيعمل و فى كلامهم مايؤيده)

بات دور جا پڑی الغرض حال یا استقبال کے معنی میں ہونیکی شرط اس وجہ سے لگائی گئی ہے تا کہ اس کے ذریعہ اسم فاعل کی مشابہت فعل مضارع کے ساتھ مکمل ہو جائے اور اگر اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال کے نہیں بلکہ بمعنی ماضی ہے تو اس وقت اسم فاعل مفعول بہ کو نصب نہیں دے سکے گا جیسا کہ الاظہار والعوامل للبرکوی میں ہے (ويشترط فى نصبهما اى اسمى الفاعل والمفعول ) المفعول به الدلالة على الحال او الاستقبال) رہی یہ بات کہ جو اسم فاعل بمعنی ماضی ہے فاعل میں عامل ہے یا نہیں؟ یہ بات عنقریب ذکر ہوگی ان شاء اللّٰہ.

(۲) شرط یہ کہ اسم فاعل مکبر ہو مصغر نہ ہو، سیوطی رحمہ اللہ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے ( وشرط البصرية كونه مكبراً فلا يجوز هذا ضُوَيْرِبٌ زَيْداًلعدم وروده ولدخول ماهو من خواص الاسم عليه فبعد عن شبه المضارع بتغيير بِنْيَتِهِ الَّتى هى عمدة الشبه ) مزید تحقیق کیلئے ہمع ملاحظہ ہو۔

(۳) شرط یہ کہ اسم فاعل موصوف نہ ہو، اشمونی میں ہے (الثانى من شروط اعمال اسم الفاعل المجرد (اَىْ من اَلْ)ايضاً ان لا يكون مصغراً ولا موصوفاً خلافا للكسائى فيهما لانهما يختصان بالاسم فيبعدان الوصف عن الفعلية)

(۴) شرط یہ کہ اسم فاعل اعتماد کرے ایک ایسے لفظ پر جو اس سے پہلے ہو اور یہ اعتماد کی شرط اس وجہ سے ہے تا کہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت قوی ہو جائے کیونکہ اس صورت میں اسم فاعل اپنے ماقبل کے لفظ کی طرف فعل کی طرح

## (تشریح)

مسند ہو جاتا ہے اور مسند ہونا لوازم فعل میں س ہے، اسی طرح (ہمزہ استفہام) اور (ما نافیہ) کی صورت میں بھی مشابہت قوی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں عموما فعل پر داخل ہوا کرتے ہین لہذا ان دونوں کے بعد اسم فاعل کا واقع ہونا دراصل فعل کی جگہ واقع ہونا ہے اور فعل کی قائم مقامی کا پتہ دیتا ہے (مہرمنیر، ومفتاح العوامل)

اور ہندی شرح کافیہ میں ہے (وبشرط الاعتماد ای اعتماد اسم الفاعل علی صاحبه ای علی المتصف به وهو المبتدا او الموصوف او الموصول او ذو الحال او الهمزة او ما ليتقوى فيه جهة الفعل من كونه مسندا الى صاحبه او متصفا بما هوبالفعل اولیٰ وهوالاستفهام او النفی )

اور عنایت اللہ شرح کافیہ میں ہے (وبشرط الاعتماد علی صاحبه لتقوى جهة الفعل من كونه مسندا الی صاحبه فالصاحب مبتدا نحو زيد ضاربٌ ابوه او الموصول نحو جاء الضارب ابوه او الموصوف نحو جاء رجل ضارب ابوه او ذو حالٍ نحو جاء رجلٍ ضارباً ابوه او بشرط الاعتماد علی حرف الاستفهام كالهمزة وغيرها من الفاظ الاستفهام او حرف النفی کما و نحو ها من حروف النفی کلا و ان لان الاستفهام والنفی بالفعل اولیٰ فَازدَاد بهما شبههُ بالفعل نحو اَقَائِمٌ زَیْدٌ ومَا قَائِمٌ زَیْدٌ)

اور حاشیہ متوسط میں ہے (انما اشترط الاعتماد علی صاحبه ای الاعتماد علی ماهو محكوم عليه باسم الفاعل لان اسم الفاعل صفة فی المعنی فلا بدله من موصوف و ذالک المحكوم عليه قد يكون مبتداء نحو زيد ضارب ابوه عمرا و قد يكون موصوفا كقولک مررت برجل ضارب ابوه عمرا وقد يكون ذا حال مثل قولک جاء نی زيد ضارباً ابوه عمرا.

حرف نفی اور استفہام پر اعتماد کے متعلق ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے (وانما اشترط عند فقدان هذا الاعتماد ان تخلفه الهمزة او ما لانهم لم يستعملوا الصفة قائمة مقام الفعل الا فی هذين الموضعين والذی يدل علی انه موضوع موضع الفعل لا موضع الاسماء الصفات انه مستقل بفاعله كلاما كقولک اَقَائِم الذيدان ولولا انه بمثابة قولک أيَقُوْمُ الزيدان لم يستقل كلاما اذا الصفة لا يثبت استقلالها بفاعلها كلاما لماذكرنا ه متقدما)

فائدہ : اعتماد کے معنی لغت میں (تکیہ کرنا) ٹیک لگانا ہے مگر یہاں بحث اسم فاعل میں اعتماد سے مراد تعلق اور علاقہ ہے



## (تشریح)

یعنی اسم فاعل کا اپنے ماقبل والے لفظ سے ایک خاص تعلق ہو جیسا کہ محرم آفندی میں ہے ( والمراد بالاعتماد عليه وجود العلاقة بينهما واستناده عليه كذا فسره العينی ) یعنی اسم فاعل اس لفظ سے کچھ نہ کچھ علاقہ اور تعلق رکھتا ہو پس وہ لفظ جو اس سے پیشتر ہے یا تو مبتدا ہوگا اور اسم فاعل اسکی خبر ہوگی یا موصوف ہوگا اور یہ اس کی صفت ہوگی یا موصول ہوگا اور اسم فاعل اس کا صلہ ہوگا یا وہ ذوالحال ہوگا اور اسم فاعل اس کا حال ہوگا )

الحاصل اشیاء ستہ پر اعتماد کی وجہ یہ ہے جیسا کہ مفتاح العوامل وغیرہ میں ہے کہ (اسم فاعل بہر حال اسم ہے فعل تو ہے نہیں جو اپنی قوت کے بل بوتے پر بلا شرط اور بغیر کسی سہارے کے آگے پیچھے ہر طرف ہر قسم کا عمل کر سکے، یہاں اسم فاعل میں تو عمل کا مدار مشابہت فعل پر ہے جس کیلئے ایک طرف حال یا استقبال کی شرط لگا کر اسے مضارع سے قریب کیا گیا اور دوسری جانب اس کی فطری کمزوری دور کرنے کی ترکیب یہ نکالی کہ اس کیلئے چند ایسے سہارے تجویز کر دیئے جن کی باعث فعل سے اس کی مشابہت قوی تر ہو جائے یعنی فعل ہمیشہ فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے ،لہذا قبل از اسم فاعل امور مذکورہ میں سے کسی امر کا مذکور ہونا جو اسکا تکیہ گاہ اور سہارا بن سکیں گویا اسکی مُسْنَدِیَتْ کو قوی اور مضبوط کرتا ہے چنانچہ ماقبل میں مبتداء، یا موصول، یا موصوف، یا ذوالحال ہونے سے بحثییت خبر، یا صلہ، یا صفت، یا حال اپنے ماقبل کا سہارا لے گا اور ان کی طرف منسوب ہوگا اور مذکورہ اشیاء اس کا مسند الیہ ہوں گی تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ اس حیثیت میں بھی صحیح ہو جائے گی اور بے دغدغہ رفع اور نصب کے دونوں عمل اس کے جاری ہو جائیں گے اسی طرح حرف نفی و استفہام کا حال ہے کہ ان دونوں کے بعد اسم فاعل کا واقع ہونا دراصل فعل کی جگہ واقع ہونا ہے کیونکہ ان دنوں کا تعلق فعل کیساتھ زیادہ رہتا ہے، لہذا اسم فاعل کا ان سے الصاق واتصال فعل کی قائم مقامی کا پتہ دیتا ہے )

اور حرف نفی اور استفہام پر اعتماد کے متعلق شرح جامی اور محرم آفندی میں ہے (او اعتمادہ علی الهمزة الاستفهامية و نحوها من الفاظ الاستفهام او ما النافية و نحوها من حروف النفی كَلا و اِنُ لان الاستفهام والنفی بالفعل اولی فازداد بهما شبهه بالفعل يعنی ان دخول الاستفهام والنفی علی الفعل اولی من دخولهما علی الاسم كما بين فی محله و لما دخل احدهما علی اسم الفاعل فازداد بهما ای بسبب دخول احدهماعلی اسم الفاعل شبهه ای شبه اسم الفاعل بالفعل الخ)

## (تشریح)

### (اسم فاعل کے عمل کیلئے شرائط کب ضروری ہیں اور کب نہیں؟)

تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ اسم فاعل پر اگر الف ولام موصولہ داخل ہو تو اسم فاعل ہر حال میں اپنے مابعد میں عامل ہے یعنی خواہ بمعنی ماضی ہو یا بمعنی حال واستقبال اور خواہ اشیاء ستہ میں سے کسی پر سہارا رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو جیسا کہ شرح مأۃ عامل میں ہے جیسے الضارب عمراً الآنَ او اَمسِ او غداً هُوَ زَيْدٌ .وہ شخص کہ جس نے عمرو کو اس وقت یا گذشتہ کل مارا یا آئندہ کل مارے گا وہ زید ہے۔

نیز تصریح شرح توضیح میں ہے (فان كان اسم الفاعل صلة لِاَلْ عَمِلَ عَمَلَ فِعْلِهِ مطلقاماضيا كان او غيره معتمدا او غير معتمد تقول جاء الضَّارِبُ زيدا اَمْسِ او الأن او غداً و ذالك لان هذه موصولة و ضاربٌ حالٌ مَحلَّ ضَرَبَ اِنْ اُرِيدَ الـمُضِيّ او يَضْرِبُ اِنْ اُرِيدَ غيره والفعل يعمل فى جميع الحالات فكذا ما حلّ مَحلَّه)

اور اگر اسم فاعل پر الف ولام موصولہ داخل نہیں تو اسکے عمل کے لئے دو شرطیں عدمی اور دو وجودی ہیں جیسا کہ کتاب تصریح میں ہے (وان لم يكن اسم الفاعل صلة لِاَلْ عمل عمله بشرطين عدمين و شرطين وجودين فالعدميان احدهما ان لا يوصف والثانى ان لا يصغر خلاف للكسائى والوجوديان احدهما كونه للحال او الاستقبال لانه انما عمل حملا على المضارع لما بينهما من الشبه اللفظى والمعنوى لا للماضى لانه لم يشبه لفظ الفعل الذى بمعناه خلاف للكسائى فى اجازة عمله بمعنى الماضى) اور آگے کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف جو جمہور اور کسائی کے درمیان واقع ہے یہ اسم ظاہر فاعل کے رفع اور مفعول بہ کے نصب میں ہے (ومحل الخلاف فى رفعه الظاهر و نصب المفعول به اما رفع الوصف الضمير المستتر فجائز اتفاقا والشرط الثانى اعتماده على استفهام او نفى او مخبر عنه او موصوف او ذى حال)

الحاصل اسم فاعل پر اگر الف ولام موصولہ داخل نہیں تو اسکے عمل کے لئے دو شرطیں عدمی اور دو وجودی ہیں، وجودی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال ہو اگر بمعنی ماضی ہے تو کسائی اور جمہور کے درمیان اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ اسم فاعل جب بمعنی ماضی ہو تو وہ اسم ظاہر فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب نہیں دے سکتا ہے جب تک وجودی اور عدمی سب شرطیں نہ پائی جائے مگر کسائی کے نزدیک اسم فاعل اگر بمعنی



## (تشریح)

ماضی ہے تب بھی اپنے مابعد میں عمل کر سکتا ہے۔

نیز اشمونی جلد دوم میں ہے کہ اختلاف جو جمہور اور کسائی کے درمیان واقع ہے یہ اس اسم فاعل کے بارے میں ہے جو بمعنی ماضی ہے اور الف ولام موصولہ اس پر داخل نہیں، اب اس کے عمل میں اختلاف ہے کہ آیا یہ اسم فاعل مفعول بہ کو نصب دے سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور منکر ہیں مگر کسائی قائل ہے، دیکھئے اشمونی کی عبارت (تنبيهان الاول هذا الخلاف اى الذى بين الجمهور والكسائى فى عمل الماضى دون اَلْ بالنسبة الى المفعول به واما رفعه الفاعل فذهب بعضهم الى انه لا يرفع الظاهر و به قال ابن جنى والشلوبين و ذهب قوم الى انه يرفعه وهو ظاهر كلام سيبويه و اختاره ابن عصفور واما المضمر فحكى ابن عصفور الاتفاق على انه يرفعه و حكى غيره عن ابن طاهر وابن خروف المنع وهو بعيد) مذکورہ عبارت کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہے تو یہ اسم فاعل عند الکسائی مفعول بہ کو نصب دے گا مگر جمہور منکر ہیں، رہی یہ بات کہ اسم فاعل جو بمعنی ماضی ہے اسم ظاہر فاعل کو رفع دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایک قول میں رفع نہیں دے سکتا ہے اور ایک قول میں رفع دے سکتا ہے اور اسی قول کو سیوطی نے اصح کہا ہے جیسا کہ حاشیہ صبان میں ہے (الى انه يرفعه قال السيوطى وهو الاصح لكن بشرط الاعتماد لا كونه بمعنى المضارع) یعنی اسم فاعل بمعنی ماضی اسم ظاہر فاعل میں عمل کر سکتا ہے مگر اس کیلئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ اعتماد کرے اشیاء مذکورہ پر، باقی اس اسم فاعل کا بمعنی حال یا استقبال ہونا اسم ظاہر فاعل میں عمل کرنے کے لئے شرط نہیں ہے۔

اور اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو اور فاعل اس کا ضمیر ہو عام ازیں کہ ضمیر بارز ہو یا مستتر تو اس میں اسم فاعل عمل کرتا ہے جیسا کہ اشمونی میں ہے (واما المضمر فحكى ابن عصفور الاتفاق) النحو الوافی جلد سوم میں ہے (فان كان مجردا منها اى (من اَلْ) رفع فاعله بغير شرط ان كان الفاعل ضميرا مستتراً او ضميرا بارزاً و عمل كذالك فى باقى المعمولات التى ليست فاعلا ظاهرا و لا مفعولا به)

اور تہذیب التوضیح جلد اول میں مذکورہ بالا تفصیل کو مختصرا یوں ذکر کیا گیا ہے۔

فائدہ: شرط الاعتماد و عدم المضى انما هو لعمل النصب والاعتماد وحده لعمل الرفع فى الظاهر اما رفع الضمير المستتر فجائز بلا شرط)

## (تشریح)

### (اسم فاعل بمعنی مبالغہ بھی عامل ہے)

شرح مأۃ عامل میں ہے کہ اسم فاعل کے وہ صیغے جو مبالغہ کے معنی ادا کرنے کیلئے موضوع ہوئے ہیں جیسے ضَرَّابٌ، ضَرُوْبٌ اور مِضْرَابٌ جو کثیر الضرب کے معنی میں ہیں۔ عَلَّامَۃٌ اور عَلِیْمٌ بمعنی کثیر العلم یعنی بڑا عالم اور حَذِرٌ بمعنی بڑا احتاط، ایسے تمام صیغے عمل کے لحاظ سے اس اسم فاعل جیسے ہیں جو مبالغہ کے معنی نہیں دیتے اگر چہ ان صیغوں کی فعل سے لفظی مشابہت زائل ہو چکی ہے لیکن نحاۃ نے صیغہائے مبالغہ میں معنی کی زیادتی کو قائم مقام بنا دیا لفظی مشابہت کے جو کہ ان صیغوں میں سے جاتی رہی ہے۔

اور شریفیہ شرح کافیہ میں ہے کہ ان کے عامل ہونے کی وہی شرائط ہیں جو اسم فاعل کے عامل ہونے میں معتبر ہیں (وما وضع منہ للمبالغۃ کضراب و ضروب و مضراب و علیم و حذر مثلہ ای مثل اسم الفاعل فی العمل واشتراط ما یشترط فی عملہ نحو زید ضراب عمرا الآن او غدا الخ) مزید تحقیق کیلئے شروح کافیہ ملاحظہ ہوں۔

### (اسم فاعل کا معمول اس سے مقدم ہوسکتا ہے)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے (ویجوز تقدیم معمولہ علیہ نحو انتَ الخَیرَ فَاعِلٌ اِلّا ان یکون مقترنا بأل نحو ھذا المکرمُ سعیداً اومجروراً بالاضافۃِ نحو ھذا وِلد مُکرِمِ خَالِداً او مجرورا بحرف جر اصلی نحو اَحْسَنْتُ الی مکرمٍ عَلِیّاً فلا یجوزُ تقدیمہ فی ھذہ الصّورِ اَمّا ان کان مجروراً بحرف جر زائد فیجوزُ تقدیمُ معمولہ علیہ نحو لَیْسَ سعیدٌ بسابقٍ خالداً تقولُ لیس سعیدٌ خالداً بسابقٍ لانَّ حرف الجر الزائد فی حکم الساقط)

تنبیہ: اس تنبیہ میں درج ذیل معدود امور ملاحظہ ہوں

(۱) سبیل الہدی حاشیہ قطر الندی وبل الصدی میں ہے کہ اسم فاعل کے عمل کیلئے شرط عدم تصغیر وعدم موصوف کی عند الجمہور ہے (ذھب جمھور النحاۃ الی انہ یشترط لاعمال اسم الفاعل شرطان آخران غیر الشرطین اللذین ذکرھما المؤلف الاول الا یکون مصغراً فلا یجوز ان تقول زید ضُوَیْرِبٌ عمراً الخ



## (تشریح)

والشرط الثانی الایکون موصوفا فان وُصِفَ لم ینصب المفعول بہ الخ)

نیز رضی میں ہے (و یشترط فی عمل اسمی الفاعل والمفعول ان لا یکون مصغرین ولا موصوفین لان التصغیر والوصف یخرجانہ عن تاویلہ بالفعل ولم یخرجہ التثنیۃ والجمع وجوز بعضھم عمل المصغر والموصوف قیاسا علی المثنی والجموع ولیس بشئی)

نیز متوسط شرح کافیہ میں ہے (اعلم انہ لو قال بشرط عدم وصفہ بصفۃ و بعدم تصغیرہ لکان اولیٰ لخروجہ بالوصف او التصغیر عن مشابھۃ الفعل الخ)

نیز درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے (ثم اعلم انہ لو قال وان لا یکون موصوفا بصفۃ ولا یکون مصغراً لکان الاولیٰ لخروجہ بالوصف والتصغیر عن مشابھۃ الفعل الخ)

اور الکواکب الدریہ میں ہے (تنبیہ ذکر غیر المصنف لاعمال اسم الفاعل فی المفعول شرطین احدھما ان لایکون مصغرا والثانی ان لا یکون موصوفا لان کلامن التصغیر والوصف یزیل شبھہ بالفعل فلا یقال جاء رجل ضویرب زیداً ولا رئیتُ ضَارِباً مسیئاً زیدا و اجاز الکوفیون ما خلاالفراء والخامس اعمال المصغر مطلقا واجاز البصریون والفراء اعمال الموصوف بعد العمل و صَحَّحَہُ ابن ھشام فی المغنی وھو الاصح ومنہ قولہ تعالی ولاآمین البیت الحرام یبتغون . فجملۃ یبتغون نعت الآمین لا حال منہ خلافالابی البقاء)

اور خضری جلد دوم میں ہے (و یشترط ایضاً ان لا یکون مصغراً ولا موصوفا قبل عملہ کالمصدر لانھما من خواص الاسماء فیبعدانہ عن الفعل ولا تضر التثنیۃ والجمع لانھما لا یغیران صیغۃ المفرد کالتصغیر ولا ن علامتھما تلحق الفعل الخ) اور الاظہار والعوامل للبرکوی میں ہے (وانْ وُصِفَا ای اسمی الفاعل والمفعول بعد العمل لم یَضُرُّ عملَحما السابق نحو جاء نی رجلٌ ضاربٌ غلامہٗ شدیدٌ)

(۲) اسم فاعل کے عمل کی شرائط میں کہا گیا کہ اسم فاعل بمعنی ماضی نہ ہو مگر خضری میں ہے کہ اگر اسم فاعل کی جگہ میں مضارع کا وقوع صحیح ہو تو ایسا اسم فاعل مستثنی ہے یعنی مذکورہ اسم فاعل اگر چہ بمعنی ماضی ہے پھر بھی مفعول بہ میں عامل ہوگا (وان کان بمعنی الماضی لم یعمل ای الا اذا صَحَّ وقوع المضارع موقعہ نحو کَانَ زیدٌ ضَارِباً

## (تشریح)

عَمْراً اَمْسِ لصحة کان زیدٌ یضربُ الخ بخلاف هذا ضارب زیدا امس لعدم صحة یضربُ بدله)

(۳) شرائط میں کہا گیا تھا کہ اسم فاعل کا اعتماد یا تو مبتداء پر ہو، یاد رہے کہ مبتدا عام ہے حالاً مبتدا ہو جیسے زیدٌ قائم اَبُوْهُ یا اصل میں مبتداء ہو جیسا کہ الکواکب الدریہ وابن عقیل وغیرہ میں ہے (او مخبر عنه ای علی مبتداء مخبرٍ عنه باسم الفاعل سواء کان مبتداء فی الحال نحو زید ضارب عمرا الآن او غدا او فی الاصل نحو ظننتُ زیدا ضارباً عمرا الآن او غدا و اعلمت زیدا عمرا ضاربا بکرا الآن او غدا)

(۴) اسم فاعل کے عمل کی شرائط میں کہا گیا تھا کہ اسم فاعل کا اعتماد یا تو ہمزہ استفہام پر ہو، الکواکب الدریہ جلد دوم میں ہے کہ استفہام عام ہے حرف سے ہو یا اسم سے ہو جیسے اَضاربٌ او کیفَ ضاربٌ زیدٌ عمراً الآن او غداً)

نیز شرح جامی میں ہے (علی الهمزة الاستفهامية و نحو ها من الفاظ الاستفهام

(۵) اسم فاعل کے عمل کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھا کہ اسم فاعل کا اعتماد یا تو حرف نفی پر ہو مگر معلوم ہو کہ نفی عام ہے حرف سے ہو یا اسم اور فعل سے ہو جیسا کہ الکواکب الدریہ جلد دوم میں ہے (نفی بحرف او اسم او فعل نحو ما، او غیر، او لیسَ ضَارِبٌ زیداً الآنَ او غداً) نیز نفی عام ہے صریحا ہو یا تاویلاً جیا کہ حاشیہ صبان میں ہے (او نفیا ای اداة نفی و لو تاویلا نحو انما قائم الزیدان ای ما قام الا الزیدان ) اب رہی یہ بات کہ جب استفہام اور نفی عام ہے تو صاحب نحومیر اور اسی طرح صاحب کافیہ وغیرہ نے استفہام کو ہمزہ اور نفی کو ما کے ساتھ کیوں خاص کیئے ہیں تو اسکی وجہ صاحب محرم آفندی نے یہ ذکر کی ہے ہ یہ انحصاران کے اصل ہونے کی سبب ہے یعنی ہمزہ باب استفہام میں اور ما باب نفی میں اصل ہے ( وانما حصر المصنف فی ذکر الهمزة و ذکر ما ولم یقل او الاستفهام او النفی کما قال غیره للاشارة الی اصالة الهمزة فی الاستفهام والی اصالة مافی النفی)

(۶) جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ استفہام اور نفی کبھی مقدر بھی ہوتے ہیں (وقد یکون الاستفهام والموصوف مُقَدَّرَیْنِ فالاول نحو مُقِیْمٌ سعیدٌ ام منصرف والتقدیر اَمُقِیْمٌ اَمْ مُنْصَرِفٌ )

موصوف مقدر کیلئے ایک شعر پیش کیا گیا مگر موصوف مقدر کی آسان اور مشہور مثال جیسے یا طَالِعاً جَبَلاً. اصل میں یا رَجُلاً طَالِعاً ہے جیسا کہ کتاب تصریح وغیرہ میں ہے۔

تصریح اور توضیح وغیرہ میں ہے کہ درج ذیل چیزوں میں سے مقدر پر اعتماد ایسا ہے جیسے ان کے ملفوظ پر (والاعتماد علی



## (تشریح)

المقدر من الاستفهام والنفی والمخبرعنه والموصوف و ذی الحال کالاعتماد علی الملفوظ) ایسا ہی الکواکب الدریہ جلد دوم میں بھی ہے مگر الکواکب الدریہ میں ہے (ولا یقدر من اداة الاستفهام الا الهمزة)

(۷) الاظهار والعوامل للبرکوی کے حاشیہ میں ہے کہ امام مرزوقی کے نزدیک اسم فاعل کا اعتماد حرف جر پر بھی ہوتا ہے ( وزاد الامام المرزوقی الاعتماد علی حرف الجر متمسکا بما فی بعض الاشعار )

شعر

وکم من غائب قولا صحیحاً　　　　وآفته من الفهم السقیم

وجوابه ان النصب بفعل دل علیه غائب ای یغیب )

اور ابن مالک نے الفیہ میں حرف ندا کا بھی اضافہ کیا ہے یعنی اسم فاعل یا تو اعتماد کرے حرف ندا پر مگر اس قول کو غیر پسندیدہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اشمونی میں ہے (او حرف ندا نحو یا طالعاً جبلا والصواب ان النداء لیس من ذالک والمُسَوِّغُ انما هو الاعتماد علی الموصوف المقدر والتقدیر یا رجلاً طالعاً جَبَلاً)

نیز توضیح اور اس کی شرح تصریح میں ہے ( وقول ابن مالک فی النظم او حرف ندا تصریح منه انه اعتمد علی حرف النداء و ذالک سهو لان المعتمد علیه ما یقرب الوصف من الفعل و حرف النداء لا یصلح لذالک لانه مختص بالاسم لکونه من عِلاماته فکیف یکون مقربا من الفعل قاله ابن الناظم بمعناه)

(۸) سبیل الهدیٰ حاشیہ شرح قطر الندیٰ میں ہے کہ اسم فاعل اگرچہ فعل کا عمل کر رہا ہے مگر دونوں میں فرق ہے (ثم اعلم ان اسم الفاعل وان کان یعمل عمل الفعل یفارق الفعل فی امرین.

الاول: ان اسم الفاعل یضاف الی معموله نحو قولک زید ضارب عمرو.

والثانی : ان معمول اسم الفاعل المتاخر عنه تدخل علیه لام الجر لتقویته نحو قولک زید ضارب لعمرو واما الفعل فلا تدخل هذه اللام علی معموله المتاخر فلا تقولُ زید ضَرَبَ او یَضْرِبُ لعمرو)

مگر یاد رہے کہ اسم فاعل کی اضافت مفعول کی طرف جائز ہے جیسا کہ ہمع الهوامع میں ہے (ویضاف لمفعوله جوازا

## (تشریح)

نحو هدیا بالغ الکعبة . انک جامع الناس ) رہی اسم فاعل کی اضافت اپنے فاعل کی طرف تو جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ اسم فاعل کی اضافت فاعل کی طرف جائز نہیں ( ولا یجوز اضافته الی فاعله کما یجوز ذالک فی المصدر فلا یقال هل مکرمُ سعیدٍ ضُیُوْفُهٗ)

(۹) الاشباہ والنظائر جلد دوم میں ہے کہ اسم فاعل اپنے فاعل کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہے اسلئے تو معرب ہے بخلاف فعل مع الفاعل کے کہ وہ جملہ ہے ( الخامس ان اسم الفاعل مع فاعله یُعَدُّ من المفردات بخلاف الفعل مع فاعل ولذالک یعرب بخلاف الفعل مع فاعله عند التسمیة به) مزید تحقیق کیلئے الاشباہ والنظائر ملاحظہ ہو۔

## ﴿ نحو میر ﴾

پنجم اسم مفعول بمعنی حال واستقبال عمل فعل مجہول کند بشرط اعتماد مذکور چون زیدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْهُ و عَمْرٌو مُعْطیٰ غُلَامُهٗ دِرْهماً و بکرٌ معلومٌ ن ابْنُهٗ فَاضِلاً و خالدٌ مُخْبِرٌ ابْنُهٗ عَمْراً فَاضِلاً ، ہماں عمل کہ ضُرِبَ و اُعْطِیَ وَ عُلِمَ وَاُخْبِرَ می کرد مَضْرُوْبٌ ومُعْطیٰ و مَعْلُوْمٌ و مُخْبِرٌ می کند۔

## (طرز المبتدی)

(قوله پنجم اسم مفعول ) یعنی اسماء عاملہ میں سے پانچواں اسم مفعول ہے، یہ فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے یعنی بجائے فاعل کے مفعول بہ کو بنا برنائب فاعل رفع دیا کرتا ہے۔

مگر اسم مفعول کے عمل کیلئے اسم فاعل کی طرح چار شرطیں ہیں۔

(۱) شرط یہ کہ اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں ہو احتراز ہوا زیدٌ مُعْطیٰ غلامُهٗ درهماً اَمْسِ سے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ اسم مفعول بمعنی ماضی ہے۔

(۲) شرط یہ کہ اسم مفعول مکبر کا صیغہ ہو احتراز ہوا مُضَیْرِبٌ سے کہ یہ تصغیر کا صیغہ ہے۔

(۳) شرط یہ کہ اسم مفعول موصوف نہ ہو احتراز ہوا جَاءَ نِیْ مَضْرُوْبٌ شَدِیْدٌ سے کہ یہاں اسم مفعول موصوف واقع ہے۔

(۴) شرط یہ کہ اسم مفعول کا اعتماد ہو اُن چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر جن کا بیان تفصیل سے اسم فاعل کی بحث میں گذر چکا ہے احتراز ہوا مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ سے کہ یہاں اسم مفعول کا اعتماد نہیں ہے اشیاء ستہ میں سے کسی ایک پر۔



## (طرز المبتدی)

**فائدہ:** اسم مفعول فعل متعدی سے بنتا ہے اور فعل متعدی چار قسم پر ہے جیسا کہ باب دوم میں گذر چکا ہے۔

(۱) متعدی بیک مفعول جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً۔

(۲) متعدی بدو مفعول کہ جس میں ایک مفعول پر اختصار جائز ہے جیسے اعطیتُ زیداً دِرْهماً۔

(۳) متعدی بدو مفعول کہ جس میں ایک مفعول پر اختصار جائز نہیں جیسے علمتُ زیدا فاضلاً۔

(۴) متعدی بسہ مفعول جیسے اعلم اللّٰه زیدا عمراً فاضلاً۔

اب صاحب نحو میر نے اسم مفعول کیلئے باعتبار فعل متعدی کی چار مثالیں ذکر کی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فعل متعدی چار قسم پر ہے تو ان سے مشتق اسم مفعول بھی چار قسم پر ہیں۔

(۱) زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْهُ (زید کا باپ مارا گیا) یہ اس اسم مفعول کی مثال ہے جس کا فعل یعنی (ضُرِبَ) ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اب یہاں اسم مفعول کے عامل ہونے کی شرطیں موجود ہیں یعنی (مَضْرُوْبٌ) جو اسم مفعول کا صیغہ ہے موصوف اور تصغیر نہیں ہے اور حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور اعتماد کیا ہے (زیدٌ) مبتدا پر اور اپنے فعل مجہول (ضُرِبَ) کے بمثل متعدی ہے ایک مفعول کی طرف کہ وہ ( اَبُوْهُ) ہے اور اس کو رفع دیا ہے بنا بر نائب فاعل کیونکہ فعل مجہول کے فاعل کو حذف کر کے مفعول بہ کو اس کا نائب بنایا جاتا ہے۔

(۲) وَعَمْرٌو مُعْطیٰ غُلَامُهٗ دِرْهماً . یہ اس اسم مفعول کی مثال ہے جس کا فعل ( اُعْطِیَ) متعدی بدو مفعول ہے اور اختصار ایک پر جائز ہے اب یہاں اسم مفعول کے عامل ہونے کی شرطیں موجود ہیں یعنی (مُعْطیٰ) جو اسم مفعول کا صیغہ ہے موصوف اور مصغر نہیں ہے اور حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور اعتماد کیا ہے (عمروٌ) مبتدا پر اور اپنے فعل مجہول کی طرح متعدی بدو مفعول ہے لہٰذا پہلے مفعول (غُلَامُهٗ) کو بنا بر نائب فاعل رفع دیا ہے اور دوسرے مفعول (درهماً) کو بنا بر مفعول بہ نصب دیا ہے۔

(۳) و بَکْرٌ مَعْلُوْمٌ ن ابْنُهٗ فَاضِلاً. یہ اس اسم مفعول کی مثال ہے جس کا فعل ( عُلِمَ) متعدی بدو مفعول ہے اور اختصار ایک پر جائز نہیں اب یہاں اسم مفعول کے عامل ہونے کی شرطیں موجود ہیں۔

یعنی ( مَعْلُوْمٌ) جو اسم مفعول کا صیغہ ہے موصوف اور مصغر نہیں ہے اور حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور اعتماد کیا ہے (بَکْرٌ) مبتدا پر اور اپنے فعل مجہول (عُلِمَ) کی طرح متعدی بدو مفعول ہے لہٰذا پہلے مفعول (ابْنُهٗ) کو بنا بر نائب فاعل رفع

## (طرز المبتدی)

دیا ہے اور دوسرے مفعول (فاضلاً) کو بنا بر مفعول بہ نصب دیا ہے۔

(۴) وَخَالِدٌ مُخْبَرٌ نِ ابْنُـهُ عَمْراً فَاضِلاً. یہ اس اسم مفعول کی مثال ہے جس کا فعل (أُخْبِرَ) متعدی بسہ مفعول ہے اب یہاں اسم مفعول کے عامل ہونے کی شرطیں موجود ہیں یعنی (مُخْبَرَ) جو اسم مفعول کا صیغہ ہے موصوف اور مصغر نہیں ہے اور حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور اعتماد کیا ہے (خَالِدٌ) مبتدا پر لہٰذا اپنے فعل مجہول (أُخْبِرِ) کی طرح متعدی بسہ مفعول ہے۔ لہٰذا پہلے مفعول (اِبْنُـهُ) کو بنا بر نائب فاعل رفع دیا ہے اور دوسرے مفعول (عمراً) اور تیسرے مفعول (فاضِلاً) کو بنا بر مفعول بہ نصب دیا ہے۔

(قوله همان عمل) یعنی جو عمل ضُرِبَ ، أُعْطِیَ، عُلِمَ اور أُخْبِرَ کرتے تھے ان سے بنے ہوئے اسم مفعول یعنی مَضْرُوْبٌ مُعْطیً ، مَعْلُوْمٌ اور مُخْبَرٌ بھی وہی عمل کرتے ہیں۔

## (تشریح)

(اسم مفعول) شرح مأة عاملمیں ہے (ورابعها اسم المفعول وهو كل اسم نِ اشْتُقَّ لِذاتِ مَنْ وَقَعَ على الفعلُ) یعنی اصطلاح میں اسم مفعول ہر ایسا اسم ہے جس کا اشتقاق کسی ایسی ذات کیلئے ہو جس پر فعل واقع ہوتا ہو)

### (اسم مفعول کے عمل اور عامل ہونے کی شرطیں)

(۱) الاظہار و اعوال للبرکوی میں ہے (والثانی اسم الفاعل فهو يعمل عَمَلَ فعله المعلوم والثالث اسم المفعول فهو يعمل عمل فعله المجهول و شرط عملهما فی الفاعل المنفصل والمفعول به ان لا يكونا مُصَغَّرَيْنِ نحو ضُوَيْرِبٌ و مُضَيْرِيبٌ وَلَا مُوْصُوْفَيْنِ نحو جاء نی ضَارِبٌ شديدٌ و مضروبٌ شديدٌ وان وصفا بعد العمل لم يَضُرُّ عملهما السابق نحو جاء نی رجلٌ ضاربٌ غلامهُ شديدٌ و رجلٌ مضروبٌ غلامُهُ شديدٌ ثم ان كانا باللام لا يشترط لعملهما غيرُ ما ذُكِرَ نحو الضاربُ غُلَامَهُ اَمسِ عندنا وان كانا مجردين منها يُشْتَرَطُ الاعتماد على المبتداء او الموصوف او ذى الحال او الاستفهام او النفی و يُشْتَرَطُ فی نصبهماالمفعول به الدلالة على الاحال او الاستقبال)

(۲) الفواکہ الجنیہ میں ہے (ويعمل عمل الفعل المبنى للمفعول فيرفع المفعول لقيامه مقام الفاعل فان كان من متعد لاثنين او ثلاثة رفع واحدا و نصب ماسواه و شرط عمله كاسم الفاعل ای كشرطه



## (تشریح)

فان كان صلة لِاَلْ عمل مطلقا نحو جاء المضروب عبده امس او الآن او غدا فعبدهُ مرفوع باسم المفعول كما ترفعه بالفعل المبنى للمفعول اذا قلت زيد ضُرِبَ عبدُهُ وان كان مجردا من اَلْ عمل بشرط عدم المضی والاعتماد على واحد مما سبق ولو تقديرا و ذالک نحو زيد مضروب عبدُهُ الآن او غدا فعبده مرفوع باسم المفعول لانه نائب الفاعل فی المثالين ونحو هذا معطى ابوه درهما الآن او غدا كما تقول يُعْطى ابوه درهما)

(۳) شرح مأة عامل میں ہے (و شرط عمله كونه بمعنى الحال او الاستقبال واعتماده على المبتدأ كما فی اسم الفاعل مثل زيدٌ مَضْرُوْبٌ غلامُهُ الآن او غدا او الموصول نحو المَضْرُوْبُ غُلَامُهُ زيدٌ او الموصوف مثل جاء نی رَجُلٌ مَضْرُوْبٌ غلامُهُ او ذى الحال مثل جاء نی زيدٌ مَضْرُوْباً غلامُهُ او حرف النفى او الاستفهام مثل ما مَضْرُوْبٌ غلامُهُ و اَ مَضْرُوْبٌ غلامُهُ)

(۴) متوسط شرح کافیہ میں ہے (وَامره فی العمل والا شتراط ای وامر اسم المفعول فی عمله عمل فعله واشتراط عمله من كونه بمعنى الحال والاستقبال والاعتماد الخ)

اور آخر میں کہا گیا ہے (ومن جملة شرائط عمله ان لا يكون موصوفا ولا مصغرا لما ذكرنا فی اسم الفاعل)

(۵) رضی میں ہے (وامره فی العمل والاشتراط كامر اسم الفاعل يعنى ان حاله فی عمل فعله ای المضارع المبنى للمفعول كحال اسم الفاعل فی عمله عمل فعله الذی هو المضارع المبنى للفاعل الخ)

(۶) رضی میں ہے کہ اسم مفعول نائب فاعل کو رفع دینے میں شرط زمان کی طرف محتاج نہیں (فلا يحتاج فی عمل الرفع الى شرط زمان كما تبين فی باب الاضافة)

نیز عقد النامی میں ہے (لان عمله الرفع لا يتوقف على شرط ای اشتراط زمان كما صرح به نجم الائمة)

### (اسم فاعل اور اسم مفعول کے درمیان فرق)

سبیل الہدیٰ حاشیہ قطر میں ہے (والفرق بين اسم الفاعل واسم المفعول فی صناعة الاعراب ان اسم

## (تشریح)

الفاعل الدال علی الحدوث لایجوز ان یضاف الی مرفوعه فلا یجوز ان تقول محمد ضارب ابیه زیدا و ذالک لان الذات التی یدل علیها ضاراب الاب فلو اضفت ضارب الی الاب کنتَ قد اضفت الشئی الی نفسه و قد تقرر انه لا یجوز اضافة الشئی الی نفسه فیجب فی هذاالمثال ان تقول محمد ضارب ابوه زیدا بتنوین ضارب و رفع ابوه علی انه فاعل اما اسم المفعول فیجوز ان تضیفه الی مرفوعه فتقول زید محمودا المقاصد باضافة محمود الی المقاصد واصله زید محمودٌ مقاصده برفع مقاصد علی انه نائب فاعل .

و شئی آخر یفرق بینهما وهو ان اسم الفاعل یؤخذ من مصدر الفعل المتعدی نحو ضارب و مکرم و من مصدر الفعل اللازم نحو خارج و قاعد اما اسم المفعول فلا یؤخذ الا من مصدر الفعل المتعدی نحو مضروب الا ان یکون مع الظرف او الجار والمجرور)

**فائدہ:** اسم فاعل کی اضافۃ میں اپنے مرفوع کی طرف اس میں تفصیل ہے جیسا کہ اشمونی جلد دوم اور منحۃ الجلیل میں ہے ملاحظہ ہو عبارت منحۃ الجلیل کی (اسم الفاعل اما ان یکون فعله قاصراً کضَامر و طاهر واما ان یکون فعله متعدیا لواحد کراحم و ضارب واما ان یکون فعله متعدیا لا ثنین کالمعطی والسائل فان کان اسم الفاعل من فعل قاصر جازت اضافته الی مرفوعه اجماعا ان ارید به الدوام و یصیر حینئذ صفة مشبهة کضَامِر البطن وطاهرا النفس ومانع الجار وحامی الذمار وان کان من فعل متعد لاثنین امتنعت اضافتة لمرفوعه اجماعا وان کان من فعل متعد لواحد فللنحاة فیه ثلاثة اقوال اولها لایجوز ان یضاف لمرفوعه مطلقا وهو رأی جمهور النحاة.

وثانیها تجوز اضافته لمرفوعه ان لم یلتبس فاعله بمفعوله کالمثال الذی ذکره الشارح

و ثالثها تجوز ان حذف مفعوله وهو رأی ابن عصفور الخ)

مزید تحقیق کیلئے اشمونی وحاشیہ صبان اور خضری ملاحظہ ہوں۔



## ﴿ نحومیر ﴾

ششم صفت مشبہ عمل فعل خود کند بشرط اعتماد مذکور چون زیدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ ہمان عمل کہ حَسُنَ می کرد حَسَنٌ می کند۔

## (طرز المبتدی)

(قوله ششم صفت مشبه الخ) یعنی اسماء عاملہ میں سے چھٹی صفت مشبہ ہے اور صفت مشبہ چونکہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے لہٰذا صفت مشبہ اپنے فعل لازم کا عمل کرتی ہے یعنی فاعل کو رفع اور چھ اسموں کو نصب دیتی ہے اور صفت مشبہ کے عامل ہونے کی شرائط وہی ہیں جو اسم فاعل میں عامل ہونے کیلئے مذکور ہوئے مگر صفت مشبہ کے عمل کیلئے اس کا بمعنی حال یا استقبال ہونا شرط نہیں ہے نیز اعتماد علی الموصول کی صورت صفت مشبہ میں نہیں بن سکتی کیونکہ وہ الف ولام جو صفت مشبہ پر داخل ہوتا ہے وہ موصول کا نہیں ہے بلکہ وہ تعریف کا ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ الف ولام موصولہ صرف اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتا ہے اور یہی دونوں اس کا صلہ ہو سکتے ہیں اور کوئی شئی اس کا صلہ نہیں بن سکتی۔

خلاصہ یہ کہ اعتماد کی شرط یہاں بھی معتبر ہے لیکن مذکورہ بالا چھ چیزوں میں سے اسم موصول کے سوا باقی پانچ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد اور تکیہ کئے ہوئے ہو جیسے زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ.

آخر میں صاحب نحومیر نے کہا ہے کہ وہی عمل جو صفت مشبہ کا ماضی یعنی (حَسُنَ) کرتا ہے (حَسَنٌ) صفت مشبہ بھی کرتا ہے۔

## (تشریح)

(صفت مشبه) شرح مأۃ عامل میں ہے (وهی مشتقة من الفعل اللازم دَالَّةٌ علی ثبوت مصدر هالفاعِلِهَا علی سبیل الاستمرار والدوام بحسب الوضع) یعنی اصطلاح میں صفت مشبہ اس اسم مشتق کو کہتے ہیں جو ہمیشہ فعل لازم ہی سے مشتق ہوگی دران حالیکہ وہ صفت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ صفت کا مصدر اس کے فاعل کیلئے بلحاظ وضع بطور دوام ثابت ہے)

الحاصل صفت مشبہ اس اسم مشتق کا لقب ہے جو اپنے وضع کے لحاظ سے اس ذات پر دلالت کرے جس میں معنی مصدری بطور ثبوت ودوام کے پائے جاتے ہوں جیسے حَسَنٌ. لَئِیْمٌ. جبانٌ. اسی ذات پر دلالت کرتے ہیں جس میں ان کے معنی مصدری حُسْن یعنی خوبصورتی۔ لَوُم. جُبُن دواماً پائے جاتے ہیں محض وقتی اور عارضی نہیں جیسا کہ اسم فاعل میں ہوتا ہے

(تشریح)

پس اگر اسم فاعل میں کوئی ایسا حال مذکور ہو جس میں لزوم ودوام کی شان پائی جاتی ہو جیسا ضَـامِرٌ (دبلا شخص) کہ دبلا پن ایک غیر منفک حال ہے تو اسے صفت مشبہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسم فاعل کی وضع حدوث کیلئے ہے نہ کہ ثبوت کیلئے۔

مطلب حدوث کا یہ ہے کہ اسم فاعل میں معنی مصدری وقتی اور عارضی ہوتا ہے نہ کہ دائمی مثلاً ضَارِبٌ میں معنی مصدری ایک خاص وقت تک پائے جاتے ہیں جب تک صفت ضَـرْب اس شخص کے ساتھ قائم ہوا اور یہ ایسی صفت نہیں جو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہمیشہ ہمیشہ کسی ذات کے ساتھ قائم رہتی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اسم فاعل جس معنی مصدری پر دلالت کرتا ہے وہ عارضی ہے یعنی طاری اور عارضی ہوتا ہے مگر بعد میں زائل ہو جاتا ہے بخلاف صفت مشبہ کے اس میں مصدری معنی بطور ثبوت ودوام کے ہوتا ہے جیسے (حَسَنٌ) وہ شخص جس میں حسن بطور پائیداری کے قائم رہے۔

(وجہ تسمیہ)

(۱) بدر منیر میں ہے (مُشَبَّهَةٌ) مشابہت دیا ہوا چونکہ اسم فاعل کی مثل اس میں تثنیہ وجمع تذکیر وتانیث کے صیغے آتے ہیں لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے صفت مشبہ کو مشبہ کہتے ہیں۔

(۲) شرح مأۃ عامل میں ہے (وهى مشابهة باسم الفاعل فى التصريف و فى كون كل منهما صفةً مثل حَسَنٌ حَسَـنَانِ حَسَنُوْنَ حَسَنَةٌ حَسَنَتَانِ حَسَنَاتٌ على قياس ضاربٌ. ضَارِبَانِ . ضَارِبُوْنَ. ضَارِبَةٌ. ضَارِبَتَانِ . ضَارِبَاتٌ)

**فائدہ**: یہاں وجہ مشابہت میں کہا گیا ہے کہ (وفى كون كل منهما صفة) اس صفت سے مراد صفت اسمی ہے جسے اسم صفاتی بھی کہتے ہیں یعنی وہ اسم جو ذوات پر دلالت کرے اور معنی وصفی بھی اس میں پائے جائیں جیسے ضَارِبٌ مارنے والا الأحمر سرخ رنگ والا۔ ابن عقیل جلد دوم میں ہے (المراد بالصفة ما دل على معنى و ذاتٍ وهذا يشمل اسم الفاعل واسم المفعول وافعل التفضيل والصفة المشبهة)

(عمل فعل خود کند)

(۱) بدر منیر میں ہے کہ چونکہ صفت مشبہ صرف فعل لازم سے آتا ہے لہٰذا یہ اپنے فعل لازم کا عمل کرے گا لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے زائد ہوتا ہے اس لئے کہ صفت مشبہ شبہ مفعول کو بھی نصب دیتی ہے)



(تشریح)

(۲) مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل میں ہے (کہ صفت مشبہ تو لازم ہے اسے مفعول سے کوئی سروکار نہیں مگر جب صفت مشبہ کو اسم فاعل سے تشبیہ دی گئی تو اس کے معمول منصوب کو اسم فاعل کے مفعول سے تشبیہ دے کر اس پر نصب لے آئے)

**فائدہ**: صفت مشبہ شبہ بالمفعول کو جو نصب دیتا ہے اس معمول سے شبہ بالمفعول یہ مراد ہے جیسا کہ غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے (والنصب على التشبيه اى تشبيه معمول الصفة بالمفعول اى بمفعول اسم الفاعل فى المعرفة اى فى المعمول المعرفة نحو الحسن الوجه بالنصب فانه مشبه بالمفعول به ولَيْسَ مفعولا به لكن لما شبهوا هذه الصفة باسم الفاعل شبهوا منصوبها بمفعول اسم الفاعل الخ) اور یہ شبیہ بالمفعول بہ جو ہے اس پر حقیقتاً وقوع فعل نہیں ہو رہا ہے بلکہ نصب اس کا علی سبیل التشبیہ ہے جیسا کہ مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا نیز حاشیہ متوسط وغیرہ میں بھی تصریح موجود ہے دیکھئے متوسط کی حاشیہ کی عبارت (فَحَسَنٌ يعمل عمل حَسُنَ و ينبغى ان يعلم ان عمل هذه اوسع من عمل فعلها لانها يعمل النصب لمشابهتها باسم الفاعل الماخوذ من فعل متعد لكن لا بمعنى انه وقع الفعل على المنصوب كما فى قولك زيد ضارب عمرا لانك اذا قلت حَسَنُ الوَجْهِ فليس الحسن واقعا على الوجه من زيد بل الوجه فى الحقيقة هو الذى تثبت اليه الحُسْنُ على سبيل الاستمرار صيغة)

(صفت مشبہ فاعل ور شبیہ بالمفعول کے علاوہ

درج ذیل چیزوں میں بھی عامل ہے)

(۱) حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (وهى تنصب المصدر . والحال . والتميز . والمستثنى. والظرفين .والمفعول له و معه و المشبه بالمفعول به وفى موضع آخر انها لا تنصب المصدر)

(۲) حاشیہ صبان جلد سوم میں ہے (وعَمَلُ اسم فاعل المعدى لها الخ قال ابن هشام المراد بالعمل عمل النصب على طريقة المفعول به واما عمل الرفع او عمل نصب آخر فلا يتوقف على ذالك الحد كما ان اسم الفاعل هكذا. قال فى النهاية الصفة المشبهة تنصب المصدر والحال والتميز

## (تشریح)

والمستثنی والظرفین والمفعول له والمفعول معه والمشبه بالمفعول به و ذکر فی موضع آخر انہا لا تعمل فی المفعول المطلق (۱۵. یٰس) والمُتَّجَهُ الاَوَّل)

## (بشرط اعتماد مذکور)

(۱) الاظہار والعوامل للبرکوی میں ہے (والرابع الصفة المشبهة فهی تعمل عمل فعلها بالشروط المعتبرة فی اسم الفاعل غیر معنی الحال والاستقبال فانه لا یشترط فی عملها نحو زیدٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ)

(۲) حاشیہ صبان میں ہے (وبقی من الشروط ان لا تصغر فلو صغرت لم تعمل ذکره شیخنا وان لا توصَف)

(۳) شرح مأۃ عامل میں ہے (و تعمل عمل فعلها من غیر اشتراط زمانٍ لکونها بمعنی الثبوت واما اشتراط الاعتماد فمعتبر فیها الا ان الاعتماد علی الموصول لا یَتَاتّٰی فیها لان اللام الداخلة علیها لَیْسَتْ بموصول بالاتفاق) یعنی صفت مشبہ اپنے فعل کا سا عمل کرتی ہے یعنی فاعل کو رفع دیتی ہے اس کے عمل میں اسم فاعل کی طرح کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں ہے کیونکہ اس میں بلحاظ وضع وصف کا دوام اور ثبوت ہوتا ہے اور قید زمانہ حدوث کو مقتضی ہے اور ثبوت وحدوث دو متضاد امر ہیں جن کا اجتماع ناممکن ہے کیونکہ دوام وصف کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کا موصوف کے ساتھ تعلق کسی وقت اور زمان کے ساتھ مقید نہیں ہمہ وقت تعلق ہے۔ اور ماضی یا حال واستقبال کا قید صاف بتاتا ہے کہ یہ دوامی وصف نہیں بلکہ اس کا تعلق ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہے ماضی کے ساتھ ہوتو یون کہیں گے کہ تھا، اب نہیں، حال سے متعلق ہوتو یوں کہیں گے پہلے نہ تھا، اب ہے۔ اور استقبال سے متعلق ہوتو یوں کہا جائے گا کہ آئندہ ہوگا اس وقت نہیں ہے۔

البتہ اعتمادی شرط یہاں بھی معتبر ہے لیکن مذکورہ بالا چھ چیزوں میں سے اعتماد علی الموصول کی صورت صفت مشبہ میں نہیں بن سکتی کیونکہ وہ لام جو صفت مشبہ پر داخل ہوتا ہے وہ بالاتفاق موصولہ لام نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ تعریف کا لام ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ لام موصولہ صرف اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتا ہے اور یہی دونوں اس کا صلہ ہوسکتی ہیں اور کوئی شئی اس کا صلہ نہیں بن سکتی (مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل)

**فائدہ**: صفت مشبہ کے الف ولام کے موصولہ وغیر موصولہ ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ مغنی اللبیب جلد اول میں ہے (اَلْ علی ثلاثة اوجه احدها ان تکون اسما موصولا بمعنی الذی و فروعه وهی الداخلة علی



## (تشریح)

اسماء الفاعلین والمفعولین قیل والصفات المشبة ولیس بشئی لان الصفة المشبهة للثبوت فلا تُؤَوَّلُ بالفعل ولهذا کانت الداخلة علی اسم التفصیل لیست موصولة باتفاق) مگر شرح جامی میں ہے کہ صفت مشبہ کا الف ولام بالاتفاق موصولہ نہیں ملاحظہ ہو عبارت (واما اشتراط الاعتماد فمعتبر فیها الا ان الاعتماد علی الموصول لا یتاتی فیها لان اللام الداخلة علیها لیست بموصول بالاتفاق)

وجہ یہ ہے کہ صفت مشبہ کے الف ولام کو موصولہ کہنا یہ قول ضعیف ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے مگر ایک قول ضعیف ہوتا ہے ضعف کی وجہ سے اس کو کالعدوم قرار دے کر مسئلہ کو متفق علیہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو صفت مشبہ کے الف ولام کو جس نے اتفاقاً حرف کہا ہے وہ اسی قبیل سے ہے، بہر کیف صفت مشبہ کا الف ولام بنا بر قول اصح حرف تعریف ہے جیسا کہ حاشیہ صبان میں ہے (ولو قرنت بال بناء علی الاصح من انها مع الصفة المشبهة حرف تعریف)

## (شرط اعتماد صفت مشبہ میں شبیہ بالمفعول بہ میں عمل کرنے کیلئے ہے یعنی شرط اعتماد اس لئے ہے تاکہ صفت مشبہ شبیہ بالمفعول بہ میں عمل کرے)

(۱) النحو الوافی جلد سوم میں ہے (ولا تنصب هذا الشبیه الا بشرط اعتمادها الخ) بعد میں کہا گیا (ولا یشترط هذا الشرط لعملها فی معمول آخر غیر الشبیه بالمفعول به کاالحال والتمییز و شبه الجملة)

(۲) حاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (وانما یشترط الاعتماد لعملها النصب علی التشبیه بالمفعول به کما اشار الیه بقوله المعدی اما عمل الرفع او نصب آخر فلا یتوقف علی ذالک الحد کما ان اسم الفاعل کذالک) اسی طرح حاشیہ صبان جلد سوم میں بھی ہے۔

## (اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق)

ابن ہشام نے شرح قطر میں اسم فاعل اور صفت مشبہ کے درمیان درج ذیل پانچ طرق سے فرق ثابت کیا ہے۔

(۱) احدها انها تاره لا تجری علی حرکات المضارع و سکناته و تارة تجری فالاول کحَسَنٍ و ظَرِیْفٍ الا تری انهما لا یُجَارِیَان یَحْسُنُ و یَظْرُفُ والثانی نحو طَاهِرٌ و ضَامِرٌ الا تری انهما

## (تشریح)

یُجَاریَان یَطْهُرُ و یَضْمُرُ والقسم الاول هو الغالب حتی ان فی کلام بعضهم انه لازم ولیس کذالک و نَبَّهْتُ علی ان عدم المجاراة هو الغالب بتقدیمی مثال مالا یُجَارِی وهذا بخلاف اسم الفاعل فانه لا یکون الا مجاریا للمضارع کضارب فانه مجارٍ لِیَضْرِب الخ.

(۲) الثانی انها تدل علی الثبوت واسم الفاعل یدل علی الحدوث.

**فائدہ** : صفت مشبہ کی دلالت دوام اور ثبوت پر عقلی ہے نہ کہ وضعی جیسا کہ حاشیہ صبان جلد سوم میں ہے ( والمراد بالدوام الثبوت فی الازمنة الثلاثة قال لیس نقلا عن غیره و دلالة الصفة المشبهة علی الدوام عقلیة لا وضعیة لانها لما لم تدل علی التجدد ثبت لها الدوام بمقتضی العقل اذا الاصل فی کل ثابت دوامه و یوافقه قول الدمامینی نقلا عن الرضی کما ان الصفة المشبهة لیست موضوعة للحدوث لیست موضوعة للثبوت فی جمیع الازمنة فلیس معنی حَسَنٌ فی الوضع الا ذو حُسْنٍ سواء کان فی بعض الازمنة او جمیعها ولا دلیل فی اللفظ علی احد القیدین ای ( الحدوث والاستمرار ) لکن لما اطلق ذالک ولم یکن بعض الازمنة اولیٰ من بعض کان اللفظ ظاهرا فی الاتصاف بالحسن فی جمیع الازمنة إلا ان تقوم قرینة علی تخصیصه ببعضها نحو کان زید حَسَناً فقبح او سَیَصِیْر حسناً او هو الآن فقط حَسَنٌ فظهوره فی الاستمرار لیس وضعیاً)

(۳) الثالث ان اسم الفاعل یکون للماضی وللحال وللاستقبال وهی لا تکون للماضی المنقطع ولا لما لم یقع وانما تکون للحال الدائم وهذا هو الاصل فی باب الصفات الخ.

(۴) الرابع ان معمولها لا یتقدم علیها لا تقول زیدٌ وَجْهَهُ حَسَنٌ بنصب الوجه و یجوز فی اسم الفاعل ان تقول زید اَبَاهُ ضَارِبٌ و ذالک لضعف الصفة لکونها فرعاً عن فرع فانها فرع عن اسم الفاعل الذی هو فرع عن الفعل بخلاف اسم الفاعل فانه قوی لکونه فرعا عن اصل وهو الفعل.

**فائدہ** : صفت مشبہ کے معمول کی تقدیم وعدم تقدیم میں تفصیل ہے جیسا کہ حاشیہ خضری جلد دوم اور حاشیہ صبان جلد سوم میں ہے وہ یہ کہ صفت مشبہ کا معمول (۱) یا تو منصوب ہوگا شبیہ بالمفعول بہ ہونے کی بنا پر (۲) یا تو معمول صفت مشبہ کا مرفوع ہوگا بنا بر فاعلیت (۳) یا مجرور ہوگا بنا بر اضافت (۴) یا تو معمول اس کا منصوب ہوگا غیر شبیہ بالمفعول ہونے کی بنا پر۔



## (تشریح)

اب اگر معمول اس کا منصوب بنا بر شبیہ بالمفعول بہ ہے تو یہ معمول مقدم نہیں ہوسکتا ہے اور اسی شبیہ بالمفعول بہ کے نصب دینے میں صفت مشبہ فرع ہے اسم فاعل کا اور اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع یا مجرور ہے تو اس کی تقدیم صفت مشبہ پر ممنوع ہے کیونکہ مرفوع فاعل ہے اور مجرور مضاف الیہ ہے فاعل اور مضاف الیہ اپنے عامل سے مقدم نہیں ہو سکتے اور اگر معمول صفت مشبہ کا ظرف ہے یا منصوب ہے غیر شبیہ بالمفعول بہ کے بنا پر تو اس کی تقدیم ممنوع نہیں ہے صفت مشبہ پر اور یہ بھی معلوم ہو کہ ان دونوں میں اس کا عمل فعل پر محمول ہے نہ کہ اسم فاعل کی مشابہت سے جیسا کہ خضری جل دوم میں ہے اب مذکورہ بالا تفصیل کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۱) قوله فلم یجز تقدیم معمولها ای الشبیه بالمفعول به لانه الذی یفترقان فیه اما المرفوع والمجرور فلا یتقدمان مطلقا لانه فاعل او مضاف الیه واماالمنصوب علی وجه آخر فیقدم مطلقا کزید بک واثق و فَرِحٌ.

(۲) حاشیہ صبان جلد سوم میں ہے ( و سَبقُ ما تَعْمَلُ فیه مُجْتَنَبٌ. ای بحق الشبیه باسم الفاعل وهو منصوب علی طریقة المفعول به لانه الذی تفارق فیه الصفة اسم الفاعل اماالمرفوع والمجرور فلا یتقدمان فیهما لان المرفوع فاعل والمجرور مضاف الیه والفاعل والمضاف الیه لا یقتدمان قاله یس)

**فائدہ** : صفت مشبہ پر معمول کی تقدیم میں کسی شارح نے اعتراض کیا ہے، اشمونی میں اس اعتراض کو رد کیا گیا ہے، یہ ہے عبارت ( تنبیهات الاول قول الشارح ان جواز نحو زیدٌ بِکَ فَرِحٌ مبطل لعموم قوله ان المعمول لا یکون الا سببیاً مؤخرا مردودٌ لان المراد بالمعمول ما عملها فیه بحق الشبه و عملها فی الظرف و نحوه انما هو لما فیها من معنی الفعل )

(۵) الخامس ان معمولها لا یکون اَجْنَبِیاً بل سببیا و نعنی بالسببی واحداً من امور ثلاثة الاول ان یکون متصلا بضمیر الموصوف نحو مررتُ برجلٍ حَسَنٍ وَجْهُهُ الثانی ان یکون متصلا بما یقوم مقام ضمیره نحو مررت برجلٍ حَسَنِ الوجه لان اَلْ قائمة مقام الضمیر المضاف الیه .

االثالث ان یکون مُقَدَّراً معه ضمیر الموصوفِ کمَرَرْتُ برجلٍ حَسَنٍ وَجْهاً ای وَجْهاً مِنْهُ ولا یکون

## (تشریح)

**اجنبیا لا تقول مررت برجل حَسَنٍ عَمْراً. وهذا بخلاف اسم الفاعل فان معموله یکون سببیاً کمَرَرْتُ برجلٍ ضَارِبٍ اَبَاهُ و یکون اَجْنَبِیاً کَمَرَرْتُ برجلٍ ضَارِبٍ عَمْراً)**

رہی یہ بات کہ صفت مشبہ اور اسم فاعل کتنی باتوں میں متفق ہیں تو وہ درج ذیل ہیں جیسا کہ حاشیہ قطر میں مذکور ہیں۔

**الاول ان کلاهما یدل علی الحدث و صاحبه و ان کان اسم الفاعل یدل علی حدوث الحدث بعد ان لم یکن والصفة المشبهة تدل علی ثبوت الحدث ولزومه لصاحبه والثانی ان کل واحد منهما یذکر و یؤنث ویفرد ویثنی و یجمع الخ**

**والثالث ان اعمال کل واحد من الصفة المشبهة واسم الفاعل لا بد فیه من الاعتماد علی واحد مما ذکر فی اعمال اسم الفاعل.**

تنبیہ: صفت مشبہ کے مسائل اور احکام بہت ہیں، ہندی شرح کافیہ میں ہے (و یرتقی مسائلها الی اُلُوْفٍ) لہذا تفصیل کیلئے شروح کافیہ یا شروح الفیہ ملاحظہ کریں۔

## ﴿نحو میر﴾

ہفتم اسم تفضیل واستعمال او بر سہ وجہ است بہ مِنْ چون زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو یا بالف ولام چون جَاءَ نِیْ زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ یا باضافت چون زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وعمل او در فاعل باشد و آن هُوَ است فاعل اَفْضَلُ کہ در و مستتر است۔

## (طرز المبتدی)

**(قوله هفتم اسم تفصیل)** یعنی اسمائے عاملہ میں سے ساتویں قسم اسم تفضیل ہے اور یہ تین طریقے سے استعمال ہوتا ہے۔ اول مِنْ کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو دوم الف ولام کے ساتھ جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدُنِ الاَفْضَلُ سوم اضافت کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ.

**اسم تفصیل کا عمل:** اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے جو ہمیشہ ضمیر ہوتا ہے اور اس میں مستتر ہوتا ہے۔

**فائدہ:** اسم تفضیل کا فاعل اسم ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ضمیر ہی ہوتا ہے سوائے مسئلہ کُحل کے جو کافیہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ اس مثال میں اسم تفضیل کا فاعل اسم ظاہر ہے مگر وہ بھی شاذ ہے۔



## (تشریح)

(اسم تفضیل): بدر منیر میں ہے کہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مصدر سے بنایا گیا ہوتا کہ اس بات کو ظاہر کرے کہ معنی مصدری ایک شئی میں دوسری شئی کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (زید عمرو سے زیادہ فضیلت والا ہے) اس مثال میں افضل اسم تفضیل ہے جو فَضْلٌ مصدر سے بنایا گیا ہے جس نے یہ بات بتلائی کہ ذات زید میں معنی مصدری یعنی فَضْل عمرو سے زیادہ ہے)

**فائدہ:** اسم تفضیل اور مبالغہ میں یہ فرق ہے کہ اسم تفضیل میں زیادتی بمقابلہ دوسرے کے ہوتی ہے جیسے مثال مذکور میں اور مبالغہ میں زیادتی فی نفسہ یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے رَجُلٌ طَلُوْبٌ (بہت طلب کرنے والا مرد) اس میں زیادتی فی نفسہ بیان کی گئی ہے۔

**فائدہ:** اسم تفضیل میں تین چیزیں ہوتی ہیں اول مُفَضَّل دوم مُفَضَّلٌ علیه، سوم مفضل فيه. مُفَضَّلُ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی (فضیلت دیا ہوا) جس کو فضیلت دی گئی ہو اسے مفضل کہتے ہیں اور جس پر فضیلت دی گئی ہو اسے مفضل علیه کہتے ہیں اور جس چیز میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی گئی ہو اس کو مفضل فيه کہا جاتا ہے۔

(زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو) یہ اسم تفضیل کے استعمال کی پہلی صورت ہے، جامع الدروس جلد اول میں ہے کہ مِنْ کبھی مقدر بھی ہوتی ہے **(وقد تكون من مقدرة كقوله تعالىٰ والآخرة خير وابقى اى خير من الحياة الدنيا وابقى منها وقد اجتمع اثباتها وحذفها فى قوله سبحانه اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالاً و اَعَزُّ نَفَراً اى وَاَعَزُّ مِنْكَ)**

ابن عقیل اور جامع الدروس میں ہے کہ مِن تفضیلیہ اور اس کا مجرور اسم تفضیل کیلئے مضاف الیہ کا درجہ رکھتے ہیں لہذا ان کی تقدیم اسم تفضیل پر ممنوع ہے **(ومن و مجرورها مع اسم التفضيل بمنزلة المضاف اليه من المضاف فلا يجوز تقديمهما عليه كما لا يجوز تقديم المضاف اليه على المضاف فلا يقال مِنْ بَكْرٍ خَالِدٌ اَفْضَلُ وَلَا خَالِدٌ مِنْ بَكْرٍ اَفْضَلُ الا اذا كان المجرورُ بها اسم استفهام او مضافا الى استفهام فانه يجب حينئذ تقديم مِنْ و مجرورها لان اسم الاستفهام له صدر الكلام مثل مِمَّنْ اَنْتَ خيرٌ ومِنْ ايهم انت اولىٰ بهذا.**

## (تشریح)

ومِنْ فرسِ مَنْ فرسُکَ اَسْبَقُ و قدورد التقدیم شذوذا فی غیر الاستفهام و منه قول الشاعر

اذا سایَرَتْ اَسماءُ یَوْماً ظَعِیْنَةً　　فأسماءُ من تلکَ الظَعِیْنَة أملَحُ

والاصل (فاسماءُ اَمْلحُ من تلک الظَّعینة) جامع الدروس

**فائدہ :** جامع الدروس جلداول مین ہے کہ اسم تفضیل اگر الف کے ساتھ مستعمل ہو یا مضاف ہو خواہ معرفہ کی طرف یانکرہ کی طرف تو اس کے ساتھ مِنْ کا الحاق ممنوع ہے۔

ابن عقیل جلددوم میں ہے (وفُهِمَ من کلامه ان افعل التفضیل اذا کان بِأَلْ مضافا لا تصحبه من فلا تقول زید الافضل من عمرو ولا زید افضل الناس من عمرو)

اورالکواکب الدریہ جلددوم میں ہے (فلا یجوز استعماله باثنین منهما الخ)

**فائدہ :** من تفضیلیہ میں اختلاف ہے سبیل الہدی میں ہے کہ سیبویہ اور مبرد کے نزدیک ابتداء غایہ کیلئے ہے اور ابن مالک کے نزدیک مِنْ مجاوزت کیلئے ہے ملاحظہ ہو عبارت اختصارا( النحاة علی ا ن من الجارة للمفضول دالة علی ابتداء الغایة ارتفاعا او انحطاطا علی هذا اتفق سیبویه والمبرد الا ان سیبویه اشار الی انها مع افادتها لابتداء الغایة تفید معنی التبعیض وابطل ابن مالک افادتها التبعیض وله فی هذا الابطال دلیلان الاول انه لایصح حلول لفظ بعض محلها و قد علمنا ان من الدالة علی التبعیض هی التی یصح حلول لفظ بعض محلها والثانی ان المجرور بها قد یکون عاما نحو قولک اللّٰه اعظم من کل عظیم و اکبر من کل کبیر وابطل ابن مالک ایضا دلالة من هذه علی الابتداء واستدل علی ذالک بانها لو کانت للابتداء لصح و قوع الیٰ بَعْدَهَا کما صح فی قولک ذهبت من البیت الی المسجد ولا یصح وقوع الی بعد من الجارة للمفضول ومن اجل ذالک کله ذَهَبَ ابن مالک الی ان من الجارة للمفضول دالة علی المجاوزة فاذا قلت زید افضل من عمرو کان المعنی جاوز زید عمرا فی الفضل )

(و عمل او در فاعل باشد ) یعنی اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اس کا فاعل ضمیر ہے جو اس میں دائمی مستتر ہے جیسا کہ علامہ برکوی نے الاظہار والعوامل میں کہا ہے یہی مراد ہے صاحب نحو میر کی اس قول کہ (وعمل او در فاعل باشد وآن



## (تشریح)

مُوْ است فاعل افضل کہ درو مستتر است )اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے ( واسم التفضیل یرفع الضمیر المستتر باتفاق ) البتہ مسئلہ کُحل میں اسم تفضیل نے اسم ظاہر فاعل کو رفع دیا ہے جیسا کہ کافیہ وغیرہ کتابوں میں ہے نیز ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے (ولا یرفع اَکْثَرُهُمْ بافعل الاسم الظاهر الا فی مسئلة الکحل و ضابطها ان یکون فی الکلام نفی بعده اسم جنس موصوف باسم التفضیل بعده اسم مُفَضَّلٌ علی نفسه باعتبارین مثال ذالک قولهم مارأیتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فی عَیْنِهِ الکُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ) مذکورہ مثال میں (اَحْسَن) اسم تفضیل نے ( الکحلُ) اسم ظاہر کو رفع دیا ہے مگر یاد رہے کہ اس مثال میں اسم تفضیل کا عمل اسم ظاہر میں ایک قاعدے پر مبنی ہے جو اوپر ذکر ہوا، اور یہ مسئلہ مفصلا کافیہ وغیرہ میں مذکور ہے تفصیل کیلئے شروح کافیہ یا شروح الفیہ ملاحظہ ہو۔

(۱)ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ اسم تفضیل مفعول بہ کو نصب نہیں دیتا ہے (واجمعوا علی انه لاینصب المفعول به مطلقا ولهذا قالوا فی قوله تعالیٰ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ اِنَّ مَنْ لسیت مفعولا باعلم لانه لا ینصب المفعول ولا مضافا الیه لان افعل بعض ما یضاف الیه فیکون التقدیر اعلم المضلین بل هو منصوب بفعل محذوف یدل علیه اعلم ای یَعْلَمُ مَن یَضِلُّ)

(۲)تتمۃ الآجرومیہ میں بھی اسی طرح کہا گیا ہے ( ولا ینصب المفعول به اتفاقا )

(۳)الکواکب الدریہ میں اتفاق واجماع پر اعتراض کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے (وفیه نظر فقد نقل فی المغنی عن بعضهم جواز نصبه للمفعول به )

مگر آخر میں اجماع واتفاق والے قول کی طرف سے سوال مذکور کا جواب دیا گیا ہے تفصیل کیلئے الکواکب الدریہ ملاحظہ ہو۔

### (اسم تفضیل ، فاعل کے علاوہ کتنی چیزوں میں عامل ہے اور کتنی چیزوں میں عامل نہیں؟ )

شذور الذہب اور الکواب الدریہ میں ہے کہ اسم تفضیل فاعل کے ساتھ ساتھ درج ذیل چیزوں میں بھی عمل کرتا ہے۔

(۱)تمییز میں جیسے اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً .اس مثال میں اسم تفضیل اَکْثَرُ نے (مالاً) کو نصب دیا ہے بنا بر تمییز.

(۲)جارومجرور میں جیسے زیدٌ اَفْضَلُ مِنْکَ .اس مثال میں افضلُ اسم تفضیل ہے ( مِنْکَ) جارومجرور متعلق ہے

(تشریح)

اسم تفضیل کے ساتھ اور یہ بات پہلے بھی معلوم ہوئی ہے کہ جار و مجرور مفعول بہ غیر صریحی ہوتا ہے۔

(۳) مفعول فیہ میں جیسے زیدٌ اَفْضَلُ مِنْکَ الْیَوْمَ . اس مثال میں اَفْضَلُ اسم تفضیل ہے (اَلْیَوْمَ) کو نصب دیا ہے بنا بر مفعول فیہ کے۔

(۴) حال میں جیسے زید اَحْسَنُ النَّاسِ مُتَبَسِّماً . اس مثال میں اَحْسَنُ اسم تفضیل نے (مُتَبَسِّماً) کو بنا بر حالیت نصب دیا ہے۔

شذور الذهب میں ہے کہ اسم تفضیل درج ذیل چیزوں میں عمل نہیں کرتا ہے۔

(۱) مفعول مطلق میں۔

(۲) مفعول بہ میں

(۳) مفعول لہ میں

(۴) مفعول معہ میں

<u>تتمه</u>: اس تتمہ میں درج ذیل پانچ چیزیں بیان ہوں گی۔

**(۱) اسم تفضیل کا وزن**: جامع الدروس جلد اول میں ہے کہ اسم تفضیل مذکر کیلئے اَفْعَلُ اور مؤنث کیلئے فُعْلیٰ کا وزن ہے (لاسم التفضيل وزن واحد وهو اَفْعَلُ ومؤنثه فُعْلیٰ كاَفْضَلُ و فُضْلیٰ و اَكْبَرُ و كُبْریٰ و قد حذفت همزة افعل فی ثلاث كلمات وهی خير و شر و حب نحو خَيْرُ الناس من ينفع الناس و كقولك شَرّ الناس الْمُفْسِدُ وكقول الشاعر

مُنِعْتَ شَيئاً فأكثرت الوَلُوْعَ به وحبُّ شَیْءٍ الى الانسان مَا مُنِعَا

والثلاثة اسماء تفضيل و اصلُها اَخْيَرُ و اَشَرُّ واَحَبُّ حذفوا همزاتها لكثرة الاستعمال و دورانها على الالسنة و يجوز اثباتها على الاصل و ذالک قليل فی خير و شَرٍ و كثيرٌ فی حَبِّ)

**(۲) اسم تفضیل کے وزن میں تصرف**: اشمونی جلد سوم میں ہے (ولا ينصرف عن صيغة افعل الا ان الهمزة حذفت فی الاكثر من خير و شر لكثرة الاستعمال و قد يعامل معاملتهما فی ذالک احب كقوله و حب الشيئی الى الانسان ما مُنِعَا و قد يستعمل خير و شر على الاصل كقرأة بعضهم



(تشریح)

من الكذَّابُ الاَشِرُّ و نحو بلال خير الناس وابن الاَخْيَرَ)

**(۳) اسم تفضیل کے بناء کی شرائط**: جامع الدروس جلد اول میں اسم تفضیل کی بناء کیلئے درج ذیل شرائط ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) یہ کہ اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنا ہو احتراز ہوا غیر ثلاثی مجرد سے جیسے اَکْرَمَ

(۲) یہ کہ فعل مثبت سے بناء ہو احتراز ہوا فعل نفی سے جیسے ما کَتَبَ.

(۳) یہ کہ فعل متصرف سے بنا ہو، احتراز ہوا فعل غیر متصرف سے جیسے بِئْسَ.

(۴) یہ کہ فعل معلوم سے بنا ہو، احتراز ہوا فعل مجہول سے جیسے ضُرِبَ .

(۵) یہ کہ فعل تام سے بنا ہو، احتراز ہوا فعل ناقص سے جیسے کَانَ .

(۶) یہ کہ ایسے فعل سے مشتق ہو جو قابل تفضیل و زیادتی ہو، احتراز ہوا مَاتَ سے کہ مَوْتَ ایک ہوتا ہے اس میں مفاضلہ نہیں ہوتا کہ زید کا موت زیادہ ہو عمرو کی موت سے، البتہ موت کے اسباب مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

(شعر) ومن لم يَمُتْ بالسيف مات بغيره

تنوعت الاسباب والموت واحد

(۷) یہ کہ وہ فعل لَوْن . عَیْب . پر دال نہ ہو احتراز ہوا سَوِدَ . عَوِرَ سے۔

<u>فائده</u>: رضی اور متوسط کے حاشیہ میں ہے کہ عیب سے ظاہری عیب مراد ہے نہ کہ باطنی کیونکہ عیب باطنی سے اسم تفضیل کی بنا جائز ہے جیسے (زیدٌ اَجْهَلُ مِنْ عَمْرٍو و فُلَانٌ اَبْلَهُ مِنْ فُلَانٍ)

متوسط کے حاشیہ میں ہے (وانما اشترط ان لا يكون لونا ولا عيبا دفعا للالتباس و ذالک لان باب الالوان والعيوب جاز فيها الصفات على وزن افعل من غير اعتبار الزيادة كاَسْوَد و احمر وغيرهما) جاننا چاہئے کہ (اَسْوَدُ و اَحْمَرُ) یہ دونوں صفت مشبہ کے صیغے ہیں صرف و نحو کی کتابوں میں جو افعل کی تین قسمیں ذکر کی جاتی ہیں یعنی افعل تفضیلی، افعل صفتی، افعل اسمی، ان تین قسموں میں افعل صفتی سے مراد یہی صفت مشبہ والا اَفْعَلُ ہے اور صفت مشبہ کا اَفْعَلُ کے وزن پر آنا قیاسی ہے جیسا کہ رضی وغیرہ میں ہے (وصيغ الصفة المشبهة ليست بقياسية كاسم الفاعل واسم المفعول و يجئی فی مقدمة التصريف ان شاء الله تعالیٰ

## (تشریح)

و قد جاء ت من الالوان والعیوب الظاهرة قیاسیة کاَسْوَد و اَبْیَض و اَدْعَج و اَعْوَر علی وزن اَفْعَل)

(۴) اگر اسم تفضیل ثلاثی مجرد کے علاوہ جیسے ثلاثی مزید یا رباعی سے یا اس ثلاثی مجرد سے جس میں لَــوْن یا عیب ظاہری کے معنی پائے جاتے ہوں بنانا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس فعل سے اسم تفضیل بنانا ہو اس فعل کے مصدر کو (اَشَدُّ یا اَکْثَرُ) اسم تفضیل کے بعد ذکر کریں اور اس مصدر کو بنابر تمییز نصب دیں تو تفضیل کا معنی حاصل ہوتا ہے جیسے هو اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجاً (وہ زیادہ سخت ہے اس سے از روئے نکالنے کے)

(۵) اسم تفضیل اور اَفْعَلُ میں فرق: اسم تفضیل اور اَفْعَلُ تفضیل میں فرق یہ ہے کہ اسم تفضیل عام ہے اس کا شمول اسم تفضیل کے تمام صیغوں پر ہوتا ہے جیسے (اَفْعَلُ و فُعْلیٰ) ہے کیونکہ یہ بھی اسم تفضیل کے صیغے ہیں اگرچہ سب بروزن اَفْعَلُ نہیں ہیں بخلاف اَفْعَلُ کے کہ اس کا اطلاق اسم تفضیل کے صیغوں میں سے صرف اَفْعَلُ پر ہوتا ہے نہ کہ فُعْلیٰ پر دیکھئے حاشیہ متوسط کی عبارت کو (وانما قال اسم التفضیل ولم یقل اَفْعَلُ التفضیل لیتناول افعلُ و فُعْلیٰ و قیل لیتناول خیر وشر و فیه نظر لانهما ایضا علی اَفْعَلُ تقدیراً) اسی طرح الاظہار والعوامل للبرکوی کے حاشیہ میں بھی ہے۔

## ﴿نحو میر﴾

ہشتم مصدر بشرط آنکہ مفعول مطلق نباشد عمل فعلش کند چون اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرا

## (طرز المبتدی)

(قوله هشتم مصدر) یعنی اسماء عاملہ میں سے آٹھویں قسم مصدر ہے، مصدر بھی دوسرے اسماء مذکورہ کی طرح اپنے فعل کا عمل کرتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ مفعول مطلق نہ ہو ورنہ عمل نہیں کرے گا بلکہ اس وقت خود جو فعل وہاں موجود ہے وہی عامل ہوگا کیونکہ فعل عمل میں اصل اور قوی ہے مصدر اس کی فرع اور ضعیف ہے لہٰذا اصل کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف اور فرع کو عامل بنانا صحیح نہیں۔

اب موافقی مثال مصدر لازمی کی جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُ زَیْدٍ (مجھ کو زید کے کھڑے ہونے نے تعجب میں ڈالا) اس مثال میں (قِیَامُ) مصدر لازم ہے مگر اپنے فاعل (زَیْدٍ) کی طرف مضاف ہے لہٰذا اس کا فاعل لفظاً بوجہ مضاف الیہ ہونے کے



## (طرز المبتدی)

تو مجرور ہے مگر اسکو (قیامُ) مصدر لازمی نے معناً رفع دیا ہے بنابر فاعلیت اور بوقت ترکیب یوں کہا جائے گا کہ (زیدٍ) مجرور لفظاً مضاف الیہ برائے مضاف و مرفوع معناً فاعل برائے مصدر اور موافقی مثال مصدر متعدی کی جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْراً (مجھے زید کے عمرو کو مارنے نے تعجب میں ڈالا) اس مثال میں (ضَرْبُ) مصدر متعدی ہے مگر مضاف ہے اپنے فاعل (زیدٍ) کی طرف لہٰذا زید بوجہ مضاف الیہ ہونے کے لفظاً تو مجرور ہے مگر معنی اس کو (ضربُ) مصدر متعدی نے رفع دیا ہے بنابر فاعلیت اور (عمراً) کو نصب دیا ہے بنابر مفعول بہ ہونے کے۔

**فائدہ**: مصدر عمل کرنے کے وقت اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کبھی جبکہ قرینہ موجود ہو مفعول بہ کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے لیکن اس کی اضافت باعتبار فاعل کے مفعول کی طرف کم ہوتی ہے جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ اللِّصِّ الجلَّادُ (جلاد کے چور کو مارنے نے مجھ کو تعجب میں ڈالا) اس مثال میں (ضَرْبُ) مصدر متعدی ہے اور (اللِّصِّ) مفعول بہ کی طرف مضاف ہے (اَلْجَلَّادُ) اس کا فاعل ہے۔

**فائدہ**: مصدر کو منوّن کر کے بغیر اضافت لانا بھی جائز ہے جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامٌ زیدٌ یہ مصدر لازمی کی مثال ہے اور اَعْجَبَنِیْ ضَرْبٌ زَیْدٌ عَمْراً یہ مصدر متعدی کی مثال ہے مگر مصنف نے مصدر کیلئے مثال میں اضافت کی صورت کو پیش کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مصدر کے عمل کرنے کی یہ صورت کثیر الاستعمال ہے۔

## (تشریح)

(قوله مصدر) شرح مأۃ عامل میں مصدر کی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے (وهو اسم حدث اشتق منه الفعل) یعنی مصدر نام ہے حدث یعنی اس معنی کا جو قائم بالغیر ہوتا ہے جیسے قَامَ عَمْرٌو میں قیام معنی حدثی ہے جو عمرو کے ساتھ قائم ہے اور اسی معنی حدثی سے فعل مشتق ہوتا ہے۔

## (بشرط آن کہ مفعول مطلق نباشد)

مصدر کے عمل کیلئے ابن ہشام نے آٹھ شرائط ذکر کئے ہیں مگر شرائط سے پہلے یہ ذہن میں ہو کہ مصدر بوقت عمل اَنْ مع الفعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ شریفیہ شرح کافیہ میں ہے جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْراً یہاں مصدر اَعْجَبَنِیْ مِنْ اَنْ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْراً فعل ماضی کے معنی میں ہے اور کبھی فعل مضارع کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ

## (تشریح)

مفتاح العوامل میں ہے جیسے اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یہاں مصدراور اِطْعَامٌ اَنْ یُطْعِمَ فی یوم ذی مسغبة فعل مضارع کے معنی میں ہے جیسا کہ شرح قطر میں ہے۔اب شرائط ملاحظہ ہوں۔

(ا) یہ کہ مصدر مؤول ہو ( اَنْ مع الفعل ) کے ساتھ یا مؤول ہو(ما مع الفعل ) کے ساتھ جیسے یُعْجِبُنِیْ ضَرْبُکَ زَیْداً غداً اَوْ اَمْسِ. یہاں مصدر مؤول ہے اَنْ تَضْرِبَ غداً یااَنْ ضَرَبْتَ اَمْسِ سے مطلب یہ ہے کہ اس مثال میں مصدر مؤول ہے (اَنْ مع الفعل ) سےاور یُعْجِبُنِیْ ضَرْبُکَ زَیْداً الآنَ . یہاں مصدر مؤول ہے ( ما مع الفعل) سے کیونکہ یہ یُعْجِبُنِیْ ما تَضربُهُ الآنَ کے معنی میں ہے۔یادرہے کہ مراداس ما سے ما مصدریہ ہے۔

**فائدہ**: مصدر مطلقاً عمل کرتا ہے یعنی اسم فاعل واسم مفعول کی طرح کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں جیسا کہ ابن حاجب نے کافیہ میں کہا ہے(ویعمل عمل فعله ماضیا او غیره )عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ اس میں رد کرنا ہے ان حضرات پر جو کہتے ہیں کہ مصدر بوقت عمل مقترن بالحال نہ ہو یعنی حال کے معنی میں نہ ہو۔

(۲) یہ کہ مصدر تصغیر نہ ہو احتراز ہوا اَعْجَبَنِیْ ضُرَیْبُکَ زَیْداً سے۔

(۳) یہ کہ مصدر مُضمر نہ ہو یعنی مصدر کا نائب ضمیر نہ ہو جیسا کہ النحو الوافی میں ہے احتراز ہوا ضَرْبِیْ زَیْداً حَسَنٌ وهُوَ عمراً قَبِیْحٌ سے کہ یہاں(هُوَ) نائب ہے مصدر محذوف یعنی(ضَرْبِیْ) سے یہ ناجائز ہے مگر کوفیین اس کو جائز کہتے ہیں۔

(۴) یہ کہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو احتراز ہوا ضَرَبْتُ ضَرْباً سے۔

(۵) یہ کہ مصدر قبل از عمل موصوف نہ ہو احتراز ہوا اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُکَ الشدید زَیْداً سے کہ یہاں(ضَرْبُکَ) مصدر قبل از عمل موصوف ہے اور( الشدید) اس کی صفت ہے لہٰذا یہاں مصدر (زیدا) میں عمل نہیں کرسکتا۔

(۶) یہ کہ مصدر محذوف نہ ہو، احتراز ہوا مَالَکَ وَزَیْداً سے کہ یہاں بعض(زیداً) کو(مُلَابَسَتُکَ) مصدر محذوف کیلئے مفعول بہ شمار کرتے ہیں۔

**فائدہ** : اس شرط کی بناپر ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ نحاۃ نے رد کیا ہے ان حضرات پر جو(بسم اللّٰہ) میں جار و مجرور کو (ابتدائی ) مصدر محذوف کے ساتھ تعلق دیتے ہیں کیونکہ اس تعلق سے تعلق عمل مراد ہے جیسا کہ خالد ازہری نے موصل الطلاب میں کہا ہے (والمراد بالتعلق العمل فی محل الجار والمجرور نصباً او رَفْعاً)مثال تعلق الجار والمجرور بالفعل نحو مررت بزید فالجار والمجرور فی محل نصب بمررت



## (تشریح)

ومثال تعلق الجار والمجرور بما فی معنی الفعل نحو زید مَمْرُوْرٌ به فالجارو والمجرور فی محل رفع علی النیابة عن الفاعل بمَمْرُوْر) مگر النحو الوافی میں ہے کہ مصدر محذوف کا معمول اگر جار ومجرور ہو تو یہ جائز ہے جیسے (بسم اللّٰہ)میں۔

(۷) یہ کہ مصدر اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ اجنبی کا نہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جو مصدر کیلئے معمول نہ ہوتا ہو فاصل واقع نہ ہو احتراز اہوا(اِنِّیْ اُبَادِرُ اِلیٰ تَلْبِیَةٍ صَارِخاً الْمُسْتَغِیْثُ) کیونکہ اس مثال میں (تلبیة)مصدر اور (الْمُسْتَغِیْثُ) اس کا مفعول بہ ہے مگر مصدر اور اس کے معمول (المستغیث ) کے درمیان فاصلہ اجنبی کا ہے کہ وہ (صارِخاً) ہے کیونکہ صَارِخاً مصدر کا معمول نہیں بلکہ یہ حال مقدم ہے ضمیر (مستغیث ) سے جیسا کہ النحو الوافی جلد سوم میں ہے۔

(۸) یہ کہ مصدر کا معمول مصدر سے مقدم نہ ہو احتراز ہوا اَعْجَبَنِیْ زَیْداً ضَرْبُکَ سے کیونکہ یہاں(زَیْداً) مفعول بہ مقدم واقع ہے مصدر کیلئے اور یہ ناجائز ہے۔

النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ مصدر کا معمول اگر ظرف یا جار ومجرور ہو تو ایسے معمول کا تقدم مصدر پر جائز ہے جیسے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ . یہاں(السعی) مصدر ہے اور (معه ) ظرف مصدر کا معمول ہے اور مصدر سے مقدم واقع ہے اور لَایَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلاً. یہاں(حولاً) مصدر ہے اور(عَنْها ) جار ومجرور متعلق مقدم واقع ہے(حوَلاً) سے۔

## (مصدر کے عمل کی بنیاد)

(ا) سبیل الہدیٰ حاشیہ قطر میں ہے ( اعلم او لا ان النحاة قد اختلفوا فی تعلیل اعمال المصدر فذهب فریق منهم الی ان العلة هی شبه المصدر بالفعل فی المعنی و ذالک لاشتراکهما فی الدلالة علی الحدث و ذهب فریق آخر الی ان العلة هی کون المصدر اصلاً للفعل فی الاشتقاق )

(۲) ہندی میں ہے ( ویعمل عمل فعله لمناسبته بالفعل لِمَکَانِ الاشتققاق بینهما )

(۳) جامع الدروس جلد سوم میں ہے(واعلم ان المصدر لا یعمل عمل الفعل لشبهه به بل لانه اصله )

## (مصدر اور اسم فاعل میں فرق)

الاشباہ والنظائر میں سیوطیؒ نے کہا ہے ( ما افترق فیه المصدر واسم الفاعل . قال ابن السراج فی الاصول

## (تشريح)

الفرق بين المصدر و بين اسم الفاعل ان المصدر يجوز ان يضاف الى الفاعل والى المفعول تقول عجبتُ من ضرب زيدٍ عمراً فيكون زيد هو الفاعل فى المعنى و من ضَرْبِ زَيْدٍ عَمْرٌو فيكون زيد هو المفعول فى المعنى ولا يجوز هذا فى اسم الفاعل كما لا يجوز ان يقال عجبتُ من ضارب زيدٍ و زيد فاعل )

وقال المهلبى الفرق بينها من ستة اوجه ان اسم الفاعل يتحمل الضمير بخلاف المصدر وان الالف واللام فيه تفيد شيئين التعريف والموصولية وفى المصدر تفيد التعريف فقط وانه يجوز تقديم معموله عليه نحو هذا زيدا ضاربٌ بخلاف المصدر وانه يعمل بشبه الفعل والمصدر قائم بنفسه لا يعمل بشبه شئى لانه الاصل وانه لا يعمل الا فى الحال والاستقبال والمصدر يعمل فى الازمنة الثلاثة والسادس ما ذكره ابن السراج من الاضافة)

### (مصدر میں ضمیر ہوتی ہے یا نہیں؟)

(۱) کافیہ میں ہے (ولا يضمر فيه ) ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے (كما يضمر فى اسم الفاعل وغيره ) مزید تحقیق کیلئے شرح ابن حاجب ملاحظہ کریں۔

(۲) عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے ( ولا يضمر فيه الاولى ولا يُسْتَتَرُ فيه)

(۳) ہندی میں ہے (ولا يضمر فيه ) اى لا يقع اضمار المستتر فيه بخلاف البارز نحو ضَرْبِىْ زيد لضعف عمله ) مزید تحقیق کیلئے ہندی اور شرح ابن حاجب کو ملاحظہ کریں۔

(۴) خالد ازہری نے تصریح میں کہا ہے کہ مصدر اگر مؤول بالمشتق ہو حامل ضمیر ہو سکتا ہے (والمصدر اذا كان بمعنى المشتق يتحمل الضمير ).

**فائده**: کافیہ میں ہے کہ (ولا يلزم ذكر الفاعل۔ شرح کافیہ شریفیہ میں ہے (اى فاعل المصدر كما تقول اَعْجَبَنِىْ ضَرْبٌ زَيْداً) اور الاشباہ والنظائر جلد دوم میں ہے کہ فاعل تین جگہوں میں حذف ہوتا ہے (۱) فعل مجہول میں (۲) مصدر میں (۳) التقاء ساکنین میں ملاحظہ ہو عبارت (ضابطه حذف الفاعل . قال ابن نحاس فى التعليقة اعلم ان الفاعل يحذف فى ثلاثة مواضع احدها اذا بُنِىَ الفعل للمفعول نحو ضُرِبَ زَيْدٌ فههنا



## (تشريح)

يحذف الفاعل وهو غير مراد. الثانى فى المصدر اذا لم يذكر معه الفاعل مظهرا يكون محذوفا ولا يكون مضمرا لان المصدر غير مشتق عند البصريين فلا يتحمل ضميرا بل يكون الفاعل محذوفا مراد اليه نحو يعجبنى ضربٌ زَيْداً والثالث اذا لاقى الفاعل ساكنا من كلمة اخرى كقولك للجماعة اِضْرِبُوْا القومَ وللمخاطبة اِضْرِبِىْ الْقومَ ومنه نونا التوكيد نحو هل الزيدون يَقُوْمُنَّ وهل تَضْرِبِنَّ يا هِنْدُ)

### (مصدر عموماً مضاف ہوتا ہے اپنے فاعل کی طرف)

(۱) کافیہ اور شرح کافیہ شریفیہ میں ہے ( ويجوز اضافته اى اضافة المصدر الى الفاعل وهذا كثير فى الاستعمال و حينئذٍ يكون الفاعل مجروراً لفظا والمفعول على تقدير ذكره يكون منصوباً نحو اَعْجَبَنِىْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْراً)

وقد يضاف المصدر الى المفعول و حينئذٍ ان كان الفاعل مذكوراً مرفوعاً واعلم ان عمل المصدر على ثلاثة اوجه الاول ان يكون المصدر منوناً و يعمل عمل فعله نحو اعجبنى ضربٌ زيدٌ عمراً وهذا اصل فى عمل المصدر والثانى ان يكون المصدر مضافا الى الفاعل او المفعول فيكون المعمول الآخر على حاله نحو اعجبنى ضربُ زيدٍ عمراً او اعجبنى ضَرْبُ عمرٍو زيدٌ والعمل على هذا الوجه اولىٰ من العمل على الوجه الاول والثالث اعماله باللام يعنى ان يكون المصدر معرفاً باللام و يعمل عمل فعله وهذا قليل فى الاستعمال ) مزید تحقیق کیلئے شریفیہ شرح کافیہ ملاحظہ ہو۔

(۲) ابن عقیل جلد دوم میں ہے کہ مصدر کبھی ظرف کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے ( و يضاف المصدر ايضاً الى الظرف ثم يرفع الفاعل و ينصب المفعول نحو عَجِبْتُ مِنْ ضَرْبِ الْيَوْمِ زَيْدٌ عَمْراً)

**فائده**: ابن عقیل جلد دوم میں ہے ( اذا اُضيف المصدر الى الفاعل ففاعله يكون مجرورا لفظا مرفوعاً محلاً الخ ) اور آگے کہا گیا ہے ( واذا اُضيف الى المفعول فهو مجرور لفظا منصوب محلاً الخ)

**فائده**: مصدر مجہول جو اسم مفعول کے معنی میں ہوتا ہے وہ فعل مجہول کا عمل کرتا ہے جیسا کہ شرح عصام علی الکافیہ میں ہے

(تشریح)

( ویعمل عمل فعله المتعدی او اللازم من غیر تفاوت ولا یبعد ان یدرج فیه عمله عمل الفعل المجهول اذاکان مصدرا مبنیا للمفعول بان یقال اعجبنی اخراجُ زَیْدٍ ان یکون زید مفعول مالم یسم فاعله للاخراج لانه بمعنی الکون مُخْرَجاً علی صیغة المفعول لا بمعنی الکون مُخْرِجاً علی صیغة الفاعل )

(مصدر میمی واسم مصدر عمل کرتے ہیں یانہیں؟)

(۱) جامع الدروس میں ہے( والمصدر المیمی کغیر المیمی فیکونه یَعْمَلُ عمل فعله نحو مُحْتَمَلُکَ المَصَائِبَ خیرٌ من مَرْکَبِکَ الجَزَعَ)

ان دومثالوں میں (المحتمل )مصدر میمی( احتمال) کے معنی میں ہےاور(المرکب) مصدر میمی ( رکوب) کے معنی میں ہے دونوں مضاف ہیں اپنے فاعل کی طرف اور( ہ)ضمیر مخاطب ہے ۔ اور اسم مصدر کے متعلق کہا گیا ہے ( واسم المصدر یَعْمَلُ عمل المصدر الذی هو بمعناه و بشروطه غیر ان عمله قلیل)

اسم مصدر کے عمل کیلئے جامع الدروس میں جومثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے یہ حدیث شریف بھی ہے یعنی ( من قُبْلَةِ الرجلِ اِمْرَأتَهُ الوُضُوْءُ) یہاں اسم مصدر (قبلة ) اپنے فاعل (الرجل ) کی طرف مضاف ہےاور ( امرأته) اسم مصدر کا مفعول بہ ہے جیسا کہ ابن عقیل جلد دوم اور حاشیہ خضری میں ہے۔

(۲)الکواب الدریہ جلد دوم میں ہے ( ولم یتعرض المصنف لعمل اسم المصدر لندور اعماله بل البصریون یمنعون اعماله نظرا الی ان اصل وضعه بغیر المصدر واو لواما او هم ذالک ولا الظرف والمجرور المُعْتَمِدَیْنِ للاختلاف فی اعمالهما قاله الفاکهی وقال غیره وانما لم یذکر اسم المصدر مع انه یعمل عمل الفعل لرجوعه الی المصدر ولا الظرف والجار والمجرور لرجوعهما الی اسم اوفعل فلا حاجة الی عدها عشرة کما فعل صاحب الشذور وهذا الاعتذار اولیٰ لان اسم المصدر اذاکنامَبْدُوًا بمیم زائدة لغیر المفاعلة کمَضْرَبٍ و مَقْتَلٍ فانه یعمل باتفاق بشروط المصدر الآتیة لانه مصدر حقیقی ویسمی المصدر المیمی الخ) اورآگے کہا گیا ہے(وماکان منه اسم جنس لغیر حدث ثم نقل الی الحدث کالکلام والصلوٰة والثواب والعطاء والغسل والوضوء اسمی



(تشریح)

مصدر اغتسل و توضا فمنع البصریون اعماله و حملوا ما جاء منه علی حذف عامل من مصدر الاسم المذکور والاصح وِفَاقاًلاکثر المتاخرین جوازه بشروط المصدر الآتیة نحو اعجبنی کَلامُکَ هِنْداً الخ)

(۳)ابن عقیل جلد دوم میں ہے ( واعمال اسم المصدر قلیل ومن اَدَّعیٰ الاجماع علی جواز اعماله فقدوَهِمَ فان الخلاف فی ذالک مشهور وقال الصَّیْمَرِیُ اعماله شاذٌ الخ) اورمصدر میمی کے بارے میں خضری میں ہے( واما المبدوء بالمیم المذکورة فیعمل اتفاقا کالمَضْرَبَةِ والمَحمِدَةِ) مزید تحقیق کیلئے خضری ملاحظہ ہو۔

﴿ نحومیر ﴾

نہم سم مضاف مضاف الیہ را بجر کند چون جَاءَ نِیْ غُلَامُ زَیْدٍ بدانکہ اینجا لام بحقیقت مقدر است زیرا کہ تقدیرش آن ست کہ غُلَامٌ لِزَیْدٍ.

(طرز المبتدی)

(قوله نهم اسم مضاف ) یعنی اسماء عاملہ میں سے نویں قسم اسم مضاف ہے کہ مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ غُلَامُ زَیْدٍ جاننا چاہئے کہ اس جگہ میں درحقیقت لام محذوف ہے کیونکہ اس کی اصل عبارت غُلَامٌ لِزَیْدٍ ہے۔

(تشریح)

(قوله مضاف ) یہ باب افعال سے اسم مفعول ہے مصدر اس کا اضافة ہے جواجوف یائی ہےاور اضافة لغت میں ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف مائل کرنے اور نسبت کرنے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے(ضافتِ الشمسُ للغروب ای مالتْ او ضفتُ ظهری الی الحائط ای اَملتُ الیه ) اور مضاف کی اصطلاحی تعریف کو میر سید شریف نے کتاب التعریفات میں یوں پیش کیا ہے(المضاف کل اسم اُضیف الی اسم آخر فالاول یجر الثانی و یسمی الجارَ مضافا والمجرور مضافا الیه )

(بدانکه اینجا بحقیقت لام مقدر است ) واللّٰه اعلم مراد اور مطلب اس مقام کا یہ ہے کہ علامہ ایک تحقیق کی

## (تشریح)

طرف اشارہ کررہا ہے وہ یہ کہ مضاف کا عمل مضاف الیہ میں نیابۃً ہے یعنی یہ نائب ہے اس حرف جر کا جس کو عرب لوگ اختصاراً حذف کرتے ہیں اصل میں مضاف الیہ کے اندر عامل وہی حرف جر ہے چونکہ وہ اختصاراً حذف ہوا ہے۔

اب علی سبیل النیابۃ مضاف الیہ میں یہی مضاف عامل ہے اور یہی مذہب ہے سیبویہ اور جمہور کا جیسا کہ سیوطی نے ہمع الہوامع جلد دوم میں کہا ہے (والاصح ان الجر فی المضاف الیه بالمضاف قاله سیبویه وان کان القیاس ان لا یعمل من الاسماء الا ما اشبه الفعل والفعل لا حَظَّ له فی عمل الجر لکن العرب اختصرت حروف الجر فی مَوَاضِع واضافت الاسماء بعضها الی بعض فناب المضاف مناب حرف الجر فعمل عمله ویدل له اتصال الضمائر به ولا تتصل الا بعاملها)

### (مضاف الیہ میں عامل کون ہے؟)

(۱) سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع میں کہا ہے کہ اس میں تین مذاہب ہیں (والاصح ان الجر فی المضاف الیه بالمضاف قاله سیبویه قال الزجاج وابن الحاجب هو بالحرف المقدر وقال الاخفش بالاضافة)

(۲) سبیل الہدیٰ حاشیہ قطر میں ہے (اعلم ان النحاة یختلفون فی العامل فی المضاف الیه أهو المضاف ام الاضافة ام هو حرف الجر الذی تکون الاضافة علی معناه فذهب الجمهور الی ان العامل فی المضاف الیه هو المضاف وهذا هو الصواب والدلیل علیه ان الضمیر اذا کان مضافا الیه یتصل بالمضاف نحو غلامه و غلامی وغلامک ومن المقرر ان الضمیر لا یتصل الا بعامله وذهب الاخفش الی ان العامل فی المضاف الیه هو الاضافة و عبارت المؤلف تقتضیه و ذهب قوم الی ان العامل هو حرف الجر الذی تکون الاضافة علی معناه)

(۳) صاحب نحومیر نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے (واعلم انهم اختلفو في ان المضاف الیه مجرور بحرف الجر المقدر او بالمضاف والجمهور علی ان العامل فی المضاف الیه المضاف بنیابته حرف الجر المقدر)

### (فوائد)

(۱) مسالک البہیہ میں ہے کہ مضاف الیہ مضاف کے معنیٰ کیلئے تتمہ ہے لہٰذا مضاف پر نہ وہ خود مقدم ہوسکتا ہے نہ اس کا کوئی معمول۔



## (تشریح)

(۲) الاشباہ جلد اول میں ہے کہ پانچ چیزیں اپنے ماقبل کے لئے جزء کا درجہ رکھتی ہیں لہٰذا وہ اس سے مقدم نہیں ہوسکتی (ما کان کالجزء من متعلقه لایجوز تقدمه علیه کما لا یتقدم بعض حروف الکلمة علیها و فیه فروع :

الاول: الصلة لا تتقدم علی الموصول ولاالشیئی منها لانها بمنزلة اجزء من الموصول .

الثانی: الفاعل لا تتقدم علی فعله لانه کالجزء منه

الثالث: الصفة لا تتقدم علی الموصوف لانها من حیث انها مکملة له و متممة اَشبهت الجزء منه

الرابع: المضاف الیه بمنزلة الجزء من المضاف فلا یتقدم علیه .

الخامس: حرف الجر بمنزلة الجزء من المجرور فلا یتقدم علیه المجرور.

وقال ابو الحسین ابن ابی الربیع فی شرح الایضاح خمسة اشیاء هی بمنزلة شیئی واحد الجار والمجرور کالشیئی الواحد والمضاف والمضاف الیه کالشیئی الواحد والفعل والفاعل کالشیئی الواحد والصفة والموصوف کالشیئی الواحد والصلة والموصول کالشیئی الواحد .

(۳) آجرومیہ اور اس کی شرح میں جو خالد ازہری نے لکھا ہے یہ کہا گیا ہے کہ مجرور تین قسم پر ہیں۔ (المخفوضات المشهورة علی ثلاثة اقسام . قسم مخفوض بالحرف نحو بزیدٍ و قسم مخفوض بالاضافة نحو غلام زیدٍ و قسم مخفوض بالتبعیة علی رأی الاخفش والسهیلی وهو ضعیف وهو مراد المصنف بقوله و تابع للمخفوض نحو بزید الفاضل وقد اجتمعت الثلاثة فی البسملة)

(۴) اضافۃ دو قسم پر ہے اول بواسطہ حرف جر لفظی جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ کہ یہاں فعل بواسطہ حرف جر ملفوظ مضاف ہے مابعد کی طرف (تفصیل شرح جامی وغیرہ میں ملاحظہ ہو) دوم بواسطہ تقدیر حرف جر جیسے غلام زَیْدٍ کہ یہاں (غُلَام) مضاف ہے مابعد کی طرف (لام) مقدرہ کی واسطہ سے کہ اصل غلام لِزَیْدٍ ہے پھر اضافت بہ تقدیر حرف جر دو قسم پر ہے۔ اول معنویہ، دوم لفظیہ۔ اول معنویہ اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں مضاف اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ واسم مبالغہ کی طرح نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اس کا معمول اضافت سے قبل اس کا فاعل یا مفعول ہوتا ہے

(تشریح)

جو اضافت کے بعد اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ پھر عام ہے کہ مضاف سرے سے صیغہ صفت ہی نہ ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ یا صیغہ صفت ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے مُصَارِعُ مِصر (بمعنی پچھاڑنے والا پہلوان) کہ یہاں (مُصَارِعُ) صیغہ صفت اسم فاعل ہے اور مِصْر قبل از اضافت اس کا معمول نہیں بلکہ ظرف ہے کیونکہ اگر معمول ہو تو پھر یا فاعل ہو گا یا مفعول اور یہ دونوں صحیح نہیں ہیں، فاعل تو اس لئے صحیح نہیں کہ فاعل کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے اور یہاں یہ کہنا کہ (پہلوان مِصر یعنی شہر ہے) یہ غلط ہے نیز (مصر) مفعول بھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ مفعول پر تو فعل واقع ہوتا ہے لہٰذا یہاں یوں کہنا کہ (فلاں شخص شہر کو زیر کرنے والا ہے)۔ صریح البطلان ہے پس (مُصارع) کا غیر معمول کی طرف مضاف ہونا واضح ہو گیا۔

پھر اضافت معنویہ تین قسم پر ہے اول لَامِیْ، دوم مِنِّیْ، سوم فِیْ‌ئِیْ. تفصیل یوں ہے کہ یا تو وہ اضافت بمعنی لام مقدرہ ہوگی جبکہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو یعنی مضاف الیہ مضاف پر صادق نہ آئے اور نہ وہ مضاف کا ظرف ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام) اس میں زید مضاف الیہ نہ تو غلام پر صادق آتا ہے اور نہ اس کا ظرف ہے لہٰذا غُلَامُ زَیْدٍ کی اضافت بمعنی لام ہوگی یعنی غُلَام لِزَیْدٍ اور اس کا مشہور نام اضافۃ لامی ہے، یا بمعنی مِنْ بیانیہ ہوگی جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو یعنی مضاف الیہ مضاف پر صادق آئے اور وہ مضاف کی اصل ہو جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ (چاندی کی انگوٹھی) اس مثال میں (فِضَّةٍ) (خَاتَم) پر صادق آتی ہے اور خاتم کی اصل ہے پس اس میں اضافت بمعنی مِنْ ہے یعنی خاتم مِنْ فِضَّةٍ اور اس کو اضافت مِنّی کہتے ہیں یعنی اس کا مشہور نام اضافت (مِنّی) ہے۔ یا بمعنی (فی) ہوگی جب کہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو جیسے ضَرْبُ الْیَوْمَ (دن کی مار) اس مثال میں (یَوْم) (ضَرْب) کا ظرف ہے لہٰذا اضافت بمعنی فی ہوگی یعنی ضَرْب فِی الْیَوْمِ (مارنا دن میں) اور اس کا مشہور نام اضافت فِیْ‌ئِیْ ہے۔

جاننا چاہئے کہ اضافت بیانیہ مضاف کی وضاحت اور بیان کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اس کو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں۔

اور اضافت ظرفیہ مضاف کی زمان یا مکان کا فائدہ دیتی ہے اور اضافت لامیہ جو ہے ملک یا اختصاص کا فائدہ دیتی ہے مثال ملک کی جیسے غلام زید کہ اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ ہے مثال اختصاص کی جیسے اَخَذْتُ بِلَجَامِ الفَرَسِ کہ اصل میں بِلَجَامٍ لِلْفَرَسِ ہے (النحو الوافی جلد سوم و جامع الدروس ج ۳)

اور یہ بھی یاد رہے کہ اضافت معنوی میں اگر اسم کو معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے تو اضافت معنویہ تعریف مضاف کا فائدہ



(تشریح)

دیتی ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ.

اور اگر اسم کو نکرہ کی طرف مضاف کیا جائے تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غُلَامُ رَجُلٍ میں کہ یہاں تخصیص یعنی تقلیل شرکاء ہے کیونکہ غلام رجل کی طرف مضاف ہونے سے قبل غلام رجل اور غلام اَمْرءَۃٍ کے درمیان مشترک تھا پھر جب رجل کی طرف اس کی اضافت کی گئی تو اس سے غلام امرأۃ خارج ہو گیا اور اس میں شرکاء کم ہو گئے۔

تنبیہ: ماقبل میں کہا گیا کہ اضافت معنویہ میں اگر اسم کو معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے تو یہ تعریف مضاف کا فائدہ دیتی ہے مگر زجاجی نے جمل میں کہا ہے کہ درج ذیل الفاظ معرفہ کی طرف مضاف کرنے سے بھی معرفہ نہیں ہوتے یعنی مثل، شبہ، غیر، نحو، ضَرْب، هَدْء، کُفْو. علامہ غلائینی نے جامع الدروس میں لفظ (نظیر) کا بھی اضافہ کیا ہے اب مذکورہ الفاظ کو اگر کسی معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے اور کہا جائے (مِثْلُکَ، شِبْهُکَ، غَیْرُکَ، نَحْوُکَ، ضَرْبُکَ، هَدْؤُکَ، کُفْوُکَ)

تو یہ الفاظ اضافت کے بعد بھی نکرہ ہوں گے یہی وجہ ہے کہ جَاءَنِیْ رَجُلٌ غَیْرُکَ کہنا صحیح ہے اس لئے کہ اس مثال میں موصوف اور صفت کے درمیان موافقت ہے کہ دونوں نکرہ ہیں اور جامع الدروس میں ہے کہ ہر وہ اسم جو مضاف ہو ایسے ضمیر کی طرف جس کا مرجع نکرہ ہو تو یہ اضافت بھی مفید تعریف نہیں جیسے جاء نی رَجُلٌ و اَخُوْهُ.

اور یہ بھی معلوم ہو کہ اضافت معنویہ کے تین نام ہیں اضافت معنویہ، اضافت حقیقیہ، اضافت محضہ۔ معنویہ اس لئے کہ اس کا فائدہ راجع ہے معنی کی طرف جو تعریف و تخصیص مضاف ہے، حقیقیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ غرض حقیقی اضافت سے یہ ہوتا ہے کہ مضاف کی مضاف الیہ کی طرف نسبت کیا جائے تو یہ معنی اس اضافت سے حاصل ہو رہا ہے، محضہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اضافت خالص اور خالی ہے تقدیر انفصال سے کیونکہ اضافت معنویہ میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال قوی ہوتا ہے اور اضافت سے پہلے والی حالت کی طرف رجوع کرنا ممکن نہیں بخلاف اضافت لفظیہ کے کہ وہ تقدیر انفصال میں ہے اس میں اضافت سے پہلے والی حالت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے مثال هٰذا الرَّجلُ طَالِبُ عِلْمٍ میں اضافت لفظیہ ہے یہاں اگر هٰذا الرجلُ طَالِبٌ عِلْماً کہا جائے صحیح ہے جیسا کہ النحو الوافی جلد سوم میں ہے،

دوم اضافت لفظی اس کی علامت یہ ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہوتا ہے اور مضاف ہوتا ہے اپنے معمول کی طرف جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ کہ یہاں صیغہ صفت یعنی اسم فاعل مضاف ہے اپنے مفعول کی طرف اور اضافت لفظیہ تخفیف کے سوا کوئی

## (تشریح)

فائدہ نہیں دیتی نہ تعریف کا اور نہ تخصیص کا کیونکہ اضافت لفظی انفصال کی تقدیر میں ہے اگرچہ اس میں بظاہر لفظی طور پر اتصال ہے۔

اور اضافت لفظیہ کے بھی تین نام ہیں، اضافت لفظیہ، اضافت مجازیہ، اضافت غیر محضہ، اس کو لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا فائدہ فقط لفظ کی طرف راجع ہے کہ وہ تخفیف ہے جو کہ لفظ سے نون تنوین یا نون تثنیہ وجمع کو حذف کرنا ہے۔ اور اس کو اضافت مجازیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اصل غرض اضافت سے یہ ہے کہ اس میں مضاف کی مضاف الیہ کی طرف نسبت کرنا ہے وہ یہاں مفقود ہے اس لئے کہ یہاں غرض تخفیف لفظ ہے۔

اور اس کو اضافت غیر محضہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اضافت نیت انفصال سے خالی نہیں ہے گویا کہ یہ اضافت نیت میں ملحوظ اور موجود نہیں کیونکہ یہاں رجوع کرنا اس اصل کی طرف جو اضافت سے پہلے تھا ممکن ہے جیسے هذا الرجل طَالِبُ عِلْمٍ میں ممکن ہے کہ کہا جائے هذا الرجل ُطالبٌ عِلْماً.

(۵) جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ کبھی ایک چیز دوسری چیز کی طرف اَدْنٰی مناسبت کی بنا پر مضاف ہوتا ہے اس کو (اضافت لادنی ملابسة) کہتے ہیں مثلا دو آدمی کل کسی مقام پر اتفاقا جمع ہوئے بعد میں ان دو میں سے ایک نے کہا کہ انتظرنی فی مکانک اَمْسِ تو اس ترکیب میں متکلم نے مکان کو مخاطب کی طرف اذنٰی تعلق کی وجہ سے مضاف کیا ہے کہ اس شخص کا وجود اس مکان میں اتفاقی ہے حالانکہ وہ جگہ مخاطب کا نہ ملک ہے اور نہ وہ مکان اس کے ساتھ خاص ہے۔

(۶) جامع الدروس اور انموذج کے خطبہ کے حاشیہ میں ہے کہ کبھی جبکہ (التباس یا ایھام کا خوف نہ ہو تخفیف کی غرض سے مضاف کو حذف کیا جاتا ہے بعدہ اس کا اعراب اور حکم کو مضاف الیہ کو دیا جاتا ہے جیسے (وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ) کہ اصل میں (اَهْلَ الْقَرْيَةَ) ہے (اَهْلَ) کو (جس کا حکم مفعول بہ ہونا ہے اور اعراب نصب ہے) حذف کر کے اس کا حکم اور اعراب کو مضاف الیہ کو دیا گیا ہے۔ اسی قبیل سے (وَالْعَاقِبَةُ) ہے جو خطبوں میں واقع ہے۔ اصل میں (خَيْرُ الْعَاقِبَةِ) ہے (خَيْرُ) مضاف کو حذف کر کے اس کا اعراب (رفع) اور حکم (مبتدا ہونا) کو مضاف الیہ (اَلْعَاقِبَةُ) دیا گیا ہے۔

(۷) جامع الدروس جلد سوم اور المنہاج فی القواعد والاعراب میں ہے کہ لفظ (غیـــــر) لازم الاضافت ہے اور دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل کے حقیقت کے مخالف ہے پھر اگر (لَيْسَ یا لَا) کے بعد واقع ہے تو اس



## (تشریح)

میں دو طریقے جائز ہیں۔

اول یہ کہ اس کو اضافت پر باقی رکھا جائے جیسے قَبَضْتُ عَشرة لیس غیرها یا قَبَضْتُ عشرة لا غیرها.

دوم یہ کہ اس کو مقطوع عن الاضافة قرار دیا جائے اور مبنی علی الضم ہو اس وقت مضاف الیہ کا حذف جائز ہے جبکہ وہ معلوم اور مَنْوِیْ ہو کہ اس کو ذکر کیا جاسکتا ہو جیسے قبضتُ عَشْرَةً لَيْسَ غَيْرُ یا قَبَضْتُ عشرةً لا غَيْرُ کہ اصل میں لَيْسَ غیرها اور لا غیرها ہے)

(۸) جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ درج ذیل الفاظ ممتنع الاضافة ہیں۔ ضمائر، اسمائے اشارہ، اسمائے موصولہ، اسمائے شرطیہ، اسمائے استفہام، سوائے (اَيٍّ) کے کہ وہ مضاف ہوتا ہے موصولہ یا شرطیہ، تفصیل موصولات میں گذر چکی ہے۔

## ﴿نحو میر﴾

دہم اسم تام تمیز را نصب کند و تمامی اسم یا بتنوین باشد چون مَافِى السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً یا بتقدیر تنوین چون عِنْدِىْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً و زيدٌ اَكْثَرُ مِنْكَ مَالاً یا بنون تثنیہ چون عندی قَفِيْزَانِ بُرّاً یا بنون جمع چون هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً یا مشابہ بنون جمع چون عِنْدِى عِشْرُوْنَ درهماً تا تِسْعُوْنَ یا باضافۃ چون عِنْدِىْ مِلْؤُهٗ عَسَلاً.

## (طرز المبتدی)

(قوله دهم اسم تام) یعنی اسمائے عاملہ میں سے دسویں قسم اسم تام ہے۔ اسم تام وہ اسم ہے جو اپنے تام ہونے کی وجہ سے تمییز کو نصب دیدے اور اسم چار چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام ہوتا ہے اور وہ چار یہ ہیں۔

(۱) تنوین خواہ ملفوظ ہو جیسے (مَافِى السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَاباً) (آسمان میں ہتھیلی کے برابر ابر نہیں ہے) اس مثال میں (راحةٍ) اسم تام ہے اور تمامی اسم تنوین کے ساتھ ہے اور (سَحَاباً) تمییز کو نصب دیا ہے یا وہ تنوین مقدر ہو جیسے عِنْدِىْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (میرے پاس گیارہ مرد ہیں) اس مثال میں (اَحَدَ عَشَرَ) مرکب بنائی اسم تام ہے اور تمامی اسم بتقدیر تنوین ہے اور (رَجُلاً) تمییز کو نصب دیا ہے اور زيدٌ اَكْثَرُ مِنْكَ مَالاً (مال کے اعتبار سے زید تجھ سے بڑھا ہوا ہے) اس مثال میں (اَكْثَرُ) اسم تام ہے اور تمامی اسم بتقدیر تنوین ہے کیونکہ اسم تفضیل پر تنوین نہیں آسکتی

## (طرز المبتدی)

اس لئے کہ غیر منصرف ہے اور (مَالاً) تمییز کو نصب دیا ہے۔

(۲) نون تثنیہ جیسے عندی قَفِیْزَانِ بُرّاً (میرے پاس دو قفیز ہیں گیہوں کے) اس مثال میں (قَفِیْزَانِ) اسم تام ہے اور تمامی اسم نون تثنیہ کے ساتھ ہے اور (بُرّاً) تمییز کو نصب دیا ہے۔

**فائدہ**: المصباح المنیر میں ہے کہ (قفیز ان قفیز کا تثنیہ ہے جو عرب کے ایک مشہور پیمانہ کا نام ہے جس کا وزن ساٹھ صاع ہوتا ہے)

(۳) نون جمع خواہ حقیقتاً نون جمع ہو جیسے نون جمع مذکر سالم جیسے هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً (کیا ہم تم کو ان لوگوں کی خبر دیں جو از روئے اعمال کے زیادہ خسارے میں ہیں) یہاں (اَلْاَخْسَرِیْنَ) اسم تام ہے اور تمام اسم نون جمع کیساتھ ہے اور (اَعْمَالاً) تمییز کو نصب دیا ہے یا وہ نون مشابہ ہو نون جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَماً (میرے پاس بیس درہم ہیں) اس مثال میں (عِشْرُوْنَ) اسم تام ہے اور تمام اسم ایسے نون سے ہے جو مشابہ ہے نون جمع مذکر سالم کے ساتھ اور (دِرْهَماً) تمییز کو نصب دیا ہے۔

**فائدہ**: عربی حساب میں عِشْرُوْنَ سے لے کر (تِسْعُوْنَ) تک یعنی (عِشْرُوْنَ، ثَلَاثُوْنَ، اَرْبَعُوْنَ، خَمْسُوْنَ، سِتُّوْنَ، سَبْعُوْنَ، ثَمَانُوْنَ، تِسْعُوْنَ) یہ آٹھ دہائیاں ہیں ان کو عُقُوْد بھی کہا جاتا ہے سب میں تمامی اسم مشابہ نون جمع کے ساتھ ہے۔

(۴) اضافت جیسے عِنْدِیْ مِلْؤُهٗ عَسَلاً (میرے پاس اس برتن کی پُری از روئے شہد کی ہے) اس مثال میں (مِلْؤُهٗ) اسم تام ہے اور تمامی اسم اضافت کیساتھ ہے اور (عَسَلاً) تمییز کو نصب دیا ہے

## (تشریح)

**(اسم تام)** بدر منیر اور مہر منیر میں ہے کہ (تمامی اسم کے یہ معنی ہے کہ جب کسی اسم پر ان چاروں میں سے کوئی چیز آجائے تو اب وہ تام ہوگیا یعنی اب وہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ مثلاً جب تک کسی اسم پر تنوین آرہی ہے یا ان پر نون تثنیہ یا نون جمع آرہا ہے اس وقت تک وہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک وہ مضاف ہے اس وقت تک اب کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا پس جب کہ اسم ان اشیاء کے ساتھ



## (تشریح)

تمام ہو جاتا ہے تو وہ فعل کے ساتھ مشابہ ہو گیا جو اپنے فاعل کے ساتھ تمام ہو کر کلام تام بن جاتا ہے اور یہ اشیاء بمنزلہ فاعل ہو گئیں اب جو تمییز آئے گی وہ بمنزلہ مفعول ہو گی اور منصوب ہو گی۔

**فائدہ**: جو اسم نون تنوین یا نون تثنیہ و جمع سے تام ہو جب اس اسم کو مضاف کرنا چاہیں تو ان تین چیزوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گی چنانچہ اضافت کے وقت علمائے نحو کے نزدیک اگر مضاف پر تنوین ہو تو اس کا حذف کرنا ضروری ہے اسی طرح نون تثنیہ اور نون جمع کا حذف بھی واجب ہے اور وہ اسم قبل از اضافت تام ہو گا ان اشیاء ثلاثہ کی وجہ سے اور اضافت کے بعد یہ اسم مضاف الیہ کے ساتھ تام کہلائے گا تنہا تام نہ ہو گا (المصباح المنیر)

## (اسم تام کا عمل)

اسم تام کے عمل میں دو قول ہیں۔

(۱) محقق رضی نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ اسم تام فعل کی مشابہت سے عمل کرتا ہے یعنی جیسے کہ فعل اپنے فاعل کے ساتھ کلام تام ہو کر مفعول کو نصب دیتا ہے تو اسم تام بھی مذکورہ اشیاء سے تام ہو کر تمییز کو نصب دیتا ہے۔

(۲) علامہ فاکہی نے کشف النقاب میں اور علامہ ابی النجاء نے حاشیہ ابی النجاء میں کہا ہے کہ اسم تام باوجود جامد ہونے کے عامل ہے مگر اس کا یہ عمل اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے یعنی جیسے کہ اسم فاعل اپنے فاعل کے بعد مفعول کو طلب کر رہا ہے تو اسم تام بھی اپنے تام ہونے کے بعد تمییز کو طلب کر رہا ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً اس مثال میں (اَحَدَ عَشَرَ) اسم تام ہے اور تمامی اسم کی تنوین مقدر سے ہے تام ہونے کے بعد اب تمییز کو طلب کر رہا ہے جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ رَجُلاً میں (ضَارِبٌ) اسم فاعل ہے اپنے فاعل کے بعد (رَجُلاً) مفعول بہ کو طلب کر رہا ہے۔

الغرض اسم تام اور اسم فاعل صرف طلب میں شریک ہیں ورنہ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً میں رَجُلاً تمییز ہے اور زَیْدٌ ضَارِبٌ رَجُلاً میں (رَجُلاً) مفعول بہ ہے۔

## (اسم تفضیل کی تمییز میں ایک تحقیق)

صاحب نحو میر نے کہا ہے کہ اسم کا تمام ہونا یا تقدیر تنوین سے ہو جیسے عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً و زَیْدٌ اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً ان دو مثالوں میں سے مثال دوم میں (اَکْثَرُ) اسم تفضیل کا صیغہ ہے رضی میں ہے کہ (زَیْدٌ اَکْثَرُ مِنْکَ مَالاً)

## (تشریح)

میں تمییز (مَالاً) تنوین مقدر کی وجہ سے منصوب نہیں جیسے کہ بعضوں نے گمان کیا ہے بلکہ یہ تمییز نسبت ہے یعنی (اَکْثَرُ) شبہ فعل کی اپنے فاعل کی طرف نسبت ہے اور اس نسبت میں ابہام ہے جس کو تمییز نے دور کیا ہے اور جو تمییز نسبت سے ابہام کو دور کرے اس میں عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے، نہ کہ اسم تام کیونکہ اسم تام میں تمییز ذات مذکور سے ابہام کو دور کرتی ہے جبکہ نسبت میں ذات مقدر سے ابہام کو دور کیا جاتا ہے جیسا کہ کافیہ اور اس کے شروح میں ہے، نیز ابن ہشام نے شذور الذہب میں اور اس کے علاوہ بہت سے نحاۃ نے کہا ہے کہ اسم تفضیل کی تمییز ، تمییز نسبت ہے۔

## (یا اسم کا تام ہونا اضافت کے ساتھ ہو)

جیسے عِنْدِیْ مِلْؤُہٗ عَسَلاً، جاننا چاہئے کہ (اضافت) اسم تام کی قسم اس وقت بن سکتی ہے کہ (ابہام) جانب مضاف میں ہو اور وہ یہاں اس مثال میں لفظ (مِـلء) ہے جیسا کہ رضی وتہذیب التوضیح میں ہے، وجہ یہ ہے کہ اسم تام میں (ذات مذکور) سے ابہام کو دور کیا جاتا ہے اور وہ یہاں لفظ (مِلُء) ہے اور اگر مثال مذکور میں لفظ (مِلُء) سے اس اعتبار سے ابہام کو دور کیا جائے کہ وہ مضاف ہے تو اس وقت اسم تام کی قسم نہیں بن سکتی کیونکہ ابہام کو (ذات مقدرہ) سے دور کیا گیا ہے اور اس وقت اس تمییز میں عامل فعل یا شبہ فعل ہوگا نہ کہ اسم تام اور یہ تمییز تمییز نسبت کہلائے گی۔

ابن حاجب رحمہ اللہ نے کافیہ میں اضافت کیلئے اسم تام میں (علی التمرة مثلها زبدا) کی جو مثال دی ہے اس مثال میں محققین نے یہی سوال اٹھایا ہے کہ یہاں ابہام کو نسبت سے دور کیا گیا ہے حالانکہ اسم تام میں ذات مذکور سے ابہام کو دور کیا جاتا ہے، اس سوال کا جواب ملا عبدالرحمٰن نے حاشیہ جامی میں دیا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ (مِثْلُهَا) میں ابہام دو طریقوں سے متصور ہے۔ اول یہ کہ ابہام (مثل) کی ذات میں ہو، نہ اس حیثیت سے کہ وہ مضاف ہے اس وقت ابہام ذات مذکور میں ہوگا عامل اس میں اسم تام ہوگا۔ دوم یہ کہ (مثلها) میں ابہام اس حیثیت سے ہو کہ وہ مضاف ہے اس وقت ابہام نسبت اور ذات مقدر میں ہوگا عامل اس میں فعل یا شبہ فعل ہوگا، مزید تفصیل کیلئے حاشیہ عبدالرحمٰن بر جامی و شروح کافیہ جیسے رضی، ہندی اور نیز تہذیب التوضیح کو ملاحظہ کریں۔

## (تمییز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتا)

شیریفیہ شرح کافیہ میں ہے کہ تمییز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی خواہ عامل اس کا فعل وشبہ فعل ہو یا اسم تام ہو، وجہ یہ ہے کہ



## (تشریح)

تمییز کی غرض یہ ہے کہ شیٔ کو مبہم رکھ کر تمییز کے ذریعے اس کی وضاحت کی جائے اور تمییز کو مقدم کرنے کی صورت میں یہ غرض فوت ہوگا۔

## (حال اور تمییز میں فرق)

قطر میں ابن ہشام نے کہا ہے کہ تمییز میں درج ذیل امور ہوتے ہیں۔

(۱) تمییز اسم ہوتی ہے (۲) فضلہ ہوتی ہے (۳) نکرہ ہوتی ہے (۴) جامد ہوتی ہے (۵) ابہام ذات یا ابہام نسبت کو دور کرتی ہے۔

اب تمییز مذکورہ اشیاء میں سے پہلے تین یعنی اسم فضلہ اور نکرہ ہونے میں حال کے ساتھ شریک ہے کہ حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے مگر پچھلے دو میں حال سے جدا ہے اس لئے کہ حال مشتق ہوتا ہے اور ذوالحال کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اور تمییز جو ہے اسم جامد ہوتی ہے اور ابہام ذات یا ابہام نسبت کو دور کرتی ہے۔

## (تتمہ)

(۱) رضی اور الاظہار والعوامل للبرکوی میں ہے کہ اسم بنفسہ بھی تام ہوتا ہے اور یہ دو جگہوں میں ہوتا ہے۔

اول جبکہ اسم مبہم ممیز ضمیر مبہم ہو یعنی اس کا مرجع مجہول ہو تو اس وقت اسم بنفسہ تام ہوتا ہے شئی آخر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ کہ یہاں اسم مبہم (نعم) فعل مدح میں ضمیر مستتر ہے اور مرجع اس کا مجہول ہے (رَجُلاً) اس کی تمییز ہے النحو الوافی جلد دوم میں ہے کہ فعل مدح وذم میں جو ضمیر مبہم ممیز واقع ہے اس ضمیر کی تمییز نسبت کی تمییز نہیں بلکہ نفس ضمیر میں ابہام ہے لہٰذا اس کی تمییز مفرد کی تمییز شمار ہوگی نہ کہ تمییز نسبت۔

دوم جبکہ اسم مبہم اسم اشارہ ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلاً زَیْدٌ . اس مثال میں (ذا) اسم اشارہ مبہم ممیز واقع ہے (رَجُلاً) اس کا تمییز ہے۔

رضی میں ہے کہ (نعم رجلا زیدٌ) و (حَبَّذَا رَجُلاً زیدٌ) میں عامل فعل مدح نہیں بلکہ خود ضمیر مبہم واسم اشارہ ہے۔

(۲) اسم تام میں تمییز مفرد اور ذات مذکور سے ابہام کو دور کرتی ہے البتہ جملہ شبہ جملہ اور اضافت میں تمییز نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے کافیہ وشروح کافیہ ملاحظہ ہوں۔

(تشریح)

(۳) کشف النقاب ومسالک البہیہ میں ہے کہ تمییز نسبت دوقسم پر ہے۔اول مُحَوَّل ،دوم غیر مُحَوَّل، مُحَوَّل وہ ہے کہ اصل وضع میں مرفوع یا منصوب ہو بعد میں اسکو نصب دیا جائے بنابر تمییز پھر مُحَوَّل تین قسم پر ہے۔

(۱) مُحَوَّل عن الفاعل جیسے اِشْتَعَلَ الرأسُ شَیْباً. یہاں (شیبا) منصوب بنابر تمییز ہے مگر اصل وضع میں مرفوع بنابر فاعل ہے اصل اس کی اِشْتَعَلَ شَیْبُ الرأسِ ہے۔

(۲) مُحَوَّل عن المفعول یعنی اصل میں مفعول ہو بعد میں نقل کی جائے تمییز کی طرف جیسے غَرَسْتُ الْاَرْضَ شَجَراً. یہاں (شجرا) منصوب بنابر تمییز ہے مگر اصل وضع میں منصوب بنابر مفعول بہ ہے اصل اس کی غَرَسْتُ شَجَرَ الْاَرْضِ ہے۔

(۳) مُحَوَّل عن المبتداء جیسے زیدٌ اَکْثَرُ مِنْکَ مالاً. یہاں (مالاً) منصوب بنابر تمییز ہے مگر اصل وضع میں مرفوع بنابر مبتداء ہے اصل اس کی مَالُ زَیْدٍ اَکْثَرُ مِنْکَ ہے۔

جامع الدروس میں ہے کہ جو تمییز مُحَوَّل ہے وہ ہمیشہ منصوب ہوتی ہے لہٰذا اس کو مجرور پڑھنا (مِنْ یا اضافت) سے ناجائز ہے۔

(۴) جامع الدروس میں ہے کہ اسم عدد اگر مضاف ہو تو اس وقت مستغنی ہوتا ہے تمییز سے کیونکہ اسم عدد کو اس وقت مضاف کیا جاتا ہے کہ اس کی جنس عند المتکلم معلوم ہو جیسے ہذہ عشرتک۔

﴿ نحو میر ﴾

یازدهم اسمائے کنایہ از عدد و آن دو لفظ است کَمْ و کَذَا، کَمْ بر دو قسم است استفہامیہ و خبریہ، کم استفہامیہ تمییز را بنصب کند و کذا نیز چون کم رجلاً عِنْدَکَ و عِنْدِیْ کذا درهما و کم خبریہ تمییز را بجر کند چو کم مالٍ اَنْفَقْتُ و کَمْ دَارٍ بَنَیْتُ وگاہے مِنْ جارہ بر تمییز کم خبریہ آید چون قولہ تعالیٰ کَمْ مِنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ.

(طرز المبتدی)

(قولہ یازدهم اسمائے کنایہ) یعنی گیارہواں قسم اسمائے عاملہ میں سے اسمائے کنایہ ہیں عدد سے۔کنایہ لغت میں بمعنی (پوشیدگی) ہے،اصطلاح میں وہ الفاظ مبہمہ ہیں جو کنایہ ہوں عدد مبہم سے اور وہ دو لفظ ہیں (کَمْ اور کَذَا)



(طرز المبتدی)

کَمْ دوقسم پر ہے، استفہامیہ اور خبریہ۔

اول: کم استفہامیہ وہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے نامعلوم معدود کے متعلق سوال ہوتا ہے، کم استفہامیہ اور کذا دونوں کا عمل یہ ہے کہ تمییز کو نصب دیتے ہیں جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ (تیرے پاس کتنے آدمی ہیں) اس مثال میں (کم) استفہامیہ اسم مبہم مُمَیَّز ہے (رَجُلاً) تمییز کو نصب دیا ہے۔و عِنْدِیْ کَذَا دِرْهماً (میرے پاس اتنے درھم ہیں) اس مثال میں (کذا) اسم مبہم مُمَیَّز ہے (دِرْهما) تمییز کو نصب دیا ہے۔

فائدہ: کذا صرف خبریہ آتا ہے چونکہ کَذَا کَمْ استفہامیہ کی طرح تمییز کو نصب دیتا ہے لہٰذا ان دونوں کے عمل کو اکٹھا بیان کر دیا گیا ہے۔

دوم: کَمْ خبریہ وہ ہے کہ جس کے ذریعے ایسے عدد کے بارے میں خبر دی جاتی ہے جو کثیر اور مبہم ہوتا ہے۔

عمل: کَمْ خبریہ کا یہ ہے کہ تمییز کو جر دیتا ہے جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ (میں نے بہت زیادہ مال خرچ کیا) و کَمْ دَارٍ بَنَیْتُ (میں نے بہت سے گھر بنائے)

فائدہ: کَمْ خبریہ اپنی تمییز کی طرف مضاف ہوتا ہے لہٰذا تمییز مجرور لفظاً تو مضاف الیہ ہے (کم) کیلئے مگر معناً منصوب تمییز ہے کَمْ خبریہ کیلئے۔

فائدہ: کبھی (مِنْ جارہ) کَمْ خبریہ کی تمییز پر آتا ہے جیسے کَمْ مِنْ مَلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ. (آسمانوں میں بہت زیادہ فرشتے ہیں)

(تشریح)

(اسمائے کنایہ) صاحب نحو میر نے کتاب التعریفات میں کہا ہے کہ کنایہ ماخوذ ہے عرب کے اس قول سے (کَنَوْتُ الشَّیْءَ و کَنَیْتُهٗ ای سَتَرْتُهٗ) جامع الدروس میں ہے کہ اصطلاح میں وہ الفاظ مبہمہ ہیں جو عدد مبہم سے کنایہ ہوتے ہیں۔

(کم استفہامیہ تمییز را بنصب کند) متوسط میں ہے کہ کم استفہامیہ کی تمییز کو عدد متوسط کی تمییز پر محمول کیا گیا ہے یعنی مفرد منصوب ہوتی ہے عدد متوسط کی تمییز کی طرح وہ اس لئے کہ (کم) استفہامیہ تو عدد کیلئے ہے مگر یہاں

## (تشریح)

کم استفہامیہ کو عدد قلیل یا کثیر پر محمول کرنے کا کوئی قرینہ مرجحہ نہیں ہے لہٰذا اس کو عدد متوسط پر محمول کیا گیا اور یہ وسط اقرب الی العدل ہے پھر جب (کم) کو عدد متوسط پر محمول کیا گیا تو اس کی تمییز بھی عدد (متوسط) کی تمییز پر محمول کی گئی کیونکہ عدد متوسط (جو گیارہ سے لے کر ننانوے تک ہے) کی تمییز مفرد منصوب ہوتی ہے تو (کم) استفہامیہ کی تمییز بھی مفرد منصوب آتی ہے۔

**فائدہ:** کم استفہامیہ اسم استفہام ہے النحو الوافی جلد چہارم میں ہے کہ اس کیلئے الفاظ استفہام کی طرح صدارت کلام ضروری ہے، ہاں اگر وہ مجرور تھا حرف جر یا اضافت سے تو پھر اس کیلئے صدارت کلام مشکل ہے جیسے

فِیْ کَمْ سَاعَةٍ بَلَغْتَ دمشق     ورَأْيَ كَمْ رَجُلاً اَخَذْتَ

### (کم استفہامیہ کے چند احکام)

النحو الوافی و جامع الدروس اور ہمع الہوامع میں ہے کہ (کم) استفہامیہ کے درج ذیل چند احکام ہیں۔

(۱) کم استفہامیہ کی تمییز مفرد منصوب ہوتی ہے۔

(۲) تمییز اس کی عدد متوسط کی تمییز پر محمول ہے۔

(۳) یہ بھی جائز ہے کہ تمییز اس کی مجرور ہو (مِنْ) مقدرہ سے مگر اس شرط کے ساتھ کہ (کم) پر حرف جر ظاہراً داخل ہو جیسے بکم درهمٍ اشتريت هذا الكتاب اَیْ بكم من درهم اشتريته . سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں کہا ہے کہ حرف جر حذف کرنا اور اس کے عمل کو باقی رکھنا (کم) کے علاوہ میں صحیح نہیں۔ اور حدیث بخاری یعنی (صلوٰة الرجل فی جماعة مضعف علی صلاته فی بيته و سوقه خمس وعشرين ضعفا ای بخمسٍ) میں جو (بخمس) میں حرف جر محذوف اور عمل باقی ہے اس کو بھی نادر کہا گیا ہے مزید تفصیل کیلئے ہمع الہوامع ملاحظہ ہو۔

(۴) کم استفہامیہ اور اسکی تمییز کے درمیان فاصلہ جائز ہے مگر یہ زیادہ تر ظروف اور جار و مجرور کے ذریعے ہوتا ہے ظرف کی مثال كَمْ عِنْدَكَ كتاباً جار و مجرور کی مثال كَمْ فِیْ الدَّارِ رَجُلاً۔

اور کبھی کم استفہامیہ و تمییز کے درمیان (کم) استفہامیہ کی خبر یا اس کا عامل فاصل واقع ہوتا ہے اول کی مثال كَمْ جَاءَ نِیْ رَجُلاً، دوم کی مثال كَمْ اِشْتَرَيْتَ كِتَاباً. مثال اول میں (كَمْ) مرفوع محلا مبتداء اور جاء نی خبر ہے اور مثال ثانی میں (کم) مفعول بہ مقدم واقع ہے۔



## (تشریح)

(۵) کم استفہامیہ کی تمییز کو اگر حذف کیا جائے تو یہ جائز ہے جیسے كَمْ مَالُكَ ای كم دِرْهَماً هُوَ .

### (كَمْ استفہامیہ کا اعراب)

النحو الوافی جلد چہارم اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ (کم) استفہامیہ پر محلاً تینوں قسم کا اعراب آ سکتا ہے۔ جامع الدروس میں ہے کہ مجرور محلاً اس وقت ہوتا ہے کہ اس پر حرف جر داخل ہو یا مضاف الیہ واقع ہو جیسے فِیْ كَمْ سَاعَةٍ بَلَغْتَ دَمِشْقَ و رَأْيَ كَمْ رَجُلاً اَخَذْتَ.

اور (کم) استفہامیہ درج ذیل چہار جگہوں میں محلاً منصوب ہوتا ہے۔

(۱) جبکہ کم استفہامیہ مفعول مطلق کے استفہام کیلئے ہو جیسے كم اَحْسَاناً اَحْسَنْتَ اس مثال میں (کم) مبہم ممیّز اور (اِحْسَاناً) تمییز ہے مبہم ممیّز اپنی تمییز سے مل کر منصوب محلا مفعول مطلق مقدم ہے (اَحْسَنْتَ) کیلئے۔

(۲) جبکہ کم استفہامیہ ظرف کے استفہام کیلئے ہو جیسے كَمْ يَوْماً غِبْتَ اس مثال میں (کم) مبہم ممیّز ہے اور (یوم) تمییز ہے مبہم ممیّز اپنی تمییز سے مل کر منصوب محلاً مفعول فیہ مقدم ہے (غِبْتَ) فعل مؤخر کیلئے۔

(۳) جبکہ کم استفہامیہ مفعول بہ کے استفہام کیلئے ہو جیسے كَمْ جَائِزَةً نِلْتَ اس مثال میں (کم) مبہم ممیّز ہے (جَائِزَةً) تمییز ہے مبہم ممیّز اپنی تمییز سے مل کر منصوب محلاً مفعولا بہ مقدم واقع ہے (نِلْتَ) فعل مؤخر کے لئے۔

(۴) جبکہ کم استفہامیہ فعل ناقص کی خبر کے استفہام کیلئے ہو جیسے كَمْ كَانَ مَالُكَ اس مثال میں (کم) اسم مبہم ممیّز ہے تمییز (دِرْهِماً) محذوف ہے حذف پر قرینہ (مالک) ہے لہٰذا (کم) اسم مبہم ممیز ہے (درهما) محذوف تمییز ہے مبہم ممیّز اپنی تمییز سے مل کر منصوب محلاً خبر مقدم واقع ہے كَانَ فعل ناقص کیلئے۔

اور کم استفہامیہ مرفوع محلا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس پر حرف جر داخل نہ ہو اور نیز مضاف الیہ بھی واقع نہ ہو اور مذکورہ اشیاء میں سے کسی کے استفہام کیلئے نہ ہو تو اس وقت مرفوع محلاً ہوتا ہے مبتداء یا خبر ہونے کی بنا پر جیسے كَمْ كِتَابٌ عِنْدَكَ اس مثال میں (کم) اسم مبہم ممیّز ہے (کتابا) تمییز ہے۔ اسم مبہم ممیّز اپنی تمییز سے مل کر مرفوع محلا بعامل معنوی مبتدا ہے اور (عِنْدَكَ) ظرف اپنے متعلق محذوف کے ساتھ مرفوع محلاً بعامل معنوی خبر ہے۔

**فائدہ:** متوسط شرح کافیہ میں ہے کہ (كَمْ) خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ مرفوع محلاً بنا بر فاعل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ صدارت کلام کو مقتضی ہے اور فاعل صدر کلام میں واقع نہیں ہوتا۔

## (تشریح)

(و کذانیز) جاننا چاہئے کہ (کَذَا) اصل میں مرکب ہے (کاف تشبیہ و ذا اسم اشارہ) سے اب ترکیب کے بعد ایک کلمہ کے حکم میں ہے نیز اس سے اصل معنی (تشبیہ اور اشارہ) مراد نہیں بلکہ اس سے اصل معنی کو زائل کر کے اب اس کے مجموعہ سے ایک نیا معنی جو اس سے پہلے نہیں تھا پیدا ہوا، ابن ہشام نے فوح الشذا میں کہا ہے کہ اس نئے معنی میں بھی کافی اختلاف ہے اس اختلاف کو سیوطیؒ نے اشباہ جلد چہارم میں ذکر کیا ہے مگر سیبویہ وخلیل کے نزدیک اب (کَذَا) سے مراد مطلق عدد مبہم ہے عام از یں قلیل ہو یا کثیر ہو۔

اور النحو الوافی جلد چہارم میں ہے (اذا کان الغرض منها الاخبار عن شیء معدود قلیل او کثیر ففی هذه السورة تعد من کنایات العدد المبهمة)

**تنبیہ** : (کَذَا) مشکل ترین الفاظ میں سے ہے نحاۃ نے اس پر مستقل رسالے لکھے ہیں مثلاً ابو حَیّان نحوی نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جو (کتاب الشذا فی احکام کذا) کے نام سے موسوم ہے نیز ابن ہشام نے ایک رسالہ لکھا ہے جو (فوح الشذا بمسئلة کذا) کے نام سے موسوم ہے۔

**فائدہ** : جامع الدروس میں ہے کہ (کَذَا) کبھی جملہ سے بھی کنایہ ہوتا ہے جیسے قُلْتُ کَذَا و کَذَا حَدِیثًا . اس مثال میں کذا کنایہ ہے غیر عدد یعنی جملہ سے اس جملے کا بیان حدیثاً تمییز کر رہی ہے نیز جامع الدروس میں ہے کہ (کذا) عموماً مکرر ہوتا ہے بواسطہ حرف عطف کے جیسے جاء نی کَذَا و کَذَا رَجُلاً اور کبھی بغیر تکرار کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے و عندی کذا درهماً.

## ((کَذَا کی تمییز کا حکم))

امام سیوطیؒ نے ہمع الہوامع میں ہے کہ (کَذَا) کی تمییز مرفوع اور مجرور نہیں ہوتی مجرور عام ہے حرف جر سے ہو یا اضافت و بدلیت سے ہو بلکہ مفرد منصوب ہوتی ہے بخلاف کوفیین کے کہ وہ (کَذَا) کی تمییز میں رفع کے قائل ہیں مگر ابو حیان نے اس قول کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ (کَذَا) کی تمییز میں رفع مسموع نہیں۔

## (اعراب کَذَا)

جامع الدروس میں ہے کہ کذا مبنی علی السکون ہوتا ہے اور ترکیب میں درج ذیل سات چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے۔



## (تشریح)

(۱) فاعل جیسے سَافَرَ کَذَاو کَذَا رَجُلاً .اس مثال میں (کَذَا) اسم مبہم ممیز ہے (رَجُلاً) اس کی تمییز ہے۔ اسم مبہم ممیز اپنی تمییز کے ساتھ مرفوع محلاً عطف ہے پہلے (کَذَا) پر جو معطوف علیہ ہے۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل ہے (سَافَرَ) فعل کیلئے۔

(۲) نائب فاعل جیسے اُکْرِمَ کذو کذا مجتهداً اس مثال میں (اکرم) فعل ماضی مجہول اور (کذا) معطوف علیہ (واو) حرف عطف (کذا ثانی) اسم مبہم ممیز مجتہداً منصوب لفظاً (عامل اس میں کذا ثانی) ہے یہ تمییز ہے (کذا ثانی) کیلئے اور (کذا) ثانی ممیز اپنی تمییز سے مل کر مرفوع محلاً معطوف ہے (کذا) اول پر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مرفوع محلاً نائب فاعل برائے (اکرم) فعل ماضی مجہول۔

(۳) مفعول بہ جیسے اَکْرَمْتُ کذا و کذا عَالِماً اس مثال میں اَکْرَمَ فعل، تُ فاعل، (کذا) اول معطوف علیہ، (کذا) دوم اسم مبہم ممیز عالماً منصوب لفظاً (عامل اس میں (کذا) دوم) یہ تمییز ہے (کذا) کیلئے (کذا) اسم مبہم ممیز اپنی تمییز سے مل کر منصوب محلاً یہ معطوف ہے (کذا) اول پر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر منصوب محلاً مفعول بہ برائے (اکرمتُ) فعل معروف۔

(۴) مفعول فیہ جیسے سَافَرْتُ کذا و کذا یَوْماً .اس مثال میں (یوماً) تمییز ہے (کذا) ثانی سے ممیز اپنی تمییز سے مل کر یہ منصوب محلاً معطوف ہے (کذا) اول پر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر منصوب محلاً مفعول فیہ برائے (سافرتُ)

مگر یاد رہے کہ کذا کے مفعول فیہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دال ہے (یوم) پر جو کہ ظرف زمان ہے اور اسی پر قیاس کیا جائے بقیہ تراکیب کو۔

(۵) مفعول مطلق جیسے ضَرَبْتُ زَیْداً کذا و کذا ضَرْبَةً. اس مثال میں (کذا ثانی) اسم مبہم ممیز (ضَرْبَةً) تمییز مبہم ممیز اپنی تمییز سے مل منصوب محلاً معطوف ہے (کذا ول) پر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر منصوب محلاً (عامل اس میں فعل ہے) مفعول مطلق عددی برائے (ضَرَبْتُ) فعل۔

(۶) مبتداء جیسے عندی کذا و کذا کتاباً . اس مثال میں (عندی) ظرف مفعول فیہ ہے (ثَبَتَ) فعل مقدر کا، (ثَبَتَ) فعل اپنے فاعل و مفعول فیہ سے مل مرفوع محلاً بعامل معنوی خبر مقدم ہے اور (کذا و کذا کتابا) یہ مرفوع محلا

## (تشریح)

بعامل معنوی مبتدأ موخر ہے۔

(۷) خبر جیسے اَلْمُسَافِرُوْنَ کذا و کذا رَجُلاً. اس مثال میں المسافرون مرفوع لفظاً (علامت رفعی واو ہے) بعامل معنوی مبتداء ہے اور (کذا و کذا رجلاً) مرفوع محلا بعامل معنوی خبر ہے۔

## (کم خبریہ کی تمییز کا حکم)

(۱) کم خبریہ کی تمییز مفرد اور نکرہ ہوتی ہے مگر اعراب کے اعتبار سے مجرور ہوتی ہے۔ پھر سبب جر میں اختلاف ہے جیسا کہ سیوطیؒ نے ہمع میں کہا ہے کہ عند البصریین اس لئے مجرور ہے کہ (کم) خبریہ اس کی طرف مضاف ہے اور عند الکوفیین اس لئے مجرور ہے کہ یہاں (مِنْ) حرف جر حذف ہے مگر عمل باقی ہے۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ کم خبریہ کی تمییز جمع ہو جیسے کَمْ عُلُوْمٍ اَعْرِفُ (بہت سے علوم میں جانتا ہوں) مگر تمییز کا مفرد ہونا اولیٰ ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد سوم میں ہے۔

(۳) جامع الدروس میں ہے کہ کم خبریہ کی تمییز کبھی حذف بھی ہوتی ہے جیسے عَصَیْتَ اَمْرِیْ ای کَمْ مَرَّۃٍ عَصَیْتَہٗ.

(۴) کم خبریہ اور اس کی تمییز کے درمیان فاصلہ جائز ہے فاصلہ کے بعد تمییز میں درج ذیل دو اعراب جائز ہیں جیسا کہ جامع الدروس جلد سوم میں ہے۔

اول یہ کہ منصوب ہو اس لئے کہ اب تو (کم) اس کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا جیسے کَمْ عِنْدَکَ دِرْهَمًا. اس مثال میں (کم) اور تمییز کے درمیان عندک ظرف کے ذریعہ سے فصل واقع ہے۔ دوم یہ کہ مجرور ہو (مِنْ) حرف جر کی وجہ سے جیسے کَمْ قَرَأْتُ مِنْ کِتَابٍ.

## (کم خبریہ کا حکم اعراب کے اعتبار سے)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ (کم) خبریہ اعراب میں بمثل (کم) استفہامیہ کے ہے جو ماقبل میں ذکر ہوا۔

**فائدہ**: جس جملہ میں (کم) خبریہ یا (کم) استفہامیہ واقع ہو اس جملے کے متعلقات میں سے کوئی چیز بھی (کم) خبریہ یا (کم) استفہامیہ پر مقدم نہیں ہو سکتا بغیر حرف جر اور مضاف کے۔



## (تشریح)

## (کم خبریہ و کم استفہامیہ درج ذیل پانچ امور میں شریک ہیں)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ کم خبریہ و کم استفہامیہ درج ذیل پانچ امور میں شریک ہیں۔

(۱) یہ کہ دونوں کنایہ ہوتے ہیں عدد مجہول سے۔

(۲) یہ کہ دونوں مبنی ہیں۔

(۳) یہ کہ دونوں مبنی علی السکون ہیں۔

(۴) یہ کہ دونوں کیلئے صدارت کلام ضروری ہے۔

(۵) یہ کہ دونوں تمییز کیلئے محتاج ہیں۔

## (کم خبریہ و کم استفہامیہ درج ذیل پانچ امور میں ایک دوسرے سے جدا ہیں)

(۱) یہ کہ دونوں کی تمییز باعتبار اعراب کے لفظاً جدا ہے کم استفہامیہ کی تمییز منصوب ہوتی ہے اور کم خبریہ کی تمییز مجرور ہوتی ہے۔

(۲) یہ کہ کم خبریہ مختص ہے ماضی کے ساتھ لہٰذا کَمْ کُتُبٍ سَأَشْتَرِیْ کہنا جائز نہیں ہے مگر کم استفہامیہ میں کَمْ کِتَابًا سَتَشْتَرِیْ کہنا صحیح ہے۔

(۳) یہ کہ کم خبریہ کا متکلم چونکہ خبر دے رہا ہے لہٰذا وہ مقتضی جواب نہیں بخلاف کم استفہامیہ کہ وہ متکلم مُسْتَفْهِمٌ ہے لہٰذا مقتضی جواب ہے۔

(۴) یہ کہ صدق اور کذب کم خبریہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے بخلاف کم استفہامیہ کے کہ وہ انشاء ہے۔

(۵) یہ کہ جو چیز بدل ہے کم خبریہ سے وہ ہمزہ استفہام کے ساتھ مقترن نہیں ہوتا ہے لہٰذا (کم رجلٍ فی الدار عَشْرَۃٌ بَلْ عِشْرُوْنَ) اس مثال میں (کم رجلٍ) اپنی تمییز کے ساتھ مبدل منہ ہے اور (عشرۃ بل عشرون) معطوف علیہ اپنے معطوف کے ساتھ بدل ہے (کم رجل) سے مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مبتداء ہے (فی الدار) خبر ہے۔ الغرض (عشرۃٌ) جو (کم رجلٍ) سے بدل ہے اس کے شروع میں ہمزہ استفہام کا داخل نہیں ہو سکتا کہ (أعشرۃٌ) کہا جائے۔

## (تشریح)

باقی کم استفہامیہ سے جو چیز بدل ہے اس کے ساتھ ہمزہ استفہام مقترن ہوسکتا ہے جیسے کَمْ کِتَاباً اِشْتَرَیْتَ أَعَشَرَةً اَمْ عِشْرِیْنَ دیکھئے۔ اس مثال میں (کم کتاباً) مبدل منہ ہے (أَعَشَرَةً اَمْ عِشْرِیْنَ) بدل ہے۔ مگر بدل مقترن ہے ہمزہ استفہام کے ساتھ۔

## (کنایات عدد میں سے کَأَیِّنْ بھی ہے)

جامع الدروس میں ہے کہ کَأَیِّنْ کم خبریہ کا ہم معنی ہے لہٰذا درج ذیل چھ امور میں موافق ہے کم خبریہ کے ساتھ۔

(۱) دونوں کنایہ ہوتے ہیں عدد مبہم سے۔

(۲) دونوں محتاج ہوتے ہیں تمییز کی طرف۔

(۳) دونوں مبنی علی السکون ہیں۔

(۴) دونوں عدد کثیر کا فائدہ دیتے ہیں۔

(۵) دونوں کیلئے صدارت کلام ضروری ہے

(۶) دونوں مختص ہیں ماضی کے ساتھ۔

**فائدہ**: جامع الدروس میں ہے کہ (کَأَیِّنْ) بغیر نون کے بھی لکھا جاتا ہے جیسے (کَأَیِّ)۔

## (کَأَیِّنْ کی تمییز کا حکم)

النحو الوافی جلد چہارم اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ کَأَیِّنْ کی تمییز مجرور ہوتی ہے حرف جر مِنْ سے نہ کہ اضافت سے جیسے (وَ کَأَیِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ).

**فائدہ**: ابوحیان نحوی نے کہا ہے کہ یہ (من) بیان تاکید کیلئے زائد ہے۔ مگر النحو الوافی جلد چہارم وہمع الہوامع جلد اول میں ہے کہ یہ جار و مجرور متعلق ہیں (کائن) کے ساتھ حالانکہ حرف جر زائد متعلق نہیں چاہتا ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

اور مسالک البہیہ میں ہے کہ (کَأَیِّنْ) کی تمییز کبھی منصوب بھی ہوتی ہے مگر یہ بالکل قلیل ہے جیسے کَأَیِّنْ رَجُلاً عِنْدِیْ.

**فائدہ**: سیوطیؒ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے کہ مبرد وغیرہ کے نزدیک کَأَیِّنْ کی تمییز کا حذف جائز ہے مگر صاحب بسیط نے



## (تشریح)

کہا ہے کہ کَأَیِّنْ کی تمییز کے ساتھ (مِن) لازم ہے اور قول حذف میں (عامل و معمول) دونوں حذف ہوں گے یہ ضعیف ہے۔

## (کَأَیِّنْ کا اعراب)

جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ کَأَیِّنْ اعراب کے اعتبار سے (کم خبریہ) کی طرح ہے یعنی جو چیز (کم خبریہ) واقع ہوتا ہے وہی چیز (کَأَیِّنْ) بھی واقع ہوتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ کَأَیِّنْ اگر مبتداء واقع ہو تو خبر اس کی درج ذیل تین چیزوں میں ایک واقع ہوتا ہے یعنی (جملہ یا ظرف، یا جار و مجرور)۔

**تنبیه :-**

(۱) مفصل جلد دوم اور النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ اسماء میں سے (اسم زمان و مکان اور اسم آلہ) عمل نہیں کرتے۔

(۲) کلمات تین یعنی اسم، فعل، حرف میں سے کون عمل میں اصل ہے الاشباہ والنظائر نحویہ جلد اول میں ہے (**وقال ابن النحاس فی التعلیقة الافعال اصل فی العمل من حیث کان کل فعل یقتضی العمل اقلة فی الفاعل وللحروف المختصة اصالة فی العمل من حیث کان کل فعل یقتضی العمل اقلة فی الفاعل وللحروف المختصة اصالة فی العمل من حیث کانت انما تعمل لاختصاصها بالقبیل الذی تعمل فیه وانما کان الاختصاص موجباً للعمل لیظهر اثر الاختصاص کما ان الفعل لما اختص بالاسم کان عاملاً فیه .فعرفنا ان الاختصاص موجب للعمل وانه موجود فی الحرف المختص فکان الحرف المختص عاملاً باصالة فی العمل لذالک ولا کذالک الاسم لانه لا یعمل منه شیء الا بشبه الفعل او الحرف وهو المضاف اذا قلنا انه هو العامل و معنی الاصالة ان یعمل بنفسه لا بسبب غیره انتهی**)

**فائدہ**: اوپر منقولہ عبارت میں کہا گیا ہے کہ مضاف حرف کے مشابہت سے عمل کرتا ہے وہ اس لئے کہ اضافت معنوی میں حرف جر مقدر ہوتا ہے اسی کے مشابہت سے مضاف عامل ہے جیسا کہ ابن السراج نحوی نے کہا ہے کہ (**ولولا معنی الحرف ماجر الثانی اذا اضیف الیه الاول**)

## (تشریح)

(۲) الاشباہ والنظائر جلد اول میں ہے کہ (ثم قال واعلم ان الاسم لا یعمل فی الفعل ولا فی الحرف بل هو المعرض للعوامل من الافعال والحروف)

## ﴿ نحومیر ﴾

قسم دوم در عوامل معنوی بدانکہ عوامل معنوی بر دو قسم است اول ابتداء یعنی خلو اسم از عوامل لفظی کہ مبتداء وخبر را برفع کند چون زَیْدٌ قَـائِمٌ واین جا گویند کہ زیدٌ مبتداء است مرفوع بابتداء وقَـائِمٌ خبر مبتدا است مرفوع بابتداء واین جا دو مذہب دیگر است یکی آنکہ ابتداء عامل است در مبتداء، ومبتداء در خبر۔ دیگر آنکہ ہر یکے از مبتداء وخبر عامل است در دیگر۔

دوم خلو فعل مضارع از ناصب وجازم فعل مضارع را برفع کند چون یَضْرِبُ زَیْدٌ اینجا یَضْرِبُ مرفوع است زیرا کہ خالی است از ناصب وجازم۔

تمام شد عامل نحو بتوفیق اللّٰه تعالیٰ و عونہٖ خاتمہ در فوائد متفرقہ کہ دانستن آن واجب است وآن سہ فصل است۔

## (طرز المبتدی)

(قولہ قسم دوم در عوامل معنوی) اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ عوامل اعراب دو قسم پر ہیں۔ لفظی ومعنوی۔ تو یہاں تک عامل لفظی کی بحث پوری ہوئی۔ اب یہاں سے عامل معنوی کا بیان ہے۔ یعنی دوسری قسم عوامل معنوی میں ہے۔

تعریف عامل معنوی کی (العامل المعنوی مالا یتلفظ به و یعرف بالقبل) یعنی عامل معنوی وہ عامل ہے جس پر تلفظ نہ ہو سکے کیونکہ وہاں لفظاً کوئی عامل موجود نہیں بلکہ تعریف کے واسطہ سے دل اور عقل سے پہچانا جاتا ہے۔

پھر عامل معنوی دو قسم پر ہے اول ابتداء (یعنی اسم کا خالی ہونا عام لفظی سے)

بس یہی خالی ہونا عامل معنوی ہے جو مبتدا اور خبر کو رفع دیا کرتا ہے جیسے زَیْدٌ قَـائِمٌ یہاں کہتے ہیں کہ (زَیْدٌ) مبتداء ہے مرفوع ہے ابتداء کی وجہ سے اور (قائمٌ) مبتداء کی خبر ہے مرفوع ہے ابتداء کی وجہ سے۔

__فـائـده__ : یہاں دو مذہب اور بھی ہیں۔ اول یہ کہ ابتداء عامل ہے مبتداء میں اور مبتداء عامل ہے خبر میں، اس مذہب میں مبتداء کا عامل تو معنوی ہے مگر خبر کا عامل لفظی ہوگا جو مبتدا ہے مثلاً زیدٌ قائمٌ میں (زَیْدٌ) کا عامل تو معنوی ہے مگر (قائمٌ) کا عامل لفظی ہے یعنی (زَیْـدٌ) جو اس کا مبتداء ہے۔ دوم یہ کہ مبتداء خبر میں سے ہر ایک کو دوسرے میں عامل ہے اس مذہب میں



## (طرز المبتدی)

مبتداء اور خبر دونوں کا عامل لفظی ہوگا چنانچہ زَیْدٌ قَائِمٌ میں (زَیْدٌ) کا عامل قَائِمٌ ہے اور (قائمٌ) کا عامل (زَیْدٌ) ہے۔

دوم خلو فعل مضارع یعنی قسم دوم وہ عامل معنوی ہے کہ فعل مضارع کو رفع دیتا ہے وہ فعل مضارع کا خالی ہونا ہے ناصب و جازم سے) بس یہی خلو فعل مضارع از ناصب وجازم عامل معنوی ہے جو فعل مضارع کو رفع دیا کرتا ہے جیسے یَـضْـرِبُ زَیْدٌ اس جگہ فعل مضارع مرفوع ہے اس لئے کہ ناصب وجازم سے خالی ہے۔

__فـائـده__ : یہاں تک نحو کے سارے عوامل ختم ہو گئے اللہ کی توفیق اور مدد سے مگر مصنف رحمہ اللہ نے ایک خاتمہ لکھا ہے جو متفرق فوائد پر مشتمل ہے جن کا جاننا ضروری ہے اب اس کے بعد اس خاتمہ کا بیان ہے جو کہ تین فصلون پر مشتمل ہے۔

## (تشریح)

### عوامل معنوی

(۱) عوامل برکوی میں عامل معنوی کی تعریف کو یوں پیش کیا گیا ہے کہ (مالا یکون للسان فيه حظ وانما هو معنى يعرف بالقلب)

(۲) بدر منیر میں ہے کہ عامل معنوی وہ ہے جو عقل سے پہچانا جائے اور لفظ میں نہ ہو۔

(۳) مہر منیر میں ہے کہ عامل معنوی اس کو کہتے ہیں جو محض معناً فرض کر لیا جائے کیونکہ وہاں لفظاً کوئی عامل موجود نہیں ہوتا۔

(۴) مصباح منیر میں ہے کہ عامل معنوی اس عامل کو کہتے ہیں جو لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ معنی اور حکم کے لحاظ سے عمل کرے۔

اور عامل معنوی دو قسم پر ہے۔ اول وہ جو مبتداء اور خبر میں عامل ہو اور وہ (ابتداء) ہے یعنی اسم کا عوامل لفظی سے خالی ہونا پس ابتداء بایں معنی مبتداء اور خبر دونوں کو رفع دیتا ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ کہ اس میں زیدٌ مبتدا اور قائمٌ خبر دونوں کو رفع دینے والا عامل ابتدا ہے یعنی ان کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہی ان کا عامل رافع ہے چنانچہ اگر کوئی عامل لفظی ان پر داخل ہو تو پھر ان پر اس عامل لفظی کے مطابق اعراب ہوگا کیونکہ اب وہ دونوں عامل لفظی سے خالی نہیں رہے جیسا کہ (کَـانَ زَیْـدٌ قَـائِـمـاً) میں (زیـدٌ) کو رفع اور (قَـائِـمـاً) کو نصب (کَـانَ) عامل لفظی کی وجہ سے ہے اور یہ مذہب کہ مبتدا اور خبر دونوں کو رفع دینے والا عامل (ابتدا) ہے نحاۃ بصرہ کا ہے اور اس مذہب پر دونوں کا عامل معنوی ہوگا جو کہ ابتدا ہے اور تفصیل مذاہب عن قریب ذکر ہوگی ان شاء اللّٰه .

## (تشریح)

**تنبیـــــہ:** تعریف ابتداء مذکورہ تشریح میں آپ کو معلوم ہوا کہ وہ خالی ہونا ہے اسم کا عوامل لفظی سے مگر مزید توضیح کیلئے صاحب نحو میر نے ابتدا کی جو تعریف کتاب التعریفات میں پیش کی ہے وہ ملاحظہ ہو کہ (هو عند النحويين تعرية الاسم عن العوامل اللفظية للاسناد) یعنی اسم کا خالی ہونا ہے عوامل لفظیہ سے اسناد کیلئے یعنی تا کہ اسناد ہو خبر کا مبتداء کی طرف جیسا کہ رضی میں ہے۔ اور شرح ابن حاجب میں ہے کہ ترکیب اسنادی کے بغیر کوئی چیز نہ مبتدا اور نہ خبر ہو سکتا ہے جیسے اسماء عدد یا حروف هجاء ہیں کہ یہ بھی تو عوامل لفظی سے خالی ہیں۔ مگر چونکہ ان میں ترکیب اسنادی نہیں لہٰذا ان کو مبتدا و خبر نہیں کہا جاتا۔

(واین جادو مذهب دیگر است) یعنی مبتدا اور خبر کے رفع کے بارے میں دو مذہب اور ہیں۔ یاد رہے کہ یہ اختلاف کہ آیا مبتدأ اور خبر کا عامل لفظی ہے یا معنوی اگر معنوی ہے تو دونوں میں معنوی ہے یا ایک میں، نحاۃ کے اس مقام میں مشہور مذاہب تین ہیں ورنہ رضی نے دو اور مذہب کا بھی اضافہ کیا ہے لہٰذا تفصیل کیلئے تو رضی ملاحظہ ہو مگر یہاں مذاہب مشہور کا بیان ہے اور وہ درج ذیل مذاہب ہیں۔

اول یہ کہ مبتدأ اور خبر دونوں میں عامل معنوی یعنی ابتداء ہے یہ قول متاخرین میں سے جار اللہ زمخشری اور جزدلی کا ہے۔

دوم یہ کہ مبتدأ میں ابتدا عامل ہے (یعنی اس کا عامل لفظی سے خالی ہونا) اور خبر میں عامل مبتدا ہے نہ کہ ابتداء اس مذہب کے بنا پر مبتدا کا عمل تو معنوی اور خبر کا عمل لفظی ہوگا، یہ مذہب ہے سیبویہ وابوالفتح عثمان بن جنی اور ابو علی کا۔

سوم یہ کہ مبتدأ اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے اس مذہب کہ بنا پر مبتدأ اور خبر دونوں کا عامل لفظی ہوگا یہ مذہب کسائی اور فرا کا ہے (عقد النامی ورضی) اور ابن عقیل نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ اَعْدَل مذہب سیبویہ کا ہے واللہ اعلم وعلمہٗ اتم.

**فائدہ**: عقد النامی اور رضی میں ابتداء کے عمل پر ایک سوال نقل کیا گیا ہے وہ یہ کہ (ابتداء) کی تعریف میں ہے (تَجْرِيْدُ الاسمِ یا تَعْرِيَةُ الْإِسْمِ) تجرید الاسم یا تعریۃ الاسم یہ ایک عدمی چیز ہے یعنی اس کے لئے کوئی وجود نہیں لہٰذا یہ کیسے مؤثر ہوتا ہے مبتدا و خبر کے رفع دینے میں؟

وہاں جواب دیا گیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ عامل خواہ لفظی ہو یا معنوی یہ لسان عرب میں اعراب کی علامت ہیں



## (تشریح)

بلکہ اصل مؤثر اعراب کے پیدا کرنے میں خود متکلم ہے نہ کہ عامل، خواہ لفظی ہو جو کہ امر وجودی ہے یا معنوی ہو جو کہ امر عدمی ہے۔ عامل معنوی کے بارے میں مزید تفصیل الاشباہ والنظائر جلد اول بحث (حرف العین) ملاحظہ ہو۔

**سوال**: مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مبتدا و خبر کا عامل لفظی سے خالی ہونا ضروری ہے حالانکہ (بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ) میں (بحسبک) مبتداء ہے مگر عامل اس کا لفظی ہے کیونکہ اس پر (با) جارہ عامل لفظی داخل ہے۔

**جواب**: رضی اور شرح آجرومیہ میں خالد ازہری نے یہ کہا ہے کہ حرف جر جو اصلی ہو اس سے مبتداء کا خالی ہونا ضروری ہے۔ رہا حرف جر زائد اس سے مبتدا کا خالی ہونا ضروری نہیں لہٰذا وہ عدم کے درجے میں ہے اس کا اعتبار نہیں۔

### (مبتداء تین قسم پر ہے)

جامع الدروس جلد دوم میں ہے کہ مبتداء تین قسم پر ہے۔

(۱) یہ کہ اسم صریح ہو جیسے اَلْكَرِيْمُ مَحْبُوْبٌ.

(۲) یہ کہ ضمیر مرفوع منفصل ہو جیسے اَنَا قَائِمٌ . اَنْتَ قَائِمٌ. هُوَ قَائِمٌ.

(۳) یہ کہ مُؤَوَّل بالاسم ہو یعنی اصل میں فعل ہے تاویل کے بعد اسم بنتا ہے جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ای صِيَامُكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ.

**فائدہ**: مبتدا میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ نکرہ اور مشتق ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ مگر خبر کبھی جامد بھی ہوتا ہے جیسے هٰذا حَجَرٌ مگر ان دو قسموں میں سے خبر کی قسم اول میں ضمیر ہوتی ہے، رہی دوسری قسم تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خبر ایسا جامد ہے کہ وہ مؤوّل بالمشتق ہو سکتا ہے تو وہ حامل ضمیر ہو سکتا ہے جیسے خَالِدٌ اَسَدٌ کہ یہاں اَسَدٌ مؤول ہے مُجْتَرِیٌٔ اسم مشتق سے اور اگر خبر ایسا جامد ہے کہ مؤول بالمشتق نہیں ہو سکتا تو وہ حامل ضمیر بھی نہیں ہو سکتا مگر جامع الدروس میں ہے کہ حامل ضمیر ہے عند الکوفیین، لہٰذا هٰذا حَجَرٌ کی تقدیر (هٰذا حَجَرٌ هُوَ) ہے اور جامع الدروس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول حق معلوم ہوتا ہے کیونکہ مبتدا و خبر کے درمیان تعلق ہوتا ہے اس تعلق کیلئے رابط ضروری ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خبر اگر مشتق ہے تو وہ درج ذیل امور میں مبتدا کے ساتھ مطابق ہوتا ہے یعنی افراد۔ تثنیہ۔ جمع۔ تذکیر۔ تانیث۔

## (تشریح)

**فائدہ** : جامع الدروس وغیرہ نحو کے کتابوں میں ہے کہ خبر دو قسم پر ہے اول مفرد، دوم جملہ۔ مگر یاد رہے کہ مفرد یہاں جملے کے مقابلہ میں ہے، تثنیہ وجمع کے مقابلے میں نہیں ہے۔ لہٰذا تثنیہ وجمع کے صیغے خبر ہونے کے اعتبار سے مفرد ہوں گے جیسے المجتهدُ محمودٌ والمجتهدان مَحْمُوْدَان والمجتهدُوْنَ مَحْمُوْدُوْنَ ان مثالوں میں محمودانِ، محمودون صیغہ کے اعتبار سے تثنیہ وجمع اور خبر ہونے کے اعتبار سے مفرد ہیں یعنی جملہ نہیں۔

**فائدہ** : حاشیہ ابی النجا والنحو الوافی جلد اول میں ہے کہ اسم مشتق جیسے اسم فاعل وغیرہ اپنے فاعل کے ساتھ جملہ نہیں بلکہ مفرد کے حکم میں ہیں۔

**فائدہ** : نحو کی کتابوں میں ہے کہ خبر اگر جملہ واقع ہو تو اس میں مبتدا وخبر کے درمیان ربط پیدا کرنے کیلئے رابط کا ہونا ضروری ہے ہاں اگر خبر کوئی ایسا جملہ ہے کہ وہ بعینہ مبتدا ہے تو ایسے وقت میں رابط کی ضرورت نہیں جیسا کہ جامع الدروس جلد دوم وحاشیہ ابی النجا میں ہے جیسے (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کہ یہاں هُوَ ضمیر شان مبتدا واقع ہے (اللّٰهُ اَحَدٌ) جملہ خبر ہے مگر اس میں ضمیر نہیں۔

**فائدہ** : جو جملہ خبر واقع ہو وہ عامل معنوی سے محلاً مرفوع ہوگا حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ مطلب اعراب محلی کا یہ ہے کہ اس مبنی کی جگہ میں اگر کوئی اسم معرب آجائے اور کوئی مانع موجود نہ ہو تو فوراً اس پر رفع آجائے گا۔

**فائدہ** : جملہ انشائیہ کی خبر ہونے میں اختلاف ہے مگر منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل میں ہے کہ جمہور کے نزدیک خبر ہوسکتا ہے اور رضی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اِضْرِبْهُ مبتدا وخبر کے مزید احکام جاننے کیلئے کافیہ والفیہ اور ان کے شروح کی طرف رجوع ہو۔

**عامل معنوی** کا قسم دوم خلو مضارع ہے یعنی فعل مضارع کا نصب اور جزم دینے والے عوامل سے خالی ہونا ہے یعنی یہی خالی ہونا ہی عامل معنوی ہے جو فعل مضارع کو رفع دیتا ہے جیسے یَضْرِبُ زَیْدٌ میں (یَضْرِبُ) فعل مضارع مرفوع ہے اس لئے کہ وہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہے ورنہ اگر کوئی عامل لفظی اس پر داخل ہو تو وہ یا تو اس کو نصب دے گا جیسے لَنْ یَّضْرِبَ زَیْدٌ میں (لَنْ) عامل لفظی ناصب ہے جس نے یَضْرِبُ کو نصب دیا ہے یا جزم دے گا جیسے لَمْ یَضْرِبْ زَیْدٌ میں لَمْ عامل لفظی ہے جس نے یَضْرِبُ کو جزم دیا ہے۔



## ﴿نحو میر﴾

فصل اول در توابع بدانکہ تابع لفظی ست کہ دومی از لفظ سابق باشد باعراب سابق از یک جہت ولفظ سابق را متبوع گویند و حکم تابع آن ست کہ ہمیشہ در اعراب موافق متبوع باشد۔

## (طرز المبتدی)

(قولہ فصل اول در توابع) یعنی فصل اول توابع کے بیان میں ہے۔

(قولہ بدانکہ تابع لفظی ست) جاننا چاہئے کہ تابع وہ لفظ ہے کہ لفظ سابق یعنی اپنے ماقبل سے دوسرے مرتبہ پر ہو اور اپنے ماقبل کے اعراب سے موصوف ہو یعنی جو اعراب پہلے اسم پر آتا ہو وہی اعراب اس اسم پر یعنی تابع پر آتا ہو اور وجہ اعراب یعنی سبب اعراب بھی ایک ہو یعنی پہلے اسم پر اگر رفع فاعل ہونے کی وجہ سے ہو تو دوسرے اسم پر بھی رفع فاعل ہونے کے سبب سے ہو، نہ کسی اور سبب سے اسی طرح تابع کا نصب وجر بھی اس سبب سے ہو جس وجہ سے کہ ماقبل کو نصب وجر ہے اور لفظ سابق یعنی ماقبل کو (متبوع) کہتے ہیں۔

**فائدہ**: حاصل تعریف یہ ہے کہ (تابع) کیلئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) یہ کہ تابع لفظ سابق یعنی اپنے ماقبل سے دوسرے نمبر پر ہو۔

(۲) یہ کہ تابع ماقبل کے اعراب کے ساتھ موصوف ہو۔

(۳) یہ کہ سبب اعراب بھی ایک ہو۔ موافقی مثال جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ (میرے پاس ایک عالم آدمی آیا) اس مثال میں (رَجُلٌ) متبوع اور (عَالِمٌ) تابع ہے۔ ماقبل اس کا یعنی (رَجُلٌ) متبوع ہے اور یہ (رَجُلٌ) جو کہ تابع ہے دوسرے نمبر پر ہے اور باعراب ماقبل ہے کہ دونوں پر رفع ہے اور سبب اعراب بھی ایک ہے کہ دونوں فاعل ہونے کے سبب سے مرفوع ہیں مگر متبوع بالاصالہ مرفوع ہے اور تابع بالتبع مرفوع ہے۔

**فائدہ**: تابع کو اس لئے تابع کہتے ہیں کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کا تابع ہوتا ہے۔

(قولہ وحکم تابع آن ست کہ ہمیشہ در اعراب موافق متبوع باشد) یعنی تابع کا حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے اور تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔

اول **صفت** اس کے تین نام ہیں۔ صفت. نعمت. تابع. اور اس کے متبوع کے بھی تین نام ہیں۔ موصوف.

## (طرز المبتدی)

منعوت. متبوع.

پھر صفت دو قسم پر ہے۔ اول صفت بحال موصوف۔ دوم صفت بحال مُتَعَلِّق موصوف۔ صفت بحال موصوف وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے کہ جو خود موصوف میں ہے جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ (میرے پاس ایک عالم آدمی آیا) اس مثال میں (رَجُلٌ) موصوف ہے اور (عَالِمٌ) صفت ہے اور وصف علم پر دلالت کر رہا ہے جو کہ موصوف میں موجود ہے اور صفت بحال متعلق موصوف وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو خود موصوف میں موجود نہ ہو بلکہ اس کے متعلق میں موجود ہو جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ (میرے پاس ایک مرد آیا جس کا غلام خوبصورت ہے) اس مثال میں (رجل) موصوف اور (حَسَنٌ) صفت بحال متعلق موصوف ہے مگر وصفِ حسن خود موصوف میں نہیں بلکہ اس کے متعلق یعنی (غلام) میں موجود ہے۔

**فائدہ**: یہاں بحث صفت میں (متعلق) سے مراد (تعلق) دار ہے جیسے (باپ، غلام) وغیرہ ہیں ظاہر ہے کہ (رجل) اور اس کے باپ کے درمیان یا (رجل) اور اس کے غلام کے درمیان تعلق ہوتا ہے جیسے (اُبوۃ۔ بنوت۔ مالکیت۔ مملوکیت)

قسم اول یعنی صفت بحال موصوف دس چیزوں میں اپنے متبوع کے موافق ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں یعنی

(۱) تعریف (۲) تنکیر (۳) تذکیر (۴) تانیث (۵) افراد (۶) تثنیہ (۷) جمع (۸) رفع (۹) نصب (۱۰) جر

ان دس میں سے ہر ترکیب میں صرف چار چیزیں پائی جائیں گی مثلاً تعریف و تنکیر میں سے ایک تذکیر و تانیث میں سے ایک اور مفرد، تثنیہ و جمع میں سے ایک اور رفع، نصب و جر میں سے ایک تو اس طرح یہ چار چیزیں ہوئیں۔ یعنی چار اس طرح حاصل ہوں گے کہ معرفہ و نکرہ میں سے موصوف یا معرفہ ہوگا یا نکرہ تو صفت بھی انہی دو میں سے ایک ہوگی یہ ہوئی ایک چیز اور تذکیر و تانیث میں سے موصوف ایک ہوگا تو صفت بھی ایک ہوگی، یہ ہو گئے دو چیزیں۔ اسی طرح افراد تثنیہ و جمع میں سے موصوف ایک ہوگا تو صفت بھی ان میں سے ایک ہوگی یہ ہو گئے تین چیزیں، اسی طرح رفع و نصب و جر میں سے موصوف ایک ہوگا تو صفت بھی ان میں سے ایک ہوگی، یہ ہو گئے چار چیزیں جیسے عِنْدِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ. اس مثال میں رجل موصوف اور عَالِمٌ صفت ہے اور دس میں سے چار چیزوں میں اپنے متبوع کے ساتھ موافق ہے یعنی تعریف و تنکیر میں سے موصوف نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مذکر ہے تو صفت بھی مذکر ہے



## (طرز المبتدی)

اور موصوف افراد تثنیہ و جمع میں سے مفرد ہے تو صفت بھی مفرد ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے۔ وعِنْدِیْ رَجُلَانِ عَالِمَانِ. اس مثال میں (رجلان) موصوف ہے اور (عالمان) صفت ہے مگر صفت اپنے موصوف کے ساتھ دس میں سے چار میں موافق ہے یعنی موصوف تعریف و تنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مذکر ہے تو صفت بھی مذکر ہے اور موصوف افراد و تثنیہ اور جمع مین سے تثنیہ ہے تو صفت بھی تثنیہ ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے مگر معلوم ہو کہ دونوں میں علامت رفع (الف) ہے۔

وعِنْدِیْ رِجَالٌ عَالِمَانِ. اس مثال میں رِجالٌ موصوف اور عالمون صفت ہے موصوف تعریف و تنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مذکر ہے تو صفت بھی مذکر ہے اور موصوف افراد و تثنیہ و جمع میں سے جمع ہے تو صفت بھی جمع ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے مگر معلوم ہو کہ صفت میں علامت رفع (واو) اور موصوف میں ضمہ ہے۔

وعِنْدِیْ اِمْرَأَۃٌ عَالِمَۃٌ. اس مثال میں امرأۃ موصوف اور عالمۃٌ صفت ہے موصوف تعریف و تنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مؤنث ہے تو صفت بھی مؤنث ہے اور موصوف افراد و تثنیہ و جمع میں سے مفرد ہے تو صفت بھی مفرد ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے۔

وَعِنْدِیْ اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ: اس مثال میں امرأتان موصوف اور عالمتان صفت ہے موصوف تعریف و تنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مؤنث ہے تو صفت بھی مؤنث ہے اور موصوف افراد و تثنیہ و جمع میں سے تثنیہ ہے تو صفت بھی تثنیہ ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے مگر موصوف اور صفت دونوں میں علامت رفع الف ہے۔

وعِنْدِیْ نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ: اس مثال میں نسوۃ موصوف اور عالماتٌ صفت ہے موصوف تعریف و تنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف تذکیر و تانیث میں سے مؤنث ہے تو صفت بھی مؤنث ہے اور موصوف افراد و تثنیہ و جمع میں سے جمع ہے تو صفت بھی جمع ہے اور موصوف رفع و نصب و جر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے۔

قسم دوم: یعنی صفت بحال متعلق موصوف پانچ چیزوں میں اپنے متبوع کے موافق ہوا کرتی ہے یعنی (۱) تعریف

## (طرز المبتدی)

(۲) تنکیر (۳) رفع (۴) نصب (۵) جر۔ مگر ان پانچ میں سے ہر ترکیب میں صرف دو چیزیں پائی جائیں گی۔ یعنی (۱) تعریف وتنکیر میں سے ایک۔ اور (۲) رفع ونصب جر میں سے ایک۔ جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ. اس مثال میں (رَجُــلٌ) موصوف تعریف وتنکیر میں سے نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ ہے اور موصوف رفع ونصب وجر میں سے مرفوع ہے تو صفت بھی مرفوع ہے۔

**فـــائـدہ**: جاننا چاہئے کہ جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہوسکتا ہے اس لئے کہ جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا موصوف وصفت کے درمیان مطابقت ہوگی کہ دونوں نکرہ ہوں گے لیکن جب جملہ صفت واقع ہو تو اس میں ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ موصوفہ کی طرف لوٹتی ہو موصوف وصفت کے درمیان ربط پیدا کرتی ہو تاکہ جملہ اپنے موصوف سے اجنبی نہ رہے جیسے مثال مذکور میں (رَجُلٌ) نکرہ موصوف ہے اور (اَبُوْهُ عَالِمٌ) جملہ خبریہ (رَجُلٌ) نکرہ کی صفت ہے اور اس جملہ میں ضمیر (ہٗ) موجود ہے جو (رَجُلٌ) موصوف کی طرف لوٹ رہی ہے۔

## (تشریح)

(توابع) تابع کی جمع ہے معنی وصفیت سے معنی اسمیت کی طرف منتقل کرلیا گیا ہے یعنی اب اسم کی ایک قسم کا نام ہے اور اس کو فاعل اسمی کہتے ہیں جو معنی وصفی سے خالی ہے اور جس اسم فاعل میں معنی وصفی پائے جائیں اس کو اسم فاعل صفتی کہتے ہیں جیسے زیدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ کہ یہاں (ضارِبٌ) اسم فاعل صفتی ہے جو معنی وصفی یعنی (ضَرْب) پر دلالت کررہا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ اسم فاعل اسمی کی جمع (فَوَاعل) کے وزن پر آتی ہے جیسا کہ (کَاهِلٌ) بمعنی مابین الکتفین کی جمع (کَوَاهل) آتی ہے مزید تفصیل کیلئے شرح جامی اور اس کی شروح ملاحظہ ہوں۔

(دومی از لفظ سابق باشد) یعنی تابع وہ لفظ ہے جو پہلے لفظ کے لحاظ سے دوسرا ہو یعنی مؤخر ہو جب پہلے کے ساتھ اس کا لحاظ کیا جائے تو وہ پہلے کی نسبت دوسرے درجہ میں ہو اب اس تشریح سے تابع کی وہ قسم جو متبوع کے بعد متصل مذکور ہو اس پر بھی یہ تعریف صادق آئے گی جیسے جاء نی زید العالم. اور یہ تعریف اس تابع پر بھی صادق آئے گی جو متبوع کے بعد تیسرے جگہ پر واقع ہو یا اس سے بھی زائد جگہ واقع ہو اس لئے کہ متاخر تابع کو جب سابق یعنی متبوع کے اعتبار سے دیکھیں گے تو ہر متاخر رتبہ ثانیہ میں ہوجائے گا خواہ وہ تابع ثانی ہو یا ثالث وغیرہ



## (تشریح)

مثلاً (جاء نی رجلٌ عالمٌ حافظٌ کریمٌ جمیلٌ ظریفٌ)

اب اس مثال میں (رجلٌ) کے بعد صفت اول یعنی (عَالِمٌ) کو اگر دور کیا جائے تو صفت دوم یعنی (حافظ) مرتبہ ثانیہ میں ہوسکتی ہے کہ کہا جائے (جـاء نـی رجلٌ حـافظٌ) اسی طرح اگر صفت اول کی جگہ میں صفت سوم یعنی (کَـرِیْمٌ) کو رکھا جائے اور کہا جائے (جاء نی رجلٌ کریمٌ) تو یہ صفت سوم بھی درجہ ثانیہ میں آسکتی ہے علی ہذا القیاس جو بقیہ صفات ہیں وہ بھی مرتبہ ثانیہ میں آسکتی ہیں۔

شرح جامی میں ہے (وهو کل ثانٍ ای متاخر متی لو حظ مع سابقه کان فی الرتبة الثانیة منه فدخل فیه التابع الثانی و الثالث فصاعدا)

(بدانکه نکره را بجمله خبریه صفت توان کرد) شریفیہ میں ہے (وتوصف النكرة بالجملة الخبرية لان الجملة الخبرية فی حکم النكرة فيصلح لان تقع صفة للنكرة لا للمعرفة فيجوز جاء نی رجل ابوه عالم ولا يجوز جاء نی زيد ابوه عالمٌ وانما قيد الجملة بالخبرية لان الجملة الانشائية لا تصح ان تقع صفة الا بتاويل بعيد كما تقول جاء نی زيد اِضْرِبْهُ ای مقول فی حقه اِضْرِبْهُ ای مستحق لان يؤمر بضربه و يلزم فی الجملة التی وقعت صفة الضمير الراجع الی الموصوف ليربط الصفة الی الموصوف والاصارت تلك الجملة اجنبية بالنسبة الی الموصوف فلا يصح ان تقع صفة له كما تقول جاء نی رجل زيد عالمٌ)

## ﴿ نحو میر ﴾

دوم تاکید و او تابعے ست کہ حال متبوع را مقرر گرداند در نسبت یا در شمول تا سامع راشک نماند و تاکید بر دو قسم ست لفظی و معنوی تاکید لفظی بتکرار لفظ ست چون زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ و ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ و اِنَّ اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ تاکید معنوی بہ ہشت لفظ است نَفْسٌ و عَیْنٌ و کِلَا و کِلْتَا و کُلُّ و اَجْمَعُ و اَکْتَعُ و اَبْتَعُ و اَبْصَعُ چون جَاءَ نِیْ زَیْدٌ نَفْسُهٗ و جاء نی الزیدان اَنْفُسُهُمَا و جَاءَ نِیْ الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ و عَیْنٌ رابرین قیاس کن و جَاءَ نِیْ الزَّیْدَانِ کِلَاهُمَا وَالْهِنْدَانِ کِلْتَاهُمَا وکِلَا و کِلْتَا خاص بمثنی و جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ وَاَکْتَعُوْنَ

## ﴿ نحومیر ﴾

وَابُتَعُوُنَ و اَبُصَعُوُنَ بدانکہ اَکُتَعُ و اَبُتَعُ و اَبُصَعُ تابع اند بہ اَجُمَعُ پس بدون اجمع ومقدم بر اَجُمَعُ نباشند۔

### (طرز المبتدی)

(قولہ دوم تاکید) یعنی توابع میں سے دوسرا تابع تاکید ہے وہ ایسا تابع ہے کہ متبوع کی حالت کو ثابت اور پختہ کرتا ہے نسبت میں یا شمول افراد میں، نسبت کی پختگی سے مقصد یہ ہے کہ سامع کے نزدیک یہ امر ثابت ہوجائے کہ منسوب الیہ اس نسبت میں متبوع ہے نہ کوئی اور۔ اور شمول افراد کے پختگی سے مقصد یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہوجائے کہ مراد تمام افراد متبوع ہیں نہ کہ بعض یعنی متبوع اپنے تمام افراد کو شامل ہے کوئی فرد اس کا نکلا ہوا نہیں ہے۔

جب حال متبوع کو نسبت یا شمول افراد میں پختہ کیا جائے تو مخاطب کو اطمینان ہوجاتا ہے اور کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، نسبت کی مثال جیسے زیدٌ زیدٌ قَائِمٌ اس مثال میں (زید) مکرر ہے اس تکرار سے سامع کو معلوم ہوگیا کہ منسوب الیہ اور مسند الیہ زید ہی ہے اس کا بھائی یا بیٹا یا کوئی اور شخص نہیں ہے بلکہ خود زید ہے۔

دوم یعنی شمول افراد کی مثال جیسے جَاءَ نِیُ الُقَوُمُ کُلُّهُمُ اس مثال میں (کلھم) سے معلوم ہوا کہ (قوم) جو کہ متبوع ہے اپنے تمام افراد کو شامل ہے کوئی فرد اس سے خارج نہیں ہے یعنی آنے میں قوم کے سارے افراد شریک ہیں۔

اور تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی ومعنوی تاکید لفظی وہ تابع ہے جو لفظ کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ لفظ اسم ہو جیسے زَیُدٌ زَیُدٌ قَائِمٌ اس مثال میں پہلا لفظ زیدٌ متبوع ہے اس کو مؤکد بھی کہتے ہیں، دوسرا لفظ زُیُدٌ تابع ہے اس کو تاکید اور مؤکد بھی کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ متبوع میں (مؤکد) بفتح کاف صیغہ اسم مفعول اور تابع میں (مؤکد) بکسر کاف صیغہ اسم فاعل ہے۔

یا وہ لفظ فعل ہو جیسے ضَرَبَ ضَرَبَ زَیُدٌ. اس مثال میں پہلا لفظ (ضَرَبَ) متبوع ہے اس کو مؤکد کہتے ہیں اور دوسرا لفظ (ضَرَبَ) تابع ہے اس کو تاکید اور مؤکد کہتے ہیں یا وہ لفظ حرف ہو جیسے اِنَّ اِنَّ زَیُداً قَائِمٌ. اس مثال میں پہلا لفظ (اِنَّ) متبوع ہے اس کو مؤکد بھی کہتے ہیں اور دوسرا لفظ (اِنَّ) تابع ہے اس کو تاکید اور مؤکد بھی کہتے ہیں۔

**فائدہ**: جس چیز کی تاکید کرنی مقصود ہو اسے مکرر لانے سے تاکید لفظی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ تاکید لفظی کی تین قسموں میں معلوم ہوا)



### (طرز المبتدی)

**فائدہ**: چونکہ تاکید لفظی خود لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کا نام تاکید لفظی ہے (بمعنی لفظ والی)

(قولہ تاکید معنوی) تاکید معنوی وہ ہے جس میں لفظ متبوع تاکید لفظی کی طرح مکرر نہیں ہوتا بلکہ متبوع کے علاوہ دوسرے لفظ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ متبوع اور تابع معناً ایک ہیں لہٰذا تکرار معنی ہوتا ہے اور معنائے متبوع تابع سے پختہ ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ تاکید لفظی میں تاکید تکرار لفظ سے حاصل ہوتی ہے اور تاکید معنوی میں تاکید تکرارِ معنی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاکید لفظی کو لفظی اور تاکید معنوی کو معنوی کہتے ہیں، اول منسوب ہے لفظ کی طرف، دوم منسوب ہے معنی کی طرف اور تاکید معنوی کیلئے آٹھ مخصوص الفاظ ہیں۔ یعنی نَفُسٌ، و عَیُنٌ، و کِلَا، و کِلُتَا، و کُلٌّ، و اَجُمَعُ، و اَکُتَعُ، و اَبُتَعُ، و اَبُصَعُ. یاد رہے کہ مندرجہ بالا الفاظ نو ہیں مگر (کِلا و کِلُتَا) کو صاحب نحومیر نے ایک شمار کیا ہے کیونکہ دونوں تثنیہ ہیں، لہٰذا کہا ہے کہ (تاکید معنوی بہشت لفظ است) امثلہ تاکید معنوی جیسے جاء نی زید نَفُسُهٗ (آیا میرے پاس زید نفس اس زید کا) یعنی بذات خود آیا، اس مثال میں (زید) متبوع اور (مؤکد) ہے اور (نَفُسُهٗ) (تابع وتاکید اور مؤکد) ہے، وجَاءَ نِیُ الزَّیُدَانِ اَنُفُسُهُمَا (آیا میرے پاس وہ دو زید نفس ان دونوں کے) یعنی وہ دو زید بذات خود میرے پاس آئے اس مثال میں (الزیدان) متبوع ومؤکد ہے اور (اَنُفُسُهُمَا) تابع وتاکید اور مؤکد) ہے۔ وجَاءَ نِیُ الزَّیُدُوُنَ اَنُفُسُهُمُ (آئے میرے پاس وہ سب زید نفس ان سب کی) یعنی وہ سب زید بذات خود میرے پاس آئے۔ اس مثال میں بھی (الزیدون) متبوع ومؤکد ہے اور (اَنُفُسُهُمُ) تابع وتاکید اور مؤکد ہے اور لفظ (عَیُنٌ) بھی (نَفُسٌ) پر قیاس ہے یعنی جاء نی زَیُدعَیُنُهٗ (زید بذات خود میرے پاس آیا) و جاء نی الزیدانِ اَعُیُنُهُمَا و جَاءَ نِیُ الزَّیُدُوُنَ اَعُیُنُهُمُ.

وجَاءَ نِیُ الزیدانِ کِلَاهُمَا (دونوں زید میرے پاس آئے) و جَاءَ تُنِیُ الُهِنُدَانِ کِلُتَاهُمَا (دونوں ہندہ میرے پاس آئیں)۔

**فائدہ**: کِلَا اور کِلُتَا یہ دونوں تثنیہ کیلئے آتے ہیں یعنی ایسے متبوع کیلئے آتے ہیں جو تثنیہ ہو پہلا تثنیہ مذکر کیلئے (دو مرد) اور دوسرا تثنیہ مؤنث کیلئے بمعنی (دو عورتیں)۔

وَجَاءَ نِیُ الُقَوُمُ کُلُّهُمُ اَجُمَعُوُنَ اَکُتَعُوُنَ اَبُتَعُوُنَ اَبُصَعُوُنَ (میرے پاس تمام افراد قوم آئیں)

## (طرز المبتدی)

<u>فائدہ</u>: اَجْمَعُ ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ یہ سب بمعنی (تمام) ہیں۔

<u>فائدہ</u>: اکتع . ابتع. ابصع یہ تینوں کلمے اَجْمَعُ کے تابع ہیں، لہٰذا بدون اجمع کے مستعمل نہیں ہوتے اور اَجْمَعُ پر مقدم بھی نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ اجمع کے بعد ہی لائے جائیں گے۔

## (تشریح)

(قوله دوم تاکید) حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ اس میں تین لغات ہیں واو کے ساتھ (توکید) ہمزہ کے ساتھ (تاکید) اور الف کے ساتھ کہ الف بدل ہو ہمزہ سے (تاکید) (باب التوكيد يقرأ بالواو ففيه ثلاث لغات افصحها لغة الواو لمجيء القرآن بها. ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها . وهو بها من(وَكَّدَ) وبالهمزة من (أَكَّدَ) واما بالف فی الثالثة فبدل من الهمزة وهو لغة التقوية) اسی طرح الکواکب الدریہ میں بھی ہے (وهو مصدر بمعنى المؤكد بكسر الكاف من اطلاق المصدر مرد ا به اسم الفاعل )

(حال مبتوع را مقرر گرداند در نسبت) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (اعلم انک اذا نسبت المجیء مثلا الی زید وقلت جاء نی زید فیحتمل عند العقل ان لایکون الجائی زید بل ابنه او غلامه وانما نسبت المجیء اليه بطريق التجوز اوالسهو او النسيان فاذا اوردت زيداً مكررا وقلتِ جَاءَ نِیُ زَیُدٌ زَیُدٌ لم یبق شک واحتمال فی مجیئه فتقرر بهذا التكرير امر المبتوع فی نسبة الحكم اليه )

<u>فائدہ</u>: سامع کے ذہن میں مجاز کا احتمال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ مجاز کلام عرب میں بہت ہے جیسا کہ ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد اول میں کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: نحو میر میں ہے کہ (تاکید واو تابعے ست کہ حال متبوع را مقرر گرداند) یہی عبارت کافیہ میں یوں واقع ہے (التاكيد تابع يقرر امر المتبوع)

الغرض (حال متبوع اور امر متبوع) ایک چیز ہے اب رہی یہ بات کہ (حال متبوع یا امر متبوع) سے مراد کیا ہے تو رضی میں ہے کہ امر سے مراد وہ چیز ہے جس کا تعلق متبوع کے ساتھ ہو جیسے فعل مذکور کی نسبت اس متبوع کی طرف یا نسبت کا عام اور شامل ہونا ہے متبوع کے تمام اجزاء کو ملاحظہ ہو عبارت (قوله امر المتبوع ای ما يتعلق به من نسبة



## (تشریح)

الفعل المذكور اليه و كونها شاملة عامة له فالتكرير لفظاًاو معنى يقرر ما يتعلق بالمتبوع من اتصافه بكونه منسوباً اليه الفعل والفاظ الشمول تقرر ما يتعلق بالمتبوع من اتصافه بكون ما نسب اليه عاماً لاجزائه شاملاً)

<u>فائدہ</u>: نحو میر میں ہے (درنسبت) عقد النامی علی الجامی میں ہے کہ (نسبت) مصدر مبنی للمفعول ہے مطلب یہ ہوا کہ تاکید وہ تابع ہے جو حال متبوع کو منسوب الیہ ہونے میں پختہ کرے جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ کہ یہاں (زید) نے حال متبوع کو اس بات میں پختہ کیا ہے کہ منسوب الیہ (مجیئت) زید ہے کوئی اور نہیں۔ یا حال متبوع کو پختہ کرے (منسوب) ہونے میں جیسے ضَرَبَ ضَرَبَ زَیُدٌ کہ یہاں تابع یعنی (ضَرَبَ) ثانی نے متبوع یعنی (ضَرَبَ) اول کے حال کو اس بات میں پختہ کیا ہے کہ (زید) کی طرف منسوب فقط (ضَرَبَ) ہے نہ کہ نَصَرَ یا عَلِمَ وغیرہ ملاحظہ ہو عبارت (قوله ای فی كونه منسوبا نحو ضَرَبَ ضَرَبَ زيدٌ او منسوبا اليه نحو ضَرَبَ زَیُدٌ زَیُدٌ وفيه اشعار بان النسبة مصدر مبنی للمفعول )

<u>فائدہ</u>: شریفیہ وغیرہ کتابوں میں ہے کہ تاکید لفظی اسم۔ فعل۔ حرف جملہ سب میں ہوتی ہے۔

(قوله تاكيد معنوی ) شرح مفصل ابن یعیش جلد اول میں ہے کہ (وَامَّا التاكيد المعنوی فيكون بتكرير المعنى دون لفظه)

## (تاکید معنوی کے الفاظ میں قدرے تفصیل)

(۱) نَفُسٌ و عَیُنٌ خالد ازہری نے شرح آجرومیہ میں کہا ہے کہ نفس اور عین باب تاکید میں بمعنی ذات ہیں اور النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ نفس اور عین سے اگر مراد (خون یا آنکھ) ہو تو یہ ماقبل سے بدل ہوتے ہیں۔

## (نَفُسٌ وعَیُنٌ سے تاکید لانے کا فائدہ)

ابن ہشام نے شرح قطر میں اور مصطفےٰ غلاینی نے جامع الدروس میں کہا ہے کہ (نفس اور عینٌ) سے تاکید لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے مجاز ونسیان اور سہو کے احتمال کو دور کیا جاتا ہے کیونکہ جاء نی زیدٌ میں سامع یہ گمان کرسکتا ہے کہ آنے کی نسبت جو زید کی طرف ہے ہوسکتا ہے یہ مجاز یا نسیان یا سہو کی بنا پر ہو لیکن جب متکلم اس کے بعد (نفس یا عینٌ) کو بطور

## (تشریح)

تاکید لاتا ہے تو یہ احتمالات سب ختم ہوجاتے ہیں اور سامع کو یقین ہوجاتا ہے کہ (جائی) بذات خود زید ہے یہ اسناد حقیقی ہے نہ کہ مجازی وغیرہ۔ نیز واضح رہے کہ (نفس وعینٌ) کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ مضاف ہوں ضمیر کی طرف جیسا کہ شرح قطر اور ابن عقیل جلد دوم وغیرہ میں ہے کہ وہ ضمیر متبوع کے مطابق ہوتی ہے جیسے جاء نی زید نفسه او عینُه و جَاءَ تْ هِنْدٌ نَفْسَهَا اَوْ عَيْنَهَا .

**فائدہ** : ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ نَفْسٌ اور عَيْنٌ دونوں کو جمع کرنا بھی جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ (نفس، عین) پر مقدم ہو جیسے جَاءَ نِیْ زیدٌ نَفْسُهٗ عَيْنُهٗ.

### (کلا و کِلْتَا سے تاکید لانے کا فائدہ)

کلا اور کلتا سے تاکید لانے کا فائدہ حکم کو دو متبوع کیلئے بیک وقت ثابت کرنا ہے جامع الدروس میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جاء الزیدان تو سامع انکار یا وہم کرسکتا ہے کہ جائی ایک ہے لیکن جب متکلم نے کہا کہ جاء نی الزیدان کلاهما تو انکار یا وھم ختم ہوجاتا ہے اور ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ (کلا و کلتا) جب تاکید کیلئے استعمال ہوں تو ان کیلئے درج ذیل چار شرطیں ہیں۔

(۱) یہ کہ ان کا مؤکد ایسی چیز ہو جو تثنیہ پر دلالت کرے۔

(۲) ان کا مسند ایسی چیز ہو جو ایک سے بھی صادر ہوسکے تاکہ ان کے ذریعے تاکید لانے میں فائدہ ہو اس سے احتراز ہوا تَخَاصَمَ الرجلان کلاهما والمرأتان کلتاهما سے کیونکہ (تخاصم) باب تفاعل ہے جو فعل من الجانبین کا مقتضی ہے۔

(۳) ان کا مسند مختلف نہ ہو اس سے احتراز ہوا مَاتَ زیدٌ و عَاشَ عَمرٌو کلاهما سے

(۴) یہ کہ کلا و کلتا اس ضمیر کی طرف مضاف ہوں جس کا مرجع متبوع ہو جیسے جاء نی الزیدان کِلَاهُمَا والهندان كِلْتَاهُمَا.

### (کُلٌّ سے تاکید لانے کا فائدہ)

جامع الدروس میں ہے کہ (کُلٌّ) سے تاکید لانے کا فائدہ یہ ہے کہ یہ احاطہ اور شمول پر دلالت کرتا ہے جیسے جاء نی



## (تشریح)

اَلْقَوْمُ كُلُّهُمْ میں قوم اگرچہ تمام افراد کو شامل ہے مگر بسا اوقات اکثر افراد پر قوم کا لفظ بول دیتے ہیں پس كُلُّهُمْ کے لانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ قوم کے تمام افراد مراد ہیں۔

ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ (کُلٌّ) اگر تاکید کیلئے استعمال ہو تو اس کیلئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) (کُلٌّ) کا متبوع تثنیہ نہ ہو پھر عام ہے کہ مفرد ہو یا جمع۔

(۲) اس کا متبوع ایسی چیز ہو جو تجزی و تقسیم کو قبول کرے بذات خود یا اپنے عامل کے اعتبار سے تو اس سے احتراز ہوا جاء نی زَيْدٌ كُلُّهٗ سے۔

(۳) (کُلٌّ) متبوع کی ضمیر کی طرف مضاف ہو احتراز ہوا اِنَّا كُلًّا فِيْهَا . والی قرأۃ سے جو عند البعض ہے۔

اب بذات خود تجزی و تقسیم کو قبول کرنے والے متبوع کی مثال جیسے جاء القوم كُلُّهُمْ اور اپنے عامل کے اعتبار سے تجزی کو قبول کرنے والے متبوع کی مثال جیسے اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ . اس مثال میں متبوع (عبد) اگرچہ بذات خود تجزی کو قبول کر نہیں کرتا مگر اپنے عامل فعل شرا کے اعتبار سے تجزی کو قبول کرتا ہے۔

### (۴) (اَجْمَعُ سے تاکید لانے کا فائدہ)

الکواکب الدریہ و شرح قطر میں ہے ہ (اَجْمَعُ) غالبًا (کُلٌّ) کے بعد آتا ہے تاکہ تاکید میں مزید قوت پیدا ہو کیونکہ باب تاکید میں (کُلٌّ) جمیع اور تمام کے معنی میں ہے جیسا کہ فاضل عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے جب (کُلٌّ) کے بعد اَجْمَعُ آجائے تو تاکید میں مزید پختگی پیدا ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ (كُلُّهَا) کے بعد (جَمْعَاءُ) اور (كُلُّهُمْ) کے بعد (اَجْمَعُوْنَ) اور (كُلُّهُنَّ) کے بعد (جُمَعُ) کو مزید تاکید کے لئے لاتے ہیں جیسے اِشْتَرَيْتُ الاَمَةَ كُلَّهَا جَمْعَاءَ . واِشْتَرَيْتُ الْعَبِيْدَ كُلَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ و جَاءَتِ الْهِنْدَاتُ كُلُّهُنَّ جُمَعُ (ابن عقیل)

ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے کہ یہ الفاظ (کُلٌّ) کے بغیر بھی تاکید کے لئے آتے ہیں جیسے لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ. و فی الحدیث اذا صلی الامامُ جَالِساً فَصَلُّوْ جُلُوْساً اَجْمَعُوْنَ.

اور ابن عقیل میں ہے

## (تشریح)

(شعر) يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ صَبِيّاً مُرْضَعاً تَحْمِلُنِيْ الذَّلْفَاءُ حَوْلاً اَكْتَعَا
اِذَا بَكَيْتُ قَبَّلَتْنِيْ اَرْبَعاً اِذَا ظَلِلْتُ الدَّهْرَ اَبْكِيْ اَجْمَعَا

ان دوشعروں کونحاۃ تاکید کے تین مسائل کیلئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں جیسا کہ منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل جلد دوم میں ہے لہٰذا تفصیل وہاں ملاحظہ ہومگر یہاں ان میں سے دوکا ذکر ہوگا اول یہ کہ (اَجْمَعُ) بغیر (كُلٌّ) کے بھی آتا ہے محل اشتشہادان دوشعروں (الدهر ابكی اجمعا) ہے کہ یہاں (الدهر) مؤکد ہے (اجمعا) تاکید ہے مگر (اَجْمَعُ) بغیر (كُلٌّ) کے مذکور ہے اور دوم یہ کہ مؤکد اور تاکید کے درمیان فاصلہ اجنبی کا جائز ہے محل استدلال (ابكی) ہے جومتبوع (الدهر) اورتابع (اجمعا) کے درمیان واقع ہے۔

**فـائـده**: علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے کہ (كُلٌّ اور اَجْمَعُ) کے درمیان فرق ہے ملاحظہ ہو عبارت (وقيل ان كل ترفع احتمال التخصيص و اجمع يرفع احتمال التفريق) یہاں بات الکواکب الدریہ میں مزید توضیح کے ساتھ مذکور ہے۔

**فـائده**: (كُلٌّ) کبھی بمعنی (کامل) ہوتا ہے تو اس وقت وہ ماقبل سے صفت ہوتا ہے نہ کہ تاکید جیسے زُرْتُ الرجلَ كُلَّ الرجلِ ای الكامل فی الرجولیت.

(جَاءَ نِيْ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ) اس مثال میں مصنف رحمہ اللہ نے تاکید معنوی کے الفاظ میں سے كل، اجمع، اكتع، ابتع، ابصع، کیلئے مثال دی ہے اور اس ایک جملہ میں سب کو جمع کیا ہے رضی وغیرہ کتابوں میں ہے کہ جب تاکید معنوی کے چند الفاظ جمع ہوں تو اس میں دوقول ہیں اول قول ابن برہان کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ماقبل کیلئے تاکید ہے اور دوسرا قول جو کہ صحیح ہے وہ یہ کہ سب اول (مؤکد) کیلئے تاکید ہیں ملاحظہ ہو عبارت (قال ابن برهان اذا قلت جاء نی القوم كلهم اجمعون اكتعون ابصعون ابتعون فكلهم تاكيد للقوم واجمعون تاكيد لكلهم وكذا البواقی و كل واحد منها تاكيد لما قبله وقال غيره الصحيح ان كلها تاكيد للمؤكد الاول كالصِّفاتِ المتتالية) اورالنحو الوافی وغیرہ میں اسی دوسرے قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

**تنبیه**: نحومیر میں تاکید معنوی کے چند الفاظ کیلئے یہ مثال دی گئی (جَاءَ نِيْ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَ اَكْتَعُوْنَ وَاَبْتَعُوْنَ وَاَبْصَعُوْنَ)



## (تشریح)

یہاں الفاظ تاکید معنوی کے درمیان جو (واو) ہے صحیح نہیں، یہی مثال درایۃ النحو وغیرہ نحو کی کتابوں میں دی گئی ہے مگر بغیر حرف عطف کے اور یہی صحیح ہے کیونکہ تاکید معنوی کے الفاظ متحد المعنی ہیں جبکہ عطف تغایر پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ان کے درمیان حرف عطف کالانا صحیح نہیں جیسا کہ علامہ فاکہی نے الفواکہ الجنیہ میں کہا ہے ملاحظہ ہو عبارت (وقد يؤتی بعد اجمع بتوابعه وهی اكتع و ابصع بالصاد المهملة وابتع نحو جاء الجيش كله اجمع اكتع ابصع ابتع وجاء القوم كلهم اجمعون اكتعون ابصعون ابتعون والجميع توكيد للمؤكد السابق كالصفات المتتالية وقيل كل منها توكيد لما قبله وهی ای الفاظ التوكيد بمعنی واحد ای متحدة المعنی و لذالک لايعطف بعضها علی بعض اذا اجتمعت بل تورد متتابعة من غير فصل لان الشیء الواحد لايعطف علی نفسه بخلاف الصفات يجوز ان تتعاطف لتعدد معانيها)

نیز العقد النامی علی الجامی میں ہے (واعلم انه لا يجوز العطف ايضاً فی المؤكدات المعنوية)

نیز الکواکب الدریہ جلد دوم میں مثال مذکور بغیر عطف کے مذکور ہے اور بعد میں کہا گیا ہے کہ (وهی ای الفاظ التوكيد المعنوی بمعنی واحد ای متحدة المعنی ولذالک لا يعطف بعضها علی بعض بل تورد متتابعة من غير عطف كقوله ﷺ لتدخلن الجنة اجمعون اكتعون لان العطف يفيد تعدد المعانی وهذا معناه واحد فلا يحسن عطف بعضها علی بعض لان الشیء الواحد لايعطف بعضه علی بعض بخلاف الصفات فانها يجوز عطف بعضها علی بعض لتعدد معانيها)

(بدانكه اكتع و ابتع و ابصع اتباعند باجمع پس بدون اجمع و مقدم بر اجمع نباشند) جاننا چاہئے کہ اس مذکورہ عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ (اكتع و ابتع و ابصع) اجمع کیلئے تابع اور تاکید واقع ہوتے ہیں بلکہ یہاں (تابع) کا لغوی معنی مراد ہے یعنی (وقوع۔ پیچھے آنا) مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ استعمال میں (اجمع) کے بعد واقع ہوتے ہیں نہ کہ اس سے پہلے۔ کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ تاکید معنوی کے چند الفاظ اگر جمع ہوں تو اس میں دوقول ہیں جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ سب اول مؤکد کیلئے تاکید واقع ہوتے ہیں دوسرا قول ابن برہان کا ہے کہ ہر مابعد اپنے ماقبل سے تابع ہے، رہی یہ بات کہ (اتباع) سے اصطلاحی معنی یعنی تابع مراد نہیں بلکہ یہاں اس سے معنی لغوی یعنی پیچھے ہونا) مراد ہے تو اس پر درج ذیل عبارات دلیل ہیں۔

## (تشریح)

(۱) الاظہار والعوامل برکوی کے حاشیہ میں ہے (قال اتباع لاجمع الخ ای واقعة بعده من قولهم تبعه اذا مشی خلفه و لیس انها اتباع له لا لمتبوعه علی ماهو معناها المشهور لانه خلاف ملسک الجمهور بل هو مسلک ابن برهان)

(۲) نیز عصام شرح کافیہ میں ہے (وکونها اتباعاً لاجمع لا بشیء من الاعتبارین یقتضی ان یکون توکیداً لاجمع لالمتبوعه وهو قول ابن برهان ولو ارید حمل قول المصنف علی مذهب الجمهور لصرف الاتباع عن معناه المشهور و تحمل علی انها تذکر بعده لان التبع بمعنی الماشی خلفک لغة الخ)

(۳) نیز خود ابن حاجب نے شرح کافی میں (اتباع) کہ جمہور کے مسلک کے موافق معنی کی ہے ملاحظہ ہو عبارت (واکتع واخواه اتباع لاجمع الی آخره) یرید ان اجمع یکون سابقا علیها وهی اذا جاء ت تبعاله) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی (اتباع) کو یہاں بمعنی (مؤکد) لاجمع پر محمول کرے تو وہ تشریح مسلک جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ فاضل ہندی نے شرح کافیہ میں کہا ہے (کله و اجمع و اکتع وابتع وهی مؤکدات لاجمع) یا جیسا کہ متوسط کے حاشیہ میں تفصیل مذاہب میں ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ یہ تین یعنی (اکتع ابتع ابصع) اَجْمَعُ کیلئے تاکید ہیں۔

## ﴿نحومیر﴾

بدل وا وتابعیست کہ مقصود بہ نسبت او باشد و بدل بر چہار قسم ست بدل الکل و بدل الاشتمال و بدل الغلط و بدل البعض، بدل الکل آن ست کہ مدلولش مدلول مبدل منہ باشد چون جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ و بدل البعض آن ست کہ مدلولش جزو مبدل منہ باشد چون ضُرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ و بدلُ الْاِشْتِمَال آن ست کہ مدلولش متعلق بمبدل منہ باشد چون سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ و بدل الغَلَط آن ست کہ بعد از غلط بلفظے دیگر یاد کنند چون مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ.

## (طرز المبتدی)

(قولہ سوم بدل) یعنی توابع کی تیسری قسم بدل ہے اور بدل وہ تابع ہے کہ مقصود نسبت سے وہی ہوتا ہے اور بدل کی چار قسمیں ہیں۔



## (طرز المبتدی)

(۱) بدل کل (۲) بدل اشتمال (۳) بدل بعض (۴) بدل غلط

بدل کل وہ ہے جس کی ذات بعینہ مُبْدل منہ کی ذات ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ (آیا میرے پاس زید بھائی تیرا) اس مثال میں زید مبدل منہ اور اخوک بدل کل ہے اور (اخوک) اور (زید) کی ذات ایک ہے۔

بدل بعض وہ ہے کہ جس کی ذات مبدل منہ کا جزء ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ اس مثال میں (زید) مبدل منہ اور (رَأْسُهٗ) بدل بعض ہے کیونکہ (رَأْس) زید کا بعض ہے۔

بدل اشتمال وہ ہے جس کی ذات مبدل منہ سے متعلق ہوتی ہے جیسے سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ (زید کے کپڑے چھین لئے گئے) اس مثال میں (زید) مبدل منہ اور (ثَوْبُهٗ) بدل اشتمال ہے کیونکہ (ثوب) نہ زید کا کل ہے اور نہ جزء بلکہ مبدل منہ سے متعلق ہے۔

<u>فائدہ</u>: بَدَل اشتمال کو اس لئے بدل اشتمال کہتے ہیں کہ اس میں (بدل) مبدل منہ پر مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں کپڑے (مبدل منہ) یعنی زید پر مشتمل ہیں۔

بدل غلط وہ ہے کہ غلطی کے بعد دوسرے لفظ سے ذکر کیا جائے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ (میں ایک شخص کے پاس سے گذرا (نہیں بلکہ) گدھے کے پاس سے) دیکھو اس مثال میں (رجل) مبدل منہ ہے اور (حِمَار) بدل غلط ہے۔ متکلم کو اول ہی سے (حمار) کہنا تھا مگر غلطی سے مبدل منہ (رجل) کہدیا لیکن جب فوراً غلطی کا احساس ہوا تو بدل غلط سے اس غلطی کا ازالہ کیا۔

<u>فائدہ</u>: بدل غلط کو اس لئے بدل غلط کہتے ہیں کہ اس بدل میں غلطی کا ازالہ ہوتا ہے لہٰذا اس کا نام بدل غلط رکھا گیا۔

## (تشریح)

(بدل) الکواکب الدریہ جلد دوم میں ہے (باب البدل التعبیر به اصطلاح البصریین والکوفیون یسمونه الترجمة والتبیین والتکریر هو لغة العوض عن الشیء قال اللّٰه تعالیٰ عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْراً مِنْهَا) اصطلاح میں بدل وہ تابع ہے کہ نسبت یعنی حکم سے وہی مقصود ہو اور مبدل منہ محض تمہید ہوتا ہے یعنی مبدل منہ بمنزلہ

## (تشریح)

(مُفَسَّر) کے ہے اور بدل بمنزلہ (مُفَسِّر) اور تفسیر کے ہے گویا کہ مبدل منہ میں ابہام ہے اس ابہام کو (بدل) کے ذریعہ سے دور کیا جاتا ہے مثلا جب کوئی کہے کہ اِشْتَرَیْتُ الْجَارِیَةَ نِصْفَهَا. اس مثال میں (الجاریة) مبدل منہ اور (نِصْفَهَا) بدل ہے اور مقصود شراسے یہی (نصف) ہے مبدل منہ محض تمہید ذکر کیا گیا ہے۔

الحاصل چونکہ اشتریتُ الجاریة میں مقصود شرا سے نصف ہے لہٰذا (الجاریة) کے بعد اگر نصف ذکر نہ ہوتو ابہام باقی رہتا ہے اور بدل کے ذکر سے وہ ابہام رفع ہوگا تو بدل بمنزلہ مفسر و تفسیر ہوگا۔

### (بدل سے مقصود تقویۂ حکم ہوتا ہے)

النحو الوافی اور تصریح بر توضیح میں ہے کہ بدل سے غرض تقریر اور تقویہ ہے حکم سابق کی گویا کہ بدل میں تکرار حکم ہورہا ہے وجہ یہ کے پہلی بار حکم منسوب ہوتا ہے مبدل منہ کی طرف اور مبدل منہ چونکہ مقصود نہیں اس کے بعد جب بدل ذکر ہوتا ہے تو وہ حکم واپس منسوب ہوتا ہے بدل کی طرف کیونکہ حکم سے مقصود یہی بدل ہے پس ظاہر بات ہے کہ کسی حکم کو اگر اس ترتیب سے ذکر کیا جائے تو اس میں تقویۂ ضرور آتی ہے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بدل تکریر عامل کے حکم میں ہوتا ہے اور مبدل منہ معناً مطروح ہوتا ہے۔

**فائدہ** : یہاں بحث بدل میں متبوع کو مبدل منہ کہتے ہیں اور مبدل باب افعال سے اسم مفعول ہے جیسے مُکْرَمٌ لہٰذا مبدل منہ کو مُبَدَّل تشدید دال کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔

**(بدل الکل)** جاننا چاہئے کہ بدل کی تعریف میں (مدلول) سے ذات مراد ہے جیسا کہ شریفیہ میں ہے (کما جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ فان ذات اخوک عین ذات زید) حاشیہ ابی انجا میں ہے (بدل الشیء من الشیء و ضابطه ان یکون المراد بالثانی ما ارید بالاول وان تغایر مفهوما هما نحو جاء زید اخوک فان المراد بالاخ هو زید وان کان بین الاخ و زید عموم و خصوص مطلق فمفهوما هما متغایران)

**فائدہ** : مسالک البہیہ میں ہے کہ بدل مبدل منہ کے ساتھ درج ذیل امور میں موافق ہوتا ہے (تذکیر، تانیث، اِفراد، تثنیه، جمع) جیسے (مررت باخیک زیدٍ و باُختک هندٍ، و عرفتُ اِبْنَیکَ المحمدَیْنِ، وعرفتُ اصحابک الزیْدِیْنِ).



## (تشریح)

**(بدل بعض)** اس کو بدل بعض مِنَ الْکُل. اور بدل جزء من الکل بھی کہتے ہیں۔

**فائدہ** : النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ یہاں جزء سے مراد جزءِ حقیقی ہے نہ جزءِ عرضی اور جزءِ حقیقی وہ ہے کہ کل بغیر اس جزء کے کامل نہ ہو یعنی شیء کی خلقت میں اس کو دخل ہو جیسے رأس، عنق، قلب، بنسبت انسان بخلاف اُمُوْرِ عَرْضِیہ کے جیسے عِلْم بنسبت انسان کے کہ بدل اشتمال تو ہوسکتا ہے لیکن بدل بعض نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ بدل بعض میں جزءِ حقیقی معتبر ہے۔

**فائدہ** : جامع الدروس جلد سوم میں ہے کہ بدل بعض میں جز عام ہے کہ نصف کے برابر ہو یا کم ہو یا زیادہ جیسے (جاءتِ القبیلةُ رُبُعُهَا او نصفُهَا او ثُلُثَاهَا)

**(بدل اشتمال)** فاضل عصام نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ مبدل منہ اور بدل کے درمیان جو تعلق ہے اس سے مراد تعلق اشتمال ہے جیسے ظرف کا اشتمال مظروف پر ہوتا ہے لہٰذا کل اور جز والا تعلق مراد نہیں۔ پھر عام ہے کہ اول یعنی مبدل منہ مشتمل ہو بدل پر جیسے (یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قتال فیه) یہاں (قتال) بدل اشتمال ہے مگر یہاں بدل پر مبدل منہ یعنی (الشهر الحرام) مشتمل ہے جیسے ظرف کا اشتمال مظروف پر ہوتا ہے کیونکہ شہر حرام ظرف ہے اور قتال اس میں واقع ہے یا ثانی یعنی بدل مشتمل ہو مبدل منہ پر جیسے (سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ) میں مگر یاد رہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظاہراً اشتمال جانبین سے نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حاشیہ ابی النجا میں ہے نَفَعَنِیْ زَیْدٌ عِلْمُهٗ. یہاں زید مبدل منہ اور علمہ بدل ہے مگر ظاہراً اشتمال نہیں، رہی یہ بات کہ پھر اس قسم کو بدل اشتمال کیوں کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ سید شریف نے شرح کافیہ شریفیہ میں یہ بتائی ہے کہ یہاں بھی اشتمال ہے وہ اس طرح کہ کلام کا اول اپنے آخر پر اجمالاً شامل ہے ملاحظہ ہو عبارت (اولم یکن احدهما مشتملا علی الاخر کما تقول اَعْجَبَنِیْ زیدٌ عِلْمُهٗ وانما سُمِّیَ هذا القسم بدل الاشتمال لان اول الکلام فیه یدل علی آخره اجمالا فکان الاول مشتملاً علی الثانی مثلا اذا قلت اعجبنی زید علمه یعلم ابتداء ان کون زید معجبا باعتبار صفة من صفاته لاباعتبار ذاته فکانک قلت اعجبنی صفة من صفات زید وهذا المعنی شامل اجمالاً للعلم وغیره من الصفات وهذا الوجه من التسمیة شامل لجمیع اقسام بدل الاشتمال)

**فائدہ** : بدل بعض اور بدل اشتمال میں رابط یعنی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ کتاب انموذج میں ہے پھر یہ ضمیر

## (تشریح)

عام ہے ملفوظ ہو یا محذوف جیسا کہ تہذیب التوضیح اور جامع الدروس جلد سوم میں ہے ضمیر مذکور کی مثال تو نحو میر میں موجود ہے جیسے ضَرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ و سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ مگر بدل بعض کی ضمیر محذوف کی مثال جیسے (وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً) یہاں (النـاس) مبدل منہ ہے ور (مَنْ) اس سے بدل بعض ہے مگر یہاں (من استطاع) کے بعد رابط محذوف ہے یعنی (مِنْهُمْ) اور بدل اشتمال کی ضمیر محذوف کی مثال جیسے (قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُوْدِ) اصل میں (النار ذات الوقود فیه) ہے یہاں (الاخدود) مبدل منہ ہے (النار) بدل اشتمال ہے۔

(بـدل غـلـط) جاننا چاہئے کہ بدل غلط میں مبدل منہ غلط ہوتا ہے نہ کہ بدل، تصریح بر توضیح میں ہے (فهو بدل الغلط ای بدل عن اللفظ الذی هو غلطٌ لا ان البدل نفسه هو الغلط كما يتوهم من ظاهرا للفظ) مسالک البہیہ میں ہے کہ بدل غلط کلام فصحاء میں نہیں آتا۔

<u>فـــائـــده</u>: تہذیب التوضیح میں ہے کہ مبدل منہ اور بدل کے درمیان تعریف اور تنکیر میں موافقت ضروری نہیں لہٰذا دونوں معرفہ بھی ہو سکتے ہیں جیسے جاء نی زید اخوک اور نکرہ بھی ہو سکتے ہیں جیسے (مـفـازا حدائق) یہاں مفازا مبدل منہ اور حدائق بدل ہے اور مختلف بھی ہو سکتے ہیں جیسے (لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ) یہاں (النـاصية) مبدل منہ معرفہ ہے جبکہ (ناصية) بدل نکرہ ہے اس موضوع پر شریفیہ وغیرہ شروح کافیہ ملاحظہ ہوں۔

<u>فائده</u>: الکواکب الدریہ وغیرہ میں ہے کہ فعل فعل سے اور جملہ جملہ سے بھی بدل ہوتا ہے فعل کی مثال (وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ) یہاں (یلق) مبدل منہ اور (یضاعف) بدل ہے مگر بدل کل ہے کیونکہ (عذاب) کا مضاعف ہونا یہی (لقی اثام) ہے مزید تحقیق کیلئے ابن عقیل و جامع الدروس اور الکوکب الدریہ ملاحظہ ہوں۔ جملے کے مثال (اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَ بَنِيْنَ وَ جَنّٰتٍ وَ عُيُوْنٍ الآية) یہاں پہلا (امدکم) مبدل منہ اور دوسرا (امدکم) اس سے بدل بعض ہے مزید تحقیق کیلئے (النحو الوافی جلد سوم، تہذیب التوضیح، جامع الدروس جلد سوم اور الکواکب الدریہ ملاحظہ ہوں)



## ﴿ نحو میر ﴾

چہارم عطف بحرف واو تابعیست کہ مقصود باشد بہ نسبت با متبوعش بعد از حرف عطف چون جَاءَ نِیْ زَیْدٌ و عَمْرٌو، وحروف عطف دہ است در فصل سوم یاد کنیم انشاء اللّٰہ تعالیٰ واورا عطف نسق نیز گویند۔

## (طرز المبتدی)

(قوله چهارم عطف) یعنی چوتھی قسم عطف بحرف ہے اور یہ وہ تابع ہے جو حرف عطف کے بعد آوے اور حکم سے مقصود تابع اور متبوع دونوں ہوں جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ و عَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو دونوں آئے) اس مثال میں (زید) متبوع اور معطوف علیہ کہتے ہیں اور (عمرٌو) کو تابع اور معطوف کہتے ہیں اور حکم مجیئت (آنے) میں زَیْدٌ و عَمْرٌو دونوں مقصود ہیں، معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان جو حروف آتے ہیں ان کو حروف عطف کہتے ہیں جو دس ہیں تیسری فصل میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

<u>فائده</u>: اس تابع کو عطف نسق بھی کہا جاتا ہے۔

## (تشریح)

(قوله عطف بحرف) درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحو میں ہے (العطف بالحروف ای المعطوف باحدها والعطف فی اللغة الامالة لقب هذا القسم من التوابع به لامالة حرف العطف مابعده ای ماقبله وفی عرف النحاة تابع الخ)

(بحرف) میں (با) سببیہ ہے جیسا کہ خضری جلد دوم میں ہے اور (عطف) بمعنی (معطوف) ہے جیسا کہ منقولہ عبارت میں ہے لہٰذا (عطف بحرف) بمعنی (المعطوف بسبب الحرف) کے ہے۔

ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے (والعطف فی اللغة الرجوع الی الشیء بعد الانصراف عنه وفی الاصطلاح ضربان عطف نَسَقَ و سیاتی و عطف بیان)

بدر منیر میں ہے عطف لغت میں بمعنی مائل کرنا چونکہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کی طرف مائل کرتا ہے لہٰذا

(تشریح)

ان حروف کا یہ نام رکھا گیا۔

(قوله واورا عطف نسق نيز گويند) یعنی اس تابع کا ایک نام (عطف نسق) بھی ہے الفیہ اور اسکی شروح وغیرہ میں توابع کے تعداد میں عطف بحرف کو (عطف نسق) کے نام سے ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو درج ذیل عبارات۔

(۱) ابن عقیل جلد دوم میں ہے (عَطْفُ النَّسَقِ هو التابع المتوسط بينه و بين متبوعه احد الحروف التى سنذكرها)

(۲) ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے (الرابع من التوابع عطف النسق و قد مضى تفسير العطف فاما النَّسَقُ فهو التابع المتوسط بينه و بين متبوعه احد حروف العطف)

(۳) متممۃ الآجرومیہ میں ہے (واما عطف النسق فهو التابع الذى يتوسط بينه و بين متبوعه حرف من هذه الحروف العشرة)

(۴) الفواکہ الجنیہ میں ہے (واما عطف النسق اى المعطوف بالحرف عطف نسق بفتح السين والنسق ماجاء على نظم واحد يقال هذا على نسق هذا اى على نظمه فيسمى التابع المذكور نسقا لان مابعد حرف العطف على نظم ما قبله فى اعرابه فهو التابع الذى يتوسط بينه و بين متبوعه حرف من هذه الحروف العشرة)

(۵) تصریح میں ہے (هذا باب عطف النسق النسق بفتح السين بمعنى المنسوق من نسقت الشئ نسقا بالتسكين اذا اتيت به متتابعا و كثيرا ما يسميه سيبويه باب الشركة وهو تابع يتوسط بينه و بين متبوعه احد الاحرف الآتى ذكرها)

(۶) توضیح التہذیب میں ہے (باب عطف النسق هو تابع يتوسط بينه و بين متبوعه احد حروف العطف الآتى ذكرها)

(۷) حاشیہ صبان جلد سوم میں ہے (تقدم معنى العطف واما النسق فقال الفاكهى اسم مصدر بمعنى اسم المفعول يقال نسقت الكلام انسقه عطفت بعضه على بعض و المصدر بالتسكين والمعنى على هذا العطف الواقع فى الكلام المعطوف بعضه على بعض وفى الفارضى ان النسق بالتحريك مصدر وقيل النسق بمعنى الطريقة والاضافة لادنى ملابسة اى عطف اللفظ الذى جىء به على



(تشریح)

نسق الاول و طريقته)

(۸) الکواکب الدریہ جلد دوم میں ہے (عطف نسق بفتح السين ما جاء على نظام واحد يقال هذا على نسق هذا اى على نظمه فسمى التابع المذكور نسقا لان مابعد حرف العطف على نظم ما قبله فى اعرابه قال الفاكهى والتعبير بعطف النسق هو اصطلاح الكوفيين وهو المتداول و سيبويه و اصحابه يسمونه باب الشركة لان هذه الحروف تفيد تشريك مابعدها لما قبلها فى الاعراب)

الغرض اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ (عطف نسق) یہ اس تابع کا نام ہے بلکہ بقیہ ناموں سے یہ نام زیادہ مشہور ہے جیسا کہ النحو الوافی جلد سوم میں ہے لہٰذا غرض مصنف رحمہ اللہ کا (اورا نسق نیز گویند) سے اس تابع کا دوسرا مشہور نام بتانا ہے نہ کہ حروف عاطفہ کا دوسرا نام لہٰذا اس نام کو حروف عاطفہ کیلئے شمار نہ کیا جائے کہ یہ مراد مصنف کے خلاف ہے۔

**تنبیہ**: اس تابع کے درج ذیل نام ہیں عطف بحرف، عطف نسق، باب الشرکۃ۔

(احکام عطف بحرف)

(۱) اسم ظاہر کا عطف اسم ظاہر پر جائز ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ وَ بَكْرٌ

(۲) ضمیر کا عطف ضمیر پر جائز ہے جیسے اَنَا وَ اَنْتَ صِدِّيقَان.

(۳) ضمیر کا عطف اسم ظاہر پر جائز ہے جیسے جَاءَ نِىْ زَيْدٌ وَاَنْتَ.

(۴) اسم ظاہر کا عطف ضمیر پر جائز ہے جیسے مَاجَاءَ نِىْ اِلَّا اَنْتَ وَ زَيْدٌ.

(۵) ضمیر مجرور پر عند الجمہور عطف اس وقت جائز ہے جب جار کا جانب معطوف میں اعادہ ہو پھر عام ہے کہ جار حرف جر ہو یا مضاف ہو، حرف جر کی مثال جیسے مَرَرْتُ بِكَ و بِزَيْدٍ مضاف کی مثال جَاءَ نِىْ غُلَامُكَ و غُلَامُ زَيْدٍ اور اگر جار کا اعادہ نہ ہو تو عطف جائز نہیں جیسا کہ شریفیہ شرح کافیہ میں ہے۔

(۶) عطف فعل کا فعل پر جائز ہے جیسا کہ تصریح اور ہمع الہوامع میں ہے مگر شرط یہ ہے کہ دونوں فعل باعتبار زمان متحد ہوں جیسے يقدم قومه يوم القيامة فاوردهم النار. یہاں (فاورد) فعل ماضی کا عطف ہے (یقدم) فعل مضارع پر مگر (فاورد) فعل ماضی بمعنی استقبال ہے لہٰذا دونوں فعلوں کا زمانہ متحد ہے اسی طرح تَبَارَكَ الَّذِىْ اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ

(تشریح)

خَیراً مِنْ ذَالِکَ جَنَّاتِ الآیۃ)

آگے ہے( ویجعل لک قصورا) یہاں (یجعل) فعل فعل مضارع کا عطف ہے(جَعَلَ) فعل ماضی پر مگر یہاں دونوں فعل بمعنی استقبال ہیں جیسا کہ تصریح میں ہے۔

(۷) ابن ہشام نے مغنی اللبیب جلد دوم میں اور سیوطیؒ نے ہمع الھوامع میں کہا ہے کہ خبر کے انشاء پر عطف کے بارے میں اختلاف ہے۔

اھل بیان، ابن مالک اور نحاۃ کی ایک بڑی جماعت نے اس کو منع کیا ہے جبکہ صفار نحوی اور نحاۃ کی ایک جماعت نے جائز کہا ہے۔

النحو الوافی میں ہے کہ اس مسئلہ میں مانعین کی رائے تکلف سے خالی ہے لہٰذا ان کا اتباع کیا جائے۔

(۸) النحو الوافی جلد سوم میں ہے کہ جملہ اسمیہ کا عطف فعلیہ پر یا فعلیہ کا عطف اسمیہ پر جائز ہے اس شرط پر کہ دونوں میں خبر وانشاء کے اعتبار سے اختلاف نہ ہو۔

(۹) جملہ کا عطف مفرد پر یا مفرد کا عطف جملہ پر جائز ہے مگر اس شرط پر کہ جملہ دونوں حالتوں میں مفرد کی تاویل میں ہو جیسا کہ النحو الوافی اور ہمع الھوامع میں ہے۔

(۱۰) النحو الوافی میں ہے مفرد کا عطف شبہ جملہ پر جائز ہے جیسے (وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا لِجَنْبِہٖ اَوْ قَاعِداً او قَائِماً) یہاں قاعداً مفرد کا عطف ہے (لجنبہ) جارو مجرور پر جو شبہ جملہ ہے، یادر ہے کہ ظرف اور جار و مجرور کو شبہ جملہ بھی کہا جاتا ہے۔ الغرض یہاں مفرد کا عطف شبہ جملہ پر ہے اور شبہ جملہ مؤول ہے (مَجْنُوْبٌ) سے جو مفرد ہے۔

﴿ نحو میر ﴾

پنجم عطف بیان واو تابعی ست کہ متبوع را روشن گرداند چون اقسم باللّٰہ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرَ وقتے کہ بعَلَم مشہور تر باشد جاءَ نِیْ زَیْدٌ اَبُوْعَمْرٍو وقتے کہ بکُنْیَتْ مشہور تر باشد۔

(طرز المبتدی)

(قولہ عطف بیان) یعنی پانچویں قسم عطف بیان ہے اور عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہیں مگر صفت کی طرح



(طرز المبتدی)

متبوع کو روشن کرتا ہے جیسے اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرَ (ابوحفص عمرؓ نے خدا کی قسم کھائی) اس مثال میں (ابو حفص) متبوع اور مُبَیَّن ہے اور (عمر) تابع اور عطف بیان ہے مگر عَلَمْ یعنی اسم محض اس وقت عطف بیان واقع ہوتا ہے جب وہ شخص اسی کنیت کے بجائے اسم محض کے ساتھ زیادہ مشہور ہو اور جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَبُوْعَمْرٍو اس مثال میں (زیدٌ) متبوع اور مبین ہے اور (ابو عمرو) تابع اور عطف بیان ہے مگر کنیت اس وقت عطف بیان واقع ہوتا ہے جب وہ شخص اپنے اسم محضہ کی بجائے کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہو۔

فائدہ: چونکہ عطف بیان سے مقصود اس کے متبوع کی وضاحت ہے اس لئے عطف بیان کا متبوع سے زیادہ مشہور اور واضح ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ عطف بیان دو نام میں سے وہ نام ہوتا ہے کہ مُسَمّٰی اسی نام سے زیادہ مشہور ہو بنسبت دوسرے نام کے۔

فائدہ: نام تین قسم پر ہے کنیت لقب، علم یا اسم محض۔ ان کا بیان یوں ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ علم کے اول میں (اَبٌ، اُمٌ، اِبْن، بِنْت، اُخْت) کے الفاظ ہیں یا نہیں؟ اگر ہے تو اس نام کو کنیت کہتے ہیں جیسے ابو ھریرۃ. اور اگر نام کے شروع میں مذکورہ الفاظ نہیں تو پھر وہ نام صفتی معنی پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر کرتا ہے تو اس کو لقب کہتے ہیں بشرطیکہ بوقت ولادت یہ نام نہ رکھا گیا ہو جیسے جمال الدین کہ اس نام کو مثلاً علماء (زید) کیلئے اس کی علمی خدمت کی وجہ سے منتخب کریں تو اس کو لقب کہتے ہیں اور اگر کوئی نام صفتی معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے یا دلالت کر رہا ہے مگر بوقت ولادت والدین وغیرہ نے رکھا ہو تو یہ نام علم اور اسم محض کہلاتا ہے۔

(تشریح)

(قولہ پنجم عطف بیان) ماقبل میں کہا گیا تھا کہ عطف کے دو قسمیں ہیں عطف بحرف اور عطف بیان۔ عطف بحرف تو گذر گیا اب یہاں سے عطف بیان کا ذکر ہے۔ الکواکب الدریہ وغیرہ میں ہے کہ عطف بیان صفت تو نہیں مگر متبوع کی توضیح میں صفت کے مشابہ ہے جیسے اقسم باللّٰہ ابو حفص عُمَر.

فائدہ: ابوحفص یہ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ کی کنیت ہے اور یہ مثال اصل میں ایک اعرابی کے اشعار کا ایک مصرعہ ہے، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک اعرابی نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میری اونٹنی کی پشت زخمی نا قابل

## (تشریح)

سواری ہے اس لئے سواری کیلئے اونٹنی دلوایئے۔
حضرت عمرؓ نے کسی تحقیق کی بناپر اس کے جھوٹے ہونے کا یقین فرما کر اعرابی کے جھوٹے ہونے پر قسم کھالی۔
اس اعرابی کو یہ بات نہایت ناگوار ہوئی اس نے اشعار میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا آخری مصرعہ اس اعرابی کے اشعار کا یہ تھا
اِغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فجر ۔ اے خدا اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی ہو تو ان کو بخشدے۔
اتفاق سے جب اعرابی یہ اشعار جنگل میں پڑھ رہا تھا تو فارق اعظم بھی جنگل میں تھے اس کا کلام سن کر بہت متاثر ہوئے اور اعرابی کو زادِ راہ اور ایک اونٹ عطا فرمایا (المصباح المنیر)

**فائدہ** : الکواکب الدریہ اور تصریح میں ہے کہ عطف بیان کو اس لئے عطف بیان کہتے ہیں کہ اس میں متبوع کے مرادف سے اس کی وضاحت کیلئے متبوع کا تکرار ہوتا ہے گویا کہ اس میں شئی کا اپنے نفس پر بغیر حرف کے عطف ہوتا ہے۔

**فائدہ**: اس بارے میں اختلاف ہے کہ عطف بیان نکرہ آسکتا ہے یا نہیں؟
جمہور بصریین کہتے ہیں کہ عطف بیان نکرہ نہیں آسکتا ہے کیونکہ عطف بیان میں متبوع کا بیان ہوتا ہے اور شئی مجہول مجہول کیلئے بیان نہیں ہوسکتی ہے مگر کوفیین اور بصریین میں سے ایک جماعت جن میں (ابوعلی فارسی، ابن جنّی، زمخشری، ابن عصفور، ابن مالک ہیں) کہتے ہیں کہ عطف بیان نکرہ ہوسکتا ہے کیونکہ بعض نکرات اخص ہوتے ہیں بعض سے، لہٰذا اخص غیر اخص کو واضح کرسکتا ہے جیسے (اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ) میں (طعام مسکین) یہ عطف بیان ہے (کفارة) سے جمہور بصریین کہتے ہیں کہ یہ عطف بیان نہیں بلکہ یہ بدل کل من الکل ہے (تصریح)

**فائدہ** : اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ عطف بیان کا اپنے متبوع سے واضح ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ ابن حاجب نے شرح کافیہ میں کہا ہے کہ ضروری نہیں اس لئے کہ عطف بیان مقصود ہی نہیں ہوتا تا کہ اس میں اس چیز کا اعتبار ہو بلکہ عطف بیان توضیح کیلئے ہوتا ہے اور یہ توضیح کبھی تو عطف بیان سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی متبوع اور عطف بیان کے مجموعہ سے حاصل ہوتی ہے اگر چہ اول واضح ہو دوسرے سے جب دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا جائے مثلاً فرض کیا جائے کہ تین آدمی ہیں اور تینوں کی کنیت ابومحمد ہے اور یہ تینوں اپنے اسی کنیت سے مشہور ہیں نہ کہ علم سے، اب ان تین میں سے ایک کا علم عبداللہ ہے اور دوسرے کا عبدالرحمٰن ہے اور تیسرے کا عبدالکریم ہے اب اگر کہا جائے کہ جاء نی



## (تشریح)

ابو محمد عبد اللّٰه تو اس مثال میں (ابو مُحَمد) متبوع ہے اور (عبد اللّٰہ) عطف بیان ہے مگر وضاحت فقط عطف بیان سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ متبوع اپنی کنیت سے مشہور ہے نہ کہ علم سے، الغرض اس مثال میں متبوع اور تابع کے مجموعہ سے وضاحت حاصل ہوتی ہے نہ کہ فقط عطف بیان سے جب توضیح کبھی متبوع اور تابع کے مجموعہ سے حاصل ہوتی ہے تو عطف بیان کیلئے متبوع سے اوضح ہونے کی شرط لگانا غیر صحیح ہے مگر جار اللہ زمخشری اور عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک عطف بیان کا متبوع سے اوضح ہونا شرط ہے اور صاحب نحو میر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے جیسا کہ عطف بیان کی مثالوں سے واضح ہے کیونکہ مصنف نے دونوں مثالوں میں عطف بیان کے مشہور ہونے کی شرط لگائی ہے۔

**فائدہ**: علامہ سیوطیؒ نے ہمع الھوامع میں کہا ہے کہ عطف بیان نہ ضمیر ہوتا ہے اور نہ ضمیر کے تابع ہوتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عطف بیان کیلئے جائز ہے کہ وہ ماقبل سے بدل ہو مگر جو چیز بدل واقع ہو وہ عطف بیان بھی ہوسکے یہ صحیح نہیں کیونکہ بدل کیلئے تعریف، تنکیر، افراد، تثنیہ اور جمع میں اپنے متبوع کے ساتھ موافق ہونا شرط نہیں بخلاف عطف بیان کے کہ اس کیلئے شرط ہے۔

## (عطف بیان اور نعت میں فرق)

النحو الوافی وغیرہ میں ہے کہ عطف بیان اور صفت میں فرق یہ ہے کہ نعت موصوف کو واضح کرتا ہے صفت کے اعتبار سے اور عطف بیان متبوع کو واضح کرتا ہے ذات کے اعتبار سے، یہی وجہ ہے کہ عطف بیان غالباً اسم جامد ہوتا ہے اس کا مشتق ہونا بہت کم ہے۔

## (عطف بیان اور بدل میں فرق)

صاحب متوسط نے کہا ہے کہ عطف بیان و بدل میں فرق یہ ہے کہ بدل میں نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے نہ کہ مبدل منہ مگر عطف بیان میں نسبت سے مقصود متبوع ہے اور عطف بیان متبوع کی وضاحت کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔

**فائدہ**: رضی نے شرح کافیہ میں کہا ہے (**اقول وانا الی الآن لم یظهر لی فرق جلی بین بدل الکل من الکل وعطف البیان بل لا اری عطف البیان الا البدل کما هو ظاهر کلام سیبویه فانه لم یذکر عطف البیان بل قال اما بدل المعرفة من النکرة فنحو مررت برجل عبد اللّٰه الخ**) مزید تفصیل کیلئے رضی ملاحظہ ہو۔

## ﴿ نحومیر ﴾

فصل دوم در بیان منصرف وغیر منصرف، منصرف آن ست کہ ہیچ سبب از اسباب منع صرف درو نہ باشد وغیر منصرف آن ست کہ دوسبب از اسباب منع صرف درو باشد، واسباب منع صرف نہ است

عدل ووصف وتانیث ومعرفہ وعجمہ وجمع وترکیب ووزن فعل والف ونون زائدتان، چنانچہ در عُمَرُ عدل ست وعلم ودر ثُلاثُ و مَثْلَثُ صفت ست وعدل ودر طَلْحَةُ تانیث ست وعَلَمْ ودر زَیْنَبُ تانیث معنوی ست وعَلَمْ ودر حُبْلٰی تانیث ست بالف مقصور ودر حَمْرَآءُ تانیث ست بالف ممدودہ واین مؤنث بجائے دوسبب ست ودر اِبْرَاهیم عجمہ است وعَلَمْ ودر مَسَاجِدُ و مَصَابِیْحُ جمع منتہی الجموع۔ بجائے دوسبب ست ودر بَعْلَبَکَّ ترکیب ست وعَلَمْ ودر اَحْمَدُ وَزْنِ فعل ست وعَلَمْ ودر سَکْرَانُ الف ونون زائدتان ست ووَصْف ودر عُثْمَانُ الف ونون زائدتان ست و عَلَمْ وتحقیق غیر منصرف از کُتُب دیگر معلوم شود۔

## (طرز المبتدی)

(قولہ فصل دوم دربیان منصرف وغیر منصرف) یعنی دوسری فصل منصرف اور غیر منصرف کے بیان میں ہے، منصرف وہ ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی سبب نہ پایا جائے اور غیر منصرف وہ ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دوسبب یا ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو پائے جائیں۔

اسباب منع صرف نو ہیں۔عدل، و صف، تانیث ، معرفہ ، عجمہ ، جمع ، ترکیب ، وزن فعل، اور الف و نون زائدتان.

**مثالیں:** عُمَرَ میں عدل ہے اور علم۔اور ثُلاثُ و مَثْلَثُ میں وصف ہے اور عدل۔ طَلْحَةُ میں تانیث لفظی ہے اور علم۔ زَیْنَبُ میں تانیث معنوی ہے اور علم۔

**فائدہ**: مؤنث لفظی وہ ہے کہ جس میں علامت تانیث میں سے ظاہراً کوئی علامت موجود ہو جیسے (طلحة) کہ اس میں تاء ملفوظہ ہے اور تانیث معنوی وہ ہے کہ معناً مؤنث ہو ظاہراً اس میں علامات تانیث میں سے کوئی علامت موجود نہ ہو۔ حُبْلٰی میں تانیث ہے اور علامت تانیث الف مقصورہ زائدہ ہے اور حَمْرَآءُ میں تانیث ہے اور علامت تانیث الف ممدودہ زائدہ ہے۔



## (طرز المبتدی)

**فائدہ**: الف مقصورہ زائدہ اور الف ممدودہ زائدہ میں سے ہر ایک دوسبب کے قائم مقام ہے اور یہ بھی یاد رکھے کہ ہر الف مقصورہ یا ہر الف ممدودہ غیر منصرف کا سبب نہیں بلکہ علامت تانیث الف مقصورہ زائدہ و الف ممدودہ زائدہ ہے جیسا کہ پنج گنج میں ہے تو غیر منصرف کا سبب بھی یہی زائدہ الف ہے نہ کہ اصلی جو لام کلمہ پر واقع ہو۔

ابراهیم میں عجمہ ہے اور علم ۔اور مَسَاجِدُ اور مَصَابِیْحُ میں جمع منتہی الجموع ہے، جمع منتہی الجموع بھی دوسبب کے قائم مقام ہے۔اور بَعْلَبَکُّ میں ترکیب ہے اور علم ۔اَحْمَدُ میں وزن فعل ہے اور علم .

سَکْرَانُ میں الف ونون زائدتان ہیں اور وصف۔

اور عُثْمَانُ میں الف ونون زائدتان ہیں اور علم

**فائدہ**: غیر منصرف کی مکمل تحقیق دوسری کتابوں سے معلوم ہو جائے گی۔

## ﴿ نحومیر ﴾

فصل سوم در حروف غیر عاملہ وآن شازدہ قسم ست اول حروف تنبیہ وآن سہ است اَلَا و اَمَا و ها. دوم حروف ایجاب وآن شش ست نَعَمْ و بَلٰی و اَجَلْ و اِیْ جَیْرِ و اِنَّ .

سوم حروف تفسیر وآن دواست اَیْ و اَنْ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی و نَادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ ، چہارم حروف مصدر یہ وآن سہ است مَا واَنْ و اَنَّ ، مَا واَنْ درفعل روند تا فعل بمعنے مصدر باشد، پنجم حروف تحضیض وآن چہارست اَلَّا و هَلَّا و لَوْلَا ولَوْمَا۔ ششم حروف توقع وآن قَدْ است برائے تحقیق در ماضی و برائے تقریب ماضی بحال ودر مضارع برائے تقلیل۔

## (طرز المبتدی)

(قولہ فصل سوم در حروف غیر عاملہ ) یعنی تیسری فصل حروف غیر عاملہ کے بیان میں ہے۔اس بحث کے شروع سے پہلے ایک فائدہ ذہن نشین کیجئے وہ یہ ہے کہ حرورف اولاً دو قسم پر ہیں ۔اول حروف تہجی ان کو حروف ہجائیہ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے اور یہ حروف انتیس (۲۹) ہیں جو قاعدہ بغدادی کے شروع میں ہیں ۔ان حروف سے مقصد عربی الفاظ کا بنانا ہے اور یہ حروف یہاں مقصود بالبحث نہیں ہیں۔

دوم حرف معانی جن کیلئے معنی ہوتا ہے مگر یہ معنی بغیر دوسرے کلمے کے ملانے سے حاصل نہیں ہوتا اور یہ حروف معانی کلمہ

## (طرز المبتدی)

کے تین اقسام میں سے ہیں جو قسم یعنی مخالف ہیں فعل اور اسم کے۔

پھر حروف معانی دو قسم پر ہیں اول عاملہ، دوم غیر عاملہ جن کو عاطلہ اور مُھملہ بھی کہا جاتا ہے۔قسم اول جو حروف عاملہ ہیں ان کا بیان اس سے پہلے ایک مستقل باب میں ہو چکا ہے اب یہاں سے حروف غیر عاملہ کا بیان ہے جن کی اکثریت غیر عامل ہے سوائے چند حروف کے کہ وہ عامل ہیں اُن کا ذکر کسی مناسبت کی بنیاد پر ہوا ہے۔

**(قولہ اول حروف تنبیہ)** جو حروف مخاطب کے آگاہ کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ان کو حروف تنبیہ کہتے ہیں اور یہ حروف تین ہیں۔ اَلا، اَمَا، ھَا.

دوسرے حروف ایجاب یعنی وہ حروف کہ ان سے کسی شئی کا اقرار مقصود ہوتا ہے اور وہ چھ حروف ہیں (نَعَمْ، بَلیٰ، اَجَلْ، اِیْ، جَیْرِ، اِنَّ)

تیسرے حروف تفسیر اور وہ دو ہیں۔ اَیْ اور اَنْ جیسے اللہ تعالی کا قول ہے وَ نَادَیْنَاہُ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ۔

چوتھے حروف مصدر یہ اور وہ تین ہیں مَا، اَنْ اور اَنَّ اِن حروف میں سے دو حروف یعنی ما اور اَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں اس فعل کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں۔

پانچویں حروف تحضیض ہیں اور وہ چار ہیں اَلَّا، ھَلَّا، لَوْلَا، لَوْمَا.

**فائدہ**: تحضیض باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی برانگیختہ کرنا یہ حروف جب ماضی پر داخل ہوں تو ملامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے اَلَّا ضَرَبْتَ زَیْداً (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا) اور جب مضارع پر داخل ہوں تو ترغیب کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ھَلَّا تَقْرأُ فَتَکُوْنَ عَالِماً (تو کیوں نہیں پڑھتا تا کہ عالم ہو جائے)

چھٹے حروف توقع اور وہ قد ہے۔قد جب ماضی پر داخل ہو تو تحقیق کا فائدہ دیتا ہے، نیز ماضی کو حال سے قریب کرتا ہے اور اگر مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کیلئے مفید ہے جیسے اَلْکَذُوْبُ قَدْ یَصْدُقُ (جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ بولتا ہے)

## ﴿ نحو میر ﴾

ہفتم حروف استفہام وآن سہ است ما و ھمزہ و ھل ہشتم حروف رَدْعَ وآن کَلَّا ست بمعنی باز گردانیدن وبمعنی حقًا نیز آمدہ است چون کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ.



## (طرز المبتدی)

**(قولہ هفتم حروف استفهام)** یعنی ساتویں حروف استفہام، استفہام مصدر ہے باب استفعال سے بمعنی (دریافت کرنا) اور وہ تین ہیں۔مَا ، ھمزہ اور ھَلْ۔

آٹھویں حروف رَدْعَ، رَدْعٌ مصدر ہے بمعنی (زجر اور منع کرنا) یعنی مخاطب کو اس چیز سے جس کا وہ معتقد ہے منع کرنے کیلئے آتا ہے مگر ساتھ ساتھ اس میں نفی اور تنبیہ علی الخطاء کا معنی بھی حاصل ہوتا ہے مثلاً اگر آپ سے کوئی کہے کہ فُلَانٌ یُبْغُضُکَ تو آپنے اس سے کہا کہ (کَلَّا) ہرگز نہیں یعنی اس قول کو آپ چھوڑ دے۔اور (کَلَّا حَقًّا کے معنی میں بھی آیا ہے یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کے لئے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تحقیق عنقریب جان لوگے)

## ﴿ نحو میر ﴾

نہم تنوین وآن پنج ست تمکن چون زَیْدٌ وتنکیر چون صَہٍ ای اُسْکُتْ سُکُوْتاً مَّا فِی وَقْتٍ مَّا اَمَّا صَہْ بغیر تنوین فمعناہ اُسْکُتِ السکوت الْاٰن وعوض چون یَوْمَئِذٍ ومقابلہ چون مُسْلِمَاتٍ وتَرَنُّم کہ در آخر ابیات باشد۔

(شعر) اِقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

## (طرز المبتدی)

**(قولہ تنوین)** تنوین باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا ماضی (نَوَّنَ) ہے لغت میں آواز کے معنی میں آتی ہے جیسا کہ فتح رب البریہ میں ہے کہا جاتا ہے نَوَّنَ الطَّائِرُ اِذَا صَوَّتَ . اور بمعنی ادخال نون کے بھی آتی ہے جیسے نَوَّنْتُہُ (میں نے اس پر نون داخل کیا) اور اصطلاح میں ایک ساکن نون ہے جو کسی کلمہ کے آخر میں حرکت کے بعد آتی ہے اور اس سے تاکید مطلوب نہیں ہوتی اس کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) **تنوین تمکن**: تنوین تمکن وہ ہے جو اسم کے قوی ہونے پر دلالت کرے یعنی اس کے معرب اور منصرف ہونے پر دلالت کرے، مقصد یہ ہے کہ یہ تنوین منصرف اور غیر منصرف کے درمیان فرق کرنے کے لئے ہوتی ہے اور جس اسم میں یہ تنوین ہو وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اسم اپنی اصل قوت پر باقی ہے نہ اس کی مشابہت حرف کے ساتھ ہے کہ وہ مبنی ہو اور نہ فعل کے ساتھ کہ غیر منصرف ہو جیسے زَیْدٌ۔

(۲) **تنوین تنکیر**: یہ وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے گویا کہ یہ فارق ہے اسم معرفہ واسم نکرہ کے

## (طرز المبتدی)

درمیان لہٰذا یہ تنوین جس اسم پر داخل ہوتو وہ نکرہ ہوگا اور جس اسم میں نہ ہوتو وہ معرفہ ہے جیسے صَهٍ کہ اس اسم میں تنوین تنکیر داخل ہے تو یہ اسم نکرہ ہے معنی ہوگا (چپ رہ تو کوئی چپ رہنا کسی وقت میں) اور وہ وقت معلوم نہیں لیکن صَهْ بغیر تنوین معرفہ بمعنی (چپ رہ تو خاص چپ رہنا اس وقت میں)

(۳) تنوین عوض: تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں آئے جیسے یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا تھا بمعنی (جس دن کہ ایسا ہوا)

(۴) تنوین مقابلہ: یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے صیغے میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٍ کہ یہ مسلمونَ کے نون کے مقابلہ میں آیا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں صیغے جمع سالم ہونے میں برابر ہیں جمع مذکر سالم میں نون اس تنوین کے عوض میں آیا ہے جو مفرد مُسْلِمٌ میں تھا اور یہ نون جمع مذکر سالم میں تو ہے مگر جمع مؤنث سالم میں نہیں ہے لہٰذا جمع مؤنث سالم میں اس نون کے عوض میں تنوین کا اضافہ کیا گیا۔

(۵) تنوین ترنم: تَرَنُّم یہ مصدر ہے باب تَفَعُّلْ سے بمعنی (گانا آواز کرنا) یہ وہ تنوین ہے جو اشعار کے آخر میں تَحْسِیْن صوت کیلئے آئے جیسے اس شعر میں

اِقِلّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ
وقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

اس شعر میں تنوین ترنم عِتَابَنْ اور اَصَابَنْ میں ہے۔

(شعر کا معنی) اے عَاذِلَه تو ملامت اور گلے کو چھوڑ دو اگر میں (عاشق) کوئی کام ٹھیک کروں تو تو (معشوقہ) کہہ کہ اس نے (عاشق) نے ٹھیک کیا۔ مطلب یہ ہے کہ انصاف سے کام لے۔

**فائدہ**: عاذل فتح لام کے ساتھ بمعنی ملامت کرنے والی عورت اصل میں یا عَاذِلَةُ ہے اول سے حرف ندا حذف ہے اور آخر سے (تاء) حذف ہوا تو (عاذل) رہ گیا۔

**فائدہ**: تنوین کی پانچ قسموں میں سے پہلی چار اسم کے ساتھ خاص ہیں یعنی صرف اسم پر داخل ہوتی ہیں مگر تنوین ترنم اسم، فعل، حرف سب پر آتی ہے۔



## ﴿ نحو میر ﴾

دہم نون تاکید در آخر فعل مضارع ثقیلہ وخفیفہ چون اِضْرِبَنَّ و اِضْرِبَنْ یازدہم حروف زیادت وآن ہشت حرف ست اِنْ و اَنْ و مَا و لَا و مِنْ کاف و بَا و لَام، چہار آخر در حروف جر یاد کردہ شد، دوازدہم حروف شرط وآن دوست اَمَّا و لَوْ. اَمَّا برائے تفسیر وفا در جوابش لازم باشد کقولہ تعالیٰ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَ سَعِیْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ ولَوْ برائے اِنْتِفَائے ثانی بسبب اِنْتِفَائے اول چون لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا.

## (طرز المبتدی)

(قولہ دھم نون تاکید) دسویں نون تاکید ہے جو فعل مضارع کے آخر میں آتا ہے خواہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ جیسے اِضْرِبَنَّ و اِضْرِبَنْ وغیرہ۔

گیارھویں حروف زیادت اور وہ آٹھ ہیں اِنْ و اَنْ و مَا و لَا و مِنْ و کاف و باء و لام اور آخری چہار کا تذکرہ حروف جارہ میں ہو چکا ہے۔

**فائدہ**: مذکورہ حروف کو حرف زیادت اس لئے کہتے ہیں کہ بعض مواضع میں وہ زائد ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ غیر زائد نہیں ہوتے اور لسان عرب میں ان کی زیادتی کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کلام میں تاکید آئے جو اہل علم اور اہل زبان جانتے ہیں اور اسکے علاوہ بھی انکی زیادتی کی بہت سے فوائد ہیں۔

نیز صاحب نحو میر نے جو کہا کہ ان حروف میں سے چار آخری حروف جارہ میں سے ہیں یعنی یہ عامل ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں حروف غیر عاملہ میں ان کو کیوں ذکر کیا گیا؟ وجہ یہ ہے کہ ان کو یہاں اس مناسبت سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ چار حروف اور بقیہ حروف زیادت زائد ہونے میں شریک ہیں ورنہ حروف جارہ بصورت زیادت بھی عامل ہوتے ہیں جیسے کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا میں، مگر عمل میں زائد نہیں ہوتا جیسا کہ ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے۔

بارھویں حروف شرط: اور وہ دو ہیں اَمَّا اور لَوْ۔ اَمَّا تفسیر کیلئے ہے اور فا اس کے جواب میں ضروری ہے جیسے فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَ سَعِیْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ )

**فائدہ**: اَمَّا بفتح ہمزہ وتشدید میم یہ کلام مُجمل یا مبہم کے بعد بطور تفسیر وتوضیح آیا کرتا ہے اور چونکہ یہ اَمَّا متضمن ہوتا ہے معنائے شرط کو لہٰذا اس کے جواب میں ربط کیلئے (فا) کا ہونا ضروری ہے۔

## (طرز المبتدی)

اورحروف شرط میں سے (لَوْ) یہ انتفائے ثانی کے لئے آتا ہے بوجہ انتفائے اول کے جیسے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر بالفرض آسمان وزمین میں اللہ کے سوا چند معبود ہوتے تو یقیناً آسمان وزمین میں فساد برپا ہوجاتا) اس آیت میں (لَوْ) حرف شرط ہے (کَانَ فیهما) فعل شرط ہے (لَفَسَدَتَا) یہ جواب اور جزا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا کہ لَوْ انتفائے ثانی کے لئے آتا ہے بسبب انتفائے اول کے یہاں اول اٰلِهَةٌ ہے ثانی لَفَسَدَ تَا ہے اور لَوْ دلالت کرتا ہے اس پر کہ ثانی یعنی آسمان وزمین میں فساد منتفی ہے وہ اس لئے کہ بہت سے آلِهَ کا موجود ہونا منتفی ہے۔

## ﴿ نحومیر ﴾

سیزدھم لَوْ لَا واو موضوع ست برائے انتفائے ثانی بسبب وجود اول چون لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ ، چہاردھم لام مفتوحہ برائے تاکید چون لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو پانزدھم مَا بمعنی مادَامَ چون اَقُوْمُ ماجَلَسَ الْاَمِیْرُ ، شانزدھم حروف عطف وآن دہ ست واو و فا وثم و حتی و اِمَّا و اَوْ وامْ ولَا و بَلْ و لٰکِنْ.

## (طرز المبتدی)

(قولہ سیزدھم) یعنی تیرھویں لَوْ لَا ہے جو انتفائے ثانی کیلئے وضع کیا گیا ہے بوجہ موجود ہونے شیٔ اول کے یعنی دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ ثانی منتفی ہے اس لئے کہ اول موجود ہے جیسے لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ (اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ ہلاک ہوجاتے) یہاں (عَلِیٌّ) اول ہے اور (لَهَلَکَ عُمَرُ) ثانی ہے تو لَوْ لَا دلالت کرتا ہے اس پر کہ ثانی یعنی ہلاکت عمرؓ منتفی ہے اس لئے کہ حضرت علیؓ موجود ہے۔

**فائدہ** : (لولا علی لَهَلَکَ عُمَرُ) یہ جملہ شرطیہ ہے سیدنا حضرت عمرؓ کا قول ہے جب آپ نے ایک حاملہ عورت کو زنا کے جرم میں رجم (سنگسار) کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو حضرت علیؓ نے مخالفت فرمائی اور حضرت عمرؓ کو یاد دلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ ہے کہ حاملہ عورت کو وضع حمل سے پہلے سنگسار نہیں کیا جائے گا پس حضرت عمرؓ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ لو لا علی لَهَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتے)

چودھویں لام مفتوحہ ہے جو تاکید کیلئے ہوتا ہے اور اس لام کو لام ابتدائیہ بھی کہتے ہیں جو کہ مبتداء یا خبر پر داخل ہوتا ہے اور



## (طرز المبتدی)

جملہ کے معنی میں تاکید لاتا ہے جیسے لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (البتہ زید عمرو سے زیادہ فضیلت والا ہے)

پندرھویں مَا بمعنی ما دام یعنی وہ (ما) جو (جب تک) کے معنی میں ہے جیسے اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہوا ہے)

سولھویں حروف عاطفہ اور وہ دس ہیں۔

واو، وفاء، و ثُمَّ، و حَتّٰی، واِمَّا، واَوْ، و اَمْ، ولَا ، و بَلْ ولٰکِنْ

## (تشریح)

(اول حروف تنبیہ) تنبیہ بروزن تفعیل یہ مصدر ہے باب تفعیل سے لغت میں بمعنی (آگاہ کرنا، بیدار کرنا اور کسی چیز پر واقف کرانا) یہ ہمیشہ جملے کے شروع میں آتے ہیں خواہ وہ اسمیہ ہو یا فعلیہ تاکہ مخاطب اس چیز سے جس کی متکلم خبر دے رہا ہے غافل نہ ہو۔

(وجہ تسمیہ) چونکہ یہ حروف مخاطب کو تنبیہ اور آگاہ کرنے کیلئے آتے ہیں لہٰذا ان کا نام حروف تنبیہ رکھا گیا (بدر منیر)

(۱) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (فهذه الحروف الثلاثة لتنبيه المخاطب تقع فی صدر الجملة لئلا يغفل المخاطب عما يلقى اليه المتكلم نحو الا زيد قائم واما زيد قائم لكن كلمة هَا تدخل من المفردات على اسماء الاشارات لئلا يغفل المخاطب عن الاشارة التى لا يتعين معنا ها الا بها)

(۲) اور شرح جامی میں ہے (يصدر الجمل كلها حتى لا يغفل المخاطب عن شی ءٍ مما يلقى المتكلم اليه ولهذا سميت حروف التنبيه)

(۳) اور درایۃ النحو میں ہے (ولا تكون هذه الحروف الا فی صدر الكلام سوى ها المتصلة باسم الاشارة فانها تقع حيث تقع اسم الاشارة واما اذ فصل بينها و بين اسم الاشارة فهی تقع فی صدر الكلام ايضا نحو قوله تعالىٰ هآ اَنْتُمْ اُولَآءِ والاصل انتم هؤلاءِ)

(۴) اور مولانا عبدالرحیم صفی پوری نے مسالک البہیہ میں کہا ہے (ها كه بر اسم اشاره آيد نحو هذا. و بر ضمير مرفوع منفصل كه خبر ش اسم اشاره باشد نحو ها انتم اُولَاءِ و بعد اَیْ درندا نحو

(تشریح)

یـا ایھـا الرجل . و بر وَاللّٰہ بعد حذف حرف جر نحو ھا اللّٰہ بقطع ھمزہ و وصل آن با حذف الف ھا و اثبات آن) مزید تحقیق کے لئے مسالک النبہیہ ملاحظہ ہو۔

(دوم حروف ایجاب) جاراللہ نے مفصل میں کہا ہے کہ (ومن اصناف الحرف حروف التصدیق والایجاب متوسط میں ہے (وانما سمیت ھذہ الحروف التصدیق والایجاب لانھا مصدقۃ لما سبقھا)

(۱) المِصباح المنیر میں ہے (جن حروف سے کسی شیئی کا اقرار مقصود ہوتو ان کو حروف ایجاب کہا جاتا ہے وہ چھ ہیں۔ ایجاب مصدر ہے بمعنی (ثابت کرنا)۔

اور بدر منیر میں ہے (چونکہ ان حروف میں معنی ایجاب واثبات ہے لہٰذا ان کا یہ نام رکھا گیا اور سید شریف نے شریفیہ میں کہا ہے (وانما سمیت بھا لانھا لاثبات ماتقدم)

(نـعـم) یہ کلام سابق کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ وہ انشاء ہو یا خبر مثبت ہو یا منفی جیسے اَجَـاءَ زَیْدٌ (کیا زید آیا) کہ جواب میں کہا جائے نَعَمْ بمعنی (ہاں) یعنی ہاں زید آیا اور جیسے قَامَ زَیْدٌ کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ بمعنی (ہاں یعنی ہاں زید کھڑا ہے) اور جیسے نفی یعنی مَاقَامَ زَیْدٌ کے جواب میں نَعَمْ بمعنی (ہاں یعنی زید کھڑا ہے)

(بلیٰ) یہ کلام منفی کے ایجاب واثبات کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق کی (نفی) کو توڑ کر اس کو مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی بغیر استفہام ہو جیسے مَاقَامَ زَیْدٌ (زید کھڑا نہیں ہے) کے جواب میں (بلیٰ) کہا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ بَلٰی قَامَ زَیْدٌ (ہاں زید کھڑا ہے) یا وہ نفی با استفہام ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) جواب میں (بلیٰ) کہا گیا (ہاں آپ ہمارے رب ہیں) (بدر منیر)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ (نعم اور بلیٰ) میں لغت کے اعتبار سے فرق ہے مگر یہ فرق کبھی مشکل بھی ہوتا ہے جیسا کہ ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے کہ (اعـلـم ان ھذہ الحرف التی یجاب بھا فمنھا نعم و بلی و فی الـفـرق بیـنـھـما نو ع اشکال ولذالک یکثر الغلط فیھما فتوضع احداھما موضع الاخری و جملۃ الـقـول فـی الـفـرق بیـنـھام ان نعم عدۃ و تصدیق کما قال سیبویہ فاذا وقعت بعد طلب کانت عدۃ واذوقـعـت بـعـد خبـر کـانـت تصدیقا نفیا کان او ایجاباو اما بَلیٰ فیو جب بھا بعد النفی فھی ترفع



(تشریح)

الـنـفـی و تبطلہ واذا رفعتہ فقد اوجبت نقیضہ وھی ابداً توجب نقیض ذالک المنفی المتقدم ولا یـصـح ان تـوجـب الا بـعـد رفـع الـنـفـی وابطالہ واما نعم فانھا تبقی الکلام علی ایجابہ و نفیہ لانھا وضعت لتصدیق ما تقدم من ایجاب او نفی من غیر ان ترفع ذالک و تبطلہ الخ)

مزید تحقیق کیلئے شرح ابن یعیش ملاحظہ ہو۔

اور میر سید شریف نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (فـنـعـم مـقررۃ لما سبقھا ای محققۃ لمضمون الکلام السابق فان کان ذالک الکلام اثباتا فی صورۃ الخب او فی صورۃ الاستفھام فھی مقررۃ و محققۃ لـذالـک الاثـبـات کـما یقال نعم فی جواب قام زید ای نعم قام زید وان کان نفیا فی صورۃ الخبراو فی صورۃ الاستفھام فھی مقررۃ و محققۃ لذالک النفی کما یقال نعم فی جواب ما قام زید واَمَا قام زید ای نـعـم مـا قـام زیـد ھـذا مـعنی نعم بحسب اصل اللغۃ ومن ثم قیل لو کان نعم واقعا مقام بلیٰ فی جواب الست بربکم لکان کفرا اذا لمعنی علی ھذا التقدیر نعم لست بربنا لکن لو قال احد یا زید الیـس لـی عـلیـک الف درھـم و قـال زید فی الجواب نعم یکون بحسب العرف اقرار فیکون نعم قـائـمـاً مـقـام بلی فی تقریر الاثبات بعد النفی و بلی مختصۃبایجاب الکلام المنفی المتقدم فترفع النفی المتقدم و تجعلہ ایجابا سواء کان ذالک النفی فی الخبر او فی الاستفھام کما تقول بلیٰ فی جواب لم یقم زید او اَلَمْ یقم زید ای بلیٰ قام زید ولا یذکر بلی بعد الاثبات فی لغۃ العرب)

(اِیُ) بدر منیر میں ہے (اِیُ) بکسرہ ہمزہ وسکون (یا) یہ کلام سابق کو ثابت کرنے کیلئے استفہام کے جواب میں قسم کے ساتھ آتا ہے جیسے اَجَاءَ زَیْدٌ (کیا زید آیا) کے جواب میں اِیُ وَاللّٰہ (ہاں قسم اللہ کی زید آیا ہے)

فـــائـــدہ : یہ جو کہا گیا کہ (اِیُ) استفہام اور انشاء کے جواب میں آتا ہے یہ ابن حاجب کا مذہب ہے جیسا کہ کافیہ میں ہے (وای اثبـات بـعـد الاسـتـفـھـام) مگر ابن الملک نے کہا ہے کہ (اِیُ) بمعنی (نعم) ہے جیسا کہ رضی میں ہے (و ذکر ابن المالک ان (ای) بمعنی نعم فان اراد انہ یقع مواقع نعم فینبغی ان یقع بعد الخبرموجبا کان او منفیا و بعد الامر والنھی و بعد الاستفھام موجبا کان او منفیا فیکون لتقریر الکلام السابق کنعم سواء یقال لا تضربنی فتقول ای واللّٰہ لا اضربک وکذا یقال ما ضرب زید فتقول ای واللّٰہ

(تشریح)

ما ضرب وهذا مخالف للشرطين الذين ذكرهما المصنف اعنى لزوم الاستفهام و كونها للاثبات وان اراد انه للتصديق مثل نعم وان لم يقع مواقعها فكذا جميع حروف التصديق)

اور مغنی اللبیب جلد اول میں ہے کہ (ای بمعنی (نعم) ہے (وای بالکسر والسکون حرف جواب بمعنى نعم فيكون لتصديق المخبر ولا علام المستخبر ولوعد الطالب فتقع بعد قام زيد وهل قام زيد و اضرب زيدا ونحو هلْ كما تقع نعم بعدهن و زعم ابن الحاجب انها تقع بعد الاستفهام نحو (ويستنبؤنك اَحَقٌّ هُوَ قل اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ) ولا تقع عند الجميع الا قبل القسم واذا قيل اى والله ثم اسقطت الواو جاز سكون الياء و فتحها و حذفها وعلى الاول فيلتقى ساكنان

مگر رضی وغیرہ میں ہے کہ یہ التقاء ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے (وبقاؤها ساكنة والجمع بين ساكنين مبالغة في المحافظة على حرف الايجاب بصون آخرها عن التحريك والحذف وان كان يلزم ساكنان على غير حده لانهما في كلمتين اجراء لهما مجرى كلمة واحدة كالضالين و ثمود الثوب كما في ها الله وهذا ايضا من خصائص لفظة الله) مزید تحقیق کیلئے رضی ملاحظہ ہو۔

(اَجَلْ بفتح ہمزہ وسکون لام)

(وجَیْرِ بفتح جیم وسکون یا وکسرۂ را)

(واِنَّ بکسرہ ہمزہ وفتح نون مشددہ) بدر منیر میں ہے کہ یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں خواہ مثبت ہو یا منفی جیسے قَدْ جَاءَ زَیْدٌ (تحقیق زید آیا) کے جواب میں کہا جائے اَجَلْ یا جَیْرِ یا اِنَّ بمعنی (ہاں) یعنی زید آیا ہے اور جیسے لَمْ یَأْتِکَ زَیْدٌ یعنی (تیرے پاس زید نہیں آیا) کے جواب میں کہا جائے اَجَلْ یا جَیْرِ یا اِنَّ بمعنی (ہاں) یعنی زید نہیں آیا ہے۔

ہدایۃ النحو اور اس کی شرح درایۃ النحو میں ہے (واجل و جير و انّ ثلثها اى ثلاثة هذه الحروف لتصديق الخبر سواء كان الخبر مثبتا او منفيا فلا يقع بعد الاستفهام كما اذا قيل جاء زيد قُلْتَ في جوابه اَجَلْ او جَيْرِ او اِنَّ اى اُصَدِّقُكَ في هذا الخبر)

**فائدہ**: مغنی اللبیب جلد اول میں ہے (انّ المكسورة المشددة على وجهين احدهما حرف توكيد تنصب الاسم و ترفع الخبر الخ) الثانى ان تكون حرف جواب بمعنى نعم) مزید تحقیق کیلئے مغنی ملاحظہ ہو۔



(تشریح)

**فائدہ**: شرح مفصل میں ہے (انَّ) پر اگر وقف ہو تو (ها) سکتہ لاحق ہوتی ہے (فاما اِنَّ فيكون جوابا بمعنى اجل فاذا قال قد اتاك زيد فتقول اِنَّهْ اى اَجَلْ والهاء للسكت والمراد اِنَّ الا انك الحقتها الهاء في الوقف والمعنى معنى اجل)

اور آگے کہا گیا ہے (وانما الحقوا الهاء كراهية ان يجمعوا في الوقف بين ساكنين لو قالو ان فالحقوها الهاء لبيان الحركة التي تكون في الوصل اذكانوا لايقفون الا على ساكن)

**فائدہ**: شافیہ بحث ابتداء میں ہے کہ (لا يبتداء الا بمتحرك كما لا يوقف الا على ساكن)

شرح النظام علی الشافیہ میں ہے (لا يبتداء وجوباً بشهادة الحس السليم الا بمتحرك كما لايوقف وقفا صناعيا الا بالساكن)

اور سید عبداللہ شرح شافیہ میں ہے (لا يبتداء الا بمتحرك لان الحرف المنطوق به اما معتمد على حركته كعين عمرو او على حركة ما قبله كميمه او على مدة قبله كدابّة فمتى فقد هذه الا عتمادات تعذر التكلم ودليله التجربة)

**فائدہ**: شافیہ بحث وقف میں ہے (والحاق هاء السكت لازم في نحو رَهْ و قِهْ) جاربردی شرح شافیہ میں ہے (وهاء السكت هاء تلحق في الوقف لبيان الحركة او حرف المد والمراد بها التوصل الى بقاء الحركة في الوقف كما زاد واهمزة الوصل للتوصل بها الى بقاء السكون في الابتداء والحاقه قد يكون بطريق اللزوم وقد يكون بطريق الجواز الخ)

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہاء سکتہ سے پہلے الف یا حرف یاء کو اضافہ کیا جاتا ہے جیسا کہ ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے (ومنهم من يبالغ في الفصل فيلحق الكاف مع المذكر الفا ثم يلحق هاء السكت و مع المؤنث ياء فيقول في المذكر اكرمتُكاهُ و في المؤنث اكرمتكيه)

اور کتاب موسوعۃ النحو والصرف والاعراب میں ہے (ہاء سکتہ) کیلئے محل از اعراب نہیں ہے (وهاء السكت حرف مبنى على السكون لا محل له من الاعراب)

## (تشریح)

(وجہ تسمیہ) محاشیہ خضری جلد دوم میں ہے (وسمیت هاء السکت لانه یسکت علیها)

سوم حروف تفسیر) یعنی تیسرے حروف تفسیر ہیں اور وہ دو ہیں (اَیْ. اَنْ) المنہاج میں ہے کہ (اَنْ) چہار قسم پر ہے (اَن مصدریہ، اَن مخفف من المثقل ۔ اَن زائدہ ۔ اَن تفسیریہ) پہلے دو عامل ہیں بعد والے دو غیر عامل ہیں۔

(۱) مغنی اللبیب جلد اول میں ہے (ای بالفتح والسکون علی وجهین)

(۱) حرف النداء البعید او القریب او المتوسط علی خلاف فی ذالک)

اور آگے کہا گیا ہے (۲) و حرف تفسیر تقول عندی عَسْجَدٌ ای ذَهَبٌ و غَضَنْفَرٌ ای اَسَدٌ وما بعدها عطف بیان علی ماقبلها او بدل لا عطف نسقٍ خلاف للکوفیین و صاحبی المستوفی والمفتاح)

اور آگے کہا گیا ہے (وتقع تفسیرا للجمل ایضاً)

(۲) صاحب نحو میر نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے کہ (اعلم انه قد یکون فی الکلام ابهام فیحتاج الی التفسیر و هذان الحرفان اعنی اَیْ واَنْ من ادواته)

(۳) کتاب موسوعہ میں ہے (التفسیر هو الابانة والایضاح والشرح و حرفا التفسیر هما اَنْ و اَیْ)

(۴) المصباح المنیر شرح اردو نحو میر میں ہے (جو حروف ایسے کلام کے شروع میں آتے ہیں جو کسی ابہام کو دور کرے یا اجمال کی توضیح کرے وہ دو حرف ہیں (اَیْ) فتح ہمزہ وسکون (یاء) بمعنی (یعنی) یہ حرف ہر مبہم چیز کی تشریح کرتا ہے کبھی مفرد کی تشریح کرتا ہے جیسے (جاءنی ابوالتراب ای علیؓ) اور کبھی جملہ کی تشریح کرتا ہے جیسے (سُقِطَ فی یَدَیْهِ ای نَدِمَ) القاموس الجدید میں ہے کہ (سُقِطَ و اُسْقِطَ فی یَدِهٖ) نادم ہونا۔

**تنبیه** : یہاں مفرد بمقابلہ جملہ بولا گیا ہے۔

دوم (اَنْ) بمعنی (کہ) یہ ایسے فعل کی تفسیر کے موقع میں استعمال کرتے ہیں جو کہ قول کے معنی میں ہو جیسے وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّااِبْرَاهِیْمُ (ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم) یہاں پر (نادیناہ قلنا) کے ہم معنی ہے۔ اس لئے اس کی تفسیر میں اَنْ آیا ہے یاد رکھو کہ قول صریح کے بعد ان تفسیر کے لئے نہیں آتا)



## (تشریح)

(۵) جامع الدروس جلد سوم میں ہے (واما ان فتختص بتفسیر الجمل وهی تقع بین جملتیں تتضمن الاولی منهما معنی القول دون احرفه کقوله تعالی فَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِ اَنْ اصْنَعِ الْفُلْکَ و نحو کَتَبْتُ اِلَیْهِ اَنْ احْضُرْ)

(٦) ہندی شرح کافیہ میں ہے (ولایقع بعد صریح القول ولابعد مالیس بمعناه بل ماکان بمعناه کالامر والندا والکتابة و نحوها)

(۷) ہدایت النحو اور درایۃ النحو میں ہے (واَنْ انما یفسر به ای بلفظ اَنْ فعل متلبس بمعنی القول کَالْاَمْر والندا والکتابة ونحو ذالک فلا یقع بعد صریح القول ولا بعد مالیس فیه معنی القول کقوله وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّااِبْرَاهِیْمُ و اَمَرْتُهٗ اَنْ قُمْ و کَتَبْتُ اِلَیْهِ اَنْ اَکْرِمْ ثم الفعل الواقع بعده ان یکون مفعوله العام هو مقدر فی الغالب فمعنی قوله تعالیٰ وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّااِبْرَاهِیْمُ ای نادیناه بشئی او بلفظ هو قولنا یا ابراهیم فقوله ان یا ابراهیم تفسیر للمفعول العام المقدر وهو بشئی او بلفظ وقد یکون مفعوله العام هو تفسیره ملفوظاً نحو قوله تعالیٰ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّکَ اَنْ اقْذِفِیْهِ)

### (اَنْ تفسیریہ کی شرائط)

ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے کہ (اَنْ) جب تفسیر کیلئے ہو تو اس کیلئے تین شرائط ہیں (ولاَنْ هذه اذا کانت تفسیرا ثلاث شرائط اولها ان یکون الفعل الذی تفسره و تعبر عنه فیه معنی القول ولیس بقول والثانی ان لا یتصل بان شئی من صِلَّة الفعل الذی تفسره لانه اذا اتصل بها شئی من ذالک صارت من حملته ولم تکن تفسیرا له و ذالک نحو قولک او عزتُ الیه بان قُم و کتبتُ الیه بان قُمْ لان الباء هٰهُنا متعلقة بالفعل واذاکانت متعلقة به صارت من حملته والتفسیر انما یکون بجملة غیر الاولی والثالث ان یکون ما قبلها کلاماتاما لما ذکرناه من انها ومابعدها جملة مفسرة جملة قبلهاولذالک قالوا فی قوله تعالیٰ ان الحمد لله رب العلمین اِنَّ أنْ فیه مخففة من الثقلیة والمعنی انه الحمد لله ولا تکون تفسیرا لانه لَیْسَ قبلها جملة تامة الا تری انک لو وقفت علی قوله وآخر

(تشریح)

دعواهم لم یکن کلاما)

رضی میں ہے(فقوله تعالیٰ و آخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمين ليست ان فيه مفسرة لان قوله تعالیٰ الحمد لله رب العالمين خبر المبتداء المقدم)

(حرف تفسیر کی مابعد کا اعراب)

(۱) درایۃ النحو میں ہے ( ای بفتح الهمزة وسكون الياء وانْ بفتح الهمزة و سكون النون فاعلم ان اعراب مابعد حرف التفسير تابع لاعراب ماقبله قال الحديبي و يعرب المفسر باعراب المفسر لانه تابع له)

جاننا چاہئے کہ مابعد حرف تفسیر کا اگر جملہ ہے تو اس کیلئے محل از اعراب نہیں جیسا کہ تہذیب التوضیح وغیرہ میں ہے (الجملة المُفسرة وهي الموضحة لما قبلها سواء كان مفردا ام جملة و سواء كانت مقرورونة بأیْ او بأن ام مجردة منهما و سواء كانت خبرية ام انشائية نحو و ترمينني بالطرف ای انت مذنب و نحو فاوحينا اليه ان اصنع الفلک) یادر ہے کہ جملہ مفسرہ کو ان جملوں میں شمار کیا گیا ہے جن کیلئے محل از اعراب نہیں اور تہذیب التوضیح میں جملہ مفسرہ ان جملوں میں سے تیسرا جملہ ہے۔

اور بیان ترکیب جیسا کہ المنہاج میں ہے یوں ہوگا۔ مثال تفسیر الجملۃ :و ترمينني بالطرف ای انت مذنب ( و ترمينني ) الواو حسب ما قبلها ( ترمين) فعل مضارع مرفوع بثبوت النون لانه من الافعال الخمسة والنون الثانية للوقاية والياء الاولیٰ ضمير متصل فی محل رفع فاعل والنون الثانية ضمير متصل فی محل نصب مفعول به ( بالطرف ) جارو مجرور متعلقان بفعل ترمين (اي) حرف تفسير لا عمل له ( انت مذنب) مبتداء و خبر. جمله ترمينني ابتدائية لا محل لها من الاعراب . جملة ( انت مذنب)تفسيرية لا محل لها من الاعراب (امرتک ان اذهب) امرتک امر فعل ماضٍ وا لتاء فی محل رفع فاعل والكاف فی نصب مفعول ای حرف تفسير لا عمل له اذهب فعل امر مبنی علی السكون والفاعل ضمير مستتر تقديره انت جملة امرتک ابتدائية لا محل لها من الاعراب اذهب تفسيرية لاً محل لها من الاعراب)

اور اگر مابعد حرف تفسیر (مفرد) ہے تو اس کے لئے محل از اعراب ہے یعنی تابع ہے اعراب میں ماقبل کا۔ اور توابع میں سے



(تشریح)

ماقبل کیلئے عطف بیان ہے یا بدل جیسا کہ سیوطیؒ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے ( ای بالفتح والسكون حرف للتفسير بمفرد نحو عندی عُسْجَدٌ ای ذَهَبٌ و غَضَنْفَرٌ اَیْ اَسَدٌ فتاليها عطف بيان علی ماقبلها او بدل منه وقيل عطف نَسَقٍ قاله الكوفيون و صاحب المستوفی والمفتاح)

اور آگے کہا گیا ہے (ولتفسير جملة ايضا كقوله و ترمينني بالطرف ای انت مُذْنِبٌ)

اور مغنی اللبیب جلد اول میں ہے ( وعندی عَسْجَدٌ ای ذَهَبٌ و غَضَنْفَرٌ ای اَسَدٌ و مابعد ها عطف بيان علی ماقبلها او بدل لا عطف نَسَقٍ خلافا للكوفيين و صاحب المستوفی والمفتاح) اور آگے کہا گیا ہے (و تقع تفسيرا للجُمَل ايضا كقوله و ترمينني بالطرف ای اَنْتَ مُذْنِبٌ )

جاننا چاہئے کہ و ترمينني بالطرف انی انت مذنب : یہ ایک شعر کا ایک حصہ ہے مگر تحقیق کیلئے شرح مفصل جلد دوم بحث حروف تفسیر ملاحظہ ہو۔

بیان ترکیب جیسا کہ المنہاج میں ہے یوں ہے (مثال تفسير المفرد عندی عَسْجَدٌ ای ذَهَبٌ(عندی ) ظرف مكان متعلق بخبر محذوف مقدم والياء ضمير متصل فی محل جر بالاضافة (عَسْجَدٌ) مبتداء مؤخر مرفوع (اَیْ) حرف تفسير لا عمل له (ذَهَبٌ)عطف بيان (لعسجد ) او بدل منه و بدل المرفوع مرفوع)

(حرف تفسیر کے لئے محل از اعراب نہیں)

کتاب موسوعۃ النحو والصرف والاعراب میں ہے ( ان المفسرة حرف تفسير مبنی علی السكون لا محل له من الاعراب ای التفسيرية حرف مبنی علی السكون لا محل له من الاعراب

(چہارم حروف مصدریہ)

یعنی چوتھے حروف مصدریہ ہیں اور وہ تین حروف ہیں (مَا ، اَنْ ،اَنَّ) جامع الدروس میں ہے (يسمى الحرف المصدری موصولاً لانه يوصل بما بعده فيجعله فی تاويل المصدر) مهر منیر شرح اردو نحو میر میں ہے کہ وہ حروف جو اپنے مابعد کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں یہ کل تین ہیں جن میں سے دو یعنی (ما اور اَنْ )صرف جملہ فعلیہ پر داخل ہوا کرتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ و ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (باوجود اپنی کشادگی کے زمین ان پر

(تشریح)

تنگ ہوگئی) کہ یہاں (ما) نے رَحُبَتْ کو (رُحُبٌ) کی تاویل میں کردیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِرُحُبِهَا) ایسے ہی اَعْجَبَنِیْ اَنْ تَضْرِبَ (مجھے تیرے مارنے نے تعجب میں ڈال دیا) یہاں اَنْ نے تَضْرِبُ کو ضَرْبٌ کے معنی میں کردیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُکَ.

اور تیسرا لفظ یعنی (اَنَّ) بفتح ہمزہ وتشدید نون صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوا کرتا ہے جیسے اَعْجَبَنِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ (مجھے تیرے کھڑے ہونے نے تعجب میں ڈال دیا) یہاں (اَنَّ) نے جملہ اسمیہ کو مصدر کے معنی میں کردیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ. یاد رہے کہ ان حروف کو مصول حرفی بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ جامع الدروس جلد سوم میں ہے (الاحرف المصدرية و تسمى الموصولات الحرفية ايضا) مزید تحقیق بحوالہ کتاب صمدیہ عنقریب آئی گی

کافیہ اور اس کی شرح شریفیہ میں ہے (حروف المصدر ثلاثة ما واَنْ و اَنَّ المشدة فالاولان يعنى ماوان للفعلية يعنى انهما يختصان بالجملة الفعلية و تجعلانها فى تاويل المصدر واَنَّ للاسمية فتجعل الجملة الاسمية فى تاويل المفرد فان كان خبرها مشتقا يكون فى تاويل مصدر خبرها المضاف الى الاسم نحو اَعْجَبَنِیْ انک قائمٌ ای اَعْجَبَنِیْ قِيَامُکَ وان كان فى معنى المشتق تكون مَا وًلاً بِمَا يُشْبِهُ مَصْدَرَ خَبَرِها نحو اعجبنى ان زيدا اخوک ای اعجبنی اُخوةُ زيدٍ وان لم يكن مشتقا ولا فى معنى المشتق تقدر الكوْن نحو اعجبنى انک زيدٌ ای كونک زيداً)

حاشیہ وجیہ الدین برجامی میں ہے کہ مذکورہ مثال میں اگرچہ خبر مشتق نہیں مگر معنی میں مشتق کے ہے (وان لم يكن الخبر مشتقا ولكنه فى معنى المشتق نحو اعجبنى ان زيدا اخوک لكونه فى معنى يواخيک او مواخيـــ)

**فائدہ**: اُخوَّۃ مصدر نہیں بلکہ اسم مصدر ہے جیسا کہ بعض حواشی جامی میں ہے۔

**فائدہ**: رضی میں ہے کہ اَنْ مصدریہ جب مضارع پر داخل ہو تو اس کیلئے تاویل کی علاوہ دو تاثیر اور بھی ہیں (وله خاصه تاثيران آخران نصبه و تخصيصه بالاستقبال)

**فائدہ**: حروف مصدریہ میں سے (کی) اور (لو) بھی ہیں رضی میں ہے (ومنها لو اذا جائت بعد فعل يفهم منه معنى التمنى نحو قوله تعالىٰ ودوا لو تدهن) اور آگے کہا ہے (وقد يستغنى بلو عن فعل التمنى



(تشریح)

فينصب الفعل بعدها مقرونا بالفاء نحو لو كان لى مال فاحج اى اتمنى واود لو كان لى مال قال تعالىٰ لو ان لى كرة فاكون من المؤمنين) مزید تحقیق کیلئے رضی ملاحظہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ حروف مصدریہ کو موصول حرفی بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ کتاب الصمدیہ میں ہے (ومنها الموصول وهو حرفى او اسمى فالحرفى كل حرف اول مع صلته بالمصدر والمشهور خمسة اَنَّ و اَنْ و مَا و كَی و لَوْ نحو اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَاهُ و اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ و بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَاب، لِكَيْلَا تَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ، اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ لَوْ يُعَمَّرَ اَلْفَ سَنَةٍ) جاننا چاہیے کہ صاحب نحو میر نے یہاں نحو میر میں حروف مصدریہ میں سے جن تین کا ذکر کیا ہے ان میں سے (اَنْ و اَنَّ) عامل ہیں جیسا کہ رضی میں ہے اور (ما) غیر عامل ہے، رہی یہ بات کہ (ما) کتنے قسم پر ہے یا (اَنْ و اَنَّ) کے اقسام تو اس کے لئے مغنی جلد اول ملاحظہ ہو۔

پنجم حروف تحضیض وآن چہار ست اَلَّا و ھَلَّا و لَوْلَا و لَوْمَا، مسالک البہیہ میں ہے (حروف تحضیض وآن چہار حرف ست ھَلَّا بفتح ہا وتشدید لام و اَلَّا بفتح ہمزہ وتشدید لام و لَوْلَا و لَوْمَا واین ہر چہار در اول کلام آید وبعد اینہا فعل واقع شود لفظا چون ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْداً یا تقدیرا چون ھَلَّا زَیْداً ضَرَبْتَ و ھَلَّا زَیْداً تَضْرِبُہٗ)

تحضیض باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ترغیب دینا جیسا کہ شرح مفصل جلد دوم میں ہے (والتحضيض الْحَثُّ على الشئ يقال حَضَّضْتُهُ على فعله اذا حَثَثْتَهُ عليه)

اور کتاب موسوعہ میں ہے (لها صدر الكلام اى و لهذه الحروف صدر الكلام لكونها دالة على نوع من انواع الكلام فوجب تقديمها)

(۲) ہدایۃ النحو اور درایۃ النحو میں ہے (لهذه الحروف صدر الكلام لانها تدل على نوع من انواع الكلام فوجب التقدير بها ليعلم فى اول الامر ان كون الكلام من ذالک)

پھر یہ حروف اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو ملامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے اَلَّا ضَرَبْتَ زَیْداً (تونے زید کو کیوں نہیں مارا) اور جب فعل مضارع پر داخل ہوں تو ترغیب کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ھَلَّا تَقْرَأُ فَتَكُوْنَ عَالِماً (اور تو کیوں نہیں پڑھتا تا کہ عالم ہو جائے)

## فوائد

(۱)ھدایۃ النحو اور درایۃ النحو میں ہے ( وحینئذ ای حین اذا دخلت علی الماضی لا یکون معناھا تحضیضاً الا باعتار ما فات من الفعل )

(۲)ھدایۃ النحو درایۃ النحو میں ہے(ولا تدخل حروف التحضیض الا علی الفعل لان التحضیض والحث انما یتعلق بالفعل

(۳)ھدایۃ النحو اور روایۃ النحو میں ہے ( ثم ذالک الفعل اما یکون لفظاً کما مَرَّ مثاله او تقدیرا کما اشار الیه بقوله فان وقع بعدها ای حروف التحضیض اسم فباضمار فعل ای فهو معمول باضمار فعل بعدها کما تقول لمن ضَرَبَ قَوْما سوا زید منهم هَلَّا زَیْداً ای هَلَّا ضَرَبْتَ زَیْداً (فزیداً) معمول منصوب بفعل مضمر بعد هَلَّا قال الرضی اذا وقع الظرف بعدها فهو منصوب بفعل بعدها لا بفعل مقدر بعدها لتوسعهم فی الظرف فنحو هَلَّا یَوْمَ الجمعة زُرْتَنِیْ (یوم الجمعة ) فیه منصوب بِزُرْتَنِیْ وقد جاء الاسمیة بعدها للضرورة) کقول الشاعر

شعر
یقولون لیلی ارسلتُ بشفاعة الَیَّ فَهَلَّا نفس لیلی شفیعها

ابن یعیش نے شرح مفصل جلد دوم میں ان حروف کا فعل پر داخل ہونے کا وجہ یوں ذکر کیا ہے (وحیث جعل فیها معنی التحضیض وهو الحث علی ایجاد الفعل و طلبه جرت مجری حروف الشرط فی اقتضائها الافعال فلا یقع بعدها مبتدأ ولا غیره من الاسماء)

(۵)شرح مفصل میں ہے (ولا تدخل الاعلی فعل ماضٍ او مستقبل فاما قوله تعالیٰ لولا اخرتنی الی اجل قریب فقد و لیه الماضی الا ان الماضی هنا فی تاویل المستقبل کما یکون بعد حرف الشرط کذالک لانه فی معناه والتقدیر ان اخرتنی اصدق ولذالک جزم واکن بالعطف علی موضع فاصدق)

(۶)زمخشری نے مفصل میں کہا ہے کہ (ولَولَا ولَوْ ما معنی آخر وهو امتناع الشیء لوجود غیره وهما فی هذا الوجه داخلتان علی اسم مبتدأ کقولک لَوْلا علی لهلک عمر) ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے (جملة الامر ان لولا ولو ما علی وجهین احدهام هذا والثانی ان تکونا لامتناع الشیء



(تشریح)

لوجود غیره و یقع بعدهما المبتدأ و تختصان بذالک ویکون جوابهما سادا مسد خبر المبتدأ لطوله )

## (تحضیض اور عرض کے درمیان فرق)

یاد رہے کہ تحضیض اور عرض دونوں میں طلب ہوتا ہے مگر فرق ہے۔

(۱)مغنی اللبیب جلد اول میں ہے (والخامس العرض والتحضیض و معناهما طلب الشیء لکن العرض طلب بِلِیْنٍ والتحضیض طلب بحث)

(۲)کتاب موسوعة النحو والصرف والاعراب میں ہے ( العرض هو الترغیب فی فعل شیء او ترکه ترغیبا مقرونا بالعطف والملاینة و یظهر الفرق بین العرض والتحضیض فی نَغَمِ الصوت والکلمات المختارة واحرف العرض هی آلا ، اَمَا ، ولَوْ )

(۳)اَحْرُفُ العرضِ ، العرضُ الطلب بلین و رفق فهو عکس التحضیض لان هذا هو الطلب بشدة و حث وازعاج واحرفه هی . آلا و اَمَا و لَوْ)

## (ششم حرف توقع و آن قد ست)

(۱)شرح کافیہ میں ابن حاجب نے کہا ہے ( و سمی حرف توقع لانه انما یخبر به من یتوقع الاخبار بجملته کقول المقیم قد قامتِ الصلوٰة و یسمی حرف تقریب لانه یقرب الماضی من الحال )

(۲)بدر منیر میں ہے توقع بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے بمعنی (امید رکھنا) اور آگے کہا گیا ہے قد جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۱) یہ کہ وہ تحقیق کا اور ماضی کو حال سے قریب کرنے کا فائدہ دیتے ہوئے توقع اور امید کا بھی فائدہ دے یعنی وہ اس امر کا بھی فائدہ دے کہ مخاطب صدور فعل کی خبر کی توقع اور امید رکھتا ہو جیسے تم اس شخص سے کہو جو امیر کے سوار ہونے کے امید رکھتا ہے قَدْ رَکِبَ الْاَمِیْرُ (تحقیق امیر سوار ہو گیا ہے) یعنی امیر کے سوار ہونے کی جو تم توقع اور امید رکھتے تھے وہ پوری ہو گئی۔

(تشریح)

(۲) یہ کہ وہ تحقیق اور تقریب مذکورہ کا فائدہ دیتے ہوئے توقع کا فائدہ نہ دے جیسے تم اس شخص کو جو امیر کے سوار ہونے کی امید نہیں رکھتا ہے قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ کہو (تحقیق امیر سوار ہوگیا ہے) اور جب فعل مضارع پر داخل ہو تو کبھی تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے اَلْجَوَّادُ قَدْ يَبْخَلُ (سخی کبھی بخل کرتا ہے) اور کبھی تحقیق کا فائدہ دیتا ہے جیسے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ (تحقیق اللہ جانتا ہے)

(۳) مفصل میں ہے (ومن اصناف الحرف حرف التقريب وهو قَدْ يقرب الماضى من الحال اذا قلت قَدْ فَعَلَ و منه قول المؤذن قد قامت الصلوٰة ولابد فيه من معنى التوقع قال سيبويه واما قد فجواب هَلْ فَعَلَ و قال ايضا فجواب لَمَا يَفْعِلُ وقال الخليل هذا الكلام لِقَوْمٍ ينتظرون الخبر)

(۴) شرح مفصل جلد دوم میں ہے (قد حرف معناه التقريب و ذالک انک تقول قَدْ قَامَ زَيْدٌ فتخبر بقيامه فيما مضٰى من الزمن الا ان ذالک الزمان قد يكون بعيدا وقد يكون قريبا من الزمان انت فيه فاذا قربته بقد فقد قربته مِمَا انتَ فيه ولذالک قال المؤذن قد قامت الصلوٰة اى قد حَانَ وقتها فى هذاالزمان)

**فائدہ** : نحو میر کے موجودہ نسخوں میں (حروف توقع) بصیغہ جمع واقع ہے حالانکہ توقع کیلئے ایک حرف ہے اس لئے بقیہ کتابوں میں (حرف التوقع) بصیغہ مفرد واقع ہے۔

(۱) کافیہ میں ہے (حرف التوقع قد)

(۲) مفصل میں ہے (ومن اصناف الحرف حرف التقريب وهو قَدْ)

(۳) ہدایۃ النحو میں ہے (حرف التوقع قَدْ سميت بحرف التوقع لانه يخبربها لمتوقع الاخبار)

(حروف استفہام) استفہام باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی (دریافت کرنا) القاموس الجدید میں ہے (اِسْتَفْهَمَ مِنْهُ عَنْ شَيءٍ (دریافت کرنا)

ابن یعیش نحوی نے شرح مفصل جلد دوم میں کہا ہے (الاستفهام والاستعلام. والاستخبار بمعنى واحد فالاستفهام مصدر اِسْتَفْهَمْتُ اى طَلَبْتُ الْفَهْمَ وهذه السين تفيد الطلب وكذالک الاستعلام



(تشریح)

والاستخبار مصدرا استعلمتُ واستخبرتُ)

(وآن سہ است ما وهمزه وهَلْ)

نحو میر کے موجودہ نسخوں میں (ما) کو بھی حرف استفہام شمار کیا گیا ہے مگر تلاش کے بعد جو تفصیل و تحقیق سامنے آیا ہے وہ یہ کہ (ما) حرف استفہام نہیں بلکہ اسم استفہام ہے لہٰذا (ما) کا حرف استفہام ہونا اس کا ماخذ معلوم نہ ہوسکا ملاحظہ ہو درج ذیل تفصیل۔

(۱) کافیہ میں حروف استفہام دو ذکر کئے گئے ہیں (حرفا الاستفهام الهمزة وهَلْ)

(۲) مفصل میں حروف استفہام دو ذکر کئے گئے ہیں (ومِنْ اَصْنَافِ الحرف حرفا الاستفهام وهُمَا الهمزة وهل)

(۳) شرح مفصل ابن یعیش میں تین ذکر کئے گئے ہیں مگر ان میں (ما) نہیں (وحروفه ثلاثة الهمزة وهل واَمْ ولم يذكر الشيخ أم هنا لانه قد تقدم ذكر ها فى حرف العطف لانها لا تختص للاستفهام اذ كانت عاطفة مع مافيها من الاستفهام فلذالک اقتصر على الهمزة وهل)

(۴) خلیل جو استاذ ہے سیبویہ کا کتاب الجمل میں (ما) استفہامیہ کو اسم کہا ہے (وما الاستفهام مثل قولک مالک الخ. بعد میں کہا ہے (رفع كله لان ما ههنا اسمٌ)

(۵) محرم آفندی جلد دوم میں ہے (حرفا الاستفهام اى طلب الفهم وهما الهمزة و هل فقط واما قولهم اَلْ فَعَلْتَ بمعنى هَلْ فَعَلْتَ على ما حكاه قطرب عن ابى عبيدة فلغة فى هل بقلب الهاء همزة)

(۶) ابن الانباری نے اسرار العربیہ میں کہا ہے (باب حروف الاستفهام اِنْ قَالَ قائلٌ كم حروف الاستفهام قيل ثلاثة حروف الهمزة واَمْ وهل و ما عدا هذه الثلاثة فاسماء و ظروف اقيمت مقامهافالاسماء من وما وكم وكيف والظروف اين وانى ومتى واَىُّ حِيْنٍ وايان واَىٌّ يحكم عليها بما تضاف اليه)

(۷) المنہاج فی القواعد والاعراب میں محمد الانطاکی نے (ما) استفہامیہ کو اسم کہا ہے (ما اسم استفهام مثالها ماجاء بک. (ما) اسم استفهام مبنى عل السكون فى محل رفع مبتدأ (جَاءَ) فعل ماضى والفاعل مستتر تقديره (هُوَ) والجملة فى محل رفع خبر مبتدأ (ما).

(۸) ابن ہشام نے مغنی اللبیب جلد اول میں ما استفہامیہ کو اسم کہا ہے (والثالث ان تكون نكرة متضمنة معنى

(تشریح)

الحرف وهی نوعان احدها الاستفهامية ومعناها اَیّ شیء نحو ماهی ما لونها وماتلک بیمینک)

(وهمزه و هل)

(١) بدر منیر میں ہے یہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہو جیسے اَزَیۡدٌ قَائِمٌ (کیا زید کھڑا ہے) وهَلۡ زَیۡدٌ کَاتِبٌ (کیا زید کاتب ہے) خواہ فعلیہ ہو جیسے اَجَاءَ زَیۡدٌ (کیا زید آیا ہے) اور هَلۡ قَامَ عَمۡرٌو (کیا عمرو کھڑا ہے)

(٢) کافیہ و شریفیہ میں ہے (لهما صَدۡرُ الۡکَلَامِ لدلا لتهما على نوع من الكلام) مزید تفصیل کیلئے شریفیہ ملاحظہ ہو۔

(٣) سیوطیؒ نے ہمع الہوامع میں کہا ہے کہ درج ذیل چیزوں کے لئے صدارت کلام ہوتا ہے (مسئلہ صدر الكلام الاستفهام والتحضيض والتنبيه غيرها ولام الابتداء ولعل وما النافية فلا يقدم عليها معمول الفعل بعدها لا يقال عمرا ماضرب زيد وفى لا النافية اقوال)

(ہشتم حروف ردع) (١) شریفیہ شرح کافیہ میں صاحب نحو میر نے کہا ہے (حرف الردع كلا الردع وهو الزجر والمنع كما تقول فى جواب من قال فعلت كذا كلا اى اِرۡتَدِعۡ وانۡزَجِرۡ عن هذا القول)

(٢) ہدایۃ النحو و درایۃ النحو میں ہے (حرف الردع كَلَّا وضعت لِزَجر المتكلم ورَدۡعه اى مَنۡعه عما يتكلم به تقول لمن قال لک فلان يغضک كَلَّا اى لَيۡسَ الامر كذالک ردعا له و تنبيهاً على الخطا كقوله تعلىٰ فَيَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَهَانَنِ كَلَّا اى لا يتكلم بهذا الكلام فانه اى الامر ليس كذالک اى كما تقول لانه سبحانه قد يوسع فى الدنيا على من لا يكرمه من الكفار و قد ضَيَّقَ على من يكرمه من الانبياء والصالحين للاستطلاع)

(وبمعنی حَقًّا)

(١) ہدایۃ النحو و درایۃ النحو میں ہے (وقد تجیء كَلَّا بمعنى حَقًّا والمقصود منه تحقيق معنى الجملة مثل اِنَّ)

(٢) مولانا عنایت اللہ نے وافیہ شرح کافیہ میں کہا ہے (وقد جاء بمعنى حقا اى بمعنى تحقيق مضمون الجملة)

(٣) محرم آفندی جلد دوم میں ہے (وقد جاء اى وقد ورد لفظ كَلَّا على غير معنى الردع بل ورد بمعنى حقا يعنى ثَبَتَ ما يقال ثُبُوۡتًا)



(تشریح)

(٤) عصام علی الکافیہ میں ہے (اختار واحَقًّا تنبيها على انه بمنزلة المفعول المطلق الذى هو توكيد لغيره) مزید تحقیق و تفصیل کیلئے شروح کافیہ ملاحظہ ہوں۔

(نہم تنوین)

(١) بدر منیر میں ہے (تنوین یہ نَوَّنۡتُهٗ میں ہے اس پر نون کو داخل کیا کا مصدر ہے، اصطلاح میں اس نون ساکن کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخر پر دو زبر دو زیر یا دو پیش کے ادا کرنے سے بولنے میں آتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو پس مِنۡ اور لَدُنۡ اور لَمۡ یَکُنۡ کا نون خارج ہو گیا اس لئے کہ یہ خود کلمہ کے آخر حرف ہیں اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہونے کی قید سے نون خفیفہ خارج ہو گیا)

(٢) شرح جامی میں ہے (نَوَّنۡتُهٗ اى اَدۡخَلۡتُهٗ نُوۡنًا)

(٣) شرح عصام میں ہے (التنوين فى الصحاح نونته تنوينا والتنوين لا يكون الا فى الاسماء ظاهره ان التنوين متعد الى مفعولين هو فى اللغة ايضاً اسم لهذ النون الساكنة وليس التوين بمعنى ادخال النون مطلقا كما فى بعض الشروح)

(٤) غیاث اللغات میں ہے (تنوین بمعنی نون ساکن و بمعنی نون آوردن)

(٥) فتح رب البریہ میں ہے (والتنوين مطلقا التصويت ومنه نَوَّنَ الطَّائِرُ و اِذَا صَوَّتَ و اصطلاحا نون زائدة ساكنة تلحق آخر الاسم فى اللفظ و تفارقه فى الخط للاستغناء عنها بتكرار الشكل عند الضبط بالقلم)

(٦) ابن ہشام نے شرح قطر میں کہا ہے (وهى التنوين وهو نونٌ زائدةٌ ساكنةٌ تَلۡحَقُ الآخر لفظاً لا خطّاً لغير توكيد نحو زيدٍ ورجلٍ و صَهٍ و حينئذٍ و ملسماتٍ)

(٧) النحو الوافی جلد اول میں ہے (وكان الاصل ان تكتب هى واشباهها كما يكتبها علماء العروض هكذا حَامِدُنۡ حَامِدَنۡ حَامِدِنۡ عصفورُنۡ جَمِيۡلُنۡ عصفورَنۡ جَمِيۡلَنۡ عصفورِنۡ جَمِيۡلِنۡ اى بزيادة نون ساكنة فى آخر الكلمة تحدث رنيناً خاصّاً وتنغيماً عند النطق بها ولهذا يسمونها التوين اى التصويت والترنيم لانها مسببه ولكنهم عدلوا عن هذ الاصل اختصارا ومنعاً للخلط بين هذه النون الزائدة وغيرها من الانواع الآخرى الزائدة والاصلية ووضعوا مكان النون رَمۡزا مختصرا يغنى

(تشریح)

عنها و یدل عند المنطق به علی ماکانت تدل علیه وهذا الرمز هو الضمة الثانیة و الفتحة الثانیة والکسرة الثانیة علی حسب الجمل ویسمونه التنوین واستغنوا بهذا الرمز المختصر عن النون فحذفوها فی الکتابة ولکنها لا تزال ملحوظة ینطق بها عند و صل بعض الکلام ببعض دون الوقف ومما تقدم تعلم ان التنوین نون ساکنة زائدة تلحق آخر الاسماء لفظاًلا خطاً ولا وقفاً)

**(تمکن)** (۱) مہرمنیر میں ہے (تمکن یہ وہ تنوین ہوتی ہے جو اسم معرب کے آخر میں کلمہ کو منصرف ظاہر کرنے کے لئے آتی ہے جیسے زیدٌ و عَمْرٌ و بَکْرٌ)

(۲) شریفیہ شرح کافیہ میں ہے (وهو للتمکن وهو مایدل علی امکنیة الاسم ای کون الاسم معربا ومنصرفا نحو زیدٌ و رجلٌ و یقال للاسم المعرب المتمکن لکونه قَوِیا و اصلا فی الاسمیة لان الاصل فی الاسم الاعراب والمبنی لیس اصلا فی الاسمیة واذا کان الاسم المعرب منصرفا یقال له الاسم المتمکن والامکن وان کان غیر منصرف یقال له المتمکن الغیر الامکن و تنوین التمکن مخصوص بالمتمکن الامکن)

__فائدہ__: الاشباہ والنظائر جلد دوم میں ہے کہ اگر مطلقا تنوین ذکر ہو، مراد اس سے یہی تنوین تمکن ہے ۔

**(تنکیر)** (۱) بدرمنیر میں ہے (تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے یہ اسماء افعال میں سماعی ہے جیسے صَهٍ (چپ) رہ تو کوئی چپ رہنا کسی وقت میں اور صَهْ بغیر تنوین کے بمعنی چپ رہ تو خاص چپ رہنا اس وقت میں)

(۲) حاشیہ ابی النجا میں ہے (تنوین التنکیر من اضافة الدال للمدلول وهو اللاحق لبعض الاسماء المبنیة فرقا بین معرفتها و نکرتها فما نُوِّنَ منها کَانَ نکرة ومالم ینون کان معرفة فهو یدل علی ان مالحقه اُرِیْدَ به غیر معین و یقع سماعاً فی باب اسم الفعل کصَهٍ و مَهٍ و اِیْهٍ وقیاساً فی العلم المختوم بویه کسیبویهٍ و عَمْرَوَیْه و نِفْطَوَیْهٍ تقول سیبویهِ بلا تنوین اذا اردت شخصا معینا اسمه سیبویه وایه بکسر الهمزة بلا تنوین ان استزدت مخاطبک من حدیث معین فاذا اردت شخصا ما اسمه سیبویه اواردت استزادة من حدیث ما أی أی حدیث کان نونتهما فسیبویه بلا تنوین معرفة بالعلمیة وایه



(تشریح)

کذالک ومعرفة من قبیل المعرف بال العهدیة وهو مبنی علی ان مدلول اسم الفعل المصدر ای مدلوله وهو الحدث وهو الصحیح کما تقدم واماعلی القول بان مدلوله الفعل فلا لان جمیع الافعال نکرات کذا فی الحاشیة و قوله لان جمیع الافعال نکرات کذا فی التصریح)

**(عوض)** (۱) بدرمنیر میں ہے (عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں آئے جیسے یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا بمعنی جس دن کہ ایسا ہوا، یَوْمَ مضاف ہے اِذْ کی طرف اور اذ مضاف ہے جملہ کَانَ کَذَا کی طرف، تخفیف کی وجہ سے کَانَ کَذَا مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے بدلہ اِذْ پر تنوین لے آئے تا کہ کلمہ ناقص نہ رہے اسی طرح حِیْنَئِذٍ ، سَاعَتَئِذٍ و عَامَئِذٍ ہیں)

(۲) ابن حاجبؒ نے شرح کافیہ وافیہ میں کہا ہے (واماتنوین العوض فهو ما لحق عوضا عن المضاف الیه نحو یَوْمَئِذٍ و سَاعَتَئِذٍ)

(۳) مسالک البیہ میں ہے (وعوض آن تنوین است که در آخر مضاف به عوض مضاف الیه لاحق شود مفرد باشد چون فَضَّلْنَا بعضهم علی بعضٍ ای علی بعضهِمْ و مررت بِکُلٍّ قَائِماً ای بکُل وَاحِدٍ قَائِماً یا جمله نحو یومئذٍ و حینئذٍ ای یوم اذکان کذا وحین اذ کَانَ کذا)

(۴) حاشیہ ابی النجا میں ہے کہ تنوین عوض تین قسم پر ہے (الرابع تنوین العوض وهو ثلاثة اقسم الاول عوض عن الجملة وهو اللاحق لاذ عوضا عما تضاف الیه فی نحو یومئذٍ و حینئذٍ والاصل یوم اذ کان کذا وحین اذکان کذا فحذفت الجملة وجئی بالتنوین عوضا عنها اختصارا فالتقی ساکنان اذوالتنوین فکسرت الذال علی اصل التقاء الساکنین والاضافة فی ذالک من اضافة الاعم الذی هو یوم او حین للاخص الذی هو وقت اذکان کذا والثانی عوض عن کلمة وهو تنوین کل فی نحو قوله تعالیٰ قل کل یعمل علی شاکلته ای کل انسان و تنوین بعض فی نحو قوله تعالیٰ فضلنا بعض النبیین علی بعض ای علی بعضهم الثالث عوض عن حرف وهو اللاحق للجموع المعتلة الآتیة علی وزن فواعل نحو جوارٍ و غواشٍ وقواضٍ فی حالتی الرفع والجر بناء علی ان الا علال مقدم علی منع الصرف وهو المختار الخ)

(تشریح)

آ گے کہا گیا ہے کہ (جوارٍ) اصل میں (جَوَارِیٌ) ہے بقانون یَدْعو (یا) کا حرکت حذف ہوا بعدہ (یا) اورتنوین کے درمیان التقاء ساکنین ہوا (یا) حذف ہوا، بعدہ چونکہ یہاں حذف بِعِلّۃٍ ہے اور (المحذوف لعلۃٍ کالثابت) ہوتا ہے لہٰذا وزن منتہی الجموع کا تقدیرا موجود ہے یہی وجہ ہے کہ اعراب حرف را پر جاری نہیں ہوتا لہٰذا تنوین تمکن اورتنوین صرف کو حذف کیا گیا اور تنوین عوض کو درج ذیل خوف کے سبب سے بطور عوض اضافہ کیا گیا (ثم خافوا رجوع الیاء لزوال الساکنین فی غیر المنصرف المستثقل لفظاًبکونه منقوصا ومعنی بکونه فرعا فعوضوا التنوین من الیاء لتنقطع طماعیة رجوعها الخ) مزید تحقیق کیلئے حاشیہ ابی النجا ملاحظہ ہو۔

(و مقابله) (۱) درایۃ النحو میں ہے (وهو التنوین الذی تدخل فی جمع المؤنث السالم کمسلمات فان التنوین فیها بمقابلة النون فی مُسْلِمِیْنَ والالف والتاء فیها علامة للجمع کما ان الواو علامة للجمع فی مسلمون)

(۲) حاشیہ ابی النجا میں ہے (الثالث تنوین المقابله وهو اللاحق لنحو ملسماتٍ مما جمع بالف وتاء مزید تین سمی بذالک لانهم جعلوه فی سقابلة النون فی جمع المذکر السالم فان الالف والتاء فی جمع المؤنث علامة الجمع کالواو والیاء فی جمع المذکر السالم ولم یوجد ما یقابل النون الزائدة لدفع توهم اضافة او افراد فزید التنوین لذالک حتی لا یلزم مزیة الفرع علی الاصل اذ لو لم یزد التنوین للزم ان فی الفرع زیادة بخالف الاصل والفرع هو جمع المذکر السالم لکونه معربا بالحروف والاصل هو جمع المؤنث السالم لکونه معربا بالحرکات لان الاصل فی الاعراب الحرکات والحروف نوائب عنها کما سیأتی)

(وترنم)

(۱) المصباح المنیر میں ہے (جو تنوین اشعار میں کلام کو مزین بنائے اور تحسین صوت کے لئے آتی ہے اس کو تنوین ترنم کہتے ہیں)

(۲) بدر منیر میں ہے (ترنم باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی گانے کی آواز نکالنا وہ تنوین ہے جوابیات اور مصاریع کے آخر میں



(تشریح)

تحسین صوت کیلئے آئے)

(۳) شرح عصام میں ہے (قال الرضی سُمِّیَ تنوین الترنم لانه لترک الترنم وذالک لان حرف الاطلاق یناسب الترنم ففی حذفه بایرادلتنوین ترک الترنم و صرح التسهیل ایضا بانه للاشعار بترک الترنمُ ولا یخفی ان قول المصنف یدل علی انه للترنم فالاولی ما قیل ان هذا التنوین یسهل تردید الصوت فی الخیشوم وهو من اسباب الترنم) بہترین تحقیق کیلئے تصریح میں علامات اسم میں بحث تنوین ملاحظہ ہو۔

(۴) درایۃ النحو میں ہے (فسمی بتنوین الترنم لحسن الغناء به ومن قال سُمِّیَ به لانه فیه ترک الترنم لم یتنبه علی ما قلنا کقول الشاعر وهو جریری شعر

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ  وقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

شعر مذکور میں تنوین ترنم (عِتَابَنْ اور اصَابَنْ) میں ہے عتاب مصدر اور اَصَابَ فعل ماضی ہے)

(۵) شرح انموذج میں ہے (وتنوین الترنم وهو الذی یجعل مکان حرف المد فی القوافی کما فی قول الشاعر  اقلی اللوم عاذل والعتاباً  وقولی ان اصبت لقد اَصاباً .

یاد رہے کہ (عتابَ اور اَصَابَ) میں جو فتحہ ہے اسکے اشباع یعنی پر پڑھنے سے (حرف مد) پیدا ہوتا ہے جس کو حرف اطلاق کہتے ہیں یہ تنوین اسی کی جگہ میں آتا ہے جیسا کہ توضیح اور تصریح میں ہے (وهی اللاحق للقوافی وهی آخر کلمة فی البیت المطلقة ای التی آخرها حرف مد وهو الالف والواو والیاء المولدات من اشباع الحرکة وتسمی حرف الطلاق)

(۶) منحۃ الجلیل حاشیہ ابن عقیل جلد اول میں ہے (الشاهد فیه قوله والعتابن واصابن حیث دخلهما فی الانشاد تنوین الترنم وآخرهما حرف العلة وهو هنا الف الاطلاق والقافیة التی آخرها حرف علة تسمی مطلقة) اور تصریح میں ہے (والقافیة وهو العتابن اصابن والاصل العتابا واَصابا فجیء بالتنوین بدلا من الف والاولی اسم والثانی فعل)

(۷) المصباح المنیر میں ہے (حل شعر اقلی صیغه واحده مؤنثه بحث امر مصدر اقلال) بمعنی کم کردینا مگر منحۃ الجلیل میں ہے (اَقِلِّیْ اَرَادَ مِنْه فی هذا البیت معنی اُتْرُکِیْ والعرب تستعمل القِلَّةَ فی معنی النفی

(تشریح)

بتة يقولون قلّ ان يفعل فلان كذا وهم يريدون انه لا يفعله اصلا)

(اَللُّوْمَ) ملامت (عَاذِلُ) اصل میں یا عَاذِلَةُ تھا اسم فاعل صیغہ واحدہ مؤنثہ مصدر عَذلٌ ملامت کرنا اس میں منادی کی ترخیم کرکے عاذل کیا گیا حرف ندا کو حذف کردیا۔ تصریح میں ہے ( وعاذل بفتح اللام ترخيم عاذلة) (عتاب) مصدر بمعنی غصہ نون تنوین ترنم (قُولِیْ) صیغہ واحدہ مؤنثہ حاضر بحث امر اس کا مصدر قَـوْلٌ (اَصَبْتُ) فعل ماضی اس کا مصدر اِصَابَۃٌ ہے بمعنی کام درست کرنا (اَصَابَنْ) فعل ماضی اس میں تنوین ترنم ہے۔ تصریح اور منحۃ الجلیل میں ہے کہ اِنْ اَصَبْتُ شرط ہے جواب محذوف ہے یعنی (اِنْ اصبتُ فلا تَلُوْمِیْ وَ قُوْلِیْ لَقَدْ اَصَابَ)

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے اے ملامت کرنے والی معشوقہ تو ملامت اور غصہ کو کم کر اور اگر میں کوئی ٹھیک کام کروں تو کہدے کہ واقعی تو نے ٹھیک کیا یعنی میرے معاملہ میں انصاف سے کام لے ہر کام پر خواہ مخواہ اعتراض مت کر، حاصل شعر یہ ہے کہ شاعر جریر بن عطیہ اپنی محبوبہ سے مؤدبانہ التجا کررہا ہے۔ کہ اے ملامت کرنے والی محبوبہ ذرا غصہ و عتاب کم کردے اور ہر بات پر اعتراض نہ کیا کر کسی بات کو تو مدح وستائش کے قابل سمجھ لے )

مزید تحقیق کیلئے حاشیہ منحۃ الجلیل وتصریح بحث علامات اسم ملاحظہ ہو۔

**فائدہ:** تنوین ترنم اسم وفعل وحرف سب پر آتی ہے بلکہ معرف باللام پر بھی آتی ہے جیسا کہ شعر مذکور میں ہے۔

(قاعدہ)

(۱) کافیہ وشرح کافیہ میں ہے ( ويحذف التنوين من العلم موصوفا بابن مضاف الى عَلَم آخر لكثرة استعمال هذا التركيب فى الكلام فيطلب فيه التخفيف نحو جاء نى زيدُ بْنُ عَمْرٍو وان لم يكن الموصوف بالابن علماً او لم يكن الابن مضافا الى علم آخر فلا يسقط التنوين نحو زَيْدٌ اِبْنُ اَخِيْنَا و متى سقط التنوين من الموصوف يسقط الالف ايضاً فى التلفظ وفى الكتابة ليكون الكتابة ايضاً خفيفة و فى كل موضع لايسقط التنوين لا يسقط الالف ايضاً و حكم الابنة فيما ذكر من سقوط التنوين فى التلفظ و الالف فى الكتابة حكم الابن)

(۲) زجاجی نے جمل میں کہا ہے (فان زال عن هذا نَوَّنْتَهُ و ذالك ان يكون ابن خبرا ولا يكون صفة كقولك كَانَ زيدٌ ابْنَ عَمْرٍو وَظَنَنْتُ محمداً ابْنَ بَكْرٍ نَوَّنْتَهُ واثبت فى ابن الفاً فى الخط)



(تشریح)

نیز زجاجی نے کہا ہے ( وكذالك اذا لم يكن قبلهٗ اسم كتبتهٗ بالف كقولك جاءَ نِى اِبْنُ مُحَمَّدٍ و رَأَيْتُ ابْنَ عَمْرٍو ان اَضفْتَهٗ الى غير علم كتبتهٗ بالالف و نَوَّنْتَ الاسم الذى قبله كقولك كَانَ زَيْدٌ ابْنُ اَخِيْكَ مُنْطَلِقاً) مزید تحقیق کیلئے جمل وجامع الدروس ملاحظہ ہو۔

(دھم نون تاکید) نون ثقیلہ اور خفیفہ امر کے آخر میں اور مضارع کے آخر میں بشرطیکہ اس میں طلب کے معنی پائے جائیں آتے ہیں جیسے جبکہ مضارع ضمن میں نہیں اور استفہام اور تمنی اور عرض اور قسم کے پایا جائے پس یہ ماضی اور مضارع بمعنی حال کے آخر میں نہیں آئیں گے اس لئے کہ نون تاکید طلب حصول شئی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور طلب ان دونوں میں نہیں جیسے اِضْرِبَنَّ تو ضرور مار۔ اور جیسے اِضْرِبَنْ تو ضرور مار۔ اور جیسے لا تَضْرِبَن ہرگز مت مار تو اور جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ کیا تو ضرور مارے گا۔ اور جیسے لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ کاش کہ تو ضرور مارے اور جیسے اَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً ضرور کیوں تو ہمارے پاس نازل نہیں ہوتا تاکہ تو خیر کو پہنچے اور جیسے وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ اللہ کی قسم میں البتہ ضرور ماروں گا ( بدر منیر و کافیہ وغیرہ)

**فائدہ:** ابن یعیش نے شرح مفصل میں کہا ہے کہ (ولا تدخلان الاعلى الافعال المستقبلة خاصة و تؤثر ان فيها تأثيرين تاثيرا فى لفظها و تاثيراً فى معناها فتأثير اللفظ اخراج الفعل الى البناء بعد ان كان معربا و تأثير المعنى اخلاص الفعل للاستقبال بعد ان كان يصلح لهما والمشدد ابلغ فى التاكيد من المخففة لان تكرير النون بمنزلة تكرير التاكيد فقولك اِضْرِبَنْ خفيفة النون بمنزلة قولك اضربوا كلكم وقولك اِضْرِبَنَّ مشددة النون بمنزلة اضربوا كلكم اَجْمَعُوْنَ) مزید تحقیق کیلئے شرح مفصل ملاحظہ ہو۔

**فائدہ:** زمخشری نے مفصل میں کہا ہے (والخفيفة تقع فى جمع مواضع الثقيلة الا فى فعل الاثنين و فعل جماعة المؤنث) شرح مفصل میں وجہ التقاء ساکنین پیش کیا گیا ہے تثنیہ میں تو ظاہر ہے، رہا جمع مؤنث وہاں بوقت لحوق نون خفیفہ کی اجتماع آتا ہے دو نونات کی اور یہ ثقیل ہے لہٰذا ثقل کے دور کرنے کیلئے الف فاصلہ کو دو نونات کی درمیان اضافہ کیا جائے گا اور الف فاصلہ کے اضافہ سے التقاء ساکنین لازم آتا ہے الحاصل تثنیہ اور جمع مؤنث میں اگر نون خفیفہ

## (تشریح)

لاحق ہوتو التقاء ساکنین آتا ہے اور یہ صحیح نہیں، مزید تحقیق وتفصیل کیلئے شرح مفصل یا شروح کافیہ ملاحظہ ہوں۔

**(یازدھم حروف زیادت)** بدرمنیر میں ہے (چونکہ یہ حروف کلام میں زائد واقع ہوتے ہیں ان کا یہ نام رکھا گیا اور ان کے کلام میں زائد ہونے کی یہ معنی ہیں کہ اگر ان کو کلام سے حذف کردیا جائے تو معنی میں کوئی خلل نہ آوے نہ یہ کہ وہ محض بے فائدہ ہیں اس لئے کہ کلام عرب میں ان کے فوائد ہیں مثلاً لفظ کی تزیین اور وزن شعر کی استقامت وغیرہ اور نیز یہ کہ یہ ہر جگہ زائد نہیں ہوتے بلکہ بعض مواضع میں زائد ہوتے ہیں۔

**فائدہ** : حروف زیادت میں چار حروف یعنی (مِنْ ، کاف، با، لام) یہ عامل ہیں مگر صاحب نحو میر نے ان کو یہاں اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ یہ چار اور بقیہ حروف زیادت زائد ہونے میں شریک ہیں۔

**فائدہ** : حروف جارہ معنی تو زائد ہوتے ہیں مگر عملاً ان کا زئد ہونا بعید ہے لہٰذا عملاً زائد نہیں ہوتے جیسا کہ شرح مفصل ابن یعیش میں ہے۔

## (دوازدھم حروف شرط)

(۱)المصباح المنیر میں ہے (اَمَّا بفتح ہمزہ وتشدید میم یہ حرف شرط کلام مجمل یا مبہم کے بعد بطور تفسیر وتوضیح آیا کرتا ہے اس کے بعد جو کلام ہوتا ہے اس سے کلام ماسبق کی وضاحت ہوا کرتی ہے جیسے مصنف نے قرآن کریم کے مثال ذکر فرمائی ہے (فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ سَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ واَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ ) ترجمہ بعض ان میں سے بدنصیب اور بعض خوش نصیب ہیں پس جو بدنصیب ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے اور جو خوش نصیب ہیں وہ جنت میں ہوں گے۔ دیکھو فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَ سَعِيْدٌ کی تفسیر فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا الآیۃ واَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ الآیۃ سے کی گئی ہے۔

(۲) بدرمنیر میں ہے کہ (پہلے اَمَّا کا جواب ففی النار ہے اور اس میں فاء آئی ہے اور دوسرے اَمَّا کا جواب ففی الجنة ہے اور میں بھی فا آئی ہے اور اَمَّا استنافیہ بھی آتا ہے یعنی اس سے بیشتر کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسا کہ کتابوں کے شروع میں اتا ہے جیسے اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ اس میں اما استنافیہ ہے کہ اس سے پیشتر کوئی اجمال نہیں ہے جس کی یہ تفسیر واقع ہوتا۔

(۳) ہندی میں ہے (واما للتفصیل ای لتفصیل ما اجمله المتکلم نحو قولک جاء اخوتک اما زید



## (تشریح)

فاکرمته واما بشر فاهنته واما خالد فاعرضتُ عنه و قد جاء للاستیناف من غیر ان تقدمها اجمال نحو اما الواقعة فی اوائل الکتب)

## (وَلَوْ)

(۱) بدرمنیر میں ہے کہ (لَوْ) یہ ماضی کے واسطے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو یعنی ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر دونوں صورتوں میں اس کا مدخول معنی ماضی ہوتا ہے جیسے لَوْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ اور جیسے لَوْ تَضْرِبُ اَضْرِبُ دونوں کے معنی اگر تو مارتا تو میں مارتا۔

(۲) شریفیہ وکافیہ میں ہے (فاِنْ اصل باب الشرط لانها للاستقبال وان دخلت علی الماضی و معنی الشرط وهو التعلیق بطریق التحقیق لا یتصور الا فی الاستقبال کما تقول ان ضربتنی ضربتکَ و لو عکسه لانها للماضی وان دخلت علی المضارع فالتعلیق فیه تقدیری نحو لو یطیعکم ای لو اَطَاعَكُمْ والتعلیق یکون تقدیریاً لا تحقیقیاً نهو لو ضربتَ ضربتُ)

(۳) محمد انطاقی نے المنہاج فی القواعد والاعراب میں کہا ہے (لو حرف شرط غیر جازم وتسمی حرف امتناع لامتناع ای ان جوابها ممتنع لامتناع شرطها) یہی مراد ہے صاحب نحو میر کے اس قول سے (ولو برائے انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول)

**(سیزدھم لو لا)** (۱) بدرمنیر میں ہے کہ لَوْلا یہ ہے واسطے منتفی ہونے جملہ ثانیہ کے بسبب پائے جانے جملہ اولی کے جیسے لَوْلا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو جس نے زنا کیا تھا رجم کا حکم دیا تھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حاملہ عورت کا رجم اس کے وضع حمل کے بعد ہوتا ہے پس حضرت عمرؓ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ لَوْلا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتے) چونکہ علیؓ موجود تھے لہٰذا عمر ہلاک نہیں ہوئے وجود علیؓ سبب ہوا منتفی ہونے ہلاک عمرؓ کا اور لو لا تحضیض کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ حروف تحضیض میں گذر چکا۔

(۲) محمد انطاقی نے المنہاج میں کہا ہے (لَوْلا حرف شرط غیر جازم و سمی احیانا حرف امتناع لوجود ای یمتنع جوابه لوجود شرطه ولا یأتی بعد لَوْ لا اِلَّا مبتداء خبره محذوف وجوباً)

(تشریح)

**(چهاردهم لام مفتوحه برائے تاکید )** المنهاج میں ہے (لام الابتداء هی لام مفتوحة معناها التوكيد و تدخل على المبتداء او الخبر لتوكيد معن الجملة ولا عمل لها )

**(پانزدهم ما بمعنی مادام)** بدر منیر میں ہے (ما ) بمعنی مادام آتا ہے بمعنی (جب تک ) جیسے اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ اس مثال میں (ما) بمعنی مادام ہے یعنی (میں کھڑا ہوں جب تک امیر بیٹھا ہوا ہے ) جاننا چاہئے کہ ما دو قسم پر ہے اسمیہ اور حرفیہ اور ما اسمیہ تین قسم پر ہوتا ہے موصولہ موصوفہ اور شرطیہ اور ما حرفیہ بھی تین قسم پر ہوتا ہے اول نافیہ، دوم کافہ جیسے انما زیدٌ قَائِمٌ (تحقیق زید کھڑا ہے ) اس مثال میں ما کافہ ہے اور کافہ صیغہ ہے اسم فاعل کا بمعنی روکنے والا اور یہ ما بھی جب حرف مشبہ بالفعل کے ساتھ لاحق ہو تو اس کو عمل سے روک دیتا ہے لہٰذا موسوم ہوا ما کافہ سے سوم ما بمعنی مادام۔

**(شانزدهم حروف عطف)** المصباح المنیر میں ہے

(١) واو: بمعنی اور جیسے جاء نی زیدٌ و عَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے )

(٢) فا. بمعنی پھر جیسے قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو (زید کھڑا ہوا پھر عمرو) فا ترتیب پر بھی دلالت کرتا ہے۔

(٣) ثُمَّ: بمعنی پھر جیسے دَخَلَ زُیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌ (زید داخل ہوا پھر عمرو) واضح رہے کہ ثم ترتیب اور تاخیر دونوں پر دلالت کرتا ہے مگر اردو میں ایک ہی لفظ دونوں کیلئے مستعمل ہے اس لئے ترجمہ میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔

(٤) حَتّٰی. بمعنی یہاں تک جیسے قَدِمَ الحَاجُّ حتی المشاةُ (حاجی آگئے یہاں تک کہ پیدل حج کرنے والے بھی واپس آئے ) مشاة جمع تکسیر ہے ماشی بمعنی پیدل چلنے والے کی۔

(٥-٦) اما اورام. ان دونوں کا معنی (یا) جیسے هذا العدد اما زوج او فردٌ (یہ عدد یا جفت ہے یا طاق) رَجُلٌ عندک اَمْ اِمْرَاَةٌ.

(٧) لا بمعنی نہ جیسے ما جاء نی بشیر ولا نذیر (میرے پاس نہ خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا)

(٨) بَلْ: بمعنی بلکہ کلام سابق سے اعراض کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے ما جلس عندی خالد بل شاهد (میرے پاس خالد نہیں بیٹھا ہوا ہے بلکہ شاہد بیٹھا ہوا ہے )

(٩) لٰكِنْ: بمعنی لیکن جیسے ما جاء نی زَیْدٌ لٰکِنْ عَمْرٌو جاء (میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو آیا)

(١٠) اَوْ: یہ بھی بمعنی (یا) جیسے جاء نی زَیْدٌ اَوْ عَمْرٌو (میرے پاس زید آیا یا عمرو)



(تشریح)

صاحب نحو میر نے شریفیہ شرح کافیہ میں کہا ہے (الحروف العاطفة على المذهب الاصح عشرة ) مزید تحقیق کیلئے شریفیہ ملاحظہ ہو۔

هذا اوان الفراغ من تاليف شرح نحومير والحمد لله الذى وفقنى لاتمامه بفضله و اعانني على جمعه بكرمه و يَسَّرَلى امرى باذنه و عَظَّمَ امرى واتانى بمسؤلى بجوده و جاء بمامولى بمَنِّه والصلوة والسلام على نبيه المبعوث بمعجزاته وعلى آله واصحابه المخصوصين بكرامته، اللهم مَتِّعْ طالبيه بفوائده و زَيِّنْ قاصديه بفرائده وازق الراغبين اليه من مقاصده والمرجو منهم ان يدعوا لى بالخير والغفران وعسىٰ ان يختمنى اللّٰه سبحانه بالسعادة مع الايمان آمين ثم آمين.

زعین فضل الٰہی باین حقیر عباد — تمام گشت ز تنظیم این نحید و جهاد
بقدر وسع بکوشیدم اَمّا بشنو — خطاء و سهو خدا در نهال عبد نهاد
امید ما ز تو این ست گر خطا بینے — کہ چشم پوشی ازان تا نشود خاک رباد

**فقط**

خادم العلماء مولانا سعید احمد بن باز محمد غفرلہ ما کان منہ

تاریخ اختتام ٧ ذوالحجہ ١٤٣١ھ ھجری بمطابق ١٢ نومبر ٢٠١٠ء عیسوی

## تصحیح و ترتیب

مولانا عبد المجید استاذ جامعہ الشرعیہ حب لسبیلہ

ومولانا محمد بن یار محمد استاذ جامعہ عثمانیہ گلشن نوید حب

**کتابت و کمپوزنگ:** مولوی حافظ رفیع اللہ قریشی
جامع مسجد و مدرسہ مدینہ حضور شاہ سٹریٹ کلی اسماعیل بالمقابل صدر تھانہ سمنگلی روڈ کوئٹہ بلوچستان
موبائل نمبر 0321-8027974

# رسالہ مستثنیٰ

چون بحث مستثنٰی در کتاب نحو میر نہ بود برائے فائدہ طلاب افزودہ شد۔

بدانکہ مستثنٰی لفظے ست کہ مذکور باشد بعد اِلَّا و اخوات آن یعنی غیر و سِوٰی و سِوَاء و حَاشَا و خَلا و عَدَا و مَاخَلَا وَمَاعَدَا و لَیْسَ وَلَا یَکُوْنَ تا ظاہر گردد کہ منسوب نیست بسوئے مستثنٰی آنچہ نسبت کردہ شدہ است بسوئے ماقبل وے و آن بر دو قسم است متصل و منقطع متصل آنست کہ خارج کردہ نشود از متعدد بلفظ الا و اخوات وی مثل جاء نی القوم الا زیدا پس زید کہ در قوم داخل بود از حکم مجیئی خارج کردہ شد و منقطع آن باشد کہ مذکور باشد بعد الا و اخوات وی و خارج کردہ نشود از متعدد بسبب آنکہ مستثنٰی داخل نباشد در مستثنٰی منہ مثل جاء نی القوم الا حمارا کہ حمار در قوم داخل نبود۔

## طرز المبتدی

(قولہ چون بحث مستثنٰی) یعنی چونکہ مستثنٰی کی بحث کتاب نحو میر میں موجود نہ تھی لہٰذا طلباء کے فائدہ کیلئے اضافہ کیا گیا۔

(تعریف مستثنٰی) جاننا چاہئے کہ مستثنٰی وہ لفظ ہے جو اِلَّا یا اس کے ہم معنی کلمات کے بعد واقع ہو وہ کلمات یہ ہیں یعنی غیر و سِوٰی و سِوَاء و حاشا و خلا و عدا و ما خلا و ما عدا و لیس و لا یکون.

(فائدہ استثناء) مستثنٰی ان الفاظ کے بعد اس لئے واقع ہوتا ہے کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ مستثنٰی کی جانب وہ حکم منسوب نہیں ہے جو کہ مستثنٰی منہ کی جانب منسوب ہے۔

فائدہ: اِلَّا اور اس کے ہم معنی کلمات سے پہلے جو لفظ ہے وہ مستثنٰی منہ کہلاتا ہے اور جو لفظ اِلَّا یا اسکے ہم معنی کلمات کے بعد وقع ہو اس کو مستثنٰی کہتے ہیں۔

(تقسیم مستثنٰی) پھر مستثنٰی دو قسم پر ہے اول متصل دوم منقطع۔

مستثنٰی متصل وہ ہے کہ مستثنٰی منہ میں داخل ہو اور اسی کا ہم جنس ہو جیسے جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا دیکھو زید قوم کا ایک فرد اور اس کا ہم جنس ہے مگر اِلَّا کے ذریعہ اس حکم سے جو مستثنٰی منہ یعنی القوم پر ہے اس سے نکالا گیا ہے۔

اور مستثنٰی منقطع وہ ہے جو اِلَّا یا اس کے ہم معنی الفاظ کے بعد مذکور ہو اور متعدد یعنی مستثنٰی منہ سے نہ نکالا گیا ہو اس لئے کہ مستثنٰی مستثنٰی منہ میں داخل نہیں ہے اور خروج جو ہے وہ فرع ہوتا ہے دخول کا یعنی مستثنٰی مستثنٰی منہ میں داخل ہوتا کہ اس کو نکالا جائے جب کوئی چیز بالکل داخل نہیں تو اس کو کیسے نکالا جا سکتا ہے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حمارًا (میرے پاس قوم آئی مگر گدھا نہیں آیا) اس مثال میں حمارا مستثنٰی منقطع ہے جو قوم میں داخل نہیں اس لئے



## طرز المبتدی

کہ حمار نہ قوم کا فرد ہے نہ اس کا ہم جنس اس لئے ایسے مستثنٰی کو منقطع کہتے ہیں بمعنی علیحدہ ہونے والا۔

(تشریح)

(مستثنٰی) باب استفعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، لغت میں بمعنی (جدا کیا ہوا) اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو اِلَّا یا اسکے ہم معنی جیسے الفاظ یعنی غیر اور سوی اور سواء اور حاشا اور خلا اور ماعدا اور ما خلا اور لیس اور لا یکون کے بعد ماقبل کے حکم سے نکالنے کیلئے مذکور ہو جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا (میرے پاس قوم آئی مگر زید نہیں آیا) اس مثال میں القوم مستثنٰی منہ ہے یعنی وہ جس سے کوئی چیز الگ کی گئی ہو اور (زیدا) مستثنٰی ہے جو اِلَّا کے بعد مذکور ہے اور اس سے قبل جو آنے کا حکم قوم پر لگایا گیا ہے اس سے نکالا گیا ہے پس قوم پر آنے کا حکم ہے اور زید پر نہ آنے کا۔

(رسالہ مستثنٰی)

بدانکہ اعراب مستثنٰی بر چہار قسم ست۔

اول آنکہ اگر مستثنٰی بعد الا در کلام موجب واقع شود پس مستثنٰی ہمیشہ منصوب باشد نحو جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا و کلام موجب آنکہ دران نفی و نہی و استفہام نباشد و ہمچنین در کلام غیر موجب اگر مستثنٰی را بر مستثنٰی منہ مقدم گردانند منصوب خوانند نحو ماجاء نی الا زیدا احدٌ و مستثنٰی منقطع ہمیشہ منصوب باشد و اگر مستثنٰی بعد از خَلا و عدا واقع شود بر مذہب اکثر علماء منصوب باشد و بعد ما خلا و ما عدا و لیس و لا یکون ہمیشہ منصوب باشد نحو جاء نی القوم خلا زیداً و عدا زیداً.

## طرز المبتدی

قولہ بدانکہ اعراب مستثنٰی بر چہار قسم ست) یعنی جاننا چاہئے کہ مستثنٰی کے اعراب چہار قسم پر ہے اول وہ مستثنٰی جو اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو ایسا مستثنٰی ہمیشہ منصوب ہوا کرتا ہے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا اور کلام موجوب وہ ہے کہ اس میں نفی نہی اور استفہام نہ ہو اور اسی طرح غیر موجب میں اگر مستثنٰی کو مستثنٰی منہ پر مقدم کر دیں تو مستثنٰی کو نصب دیا جائیگا جیسے ماجاء نی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ. اور مستثنٰی منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے

## طرز المبتدی

اوراگرمستثنیٰ خلا و عدا کے بعدواقع ہوتواکثرعلماء کے مذہب پرمنصوب ہوگااورما خلا وما عدا ولیس اور لا یکون کے بعدمستثنیٰ ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے جاء نی القومُ خلا زیداً و عدا زیداً.

### (تشریح)

قولہ وہم چنین درکلام غیرموجب اگرمستثنیٰ رابرمستثنیٰ منہ مقدم گردانند منصوب خوانندالخ )یعنی اگرمستثنیٰ مستثنیٰ منہ پرمقدم ہوخواہ وہ متصل ہویامنقطع پھرخواہ کلام موجب میں واقع ہو یا غیرموجب میں تواس وقت مستثنیٰ ہمیشہ منصوب ہوگا معلوم ہوکہ اس صورت میں سبب نصب مستثنیٰ کا فقط تقدیم مستثنیٰ ہے مستثنیٰ منہ پرلہٰذا (قیدغیرموجب سہو پرمحمول ہے )کافیہ وغیرہ کتب نحومیں غیرموجب کاقیدنہیں۔

### (رسالہ مستثنیٰ)

دوم آنکہ مستثنیٰ بعدالّا درکلام غیرموجب واقع شودومستثنیٰ منہ مذکورباشدپس دران دووجہ رواست یکے آنکہ منصوب باشدبرسبیل استثناءودیگرآنکہ بدل باشدازماقبل خودچون مَاجاء نیْ اَحدٌاِلّا زَیْداً واِلّا زَیْدٌ.

سوم آنکہ مستثنیٰ مفرغ باشدیعنی مستثنیٰ منہ مذکورنہ باشدودرکلام غیرموجب واقع شودپس اعراب مستثنیٰ بہ الا درین صورت بحسب عوامل مختلف باشدنحو ما جاءَ نیْ اَلّازَیْدٌ وما رَأیْتُ الّا زَیْداً وَما مَرَرْتُ اِلّابِزَیْدٍ.

چہارم آنکہ مستثنیٰ بعدلفظ غیر وسوی و سواءواقع شودپس مستثنیٰ رامجرورخوانندوبعدحاشا برمذہب اکثر نیز مجرورباشدبعضے نصب ہم جائزداشتہ اندچون جاءَ نیْ الْقوْمُ غیْرَ زَیْدٍ وسوٰی زَیْدٍوسِواءَ زَیْدٍ وحاشا زَیْدٍ.

وبدانکہ اعراب لفظ غیرمثل اعراب مستثنیٰ بالّا باشددرجمیع صورتہاء مذکورہ چنانکہ گوئی جاءَ الْقوْمُ غیرَ زَیْدٍ و غیرَ حِمارٍ. وماجاء نی غیرُ زَیْدٍ نِالقومُ وما جاءَ احدٌ غیرُ زیْدٍ و غیْرُزیْدٍ وما جاء نی غیرُ زیْدٍ وما رَأیْتُ غیْرَ زیدٍ وَمامَرَرْتُ بغیر زَیْدٍ.

وبدانکہ لفظ غیرموضوع است برائے صفت وگاہ برائے استثناءآید چنانکہ اِلّا برائے استثناءموضوع ست وگاہ درصفت مستعمل شودنحوقولہ تعالیٰ لوْکان فیْھما اٰلھۃٌ اِلّا اللّٰہُ لفسدتا یعنی غیْرُ اللّٰہِ وہمچنین لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہُ.



## طرز المبتدی

(٢)دوسری صورت یہ ہے کہ مستثنیٰ کلام غیرموجب میں اِلّا کے بعدواقع ہواورمستثنیٰ منہ بھی مذکورہوتواس صورت میں اعراب کی دوصورتیں درست ہیں۔اول یہ کہ مستثنیٰ منصوب پڑھاجائے مستثنیٰ ہونے کی بناپر،دوسرے یہ کہ کومرفوع پڑھاجائے اپنے ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ سے بدل البعض ہونے کی وجہ سے جیسے مَاجاءَ نیْ احَدٌ اِلّا زَیْداً اور اِلّا زَیْدٌ.

(٣)تیسری صورت یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ ہویعنی مستثنیٰ منہ مذکورنہ ہواورکلام غیرموجب میں واقع ہواس وقت میں مستثنیٰ کااعراب عوامل کے اعتبارسے بدلتارہےگا جیسے مَا جَاءَ نِیْ اَلّازَیْدٌ وما رَاَیْتُ اِلّا زَیْداً وَمَا مَرَرْتُ اِلّابِزَیْدٍ.

(٤)چوتھی صورت یہ ہے کہ مستثنیٰ لفظ غیرسوی اورسِواء کے بعدواقع ہوتواس صورت میں مستثنیٰ کومجرور پڑھتے ہیں اورحاشَا کے بعداکثرکے مذہب پرمجرورہوتاہے مگربعضوں نے نصب بھی جائزرکھاہے جیسے مَاجَاءَ نِیْ القومُ غیرُ زَیْدٍ وسِوٰی زَیْدٍ و سِوَاءَ زَیْدٍ وحاشا زَیْدٍ.

جاننا چاہئے کہ خودغیر جوکہ اسم ہےاس کاکیااعراب ہوگا؟تواس کاخلاصہ یہ ہے کہ جوحال اعراب کے لحاظ سے حرف اِلّا کے بعدمستثنیٰ کاہوتاہے تمام مذکورہ صورتوں میں وہی حال لفظ غیرکاہوگاتمام مذکورصورتوں میں یعنی اِلّا کے بعدمذکورہ صورتوں میں مستثنیٰ پرجواعراب آتاہے وہی اعراب غیرپرآئےگااورمستثنیٰ غیرکامضاف الیہ بنےگامجرورہوتاہے جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ غیْرَ زَیْدٍ. یہ اعراب مستثنیٰ کے چارصورتوں میں سے پہلی صورت ہے یعنی مستثنیٰ الا کے بعدکلام موجب میں واقع ہےتواس صورت میں مستثنیٰ پرنصب آتاہے مگرچونکہ لفظ غیر اسکےطرف مضاف ہےلہٰذا مجرورہےاوراسکےاعراب یعنی نصب کوخودلفظ غیرنےقبول کیاہے۔ وما جاءَ نِیْ غیْرَ زَیْدٍن الْقوْمُ اس مثال میں مستثنیٰ کومستثنیٰ منہ پرمقدم کیاگیاہےاورمستثنیٰ کواگرمستثنیٰ منہ پرمقدم کیاجائےتومستثنیٰ پرنصب آئےگا مگریہاں چونکہ غیرکامضاف الیہ ہےلہٰذامجرورہےاورمستثنیٰ کااعراب جوکہ نصب ہےوہ غیرپرآیاہے و جاءَ نی القومُ غیْرَحمارٍ اس مثال میں مستثنیٰ منقطع ہےاورمستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوتاہے مگرچونکہ یہاں وہ لفظ غیرکا مضاف الیہ ہےلہٰذامجرورہےاوراس کےاعراب کولفظ غیرنےقبول کیاہے۔

(٢)ومَا جَاءَ نِیْ اَحَدٌ غیْرُ زَیْدٍ و غیْرَ زَیْدٍ اس مثال میں مستثنیٰ متصل ہےاورمستثنیٰ کےاعراب کی اقسام

## طرز المبتدی

اربعہ میں سے قسم دوم ہے اور قسم دوم میں یہ تھا کہ مستثنیٰ متصل الّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اسکا مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو ایسے مستثنیٰ میں دو وجہ جائز ہیں ایک نصب مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے دوسرے اس کو مرفوع پڑھا جائے مستثنیٰ منہ سے بدل البعض ہونے کی وجہ سے، تو یہاں بھی مستثنیٰ کا اعراب نصب اور رفع منتقل ہوا ہے لفظ غیر کی طرف لہذا لفظ غیر کو (غیرَ) اور (غیرُ) دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۳) وما جاءَنِی غَیرُ زَیدٍ وما رَأَیتُ غَیرَ زَیدٍ وَمَا مَرَرتُ بِغَیرِ زَیدٍ اس مثال میں مستثنیٰ مفرغ ہے مستثنیٰ کے اعراب کی اقسام اربعہ میں سے قسم سوم ہے۔

اور قسم سوم میں یہ تھا کہ مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی اسکا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور کلام غیر موجب میں الّا کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے موافق ہوگا پس اگر عامل رفع کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا اور اگر نصب کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر جر کو مقتضی ہے تو مستثنیٰ مجرور ہوگا مثال مذکور میں بھی مستثنیٰ کا اعراب رفع نصب اور جر منتقل ہوا ہے لفظ غیر کی طرف۔

فائدہ : لفظ غیر اصل میں صفت کیلئے موضوع ہے اور اسکو غیر وصفی کہتے ہیں جیسے جاءَنِی رَجُلٌ غَیرُ زَیدٍ (میرے پاس ایک مرد آیا جو زید کے سوا تھا) اس مثال میں غَیرُ زَیدٍ مرکب اضافی ہو کر رَجُلٌ کی صفت ہے لیکن کبھی غیر کو لفظ (الّا) پر محمول کر کے استثناء میں استعمال کر لیتے ہیں اور اس کو غیر استثنائی کہتے ہیں جیسا کہ گذر چکا اور لفظ (الّا) اصل میں استثناء کیلئے موضوع ہے جیسا کہ گذر چکا اور کبھی (الّا) کو غیر پر محمول کر کے صفت میں استعمال کر لیتے ہیں اور اس وقت غیر کا اعراب (الّا) کے بعد کو دے دیا جاتا ہے جیسے لَو کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اس مثال میں (اِلّا) بمعنی غیر ہے اور آلِهَةٌ کی صفت ہے اور چونکہ (الّا) حرف ہونے کی وجہ سے اعراب کے قابل نہیں ہے لہذا وہ اعراب جس کا لفظ غیر مستحق تھا (الّا) کے مابعد کو دیدیا گیا۔

## تمت بالخیر

**بدست مولانا سعید احمد بن باز محمد کرُمسِیلی وطنا دیوالوی مولداً**

(یاد رہے کہ کرمسیل افغانستان کا ایک ضلع ہے اور دیوالا وہاں ایک گاؤں کا نام ہے)